الحمد للہ والمنہ

کہ

داستان مستطاب مطلوب طالبین مرغوب سالکین مسمّی بہ

انوار العارفین

جسکو

واعظ خوش بیان مفسر آیات قرآن واقف نکات ربانی کاشف اسرار حقانی حضرت
صوفی سید محمد عابد میاں صاحب ابن سید عبداللہ عرف شاہ میاں صاحب عثمانی حنفی نقشبندی مجددی
دہلوی نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح اور جمیع مؤمنین اور مؤمنات
اور مسلمین اور مسلمات کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی نیت اور اس ارزانی میں مسافران عقبیٰ کی بہتر
اور انکو نفع پہنچانے کی غرض سے تالیف کیا اور جناب ایم ایم محمود صاحب کمپنی کی اعانت سے چھپوا کر وقف کیا
باہتمام حقائق آگاہ ناظم صوفیائے کرام خواجہ نظام الدین قریشی برہمی چشتی اڈیٹر دین و نظام احمد آبادی

منشی سید عشرت علی مہتمم بلال الیکٹرک پریس دہلی

دہلی کی سعی سے طبع ہے

صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ و نحن لہ عابدون

الحمد للہ و المنۃ

کتاب مستطاب مطلوب طالبین و مرغوب سالکین مسمی بہ

انوار العارفین

۱۳۳۱

جس کو

واعظ خوش بیان مفسر آیات قرآن۔ واقف نکات ربانی۔ کاشف اسرار حقانی
حضرت صوفی سید محمد عابد میاں صاحب بن حبیب اللہ عرف بڑا میاں صاحب عثمانی حنفی
نقشبندی مجددی ڈبھیلی نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح پر فتوح اور جمیع مؤمنین
اور مؤمنات اور مسلمین اور مسلمات کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی نیت اور اس دار فانی میں مسافرانہ
زندگی بسر کرنے والوں کو نفع پہنچانے کی غرض سے تالیف کیا اور جناب ایم ایم آمود صاحب کمپنی کی اعانت سے
چھپوا کر وقف کیا۔

باہتمام غلامان غلام صوفیائے کرام نظام الدین قریشی پریمی نظامی چشتی ایڈیٹر دین و نظام احمد آبادی
و منشی سید قربان علی بسمل ایڈیٹر اردوئے معلی دہلی کی سعی بلیغ سے
جمال پرنٹنگ پریس واقع شہر دہلی میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّفْتَاحِ الرَّحْمَۃِ وَالنُّصْرَۃِ وَالْجَنَّۃِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اٰمِیْن

امابعد واضح ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمارے لئے زمین کو تابع کیا ہے تو اس غرض سے نہیں ہے کہ اس کے اونچے اونچے مکانوں اور عمدہ عمدہ باغوں میں اپنے عزیز اوقات کو ضرورت سے زائد صرف کرتے رہیں بلکہ اس غرض سے ہے کہ اس کو ایک فرودگاہ جانیں اور اس میں سے ایسی مایہ پونجی اور ایسا توشہ حاصل کریں جو ہمارے اصلی وطن اور آخرت کے سفر میں کام آوے اور عمل اور فضل اور مراقبہ اور مجاہدہ اور ذکر او فکر کے نورانی تحفے دنیا میں سے اپنے لئے ذخیرہ کریں اور دنیا کے مکر او فریب اور مہلک مقاموں سے بچے رہیں۔

اور یہ یقین کرلیں کہ ہماری عمر ہمکو ایسے لئے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو لئے جاتی ہے کہ اس عالم دنیا میں آدمی سب کے سب مسافر ہیں ان کی اول منزل پالنے میں ہوتی ہے اور آخر منزل لحد میں۔ اور وطن یا جنت ہے یا دوزخ۔ اور عمر سفر کا فاصلہ ہے اس طور پر کہ برس اس کے

مرحلے ہیں۔ اور مہینے فرسنگ ہیں۔ اور دن میل ہیں اور سانس قدم ہیں اور طاعت اس سفر کی پونجی ہے۔ اور اوقات راس المال ہیں۔ اور خواہشات اس طریق کے رہزن ہیں۔ اور یہاں کا نفع یہ ہے کہ دار السلام میں بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ حق سبحانہ وتعالےٰ کے دیدار سے کامیاب ہوں۔

اور خدا کی پناہ ٹوٹا یہ ہے کہ دوزخ کے طبقات کے ساتھ دوری میسر ہو سو اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں گذارے کہ اس میں کوئی طاعت باعثِ قربِ الٰہی نہ ہو تو وہ قیامت کے روز اتنا خسارہ اٹھاوے گا کہ اس کی کچھ حد نہیں لہٰذا اسی بڑے خطر اور ہولناک امر کے لئے عالموں اور عارفون اور اہلِ توفیق نے مستعد ہو کر نفسانی لذتوں اور دنیاوی محبتوں کو چھوڑ دیا۔ اور بقیہ عمر کو غنیمت جان کر عمل اور اخلاص اور ذکر اور فکر کے ذریعہ سچے دل سے حق سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کے طالب بنے۔ سو نور بصیرت سے دیکھنے والوں نے جان لیا ہے کہ نجات کی صورت بدون حق سبحانہ وتعالےٰ کے لقا کے نہیں اور لقا کی سبیل اس کے سوا کوئی نہیں کہ بندہ اللہ تعالےٰ کا محب اور عارف ہو۔ اور محبت اور انس بدون محبوب کے ذکر مدامی کے میسر نہیں ہوتے۔ اور نہ معرفت بدون اس کی ذات اور صفات اور افعال میں فکر دائمی کے حاصل ہو۔ اور دوام ذکر اور فکر جب میسر ہوتا ہے کہ دنیا اور اس کی خواہشات کو رخصت کر دے اور اس سے بجز اس مقدار کے کہ زندگی کے لئے ضروری وعلحدگی اختیار کرے۔ اور یہ دامنِ مراد رحمت کے پھولوں سے اُس وقت بھرتا ہے کہ آدمی اپنے دن اور رات کے اکثر اوقات کو ذکر الٰہی اور

فکر آہی میں ڈوبا رکھے چنانچہ حق تبارک وتعالےٰ اپنے پیارے رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوجودے کہ وہ سب بندوں سے مقرب تر
اور درجہ میں سب سے برتر ہیں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ۔ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ
سَبْحًا طَوِيلًا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
اور فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَ
سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا اور فرمایا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ
الْغُرُوبِ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ اور فرمایا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ
اور فرمایا إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيلًا۔ اور فرمایا
وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى اور فرمایا
وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ
پھر اس باب میں جو بندے کہ کامیاب ہوئے ہیں ان کی شان میں
ارشاد ہوتا ہے کہ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَحْذَرُ
الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ
اور فرمایا تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اور فرمایا وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ اور فرمایا كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا
يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔
پس ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہو جاوے گا کہ حق تعالےٰ کی
نزدیکی اوقات کی نگرانی اور ان کو وردوں اور وظیفوں سے مدام بھرپور
رکھنا ہے۔ اَللّٰهُمَّ تَوَفَّقْنَا۔
اور سبحان اللہ یہ بات بھی اہل علم اور اہل اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے

کہ حضرت آدمؑ کو فرشتوں نے جو سجدہ کیا تھا وہ مٹی اور پانی سمجھکر نہیں کیا
تھا بلکہ باخدا عالم اور عارف سمجھکر کیا تھا۔ سو ہماری دونوں جہان کی بھلائی
اور بہبودی اسی میں ہے کہ ہم بھی اپنے مہربان باپ کی پیروی کریں اور
عالم علوی کی طرف چلیں۔ چونکہ نیک بیٹا وہی ہے کہ جو نیکیوں میں باپ کے
قدم بقدم چلے۔ اور ناخلف وہی فرزند ہے کہ جو نیکیوں میں باپ کے قدم
بقدم نہ چلے۔ اور باپ کو بدنام کرے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ

لہٰذا اس روسیاہ نے (جو ہمیشہ خدا کی رحمت اور بخشش کا امیدوار ہے) عالموں
اور عارفوں کے انوار اور برکات کا کچھ بیان **فصوص الحکم**۔ اور **احیاء العلوم**
اور **تنبیہ المغترین** حضرت امام شعرانیؒ۔ اور **اکمال الشیم**۔ اور **تفسیر عزیزی**
اور **تفسیر حقانی**۔ اور **حضرات القدس**۔ وغیرہ معتبر مذہبی کتابوں سے اس
مختصر کتاب میں لکھکر سید انبیاء۔ سند اصفیاء۔ احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وازواجہ واہل بیتہ وسلم تسلیما کثیراً کثیراً کی روح پر فتوح۔ اور
اس ناکارہ کے پیر و مرشد سراپا تنویر۔ سالک مسالک طریقت۔ ہادئ مراحل
شریعت۔ وسیلۂ یومی وغدی حضرت شاہ **ابو الخیر**ؒ صاحب دہلوی نقشبندی
مجددی کی روح پاک۔ اور اس گناہ گار کی مرحومہ ہمشیرہ ہاجرہ **بی بی** بنت
حبیب اللہ عثمانی۔ اور مجی مرحوم جناب **حاجی محمد احمد جی** ملا صاحب اور
جمیع مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی
غرض سے اور جو اس مسافر خانہ میں مسافرانہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان کو
نفع پہنچانے کی نیت سے لکھکر اور چھپوا کر

جناب ایم۔ ایم آمود صاحب کمپنی کی طرف سے وقف کی ہے

اور اس عاصی پُر معاصی نے (جو مدام حق تعالےٰ کی رحمت اور مغفرت کا

طلبگار رہے) چونکہ اس کتاب میں اکثر عارفان الٰہی کے انوار اور برکات کا بیان قرآن اور حدیث اور معتبر مذہبی کتابوں سے لیا ہے لہذا اس کا نام **انوار العارفین** رکھا ہے۔ حق تبارک و تعالیٰ اس کتاب کو نصیحت حاصل کرنے والوں اور بصیرت تلاش کرنے والوں کے لئے تبصرہ اور تذکرہ بنائے آمین

میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں کسی قسم کی لیاقت اور قابلیت اور علمیت نہیں ہے۔ میرا دماغ ضعیف اور ذہن کمزور اور طبیعت منتشر ہے لہذا میرا کلام یقیناً عیب سے خالی نہ ہوگا اور اس میں بہت غلطیاں ہوں گی۔ اس لئے علمائے کرام اور فضلائے عظام سے درخواست اور امید ہے کہ وہ اس ناچیز تالیف کو رضامندی کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں اور کہیں سہو و خطا نظر پڑے تو معاف فرما کر اس کی اصلاح کر لیں جیسا کہ اہل بصیرت اور نیک دل لوگوں کا طریقہ ہے۔

اور اگر نیک دل عالموں اور اللہ والوں کی برکت سے کسی کو اس کتاب سے نفع پہنچے تو اس گنہگار کو اس زندگی میں یا اس کی زندگی کے بعد) دعائے خیر سے ضرور ضرور یاد فرمائیں۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ۰ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَرَسُوْلًا

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اللہ والوں اور نیک دل عالموں اور عارفوں کے در کا غلام اور ان کے
فیض و برکت اور ان کی دعا کا طالب۔

محمد عابد میاں بن حبیب اللہ عرف بڑا میاں عثمانی ڈابھیلی حنفی نقشبندی
مجددی عفا اللہ عنہما۔
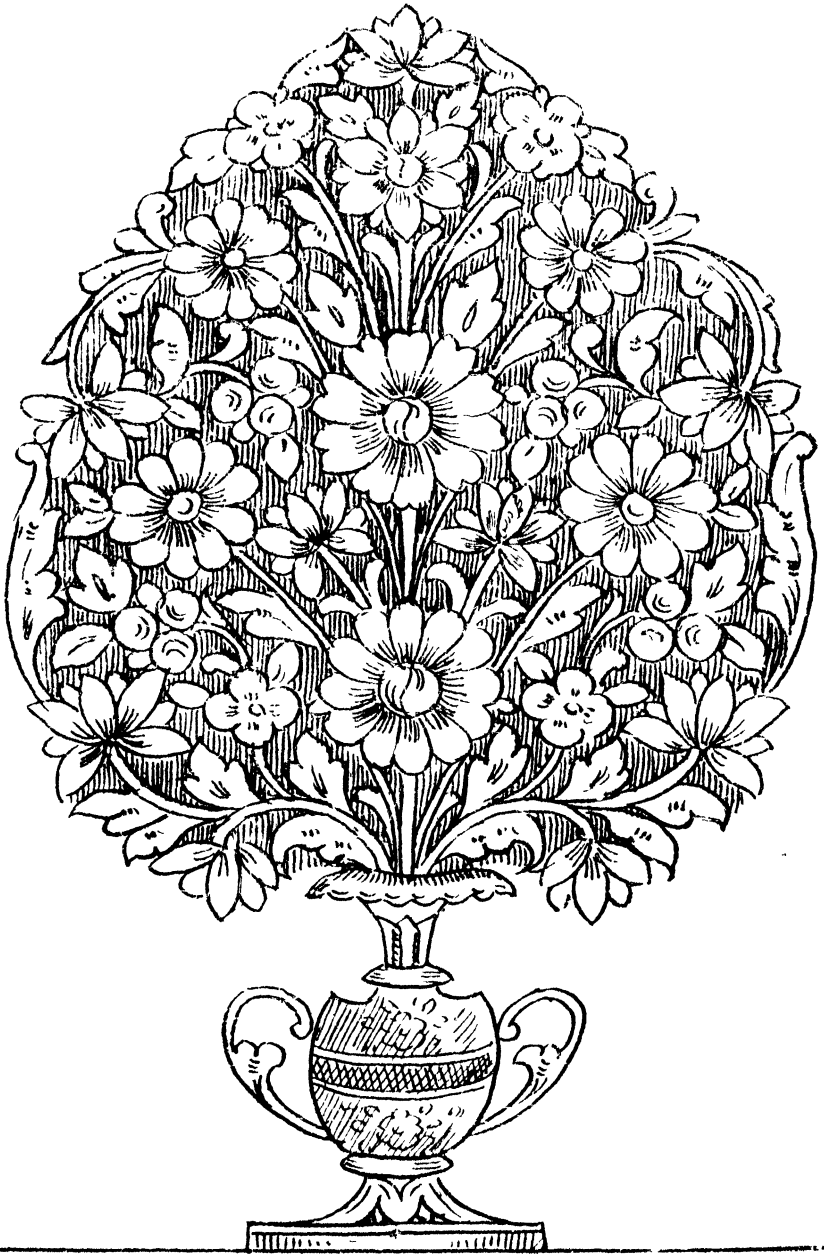
شکریہ

اولاً حق تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ جس ذاتِ پاک نے اس ناچیز گنہگار سے یہ مضامین جمع کرادیے۔ ثانیاً انیس الغرباء والفقراء جناب ایم۔ ایم۔ آمود صاحب کمپنی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے علماء اور فقراء اور تمام مسلمانوں کی نفع رسانی کے خیال سے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح اور جمیع مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات کی ارواح کو ایصال ثواب کی نسبت سے طبع کراکر وقف فرمایا۔ اور اُن مخلصوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں میری اعانت فرمائی جو اس عاصی کیلئے بھی باقیات الصالحات کا ذریعہ ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس کے صلہ میں ہمیں دین اور دنیا میں سرخروئی عطا فرمائے اور نسبت حُبّی اور معیت ذاتی کی نعمت سے سرفراز فرمائے کہ جو آخرت کیلئے بہت عمدہ توشہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا اَبَدًا يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ۔

روشن دل عالموں اور صوفیاء صافی کے در کا ادنیٰ غلام

محمد عابد میاں عفی عنہ

بتاریخ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

فہرست مضامین کتاب انوار العارفین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم

استغفر اللہ العظیم الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

پہلا باب علم کے بیان میں

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ؕ

اس رحمٰن اور رحیم نے ازل سے ساری جہاں کی پیدایش سے پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ نہیں کوئی موجود واجب الوجود مگر ایک اللہ نہ ہوگا کوئی عبادت کے لایق مگر ایک اللہ پھر تمام فرشتے اس بات کی گواہی دیتے ہیں اور تمام جہان کے اہل علم بھی اس سچی گواہی پر اول سے لیکر آخر تک قائم ہیں پھر اس کی شہادت کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ کوئی موجود ہے اور نہ کوئی عبادت کے لائق ہے مگر صرف وہی اللہ جو بڑی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

معالم التنزیل اس بابرکت آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود کے دو عالم سلطان العارفین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزمائش کے لئے مدینہ منورہ میں آئے اور جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ قسم ہے خدا کی یہ شہر تو بالکل اُس شہر کے ہی ہمشکل ہے جو نبی آخر الزماں کے رہنے کی جگہ ہے کہ جس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے پھر جبکہ یہ دونوں عالم سلطان العارفین

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک خدمت میں حاضر ہوئے تو فوراً آپ کا جمال باکمال دیکھتے ہی پہچان گئے کہ بیشک یہ وہی مبارک رسول ہیں جنکا حلیہ مبارک صاف صاف طور پر توریت میں لکھا ہے پھر اُن عالموں نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں اگر آپنے اس کا شافی جواب دیدیا تو ہم لوگ ایمان لے آئیں گے آپنے فرمایا وہ کیا سوال ہے پوچھو عرض کیا کہ یا حضرت وہ فرما بتادیجیئے جو فرمان ازل میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ فرمان سب کی شہادتوں سے بڑی شہادت ہے۔ وہ یہودی یہ سوال کر چکے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الاٰیۃ یعنی جو فرمان کہ ازل میں حق تبارک وتعالیٰ نے فرمایا جو سب سے بڑی گواہی اور شہادت ہے وہ یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ اور نہ ہوگا کوئی عبادت کے لائق مگر ایک اللہ۔ غرضکہ یہ جواب سنکر وہ دونوں یہودی فوراً مسلمان ہوگئے کیونکہ انہوں نے اس بات کو توریت کے مطابق پایا کہ جو توریت میں پڑھا وہی یہاں آکر سنا اور دیکھا۔ سبحان اللہ بھی تو وہ سچے رسول ہیں جن پر مسلمانوں کی جانیں قربان ہیں۔

درمنثور مکہ معظمہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جسدن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سارے بت اوندھے ہوکر سجدہ میں گر پڑے۔ درمنثور جو شخص اس آیت کو پڑھیگا تو قیامت کے دن یہ آیت بخشش کا پروانہ بنکر آئیگی اور اپنے پڑھنے والے کو بخشوا کر جنت میں لیجائے گی۔ درمنثور۔ حضرت حمزہ زیات فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے کوفہ کے ویران جنگل میں رہنے کا اتفاق ہوا جب بہت رات گذر گئی تو دو جن ڈراؤنی صورت میرے قریب میں آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ شخص وہی ہے کہ جو کوفہ کے لوگوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیتا ہے میں اسے ضرور قتل کرونگا کہ آئندہ کے لئے لوگ اس کارِ خیر سے رُک جائیں تب دوسرے جن نے کہا کہ

اس کے قتل کرنے سے باز آجا مگر اُس نے نہ مانا اور میرے قتل پر آمادہ ہو کر میرے پاس
آیا اور چاہا کہ مجھے قتل کرے میں نے فوراً ہی اس آیت شریفہ کو پڑھا تو معاً ہی نہایت ہی
ذلت کیساتھ وہ جن واپس ہونے لگا تب دوسرے جن نے کہا نہ جانا کہاں ہے اب تو
اسکے قتل کرنے کی بجائے صبح تک اسکی حفاظت اور چوکیداری فرض ہو گئی ہے چونکہ
یہ آیت شریفہ اس نے ایسی پڑھی کہ ہر شئی پر اسکی حفاظت اور چوکیداری لازم ہو گئی ہے
چنانچہ صبح تک اس آیت کی برکت سے چوکیداری اور حفاظت کرنی پڑی۔ سبحان اللہ
خدا کے نورانی کلام کی کیا ہی نرالی شان ہے کہ قتل کرنے کی بجائے حفاظت کیجاتی ہے۔
سبحان اللہ۔ اس آیت کریمہ میں سب سے پہلے اسم اعظم ہے اور وہ اسم اعظم لفظ
اللہ ہے سو جب کوئی خدا کا عاشق اور خدا کا طالب اپنے سچے دل سے صبح اور شام
ایک ایک گھنٹہ با وضو قبلہ رخ ہو کر اس مبارک لفظ کو اپنی دل کی تختی پر لکھا ہوا خیال
کر کے صرف خیال سے ہی اللہ اللہ کرے اس طور پر کہ نہ تو زبان کو حرکت
دے اور نہ تو دلکو حرکت دے بلکہ زبان کو تالو سے لگا کر دل ہی دل میں اللہ اللہ
کرے۔ اور ساتھ میں یہ خیال بھی ضرور کرے کہ اس لفظ اللہ کے نورانی نام کا
نور عرش علی سے سلطان العارفین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک
دل میں نزول فرماتا ہوا آپ کے مبارک دل سے میرے دل میں آرہا ہے۔

سو اسطور پر اللہ اللہ کرنے سے بظاہر چند روز تک کچھ برکت معلوم نہ ہو گی
مگر خدا کے فضل سے دو چار ہفتہ کے بعد اس نورانی نام کے نور سے جب دل کا اندھیرا
مٹنے لگے گا اور گناہوں سے دل نفرت کرنے لگے گا تب اس نام پاک میں کچھ کچھ
روشنی اور چمک معلوم ہو گی یا تو وظیفہ شریف کے وقت دل اللہ کی صحبت سے بھر جائیگا
اور ایک عجیب قسم کی باطنی مٹھاس دل میں آنی شروع ہو گی سبحان اللہ پھر تو ترقی
کرتے ہوئے یہ دل اللہ اللہ کرنے کے وقت سورج کی مثل چمکنے اور جگمگنے لگے گا

اُسوقت نماز اور روزہ اور تلاوت اور وظیفہ شریف میں وہ کیفیت اور مٹھاس پیدا ہوگی کہ سو سو جان سے اپنے مالک کے مبارک نام پر قربان ہونیکو تیار ہوگا چنانچہ جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے مالک کی طرف سے خلیل کا خطاب عطا کیا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام امتحان کی غرض سے آئے کہ دیکھیں اپنے مالک کی ساتھ کسقدر محبت رکھتے ہیں اور اپنے مالک کے مبارک نام پر کس درجہ فدا ہوتے ہیں اس خیال سے خانۂ کعبہ پر کھڑے ہوکر ایک دفعہ اللہ اکبر کہا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ جل جلالہ کا نام سنتے ہی نعرہ مارکر تڑپتے ہوئے بے ہوش ہوگئے اور جب ہوش میں آئے تو چاروں طرف دیکھا مگر کہیں اس باعظمت نام کا لینے والا نہ پایا پھر جب خانۂ کعبہ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے خدا کے دوست ایک دفعہ پھر وہ باعظمت نام لے جبرئیلؑ بولے کہ میں بغیر شکرانہ لئے وہ باعظمت نام نہ لونگا آپ نے فرمایا کہ میں اپنا سارا مال اس مبارک نام پر فدا کرتا ہوں حضرت جبرئیلؑ نے پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہا یہ سنکر آپ گر پڑے اور تڑپ تڑپ کر بے ہوش ہوگئے پھر جبکہ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ اے جبرئیل پھر ایک مرتبہ اللہ کا نام لو تب حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اب کیا دوگے فرمایا کہ اب اُس مبارک نام پر جان فدا کرتا ہوں حضرت جبرئیلؑ یہ بات سنتے ہی اپنے مقام کو واپس گئے اور سجدہ میں سر کو رکھکر جناب اِلٰہی میں عرض کی کہ خداوندا بیشک ابراہیمؑ تیرا بڑا سچا دوست ہے میں نے جتنا خیال کیا تھا اُس سے کئی درجہ ابراہیمؑ کو تیری محبت میں زیادہ پایا۔

معلوم ہو کہ یہ جو خدا کی محبت کی نورانی کیفیت حضرت سیدنا ابراہیمؑ کے سینۂ پاک میں تھی اس نورانی کیفیت اور اس باطنی نعمت اور اس بے مول جوہر کو عارفانِ الٰہی نِسبتِ حُبّی کہتے ہیں اور یہ نسبتِ حبی اسلام کی ایک بہت بڑی باطنی نعمت ہے جو

عارفوں کے اور انبیاؤں کے سچے وارثوں کے نورانی سینوں میں محفوظ ہے جس کی برکت سے اُن کے سینے خدا کی محبت سے ہمیشہ چھلا چھل رہتے ہیں اور جبکہ وہ نورانی لوگ کسی کے دل پر خدا کی محبت کے نور کی نور پاشی کرتے ہیں تو وہ اس خدا کی محبت کے نور کے سرور میں اس دنیا کو بھول جاتے ہیں اور عالمِ غیب کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توان کا مرنا اور جینا اللہ ہی اللہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے انتقال کے وقت آپ کو اسقدر ضعف تھا کہ جو بیان سے باہر تھا۔ اسوقت آپ کے بہت سے غلام مراقبہ کی حالت میں انتظارِ فیض میں بیٹھے ہوئے تھے تب آپ نے اچانک یہ شعر پڑھا کہ

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم

یعنی گو میں از حد ناتواں اور ضعیف اور کم قوت اور بڈھا ہو گیا ہوں کہ پہلو بدلنے کی بھی طاقت نہیں رہی مگر جبکہ تیرے مبارک دیدار کی یاد نے اور تیرے مبارک خیال نے بڈھوں کو جوان بنا دیا ہے اور نئے سرے سے تازی روح کو پھونک دیا ہے تو پھر میں بھی تیرے مبارک دیدار کی یاد سے اور تیرے مبارک خیال سے جوان ہو جاتا ہوں۔ غرضکہ اس شعر کو پڑھکر اپنے مولیٰ کے نام اور اپنے مولیٰ کے عشق میں آپ بیٹھے ہو گئے اور جو لوگ کہ انتظارِ فیض میں بیٹھے ہوئے تھے اُن کے سینے خدا کی محبت کے نور سے منور کرتے ہوئے اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ خدا کی اُنپر بے حساب رحمت ہو۔

اب جو لوگ کہ انتظار فیض میں بیٹھے ہوئے تھے اُن میں سے بعض ایسے حضرات تھے کہ جن پر تین تین روز تک خدا کی محبت کے نور کا اسقدر سرور رہا کہ وہ بے خود رہے۔ خدایا ہم روسیاہوں کو یہ روزِ سعید کب نصیب ہو گا۔

خدا کے بندو دیکھو یہ نسبتِ جی اسلام کی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو

عارفانِ الٰہی کے مبارک سینوں اور جو سچے وارث الانبیاء ہیں اُن کے مبارک دلوں میں محفوظ ہے ایسی نعمت کے حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے رہو کہ ایک روز خدا کے مقبول بندے بنو۔

اور سبحان اللہ اس باعظمت نام لفظ اللہ میں وہ باطنی کشش اور وہ باطنی جذبہ اور وہ باطنی پرواز ہے کہ اپنے فدا ہونیوالے کے دل کو فرش سے اٹھا کر عرش پر جا بٹھاتا ہے چنانچہ اپنے مالک کے نام پر فدا ہونے والے حضرت شیخ یاقوت عرشی رح کو عرشی کہنے کی یہی وجہ تھی کہ جب آپکا دل اپنے مالک کے نام کی محبت سے لبریز ہوگیا تو پھر اس کے بعد آپ کا دل ہمیشہ عرش پر ہی رہتا تھا اور زمین پر صرف جسم ہی جسم تھا اور عرشی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عرشِ علیٰ کو جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں انکی آذان کی آواز آپ اس دنیا میں سن لیتے تھے۔ سبحان اللہ یہ عرشِ علیٰ سے کونسی الیکٹری نے آواز کو کھینچکر فرش زمین پر پہنچا دیا قربان جائیے اس زورِ توحید کے اور اس اللہ اللہ کی باطنی کشش کے۔

اور سبحان اللہ جب کہ یہ اسم اعظم لفظ اللہ اور اس کا ذکر دل کی تہ میں قائم ہو جاتا ہے تب اس عرفان کے بیج سے انوارِ الٰہی کی شاخیں پھوٹ نکلتی ہیں یہانتک کہ دل کی فضا اس مبارک شجر کے پھل اور پھول سے جھکا جھک ہو جاتی ہے پھر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّتِ پاک کے نور سے جسقدر اس شجرۂ مبارکہ کی پرورش کیجائیگی اور اس کی تہ میں سنت نبیؐ کے نور کی نور پاشی کیجائیگی اسیقدر یہ نورانی درخت روز بروز بڑھتا جائیگا پھر تو یہ نورانی درخت دل کی زمین میں ایسا جم جائیگا کہ مرنے کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائیگا گو موت کے آنے سے جسم فنا ہو جائیگا مگر زندہ دل ہمیشہ کے لئے شاد شاد رہیگا اور کبھی فنا نہ ہوگا۔

چنانچہ "فتح القدیر" کے مصنف علامہ کمال بن ہمام رحمت اللہ علیہ جب شیخ

اسکندری رحمت اللہ علیہ کی قبر پر زیارت کے لئے گئے اور سورۂ ہود پڑھنی شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے کہ فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَّسَعِيۡدٌ یعنی بعض ان لوگوں میں سے بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت ہیں۔ تو شیخ چونکہ زندہ دل تھے لہٰذا قبر کے اندر ہی بلند آواز سے جواب فرماتے ہیں کہ یَا کَمَال لَیْسَ فِیْنَا شَقِیٌّ یعنی اے کمال ہم میں کوئی بدبخت نہیں ہے۔ اسی لئے صاحب فتح القدیر نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے حضرت شیخ اسکندری کی قبر کے متصل دفن کرنا چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ سبحان اللہ یہ ہے اسلام کی صداقت اور نسبتِ حقی کا اثر کہ مرنے کے بعد بھی قبر سے باہر پھوٹ نکلتا ہے۔ اور دل کو خیر اور برکت سے بھر دیتا ہے۔ اور سبحان اللہ جن اللہ والوں نے اُس حی اور قیوم کے مبارک نام سے اپنے دلوں کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر لیا ان روشن دلوں کا تو ذکر ہی کیا ہو۔ مگر اس ذات پاک نے اُن مردانِ الٰہی کے لباس اور "جانماز" وغیرہ میں بھی ایسی ایسی برکتیں ذکر الٰہی کی برکت سے رکھی ہیں کہ عقل کو وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جس "جانماز" پر نماز ادا فرماتے تھے اس کے اوپر کا کپڑا جب بہت پرانا ہو گیا تو خادموں نے پرانے کپڑے کو نکال کر نیا کپڑا سی دیا تب میں نے اس پرانے کپڑے کو تبرکاً اپنی دستار میں محفوظ رکھ لیا۔ تاکہ گھر جا کر اس کو تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھوں اتفاقاً عشا کی نماز پڑھ کر اسی دستار کے ساتھ سو گیا اور وہ مبارک کپڑا ویسے ہی دستار میں رکھا رہا سبحان اللہ کیا عرض کروں کہ اس زندہ دل کے پرانے جانماز کے کپڑے کی برکت سے میں اُسی شب میں بارہ سے پندرہ مرتبہ رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدارِ پُر انوار سے مشرف ہوا۔ سبحان اللہ یہ ہے اللہ اللہ کرنے کا نورانی ثمرہ اور نسبتِ حقی کی برکت کہ جن کے مصلے کا پرانا کپڑا

طالب کے دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیتا ہے اور اس کا دامن مراد رحمت کے پھولوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ جبکہ غلامانِ محمدؐ کے غلاموں کی جائنماز کے کپڑے میں یہ برکت ہو تو اُن کے مبارک دل کی برکت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ پھر جبکہ غلامانِ محمدؐ کے غلاموں کے مبارک دل کی برکت کا شمار نہ ہو تو اب سلطان العارفین سراج السالکین رحمتہ للعالمین مراد المریدین حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دل کی برکتوں کا تو ٹھکانہ ہی کیا ہو۔ سبحان اللہ کیا شان ہے دینِ محمدیؐ کی۔

غلامانِ محمدؐ کے غلاموں کے روحانی فیض کا ایک سچا واقعہ

حضرت خواجہ بدر الدین رحؒ فرماتے ہیں کہ ہم چند دینی بھائی اولیاءِ امتِ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی ارواحوں سے باطنی برکت اور باطنی فیض کے حاصل کرنے کی غرض سے کئی ایک مبارک مزارات پر حاضر ہوئے۔ اور جبکہ پانی پت میں صبح کی نماز سے پہلے حضرت خواجہ شمس الدین ترک چشتی پانی پتی رحؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تو قدم رکھتے ہی آپ کے دلِ مبارک سے ذکرِ الٰہی کے انوار اور برکات کی ایسی بارش برسی کہ جس نے ہمارے ظاہر اور باطن کو تر و تازہ کر دیا پھر جبکہ ہم مراقبہ میں مشغول ہوئے تو آپ نے خدا کی محبت کی ایسی چاشنی چکھائی کہ جس کے میٹھے تصور سے ہر زبان تالو سے چپک جاتی ہے۔ اس کے بعد ہم کو رخصت فرمایا۔ پھر جبکہ ہم حضرت شاہ قلندر صاحب رحؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو سبحان اللہ آپ کے روشن دل سے اللہ اللہ کی ایسی تیز روشنی پھیلی کہ جس نے ہمارے باطن کو چمکا دیا۔ اس کے بعد میں خود تنہا دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا۔ تو سبحان اللہ حاضر ہوتے ہی مجھ میں ایک

ایسا جنون پیدا ہوا کہ جس پر ہزاروں عقلیں قربان ہوں۔ اور ایک ایسی رقت پیدا ہوئی کہ جس پر ہزاروں فرحتیں نثار ہوں۔ پھر اسی حالت میں تھا کہ آپ کے دیدارِ پُر انوار سے خیر انجام کیا گیا۔ سبحان اللہ اس سراپا رحمت کا کیا بیان کروں کہ مجھ پہ وہ شفقتیں اور وہ عنایتیں فرمائیں کہ والدین بھی اپنی اولاد کے ساتھ اس درجہ نہیں کر سکتے اب میں چونکہ آپ ہی کے در کا غلام تھا یعنی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کا نام لیوا تھا لہذا مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرما کر میرے باطن میں خالص خدا کی محبت اور معیت کا سورج چمکا دیا یعنی نسبتِ حُبی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میری نسبتِ خاصہ "معیت حبی ہے" اور یہ میری خاص نعمت ہے اسکو نگاہ رکھنا یہ نعمت نبوت کے نور کے جگمگتے چراغ سے روشن کیا ہوا ایک جگمگتا چراغ ہے۔ سبحان اللہ اس اُمت مرحومہ کو وہ نعمتیں عطا ہو رہی ہیں کہ جس کے طلبگار انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

پھر اس کے بعد میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا اور نہایت ہی ادب کے ساتھ مراقب ہوا۔ سبحان اللہ آپ سر سے پیر تک اللہ اللہ کے انوار اور برکات میں مستغرق ہیں اور آپ نصف قبر سے باہر تشریف لا کر فرما رہے ہیں کہ جو نعمت تم کو خواجہ باقی نے دی ہے انہوں نے مجھ سے لی ہے اور یہ میری خاص نعمت ہے اسکو اچھی طرح محفوظ رکھنا اور اب گوشہ نشینی اختیار کرنا۔ پھر آپ نے مجھے بہت سی نعمت عطا فرما کر رخصت کیا۔

اس کے بعد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانۂ مبارک پر حاضر ہوا سبحان اللہ آپ کی عظمت اور آپ کی بزرگی اور آپ کی برکتوں کا کیا بیان ہو کہ تجلیات الٰہی کی روشنی سے چہرۂ انور پر نظر نہیں ٹھیر سکتی تھی آپ نے فرمایا کہ جو نسبت خواجہ قطب الدین نے خواجہ محمد باقی کو دی اور انہوں نے تم کو دی وہ میری نسبت اور میری نعمت ہے۔ اور مجھ کو یہ نعمت خواجگانِ نقشبند سے خواجہ یوسف ہمدانی

رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت نے عطا کی تھی۔ پھر ارشاد ہوا کہ وطن کو جاؤ اور خلوت اختیار کرو
پھر دہلی آیا اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارتِ پاک
سے مشرف ہوا سبحان اللہ مراقب ہوتے ہی خدا کی محبت کے انوار اسقدر وارد ہوئے
کہ دل مستی کے عالم میں آگیا دیکھا کہ ایک نورانی محبوب محبوبانہ نورانی لباس زیبِ تن
فرمائے ہوئے نورانی بستر پر آرام فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ "معیت حبی" کی جو
نعمت تم کو خواجہ محمد باقی رحمتہ اللہ علیہ سے ملی ہے اگرچہ اس کے یہ معنی ہیں کہ دونوں
جانب سے محبت برابر ہو مگر ہم پر محبوبیت غالب ہے۔ اب تمہیں لازم ہے کہ بزرگانِ
دین کی وصیت کے مطابق گوشہ نشینی اختیار کرو اور دنیا کی تکالیف پر صبر کرو اللہ کافی ہے
اللہ اکبر۔ ایک اہل دل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ
رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا آپ وضو فرما کر مصلے پر تشریف لائے
اور اللہ اکبر میں اللہ کا نام لیتے ہی جذبہ کی حالت میں مکان کی چھت تک معلق ہوگئے
اور آپ کا مبارک سر مکان کی چھت سے جا لگا اس حالت سے میرا کلیجہ لرز گیا پھر چند
روز کے بعد موقعہ پا کر عرض کیا کہ حضور وہ کیا معاملہ تھا فرمایا کہ میاں روح اپنے معبود
کا نام سنتے ہی شوقِ دیدار میں تڑپ گئی اور چاہتی تھی کہ قدم کو آگے بڑھائے۔ سچ ہے کہ
روح کی غذا ذکر الٰہی ہے اسطور پہ کہ اس کی پرورش نماز میں قسم قسم کے اذکار کی عمدہ
عمدہ غذاؤں سے کیجائے اور قرآن شریف کی تلاوت کے لذیذ لذیذ طعاموں کی حلاوتوں
سے کیجائے اور درود کے پھولوں کی خوشبو کے مفرحات سے کیجائے تو اس صورت
میں روح از سر نو تر و تازہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے کہ اس عالم اجسام میں
آنے سے پہلے عالم ارواح میں اس کا یہی کام تھا کہ خدا کی محبت کے لبالب جام پی کر
چمنستان وحدت کی سیر کرنا سو جس کو حق تبارک و تعالیٰ اس عالم اجسام یعنی دنیا میں اپنی
محبت کے لبالب جام پلانا چاہتا ہے اور اپنی توحید کے نورانی باغ کی سیر سے مسرور

کرانا چاہتا ہے اس کے دل میں اللہ اللہ کا خیال اور اللہ اللہ کا شوق اور اللہ اللہ کا ذوق اور اللہ اللہ کی مٹھاس اور اللہ اللہ کی شیرینی اور اللہ اللہ کی حلاوت پیدا فرما دیتا ہے۔
پھر جب لفظ اللہ دل کی زمین میں قائم ہو جاتا ہے تب اس کی حقیقت یعسوب نامی شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کی مثل ہو جاتی ہے چنانچہ جب شہد کی مکھیوں کا بادشاہ کسی جگہ اپنا مقام کر لیتا ہے تب ہزاروں مکھیاں اس جگہ جمع ہو کر تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے اپنے منہ میں باغوں کے پھل اور پھول کی مٹھاس کو چوسکر اپنے بادشاہ کی خدمت میں ہزاروں من شہد کا ڈھیر لگا دیتی ہیں۔ اسی طرح لفظ اللہ جس دل کی زمین میں قائم ہو جاتا ہے تب رحمت کے فرشتے جنت کے نورانی پھل اور پھول سے نور کی مٹھاس کو چوس کر لفظ اللہ پر نثار کرتے ہیں چنانچہ جب اللہ والوں کے نورانی دلوں پر نور کا ورود ہوتا ہے اس وقت ایک ایسی فرحت ان پر طاری ہوتی ہے کہ دونوں عالم کی فرحتوں کو اس پر قربان کر دیں۔ سو جبکہ دل کی زمین میں اسم اعظم لفظ اللہ قایم ہو چکا اور شہد کا جمع ہونا بھی شروع ہو گیا تو اب اس اللہ اللہ کرنے والے کے پہلو میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطنی نور چمکا دیا جاتا ہے اور باطنی بھید اس پر روشن کئے جاتے ہیں سبحان اللہ وہ یہی لوگ ہیں جو نورانی ارواحوں سے نفع حاصل کرتے ہیں اور قسم قسم کی باطنی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔ گو عوام لوگ بزرگان دین کی زیارت سے ثواب ضرور پاتے ہیں اور ایصال ثواب سے سعادت بھی ضرور حاصل کرتے ہیں مگر نورانی دل اور نورانی پہلو کی چٹنیاں کچھ اور ہی ہیں جس سے خاصان خدا ہی واقف ہیں۔

کیا کریں سیر چمن یاں آرزو کچھ اور ہے گل کو کیا سونگھیں دماغ اپنے میں بو کچھ اور ہے

دیکھئے مثلاً نور جو ایک روشنی والی قوت ہے اور برقی طاقت یہ بھی ایک روشنی والی قوت ہے اب برقی طاقت کی قوت یہ ہے جو ہوا میں پھیلتی ہوئی ہزاروں میل کی خبر ایک ساعت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے مگر یہ خبر اسی جگہ پہنچے گی کہ

جس جگہ اسی قسم کی برقی طاقت موجود ہوگی۔ اسی طرح جس کے باطن میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطنی نور چمکتا ہوگا اُسی پر نورانی لوگوں کا نور چمکے گا۔

مگر یہ یاد رہے کہ اللہ اللہ کی برکتوں اور اللہ اللہ کے فیوضات اور اللہ اللہ کے انواروں کو ایک وہمی اور خیالی چیز تصور نہ کرے بلکہ سچے دل سے اس کی تصدیق کرے چونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور جب انسان اللہ اللہ کرتا ہے تب اس دشمن لعین پر چھپریاں چلتی ہیں اور ذکر کے نور کے بھالے اور ذکر کی برکت کی خنجر اس کے پہلو کو چیر دیتی ہے لہذا یہ شیطان یادِ الٰہی کے وقت اپنی پوری قوت صرف کرتا ہے۔ آہ یہ شیطان ہمیں کسقدر اذیت پہنچاتا ہے کہ چوبیس ساعت میں ایک ساعت بھی ہمیں مہلت نہیں دیتا کہ ہر وقت نئے نئے ہتھیاروں سے ہمیں زخمی ہی کرتا رہتا ہے۔ کبھی حسد کی آگ سے ہماری نیکیوں کے خرمن کو آگ لگا دیتا ہے اور کبھی دنیا کی محبت کی بجلی گرا کر دلکو جلا بھنا کے خاکِ سیاہ کر دیتا ہے اور کبھی شہوت کا خیال دلا کر خون اور پیپ اور نجاست سے دماغ کو سڑا دیتا ہے وغیرہ وغیرہ کوئی ساعت ایسی نہیں کہ جس میں ہم کو آرام لینے دیتا ہو۔ سو وہ انسان کسقدر غافل اور بے غیرت ہے جو ایسے دشمنِ ایمان کی تکلیفوں کو سہا کرے اور باوجود قدرت اور طاقت کے ایسے زہریلے دشمن پر حملہ نہ کرے اگر انسان میں شیطان لعین کو پچھاڑنے کی قوت نہ ہوتی تو یہ ارشاد نہ ہوتا کہ تم بھی شیطان کے ساتھ دشمنی رکھو چنانچہ اللہ والوں کو مردانِ الٰہی اس ہی لئے کہتے ہیں کہ وہ ذکرِ الٰہی اور اللہ اللہ کے ہتھیار سے شیطان لعین کے سینہ اور پہلو کو چیر دیتے ہیں۔ اور اس کے مکر اور فریب اور وہم اور شک کے ظلمانی قلعہ کی اللہ اللہ کے نور کی قوت سے اینٹ سے اینٹ بجا کر حق کو روشن کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز حضرت شیخ مکارم رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو اللہ اللہ کی تعلیم دے رہے تھے اور اس کی برکتوں سے اُن کے مردہ دلوں کو زندہ فرما رہے تھے۔ پھر اپنے مریدوں کو دوزخ کے

عذاب سے ڈراتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اتفاقاً وہاں ایک ملحد بھی موجود ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو صرف لوگوں کو ڈرانا ہے ورنہ کس نے دیکھا کہ وہاں اس قسم کا آگ کا عذاب موجود ہے۔ یہ سنکر شیخ رح نے فرمایا وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ یعنی اگر ان کو تیرے رب کے عذاب کی لپٹ پہنچے گی اس وقت ضرور کہینگے کہ افسوس ہے ہم پر البتہ بیشک ہم ظالموں میں سے تھے شیخ رح یہ کہکر چپ ہو گئے اور حاضرین بھی چپ کر گئے تب وہ شخص چیخنے لگا اور فریاد فریاد پکارنے لگا اور اس کے ناک میں سے زہریلا دھواں برآمد ہونے لگا قریب تھا کہ اس کی بدبو سے بے ہوش ہو جاتا۔ یہ دیکھکر شیخ رح نے یہ پڑھا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ یعنی اے پروردگار ہم سے عذاب کو دور کر دے بیشک ہم مومن ہیں۔ سبحان اللہ یہ پڑھتے ہی اس شخص کا خوف دور ہو گیا اور وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر تڑپنے لگا اور نیاز مندی کا اظہار کیا آپنے اُسے از سر نو مسلمان بنایا اور ہدایت فرمائی کہ میاں باتیں بنانی چھوڑ دو یہ لاحاصل ہے۔ جب تم اللہ اللہ کرو گے اور تمہارے دل پر اس کے انوار روشن ہونگے تب اس روشنی میں تمہیں خود حق اور باطل کی تمیز پیدا ہو جائے گی اور شریعت پاک کے ایک ایک فرمان میں ہزار در ہزار حکمتیں دکھائی دیں گی۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ حضور آپ نے پہلے جب پڑھا تو دیکھتا کیا ہوں کہ آگ کی لپٹ اور اس کی تیزی سے میرا دل کباب ہونے لگا اور میرے بھیتر سے دھواں اٹھنے لگا۔ پھر جب آپ نے دوبارہ پڑھا تو وہ حالت دور ہو گئی اور میرے دل میں کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ یعنی یہ وہی آگ ہے کہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ کیا یہ جادو ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اے شیخ اگر آپ میری دست گیری نہ فرماتے تب تو جہنم کی آگ کی لپٹ سے میرا

تمام جسم جلکر خاک سیاہ ہو جاتا۔ بیشک خدا اور اس کے رسولؐ کا فرمان حق ہے جو ابلیس ہوگا وہی خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمان میں وہم اور شک کو جگہ دیگا مگر جو حق ہے وہ تو آخر کو حق ہی ثابت ہو کر رہیگا اور باطل سیہ رو ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں خلیفہ کے پاس ایک بے دین فلسفی آیا اور اللہ والوں اور اللہ اللہ کرنے والوں کے متعلق بہت کچھ نجاست پھیلانے لگا اور آسمان کی گردش کے متعلق ایسی ایسی گندی دلیلیں کرنے لگا جس سے خلیفہ کی عقل میں اس گندگی کا اثر ظاہر ہونے لگا۔ ایک روز خادموں نے حضرت شیخ رح کی خدمت میں یہ بات عرض کی تب فوراً ہی حضرت شیخ رح ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ اگر یہ خلیفہ فلاسفر کی طرف مائل ہو جاویگا تو دینِ محمدی میں ظلمت کا ابر چھا جاویگا یہ فرماکر آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور خلیفہ کے مکان پر تشریف لائے۔ اُسوقت خلیفہ اور وہ نجس کتا خلوت میں تھے آپ اندر بلائے گئے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اس وقت تم کیا باتیں کر رہے ہو یہ سنکر اُس نجس کتے نے یعنی بے دین فلسفی نے کہا کہ ہم یہ بات کر رہے تھے کہ آسمان کی حرکت کے متعلق جو یہ کہتے ہیں کہ ایک فرشتہ خدا کے علم سے اسے حرکت دیتا ہے یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے بلکہ یہ تو یونہی اپنی طبیعت کے مطابق حرکت کیا کرتا ہے۔ یہ سنکر شیخ رح نے فرمایا کہ خدا کا رسول جس بات کو فرماوے وہ حق ہو یا کہ ایک ابلیس صفت انسان ایک بے اصل بات بکے وہ حق ہو نہیں نہیں ہرگز نہیں خدا کا رسول جو بات فرمائے وہی حق حق اور حق ہے۔ شیخ رح نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور صحن میں لاکر اس کتے کو بھی بلایا اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہا خداوندا اپنے مبارک نام کی برکت سے حقیقتِ حال کو ان پر روشن کردے اور جو فرشتہ آسمان کو حرکت دیتا ہے وہ انہیں بھی دکھلادے سبحان اللہ پھر آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو جب انہوں نے آسمان کیطرف نگاہ کی تو اس فرشتہ کو دیکھکر حیرت زدہ ہو گئے اور خلیفہ اسی وقت تائب ہوا اور پھر

اللہ کی قدرت اور اللہ کے نام پر سو سو جان سے قربان ہونے لگا اور اس کتے کو لعنت کی ہڈیوں کا ہار پہنا کر ہمیشہ کے لئے رخصت کیا الحمد للہ علی ذالک۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ توحید اور لفظ اللہ کیا ہے آپ نے اسوقت ایک بہت بڑے پتھر کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا اللہ وہ پتھر معاً ہی دو ٹکڑے ہو کر دور جا پڑا۔ سبحان اللہ جب اسم ذات لفظ اللہ کی ادنےٰ سے ادنیٰ درجہ کی یہ قوت ہو کہ جس پتھر کو سو آدمی اٹھا نہ سکتے ہوں ایسا بڑا پتھر شق ہو جائے تو جو خدا کا بندہ اس مبارک نام کو اپنے دل میں قائم کرے پھر پابندی کے ساتھ اس کو یاد کیا کرے بھلا اس کے گناہوں کا قلعہ کیونکر تہس نہس نہ ہو جائے بلکہ ضرور ہو جائے اور اس قلعہ کے گرنے سے آخرت کی سلطنت پر قابض بھی ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اٰمِیْن

الحاصل۔ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ میں پہلا کلمہ لفظ اللہ ہے اور دوسرا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ شہادت کا کلمہ ہے۔ جس کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے کاش دریائے محیط کے مقابلہ میں جتنی کہ ایک قطرہ کی وقعت ہوا کرتی ہے اتنی ہی وقعت تمام عالم کی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے مقابلہ میں ہوتی۔ یعنی یہ ایسا عظیم الشان کلمہ ہے جس کی عظمت اور بزرگی اور جاہ اور مرتبہ کی کچھ انتہا ہی نہیں ہے۔ چونکہ یہ وہ مقدس کلمہ ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مبارک سروں کا نورانی تاج ہے جس کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام نبوت کے کمالات سے نوازے جاتے ہیں اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ولایت کے کمالات سے سربلند کئے جاتے ہیں۔ لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمۂ طیبہ کہنے والا کیونکر جنت میں داخل ہو جائیگا اور ہمیشہ کے جہنم کے عذاب سے کیونکر رہائی پائیگا مگر میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ تمام عالم اگر صرف ایکدفعہ

کلمۂ طیبہ کہنے پر بخشدیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ اگر اس کلمۂ طیبہ کی برکات تقسیم کیجائیں تو ابدالآباد تک سب کے سب معمور اور سیراب ہو سکتے ہیں۔ اَلْعَظْمَۃُ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمتہ اللہ علیہ آپ نقشبندیہ خاندان کے بہت بڑے سرداروں میں) ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ اپنے باغ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ آئے آپ اُن کی تعظیم وتکریم بجالائے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے جوان میں تجھ میں بزرگی کے آثار پاتا ہوں کیا تم نے کسی پیر کے ہاتھ بیعت کی ہے آپ نے کہا نہیں ایک مدت سے میں اسی تلاش میں ہوں انہوں نے فرمایا اے فرزند مجھے خضرؑ کہتے ہیں میں تم کو اپنی فرزندی میں قبول کرتا ہوں اور ایک سبق بتاتا ہوں اُس کے پابند ہو جاؤ انشاء اللہ تمہارے دل پر باطنی اسرار اور باطنی بھیدوں کا دروازہ کھل جاویگا۔ وہ یہ ہے کہ تم حوض میں اُترو اور پانی میں غوطہ لگاؤ اور دل سے کہو لا الٰہ الّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پس حضرت خواجہ رحؒ نے اُسی طرح کیا اور حضرت خضرؑ کی تعلیم کے مطابق اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ سبحان اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپکا دل خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت سے لبریز ہو گیا اور باطنی اسرار اور باطنی بھید آپ پر کھلنے لگے اس کے بعد حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی مبارک خدمت میں حاضر ہو کر محبتِ الٰہی کے پے درپے لبالب جام نوش فرمانے لگے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔

اللہ اکبر۔ ایک دفعہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی خادم نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ جو نفی اثبات لا کو ناف سے اٹھا کر دماغ تک لیجاتے ہیں اور اِلٰہ کو داہنے مونڈھے پر لاتے ہیں پھر اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں اس میں کیا بھید سمایا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میاں اسطور سے نفی اثبات کرنے میں (دماغ، قلب، ناف) لا کی شکل بنجاتی ہے۔ اب اس لا کا مقصد جو سجادہ سمجھا اور

جو پایا وہ پایا۔ اللہ بس۔ اللہ بس۔ اللہ بس۔ باقی ہوس۔

اللہ اکبر۔ قطب زمان حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ آپ یکتائے زمانہ تھے جن کا مزار مبارک دہلی سبزی منڈی میں ہے آپنے باطنی نعمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شاہ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی آپ تہجد کی نماز میں ساٹھ مرتبہ سورۂ لیٰس شریف پڑھا کرتے تھے اور ہر روز اکیس ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ورد فرماتے تھے اس کے علاوہ نوافل اور درود شریف میں اپنے اوقات کو زینت بخشتے تھے۔ سبحان اللہ جبکہ آپ کے دل میں نفی اثبات یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے فیض کا چشمہ پھوٹ نکلا تب آپ نے اس باطنی دولت کی سخاوت اس طرح جاری فرمادی کہ جہاں کہیں مسلمان دکھائی دیتا اور جس مسلمان کو دیکھتے فوراً ہی اس بے اطلاع اور بغیر خبر کئے توجہ فرماتے اور اس کے دل کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے فیض سے تر و تازہ فرما دیتے۔ خصوصاً جمعہ کے دن جبکہ مسلمان کثرت سے جمع ہوتے اسوقت جسکا سینہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے فیض سے خالی پاتے اُسے فیضیاب فرما دیتے۔ اور فرماتے کہ میں نے جس کسی کے دل پر شہادت کے کلمہ کا نور چھڑک دیا ہے اگر اس دنیا میں اسے معلوم نہ بھی ہو تو مرنے کے وقت برے خاتمہ سے اور عذاب قبر سے ضرور نجات حاصل کریگا چونکہ شہادت کے کلمہ کا نور جس کو میں اپنے بھائی مسلمانوں کے دلوں میں امانت رکھتا ہوں وہ شیطان کی چیز نہیں ہے کہ اُس پر قبضہ جمالے۔ بلکہ وہ نور شیطان کے حق میں برہنہ شمشیر ہے۔

سبحان اللہ ایک روز آپ قبرستان میں گئے اور وہاں جتنے بھی مردے تھے ان کے گناہوں اور ظلمت کی لَا اِلٰہَ سے نفی کی اور اِلَّا اللہ کے اثبات سے ان سبکی قبروں کو باطنی نعمت اور باطنی برکت سے بھر دیا۔ اسی طرح ایک روز آپ نے مسجد میں

ایک پیرزادہ کو دیکھا جو باطنی نعمت سے خالی تھا مگر ظاہر میں شریعت کے رنگ میں مریدوں کی رہنمائی کرتا تھا آپ نے دیکھا کہ اس نعمت کے مستحق صاحب شریعت لوگ ہیں آپ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی دولت سے امیر بنا دیا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے آپ پیر و مرشد ہیں حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد صاحب کی خدمت میں طریقۂ قادریہ کی بیعت اور اجازت کے لئے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ مراقبہ کرو جب میں نے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اصحاب کرام اور اولیاء عظام تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت قطب الاقطاب عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما ہیں۔ پھر اسی مجلس میں حضرت پیران پیر نے میرے سر پر قادریہ خاندان کی خلافت کا تاج رکھا۔ پھر جبکہ مجھے میرے پیر نے مجددیہ طریقہ پر حقیقتِ محمدی کی توجہ فرمائی تو دیکھتا کیا ہوں کہ میرے پیر کی بجائے سرورِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ مجھے توجہ فرما رہے ہیں۔ پھر جبکہ توحید کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگیں اور سمندر کی تہ سے سچے موتی کی سیپیں برآمد ہونے لگیں تب دیکھتا کیا ہوں کہ دونوں جگہ یعنی میرے اور میرے پیر کی جگہ محبوب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تشریف فرما ہیں۔ غرضکہ یہ تمام برکتیں اور نعمتیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے سچے دل سے ورد کرنے کی ہی ہیں اَللّٰھُمَّ تَوَفِیقَنَا بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ کیا دنیا میں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں اس قدر باطنی برکتیں موجود ہیں؟ ہرگز نہیں معلوم ہو کہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں پیر زادے صاحب پر جو انوار روشن فرمائے اس کی دراصل حقیقت یہ ہے کہ پیرزادے صاحب جو بظاہر پنج وقتہ نماز اور کچھ تہجد اور کچھ درود شریف اور کچھ تلاوتِ قرآن اور

کچھ کلمۂ طیبہ کا ورد کیا کرتے تھے یہ کچھ خیالی پلاؤ یا من گھڑت نعمت تو تھی نہیں بلکہ یہ نعمت
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے پاس کی نورانی نعمت۔ ہزاروں نورانی
فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ۔ نورانی فرشتہ جبرئیلؑ کی معرفت۔ نورانی قلب پر نورانی
وقت میں۔ نازل شدہ۔ نورانی نعمت تھی۔ سو کیا ایسی نعمت بے فیض اور بے نور اور بے
برکت ہو سکتی تھی معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ اسلئے پیرزادے صاحب کے دل میں پہلے ہی سے
نماز اور درود شریف اور تلاوتِ قرآن اور کلمۂ طیبہ کے انوار دنیوی خیالات کے ابر کی چادر
میں پوشیدہ تھے جس طرح کہ راکھ میں آگ دبی ہوئی ہوتی ہے۔ اب اس چادر کو پھاڑنے کے
لئے بھی خود پیرزادے صاحب کے پاس لَا اِلٰہَ کی تلوار موجود تھی مگر دنیا کی آلودگی
کے زنگ کے باعث کند تھی۔ آپ شیخؒ نے دیکھا نماز وغیرہ وظیفہ شریف کے ہیرے اور
جواہرات کے انوار جگمگ ضرور ہو رہے ہیں مگر پردے میں ہیں اسیوقت آپ نے اپنی
اس تلوار سے جو ہر روز اکیس ہزار مرتبہ صیقل ہوا کرتی تھی دل کی میان سے کھینچکر ایک
ہی وار میں پردے کو چیر پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ سبحان اللہ پھر کیا تھا باطنی ہیروں
اور جواہرات کے نور سے دل جگمگا اٹھا۔

چنانچہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر
کوئی شخص اچھی نیت اور اچھے اعتقاد سے اسلام پر قائم ہو جائے اور شریعت کے
احکام مثلاً نماز روزہ وغیرہ وغیرہ کو اچھی طرح بجا لائے۔ پھر اگر اس کی زندگی میں اُس کے
انوار اور برکات وغیرہ کہ جو صوفیوں کو حاصل ہوتے ہیں وہ نہ بھی حاصل ہوں تو کچھ فکر
کی بات نہیں ہے بلکہ اس کو مرنے کے بعد ضرور یہ سب کچھ عطا کیا جائیگا۔ اور حضرت
خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرنے کے وقت ہی اس کو یہ سب کچھ عطا
کیا جائے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس خدا کے کلام کے ایک ایک حرف کے انوار
اور برکات اور تجلیات کے سمانے کیلئے زمین اور آسمان کفایت نہ کر سکیں ایسے

مبارک اور باعظمت کلام کو انسان نماز جیسی خدا کی قربت کے موقعہ پر تلاوت کرے پھر بھی اسکے فیض سے محروم رہے غیر ممکن ہے پھر عام اسباب سے کہ سمجھ کے ساتھ پڑھتا ہو یا بغیر سمجھ کے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ سمجھ کے ساتھ پڑھنے کے فوائد اور ثمرات کچھ اور ہی ہیں۔ غرضکہ نماز کی پابندی اور قرآن شریف کی تلاوت اور درود شریف کا ورد اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر اور اللّٰہ اللّٰہ کا تصور۔ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ جن کی برکت ظاہر نہ ہو اگر زندگی میں کسی مصلحت کے باعث اس کی برکت ظاہر نہ ہو تو مرنے کے وقت ضرور ظاہر ہونیوالی ہے۔ لہذا مردانگی کے ساتھ اس نعمت کو حاصل کئے جائیں۔ اور ہمیشہ کلمۂ طیبہ سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہیں چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔ حق تبارک وتعالیٰ ہم بے سر وسامان مفلسوں کو سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مشرف فرمائے آمین۔

ذکر کے انوار

سبحان اللہ۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے صوفیاء اور کاملین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی امت کے گنہگاروں کے مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور ان کے باطن کو نور عرفان کی روشنی سے روشن کرنے کے ایسے ایسے آسان طریقے تعلیم فرمائے ہیں کہ اگر چند روز اس پر عمل کیا جائے تو اس قلیل عرصہ میں ہی اسکا دل نور ایمان سے بھر جاتا ہے چنانچہ عارف باللہ عاشق رسول حضرت شاہ عبد الغنی نقشبندی رح کے مبارک حالات میں ذکرِ خدا و ذکرِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نورانی مضمون اسطور پر تحریر فرمایا ہے کہ جس سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور باطن میں نور کی قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں وہ یہ ہے کہ۔

(۱) ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر مبارک اور درود شریف کے ورد کے وقت اسقدر شوق غالب ہوا کہ آپ کی طبیعت بے قابو ہوگئی اور شوقِ دیدار میں آہ وزاری کرتے ہوئے زمین پر لوٹنے کی نوبت آگئی اور اسی حالت میں فوراً آنکھ لگ گئی. آپنے دیکھا کہ ایک نورانی شخص آپ سے فرما رہے ہیں کہ جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے منتظر ہیں۔ آپ بڑے ہی شوق سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اٹھکر حضرت شاہ صاحب کو گلے لگایا اور دل کو سکینہ جیسی نعمت سے بھر دیا۔ سبحان اللہ درود اور سلام اور آپ کے ذکر مبارک کا کیا ہی خوب نورانی پھل ملا کہ سکینہ جیسی انمول دولت سے دل کو چھلا چھل کر دیا گیا۔ یہ ہے ذکر الٰہی اور درود شریف کا نورانی نتیجہ۔ اب چاہے دنیا کا ذکر کرو یا ذکر الٰہی اور درود شریف کا ورد کرو۔ مگر سکینہ جیسی نعمت تو ذکر الٰہی اور درود شریف کے ورد میں ہی عطا کیجاتی ہے۔ جس عظیم الشان نعمت کے مقابلہ میں ہژدہ ہزار عالم کی سلطنت بے وقعت ہے کہ جس نعمت کے باعث اُس سبوح اور اس قدوس کا دیدار مبارک نصیب ہونے والا ہے۔

(۲) ایک روز آپ عشا کی نماز کے پہلے کچھ سو گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما کر یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ عشا کی نماز سے پہلے سونا ٹھیک نہیں ہے بلکہ اس میں نقصان ہے۔

(۳) آپ ہمیشہ تسبیح اور تحمید اور تہلیل پڑھکر اس کا ثواب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر فتوح کو بخشا کرتے تھے ایک مرتبہ یہ مبارک عمل آپ سے ترک ہوگیا تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف شریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کے محبوب کے ساتھ محبت کو بڑھائے جا دیکھ جسکے دل میں میری محبت ہے اسے دوزخکی آگ سے نجات ہے۔

آہ۔ آہ۔ کیا اچھا ہو کہ اس سیہ رو محمد عابد کے دل میں بھی بزرگان دین کے طفیل سے

عشق نبیؐ کی آگ روشن ہو۔ آمین ثم آمین۔

(۴) ایک مرتبہ آپ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدارِ پُر انوار سے مشرف ہوئے تب آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھے دیکھا گویا اس نے حق کو دیکھا۔ یہ آپ ہی کی حدیث ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ میری ہی حدیث ہے۔

(۵) سبحان اللہ۔ ایک روز یادِ الٰہی کرتے ہوئے آپ کا دماغ ایسا معطر ہو گیا کہ جسکی خوشبو سے آپ مدہوش ہو گئے اور تمام مکان خوشبو سے مہک اٹھا۔ اسوقت آپ نے مراقبہ سے آنکھ کھول کر اوپر کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کے مبارک سر پر کوئی منور چیز جلوہ نما ہے اور وہ بلند مرتبہ والے ایک عظیم الشان بزرگ ہیں جن کی نورانی شعاعوں سے مشرق مغرب روشن ہو گیا ہے۔ اور سبحان اللہ فیوضات اور برکات کی بارش تو ایسی کہ سوکھے ریتیلے جنگلوں میں نور کی ندیاں بہ رہی ہیں۔ مگر چونکہ ان جلوہ نمائیوں سے آپ پر اسقدر سرور اور استغراق کا عالم طاری ہو گیا کہ آپ پہچان نہ سکے کہ یہ روح پُرفتوح حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ نما تھی یا کہ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ کی روح مبارک تھی۔ سبحان اللہ اس کے بعد توجہ میں وہ اثر پیدا ہو گیا کہ حلقہ کے وقت صفیں کی صفیں درہم برہم ہو جاتی تھیں۔ سبحان اللہ انسان کی پیدائش سے اصل مقصود یہی ہے کہ اس نعمت کو کسی صورت سے حاصل کیا جائے۔

(۶) ایک مرتبہ فخرِ بنیٔ آدم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پاک سے آپ مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ تم میرے دین کی خدمت کرتے ہو اور خدا کے بندوں کے دلوں کو ذکرِ الٰہی کے نور سے منور کرتے ہو لہذا تمہارا نام عبدالمؤمن رکھا جاتا ہے۔ اب خدا کے بندو دیکھو کہ عابد ہونا آسان ہے اور زاہد ہونا

آسان ہے اور صوفی ہونا آسان ہے اور ذاکر ہونا آسان ہے مگر مشکل سے مشکل کام مومن کا ہونا ہے۔ سبحان اللہ جبکہ انسان مومن ہوا تو سب کچھ بزرگی اور مرتبہ کا جامع ہو گیا۔

(۷) ایک مرتبہ آپ اللہ اللہ فرما رہے تھے اسوقت دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت شاہ نقشبند رح تشریف فرما ہوئے ایسی حالت میں کہ آپ کی ہر ہر بال کی جگہ سے ذکر الٰہی کے انوار آفتاب کی مثل چمک رہے تھے۔ آپ نے آتے ہی ایسی توجہ فرمائی اور اس قدر انوارِ الٰہی کی بارش برسائی کہ آپ کی صورت حضرت شاہ نقشبند رح کی صورت میں ہو گئی جس کی برکت سے آپکا تمام بدن آئینہ کے مانند روشن ہو گیا تھا کہ خواہ کہیں سے کوئی شخص آئے مگر آپ کو ذکر الٰہی کے نور کی روشنی میں اُسکے باطن کا حال معلوم ہو جاتا تھا یہ ہے ذکر الٰہی کی برکت کہ ہر ہر بال کی جگہ سے نور کی مشعلیں روشن ہو جاتی ہیں اور رحمت کے سمندر میں موجیں اٹھتی ہیں۔ جس میں گناہوں کی لاکھوں کشتیاں غرق ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ مراقبہ کی حالت میں حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے نورانی خلعت آپ کو پہنایا گیا جس سے تمام جسم نور ہی نور ہو گیا۔

اسی طرح ایک روز آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب ہوئے آپنے وہ توجہ فرمائی کہ جس کی حلاوت اور برکت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ اس حلاوت اور برکت کی کچھ انتہا ہی نہیں ہے بلکہ ایک توحید کا نورانی دریا بہ رہا تھا جس کی انتہا نا معلوم تھی۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب ہوا آپنے مزار سے نکلکر تمام حلقہ کو اپنے رنگ میں رنگین کر دیا اور سب حلقہ کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ اسیطرح آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر گیا اور مراقبہ کیا آپ نے فوراً ہی ایسی توجہ فرمائی کہ میری شکل آپ کی سی ہو گئی اور آپ کا منور چہرہ

میری صورت کا ہو گیا اور تمام جسم خدا کے رنگ سے رنگین ہو گیا۔ اور یہ جو کچھ کہ ملا ذکر الٰہی کے باعث ملا لہٰذا ذکر الٰہی کو دل کی زمین میں قائم کر دو پھر دیکھو کہ کیا ملتا ہے۔ اور کیا ہوتا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں ہر قسم کی عبادتیں موجود ہیں۔ یعنی یہ ایسی مٹھائی ہے کہ جس میں دودھ بھی ہے اور گھی بھی ہے اور شکر بھی ہے اور میوہ بھی ہے۔ دیکھو معراج شریف کی شب کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن جن نعمتوں کی بارش برسائی گئی وہ تمام نعمتیں اور حق تبارک وتعالیٰ کے دیدار کی لذت یہ سب کچھ اسی نماز میں رکھدی گئی ہے۔ مگر اس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ جسقدر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری سچے دل سے محبت کے ساتھ کیجائے گی اسیقدر نماز کے انوار اور برکات اور باطنی اسرار دل پر روشن ہونگے۔ اے انسان تو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور اطاعت میں سرگرم رہ کہ تیرے دل کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھل جائے۔ اور وہ پردہ کہ جس کے باعث تجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا وہ اٹھ جائے اور دن میں پانچ مرتبہ اپنے معبود کے دیدار کے مشاہدہ کی لذت سے مسرور کیا جائے۔

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسم کے ہیں (۱) نامرد (۲) مرد (۳) جوان مرد (۴) فرد۔ دنیا کے طالب نامرد ہیں۔ آخرت کے طالب مرد ہیں۔ آخرت اور دیدار الٰہی کے طالب جوان مرد ہیں۔ اور فقط مولیٰ کے طالب فرد ہیں۔

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات میں تمام کمالات بھرے ہوئے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک کمال خاص وقت اور خاص زمانہ میں خاص خاص بزرگوں کے وقت ظاہر ہوا ہے۔ مثلاً وہ کمال اور وہ فیض کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری بدنِ مبارک سے ظاہر ہوا جیسے بھوکا رہنا اور جہاد کرنا وغیرہ۔ یہ آپکا کمال اور فیض صحابہ کرام رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین میں ظاہر ہوا۔ اور وہ کمال اور وہ فیض کہ جو سرور کائنات صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل مبارک میں تھا جیسے ذوق۔ اور شوق۔ اور استغراق۔ اور بے خودی۔ اور آہ۔ اور نعرہ اور توحید کے بھید۔ یہ فیض حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ سے آپکی امتِ مرحومہ کے اولیا اللہ میں ظاہر ہوا۔ اور وہ کمال کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ نفس میں تھا مثلاً زور توحید سے نفس کو راہ پر لانا۔ یہ فیض شاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاء الدین رحمت اللہ علیہ کے مبارک وقت میں ظاہر ہوا۔ اور وہ کمال کہ جو اسم شریف لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے وہ ہزار سال بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک دل پر کھلا۔ حق تبارک و تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ان تمام فیوضات سے بہرہ ور فرماوے آمین

اللہ اکبر آپ فرماتے ہیں کہ خطرات چار قسم کے ہیں (۱) شیطانی (۲) ملکی (۳) نفسانی (۴) حقانی۔ سو شیطانی خطرات بائیں طرف سے آیا کرتے ہیں۔ اور ملکی خطرات دائیں طرف سے آیا کرتے ہیں۔ اور نفسانی خطرات دماغ سے آیا کرتے ہیں۔ اور حقانی خطرات عرش کے بھی اوپر سے دل پر نازل ہوا کرتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ لفظ فقیر میں ف سے مراد فاقہ۔ اور ق سے مراد قناعت۔ اور یا سے مراد یاد الٰہی۔ اور ر سے مراد ریاضت ہے۔ اب جو شخص کہ فاقہ اور قناعت اور یاد الٰہی اور ریاضت بجا لائے تو اُسے ف سے فضل خدا۔ اور ق سے قرب مولیٰ۔ اور ی سے یاری اور ر سے رحمت حق ملجاتی ہے۔ اگر یہ نہیں ہوا تو تو پھر ف سے دنیا کی فضیحت اور رسوائی۔ اور ق سے قہر الٰہی۔ اور ی سے یاس اور ناامیدی۔ اور ر سے آخرت کی رسوائی حاصل ہوتی ہے۔ خدا کی پناہ۔

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ بیعت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی اللہ

والے سے وسیلہ ڈھونڈنے کیلئے بیعت کرے۔ دوسرے گناہوں سے توبہ کرنے کیلئے بیعت کرے۔ تیسرے باطنی ترقی اور باطنی نعمت حاصل کرنے کیلئے بیعت کرے۔
گو پہلی قسم کی بیعت ادنی درجہ کی بیعت ہے تاہم اگر جس سے بیعت کی ہے وہ صاحب نسبت اور اہل کمال سے ہوگا تب تو صرف بیعت کرنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا بلکہ قیامت کے دن جب اس اہل نسبت کے حال پر عنایتِ الٰہی ہوگی تو اُسکا پرتو اسکے مرید دل پر ضرور پڑیگا اور اپنے پیر کے ہمراہ جنت میں ضرور جاوے گا۔
اللھم ارزقنا بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ تین کتابیں ایسی ہیں جنکا نظیر نہیں۔ ایک کلام اللہ بخاری۔ اور مثنوی مولنا روم۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ اذکار اور مراقبات اسلئے کرتے ہیں کہ جس چیز کے ملنے کا وعدہ قیامت کو ہے وہ یہیں ملجائے نہ اسواسطے کہ وہ دوزخ سے ڈرتے ہیں یا کہ بہشت کی امید رکھتے ہیں۔ چونکہ جو لوگ ذاکر اور اہل مراقب ہیں وہ عشق کی آگ سے پیدا کئے گئے ہیں ان کی جنت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہے لہذا جنت کی انہیں پرواہ نہیں۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ تجرید سے مراد ظاہری تعلقات کا قطع کرنا اور تفرید سے مراد باطنی تعلقات کا قطع کرنا ہے۔

اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ طریقۂ مجددیہ میں فیض کے چار دریا بہ رہے ہیں دو نقشبندی نسبت کے اور ایک قادری نسبت کا اور ایک چشتیہ اور سہروردیہ نسبت کا۔ سبحان اللہ اس دودھ کی حلاوت کی کیا تعریف ہو کہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک باطنی پستان سے نکلا ہوا ہو پھر اسمیں مدینت العلم حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باطنی گلزارِ معرفت کے باغ کی گنے کی مصری اور اُسی باغ کی بادام اور

اسی باغ کی کھارک ملی ہوئی ہو۔ سبحان اللہ یہ تو اسی کی قسمت میں ہو جو ازلی نیک بخت ہو حق تبارک و تعالیٰ ہم سب اس کتاب کے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو یہ نورانی قہوہ عطا فرمائے۔ آمین

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ ایمان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک عام لوگوں کا ایمان بِن دیکھے غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ دوسرے خاص لوگوں کا ایمان جو سچے دل سے اللہ کو حاضر اور ناظر جانتے ہیں۔ جسے ایمان شہودی بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ انہیں دُنیا میں خدا کا جلوہ دکھائی نہیں دیتا مگر دکھائی دینے کے ہی مثل ہے۔ تیسرے اخص الخواص لوگوں کا ایمان ہے جو شہود کے مرتبہ سے بھی بلند ہے۔ ایسے لوگ وصال کی کمالیت کو پہنچ گئے ہیں مگر ان کا ایمان بھی غیبی ایمان کے رنگ میں ہو گیا ہے کیونکہ حد درجہ کی نزدیکی میں مشاہدہ کی گنجائش نہیں رہتی مثلاً کوئی شخص اپنا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھے تو غیب ہے۔ اور سامنے لا کر دیکھے تو مشاہدہ ہے۔ لیکن جب آنکھ کی پتلی کے ساتھ ملا دے تو پھر غیب ہو جاتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو واصلین لوگ ہیں وہ بھی یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے ہی دائرہ میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو اخص الخواص لوگ ہیں وہ بظاہر عوام کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ اب اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یعنی میں بھی تم جیسا ہی انسان ہوں۔ سو اس آیت کا انہیں معنوں کی طرف اشارہ ہے سبحان اللہ کیا شان محمدی ہے کہ باطن کے اعتبار سے خدا کی آنکھوں کی پتلی کیساتھ ہیں اور ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ ہیں۔ قربان جایئے ایسے پیارے رسولؐ پہ

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بزرگ کی روح سے تعلق پیدا کرنا چاہیں تو ہر روز تنہائی میں نہایت ہی خلوص کیساتھ دو رکعت نماز پڑھیں یعنی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ کوثر اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھیں۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد سات مرتبہ سورۂ فاتحہ اور

گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھکر اُس بزرگ کی روح کو اس کا ثواب بخشدیں۔ پھر حق تبارک وتعالیٰ کے دربار میں عرض کرے کہ خداوندا میں فلاں بزرگ کی روح پاک کیطرف متوجہ ہوتا ہوں اُن کی نورانی روح سے میری روح کو منور فرما اور اللہ اللہ کی برکت کا نورانی چشمہ اُن بزرگ کے نورانی دل سے میرے دل میں جاری فرما۔ پھر ہاتھ میں تسبیح لیکر گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ دل سے اللہ اللہ کرے۔ انشاء اللہ چند روز میں اُن بزرگ کی مبارک روح سے تعلق پیدا ہو جائے گا۔ اَللّٰھُمَّ توفیقًا

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اس ذاتِ پاک کا بے انتہا احسان ہے۔ جسنے مجھے جوانی کے عالم میں اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی ورنہ اب میرا بڑھاپے کا زمانہ آگیا ہے اور کمزوری اور ضعف نے میری جوانی کی طاقت کو توڑ دیا ہے جس کے باعث جیسی چاہئے ویسی یاد الٰہی ہو نہیں سکتی۔ ورنہ اس سے پیشتر جوانی کے عالم میں جامع مسجد کے اندر فقط حوض کا پانی پیکر دو سیپارے کلام اللہ کے پڑھکر۔ دس ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ذکر شریف کرتا تھا اور اس کے علاوہ ذکر خفی وغیرہ یاد الٰہی میں رہا کرتا تھا۔ اور نسبت اسقدر زور سے ظاہر ہوتی تھی کہ ساری جامع مسجد نور سے بھر جاتی تھی اور جس کوچہ سے گذر ہوتا وہ کوچہ برکتوں سے پُر ہو جاتا اور جس بزرگ کے مزار پر جاتا اسوقت جانبین سے باطن میں نور کی قندیلیں روشن ہو جاتیں۔ اے مردانِ الٰہی جوانی کی قدر کرو۔

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہی ہماری جاگیریں ہیں ہمیں ظاہری جاگیروں سے کیا سروکار ہے۔

اللہ اکبر۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ حق تبارک وتعالیٰ کے بعض دوست ایسے بھی ہیں کہ جن کی روح کو فرشتہ قبض کر کے جنت کے ریشمین کپڑے میں لپیٹ کر آسمان کی طرف لیجانیکا ارادہ کرتا ہے اس سے پہلے وہ روح جنابِ الٰہی میں پہنچ جاتی ہے

اور بعض دوست ایسے بھی ہیں جن کی ارواحیں قبض کرنے میں فرشتہ کو بھی دخل نہیں ہے بلکہ وہ خاص خدا کی قدرت کے ہاتھ سے قبض کیجاتی ہیں۔

الحاصل۔ آپ نے گنہگاران امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور ان کے باطن کو نورِ عرفاں کی روشنی سے روشن کرنے کا وہ آسان طریقہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس پر سچے دل سے عمل کرنے سے دربارِ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نورِ عرفان کے ساتھ نوازا جاتا ہے۔ سو جسکے دل میں اس بابرکت تحفہ کی وقعت ہوگی وہی کامیاب ہوگا۔ یہ وہ مبارک تحفہ ہے کہ جس کا عامل ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ کہنے کی کیا ضرورت ہے خود عمل کرکے دیکھہ لو مگر اس تحفہ کے لائق وہی ہے کہ جو نماز اور روزہ کا پابند ہو۔

ایک مبارک تحفہ

اب وہ مبارک تحفہ یہ ہے کہ جو شخص نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے فیضِ باطنی کا طلبگار ہو۔ اور اپنے گناہوں کی نجاستوں سے خلاصی چاہتا ہو۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت اور تعلق پیدا کرنا چاہتا ہو اُسے چاہئے کہ عشا کی نماز کے بعد ادب سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دو زانو یا چار زانو بیٹھے پھر آنکھیں بند کرکے زبان کو تالو سے لگا کر اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ میں اسوقت حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک خدمت میں حاضر ہوں پھر خیال سے ہی آپکے داہنے ہاتھ مبارک کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر یہ کہے کہ اے خدا کے پیارے رسول آپ پر خدا کی بے حساب رحمت نازل ہو۔ میں نے ان پانچ چیزوں کی آپکے مبارک ہاتھ پر بیعت کی۔ اول یہ کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی عبادت کے قابل نہیں

ہے۔ دوسرے نماز کو قائم کرنے کی بیعت کی۔ تیسرے زکوٰۃ کو دینے کی بیعت کی۔ چوتھے رمضان کے روزے رکھنے کی بیعت کی۔ پانچویں بیت اللہ کا حج بشرطیکہ مجھے اس کی طاقت ہو اس کی بیعت کی۔

اب اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب عشا کی نماز سے فارغ ہو جاوے اس کے بعد دو رکعت نماز اسطور پر پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد چار مرتبہ سورۂ الم نشرح اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھے اور اس کا ثواب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ پُر فتوح کو بخشے اس کے بعد آنکھیں بند کر کے اوپر لکھے ہوئے طریقہ سے اُس نورانی خیال کو جماوے پھر جب کہ بیعت ہو چکے اس کے بعد اپنے آپ کو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک خدمت میں مؤدب بیٹھا ہوا خیال کر کے دل سے اس دُرود شریف کو پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اور درود شریف کو پڑھتے ہوئے یہ خیال بھی ضرور کرے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل مبارک سے میرے دل میں فیض آرہا ہے۔ مگر جب کہ اس وظیفہ شریف کو شروع کرے تو پہلے آٹھ دس روز تک صرف بیعت پر ہی اکتفا کرے تاکہ خیال پختہ ہو جائے بعد ازاں چالیس مرتبہ پھر سو مرتبہ پھر اوسط درجہ تین سو اور ساٹھ مرتبہ مذکور درود شریف پر ہمیشہ کے لئے استقامت کرے ورنہ سو پر ہی بس کرے مگر ناغہ نہ کرے۔ مگر سبحان اللہ جبکہ اس مبارک وظیفہ کا خیال دل پر قائم ہو جاتا ہے اور فیض کا دروازہ بتدریج آہستہ آہستہ کھلنے لگتا ہے اسوقت دل پر ایسی فرحت طاری ہوتی ہے کہ عشاء سے صبح تک بس نہ کرے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ابتدا میں چند روز تک خیال بھی نہیں جمتا اور وظیفہ میں دل بھی نہیں لگتا اور چونکہ اس مبارک وظیفہ سے دل کی نجاست دھلنے

لگتی ہے اور گناہوں کی ظلمت کا بدبودار دھواں دور ہونے لگتا ہے لہذا شیطان بھی غفلت اور سستی اور کاہلی اور نامرادی کا دھواں دل پر چھوڑتا ہے۔ اب اس موقعہ پر جسکی قسمت میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض باطنی کی نعمت لکھی ہوئی ہے وہ ثابت قدم رہکر کامیاب ہوتا ہے۔ اسطور پر کہ نہ وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہونے کے لئے جلدی کرتا ہے اور نہ وہ وظیفہ کے وقت سستی اور کاہلی اور نامرادی کے خیالات کی پرواہ کرتا ہے بلکہ اپنے وقت پر کام کو انجام دینے کو ہی اپنے کام کا انجام سمجھتا ہے۔ سبحان اللہ پھر کامیابی کے سوا اس کا دوسرا نتیجہ کیا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ جب مرشد کامل میسر آجائے تو پھر اُسی بزرگ کے فرمانِ مبارک کے مطابق وظیفہ شریف کرے۔ مگر جب کامل مرشد میسر نہ آئے تو پھر پنج وقتہ نماز ادا کرے اور کچھ تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے اور اس وظیفہ پر قائم رہے۔ انشاء اللہ مراد کو پہنچ جائیگا۔ اللھم توفیقاً

علم کے انوار

الحاصل۔ اس آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ الآیۃ میں حق تبارک وتعالیٰ نے پہلے مرتبہ میں اپنے نام مبارک کو ارشاد فرمایا اور دوسرے مرتبہ میں فرشتوں کا ذکر فرمایا اور تیسرے مرتبہ میں علم والوں کو بیان فرمایا سبحان اللہ اہل علم کی شرافت اور بزرگی اور فضیلت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ حق تعالیٰ کس شان کے ساتھ اہل علم کا ذکر فرما رہا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے کہ خدا کے بندوں میں خوف خدا انہیں لوگوں کو ہے جو صاحب علم لوگ ہیں۔

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جس کیساتھ بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور ارشاد فرماتے ہیں کہ

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی ورثہ انبیاؤں کے ورثہ سے اور کوئی درجہ انبیاؤں کے درجہ سے معظم نہیں ہے۔ سو نبوت کے مرتبہ کی وراثت سے اور کونسی بزرگی بڑھکر ہوگی۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ عالم کے واسطے زمین اور آسمان کی ایک ایک چیز بخشش طلب کرتی ہے۔ سو اس سے بڑھکر کونسا منصب ہوگا جس منصب والے کے لئے آسمان اور زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں۔ چونکہ عالم خدا کی مخلوق کی بہتری میں مشغول رہتا ہے لہذا فرشتے اس کی بہتری میں مشغول رہتے ہیں۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون سے تولی جاوے گی چونکہ اس کی سیاہی سے سیاہ دل ایمان کے نور سے منور ہوتے ہیں۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میرے لو پر کوئی دن ایسا آوے کہ جس میں خدا کی نزدیکی کے حاصل کرنیکا علم حاصل نہ ہو تو مجھ پر اس روز کا آفتاب کا نکلنا نصیب نہ ہو جیو۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم میں علیم ہوں اور عالم کو دوست رکھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ عالم زمین پر حق تعالیٰ کا امانت دار ہے۔ اور فرمایا کہ میری امت میں سے دو قسمیں ایسی ہیں کہ جب وہ راہ راست پر آجاویں تو سب لوگ راہ راست پر ہو جاویں اور اگر وہ بگڑ جاویں تو سب لوگ بگڑ جاویں ان میں سے ایک امیر یعنی حکام ہیں اور دوسرے فقہا یعنی عالم اور فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں فقیہہ بہت ہیں اور خطیب کم اور سائل قلیل ہیں اور دینے والے بہت سو اس زمانہ میں عمل کرنا بہ نسبت علم کے بہتر ہے اور عنقریب لوگوں پر وہ وقت آویگا جس میں فقیہہ کم ہوں گے اور خطیب زیادہ اور دینے والے تھوڑے ہوں گے اور مانگنے والے بہت اس میں علم بہ نسبت عمل کے بہتر ہوگا۔ اور فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کار آمد ہوتا ہے اور جہالت کیساتھ بہت عمل بے سود ہے۔ اور فرمایا کہ قیامت

کے روز جب حق تعالیٰ بندوں کو زندہ کریگا تب علماؤں کو زندہ کر کے اُن سے ارشاد فرماویگا کہ اے گروہِ علماء میں نے جو تم میں اپنا علم رکھا تھا تو تم کو کچھ جان کر ہی رکھا تھا اور میں نے تم میں اپنا علم اسلئے نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں جاؤ میں نے تم کو بخشدیا۔ حق تبارک و تعالیٰ ہم سب کا انجام بخیر کرے۔

اور ابو اسود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم سے بڑھکر عزت والی دوسری کوئی شئی نہیں ہے دیکھو جو بادشاہ ہیں وہ لوگوں پر حاکم ہیں مگر جو خدا کے عالم ہیں وہ بادشاہوں پر حاکم ہوتے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم اور مال اور سلطنت میں سے جو چاہو پسند کرو انہوں نے علم کو پسند فرمایا پھر جبکہ انہوں نے خدا کے علم کو پسند فرمایا تو مال اور حکومت خود بخود علمِ خدا کے ساتھ ان کو عطا ہوئی۔ اور حضرت ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہیں انہوں نے فرمایا کہ علماء پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہیں فرمایا کہ زاہد پھر پوچھا کہ کمینے کون ہیں فرمایا کہ جو لوگ اپنے دین کو بیچکر کھاتے ہیں۔ اور حضرت فتح موصلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بیمار کو تین روز تک کھانا اور پانی اور دوا نہ دیجاوے تو وہ کیا مر نہیں جاویگا لوگوں نے کہا بیشک مر جاوے گا فرمایا کہ بس دل کا بھی یہی حال ہے کہ جب دلکو تین روز تک علم اور اس کی برکتوں سے خالی رکھا جائے تو یہ دل مر جاتا ہے چونکہ دل کی غذا علم اور اس کی برکت ہے اور انہیں دونوں چیزوں سے دل کی زندگی ہے جس طرح کہ بدن کی غذا کھانا ہے پھر جبکہ دل علم اور اس کی برکتوں سے محروم رہا تو موت اس پر لازم ہے مگر چونکہ دنیا کے کاروبار میں لگے رہنے سے اور دنیا کی محبت میں پھنسے رہنے سے اس محروم کو اپنے دل کی بیماری اور موت کی خبر نہیں ہوتی جیسے خوف اور درد کی شدت کے وقت نشہ کی چیز پلادی جاتی ہے

جس سے نشہ کی حالت میں زخم کا درد اور خوف معلوم نہیں ہوتا گو حقیقت میں درد ضرور
ہوتا ہے پھر جبکہ نشہ اتر جاتا ہے تب درد اور خوف معلوم ہو جاتا ہے اسیطرح جبتک
کہ دنیا کی محبت کا نشہ چڑھا ہوا ہے تب تک دل کی موت کی خبر نہیں ہوتی لیکن جبکہ
موت آتی ہے اور دنیا کی محبت کا نشہ اتار دیتی ہے تب اپنے دل کی موت سے واقف
ہو کر کف افسوس ملتا ہے اور آہ اور واویلا کرتا ہے لیکن کیا حاصل جو وقت تھا وہ
نکل گیا نکل گیا۔ اور جو لوگ کہ زندہ دل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس چیز کو جمع کر کہ
جب تیری کشتی ڈوب جائے تب وہ تیرے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم کو جمع کر کہ
جب تیری بدن کی کشتی موت کے بھنور میں ڈوب جائے اسوقت یہ علم تیرے ساتھ
رہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کے تھوڑے سے
حصہ میں علم میں مشغول ہونا میرے نزدیک تمام رات جاگنے سے اچھا ہے۔ اور
حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں رَبَّنَا اٰتِنَا
فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً فرماتے ہیں کہ دنیا کے حسنہ سے مراد علم
اور یاد الٰہی ہے اور آخرت کے حسنہ سے مراد جنت ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگوں علم کو حاصل کرو کیونکہ حق تعالیٰ کے پاس ایک
محبت کی چادر ہے سو جو شخص علم حاصل کرتا ہے تب حق تبارک و تعالیٰ وہ محبت
کی چادر اُس کو اڑھاتا ہے اور آخر دم تک اُسی کے پاس رہنے دیتا ہے اگرچہ اسکے
گناہ کا سلسلہ موت تک پہنچ جاوے۔ سبحان اللہ قربان جایئے اس علم کی فضیلت
کے۔ اور زبیر ابن ابی بکر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھکو میرے باپ نے عراق میں
خط لکھا کہ تو علم کے حاصل کرنے میں خوب کوشش کر اسلیئے کہ اگر تو مفلس ہو جاویگا
تو یہ علم تیرا مال ہوگا اور اگر تو غنی ہوگا تو اس علم سے تیری زینت ہوگی۔ اور حضرت
لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے بیٹے عالم باعمل کے پاس

بیٹھ اور اپنا ادب کا زانو عالم باعمل کے زانو سے بھڑا چونکہ حق تعالیٰ نور حکمت اور نور علم سے بیمار اور مردہ دلوں کو ایسے زندہ کرتا ہے جیسے موسلادھار بارش سے مردہ زمین کو تر بتر فرما کر ہری بھری اور سرسبز فرماتا ہے۔ اور بعض اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جب عالم کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس پر مچھلیاں پانی میں اور پرند ہوا میں روتے ہیں گو ظاہر میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے مگر باطن میں اس کی یاد زندہ رہتی ہے۔ چونکہ وہ مردہ دلوں کو علم کے آب حیات سے ہمیشہ کے لئے زندہ کر کے گیا ہے پھر کیا معنی ہیں کہ قیامت تک معنوی طور پر وہ زندہ نہ رہے۔ اور بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ عالم اس خزانہ کا خزانچی ہے کہ جو خزانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی چوکی پہرے کیساتھ اور بہت سا خزانہ اپنے رب کی طرف سے ہاتھوں ہاتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا گیا ہے جس خزانہ کے درہم و دینار سے آخرت کی نعمتوں کا سودا کیا جاتا ہے۔ اب اس عالم کو اس خزانہ میں سے ہر اس شخص پر کہ جو دین کا مفلس اور محتاج اور حاجت مند ہو اس پر خرچ کرنیکی اجازت بھی دی گئی ہے لہذا ایسے وارث الانبیاء کا رتبہ بہت ہی بڑا ہے جو ایک مفلس اور محتاج اور بھکاری کو ہمیشہ کی جاگیر دلانے کیلئے اپنے رب اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہو۔ اور بعض روشن دل فرماتے ہیں کہ یا عالم ہو یا طالب علم ہو یا سننے والا ہو اور ان تین کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہو جاوے گا۔

اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کا انتقال ہو جاوے اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کیلئے علم سیکھتا ہو تو جنت میں اس کے اور انبیاؤں کے درجہ میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلام کے زندہ کرنے کی نیت سے جو علم حاصل کیا جائے وہی علم مفید ہے اور وہی ان تمام فضیلتوں کا مستحق ہے ورنہ اس مردار دنیا کے زندہ کرنیکی نیت سے جو علم حاصل کیا جائے

وہ کسی فضیلت کا مستحق نہیں ہے اور نہ اُسے عالم کہا جائیگا بلکہ باتیں بنانے والا کہا جائیگا۔ اور آپؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عابدوں سے اور مجاہدوں سے ارشاد فرماویگا کہ جنت میں جاؤ تب عالم عرض کریں گے کہ الٰہی انہوں نے ہمارے علم کے ذریعہ عبادت اور جہاد کیا یعنی ان سے پہلے جنت میں جانے کے مستحق تو ہم ہیں ارشاد ہوگا ان سے تمہارا درجہ بہت بلند ہے بلکہ میرے نزدیک تمہارا مرتبہ بعض بڑے مرتبے کے فرشتوں کے مثل ہے اچھا تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت منظور ہوگی پس اُن کی شفاعت سے بہت لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور یہ بھی جنت میں داخل ہو کر ہمیشہ کی نعمت میں رہیں گے۔ مگر یہ یاد رہے کہ یہ رتبہ عالم باعمل کا ہے۔ چنانچہ ایک عالم باعمل اپنے مرشدِ کامل کی مبارک تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے رہبرِ کامل صبح کی نماز کے بعد خفیہ طور پر اللہ اللہ کا سبق پڑھا رہے تھے جس میں کبھی قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی عطر پاشی ہوتی تھی شانِ سبحان کہ اس روز سبق میں دل خوب لگ رہا تھا اس وقت فراست کے نور سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے خوب غور سے سن رہے ہیں اور سبحان اللہ سبحان اللہ فرمارہے ہیں تب رہبرِ کامل کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضرت جبرئیلؑ اب زمین پر کیسے تشریف لاتے ہیں فرمایا کہ میاں وہ علم کی نعمت سے تازگی حاصل کرنے کیلئے بے خود بنے ہوئے آسمان سے زمین پر آتے ہیں انہیں اس بات کی قدر ہے کہ نبیوں کے ورثہ میں کیا نعمت رکھی ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص عالم ہو اور علم کے بموجب عمل کرے اور لوگوں کو علم سکھاوے وہ آسمان اور زمین کے فرشتوں میں عظیم کہلاتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تیری وجہ سے حق تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت کردے تو یہ بات تیرے حق میں دنیا اور اس کے درمیان کی چیزوں سے بہتر ہے۔ اور آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص علم سیکھ کر دوسروں سے چھپاوے تو حق تعالیٰ قیامت کے روز اس کو آگ کی لگام پہناوے گا۔ اور آپؐ فرماتے ہیں کہ اچھے سے اچھا ہدیہ حکمت کا کلمہ ہے یعنی وہ علم کہ جس سے ہمیشہ کی زندگی اور ہمیشہ کی سعادت حاصل ہو ایسے مبارک علم کو جبکہ تو نے سنے پھر اسکو سیکھے پھر اپنے بھائی مسلمان کو سکھاوے تو یقین کرے کہ تو نے ایک سال کی عبادت کا ثواب حاصل کیا۔ سبحان اللہ قربان جایئے اس حکمت کے کلمہ کی فضیلت کے۔

حکمت کا بیان

سبحان اللہ حکمت کے متعلق حق تبارک و تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے حضرت لقمانؑ کی عقل کو تقویٰ اور پرہیزگاری اور زہد اور سچائی اور ترکِ دنیا کے باعث اپنی معرفت کے نور سے ایسا چمکا دیا تھا کہ آپ اپنی نورانی عقل سے ایسی عمدہ عمدہ اور بھید بھری حکمت کی باتیں ارشاد فرماتے تھے کہ گویا آپ کی بابرکت باتیں نبیوں کی بابرکت باتیں ہیں۔

معلوم ہو کہ عقل ایک ہیرا ہے جس کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عاقل وہ ہے جو اپنے پروردگار کا فرمانبردار ہو گو کہ بظاہر اسکی صورت اچھی نہ ہو۔ اور گو کہ اس کی حالت خراب ہو۔ اور گو کہ وہ دنیا کے نزدیک بے قدر ہو۔ اور گو کہ وہ فصیح نہ ہو۔ اور جاہل وہ ہے جو اپنے پروردگار کا نافرمان ہو اگرچہ اس کی صورت اچھی ہو۔ اور اگرچہ اس کی حالت دوسروں سے ممتاز ہو۔ اور اگرچہ دنیا کے نزدیک باقدر ہو۔ اور اگرچہ وہ فصیح ہو۔ سو جو آدمی کہ اپنے مالک کی

نافرمانی کرے اس کی بہ نسبت حیوانات زیادہ عاقل ہیں اور اگر دنیادار تمہاری تعظیم کریں تو اس بات سے دھوکہ نہ کھانا ورنہ نقصان اٹھانے والوں سے ہوجاؤ گے اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو عقل سے ارشاد ہوا کہ اے عقل پیچھے ہٹ جا وہ پیچھے ہٹ گئی پھر حکم ہوا کہ آگے آ وہ آگے آگئی تب ارشادِ باری ہوا کہ میں اپنے عزت اور جلال کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے بہتر پیدا نہیں کی ہے اور تجھے جو مخلوق کہ میرے نزدیک زیادہ پیاری ہے اُسی کے ساتھ رکھونگا۔ اور ثواب اور عذاب کا دارومدار بھی تیرے ہی اندازہ کے مطابق کرونگا کہ جس کو جتنی عقل دی گئی ہوگی اُسی کے حساب سے ثواب اور عذاب کرونگا۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے جہالت کو پیدا کیا تو اس سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آگے آ وہ پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ آگے آگئی۔ تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں نے اپنی مخلوق میں تجھ سے بڑھکر خراب چیز دوسری پیدا نہیں کی اور میں تجھے انہیں لوگوں کے ساتھ رکھونگا بھی کہ جو سب سے زیادہ خراب ہیں۔ لہٰذا دیکھا جاتا ہے کہ عاقل آدمی یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور جاہل آدمی ہر جگہ بے عزت ہوتا ہے۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اسے اپنے سامنے کھڑی رکھکر فرمایا کہ اے عقل میں کون ہوں یہ سنکر عقل شرم سے خاموش ہو رہی تب حق تعالیٰ نے عقل کی آنکھوں کو نورِ توحید اور نورِ معرفت سے چمکا دیا۔ اسوقت عقل نے کہا کہ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یعنی تیری وہ واحد اور یکتا ذات ہے جس کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں ہے۔ اور اسی طرح ایک روز حضرت عمر رضہ اور دوسرے صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر

عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑا عابد کون ہے فرمایا کہ عاقل ہے۔ اور سب سے بڑا عالم کون ہے فرمایا کہ عاقل۔ اور سب سے بڑا بزرگ کون ہے فرمایا کہ عاقل۔ اس کے بعد عرض کی گئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو عاقل اس کو کہتے ہیں کہ جو سخی اور فصیح اور بہادر اور با مروت ہو۔ تب آپنے فرمایا کہ یہ باتیں تو تمام دینوی زندگی کے فائدہ کی ہیں میاں عاقل تو اسی کو کہتے ہیں کہ جو اپنے پروردگار کا فرمانبردار ہو اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے لباس سے مزیّن ہو اور دنیا کی طرف سے اپنے منہ کو موڑے ہوئے ہو۔ اور اسی طرح قرطبیؒ سورۃ تبارک کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کافر لوگ جو دنیا کے کاموں میں کوئی کمال کی چیزیں پیدا کرتے ہیں یا دنیاوی امور کی بابت کوئی اچھا نتیجہ نکالتے ہیں انہیں عاقل نہیں کہا جاتا بلکہ انہیں ذہین کہا جاتا ہے جیسے ہم تیز طبیعت کہتے ہیں۔ اور اسی طرح عوارف المعارف میں حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ کہ جو حضرت شیخ سعدیؒ کے پیرومرشد ہیں آپ فرماتے ہیں کہ عقل کے ہزار نام ہیں جو ہر ہر نام کا پہلا حرف دنیا کے چھوڑنے اور آخرت کی طرف رجوع ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور اسی طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو جبرئیلؑ آپ کے پاس دین اور مروت اور عقل یہ تین چیزیں لائے اور کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان تینوں میں سے ایک کو لے لیجئے تب آپنے عقل کو لے لیا اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے دین اور مروت سے کہا کہ اب تم واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ یہ سنکر ان دونوں نے کہا کہ ہمیں اپنے مالک کا حکم ہے کہ جہاں کہیں عقل رہے وہاں تم بھی اس کے ساتھ رہو۔ اور اسی طرح علائی سورۃ یوسف کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور اس کے ہزار حصے کئے جس میں سے نوسو ننانوے

حصے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت فرمائے اور باقی جو ایک حصہ رہا اس کے دس حصے کر کے نو حصے تو تمام انبیاء کو دئے اور ایک باقی رہا اس کے پھر دس حصے کئے جس میں سے نو حصے مردوں کیلئے اور ایک حصہ عورتوں کیلئے۔ اور اسی طرح حضرت عائیشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں لوگوں کو فضیلت کونسی چیز سے ہے آپ نے فرمایا کہ عقل سے اور آخرت میں فضیلت کس چیز سے ہے فرمایا کہ عقل سے تب میں نے عرض کی کہ اپنے اعمال کے عوض کیا ان کو جزا نہ ہوگی۔ آپنے فرمایا کہ اے عائیشہ انہوں نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل دی ہوگی۔ تو جتنی عقل ملی اتنے ہی عمل بھی ہونگے اور جسقدر عمل کیا ہوگا اسی قدر اس کی جزا بھی ہوگی۔ اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک آلہ ہوتا ہے اور ایمان کا آلہ عقل ہے۔ اور ہر شئی کے لئے ایک سواری ہوتی ہے اور مؤمن کی سواری عقل ہے اور ہر چیز کا ایک کھم ہوا کرتا ہے اور مؤمن کا کھم اس کی عقل ہے اور ہر قوم کے لئے ایک انتہا ہوا کرتی ہے اور مؤمن کی انتہا اس کی عقل ہے اور ہر قسم کا ایک نگہبان ہوا کرتا ہے اور عابدوں کی نگہبان ان کی عقل ہے اور ہر ایک سوداگر کے لئے پونجی ہوا کرتی ہے اور مجتہدوں کی پونجی ان کی عقل ہے اور ہر مکان کی ایک بنیاد ہوا کرتی ہے اور صدیقوں کے مکان کی بنیاد ان کی عقل ہے اور ہر اجڑے ہوئے مقام کے لئے آبادی ہوتی ہے اور آخرت کی آبادی عقل ہے۔ اور اسی طرح حضرت قتادہ رضہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن میں پوری انسانیت ہے اور یہ عقلمندوں کا فرقہ ہے۔ اور دوسرے وہ کہ جن میں نصف

آدمیت ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جو خود تو عقل نہیں رکھتے مگر عاقلوں سے مشورہ لیتے ہیں۔
تیسرے وہ کہ جن میں کچھ بھی آدمیت نہیں ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ خود بھی عقل نہیں رکھتے
اور نہ عقلمندوں سے مشورہ لیتے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ کی تمام بخششوں میں بہتر بخشش عقل ہے اور بدترین بخشش جہالت ہے۔ اور
اسی طرح حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کے ہیرے کو باطنی نور سے
پیدا فرمایا ہے جس کا نفس یعنی جان علم ہے۔ جس کی روح سمجھ ہے۔ جس کا سر زہد ہے
جس کی آنکھ حیا ہے۔ جس کی زبان حکمت ہے۔ جس کے کان بھلائی ہے۔ جسکی شفقت
نرمی ہے۔ جس کی رحمت دل ہے۔ جس کا سینہ مہربانی ہے۔ جس کا پیٹ صبر ہے۔ اور
اسی طرح قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقل
گویا کہ تیرے دل کا جبرئیل ہے جو بلندی سے تیرے باطن میں عمدہ عمدہ حکمت کی
باتیں بتلاتی ہے۔ اور یہ عقل تیرے رب کی طرف سے عالم غیب کے تحفے تجھ پر اتارتی
ہے۔ اور یہ عقل تیری خراب صفت کو اچھی صفت بنا کر تیرے علم کی سیپ میں سچے
موتی پیدا کرتی ہے۔ اور یہ عقل انصاف اور سچائی کی ترازو ہے اور بزرگی کی زبان
ہے اور حکمتوں کا خزانہ ہے اور ذکر کی زبان ہے اور بھیدوں کی کھولنے والی ہے
اور سمجھ دینے والی واعظ ہے۔ اور اسی طرح عقل ایک آبدار موتی ہے جسے غصہ کا
پتھر چور چور کر دیتا ہے اور دین بھی ایک قیمتی جوہر ہے جسے حسد کی آگ جلا دیتی ہے
اور حیا ایک نورانی جوہر ہے جسے لالچ برباد کر دیتا ہے اور اچھا کام ایک انمول جوہر ہے
جسے غیبت ستیاناس کر دیتی ہے۔ اور اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے حضرت ابودردارؓ کو فرمایا کہ اے ابودردارؓ تو عقل میں ترقی کرتا کہ تجھے اپنے
پروردگار کی نزدیکی میں ترقی ہو تب انہوں نے عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ
پر سے فدا ہوں۔ مجھسے یہ کیونکر ہو سکیگا آپ نے فرمایا کہ اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے

باز آجا اور اس کے فرائض کو برابر ادا کئے جا بے شک تو عاقل ہو جاویگا۔ اور ہمیشہ نیک اعمال کئے جا کہ اس دنیا میں بھی باعزت رہیگا اور اپنے پروردگار کا تقرب بھی حاصل کریگا۔
اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے حق تبارک وتعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہی تو نے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں عقل عرش سے بھی بڑی ہے عرض کیا کہ اس کی مقدار کتنی ہے ارشاد ہوا کہ تم اسکا شمار نہیں کر سکتے بھلا تم کو بالو کے شمار کا علم ہے عرض کیا کہ نہیں ارشاد ہوا کہ میں نے عقل کو بھی ریت کی گنتی کے موافق مختلف پیدا کیا ہے کہ بعضے لوگوں کو ایک رتی ملی ہے اور بعضوں کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی اور کسی کو ایک فرق یعنی آٹھ سیر کے قریب عنایت ہوئی ہے اور کسی کو ایک وسق یعنی اونٹ کے لادنے کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زائد مرحمت ہوئی ہے۔

فائدہ۔ صافیاء کاملین کے نزدیک عقل کی دو قسمیں ہیں اول عقل کُلی جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کو عطا کیجاتی ہے اس عقلِ کلی کا کام اپنے پروردگار کے مشاہدہ کے سوا اور چمنستانِ وحدت کی سیر کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ دوم عقل جزئی ہے جو دنیا پہ بھی مائل ہے۔ سو یہ عقلِ جزئی عام لوگوں کو دیجاتی ہے۔

لہذا جو عقل کہ اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کو اور اپنے پروردگار کے مشاہدہ کو چھوڑ کر باطل پرستی پر لگ گئی ہے اور پھر اس باطل پرستی کا نام عقل رکھدیا گیا ہے ایسی عقل ہرگز تعریف کے قابل نہیں ہے بلکہ مذمت کے قابل ہے یہی باعث ہے کہ اہل علم لوگ ایسی نامعقول عقل کی ہمیشہ سے برائی بیان کرتے ہوئے آئے ہیں تاکہ کوئی خدا کا بندہ نامعقولوں کی نامعقول عقل سے دھوکہ کھا کر کافر کی موت سے نہ مرے اور جہنم کے دردناک عذاب میں اور اپنے پروردگار کے غضب میں مبتلا نہو جاوے پھر جبکہ انسان اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس کے طرف کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہتا ہے۔ جس میں یہ بھید سمایا ہوا ہے کہ منع کی ہوئی چیزوں میں

ظلمت اور اندھیرا اور نجاست اور ناپاکی اور نقصان اور کھوٹ ہوا کرتی ہے۔ اور فرض کی ہوئی چیزوں میں نور اور روشنی اور تجلی اور رحمت اور برکت اور بہتری اور بہبودی ہوا کرتی ہے۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اپنے وقت پر اپنا اثر ضرور بتلاتی ہے۔ اب حضرت لقمان ؑ چونکہ ہمیشہ اپنے مالک کی فرمانبرداری میں سرگرم رہتے تھے لہذا ایک روز اپنے مالک کی مہربانی سے آپ کے دل پر حکمت کے دروازہ کا کشادہ ہونا ضرور تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک روز خواب کی حالت میں آپ کے دل کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھولدیا گیا اور آپ کا سینہ اپنے مالک کی فرمانبرداری کے باعث حکمت کے نور سے بھر دیا گیا۔ پھر تو سبحان اللہ آپ خواب سے بیدار ہوتے ہی حکمت کی ایسی خوبی بھری باتیں فرمانے لگے کہ ایک عالم حیرت زدہ ہو گیا۔ اور ہر طرف آپ کے کمال کا چرچہ ہونے لگا جو اپنے مالک کی فرمانبرداری کا نتیجہ تھا۔

آپ بالاتفاق باطنی حکیم اور اولیاء کاملین میں سے تھے۔ اور حضرت عکرمہ رض کے نزدیک آپ نبی تھے۔ آپ حضرت داؤد ؑ کے زمانہ میں تھے اور آپ سے دس برس چھوٹے تھے اور حضرت یونس ؑ کی نبوت تک زندہ رہے تھے۔ آپ اکثر بکریاں چراتے تھے اور کبھی گھر بنانے اور سینے کا کام بھی کرتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک روز آپ کہیں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک بنی اسرائیل کے عالم نے کہا کہ کیا تو وہی لقمان ہے جو بکریاں چرایا کرتا تھا آپنے کہا کہ بیشک میں وہی لقمان ہوں۔ پھر اُس عالم نے کہا کہ یہ حکمت کی باتیں اور یہ مرتبہ کیونکر پایا کہ تیرا حکمت کا کلام دل کی تہ میں اتر جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تین باتوں کے باعث یہ مرتبہ پایا (۱) سچ بولنے سے (۲) امانت کے ادا کرنے سے (۳) بے کار بات کے ترک کرنے سے۔ اور تفسیر ثعلبی رح میں ہے کہ ایک روز حضرت لقمان ؑ کو ان کے مالک نے دوسرے غلاموں کے ساتھ میوہ لانے کیلئے باغ میں بھیجا تب دوسرے غلام راستہ میں میوہ کھا گئے اور حضرت لقمان ؑ کے سر تہمت لگائی کہ وہ میوہ

اتمان کو کھا گئے۔ چنانچہ مالک آپ سے ناراض ہوا تب آپنے فرمایا کہ یہ غلام جھوٹ بول
سے ہیں میوہ انہوں نے ہی کھایا ہے اور اگر اس کی صداقت چاہتے ہو تو سبکو گرم پانی
پلاکر دوڑاؤ یہانتک کہ قے ہو جائے پھر جس کے پیٹ سے میوہ نکلے وہی چور ہے یہ
سنکر مالک نے ایسا ہی کیا اور وہی چور نکلے تب فوراً ہی مالک نے آپ کو آزاد کر دیا اور
ساتھ میں مال بھی اسقدر دیا کہ جس سے آپ تجارت کرنے لگے اور بلاتحریر اور بلا دستاویز
کے صرف زبان کے اقرار پر لوگوں کو قرض بھی دینے لگے۔ اور بعضے اہل تحقیق آپ کی
آزادی کی یہ وجہ لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ کے مالک نے آپ سے کہا کہ میرے لئے ایک
بکری ذبح کر اور اس میں جو دو چیز اچھی ہوں وہ لے آ۔ چنانچہ آپ بکری کو ذبح کر کے اسکا
دل اور زبان نکالکر لے آئے۔ پھر دوسرے موقع پر مالک نے بکری کو ذبح کرنیکا حکم دیا
اور کہا کہ اس میں جو دو چیزیں خراب ہوں وہ لے آ۔ چنانچہ آپنے ذبح کی اور اب کی مرتبہ
بھی دل اور زبان کو لے آئے تو مالک نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دونوں دفعہ آپ
دل اور زبان کو ہی لے آئے۔ تب ارشاد فرمایا کہ اگر دل بری باتوں سے پاک
ہو اور زبان برے کلام سے پاک ہو تو ایسی صورت میں تمام جسم میں دل اور
زبان سے دوسری کوئی چیز اچھی نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی دل بری باتوں
سے پاک نہ ہو اور زبان بُرے کلام سے پاک نہ ہو تو ایسی صورت میں تمام جسم میں
دل اور زبان سے دوسری کوئی چیز بُری نہیں ہے۔ سو آپ کا یہ معقول جواب
سنکر مالک بہت خوش ہوا اور آپ کو آزاد کر دیا۔ چنانچہ آپ کی بعض نصیحتیں جو
آپنے اپنے بیٹے کو فرمائی تھیں جسکو حق تعالیٰ نے پسند فرما کر اپنے مبارک کلام
میں اُس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ یابنی لاتشرک باللہ ان الشرک
لظلم عظیم یعنی اے بیٹے تو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا چونکہ
سب سے بڑی بے انصافی اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھیرانا ہے۔ اور

دوسری نصیحت یہ ہے کہ یابنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک ان ذالک من

عزم الامور یعنی اے بیٹے قائم رکھ نماز کو اور سکھلا اچھی بات اور منع کر برائی سے اور جو چیز کہ تجھپر

پڑے اسپر صبر کر بیشک یہی ہمت کے کام ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہیکہ نماز کو قائم

کرجس کے باعث تجھے ظاہر اور باطن کی پاکی نصیب ہوگی اور قسم قسم کے اذکار سے

قسم قسم کے انوار تیرے باطن میں وارد ہوں گے اور تیری روح میں وہ باطنی طور

پر پرواز کی طاقت پیدا ہوگی کہ فرشتے بھی تیری پرواز کو دیکھکر اپنی پرواز کو بھول

جاویں گے اور روحانی طور پر نماز کی برکت سے تجھے چمنستانِ وحدت کی سیر نصیب

ہوگی اور اسی طرح خدا کے بندوں کو اچھی اچھی اور مفید مفید باتوں کی ہدایت کر

اور بری باتوں سے باز رکھ جس کے باعث خدا کے بندے بھی کمال کو پہنچیں اور

اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کے شیریں شیریں پھلوں کی حلاوت اور مٹھاس

سے بھی ہمیشہ کے لئے محظوظ ہوں اور اس بات میں تجھے جو کچھ بھی مصیبت

پڑے اسپر صبر کر کیونکہ اسی کا نام مردمیت ہے اور اسی کو مرد کہتے ہیں اور یہی

بڑی ہمت اور شجاعت کی بات ہے۔ اور تیسری نصیحت یہ ہے کہ ولا تصعر خدک

للناس یعنی اے بیٹے لوگوں کی طرف اپنے گال نہ پھولا۔ اور غرور اور تکبر نہ کر بلکہ

عاجزی اور فروتنی اختیار کر۔ چونکہ جب تو زمین پر عاجزی اور فروتنی اختیار کرے گا

تو آسمان پر فرشتوں میں اپنی عزت اور وقعت کو پائے گا ورنہ دونوں جگہ بیعزت

ہوگا۔ اور چوتھی نصیحت یہ ہے کہ ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور

یعنی زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ اللہ کو کوئی بھی اتراتا ہوا بھاتا نہیں ہے دیکھو

نمرود اور شداد اور قارون اور فرعون کا اترانے کے باعث کیا برا حال ہوا بلکہ غنی

اور فقیر کو یکساں تصور کرنا چاہیئے اور پانچویں نصیحت یہ ہے کہ واقصد فی مشیک

واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یعنی اے بیٹے درمیانی چال چل اور اپنی

آواز کو نرم کر بیشک خراب سے خراب آواز گدھوں کی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم آواز کو پسند فرماتے تھے اور سخت آواز کو ناپسند فرماتے
تھے اور اسی طرح انجیل میں ہے کہ اے عیسیٰ میرے بندوں سے کہدے کہ میری
مناجات کے وقت اپنی آوازیں نرم کریں چونکہ میں سنتا ہوں اور دل کی بات
بھی جانتا ہوں۔ اور اس جگہ گدھے کی بری آواز کی تخصیص یہ ہے کہ ہر حیوان
اپنی آواز کے ساتھ اپنے پروردگار کی تسبیح ادا کرتا ہے مگر گدھا جبکہ آواز کرتا ہے تو
اُس کی آواز میں تسبیح نہیں ہوا کرتی بلکہ جب وہ شیطان کو دیکھتا ہے تو آواز کرتا
ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تم گدھے کی آواز سنو تو اعوذ باللہ من
الشیطان الرجیم پڑھا کرو چونکہ اسنے شیطان کو دیکھکر بھونکنا شروع کیا ہے۔
اور تفریح الاذکیا میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت لقمانؑ کے بیٹے نے کہ سوائے اس
ایک بیٹے کے حضرت لقمانؑ کی اور کوئی اولاد نہ تھی اور جن کا نام ثاران یا ماثان
تھا انھوں نے سفر کا ارادہ کیا اور حضرت لقمانؑ سے اجازت چاہی آپ نے
اجازت دیکر فرمایا کہ جب سفر کا سامان تیار ہو جاوے تب میرے پاس آنا
کہ میں تجھے سفر کی کئی ضروری باتیں کہوں گا چنانچہ سفر کا سامان تیار کرنے کے
بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سو اول نصیحت تو وہ فرمائی کہ جو حق تبارک و تعالیٰ
نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمائی ہے جو اوپر میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد
بعض مورخین فرماتے ہیں کہ حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ اے بیٹے اس شہر سے نکلکر
تجھے ایک جنگل ملیگا اس میں ایک پانی کا چشمہ جاری ہے اور اس کے کنارے
ایک درخت ہے۔ نہ تو اس چشمہ سے پانی کو پینا اور نہ تو اس درخت کے
سایہ میں سونا۔ پھر اس سے آگے چلکر ایک گاؤں ملے گا اسمیں میرے بہت سے
دوست رہتے ہیں وہ تیرے پاس آویں گے اور نہایت ہی تعظیم اور توقیر سے اپنے

گھر لیجاویں گے اور ایک خوبصورت عورت سے تیرا نکاح کرانا چاہیں گے۔ سو
تو ہرگز قبول نہ کرنا اور میں اپنے خدا سے امید رکھتا ہوں کہ تو اس عورت کے شر
سے محفوظ رہیگا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھکر ایک شخص ملیگا جسپر میرا کچھ روپیہ باقی
ہے اس سے روپیہ وصول کرنا مگر رات کو اس کے پاس نہ رہنا۔
اور اے بیٹے اس کے علاوہ ایک دوسری ضروری بات ہے اس کو ضرور خیال
میں رکھنا کہ اسی اثنا میں ایک بزرگ شخص تیرے ہمراہ ہوں گے۔ وہ جو کچھ تجھ سے
کہیں اُسپر عمل کرنا گو میری نصیحت کے خلاف بھی ہو۔ کیونکہ اس بات میں حکمت
ہے جس کا بھید بعد میں کُھلیگا۔ غرضکہ اس کے بعد آپ کا بیٹا روانہ ہوا اور اسی جنگل میں
پہنچا تو ایک نہایت ہی شیریں چشمہ نظر آیا جس کے کنارے پر ایک سایہ دار درخت
بھی تھا اُس کے نیچے ایک نورانی شکل کے بزرگ بیٹھے ہوئے نظر پڑے۔ اب
آپکے بیٹے کو راستہ کی مسافت سے پانی کی تشنگی اور تھکن بھی از حد لگی ہوئی تھی۔ دل
نے تو چاہا کہ اس شیریں چشمہ سے پانی پیکر اس درخت کے نیچے توقف کرے۔ مگر
اپنے والد بزرگوار کی نصیحت یاد آئی اور وہاں سے چلنے لگا۔ تب اُس نورانی
شکل والے صاحب نے پکار کر کہا کہ کہاں جاتا ہے گرمی بہت ہے تھوڑی سی دیر
اس درخت کے سایہ میں ٹھہر جا۔ یہ سنکر اُسنے کہا کہ میرے باپ نے منع کیا ہے
تب اُن نورانی شکل والے حضرت نے کہا کہ تجھے قسم ہے تو اس جگہ ضرور ٹھہر جا۔
پھر آپ کے لڑکے کو یاد آیا کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ ایک بزرگ ملیں گے اُن
کے ارشاد کو قبول کرنا تو کیا تعجب ہے کہ وہ بزرگ آپ ہی ہوں اس خیال سے
فوراً لیٹا اور ادب اور تعظیم کے ساتھ سلام کر کے بیٹھ گیا اور کھانا بھی وہیں کھایا اور
آپکے حکم سے پانی بھی اُسی چشمہ سے پیا اور اُسی درخت کے سایہ میں سو گیا اور جبکہ
آنکھہ لگ گئی تو اُس درخت سے ایک سانپ نیچے اُترا اور چاہتا تھا کہ آپ کے

لڑکے کو کاٹے تب اسی وقت اُن بزرگ نے سانپ کو مار کر پھینک دیا۔ پھر
خواب سے بیدار ہو کر لڑکا اُن بزرگ کی ہمراہی میں آگے چلا یہاں تک کہ حضرت
لقمان کے دوستوں کے گاؤں میں پہنچے اور اُن لوگوں نے بہت ہی تعظیم سے اپنے
مکان میں اُتارا اور کسی نے آپ کے لڑکے سے کہا کہ یہاں ایک نہایت ہی پاکدامن
اور خوبصورت عورت ہے اگر آپ نکاح کریں تو بہت خوب ہے لڑکے نے جواب
دیا کہ چونکہ میرے والد نے منع کیا ہے لہذا مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ تب اُن بزرگ
صاحب نے کہا کہ جب تیرے والد کے احباب اس بات میں خوش ہیں تو بسم اللہ نکاح
کرلے۔ مگر جبکہ نکاح کی بات قرار پائی تو ایک شخص نے کہا کہ یہ عورت ہے تو اچھی
مگر جس نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ سب کے سب پہلی ہی شب میں انتقال
کر گئے ہیں۔ یہ سنکر بزرگ صاحب نے فرمایا کہ بیٹا اس بات سے تو غمگین نہ ہو مگر
جبکہ یہ عورت تیرے ساتھ ملاقات کرے تب فوراً میرے پاس آجانا۔ میں تجھے
کچھ علاج بتلادوں گا۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کے حکم کے مطابق آپ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور آپ نے ایسا علاج بتلا دیا کہ جس سے اُس عورت کے پیٹ سے دو
چھوٹے سانپ زمین پر گر کر مر گئے اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ بیٹا اب اس عورت
کے ساتھ رہنے میں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے چنانچہ پھر آرام اور اطمینان کے ساتھ
رہنے لگے پھر لڑکے نے اپنے والد کا جسپر قرض تھا اس کے پاس جانیکا ارادہ کیا
تب بزرگ صاحب نے فرمایا کہ تو آگے آگے چل میں پیچھے پیچھے چلتا ہوں مگر لوگوں
نے کہا کہ تم ایسے آدمی کے پاس جاتے ہو جو چوروں کا سردار ہے اور جس کے دل میں
خدا کے خوف کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ مگر بزرگ صاحب نے فرمایا کہ خدا بہت
بڑا محافظ ہے چنانچہ ایک دریا کے کنارے پر ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اور
بظاہر بہت ہی محبت سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ آپ کا حق واجبی ہے۔ آپ رات

بھر آرام فرمایئے اور صبح کو روپیہ لیکر چلے جایئے۔ لڑکے نے کہا میرے والد کا حکم نہیں
ہے مگر بزرگ صاحب نے فرمایا کہ بیٹا اللہ بہت بڑا محافظ ہے کچھ مضائقہ نہیں صبح کو
چلیں گے۔ اب رات کو سونے کی جگہ اس نے ایسی مقرر کی کہ دریا کے بڑھنے کے وقت
پانی اس کو غرق کر دے مگر شانِ سبحان کہ اس جگہ اس کے دو لڑکے تھے وہ لیٹ گئے
اور ان لڑکوں کی جگہ پر یہ دونوں صاحب لیٹ گئے اور صبح ہوتے ہی وہ دونوں
لڑکے پانی میں غرق ہو گئے۔ سچ ہے کہ جو اوروں کو نقصان پہنچانے کے لئے
کنواں کھودے گا اُس کے اندر خود ہی گرے گا۔ پھر ناچار اُسنے صبح کو قرضے کا روپیہ
ادا کر دیا اور یہ دونوں صاحب واپس اپنے مقام پر چلے آئے۔ اب حضرت لقمانؑ
کے لڑکے نے بزرگ صاحب کو نصف سے زائد مال دیکر دست بستہ عرض کی کہ
اے میرے رہبر کامل آپ کی فیضِ صحبت سے مجھپر سے کس قدر بلائیں دفع ہوئیں
جس کا کسی حال میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا مگر امید ہے کہ اس ناچیز رقم کو قبولیت کا
شرف بخشو گے۔ تب آپ نے فرمایا کہ یہ مال تجھے مبارک ہو مجھکو اس کی مطلق خواہش
نہیں ہے۔ اے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ کہا اللہ کو اس کا علم ہے مجھے
معلوم نہیں ہے۔

فرمایا کہ دنیا میں بنی آدم جو اعمال کرتا ہے اُس کی اللہ کے نزدیک ایک ایک
شکل ہوا کرتی ہے۔ پھر جو نیک اعمال کرتا ہے تو اس کی شکل بھی نیک اور بابرکت
ہوتی ہے۔ اور جو بُرے اعمال کرتا ہے تو اسکی شکل بھی بری اور دہشت ناک ہوتی ہے
سو تیرا باپ لقمانؑ چونکہ بڑا امانت دار ہے اور میں نہ تو بشر ہوں اور نہ تو فرشتہ ہوں
اور نہ تو جن ہوں بلکہ تیرے باپ کی امانت کی صفت ہوں جو اس نورانی شکل میں
ہوں جسے تیرے باپ نے کرامت کے طور پر تیرے ہمراہ کر دیا تھا کہ تو عجائبات
الٰہی اور حکمت باطنی کا مشاہدہ کر کے ہمیشہ نیکیوں کو کماتا رہے۔ اور دنیا کے مکر اور

فریب سے واقف ہو کر ہمہ تن اپنے پروردگار کی طرف متوجہ رہے۔ اس کے بعد وہ بزرگ غائب ہو گئے اور یہ لڑکا مال وغیرہ لیکر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب حال عرض کیا چنانچہ حضرت لقمانؑ بہت خوش ہوئے اور حق تبارک وتعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

حضرت لقمانؑ کی حکمت اور نصیحت بھری باتیں

معلوم ہو کہ جب حضرت لقمانؑ کی عمر اخیر ہوئی تب آپ نے مخلوق سے کنارہ کر لیا اور درمیان ایلہ اور بیت المقدس کے مقام فرمایا اسوقت اپنے بیٹے کو وصیت کے طور پر کئی نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ اور فرمایا کہ جو کوئی ان نصیحتوں پر عمل کرے گا تو امید ہے کہ اس کا سینہ معرفت کے نور سے منور ہو جائے گا اور اُس کا باطن حکمت کی خوشبو سے معطر ہو جائیگا اور دین اور دنیا میں عزت کے ساتھ رہے گا۔ سو وہ نصیحتیں جو سو کے اوپر ہیں وہ یہ ہیں کہ (۱) اے بیٹے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کر کہ وہ بے چون و بے چگون ہے (۲) نصیحت کرنے والے پر واجب ہے کہ پہلے آپ خود اُس پر عمل کرے پھر دوسرے کو نصیحت کرے چونکہ جب تک خود اُسپر عمل نکرے گا تب تک اُس کے کہنے میں اثر نہ ہوگا۔ اور نصیحت سُننے والے کہیں گے کہ خود تو عمل کرتے نہیں اور دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں (۳) اپنے مرتبے کے مطابق بات کرنی چاہیئے فضول بات بالکل فضول ہی ہے چونکہ جو کلام فضول ہے وہ بے اعتبار ہے (۴) لوگوں کا مرتبہ پہچان کہ کون کس مرتبہ کا ہے اور کون کس مرتبہ کا ہے تاکہ ہر خاص اور عام تجھ سے راضی رہیں (۵) ہر کسی کا حق پہچان کہ تیرا پروردگار تجھسے راضی رہے (۶) اپنے بھید کو پوشیدہ رکھ کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف

سے فرمایا کہ اے بیٹے اپنا خواب کسی سے بیان نہ کر (۷) دوست کی تکلیف کے
وقت میں آزمائش کر کیونکہ اچھے وقت میں ہر کوئی دوست بنتا ہے اور ایسی دوستی
اعتبار کے لائق نہیں ہے کہ راحت کے وقت ساتھ رہے اور تکلیف کے وقت
دور رہے (۸) اپنے دوست کو فائدہ اور نقصان میں امتحان کر اور دیکھ کہ ان دونوں
حالتوں میں ایک ہی چال پر چلتا ہے یا نہیں (۹) احمق اور نادان کی صحبت سے
پرہیز کر کیونکہ ان کی صحبت میں نفع سے زیادہ نقصان ہے (۱۰) دانا اور
عقلمند کی دوستی اختیار کر کہ جن کے فوائد کی انتہا نہیں ہے (۱۱) کار خیر میں پوری
کوشش کر کہ سوادتمندی اسی کا نام ہے (۱۲) عورتوں پر پورا اعتماد نہ کر چونکہ انمیں
عقل کا مادہ کم ہے (۱۳) کاموں کی تدبیر عقلمند اور باخدا لوگوں سے پوچھ کہ ان کی
صلاح میں فلاح ہے (۱۴) جو بات کہ زبان پر لاؤ وہ ایسی ہو کہ عاقلوں کے نزدیک
اس کی قیمت ہو ورنہ بے قیمت بات ہو جائیگی جس کا نقصان ظاہر ہے (۱۵)
جوانی کو غنیمت سمجھکر جو کچھ بھی ہو سکے اپنے پروردگار کی بندگی کرلے کہ یہی اچھے
سے اچھا وقت ہے ورنہ حسرت اور افسوس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں (۱۶) جوانی
میں دین اور دنیا کا ہر ایک کام درست کرلے کیونکہ بچپنے کا زمانہ کسی کام میں
نہیں آتا اور ضعیفی کا زمانہ ضعف اور نقاہت میں جاتا ہے پھر جوانی کی قدر نہ کرنا
کس قدر غفلت ہے (۱۷) اپنے دوستوں کو راضی رکھ کہ تیرے مخالف پر افسوس کا
سبب ہے (۱۸) دوست اور دشمن دونوں سے محبت سے پیش آ کہ زندگی کا لطف
اسی میں ہے (۱۹) ماں اور باپ کو غنیمت جان اور ان کی اطاعت میں سرگرم
رہ کہ تیرے لئے یہ نہایت ہی شیریں میوہ ہے (۲۰) استاد کو باپ سے زیادہ
اپنے اوپر مہربان سمجھ کہ جس کے باعث تو اللہ اور اس کے رسول کو پہچانتا ہے
اور وہ تیرے دل میں اس نعمت کو داخل کرتا ہے کہ جو جبرئیلؑ نے پیغمبر کے دل

میں داخل کی ہے (۲۱) اپنی آمد کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے کیونکہ آمد سے زیادہ خرچ کرنا انجام اس کا ایک روز رسوائی ہے (۲۲) ہر کام میں بچلا درجہ اختیار کر کہ خوبی اسی میں ہے (۲۳) اگر تو مرد ہے تب تو مرد کا کام سخاوت اور جوانمردی ہے (۲۴) مہمان کی خدمت دل سے ادا کر کہ یہ پیغمبروں کا طریقہ ہے (۲۵) جب تو کسی دوسرے کے گھر جاوے تو زبان اور آنکھ کو نگاہ رکھ کہ شرافت اسی کا نام ہے (۲۶) اپنے بدن اور کپڑے کو پاک رکھ کیونکہ ظاہری پاکی باطنی پاکی کی دلیل ہے (۲۷) جماعت کے ساتھ موافق رہ کیونکہ جماعت کے خلاف میں بھلائی نہیں ہے (۲۸) اولاد کے لئے علم اور ادب ہیروں کی کان ہے (۲۹) جوتا اور موزہ پہننے میں ابتدا داہنے سے کر اور نکالنے میں ابتدا بائیں سے کر یعنی ہر کام کی ابتدا داہنے سے افضل ہے اور اس کا ترک بائیں سے افضل ہے (۳۰) ہر شخص سے معاملہ اُس کے اندازے کے موافق ہی بہتر ہے (۳۱) رات کو جو کچھ بات کہنا ہو اس کو آہستہ سے کہا کر چونکہ رات کی بات کی آواز کا اوروں کے کانوں تک پہنچنے کا قوی احتمال ہے (۳۲) دن کو جو بات راز کی کہنا ہو تو ہر طرف نگاہ کر کے کہا کر کیونکہ اسمیں دوست یا کہ دشمن کے سن پانے کا شک ہے (۳۳) کم کھانے اور کم سونے اور کم بات کرنے کی عادت ڈال کیونکہ زیادہ کھانا کاہلی کا باعث ہے اور زیادہ سونا نحوست کا باعث ہے اور زیادہ کلام کرنا دماغ کی پریشانی اور عقل کی خفت کا باعث ہے (۳۴) جس چیز کو اپنے لئے پسند نہ کرے اوس کو دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرنا چونکہ دوسرے کے لئے عیب دار چیز کا تجویز کرنا بدنیتی کی علامت ہے (۳۵) تمام کام تدبیر کے ساتھ چاہیئے چونکہ دانائی اسی میں ہے (۳۶) کسی کام کے سیکھے بغیر استادی کا دعوے کرنا بالکل ہی نازیبا ہے (۳۷) عورت اور لڑکے سے بھید کی بات نہ کہنا کیونکہ عقل کی کمی کے باعث اور وہ نسے بیان کر دینے

شے ہے (۳۸) بداصلوں اور کمینوں سے وفا کی امید نہیں ہے (۳۹) کسی کام کو بغیر سوچے ہرگز نہ کر یہ دانائی کی دلیل ہے (۴۰) جو کام نہیں کیا ہے اس کو کئے ہوئے کام کی طرح نہ سمجھ چونکہ ایسی بے عقلی کا انجام پشیمانی ہے (۴۱) جو کام آج کرنا ہے اُس کو کل پر نہ چھوڑ چونکہ جب کسی باعث سے وہ کام نہیں ہوتا تو پھر حسرت رہ جاتی ہے (۴۲) جو اپنے سے بڑا ہو اس سے خوش طبعی نہ کر چونکہ یہ بات ادب کے خلاف ہے (۴۳) بڑے مرتبے کے آدمی سے زیادہ کلام نہ کر کیونکہ اسمیں بے ادبی ہے (۴۴) عوام لوگوں کو بے باک اور گستاخ نہ کر کہ ایسی بات کے ہونے سے تیری ذلت ہے (۴۵) حاجتمند کو نا امید نہ کر کہ تجھکو بھی اپنے پروردگار سے حاجت ہے (۴۶) پرانے نزاع اور پرانے جھگڑوں کو بھول جانا عین سعادتمندی ہے اور اسکے خلاف میں پریشانی ہے (۴۷) اگر تجھے کسی نیک کام کو کرنا ہے تو خود ہی تنہا اس کام کو یعنی مسجد یا مدرسہ یا خانقاہ وغیرہ کو کرلے اور اگر ایسا نہ کیا اور دوسروں سے مدد لیکر کیا تو ایسا نہ ہو کہ تیرے مخالف دبی زبان سے یہ کہنے لگیں کہ تونے اس میں سے کچھ دبا لیا ہے (۴۸) اپنا مال کسی کو نہ دکھا کیونکہ مال سے ہر کسی کو محبت ہے اور تجھے یاد رہے کہ مال کی طمع دوست کو دشمن بنا دیتی ہے (۴۹) برادری کو ترک نہ کر اور اپنے قبیلہ سے بھلائی کر کیونکہ اسکے خلاف میں خدا بھی ناراض ہے اور اس کی مخلوق بھی ناراض ہے (۵۰) کسی کی غیبت نہ کر کیونکہ غیبت زنا سے بری ہے کہ زنا کرنے والا جب توبہ کرے گا تو اُس کا گناہ معاف کیا جائے گا مگر غیبت کے متعلق جس کی غیبت ہوئی ہے تاوقتیکہ وہ نہ معاف کرے جبتک معاف نہ ہوگا سو جبکہ عوام کی غیبت کا یہ حال ہے تو اللہ والوں کی غیبت اس سے بھی بدتر ہے (۵۱) تجھے لازم ہے کہ ہمیشہ تو غرور اور پندار سے بچتا رہے چونکہ یہ بدبختی کا نشان ہے (۵۲) نمازیوں کی جماعت میں شریک ہوا کر کہ رحمت کے نازل ہونے کا

وقت ہے (۵۳) اپنی انگلیوں کو مت چٹخا کہ یہ حرکت لغو ہے اور اس بات سے آخر
کو انگلیوں میں درد واقع ہوتا ہے (۵۴) لوگوں کے روبرو دانتوں کو صاف نہ کر
کہ یہ کراہیت کا سبب ہے (۵۵) تھوک اور ناک کے پانی کو بلند آواز سے نہ
ڈالا کر کہ یہ آواز آدابِ مجلس کے خلاف ہے (۵۶) جماہی کے وقت منہ پر اپنے
ہاتھ کو رکھ لے اور ہو سکے تب تک آواز نہ نکال کہ یہ ایک قسم کی ہنسی ہے (۵۷)
لوگوں کے روبرو انگڑائی نہ لیا کر کہ یہ انسانیت سے بعید ہے (۵۸) ناک میں
انگلی نہ ڈال کہ اسمیں کراہیت ہے (۵۹) اچھے اور برے کلام کو ملا کر گفتگو نہ کیا کر
چونکہ ایسا آدمی وقار کو کھو بیٹھتا ہے (۶۰) لوگوں کے سامنے کسی کو شرمندہ نہ کر یعنی کسی
کے بھی عیوب فاش نہ کر کہ یہ شرمندگی کا موجب ہے (۶۱) آنکھ اور ابرو کے اشارے
سے کسی کی غمازی نہ کر کہ یہ بھی غیبت میں داخل ہے (۶۲) ایک بات کو دو بار
مت کہہ کہ بات کا لطف جاتا رہتا ہے (۶۳) جس کلام سے سننے والے کو ہنسی
آوے اُس سے اجتناب کر کیونکہ یہ بات مسخراپن میں داخل ہے (۶۴) اپنی اور
اپنی اہل کی تعریف نہ کیا کر کہ یہ بات معیوب ہے چونکہ مشک خود ہی خوشبو سے
ظاہر ہوتا ہے (۶۵) اپنی آرایش نہ کر کہ یہ عورتوں کا شیوہ ہے (۶۶) اپنی اولاد
کی مراد پر کام نہ کر کہ اس میں کسی روز خطا ہے (۶۷) بات کرنے میں ہاتھ اور گردن
وغیرہ کو نہ ہلا کہ متانت کے خلاف ہے (۶۸) ہر ایک کا لحاظ اور ادب کر کہ اسی میں
سربلندی ہے (۶۹) جس بات سے لوگ ناراض ہوں اس سے کنارہ کر کہ عقلمندی
اسی میں ہے (۷۰) مُردہ کو برائی سے یاد نہ کر کہ یہ بےفیض بات ہے (۷۱) جہاں
تک ہو سکے سب سے بھلائی کر کہ دشمنی سے اس میں امن ہے (۷۲) زور آزمائی
نہ کر کہ سب سے بڑا زور آور خدا ہے (۷۳) کسی کی خوشامد نہ کر اسکے لائق اپنا پروردگار
ہے (۷۴) آزمودہ کار کی صلاح لیا کر کہ فلاح اس میں ہے (۷۵) اپنا کھانا دوسرے

کے دستر خوان پر نہ کھایا کرکہ اس میں اپنی خفت ہے (۷۶) کسی کام میں جلدی نکرکہ اُس کے بگڑ جانیکا خوف ہے (۷۷) دنیا کے لئے اپنے آپکو رنج میں نہ ڈال کہ دنیا بے سفیلت ہے (۷۸) جو اپنے آپکو پہچانے اس کو تو بھی پہچان یعنی جس نے اپنے نفس کی پہچان حاصل کرلی اور اپنے آپ کو گناہوں کے کاموں سے بچا کر اپنی روح کو ذکر الٰہی کے نور سے چمکا دیا۔ ایسے مبارک انسان سے فیض باطنی حاصل کرکہ اس سے بڑھکر اور کوئی دوسری نعمت نہیں ہے (۷۹) غصہ کی حالت میں سوچ سمجھکر کلام کر چونکہ اگر ایسا نہ کیا تو کچھ دیر کے بعد ایسی ندامت اٹھانی پڑیگی کہ جس کا ٹھکانا نہیں ہے (۸۰) آستین سے ناک کا پانی صاف نہ کر کہ یہ بھی ایک بے تمیزی کا نشان ہے (۸۱) آفتاب کے طلوع ہونیکے وقت کہ یہ وقت عبادت کا ہے اس وقت لیٹے رہنا بدبختی کی علامت ہے (۸۲) لوگوں کے سامنے (جو نادیدہ ہوں) کچھ نہ کھایا کرکہ اس میں بری نظر کا احتمال ہے (۸۳) راستہ میں بزرگوں کے آگے نہ چل کہ بڑی بے ادبی ہے (۸۴) جبکہ لوگ کچھ باتیں کرتے ہوں ان کی باتوں میں دخل نہ دے کیونکہ یہ کمینہ پن ہے (۸۵) زانو پر اپنا سر رکھکے بیٹھا نہ کرکہ یہ ایک غم کی صورت ہے (۸۶) راستہ میں نظر کو نیچی رکھا کر کہ یہ حیا کی صفت ہے (۸۷) جبکہ چارپایہ برہنہ ہو ایسی صورت میں اُسپر سوار نہ ہو کہ اندیشہ گرنے کا ہے (۸۸) مہمان کے روبرو کسی پر غصہ نہ ہو کہ مہمان کے ملال کا باعث ہے (۸۹) مہمان سے کچھ کام نہ لے کہ مدارات کے خلاف ہے (۹۰) مست اور دیوانہ سے باتیں نہ کیا کر کہ اس میں بہت کچھ مصلحت ہے (۹۱) اوباشوں کے ساتھ برسر محلہ بیٹھا نہ کرکہ یہ کمینوں کا شیوہ ہے (۹۲) نفع اور نقصان کی دونوں صورتوں میں آبرو کا خیال کیا کرکہ آبرو ایک بڑی پونجی ہے (۹۳) فضول بات اور تکبر سے پرہیز کر کہ ان دونوں باتوں میں نقصان ہی نقصان ہے (۹۴) جو کام لوگوں کی دشمنی کا باعث ہو

اس سے دوری ہی بہتر ہے (۹۵) فتنہ اور لڑائی سے الگ رہنے میں دانائی ہے (۹۶) چھری اور انگوٹھی اور روپیہ اپنے پاس رکھا کر کہ ضرورت کے وقت کارآمد ہے (۹۷) آپ کو ذلت میں نہ ڈال کہ عقل کا یہی تقاضا ہے (۹۸) ہر طرح سے سلوک کرنا بہتر ہے مگر ساتھ میں اپنی ضروریات کا خیال اُس سے مقدم ہے (۹۹) عاجزی اور خاکساری موجب عزت ہے (۱۰۰) دنیا اور عقبیٰ کی بزرگی اس کے نصیب ہے جو اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا ہے۔

حضرت لقمانؑ فرماتے ہیں کہ میں نے تین ہزار کلمے نصیحت کے لکھے ہیں ان میں سے تین کلمے مجھکو بہت پسند آئے ہیں کہ دو کو یاد رکھنا لازم ہے اور ایک کو بھول جانا لازم ہے اس طور پر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اور موت کو تو یاد رکھے اور نیکی کر کے بھول جاوے۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے ساتھ اپنی عمر کے دن سچائی کے ساتھ بسر کر اور اپنے نفس کے ساتھ قہر کے ساتھ بسر کر اس طور پر کہ ذکر الٰہی کے ہتھیار سے اُسکو مجروح کیا کر جس طور پر کہ وہ تجھے مجروح کیا کرتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق کے ساتھ انصاف کے ساتھ بسر کر۔ اور اللہ والوں کے ساتھ خدمت کے ساتھ بسر کر۔ اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ بسر کر۔ اور درویشوں کے ساتھ سخاوت کے ساتھ بسر کر۔ اور دوستوں کے ساتھ نصیحت کے ساتھ بسر کر۔ اور دشمنوں کے ساتھ تحمل کے ساتھ بسر کر۔ اور جاہلوں کے ساتھ خاموشی کے ساتھ بسر کر۔ اور عالموں کے ساتھ تواضع کے ساتھ بسر کر۔

اگر تو ان نصیحتوں پر عمل کرے گا تب تو تیرے سینہ سے علم اور حکمت کا نورانی چشمہ پھوٹ نکلیگا۔

عبرت خیز حکمت کا واقعہ

چنانچہ حکمت کے متعلق ایک سچا واقعہ حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کا اس طور پر ہے
ایک وقت خلیفۃ المسلمین نے کسی وجہ سے حضرت ابوالحسن نوری اور حضرت جنید
بغدادی اور آپکے ہم خیال صوفیاء رحمت اللہ علیہم اجمعین کو قتل کا حکم دیا اور جبکہ
آپ بزرگوں کو قتل گاہ میں لے گئے اور نام بنام سب بزرگوں کو صف میں کھڑا
کرکے خلیفہ کی طرف سے قتل کا حکم سنایا گیا تو فوراً ہی سب سے پہلے حضرت
ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ قتل ہونے کیلئے جلاد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ
ان بزرگوں سے پہلے مجھے قتل کیا جائے۔ جلاد نے کہا آپ کیوں سب سے پہلے
قتل ہونا چاہتے ہو فرمایا کہ ایک ساعت اپنے پروردگار کی یاد سے لذت اُٹھانا
ہفت اقلیم کی نعمتوں اور لذتوں سے بڑھکر ہے سو میرے قتل ہونے تک
تو میرے بھائی اپنے پرودگار کی یاد کی لذت اور نور حکمت کی نعمت سے چین اور
آرام حاصل کرلیں۔ جلاد اس جواب سے حیرت زدہ ہوگیا اور دل سے باتیں کرنے
لگا کہ یہ صفت تو خاص مومن بندوں کی ہے سو جب تک ان کے ایمان کے متعلق
پوری تحقیق سے کام نہ لیا جائے تب تک قتل کرنا عظیم گناہ ہے یہ سوچکر قاضی صاحب
کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہکر
اُن سے چند سوالوں کا جواب لینے کے لئے کہا اس طور پر کہ اگر ٹھیک ٹھیک جواب
ملگئے تو قتل سے ہاتھ اٹھا لیا جائے ورنہ سر اڑا دئے جائیں پھر قاضی صاحب اس
خیال سے ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تب
ان بزرگوں نے اپنی طرف سے حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کو اجازت
دی کہ آپ خدا کے نام سے قاضی صاحب کے سوالوں کا جواب شروع کردیں پھر قاضی

صاحب نے سوالات پیش کئے اور خاموش ہو گئے اس کے بعد حضرت ابوالحسن نوری صاحب نے خود کی داہنی طرف غور سے دیکھا پھر بائیں طرف غور سے دیکھا پھر گردن جھکا کر مراقبہ کیا اور مراقبہ کی حالت میں ایک ایک سوال کا کھول کھول کر جواب شروع فرمایا جس کی تاثیر سے قاضی صاحب کا پتہ پھٹنے لگا اور تڑپنے لگے اور اس شدت سے آہ و بکا کرتے لگے کہ جسم کا ہر ہر بال کھڑا ہو گیا پھر جب کہ افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ اے ابوالحسن تمہارے کلام کی قوت اور تمہارا طرز کلام اس دنیا کے کلام سے نرالا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اچھا کہو آپ نے جواب دینے کے وقت اپنی دائیں طرف اور بائیں طرف غور سے کس چیز کو ملاحظہ فرمایا تھا اس کے بعد گردن جھکا کر مراقبہ کی حالت میں جواب دینے میں کیا حکمت تھی فرمایا کہ میں نے دونوں جانب کے فرشتوں سے کہا کہ تمہیں کچھ ان سوالوں کے جوابوں کا علم ہے انھوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے پھر میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تب میرے دل نے نور حکمت کی روشنی میں اپنے پروردگار کی درگاہ سے تمہارے سوالوں کے جوابوں کو حاصل کر کے مجھ سے کہا۔ اور میں نے تم سے کہا۔ سبحان اللہ یہ ہے حکمت اور یہ ہے حکیم۔ پھر قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہا کہ اگر ایسے ہی حکیم الامۃ بے ایمان ہوں تو پھر دنیا میں ایک بھی ایماندار کا ملنا مشکل ہے چنانچہ خلیفہ اپنے فعل پر شرمندہ ہوا اور معافی چاہی اور ان بزرگوں کو بڑی ہی شان کے ساتھ رخصت کیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اُمّی نبی کی اُمت کی۔

اسی طرح حکیم الامۃ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سلسلۂ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے سردار ہیں۔ آپ کو بعد وفات کے بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ عرش کے کنگرہ پر ایک عالیشان نور کے تخت پر رونق افروز ہیں اور آپ کی چاروں جانب جلیل القدر فرشتوں کا ہجوم ہے اور نور الٰہی سے

سہرے پہنائے جارہے ہیں اور حق تبارک وتعالیٰ کا سلام پہنچا رہے ہیں اور ایک فرشتہ بآواز بلند اس مضمون کو ادا کر رہا ہے کہ اے عبدالخالق یہ سب کچھ بزرگی علم اور اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ہے دیکھو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور علم کے کیا ہی اچھے نتیجے ہیں۔ اور جسوقت آپکے انتقال کا وقت قریب ہوا تب غیب سے یہ آواز آئی کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیہ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھسے راضی ہے۔ سبحان اللہ آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایک جلیل القدر حکیم تھے چنانچہ ایک مرتبہ عاشورہ کے دن سیکڑوں کی تعداد سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور اس روز حکمت کا نورانی چشمہ خوب زور اور شور سے بہ رہا تھا اتنے میں ایک جوان زاہدوں کا لباس پہنے ہوئے اور خرقہ بدن میں اور جانماز کاندھے پر ڈالے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا آپ نے اُسپر حکمت کے ساتھ نظر ڈالی اور اس کے دل کو رحمت سے تربتر کردیا پھر وہ جوان کچھ دیر کے بعد اٹھا اور کہنے لگا کہ اے خواجہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اتقوا من فراستہ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ یعنی مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ سو اے خواجہ فرمایئے کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے اور کس حکمت کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حکمت کی بنا اور اسکا مطلب یہ ہے کہ تو اسوقت اپنی زنار کو کاٹ ڈال اور اسکے ٹکڑے ٹکڑے کردے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حکمت کے نورانی چشمہ سے خوب چھک کر سیراب ہولے تب اس جوان نے کہا کہ میرے پاس زنار نہیں ہے میں تو اپنے کاندھے پر جانماز ڈالے ہوئے پھرتا ہوں آپ نے اسیوقت خادم کو اشارہ کیا اور خادم نے اُسکے

پاس جا کر خرقہ کے نیچے سے زنار نکالا پھر جوان نے اسیوقت زنار کاٹ ڈالا اور ایمان سے مشرف ہوگیا اور پیر کامل کی توجہ پاک سے حکمت کے نورانی چشمہ سے خوب چھک کر سیرابی حاصل کر کے توحید کا مت والا بن گیا۔

علم اور حکمت کے جواہر

اَللّٰہُ اکبر۔ ایک روز ایک درویش نے آپ سے سوال کیا کہ تسلیم کیا چیز ہے اور اس کا کیا مقصد ہے آپ نے فرمایا کہ تسلیم یہ چیز ہے کہ روز میثاق میں مؤمن نے اپنے نفس کو اور اپنے مال کو حق تعالےٰ کے ہاتھ پر جنت کے عوض میں بیچ دیا ہے یعنی اپنا جان اور مال یہ دو چیزیں دیکر حق تعالیٰ سے جنت کو لے لیا ہے پھر جبکہ روز میثاق میں یہ سودا ہو چکا تو اب دنیا میں آنے کے بعد اس سودے پر قائم رہنا چاہیئے کہ آج بھی اسی بات پر اپنی گردن کو جھکا دے اور آج بھی یہی تسلیم کرے کہ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالھم بان لھم الجنۃ یعنی بیشک حقتعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو جنت کے عوض میں خرید لیا ہے۔ سو اب اس دنیا میں اپنے نفس اور اپنے مال کو خدا کی ملکیت جانے اس طور پر کہ اپنے جان اور اپنے مال کو خدا کی مرضی کے کاموں میں لگائے ہوئے رکھے کہ علم اور حکمت کو سیکھے اور دوسروں کو سکھاوے اور خود بھی عمل کرے اور دوسرونکو بھی عمل کراوے غرضکہ اپنی جان کو حق تعالےٰ کے حکم کے تابع کر دے اور مال کو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کرے۔ بس پھر کیا ہے جنت ہے اور اس میں خدا کا دیدار ہے چونکہ اس مومن نے بھی دو چیزیں دی ہیں کہ اپنی جان کو حق تبارک وتعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیا ہے اس کے عوض میں دیدار کی لذت حاصل کرو اور مال کے عوض میں جنت کی نعمت حاصل کرو۔ واہ۔ واہ

سبحان اللہ اچھے کاموں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔
اللہ اکبر۔ ایک درویش نے آپ سے پوچھا کہ ایک عالم کے لئے عذاب کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عالم جب دنیا کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے اور آخرت کی طلب سے باز رہ جاتا ہے تب وہ آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے جس عذاب کی علامت دنیا میں یہ ہے کہ یاد الٰہی کی مٹھاس اُس کے دل سے اٹھا لی جاتی ہے پھر وہ کسی عبادت میں لذت نہیں پاتا اور نہ اُس کا دل عبادت میں لگتا ہے اور عبادت کی ادائی میں سُست اور کاہل بنجاتا ہے۔ پس اُسوقت سمجھ لو کہ یہ عالم عذاب آخرت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ چونکہ جو چیز خدا کی یاد سے باز رکھے وہی دنیا ہے اور اسی کا نام شیطانی فریب ہے۔ جیسے آپ کے ایک مرید نے چند روز یاد الٰہی میں اپنے دل کو غوطہ دیا اور جبکہ یاد الٰہی کی برکت سے دل کی صفائی ہونے لگی تب شیطان نے خیال کیا کہ اب کوئی صورت ایسی نکالی جائے کہ جس سے یہ ذاکر یاد الٰہی سے بے پرواہی اختیار کرے اور سُست اور کاہل بنجائے چنانچہ وہ ذاکر اپنے عبادت خانہ میں ایک روز لیٹا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت آکر یہ کہہ رہی ہے کہ تو درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے تو نے جو کچھ اپنے دل کی ورق گردانی کی سب مقبول ہے اگر تجھے تجربہ کرنا ہو تو یہ جو ہم سواری لے کر آئے ہیں اُسپر سوار ہو جا چنانچہ وہ سوار ہو کر ایک ایسی جگہ پہنچا کہ جو نہایت ہی خوش منظر اور نہایت ہی دلکشا تھی کہ ہرے بھرے درخت میووں سے لدے ہوئے اور حسین صورتیں کمر بستہ خدمت کے لئے کھڑی ہوئیں اور نہایت ہی لطیف کھانے دسترخوان پر چنے ہوئے اور نہایت ہی شیریں پانی کی نہریں ہر طرف جاری ہیں یہ ذاکر صبح تک وہیں رہے اور تہجد وغیرہ بھی اُسی سیر کے نذر ہو گئی اسی طرح کئی بار اسنے یہ خواب دیکھا اور اپنی بزرگی کے

خیالات پیدا ہونے لگے اور آہستہ آہستہ عبادت میں سستی اور کاہلی بھی ہونے لگی یہاں تک کہ حضرت خواجہ کی خدمت کی حضوری کو بھی اُسنے ترک کردیا تب آپنے فراست سے معلوم فرمالیا کہ وہ ذاکر شیطان کی قید میں پھنسگیا ہے آپ اس کے عبادتخانہ میں گئے اور دیکھا کہ بزرگی کے خیالات اس کے دماغ میں بس گئے ہیں جس سے ذکر الٰہی کی برکت میں بھی بہت کچھ کمی آگئی ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا قصہ کیا ہے اس نے سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ پھر جب تو اس مقام پر پہنچے تو تین بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھنا جس سے بزرگی کا بھانڈا پھوٹ جاویگا اور حقیقت حال روشن ہو جاویگی چنانچہ جب اس مقام پر پہنچا تو تین مرتبہ لاحول پڑھی دیکھتا کیا ہے کہ وہ جماعت لعنت کا طوق پہنے ہوئے خنزیر کی شکل میں یکے بعد دیگرے بھاگ نکلی اور اپنے آپکو ایک ایسی جگہ بیٹھا ہوا پایا کہ جس کے نیچے نجاست کا فرش ہے اور انتہائے نظر تک نجاست ہی نجاست ہے اور اسکے سامنے جو عمدہ پھل اور پھول تھے وہ مردوں کے گوشت اور پوست اور کیڑے اور ہڈے تھے۔ اور جو میٹھا پانی تھا وہ مردوں کے سڑے گلے خون اور پیپ کا نچوڑ تھا اور جو خوبصورت شکلیں تھیں وہ آگ کے انگارے تھے بس کیا تھا پھر تو پشیمانی میں غرق ہوگیا اور کہنے لگا کہ اگر میں اپنی عبادت پر قائم رہتا اور شیطانی بھلاوے میں نہ آتا تو اس پشیمانی کا روز نصیب نہ ہوتا تاہم خدا کا بیحد احسان ہے کہ اس زندگی میں ہی شیطان کے بھلاویسے واقف ہوگیا سو یہی حال اس عالم کا ہے جو شیطان کے بھلاوے میں پھنسکر اپنے علم کے گمان میں خدا کی یاد سے غافل بنا بیٹھا ہے۔ اُسے بھی آخر یہی ملنے والا ہے جو اس غافل ذاکر کو ملا تھا۔ اللھم توفیقا۔

اللہ اکبر۔ آپ کے زمانہ میں غجدوان میں ایک مولوی صاحب تھے جو چالیس

سال تک علم کی تعلیم میں مشغول رہے تھے خواجہ اولیا رکبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ ہی کے شاگرد تھے اتفاقاً ایک روز حضرت خواجہ عبدالخالقؒ بازار میں گوشت خرید رہے تھے تب حضرت خواجہ اولیار کبیرؒ جو اسوقت مولوی صاحب کے پاس علم پڑھ رہے تھے انھوں نے عرض کی کہ اگر یہ گوشت اس فقیر کے حوالہ کریں تو میں اس خدمت کے بجالانے میں اپنی سعادت جانتا ہوں چنانچہ وہ گوشت حضرت خواجہؒ کے مکان تک پہنچا دیا اور حضرت خواجہ نے بھی اس خدمت اور ادب کے باعث اپنے مبارک دل میں راہ دی پھر تو حضرت اولیاء کبیرؒ کی یہ حالت ہوگئی کہ ذکر الٰہی میں ہمہ تن ڈوب گئے اور چند روز کے لئے ظاہری علم کی تحصیل سے بھی باز رہے گو بعد میں تو آپ شمس العلماء ہو گئے ہیں۔ اب وہ مولوی صاحب جب کبھی حضرت خواجہ اولیار کبیرؒ سے ملتے تو حضرت خواجہ عبدالخالق کی صحبت کے متعلق ازحد ملامت کرتے اور کہتے کہ ان فقیروں میں کیا رکھا ہوا ہے گردن جھکا کر جھوکے کھایا کرتے ہیں خواجہ اولیا یہ سنکر خاموش رہ جاتے۔ شانِ سبحان ایک رات خواجہ اولیار نے اپنے کشف کے ذریعہ مولوی صاحب کو کسی گناہ میں مبتلا پایا۔ جب پھر صبح کو راستہ میں مولوی صاحب سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو اپنی پرانی عادت کے مطابق مولوی صاحب نے ملامت کرنی شروع کردی۔ تب خواجہ اولیار کبیر نے کہا اے استاد گزشتہ شب کے گناہ کو یاد کرو افسوس آپ مجھکو ایک نیک کام پر ملامت کرتے ہو اور خود فلاں ناجائز کام میں مشغول ہوتے ہو۔ مولوی صاحب چونکہ عالم تو تھے ہی سمجھ گئے کہ حضرت خواجہ عبدالخالق کی صحبت سے ان کے دل کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھل گیا ہے یہ سوچکر مولوی صاحب نے حضرت خواجہ عبدالخالق کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں چالیس سال سے ظاہری علم کی تعلیم دیتا ہوں اس تعلیم کے متعلق کشف کے ذریعہ یا الہام کے ذریعہ معلوم فرماویں کہ وہ

پاک ذات مجھسے راضی ہے یا کہ نہیں چنانچہ الہام کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے اس چالیس سال کے طویل عرصہ میں ایک بار بھی خدا کی رضامندی کے لئے درس نہیں دیا ہے۔ پھر جب مولوی صاحب حاضر ہوئے تو خواجہ صاحب نے جو الہام ہوا تھا وہ بیان فرما دیا۔ مولوی صاحب سنتے ہی جوش وخروش میں آگئے اور چند ساعت تک بیہوش رہے۔ جب افاقہ پایا تو آپ کے الہام کی تصدیق کی کہ بیشک اس پڑھنے پڑھانے میں نام آوری اور جاہ طلبی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اب اے خواجہ آپ دلوں کے طبیب اور باطن کے حکیم ہیں فرمایئے کہ میری اس بیماری کا کیا علاج ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نفس کی خواہش اور جاہ کی چاہت کا سر لا اللہ کی تلوار سے اپنے دل سے اڑا دو اور اس کے بجائے الا اللہ کا نورانی پیڑ جما دو۔ اور اسم ذات لفظ اللہ کے ذکر سے دل کی اسقدر صیقل کرو کہ لوح محفوظ کا عکس تمہارے دل کے آئینہ میں گرنے لگے جس طور پر کہ آئینہ کو اپنے سامنے رکھکر اپنی صورت دیکھہ لیتے ہیں۔ اسی طور پر تم اپنے دلکو بھی لوح محفوظ کو دیکھنے کا ایک آئینہ سمجھو۔ اب اگر دل کا آئینہ دنیا کی ظلمت اور دنیا کی کدورت سے سیاہ اور زنگ آلودہ ہوگا تو لاکھ کوشش کی جائے کچھہ دکھائی نہ دے گا۔ مگر سبحان اللہ جبکہ خدا کے نام مبارک سے دل کا آئینہ صاف اور شفاف ہوگا تو گردن جھکاتے ہی لوحِ محفوظ کا عکس دلپر کھنچ جائے گا۔

غرضکہ مولوی صاحب نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور حضرت خواجہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور اپنے دل کے آئینہ سے دنیا کی ظلمت اور زنگ کو دور کرنے کی فکر میں لگے اور دل کے ایک ہی ورق میں اللہ اللہ کا ایک ہی سبق یاد کرنے لگے۔ اور اس اللہ اللہ کے سبق میں اسقدر محنت کی کہ چالیس روز کے اندر اسم ذات لفظ اللہ کا نقشہ دلپر جم گیا اور دل کا دریچہ عالم ارواح کی طرف کھلنے

لگا اور دل کا آئینہ بھی ذکر کے انوار سے چمکنے لگا اور جو زنگ تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ اور
ایک چلہ کے بعد انتقال بھی فرما دیا۔ تب جس روز کہ مولانا صاحب نے انتقال فرمایا اسی
روز کئی بزرگوں نے مولانا صاحب کو خواب میں دیکھا کہ خدا کی رحمت آپ کی شامل
حال ہے اور ہر طرف سے سلامتی کے آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور مولانا صاحب
باوازِ بلند فرما رہے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسلام کی حالت میں جئے اور اسلام کی حالت
میں مرے تو اُسے چاہیئے کہ اللہ والوں کے دامن کو مضبوط پکڑے جس طرح کہ میں
نے حضرت عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ کے دامن مبارک کو مضبوط پکڑ کر ہمیشہ کے لئے نجات
اور فلاح حاصل کر لی اس طور پر کہ اپنے دل میں نفس کی بُری خواہشوں کے اور چند
روزہ دنیا کی جھوٹی محبت کے نامبارک درخت کو اس کی بیج اور بنیاد سے لا اللہ کی آبدار
تلوار سے نابود کر دیا اور اُس کے بجائے الا اللہ کا نورانی درخت قائم کر دیا اور اسکو
شریعت پاک کی فرمانبرداری کا مبارک پانی سینچتا رہا تو سبحان اللہ وہ توحید کا نورانی
درخت ایسا تو پھل لایا کہ جس کے باعث دونوں عالم میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا
اے خدا کے بندو یہاں تو اُنھیں لوگوں کی قدر ہوتی ہے کہ جو اللہ والوں سے علم
اور حکمت کو سیکھ کر اپنی دل کی زمین میں اللہ اللہ کا نورانی درخت قائم کر کے
آتے ہیں اور ہمیشہ کا عیش پاتے ہیں۔

سبحان اللہ ظاہری علم بھی کیا بابرکت چیز ہے کہ آخر کو بھی اپنا جوہر دکھایا کہ مولوی
صاحب کو کامل بنا کر چھوڑا اگر مولوی صاحب میں علم کی خوبی نہ ہوتی تو حضرت
خواجہ کے الہام کی تصدیق ہی کیوں کرتے اور اس ولایت کے مرتبہ کو بھی کیونکر
پاتے لہٰذا یہ ظاہری علم بھی ایسی بابرکت چیز ہے کہ کسی نہ کسی روز اپنی برکتوں
سے مالا مال کر دیتا ہے سچ ہے کہ باون تولہ تانبہ پر اکسیر کی ایک ہی رتی کافی
ہے۔

اِسلامی بادشاہوں اور نوابوں اور امیروں کیلئے ایک بابرکت سبق

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صدرسعید
کہ جو اس زمانہ کا بادشاہ تھا اس کی ارادت اور مرید ہونیکا باعث یہ ہوا کہ ایک
روز اُس کا معتبر ملازم شہر کا محصول وصول کرنے کی غرض سے عجدوان میں آیا
اور صبح کی نماز حضرت خواجہؒ کی مسجد میں ادا کی اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا اُسنے دیکھا
کہ ایک درویش محراب میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اس اثناء میں اچانک
ایک بزرگ آئے اور نہایت ہی ادب کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھکر تھوڑ یسی
دیر مراقبہ کرکے پچھلے پاؤں مودب چلے گئے۔ اسیطرح دوسرے بزرگ آئے اور
مراقبہ کرکے چلے گئے۔ پھر تیسرے بزرگ آئے تب آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا
اور پوچھا کہ اب وہ چھت کیسی ہے جواب دیا کہ تعمیر ہورہی ہے۔ اس کے بعد
جب وہ بزرگ جانے لگے تو یہ شخص اُن کے پیچھے باہر نکلا اور پوچھا کہ یہ کون
شخص ہیں اور تم کون لوگ ہو کہ تم میں سے ہر ایک اچانک آتا ہے اور بغیر
سلام کئے مودب بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد بلا سلام کئے مودب چلا جاتا
ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ یہ ہمارے پیر حضرت خواجہ عبدالخالق ہیں اور ہم لوگ
شام کے رہنے والے ہیں آپ اپنی روحانی طاقت سے عجدوان میں بیٹھے ہوئے
ہم کو شام کے ملک میں تعلیم دیتے ہیں یہ آپ ہی کی پاک تعلیم کا طفیل ہے کہ جب
ہم پر شام کے ملک میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم فوراً آپ کی خدمت میں
حاضر ہو کر دل سے ہی سلام کرتے ہیں اور دل سے ہی سلام کا جواب پاتے ہیں
اور دل سے ہی اپنی باتوں کا خلاصہ کر لیتے ہیں۔ غرضکہ صدرسعید نے ملازم کی
زبانی حضرت خواجہ کی تعریف اور آپ کے کمالات باطنی کا ذکر سنکر لاکھوں

اشرفیاں پیش کیں مگر آپ نے واپس کر دیں اور فرمایا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کے ہیروں اور جواہرات کی دولت کے موجود ہوتے ہوئے اشرفیوں کی حاجت نہیں رہے جو اس کے حاجتمند ہوں انھیں تقسیم کر دو۔ پھر صدرِ سعید نہایت ہی نیاز مندی کے ساتھ آپ کے مرید ہوئے اور آپ سے ذکر کی تلقین حاصل کی اور تھوڑی مدت میں ذکر کی برکت سے دل کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھلنے لگا۔ پھر تو اکثر ایسا ہوتا کہ صدر سعید صبح کی نماز سے چاشت کی نماز تک آپ کی خدمت میں مؤدب کھڑے رہتے اور کھڑے کھڑے اپنے سبق کو یاد کرتے چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ جب ظاہری دولت کے لئے لوگ صدرِ سعید کی خدمت میں دن بھر مؤدب کھڑے رہتے ہیں سو اگر صدر سعید باطنی دولت کے لئے صبح سے چاشت تک فقیر عبدالخالق کی خدمت میں کھڑے رہیں تو کیا تعجب کی بات ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ دن بھر صدر سعید کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں ان کا یہ صدر سعید کا میری خدمت میں کھڑے رہنا کفارہ ہو جائے۔ اے صدر تو دنیا کا تو صدر تھا ہی مگر فقیر کی خدمت سے آخرت کا بھی صدر بنگیا۔ سبحان اللہ اسلامی بادشاہوں اور نوابوں اور امیروں کے لئے (خدا اپنے حبیب پاک اور اولیا کرام کے طفیل سے ان کو ہمیشہ آباد رکھے۔ اور ظاہری دولت کے ساتھ باطنی دولت بھی عطا فرمائے) تو یہ ایک بابرکت اور نورانی سبق ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک مرتبہ آپ نے عالم کشف میں اس مضمون کو ادا فرمایا کہ۔ میں اپنے دوست کے حق میں مبارک ہوں اور اپنے دشمن کے حق میں غیر مبارک ہوں لڑائی کے موقعہ پر لوہے کی مانند ہوں اور صلح کے موقعہ پر موم کی مانند ہوں۔ میں نور کا چشمہ ہوں اور عجدوان میرا مقام ہے۔ میری دو مُنہ والی تلوار روم تک چلتی ہے

آپ نے یہ رباعی فرمائی تھی جس کا ترجمہ اوپر بیان ہوا۔

بر دوست مبارکیم بر دشمن شوم | در جنگ چو آہنیم در صلح چو موم
سرچشمۂ نورم عجدوان منزل ماست | شمشیر دو رویہ میزنیم تا در روم

لوگ اس رباعی کا مطلب سمجھنے میں بہت ہی حیران تھے مگر اتنی بات ضرور سمجھ گئے تھے کہ آپ کی باطنی تلوار کسی روز روم تک چلنے والی ہے۔ آپ کی وفات ۶۱۶ھ سے مدت دراز کے بعد یعنی ۳۶۴ سال کے بعد اہلِ سرقاں کا لشکر سرکش جو ایک لاکھ خونخوار جنگی سوار دریائے جیحون کو عبور کر کے ماوراء النہر میں آپہنچا اور بندگان خدا کی انھوں نے خونریزی شروع کردی اور یہ نیت کرلی کہ اگر بخارا اور عجدوان فتح ہوگیا تو جتنی بھی اولیاء اللہ کی مبارک قبریں ہیں انھیں جلا کر خاک سیاہ کردی جائیں۔ اس بُرے ارادہ سے انھوں نے سب سے پہلے عجدوان کا محاصرہ کیا جہاں حضرت خواجہؒ کا مزار پُرانوار ہے۔ سبحان اللہ آج قریب ہونے چار سو برس کے اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری یعنی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں اُن کی حالت کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایسے اولیاء کا مبارک فرمان سچا ہوا۔ چنانچہ اسی شب حضرت خواجہؒ نے سلطان اُزبک کو جو مسلمانوں کا بادشاہ تھا خواب میں بشارت فرمائی کہ خدا کی مدد تمہارے شاملِ حال ہے جس طور پر تم مسلمانوں کی دستگیری کرتے ہو اسی طور پر خدا تمہاری دستگیری فرماتا ہے۔ تم خدا پر بھروسہ کرو بیشک فتح تمہارے ہاتھ ہے۔ سلطان نے بیدار ہوتے ہی اپنے لشکر وغیرہ کے ساتھ آپ ہی کے مزار مبارک پر مقام کر دیا اور آپ ہی کے مزار مبارک کی پہرہ چوکی شروع کردی اور آپ کے مزار پر ہی جنگ شروع ہوگئی شانِ معبود کہ حضرت خواجہؒ کی روحانیت کی برکت سے ایک ہی حملہ میں پچاس ہزار سے زیادہ وہ سرکش ظالم تہ تیغ ہوگئے اور وہ سرکش ظالم کنارۂ جیحون سے

روم تک قابض تھے سو حضرت خواجہؒ کی شمشیر دورویہ سے سلطان ازبک روم کی
سرحد تک قابض ہو گئے اور ان سرکش ظالموں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔
بطفیل آپ کی روحانیت کا تھا۔ انشاء اللہ آئندہ کے لئے بھی امید قوی ہے کہ
آپ کی روحانیت کی برکت سے جبکہ اپنا وقت آئیگا تو ملحدوں کا ضرور ضرور
خاتمہ ہو جائیگا جیساکہ اہل سمرقان کا ہوا تھا۔

اللہ اکبر۔ ایک روز ایک خادم نے حضرت خواجہؒ سے سوال کیا کہ فراغت کیا چیز
ہے آپ نے فرمایا کہ دل کی فراغت کا یہ مطلب ہے کہ دنیا کی محبت دل میں نہ
آنے پائے۔ نہ یہ کہ دنیا کے کاموں سے آزاد رہے۔ دیکھو سرور عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے حق تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ
یعنی پھر جب تو فارغ ہو تب ہماری یاد میں مشغول ہو۔ اس طور پر کہ جب تو لوگوں
کو نصیحت کرنے سے اور وعظ سنانے سے اور ان کی صحبت سے فارغ ہو تب
میری عبادت میں دل سے مشغول ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو تم اُن لوگوں
کی جماعت میں داخل ہو جاؤ کہ جو خدا کی یاد میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ جن کی ہر ہر
بات اور ہر ہر خموشی میں ذکر کے انوار ٹپکتے ہوں اس طور پر کہ جب وہ بات کرتے
ہوں تو آواز کے ذریعہ سے ذکر کے انوار کو طالبین کے دلوں میں ڈال کر قسم قسم
کی تاثیریں پیدا کرتے ہوں اور جبکہ وہ خموشی کے عالم میں ہوں تب اپنے
روشن دل کو طالبین کے دلوں کے مقابل رکھکر ذکر کے انوار سے روشن کرتے
ہوں غرضکہ جو مردان الٰہی ہیں اُن کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون میں اللہ
ہی اللہ ہے چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ نے اس پاک جماعت کی قرآن مجید میں
تعریف فرمائی ہے اور مردانگی کو انہی پاک جماعت کے لئے ثابت فرمایا ہے
کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ یعنی یہ

ایسے مرد ہیں کہ اُنھیں خرید و فروخت اور تجارت خدا کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی ہے. سو کیا ہی اچھا ہو کہ تمہارا شمار ان لوگوں میں سے ہو۔ اور اگر تم سے یہ نہیں ہوسکتا تو پھر ان پاک جماعت کی اپنی جان سے اور اپنے مال سے خدمت کرنے میں کمی نہ کرو اور اُن کے فراغت کے اسباب مہیا رکھو کہ تمہاری محبت کا رشتہ قائم رہے اور جس لقمہ اور جس کے کھانے سے ان کی عبادت میں قوت حاصل ہو اُس کا اجر تم کو بھی ملے اور ان کے درجات اور مقامات اور کمالات اور فیوضات سے وافر حصہ بھی ملے اور قیامت کے روز بھی انھیں کے ساتھ اٹھے۔ چنانچہ سلطان العارفین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی انسان اس کے ساتھ رہے گا جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور ان مرتبہ والے لوگونپر کبھی قرب خدا اور لِیْ مَعَ اللّٰہِ کے باعث خاص تجلّی واقع ہوتی ہے ایسی حالت میں انپر جذب اور باطنی کشش اپنا جلوہ دکھاتی ہے تب ایک ہی جذبہ خدا کے جذبات میں سے وہ اثر رکھتا ہے کہ دنیا بھر کے نیک عمل پر غالب آجاتا ہے۔ سو جو لوگ کہ جانی اور مالی خدمت کرنے والے ہیں انھیں اگر اس نعمت سے حصہ ملگیا تو وہ اتنی بڑی نعمت ہوگی کہ دنیا بھر کے لوگ اُس کی گنتی نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا۔ یعنی جو کچھ تجھکو حق تعالےٰ نے دنیاوی دیا ہے اسکو خدا کی مرضی کے کاموں میں صرف کر۔ سو اے انسان اگر تو ان دو باتوں میں سے کسی ایک بات کو بھی نہیں کرتا تو تجھے لعنت کے کفن اور ندامت کی قبر سے خوف کرنا چاہیئے۔ دیکھہ آج دنیا میں انھیں لوگوں کے نام زندہ ہیں جو ہر وقت اپنے دلوں کو خدا کی یاد سے زندہ کر کے رحمت کا کفن پہنکر سلامتی

کی زمین میں ہمیشہ کے لئے چین سے سو گئے ہیں۔ اللھم توفیقا۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خواجہؒ نے اپنے عبادتخانہ میں اسقدر گریہ وزاری کی کہ آپ کے دشمنوں کو بھی آپ کو دیکھکر رونا آگیا۔ تب دوستوں نے عرض کی کہ حضور اسقدر گریہ وزاری کیوں ہے۔ فرمایا کہ جب میں حق تبارک وتعالیٰ کی شان بے نیازی کو سوچتا ہوں تو جان قالب سے نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے ایسا برا کام ہو گیا ہو جسکا مجھکو علم نہ ہوا اور وہ بارگاہ الٰہی میں ناپسندیدہ ہوا ہو۔ حضرت خواجہ پر خوف خدا اسقدر غالب تھا کہ جہاں آپ بیٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ کو قتل کرنے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک روز اپنے فرزند حضرت خواجہ اولیا رکبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھ کو اپنے مبارک ہاتھ میں پکڑ کر یہ وصیتیں فرمائی تھیں کہ جسپر عمل کرنے سے انسان عارف کامل بن جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اے فرزند تم سب سے پہلے تقویٰ کا لباس پہن لو۔ اور وظائف اور عبادت پر ہمیشگی کے ساتھ قائم رہو اور اپنے بھلے برے کام کی جانچ پڑتال کیا کرو اور بھلائی پر مستقیم رہو اور برائی سے باز رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو کہ رحمت کے پانی سے تمہارا دل سیراب ہو۔ اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق بطیب خاطر ادا کرو کہ خدا کی نزدیکی کا باعث ہو اور ماں اور باپ کے حقوق ادا کرو کہ خدا تم سے خوش ہو۔ اور حق تعالےٰ کے احکام کو نگاہ رکھو کہ وہ تمہارا محافظ ہو۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو خواہ دیکھکر ہو یا زبانی ہو بلند آواز سے ہو یا آہستہ سے ہو۔ اور علم فقہ اور علم تفسیر اور علم حدیث کو خوب دل لگا کر سیکھو اور جو صوفی ان علوم سے واقف نہ ہوں اُن سے بہت پرہیز کرو اور عوام الناس کہ جن کے دل خدا کی یاد سے خالی ہوں وہ دین کی راہ کے چور

ہیں ان سے دور رہو۔ اور ائمہ سلف کے مذہب اور سنت والجماعت پر قائم رہکر ہمیشہ مسلمانوں کی بھلائی میں رہو۔ جو گمراہی کی نئی نئی باتیں دین میں پیدا ہوں ایسی بدعت سے باز رہو۔ اور خلوت پسندی اور فقیروں کی صحبت اور حلال روزی اختیار کرو۔ اور حلال روزی کھاؤ اور حلال کی کمائی کا کپڑا پہنو تاکہ عبادت میں حلاوت پاؤ۔ اور کثرت کے ساتھ رات اور دن اپنے مولا کی یاد کرو۔ اور جماعت کو بغیر عذر کے ترک مت کرو۔ اور قبالوں میں اپنا نام مت لکھاؤ اور کچہریوں میں مت پھرو اور لوگوں کی وصیتوں میں دخل مت دو اور جیسے شیر سے بھاگتے ہیں ویسے ہی مخلوق سے بھاگو۔ اور گمنامی اختیار کرو کہ تمہارا مذہب برباد نہو اور سفر اختیار کرو کہ تمہارا نفس ذلیل ہو۔ اور خانقاہوں میں قیام اور ان کی بنا مت کرو۔ کسی کی مذمت کرنے سے غمگین اور کسی کی تعریف کرنے سے مغرور مت ہو۔ تمام مخلوق پر رحم کھاؤ اور اچھے اخلاق سے معاملہ کرو۔ قہقہہ مار کر مت ہنسو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کچھ کہ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تھوڑا ہنسو گے اور بہت روؤ گے۔ لہٰذا ہنسی سے باز رہو۔

اے فرزند تم خدائے پاک کے عذابوں سے بیخوف مت رہو اسی طرح اُس ذات پاک کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور خوف اور رجا کی حالت میں زندگی بسر کرو اور اگر شادی کرنے میں دین کے برباد ہونے اور دنیا کے طالب ہونے کا خوف ہو تو شادی سے باز رہو۔ اور جبکہ نفس سرکشی کرے تو مجاہدہ کرو اور موت کو کثرت سے یاد کرو اور دردِ دل کے ساتھ عمر بسر کرو اور ہمیشہ روزہ دار رہو۔ اور طالب ریاست مت بنو اور فقر میں پاکیزہ اور پرہیزگار رہو۔ اور سادگی اور دیانتداری اور تقوےٰ اور علم پر ثابت قدم رہو۔ اور جان اور مال اور تن سے فقیروں کی خدمت کرو۔ اور ان کا دل راضی رکھو اور اُن کی پیروی کرو اور ان میں سے

کسی کا انکار مت کرو ہاں جو شریعت کے مخالف ہو اس سے الگ رہو۔ اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال مت کرو اور اپنے لئے کوئی چیز جمع مت رکھو اور اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو اور توکل پر ثابت قدم رہو۔ اور بخل اور حسد سے دور رہو۔ اور اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو۔ اور حق بات کہو اور کسی سے مت ڈرو۔ اور اپنے نفس کی حفاظت کرو کہ اس کو صلاح کی راہ پر لا سکو اور اپنے نفس کی عزت مت کرو۔ اور جن چیزوں کے بغیر کام چل سکے اُن کی طلب سے زبان بند کرو۔ اور خدا کی مخلوق کو ہمیشہ نصیحت کرو۔ اور کھانا اور پینا کم کرو۔ اور بے ضرورت باتیں مت کرو۔ اور جب تک کہ نیند غلبہ نہ کرے آرام مت کرو اور جلدی اُٹھو۔ اور سماع کی مجلس میں زیادہ مت بیٹھو اور اس کا انکار بھی مت کرو۔ اور سماع اس کے لئے بہتر ہے جس کا بدن مردہ اور دل زندہ ہو اور دل ذکر کے انوار سے لبالب ہو۔ اور تمہارا دل ہمیشہ انتظار فیض میں اندوہگین ہو۔ اور تمہارا بدن نماز میں مصروف ہو اور تمہارے عمل میں خلوص ہو۔ اور تمہاری دعا مجاہدہ ہو اور تمہارا کپڑا پُرانا ہو۔ اور تمہارا دوست درویش ہو۔ اور تمہارا گھر مسجد ہو۔ اور تمہارا حال فقہ کی کتابوں کے مطابق ہو۔ اور تمہاری آرایش زہد ہو۔ اور تمہارا ساتھی اللہ ہو۔

اے فرزند کسی آدمی سے تب تک دوستی مت کرو جب تک کہ یہ پانچ باتیں اسمیں نہ دیکھ لو۔ اوّل یہ کہ وہ فقر کو تونگری پر ترجیح دے۔ اور دوسرے یہ کہ علم دین کو دنیا کی سب چیزوں سے اچھا سمجھے۔ اور تیسرے یہ کہ راہِ خدا کی ذلت کو دنیا کی عزت پر ترجیح دے۔ چوتھے یہ کہ علم ظاہری اور علم باطنی سے آراستہ ہو پانچویں یہ کہ موت سے ڈرتا نہ ہو اور مرنے کے لئے تیار ہو۔ اے فرزند دنیا میں زندگی مسافروں کے طور پر گذارو۔ اور آخرت کا توشہ تیار کرو۔ اور موت کے لئے پا بہ رکاب رہو۔ اور دنیا کے دھوکے سے غافل نہ رہو۔ اور ان نصیحتوں پر

عمل کرو کہ دونوں عالم میں کامیاب رہو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ خداوند اس اسم اعظم کے طفیل سے نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمایو۔

اللہ اکبر۔ ایک شخص نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں فرمایا کہ جب نمازی اللہ اکبر کہتے ہوئے خدا کے دربار اور خدا کی حضوری میں پہنچتا ہے تب نمازی پر تجلیات الٰہی کی تیزی اور خدا کی عظمت اور خدا کا خوف اسقدر غالب ہو جاتا ہے کہ جس کے باعث نمازی کا باطن اور نمازی کی روح اور نمازی کا خون بستہ ہو جاتا ہے پھر جبکہ نمازی کا باطن اور نمازی کی روح اور نمازی کا خون بستہ ہو گیا تو ایسی صورت میں نمازی کے باطن میں خدا کے سوا دوسری چیزوں کے خیالات کی گنجائش ہی کہاں رہی سو ایسی حالت میں اس نمازی پر اگر ہزاروں تیر اور ہزاروں تلوار کے زخم کئے جائیں تو انھیں اتنا بھی معلوم نہ ہوگا جتنا کہ انسان کے جسم پر مکھی کے بیٹھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس رمز سے وہی واقف ہیں کہ باطنی طور پر جن کے خون۔ اور گوشت اور پوست اور بال میں اللہ اللہ کے انوار مشعلوں کی مانند روشن ہیں۔

اللہ اکبر۔ ایک روز ایک درویش نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ سالک پر شیطان کا قابو ہوتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس کو غصہ آتا ہے تب شیطان اسپر قابو پاتا ہے۔ لیکن جو سالک فنا نفس کو پہنچ چکا ہو اس کو غصہ نہیں آتا۔ بلکہ اس کو غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور اس مبارک آدمی کی پہچان یہ ہے کہ وہ خدائے پاک کے راستہ پر چلتا ہو۔ اور کتاب اللہ کو دہنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہو۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے ہو اور

ان دونوں نورانی مشعلوں کی روشنی میں اپنی زندگی کی منزلوں کو طے کرتا ہو۔ یہ ہے
حسن سلوک کہ جس سے دل کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھلتا ہے۔ اور چمنستانِ
وحدت کی سیر سے مسرور ہوتا ہے اللّٰھُمَّ اھدنا الصراط المستقیم بجاہ النبی الکریم
صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

معلوم ہو کہ سورۃ الاعلیٰ ایسی مبارک صورت ہے کہ جس کی کثرت تلاوت سے
انسان کے دل پہ علم اور حکمت اور خدا کی عظمت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور علم اور
حکمت کے انوار سے اُس کا سینہ کشادہ اور روشن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس مبارک
سورت کو معہ تفسیر کے نقل کیا جاتا ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ اس مبارک سورت
کی برکت سے ہمارے دلوں پر خدا کی عظمت اور علم اور حکمت کا دروازہ کھولدے
آمین یا رب العالمین۔

سورۃ الاعلیٰ

یہ سورۃ مکی ہے اس میں انیس[۱۹] آیتیں اور بہتر[۷۲] کلمے اور دو سو اکہتر[۲۷۱] حرف ہیں۔ اس
مبارک سورت میں نور میں ڈوبے ہوئے وہ معارف الٰہی کہ جو وحی کے ذریعہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلِ مبارک پر نازل ہوئے ہیں اُن سے
متعلق بیان ہے کہ یہ تمام عظیم الشان علوم حضرت محمد مصطفٰے صلی علیہ واٰلہ وسلم کے
قلب مبارک میں برابر محفوظ رہیں گے اور کسی قسم کی بھول اور فراموشی ہرگز واقع
نہ ہوگی چونکہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود حق تعالیٰ نگہبان اور
محافظ ہے پھر کیا باعث ہے کہ ان تمام عظیم الشان علوم میں کسی قسم کی بھول اور
خطا واقع ہو۔ چنانچہ اس مبارک سورت کے نازل ہونے کا باعث یہ ہے کہ جب
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر عالم غیب کی طرف سے حضرت

جبرئیل کے واسطہ سے عظیم الشان پُر انوار علوم اور عظیم الشان پر انوار سورتوں کا پے در پے نازل ہونا شروع ہوا تو آپ کی خاطر مبارک میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تو ایک اُمی محض ہوں کہ نہ تو مجھے لکھنا یاد ہے اور نہ پڑھنا یاد ہے ایسی صورت میں بغیر لکھنے کے ان بے انتہا پُر انوار علوم اور ان نور میں ڈوبی ہوئی بڑی بڑی با عظمت سورتوں کا ان الفاظ اور ان معنوں کے ساتھ یاد رکھنا کیونکر ہو سکے گا کہیں میرے اُمّی ہونے کے باعث ایسا نہ ہو کہ بہت سے علوم اور بہت سے باطنی اسرار بھول جاؤں اور رسالت کے معاملہ میں نقصان واقع ہو جائے۔ لہذا حق تبارک تعالیٰ نے آپ کے دلِ مبارک کی تسلی کے لئے یہ سورت نازل فرمائی اور اس مبارک سورت میں آپ کو خوشخبری عطا فرمائی کہ اے اللہ کے نبیؐ تم اپنے دل میں ان علوم کے فراموش کرنیکا بالکل خطرہ نہ لاؤ کہ خود ذات خداوندی تمہاری استادی فرماویگی۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مبارک سورت بہت ہی محبوب تھی کہ آپ اکثر وتر کی پہلی رکعت اور جمعہ کی پہلی رکعت میں اس مبارک سورت کو پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی باعث تھا کہ بہت سے اہل اللہ اور اہل علم نے تہجد میں حصولِ فیض کی غرض سے اس مبارک سورت کو پڑھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے دل پر فیض کا دروازہ کھلنے لگا اور اس کے ایک ایک حرف کا نور ستاروں کے مانند دل میں چمکنے لگا۔ اور حضرت عُقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب سے رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھا کرو اور جب یہ آیت سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب سے سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا کرو۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھے تو چاہیئے کہ اس کے ساتھ ہی سبحان ربی الاعلیٰ

پڑھ لے تاکہ حق تعالیٰ کے امر کی تابعداری ادا ہو جاوے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى۔ اے محمد تو اپنے پروردگار کے نام کو پاکیزگیوں اور ستھرائیوں سے یاد کر یعنی کہو کہ سبحان ربی الاعلیٰ۔ ایسا پروردگار کہ جو سب اونچوں سے اونچا اور سب سے بلند اور بالا ہے۔ یعنی اپنے پروردگار کی ذات کو ایسی ستھرائی سے کہ جس میں کسی قسم کی عیب اور نقصان اور بے ادبی کی بو تک نہ ہو۔ اس طور پر کہ وہ ذات پاک ہماری عقل اور وہم اور سمجھ سے برتر ہے کہ اس کی ذات پاک کو سوا اُس کی ذاتِ پاک کے دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ ایسی ذات پاک ہے کہ نہ وہ جوہر ہے اور نہ جسم ہے اور نہ عرض ہے اور نہ کُل ہے اور نہ بعض ہے اور نہ صورت ہے اور نہ حد ہے اور نہ جہت ہے اور نہ مکان ہے اور نہ مجلس اُسکے لئے ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے اور نہ وہ کسی چیز کی مثل ہے۔ اور عورت اور بچے اور رشتے اور ناتے اور کھانے اور پینے وغیرہ وغیرہ سے پاک ہے۔

اور حق تبارک وتعالیٰ کے ناموں کی پاکی کا یہ مطلب ہے کہ اس ذاتِ پاک کے نام کو ایسی چیز پر نہ لیں کہ جس میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی کی بو ہو۔ اور اس کا ذکر نہایت ہی تعظیم اور طہارت اور خلوصِ دل کے ساتھ ہو کہ جس کے باعث دل کی صفائی اور اس کے نام کے نور سے دل منور ہو چنانچہ عارفانِ الٰہی اور صوفیار صافی اور تمام اولیاء اور اصفیاء اور قطبِ مدار اور قطبِ ارشاد اور اوتاد اور مجدد اور محقق خدا کے نام کی برکت اور اس کے فیض سے ہی اعلیٰ مرتبوں پر پہنچے ہیں اس طور پر کہ انھوں نے خدا کے نام کو نہایت ہی تعظیم اور طہارت اور ادب اور خلوص کے ساتھ کثرت سے لیا ہے۔ چونکہ جتنے خدا کے نام ہیں ان میں سے ہر ہر نام کے

ہر ہر حرف سے خدا کے نور کا ایک ایک سمندر بہ رہا ہے سو ہر ہر ذاکر اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق اس نور سے حصہ لیتا ہے اور اکثر مفسرین سبح اسم ربک الاعلیٰ میں اسم سے مراد ذات لیتے ہیں یعنی اے محمد تو اپنے پروردگار کی ذات کو پاکیزگیوں سے یاد کر جو سب سے بلند اور بالاتر ہے۔ کیونکہ عرب کا یہ قاعدہ ہے کہ ادب اور تعظیم کے مقام پر نام سے مراد ذات لیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ حضور کے نام سے یہ کام ہوا۔ یعنی حضور کی ذات سے یہ کام ہوا۔ معلوم ہوا کہ اہلِ تصوف کے نزدیک خدا کی جتنی مخلوقات ہے ان میں سے ہر ایک مخلوق کا خدا کے ناموں میں سے کسی ایک نام کے ساتھ تعلق اور لگاؤ ضرور ہوتا ہے اور وہی نام اسکا مربی اور رب ہوتا ہے اس طور پر کہ اس مخلوق میں ابتدا سے انتہا تک جتنے بھی کمالات پیدا ہوتے ہیں وہ اسی خدا کے نام سے ہوتے ہیں یعنی اس کے کمالات کا سرچشمہ وہی اسم الٰہی ہوتا ہے آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود باجود کہ جو تمام مخلوقات سے اعلیٰ اور اکمل ہے سو خدا کے ناموں میں سے جو نام اعلیٰ ہے وہ آپ کا رب اور مربی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے بھی کمالات ہیں وہ سب کے سب آپ کی ذات بابرکات میں جمع ہیں یعنی آپ جامع جمیع کمالات ہیں اور چونکہ "اسم اعلیٰ" آپ کا رب ہے لہذا خدا کی مخلوق میں جو خدا کے کمالات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں موجود ہیں وہ ہرگز کسی مخلوق میں نہیں ہیں۔ الحاصل صوفیائے کرامؒ سبح اسم ربک الاعلیٰ میں اعلیٰ کو اسم کی صفت گردانکر یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اے محمد تو اپنے پروردگار کے نام کو ستھرائیوں سے یاد کر ایسا نام کہ جو اعلیٰ ہے۔ یعنی اے محمد جبکہ تیرے کمالات کا سرچشمہ اسمارِ الٰہی سے اسم اعلیٰ ہے اور تمام اعلیٰ کمالات تیری بابرکت ذات میں موجود ہیں تو تجھے لازم ہے کہ اپنے متعلق کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ کرے۔

اب چونکہ ہر چیز کے کمال کی ابتدا اور انتہا حقیقت میں خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا دوسری تین صفتیں اس بات کے ثابت کرنے کو ارشاد ہوئی ہیں کہ اَلَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی یعنی تیرے پروردگار کی وہ ذاتِ عالی ہے جسنے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا پھر پورا کیا اور برابر بنایا اس طور پر کہ ہر چیز کو پیدا فرما کر اُسے اپنے اپنے خواص اور اپنے اپنے فوائد اور اپنے اپنے منافع کے لحاظ سے کمال کے درجہ کو پہنچایا چنانچہ انسان سے لیکر ہاتھی تک اور ہاتھی سے لیکر پسّو تک اگر غور کیا جائے تو یقیناً معلوم ہو جائیگا کہ اُس ذاتِ پاک نے ہر چیز کو کامل طور پر بنایا ہے اور ساتھ میں ہر چیز کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کمال حاصل کرنے کے اسباب بھی عنایت فرمائے ہیں وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَھَدٰی یعنی تیرے پروردگار کی وہ ذاتِ عالی ہے جسنے ہر ایک کے لائق ہر ایک کی روزی اور خوراک مقرر کی پھر اپنے کمالات حاصل کرنے کی راہ دکھائی یہاں تک کہ بچے کو ماں کے پیٹ سے باہر نکلنے کی پھر باہر نکلتے ہی دودھ پینے کی پھر رونے سے اپنا حال ظاہر کرنے کی پھر اسی طرح ہر ایک کو اس کی روزی کی تلاش کی راہ دکھائی وَالَّذِیۡ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی یعنی تیرے پروردگار کی وہ ذاتِ عالی ہے کہ جسنے زمین سے ایسی چیز نکالی کہ جسے جانور چرتے ہیں جیسے گھاس ہے کہ بہائم اور وحوش اس کو کھاتے ہیں اسی طرح قسم قسم کے پھل اور پھول اور میوے اور اناج ہیں کہ تمام انسان اور بعضے جانور اُن کو کھاتے ہیں فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی۔ پھر کرڈالا اُس کھیتی کو خشک سیاہ۔ کیونکہ موسم سرما کی خشکی کے باعث کھیتی کی رطوبت جاتی رہتی ہے اور خشک اور سیاہ ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو کاٹ کر جمع کر لیجاتی ہے کہ ضرورت کے وقت کام آوے۔

سوائے محمد جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہر چیز کے کمال کی ابتدا اور انتہا حق تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور تیری حالت یہ ہے کہ تو اس کے نام پاک کی

تسبیح میں فنافی التسبیح ہے جس کے باعث نور توحید کی دولت سے تیرا دل مالا مال ہے ایسی صورت میں قرآن اور اسکے علوم اور اس کے معارف کے متعلق کسی قسم کا اندیشہ نہ کر سَنُقْرِئُكَ تجھکو ہم آپ قرآن پڑھاویں گے اور وہ بے انتہا علوم کہ جو قرآن سے نکلتے ہیں وہ بھی تجھے تعلیم کریں گے اے محمدؐ تو اپنے دل کی صیقل میرے نام کی تسبیح سے کئے جا کہ تیرا دل تجلیاتِ الٰہی کی روشنیوں سے ہمیشہ متجلی اور روشن رہے فَلَا تَنْسٰی پھر تو ہر گز نہ بھولے گا چونکہ تیرا دل جب ہمیشہ تجلیاتِ الٰہی کی روشنیوں سے روشن رہیگا تو تیری استعداد کمال کے درجہ کو پہنچ جائے گی پھر کوئی حجاب ایسا نہ ہوگا جو تیرے باطنی فیض کے مانع ہو اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ مگر وہ جو حق تعالے نے چاہا ہے۔ یعنی کسی حکمت اور کسی مصلحت کے باعث اُس چیز کو اس جہان میں تیرے دل سے بھلا دیا ہے اور قیامت کے دن مقامِ محمود کے حاصل ہونے کے لئے اُس کو ذخیرہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ مجھکو مقام محمود میں وہ حمد و ثنا تعلیم فرماوے گا جو اس وقت مجھکو یاد نہیں ہے۔ یعنی حق تبارک و تعالیٰ کی خاص حمد ایک وقتِ خاص میں قیامت کے روز مقام محمود کے لئے آپ کے دل سے بھلا دی گئی ہے۔ اسی طرح حق تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی بعض آیتیں آپ کے سینۂ مبارک سے اور آپ کے وقت کے تمام قاریوں کے دل سے بھلا دی ہیں وہ بھی ماشاء اللہ میں داخل ہے اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى بیشک وہ ربُّ العزت اُسے جانتا ہے جو کمالات تجھ میں ظاہر جلوہ نما ہیں جس کو ہر ادنیٰ اور اعلیٰ تیری ذات میں جلوہ گر پاتا ہے اور جو کمالات کہ ہنوز تیری استعداد کی تہ میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی جانتا ہے جو اپنے اپنے وقت پر ظاہر میں جلوہ گر ہوں گے۔ اور جبکہ حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو قرآن شریف کے حفظ کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے اپنی استادی سے
کہ ہم دیں تیرا استاد ہوں تسلی دیگئی اور آپ کا دل مطمئن ہوگیا تو اب دوسرے علوم کی
حفاظت کے لئے بھی آپ کو تسلی دی جاتی ہے کہ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ اور اے محمد
آسان کردیں گے ہم تجھپر آسانی کی راہ چلنا معرفت میں بھی اور عبادت میں بھی اور
سیاست میں بھی سوان تینوں چیزوں کے متعلق جو علوم ہیں وہ بغیر کسی محنت اور بغیر
کسی مشقت اور بغیر کسی کتاب اور بغیر کسی دستور العمل اور بغیر کسی مرشد اور بغیر کسی استاد
اور بغیر کسی رہبر کے تیرے دل سے فوارے کے مانند جوش مارینگے۔
پھر جبکہ حقیقت میں بات یوں ہے کہ تیرا استاد ہی خود خدا ہے تو اے محمد تجھے قرآن
کے یاد کرنے اور دوسرے علوم کی کوشش کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تیری کوشش یہی رہے
کہ تو اوروں کو بھولے ہوئے علم یاد دلائے اور ناقص کو کامل بنائے اور جاہل کو عالم
بنائے اور کودن کو عارف بنائے۔ چونکہ تیری امت کی تکمیل تیرے ذمہ ہے اور
تیری تکمیل میرے ذمہ ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ سو
پھر یاد دلا اگر نفع دے یاد دلانا اور نصیحت کر اگر نفع کرے نصیحت کرنا یعنی فائدہ کرے
یا نہ کرے تو نصیحت کئے جا کیا تعجب ہے کہ اس یاد دلانے اور نصیحت کرنے سے
ہزاروں آدمی تیرے رنگ میں رنگ جاویں اور ان کے دلوں کے دروازے عالم
غیب کی طرف کھل جاویں اور انکے سینے گنجینہ معرفت بن جاویں اور ان کی عقلیں
نور کی قندیلیں ہو جاویں اور ان کی ارواحیں ظلمت سے نورانیت کی طرف بدل
جاویں۔
سو اس نبوت کے چراغ سے کس کا باطن چمکیگا اور اس نبوت کی خوشبو سے کس کا دماغ
معطر ہوگا اور اس نبوت کی شعاعوں سے کون روشنی قبول کرے گا اور اس پیارے پیغمبر
کے فیض سے کون فیضیاب ہوگا جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ

اب جلد نصیحت مانیگا جس کو اللہ کا ڈر ہے۔ سوا ے محمد تو بار بار نصیحت کر کیا تعجب ہے
کہ کسی ایک وقت کی بھی نصیحت کارگر ہو جاوے کیونکہ جو نصیحت کو سنتے ہی فوراً
خدا سے ڈرا وہ بہت جلد فیضیاب ہوگا اور قسم قسم کی باطنی نعمتوں اور نصیحت کے ثمروں
سے فائدہ مند ہوگا۔ اور وہی تیرے رنگ میں رنگ جاوے گا۔ اور اس کے ہی دل
کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھلجاوے گا۔ اور اس کا ہی سینہ گنجینۂ معرفت بنجاویگا
اور اس کی ہی عقل نور کی قندیل بن جاوے گی۔ اور اُس کی ہی روح ظلمت سے
نورانیت کی طرف بدل جاوے گی۔
اب جبکہ فائدہ اور فیض لینے والوں کی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب
فائدہ اور فیض لینے والوں کا بیان ارشاد ہوتا ہے کہ وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَا اور اس نصیحت
سے وہ شخص کنارہ پکڑے گا جو بڑا بدبخت ہے۔ اور حقیقت میں ایسا بدبخت وہ ہے
جسے خوف خدا نہیں ہے۔ اور جان بوجھ کر ہٹ دھرمی اور روگردانی اور عداوت
کرتا ہے۔ اور کفر پر اڑا ہوا ہے کہ دیدہ و دانستہ انکار حق کئے جاتا ہے۔ سوایسے بدبخت
کی اصلاح نہ مرشد کے ارشاد سے ہوسکتی ہے اور نہ استاد کی تعلیم سے ہوسکتی ہے
اور نہ ہادی کی ہدایت سے ہوسکتی ہے اور نہ وعظ کی نصیحت سے ہوسکتی ہے مگر
جو جان بوجھکر حق کا منکر نہ ہو اور جو جہالت اور انجان پن سے باطل پر ہو تو امید ہے
کہ مرشد کے ارشاد سے اور واعظ کی نصیحت سے راہ پر آجاوے اب اس بدبخت کے
متعلق ارشاد ہوتا ہے جو جان بوجھکر باطل پرستی کرتا ہے کہ ایسے بدنصیب کا انجام
کار یہ ہے کہ اَلَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی یعنی یہ وہ شخص ہے کہ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا
وہ آگ کہ جو ساتویں درجہ کی دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہے جس میں فرعون اور
اُبَیّ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ کے منکر اور اس امت کے منافق داخل
ہوں گے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ کُلِّ اَصْنَافِ النَّارِ۔

معلوم ہوا کہ دنیا میں آدمی پر جو کچھ کہ مصیبت اور تکلیف واقع ہوتی ہے تو آخر کو موت کے آنے سے اس آدمی کو اس مصیبت اور تکلیف سے راحت ملجاتی ہے۔ مگر جو آدمی جان بوجھکر باطل پرستی کرتا ہے وہ بدبخت اس راحت سے بھی محروم ہے کہ باوجود ایسی نارِ دوزخ کی مصیبت اور تکلیف کے دوزخ میں مرنا بھی نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا پھر وہ بڑا بدبخت اس بڑی آگ میں نہ مرے گا یعنی باوجود اسقدر عذاب اور درازی مدت کے اس آگ میں نہ مرے گا کہ مرنے سے سکا ئم اس بلا سے الگ ہوجاوے اور اس کی روح اس دکھ سے نجات پاوے کیونکہ عالم آخرت کے جسموں کی ایسی بنیاد نہیں ہے جیسی کہ اس عالم دنیا کے جسموں کی بنیاد ہے۔ کیونکہ اس عالم دنیا میں جسم سے روح الگ ہوسکتی ہے مگر عالم آخرت میں جسم سے روح الگ نہیں ہوسکتی جس کا باعث یہ ہے کہ اس عالم دنیا میں روح جسم کے تابع ہوتی ہے یعنی جسم روح پر بادشاہت کرتا ہے اور عالم آخرت میں جسم روح کے تابع ہوتا ہے یعنی روح جسم پر بادشاہت کرتی ہے اس طور پر کہ گویا جسم روح کے لباس میں ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ روح کا فنا ہونا محال ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں سخت سے سخت مصیبت کیوں نہ آئے مگر روح فنا نہیں ہوتی بلکہ بدن کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ مگر عالم آخرت میں چونکہ روح جسم پر غالب ہوتی ہے لہذا خواہ کیسی ہی مصیبت کیوں نہ آئے مگر روح جسم سے الگ نہ ہوگی وَلَا یَحْیٰی اور نہ جئے گا کیونکہ اُس کی روح ہمیشہ تکلیف اور مصیبت میں ہے لہذا اس مصیبت اور تکلیف سے عاجز ہوکر موت کی آرزو کریں گے مگر موت نہ آوے گی سو اس قسم کی زندگانی گویا کہ زندگانی ہی نہیں ہے بلکہ موت کے حکم میں ہے۔ پھر جبکہ اُن بدبختوں کے بدن کا چمڑا آتشِ دوزخ کی حرارت سے جل جاوے گا تو روح جسم پر غالب ہونیکے باعث دوسرا نیا چمڑا آنًا فانًا

پیدا ہو جاوے گا جس طور پر کہ دنیا میں کسی زخم پر انگور آنیکے بعد نیا چمڑا آ جاتا ہے۔
اب چونکہ سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی میں اُس شخص کا بیان ہوا کہ جو پیغمبروں کی نصیحت سے
فائدہ مند ہوتا ہے اس طور پر کہ وہ خدا کا خوف کھاتا ہے مگر وہ خوف ایک خیالی
چیز نہ ہو کہ دل پر آیا اور چلا گیا بلکہ وہ خوف خدا ایسا ہو کہ دل کی تہ میں جم جائے اور
ہر ایک عضو سے اچھے کام ہونے لگیں اور دل کفر اور شرک اور گناہوں کی نجاست
سے پاک ہو جائے۔ سو ایسا ہی خوف قابل اعتبار ہے۔ اور ایسا ہی خوف حصول
برکات اور نجات کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔
یعنی بیشک چھٹکارا پایا اس نے جو پاک ہوا کفر اور شرک اور باطل عقیدے اور
بُری نیت اور بد اخلاق اور کینہ اور دغا بازی اور حسد اور تکبر وغیرہ سے اسی طرح
پاک ہوا بدن اور کپڑوں کی ناپاکی اور بول اور براز اور پیپ اور لہو وغیرہ سے
اسی طرح پاک ہوا بدن کی پیدا ہونے والی چیزوں بغل وغیرہ کے بال اور
ناخن اور میل وغیرہ سے۔ اسی طرح پاک ہوا نجس چیزوں کی تجارت اور سود
اور مال حرام وغیرہ سے کہ یہ سب قسم کی پاکی خوف خدا ہی کا ثمرہ ہے۔ اب چونکہ
خوف خدا ایک بہت بڑی نعمت ہے لہذا اختصار کے طور پر اس کا بیان کیا جاتا
ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس نعمت سے سرفراز فرماوے آمین آمین۔

خوفِ خدا کی فضیلت اور اس کی حقیقت کا بیان

معلوم ہو کہ حق تبارک وتعالیٰ نے خدا سے خوف کھانے والوں کے لئے چار نعمتیں
یعنی ہدایت کی نعمت اور رحمت کی نعمت اور علم کی نعمت اور اپنی رضا مندی
کی نعمت کو تین آیتوں میں جمع کیا ہے۔ سو ہدایت اور رحمت کے لئے ارشاد
ہوتا ہے کہ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ۔ یعنی جو اپنے

پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے اور علم کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ یعنی اس ذات پاک کے بندوں میں سے اُس ذات پاک سے وہی ڈرتے ہیں جنھیں علم ہے۔ اور اپنی رضامندی کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ یعنی جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اس کا اجر یہ ہے کہ اللہ اُن سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔

اور اسی طرح رب العزت اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ یعنی جو شخص کہ دنیا میں اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے سے اور قیامت کے دن اپنے پروردگار کو حساب دینے سے ڈرا کہ جب مجھ کو ایک روز حساب دینا ہے تو جتنی باتیں میرے پروردگار کی مرضی کے خلاف ہیں ان سے مجھے باز رہنا ضروری ہے ورنہ کہیں وہاں پر شرمندگی اور روسیاہی حاصل نہ ہو۔ اور جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آخر کو کام تو اسی ذاتِ پاک سے ہے لہٰذا آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر اور آخرت کے عیش کو دنیا کے عیش پر ترجیح دینا ضروری ہے وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی اور نفس امّارہ کو بری چیزوں کی آرزوں سے پاک رکھا یعنی جو چیزیں کہ شرع شریف سے منع ہیں ان کی طرف سے اپنے جی کو روکا۔ چونکہ آخرت کی نعمتوں سے محرومی کا باعث وہی نفس امارہ کی پیروی ہے فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے اور وہ جنت کے ہی لائق ہے۔ سبحان اللہ خوف خدا کیا ہی اچھی لازوال نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔

معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے سب سے اچھی اور عمدہ سے عمدہ دو نعمتیں ہیں ایک تو حق تعالیٰ کے دیدار کی نعمت اور دوسری جنت کے حصول کی نعمت اور یہ

دونوں نعمتیں جب تک کہ دنیا کی محبت دل سے دور نہ ہو تب تک حاصل نہیں ہو سکتیں اور جب تک کہ دنیا کی لذتوں کو ترک نہ کیا جائے تب تک دنیا کی محبت دور نہیں ہو سکتی اور جب تک کہ اپنی جھوٹی آرزوں کو خاک میں نہ ملایا جائے تب تک اپنی مرغوب لذتیں ترک نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی جھوٹی آرزو جتنی خوف خدا کی آگ سے جل بھنکر خاک سیاہ ہو جاتی ہے اتنی اور کسی شے سے نہیں ہوتی لہذا حق تبارک وتعالےٰ کے دیدار کی نعمت اور جنت کے حصول کی نعمت خوف خدا ہی ہے۔

اور حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رَاسُ الْحِکْمَۃِ مَخَافَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ یعنی تمام حکمت اور تمام عقلمندی کا سر خوف خدا ہے کہ اسی خوف خدا کے باعث دل میں حکمت کا دروازہ عالم غیب کی طرف کُھل جاتا ہے اور اسی خوف خدا کے باعث خدا کی عظمت کی تجلّی سے دل مُتجلّی اور عقل روشن ہو جاتی ہے اور اسی خوفِ خدا کے باعث تقویٰ کی دولت اور پرہیزگاری کی نعمت اور پاک دامنی کی حلاوت سے نوازا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز حق تعالےٰ ایسی ندا کریگا کہ جسے پاس اور دور والے سب سُن لیں اور فرمائے گا کہ اے لوگو میں نے دنیا میں تمہاری باتیں سنیں اب اس آخرت میں تم میری بات سنو کہ آج کے روز دنیا میں تمہارا سب کچھہ کیا کرایا تمہارے سامنے رکھونگا اے لوگو دنیا میں تم نے اپنا ایک نسب رکھا تھا اور میں نے بھی ایک نسب تمہارا رکھا تھا سو تمنے اپنے رکھے ہوئے نسب کو تو شمار میں لیا اور میرے رکھے ہوئے نسب کو نظر انداز کر دیا۔ کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تم سب میں زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے پھر فرمائے گا کہ اَیْنَ الْمُتَّقُوْنَ یعنی متقی لوگ کہاں ہیں۔ پھر

یک علم بلند کیا جائے گا اور وہ علم آگے آگے چلیگا اور پرہیزگار لوگ اُس کے پیچھے پیچھے چلیں گے یہاں تک کہ بے حساب بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہی تو باعث ہے کہ اللہ سے ڈرتے والوں کا ثواب دوچند ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ یعنی جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ اور حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو خوف ہوتا ہے وہ اندھیرے سے چلتا ہے اور جو اندھیرے سے چلتا ہے وہ منزل پر پہنچ جایا کرتا ہے۔ سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ منزلِ جاناں بہت کٹھن ہے اور اس کا سودا بہت گراں ہے مگر یہ بھی یاد رہے کہ اُس کا سودا جنت جیسی بڑی نعمت ہے جو بلا خوف اور محنت نہیں ملسکتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ ایک بندہ میں دو خوف اور دو امن جمع نہ کروں گا کہ اگر میرا بندہ دنیا میں مجھ سے ڈریگا تو میں آخرت میں اُسے امن دونگا اور جو دنیا میں مجھ سے نہیں ڈریگا تو آخرت میں اُسے خوفناک رکھونگا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ تم خدا سے ڈرتے رہو سب چیزیں تم سے ڈرتی رہیں گی اور جو خدا سے نہ ڈرے گا تو خدا سب چیز سے اُسے ڈرائیگا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ تم سب کی عقلوں سے بڑی عقل اُس کی ہے جو تم سب میں خدا سے بڑا ڈرنے والا ہو۔ چونکہ خوف خدا کے باعث اس کی عقل کی روشنی پر خدا کی عظمت کی تجلّی واقع ہوتی ہے ایسی صورت میں اس کی عقل گویا کہ ایک نیّرِ اعظم ہو جاتی ہے۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مؤمن اپنی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا اگرچہ مکھی کے سر برابر ہی گرائے تو اس کا منہ دوزخ پر حرام ہو جاتا ہے۔ یعنی جو مؤمن ذرا سا آنسو اپنی آنکھ سے خدا کے خوف میں گرائے گا تو خدا تعالیٰ دوزخ کی آگ کو اسپر حرام کر دے گا۔ اور آپ فرماتے

ہیں کہ جس بندہ کے بدن کے رونگٹے خدا کے خوف سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو جس طرح
درخت سے پتّے جھڑتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ اُس کے بدن سے گناہوں کو جھاڑ
دیتا ہے۔ اور آپؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کے خوف سے رویا وہ کبھی بھی آگ میں نہ
جائیگا۔ جیساکہ دودھ تھنوں میں سے نکلکر پھر تھنوں میں نہیں جاسکتا۔ اور آپؐ فرماتے
ہیں کہ کوئی قطرہ قطرۂ اشک سے زیادہ حق تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے جو حق تعالےٰ
کے خوف میں گرے یا خون کا قطرہ کہ جو حق تعالیٰ کی راہ میں گرے۔ اور آپ فرماتے
ہیں کہ قیامت کے روز سات آدمی حق تعالےٰ کے سائے میں رہیں گے سوا ایک
ان میں سے وہ ہوگا کہ جو حق تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرکے خدا کے خوف سے رویا
ہوگا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ
کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کی کوئی
امت ایسی بھی ہے جو بلا حساب جنت میں چلی جائے آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ
جو اپنے گناہونکو یاد کرکے روئے۔ اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عبید بن
عمرؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
جو عجیب ترباتیں دیکھی ہو وہ فرمایئے تو آپ نے تھوڑیسی دیر سکوت فرماکر بیان فرمایا
کہ ایک رات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر سے اٹھے اور
وضو کیا اور نماز میں مشغول ہوئے اور روتے ہوئے آنسوؤں کا تار بندھ گیا یہاں تک
آپ کی گود تربتر ہوگئی اور جب آپ بیٹھے تو اسقدر روتے رہے کہ آپ کی تمام
ریشِ مبارک تربتر ہوگئی اور جب آپ سجدہ میں گئے تو اس قدر
روتے رہے کہ زمین تربتر ہوگئی پھر اسی حال میں روتے روتے صبح ہوگئی جب
نماز کی اطلاع دینے کے لئے بلالؓ آئے اور جب آپکو دیکھا کہ آپ کے رخسارِ
مبارک پر آنسوؤنکا پرنالہ بہ رہا ہے اور آپ شدت کے ساتھ رو رہے ہیں تو بلالؓ نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے تو اگلے اور پچھلے سب کے سب گناہ
بخشے گئے ہیں آپ اسقدر شدت کا رونا کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں
شکر گذار بندہ نہ بنوں اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کی شب میں مجھ پر ایک
آیت نازل ہوئی ہے کہ افسوس ہے اس کے لئے کہ جو اس آیت کو پڑھے اور
میں غور اور فکر نہ کرے یعنی اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ الخ عبرت کی جگہ ہے کہ جب آپ کی یہ حالت ہو کہ رات رات بھر گریہ و
زاری میں مشغول رہیں تو ہم گنہگاروں کو کیا کرنا چاہیئے۔ اور روایت ہے کہ ایک
روز حضرت ابوبکرؓ حضرت حنظلہ سے ملے اور پوچھا کہ اے حنظلہ تمہارا کیا حال ہے تب
حضرت حنظلہ نے جواب دیا کہ میں منافق ہو گیا ہوں آپ نے کہا کہ سبحان اللہ تم یہ
کیا کہہ رہے ہو۔ تب حنظلہؓ نے کہا کہ جب ہم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خدمت مبارک میں حاضر رہتے ہیں اور آپ ہم سے نصیحت فرماتے اور جنت
اور جہنم کا تذکرہ ارشاد کرتے ہیں تو گویا جنت اور جہنم ہماری آنکھوں کے سامنے
ہوتی ہیں اور جب ہم سلطان العارفین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
مجلس مبارک سے باہر چلے آتے ہیں اور بی بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تب
وہ نورانی کیفیت میں بہت کچھ کمی پاتے ہیں تو یہ نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ سنکر
حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ہے یہ بات تو ہم بھی اپنے اندر پاتے ہیں۔ پس
حضرت حنظلہؓ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
عالی میں حاضر ہوئے اور حضرت حنظلہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا آپ
نے فرمایا یہ کیا بات ہے حضرت حنظلہؓ نے اپنی تمام کیفیت بیان کی تب آپ نے
فرمایا کہ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تمہاری وہ
حالت اور وہ کیفیت کہ جو میری خدمت میں حاضر ہونے کے وقت رہتی ہے اگر

وہ ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے تمہارے گھروں میں اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں مگر اے حنظلہ ہمیشہ ایک حالت نہیں رہتی کہ کسی ساعت کوئی حالت رہتی ہے اور کسی ساعت کوئی حالت۔ یعنی ایک وقت حضوری کا ہوتا ہے اس میں پروردگار کے حقوق ادا کیا کرو اور دوسرا وقت اُس حضوری سے غائب رہنے کا ہوتا ہے اس میں اپنے نفس کے حقوق ادا کیا کرو۔

اور حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ اے امت مرحومہ تم خوفِ خدا کی انمول دولت کو حاصل کرو کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوا کہ جو مجھ پر خوفِ خدا غالب نہ ہوا ہو اور حکمت اور عبرت کا دروازہ میرے دل پر نہ کھُلا ہو۔ اور حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی جیسا کہ مفلسی سے ڈرتا ہے اگر ایسا دوزخ سے ڈرتا تو وہ بیشک جنتی ہوتا اور آخرت کی دولت سے مالا مال بنایا جاتا۔ اور آپ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ کون امن میں ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ آج کے روز جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوگا۔ اور ایک روز حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایسے لوگوں کی مجلسوں کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں کہ جو ہمیں خدا کے خوف سے اس قدر ڈراتے ہیں کہ ہمارے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ میاں آج ایسے ہی لوگوں کی صحبت کی ضرورت ہے کہ جو تمہیں خدا کے عذاب سے ڈرائیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کل قیامت کے روز تم راحت اور امن میں رہو گے۔ اور یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ آج ایسے لوگوں سے صحبت رکھو جو تمہیں بے خوف رکھیں اور قیامت کے روز تم خوف میں رہو۔ اور حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ جس دل میں خوف خدا نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ بہت بری بلا میں مبتلا ہوا اور نفس اور شیطان نے اس کی دل کی ہری بھری کھیتی کو ویران کر دیا۔ اسی طرح ایک باخدا شخص کا واقعہ ہے کہ جب آپ خدا کے خوف سے روتے تو آنسو اپنے

منہ کو ملِ لیتے اور فرماتے کہ میں نے سنا ہے کہ خدا کے خوف سے جس جگہ آنسو گرتا ہے وہ جگہ دوزخ کی آگ سے محفوظ ہے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ اے لوگو خدا کے خوف سے رویا کرو اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر رونے والوں کی شکل ہی بنایا کرو یعنی بتکلف رویا کرو۔ اور حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کے خوف سے رونے میں میرے آنسو منہ پر بہنے لگیں تو میں اسے ہزار دینار صدقہ دینے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے لئے پوچھا وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ۔ یعنی جو لوگ کہ کام کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں سو ان لوگوں سے مراد کیا وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے صدیق کی بیٹی اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو روزے رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں مگر پھر بھی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مقبول نہ ہو۔ بیشک نیکیوں کو جمع کرنے والے یہی سعادتمند لوگ ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے کہ جس میں خوف خدا کا بیان ہو تو فوراً ہی بیہوش ہو کر خوف کے باعث گر پڑتے اور کئی کئی روز تک آپ کی بیمار پرسی ہوا کرتی چنانچہ ایک دن کسی شخص کے مکان کی طرف آپ کا گذر ہوا اور وہ شخص اس وقت نماز میں سورۂ والطور پڑھ رہا تھا آپ وہاں ٹھہر گئے اور غور سے سننے لگے۔ پھر جبکہ وہ شخص اس آیت پر پہنچا کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ کہ تیرے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے اس طور پر کہ کسی میں اُس کے دفع کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ تو آپ پر خوف خدا اسقدر غالب ہو گیا کہ جس کے باعث آپ ایک مہینہ کامل بیمار رہے اور عوام کو پتہ نہ چلا کہ آپ کونسی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے خوف خدا کے متعلق حق تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ

وَ یَرْجُوا رَحْمَتَ رَبِّہٖ یعنی وہ شخص کہ جو رات کے اوقات اور رات کے گھنٹے سجدہ اور قیام میں اطمینان کے ساتھ تمام کرتا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ وہ عثمان آخرت کا خوف رکھتا ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے خوف خدا کے متعلق ایک روز صبح کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد نہایت غم کی حالت میں کف افسوس ملنے لگے اور فرمانے لگے کہ آہ افسوس میں نے اپنی ان آنکھوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے کہ آج کوئی شخص بھی اُن جیسا نظر نہیں آتا وہ حضرات جب صبح کو آتے تھے تو پریشان حال اور زرد رنگ ہوتے تھے اور اُن کا چہرہ غبار آلودہ ہوتا تھا اور جس طرح کہ بکریوں کے گھٹنے ہوتے ہیں ویسے نشان کثرت سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی پر ہوتے تھے کہ رات بھر اللہ کے سامنے سجدہ اور قیام اور تلاوت میں رہتے تھے کہ کبھی دہنی پیشانی اور دہنے پاؤں پر سہارا لیتے اور کبھی بائیں پیشانی اور بائیں پاؤں پر سہارا لیتے پھر جبکہ صبح ہوتی تو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح جھومتے جیسے ہوا کے موسم میں درخت جھومتے ہیں اور خوف خدا سے اسقدر روتے کہ ان کے کپڑے تربتر ہو جاتے۔ اور اب خدا کی قسم ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمام تمام رات غفلت میں گذار دیتے ہیں۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد آپکو کسی نے ہنستے ہوئے نہ دیکھا یہاں تک کہ آپ شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جن اسرار الٰہی اور معارف الٰہی اور عجائبات الٰہی اور مکنونات الٰہی اور مخلوقات الٰہی وغیرہ کو میں دیکھتا ہوں اُسے تم نہیں دیکھتے اور جو میں سنتا ہوں اُسے تم نہیں سنتے۔ دیکھو آسمان چٹخنے لگا اور کیا باعث ہے کہ آسمان نہ چٹخے۔ میں تمسے خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے اپنے پروردگار کو سجدہ کرنے کے لئے اپنی پیشانی کو رکھے ہوئے نہوں دیکھو میں پھر دوبارہ اپنے رب العزت

کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جن علوم سے میں واقف ہوں اگر ان علوم سے تم واقف ہوتو
ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ اور نہ تو اپنی عورتوں کے ساتھ عیش کا خیال کرو گے بلکہ اپنے
پروردگار کی یاد میں بیتاب ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جاؤ گے یہ سنکر ابوذرؓ نے
کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر میں درخت ہوتا تو کاٹ دیا جاتا۔ اور معارج النبوت میں
ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بہشت کی نعمت کے فوت ہونے پر آپ دوسو برس تک
روتے رہے۔ اور سو برس تک حضرت حوا سے الگ رہے۔ اور چالیس روز یا چالیس
برس تک کھانا نہیں کھایا اور سو برس تک سر نہیں اٹھایا مگر اس خوف خدا کا نتیجہ
یہ ہوا کہ آپ ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتوں اور خلافت کے تاج سے سربلند کئے گئے
اور ابلیس لعین کہ جو خوفِ خدا سے بیخوف ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ایزدی
ہو گیا سو خوف خدا ہر حال میں سربلندی اور کامیابی کی علامت ہے۔ اور خوف خدا
سے بیخوف ہونا ذلت اور رسوائی کی علامت ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ خدا کے خوف
سے جو آنسو کہ بہتے ہیں اُس کا ایک ایک قطرہ نہایت ہی قیمتی ہوتا ہے اور ایک ایک
قطرہ میں خدا کی نعمت پوشیدہ رہتی ہے۔ اور یہی تو وہ سچے موتی ہوں گے کہ جن کا نورانی
تاج پہنا کر جنت کی ہمیشہ کی سلطنت بخشی جائے گی۔ غرضکہ یہی آنسو کہ جو خدا کے خوف
سے ٹپکا ہوگا اُس کا ہر ہر قطرہ بے قیمت سچا موتی بنے گا۔ اب کون ایسا بدنصیب ہوگا
جو ایسی نفع کی چیز سے محروم رہے گا۔ خدا عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اور حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی خطا کو یاد کرتے تو آپ غش کھا کر
گر جاتے اور آپ کے دل مبارک کی وہ کیفیت ہوتی تھی کہ ایک میل تک آپکے
دل کا اضطراب سنائی دیتا تھا تب جبرئیل آپ کے پاس آتے اور کہتے کہ اے خلیل
آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور یوں ارشاد فرماتا ہے کہ کیا تم نے یہ بات
سنی ہے کہ دوست اپنے دوست سے ڈرتا ہو۔ تب آپ جواب دیتے کہ اے

جبرئیل تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر جبکہ میں اپنی خطا پر نظر کرتا ہوں تو اپنی دوستی کو بھول جاتا ہوں۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی جب حق تبارک وتعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تو آپ اپنی خطا پر برابر تیس برس تک اس طرح روتے رہے کہ نہ تو دن کو آنسو تھمتا تھا اور نہ رات کو حالانکہ آپ کی عمر اسوقت ستر برس کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے دنوں کی اس طرح تقسیم کی کہ ہر چار دن میں ایک دن تو بنی اسرائیل کے مقدمات کو فیصل کرنے کیلئے اور ایک دن بیبیوں کے لئے اور ایک دن جنگلوں اور بیابانوں اور سمندر کے کنارے گھومنے کے لئے اور ایک دن اپنے گھر میں خوف خدا سے رونے کے لئے آپ کے گھر میں چار ہزار محرابیں تھیں۔ سو اس روز تمام صوفیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے پھر آپ اپنے نفس پر آہ وزاری شروع کرتے اور ساتھ میں صوفیا بھی روتے اور بکا کرتے۔ پھر جبکہ آپ کے گھومنے کا دن ہوتا تو آپ جنگلوں کی طرف چلے جاتے اور نہایت ہی سریلی آواز کے ساتھ رونے پھر تو آپ کے ساتھ درخت اور ریت اور چرند اور پرند وغیرہ جنگلی جانور بھی روتے یہاں تک کہ سب کے آنسوؤں سے ایک نہر جاری ہو جاتی۔ اس کے بعد آپ پہاڑوں کی طرف آتے اور نہایت ہی دردناک آواز سے روتے تب آپ کی باطنی کشش سے آپ کے ساتھ پہاڑ اور پتھر اور وہاں کے جانور وغیرہ بھی روتے یہاں تک کہ ان پہاڑوں سے آنسوؤں کے چشمے بہتے۔ اس کے بعد آپ سمندر کے کنارے آتے اور بآواز بلند روتے ہوئے اپنی نسبت کو سمندر پر ڈالتے جس کی تاثیر سے آپ کے ساتھ دریا کے جانور اور دریا کے پرند اور دریا کی مچھلیاں شدت کے ساتھ روتیں جن میں آپ سب سے زیادہ روتے۔ پھر جبکہ شام ہو جاتی تو آپ مکان پر واپس آتے۔

اور جس دن کہ آپ اپنے مکان پر نوحہ کرنے والے ہوتے۔ تو منادی ندا دیا کرتا تھا کہ آج کا دن داؤد کا اپنے نفس پر نوحہ کرنے کا ہے لہذا جس کو آپ کا ساتھ دینا

ہو وہ آموجود ہو۔ پھر آپ اس مکان میں آجاتے جس میں چار ہزار محرابیں تھیں۔ پھر
چار ہزار راہب آتے کہ جن کے سروں پر اونچی ٹوپیاں ہوتیں اور ہاتھوں میں عصا ہوتے
کہ جو زاہدوں کا شعار ہے۔ پھر وہ سب ان محرابوں میں بیٹھ جاتے اور اس مکان میں
ٹاٹ کے تین فرش کہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی وہ بچھاتے۔ پھر آپ تشریف
لاکر اپنے نفس پر نوحہ کی آواز بلند کرتے اور فوراً ہی آپ کی نسبت ان چار ہزار راہبوں
پر گرتی اور نسبت اتحادی کے رنگ میں سب ایک ہی رنگ ہو کر ایک ہی آواز سے
روتے یہاں تک کہ آنسوؤں سے فرش ڈوب جاتے اور حضرت داؤد کبوتر کے
بچہ کی طرح تڑپتے تب آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ آتے اور آپکو اٹھاکر
لیجاتے اسوقت حضرت داؤدؑ ان آنسوؤں سے چلو بھر کر اپنے منہ پر ملتے اور کہتے کہ
اے میرے پروردگار اس اپنے بندہ کی آہ وزاری پر رحمت کی نظر فرماکر اسکو بخشدے
سو اس خوفِ خدا کے باعث حضرت داؤدؑ پر ایسی ایسی عظیم الشان نعمتیں اور ایسی ایسی
عظیم الشان برکتیں نازل ہوئیں کہ جو گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔

اسی طرح حضرت یحیی بن زکریا علیہ السلام جب آٹھ سال کی عمر میں بیت المقدس میں
تشریف لائے اور آپ نے وہاں عابدوں کو دیکھا کہ وہ بال اور اون کے کرتے پہنے
ہوئے ہیں اور اُن میں ذکر الٰہی کے انوار درخشاں ہیں اور ان میں بعض حضرات
ایسے بھی ہیں کہ جنھوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھکر بیت المقدس کے
گوشوں میں گوشہ نشینی اختیار کی ہے اور اپنے پروردگار کی طرف ہمہ تن مصروف ہیں
یہ دیکھکر اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھکو بھی بالوں کا کُرتہ
پہنادیجئے کہ میں بھی عابدوں کا لباس پہنکر بیت المقدس میں اپنے پروردگار کی یاد
میں مشغول ہو جاؤں۔ چنانچہ انھوں نے آپ کو بالوں کا کرتہ اور عابدوں کا لباس پہنادیا
اور آپ بیت المقدس میں حاضر ہو کر دن بھر اس کی خدمت کرنے لگے اور رات بھر

اُس میں اپنے پروردگار کے سامنے گریہ وزاری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی پندرہ سال کی عمر ہو گئی اور نسبت بیرنگی کے رنگ میں رنگے گئے) تو آپ کو اپنے پروردگار کے سوا سب سے بے خبر ہو کر تنہائی میں گریہ وزاری کا خیال پیدا ہوا اور پہاڑوں اور جنگلوں میں تشریف لے گئے۔ اور جبکہ والدین اس حقیقت سے آگاہ ہوئے تو آپ کی تلاش میں نکلے اور آپ کو بحیرۂ اُردُن پر پایا کہ آپ نے دونوں پاؤں پانی کے اندر رکھے ہیں اور قریب ہے کہ پیاس کے مارے دم نکلجائے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اے میرے پروردگار مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ میں ہرگز ٹھنڈا پانی نہ چکھوں گا جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ تیرے نزدیک میرا مقام کہاں ہے۔ سو یہ حال دیکھکر والدین بہت روئے اور کہنے لگے کہ اے سعادتمند بیٹے تم اس جَو کی ٹکیا پر افطار کرو اور اس پانی کو پیو۔ چنانچہ آپ نے والدین کی فرمانبرداری کے طور پر جَو کی ٹکیا کھائی اور پانی بھی پیا اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد آپ کو پھر واپس بیت المقدس میں لائے اور آپ ذکر الٰہی اور گریہ وزاری میں مشغول ہوئے اور آپ میں وہ تاثیر پیدا ہو گئی کہ جب آپ نماز میں گریہ وزاری کرتے تو آپ کے ساتھ درخت اور پتھر بھی روتے اور اس حالت کو دیکھکر حضرت زکریا علیہ السلام پھر اسقدر روتے کہ بیہوش ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت یحیٰی خوفِ خدا سے اس قدر روتے رہے کہ آنسوؤں سے اُن کے رخساروں کا گوشت گل گیا۔ اور حق تبارک وتعالیٰ نے اس خوف خدا کے باعث آپکو وہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے کہ آج ہژدہ ہزار عالم میں آپ کی صداقت اور سیادت اور پاکبازی اور حق گوئی کا نقارہ بج رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک بجتا ہی رہے گا۔ سو خوف خدا کیسی عظیم الشان نعمت ہے کہ جس کے باعث عالم دنیا اور عالمِ آخرت میں خدا سے ڈرنے والے کی صداقت اور سیادت اور پاکبازی اور حق گوئی کا نقارہ بجے۔ حق تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس

نعمت سے سرافراز فرماوے۔ آمین۔

اور روایت ہے کہ جب ابلیس ملعون ہوا تو حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیلؑ خدا کے خوف سے بہت ہی گریہ وزاری کرنے لگے تب ارشاد خداوندی ہوا کہ اس قدر گریہ وزاری کا باعث کیا ہے تب عرض کیا کہ ابلیس کے واقعہ سے ہم خوف زدہ ہو گئے ہیں اور تیری لاابالی ذات سے ہم بیخوف اور مطمئن نہیں ہیں تب ارشاد ہوا کہ بیشک میری پاک ذات لاابالی اور بے پرواہ ہے مجھ سے ڈرتے ہی رہنا چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیؑ مرتبہ میرے پاس آئے تو آپ کی یہی حالت تھی کہ خدا کے خوف سے لرزاں تھے۔ اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اے جبرئیل اس کا کیا باعث ہے کہ میں کبھی میکائیلؑ کو ہنستے نہیں دیکھتا یہ سنکر حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ جب سے آگ پیدا کی گئی ہے تب سے آپ نہیں ہنسے ہیں۔ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد چالیس دن تک اسقدر روئے کہ آپ کے آنسوؤں کی تری سے سبزہ نکل آیا۔ تب ندا آئی کہ اے داؤدؑ اسقدر رونیکا سبب کیا ہے۔ اگر تو بھوکا ہے تو روٹی بھیجوں اور اگر پیاسا ہے تو پانی دوں۔ اور اگر ننگا ہے تو کپڑا بھیجوں۔ سو یہ ندا سنکر آپ نے اس شدت سے آہ وزاری فرمائی کہ آپ کی سانس کی گرمی سے لکڑیوں میں آگ لگ گئی۔ اور حق تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آیا اور آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ تب آپنے عرض کیا کہ خدایا میرا گناہ میری ہاتھ کی ہتھیلی پر نقش کر دیا جاوے کہ میں گناہ میں بھول نہ جاؤں چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کا گناہ آپ کی ہتھیلی پر نقش کر دیا۔ پھر تو آپ کا یہ حال ہو گیا کہ جب جب آپ اس نقش کو دیکھتے تب تب بے اختیار روتے۔ اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ آپ کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ ہوتا اور وہ کچھ خالی ہوتا تو آپ کے آنسوؤں سے بھر جاتا۔ اب عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے کہ جب ہمکو

دنیا کے مال اور دولت کی طلب ہوتی ہے تو ہم اس کے حاصل کرنے کے لئے کھیتی کرتے ہیں۔ اور باغ بناتے ہیں۔ اور درخت لگاتے ہیں۔ اور تجارت کرتے ہیں۔ اور خشکی اور تری اور بری اور بحری ہر قسم کے سفر کرتے ہیں۔ اور اس میں صدہا قسم کی تکلیفوں کو اٹھاتے ہیں۔ اور اگر علم کے متعلق کسی مرتبہ کی ضرورت اور طلب ہوتی ہے تو راتوں کو جاگتے ہیں۔ اور اس علم کو یاد کرنے کی محنت اٹھاتے ہیں اور بار بار اس کو پڑھتے ہیں اور خوب یاد کرتے ہیں۔ اسی طرح معاش کی تلاش میں ہر قسم کی کوشش کرتے ہیں۔ اور قسم قسم کی مشقتیں اٹھاتے ہیں مگر ان تمام چیزوں کے حصول میں ایسا نہیں کرتے کہ فقط گھروں میں بیٹھے رہیں اور کہتے رہیں کہ خداوندا ہمکو روزی دے یا کہ کھیتوں میں بہت سا اناج دے یا کہ باغوں میں بہت سے پھول پھل دے لیکن اس ذات پاک سے ہمارے گناہوں کی بخشش اور خوف خدا کے لئے صرف زبان سے ہی اتنی بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمکو بخشدے اور ہم پر رحم فرما مگر بخشش اور رحم کے جو وسائل اور ذریعے ہیں اس کا تو خیال تک نہیں لاتے حالانکہ اس ذات پاک کا ارشاد ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی یعنی انسان کو اسی قدر حصہ ملیگا کہ جو اس نے کمایا ہے۔ سو اس سے زیادہ کیا دوسری مصیبت ہوگی کہ ہم شیطان کے دھوکہ میں آکر غفلت کی نیند سے بیدار نہیں ہوتے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

معلوم ہو کہ خوف کے تین درجے ہیں (۱) ضیعف (۲) قوی (۳) معتدل۔ سو جو معتدل درجہ ہے وہ بہت ہی اچھا ہے اور جو ضعیف ہے وہ اچھا نہیں ہے۔ اور جو قوی ہے اس میں چونکہ موت واقع ہو جاتی ہے یا کہ عقل زائل ہو جاتی ہے اور دوسروں کو اس سے فائدہ نہیں پہنچتا لہذا وہ بھی بہتر نہیں ہے۔ مگر جو ضعیف ہے وہ تو ہر حال میں کم ہے جیسے خدا کے خوف کے ذکر کے وقت چند آنسو ٹپکا کر لاحول ولا قوت الا باللہ پڑھ

لے او تھوڑ یسی دیر میں پھر غفلت کی چادر اوڑھ لے۔ چونکہ انسان جب کسی چیز سے
ڈرتا ہے تو اس سے بھاگتا ہے اور دوری حاصل کرتا ہے۔ مگر جب کسی کو یہ معلوم ہو
جائے کہ اس کی آستین میں بچھو ہے تو ممکن نہیں کہ وہ لاحول پڑھکر چپ ہو رہے
بلکہ وہ فوڑا آستین کو جھٹک دے گا۔ لہذا اللہ والوں نے کہا ہے کہ خائف وہ نہیں۔ جو
روئے اور آنکھوں کو پوچھنے لگے۔ بلکہ خدا سے ڈرنے والا وہ ہے جو اس کام کو ترک
کر دے کہ جسپر سزا ملنے کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ حضرت ذوالنون رحؒ سے کسی نے پوچھا کہ بندۂ
خائف یعنی خدا سے ڈرنے والا کب کہلاتا ہے تب آپ نے فرمایا کہ جب اپنے آپکو
بیمار کی جگہ خیال کرے کہ جو موت کے خوف سے ہر وقت پرہیز کیا کرتا ہو۔
اب اس خوف کی قسموں کو ایک تازیانہ کی مثال پر سمجھو کہ خوف اُس تازیانہ کی مثل
ہے کہ جس کے خوف سے بچے پڑھتے ہیں اور اپنا سبق یاد کرتے ہیں۔ اور جو تازیانہ ایسا
ہو کہ جس کی چوٹ نہ لگے تو ایسی صورت میں نہ تو بچے پڑھیں گے اور نہ اپنا سبق یاد
کریں گے۔ اور جو تازیانہ ایسا قوی ہو کہ بچہ کا بدن پھٹ جائے یا کہ مُنہ ہاتھ ٹوٹ جائے
تو یہ تازیانہ بھی ناقص ہے۔ بلکہ تازیانہ ایسا معتدل ہو کہ بچے کے بدن کو ضرر بھی نہ پہنچائے
اور اس کے خوف سے بچہ اپنا سبق یاد کرلے۔ سو خوف خدا بھی اعتدال کے درجہ پر
ہو کہ گناہ سے باز رکھے اور خدا کی اطاعت پر شوق دلائے۔ اور اس کا ادنی درجہ یہ ہے
کہ ہاتھ اور پاؤں اور آنکھ اور کان اور زبان۔ گناہوں کے کاموں سے رُک جائیں۔ پھر اگر
خوف خدا کے باعث شہوت سے باز آجائے تو اس کا نام عفّت ہے اور اگر حرام سے
باز آجائے تو اس کا نام وَرَع ہے۔ اور اگر شبہات یا ایسے حلال سے باز آجائے کہ جسمیں
حرام کا خوف ہو تو اس کا نام تقویٰ ہے۔ اور اگر صرف قُوت لایموت پر کفایت کرکے
نہ تو سکونت سے زائد مکان بنائے اور نہ تو دنیا کی طرف منہ کو پھرائے بلکہ ہمیشہ خدا
کی یاد ہی کئے جائے تو اس کا نام صدق ہے۔ اور ایسے سعادتمند شخص کو صدیق

کہیں گے۔ خداوندا اس نعمت سے ہمکو بھی سرفراز فرمانا۔
روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو آپنے لوگوں کو باچھیں پھاڑے ہوئے ہنستے دیکھا تب فرمایا کہ میاں اگر لذتوں کی توڑنے والی کو یعنی کہ موت کو اکثر یاد کرتے تو یہ حالت جو میں دیکھ رہا ہوں نہ ہوتی۔ پس لذتوں کی قطع کرنے والی یعنی موت کو بکثرت یاد کیا کرو۔ کیونکہ ہر روز قبر یوں کہتی ہے کہ میں مسافر کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ اور روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مبارک عادت تھی کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو آپ اٹھکر یہ فرمایا کرتے کہ اے لوگو اللہ کو یاد کرو اللہ کو یاد کرو دیکھو زلزلہ ڈالنے والی یعنی موت آپہونچی اس طور پر کہ دوسرا زلزلہ اس کے پیچھے ہے۔
معلوم ہو کہ علمار کرام اور صوفیائے عظام ہمیشہ برے خاتمہ کے خوف سے ڈرتے رہے ہیں۔ چونکہ آدمی کا دل ہمیشہ چکی کی طرح چکر میں ہی رہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ موت کا وقت بڑا ہی کٹھن ہے۔ اس کٹھن وقت میں اس شخص کے لئے بڑی آسانی ہے کہ جس کے دل کی تہ میں اللہ کا ذکر قائم ہو گیا ہو۔ عام اس بات سے کہ اللہ کا ذکر اسم ذات لفظ اللہ سے ہو یا کہ لا الہ الا اللہ سے ہو۔ یہی باعث ہے کہ قرآن اور حدیث اور اقوالِ بزرگانِ دین میں ہر جگہ کثرت سے اللہ کی یاد کرنے کی تاکید ہے۔ اور ضرور ہے کہ جب اللہ کی یاد کثرت سے کی جائے تو اس صورت میں ذکر دل کی تہ میں جم جاتا ہے اور قائم ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ قربان جایئے اللہ والوں کے طریقہ پر کہ فلاح دارین اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے ذکر الٰہی کو دل کی تہ میں قائم کرنے کے لئے کیسے کیسے خوبی بھرے طریقے قرآن اور حدیث سے نکالے ہیں۔ غرضکہ جب دل کی تہ میں اللہ کا ذکر جم گیا اور پھر موت کا وقت آگیا تو وہ ذاکر جان لیگا کہ سبحان اللہ

اب اپنے مذکور اور اپنے مطلوب اور اپنے محبوب کے دیدار کا وقت آگیا۔ سو بڑی ہی خوشی اور بڑی ہی مسرت اور بڑی ہی فرحت کے ساتھ جان دینے کو پسند کرے گا۔ اور یہی خاتمہ بالخیر ہونے کی علامت ہے۔ اَللّٰھُمَّ توفیقا۔

اور معاذ اللہ جس کے دل میں دین کے معاملہ میں کسی قسم کا شبہ ہوتا ہے اس بدنصیب کے لئے موت کا وقت بڑا ہی سخت ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسے ہی لوگوں کا ایمان موت کے وقت سلب ہوتا ہے۔ پھر ایسی بری موت سے مرتے ہیں کہ جس کے تصور سے ہی کلیجہ منہ میں آجاتا ہے چنانچہ ایک مشہور فلسفی اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ مجھے مرنے کے وقت فرشتوں کے حاضر ہونے اور قبر میں مردہ کے زندہ ہونے اور فرشتوں اور جنوں اور جنت اور دوزخ کے موجود ہونے میں بعض ملحدوں کی کتابوں کے مطالعہ سے شبہ پیدا ہوا پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک شب کو ان ملحدوں کی تائید پر قلم چلانے لگا کہ جن چیزوں کو خدا کے کروڑوں مقبول بندے قبول کرتے ہوئے آئے ہیں اور قبول کر رہے ہیں اُن کے انکار پر تیار ہوگیا اور میری ناقص عقل کے اندھے گھوڑے کانٹوں کے اندھیرے جنگل میں دوڑانے لگے پھر جبکہ نیند کا غلبہ ہوا تو قلم کو چھوڑ کر لیٹ گیا۔ اب چونکہ میری قسمت میں بھلائی لکھی ہوئی تھی جس کے باعث فوراً ہی خبردار کیا گیا کہ آنکھ لگتے ہی دیکھتا کیا ہوں کہ دو شخص نہایت ہی بدصورت اور نہایت ہی زور آور اور نہایت ہی قوی ہیکل کہ جنکی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے وہ میرے سرہانے آکر کھڑے ہوگئے اور ایکدوسرے سے کہنے لگے کہ یہ وہی بے ادب ہے کہ جس بات کو لاکھوں پیغمبر اور لاکھوں عارف اور لاکھوں علماء اور لاکھوں صوفیاء اور لاکھوں عابد اور لاکھوں زاہد اور لاکھوں اہل کشف اور لاکھوں روشنضمیر اور لاکھوں قطب اور لاکھوں ابدال اور لاکھوں اوتاد اور لاکھوں محقق اور لاکھوں مدقق اور کروڑں مومن اور کروڑوں مسلم اور کروڑوں عاقل اور کروڑوں فاضل سچے دل سے قبول کرتے

چلے آئے ہوں ایسی چیزوں کے انکار پر اپنے قلم کو چلاتا ہے لہذا ایسے بے ادب لوگ
جس بُری موت سے مرتے ہیں اس کی تلخی اس بے ادب کو بھی چکھاؤ۔ یہ کہکر ایک
بہت بڑی آری کہ جس کے دندانوں کی تیزی سے لوہا بھی پگھل جائے اُسے میرے
حلق پر پھیرانا چاہی تب میں نہایت ہی شدت کے ساتھ چیخ چیخ کر توبہ اور استغفار
کرنے لگا اسوقت کسی نے آواز دی کہ توبہ اور استغفار کے باعث اب اسے چھوڑ
دو چنانچہ میں توبہ اور استغفار پڑھتا ہوا بیدار ہوگیا اور دیکھتا کیا ہوں کہ میرا تمام جسم پسینہ
میں غرق ہے اور میرے گرد میرے مکان کے لوگ ہیبت زدہ کھڑے ہیں اسکے
بعد میں نے غسل کیا اور اس رحمٰن ورحیم کا نہایت ہی خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کیا
اور اپنے بُرے عقیدے سے ہمیشہ کے لئے تائب ہوا۔ اور قرآن اور حدیث
کو سچے معنوں میں اپنا رہبر بنالیا۔ پھر اُس مبارک علم کی جستجو میں ہمہ تن مصروف ہو
گیا کہ جس مبارک علم کی شعاعوں سے سینہ اور دل روشن ہو جاتا ہے اور جس مبارک
علم کی خوشبو سے انسان کا باطن معطر ہو جاتا ہے۔
روایت ہے کہ جب مؤمن دفن کیا جاتا ہے تب قبر اُس سے کہتی ہے کہ اے
مؤمن بطیب خاطر آؤ اور کسی قسم کی فکر نہ کرو یہ تمہارا مکان ہے۔ جبکہ تم میری پشت
پر چلتے تھے تب ہی سے تم میرے نزدیک سب سے زیادہ پیارے تھے۔ پھر جبکہ
آج تم میرے حوالے ہو۔ سو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا کیسا اچھا برتاؤ تم سے ہوتا ہے
اس کے بعد جہاں تک مؤمن کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک اس کی قبر کشادہ ہو جاتی
ہے اور فوراً ہی اُسکے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جبکہ کافر یا فاجر
دفن ہوتا ہے تو قبر اُس سے کہتی ہے کہ نہ تو تجھکو کشائش نصیب ہو اور نہ فرحت اور
اُنس نصیب ہو۔ بیشک جبکہ تو میری پشت پر چلتا تھا تب ہی سے تو میرے نزدیک
سب سے زیادہ بُرا تھا۔ پس آج جبکہ تو میرے حوالے کیا گیا ہے اب تجھے معلوم

ہو جائیگا کہ میرا کیسا بُرا برتاؤ تیرے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر اُس پر قبر یہاں تک تنگ ہو جاتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر ہو جاتی ہیں یہ واقعہ بیان فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی صورت اپنی انگلیوں کو دوسری انگلیوں میں داخل کر کے بتائی۔ پھر اس کو ستر اژدہے قیامت تک ڈستے رہیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قبر یا تو جنت کے باغوں کا ایک باغیچہ ہے یا آگ کے گڑھوں کا ایک گڑھا ہے۔ اللّٰھُمَّ احفظنا۔

اللہ اکبر۔ حضرت عارف باللہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الدلائل علی اللہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ میں چوبیس ہزار انبیاء سے ملا اور اُن سے یہ بات دریافت کی کہ مجھے کوئی ایسا ورد بتلائیں کہ جس سے بندہ مرتے وقت سلبِ ایمان سے محفوظ رہے اور اُس کا ایمان چلا نہ جائے مگر کسی نے نہیں بتلایا یہاں تک کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہی عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندہ مرتے وقت ایمان کی سلامتی کے ساتھ مرے ایسا ورد مجھے تعلیم فرمائیں تب آپ نے فرمایا کہ جبرئیل سے دریافت کر کے بتلاؤں گا۔ پھر جبرئیل نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ سے دریافت کر کے عرض کرونگا۔ جب جبرئیلؑ نے رب العزت جل جلالہ سے دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی اور آمن الرسول۔ اور شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو اور قل اللّٰھُمَّ مالکَ الملکِ الی حساب تک اور سورۂ اخلاص اور معوذتین اور سورۂ فاتحہ کا ورد کیا کرے تو وہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ مرے گا۔ اور سلب ایمان سے محفوظ رہیگا۔

معلوم ہو کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد فقط آیت الکرسی کو ہی وَھُوَ العَلِیُّ العَظِیمُ تک اگر پڑھا کرے تو انشاء اللہ امید قوی ہے کہ ضرور ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس

دنیا سے کوچ کرے گا۔ چونکہ یہ آیت الکرسی دین اور دنیا کی ہر ایک مشکل کے لئے کافی اور وافی ہے۔ چنانچہ ایک شخص کو کوئی ایسی سخت مشکل درپیش ہوئی کہ جس کی مشکل کشائی کے لئے سیکڑوں تدبیریں کی گئیں مگر مشکلکشائی نہ ہوئی اور آخر کو ہر طرف سے ناامید ہو کر اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگا۔ ایک روز عشا کی نماز پڑھکر نہایت ہی مایوسی کی حالت میں روتے ہوئے لیٹ گیا اور جبکہ آنکھ لگ گئی تو دیکھتا کیا ہے کہ آسمان سے زمین تک ایک عظیم الشان نور روشن ہے اور اس نور میں آسمان سے زمین تک ایک عظیم الشان چاندی کی نورانی تختی معلق ہے اور ہزاروں نورانی فرشتے ستاروں کی شکل میں اُس تختی کے چاروں طرف گھوم رہے ہیں اور زور زور سے تسبیح ادا کر رہے ہیں۔ پھر ایک جلیل القدر باعظمت نورانی فرشتہ ہاتھ میں نورانی عصا۔ اور سر پر نورانی تاج اور بدن پر نورانی لباس پہنے ہوئے اس نورانی تختی کے نزدیک حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے اللہ کے بندے غور سے اس نورانی تختی کو دیکھ کہ اس میں کیا کیا لکھا ہوا ہے۔ دیکھا تو اس میں بڑے بڑے نورانی حرفوں سے آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے جس کا ایک ایک حرف سورج کی مثل چمک رہا ہے اور ہر ایک حرف سے نور کے فوارے اڑ رہے ہیں جس کی خوشبو نے آسمان اور زمین کے ملکوت کو مست بنا دیا ہے۔ اس کے بعد وہ باعظمت فرشتہ کہنے لگا کہ اے نمازی کیا اس آیت الکرسی کی عظمت اور اس کی بزرگی اور اس کی خیر اور اس کی برکت اور اس کی حشمت اور اس کی شوکت سے بھی زیادہ تیری مشکل ہے۔ دیکھ یہ ہزاروں نورانی فرشتے اس کے ہی مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ سو جو شخص کہ سچے دل سے اس کا ورد کرتا ہے تو خدا کے حکم سے یہ ہزاروں نورانی فرشتے بھی اُس کی مشکلکشائی کے لئے اپنی ہمت کو صرف کرتے ہیں اور اس کے باطن میں بھی قسم قسم کے تصرفات فرماتے ہیں جس کے باعث اس کا ورد کرنے والا بہت

ہی بلد کامیاب ہو جاتا ہے۔ سو تجھ پر تعجب پر تعجب ہے کہ ایسی عظیم الشان نعمت
ایسی عظیم الشان قوت اور ایسی عظیم الشان خداداد دولت کے موجود ہوتے
ہوئے پھر بھی تو اس کا ورد نہ کرے اور مایوسی کی حالت میں رویا کرے۔ اے
ہماری بیدار ہو جا اور آیت الکرسی کا ورد شروع کر۔ چنانچہ وہ بیدار ہوا اور دیکھتا
کیا ہے کہ اس کا دل آیت الکرسی کو پڑھ رہا ہے۔ پھر وضو کیا اور خدا کے نام سے
ورد شروع کر دیا تو چند ہی روز میں کامیابی کا پھریرا اڑنے لگا۔ پھر تو اپنے کام
کاج سے فارغ ہونے کے بعد تمام اوقات کو اسی ورد میں صرف کرنے لگا
یہاں تک کہ اس آیت الکرسی کی برکت سے اپنے پروردگار کا مقرب بندہ بنگیا
اور ولایت کے تاج سے سرفراز کیا گیا۔

سبحان اللہ آیت الکرسی کا کیا فیض ہے کہ دین اور دنیا کی مشکل بھی دور ہو گئی
اور خدا کی قربت بھی حاصل ہو گئی لہذا کسی درویش نے کیا خوب فرمایا ہے کہ
جس کسی کو یہ منظور ہو کہ میری دین اور دنیا کی مشکل آسان ہو اور خدا کی نزدیکی
حاصل ہو تو ایکسو اور بیس روز تک ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین تین
مرتبہ اول آخر درود شریف اور اکیس اکیس مرتبہ آیت الکرسی کو پڑھے اور اس کا
ثواب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پُرفتوح کو بخشے پھر دعا کرے
کہ خداوندا اس آیت الکرسی کی برکت سے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے وسیلہ سے میری دین اور دنیا کی مشکل آسان فرما اور اپنی نزدیکی عطا فرما
تو انشاء اللہ چالیس روز کے اندر ہی اس مبارک کلام کے فیض کی شعاعیں
پھیلنے لگیں گیں اور ایک روز اس آیت الکرسی کے ورد کرنے والے کے سر پر
کامیابی کا سہرا بندھیگا۔ پھر اگر ہمیشہ کے لئے ورد ہوتا رہے گا تو خدا کے فضل
سے دل بھی معرفت کے نور سے منور ہوتا رہے گا اور جب تک کہ ولایت کے

مرتبہ کو نہ پہنچیگا ہرگز نہ مرے گا یعنی مرنے کے پہلے اس کے سر پر ولایت کا تاج رکھ جائیگا اس کے بعد اس فانی دنیا سے کوچ کرے گا۔ اب خدا کے بندو۔ کیا اس عظیم الشان مرتبہ کے مقابل میں پنجوقتہ نماز کے بعد اکیس اکیس مرتبہ آیت الکرسی کا پڑھا کرنا کوئی مشکل امر ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک ساعت مزدوری کر کے عمر بھر کے لئے دولت حاصل کر لینا۔ مگر اس بابرکت بات پر اُسی کو یقین ہو گا کہ جس کے دل میں خدا کے کلام کا نور ہو گا۔

غرضکہ بُرے خاتمہ کے خوف سے انبیاء بھی لرزتے رہے ہیں چنانچہ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز خواب میں جنت کی سیر کر رہا تھا وہاں ایک ایسے مبارک مقام پر پہنچا جہاں تین سو انبیاءؑ تشریف فرماتے تھے۔ میں نے ان مقدس حضرات سے دریافت کیا کہ جن چیزوں سے آپ حضرات دنیا میں ڈرتے تھے اُن میں زیادہ تر خوفناک کونسی چیز ہے۔ تب سب نے ایک ہی آواز سے یہ فرمایا کہ سب سے خوفناک چیز بُرا خاتمہ ہے۔ چنانچہ حضرت عیسٰی نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ تم لوگ تو گناہ سے ڈرا کرتے ہو اور ہم پیغمبر کفر سے ڈرا کرتے ہیں۔ اور حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ مرید تو اس خیال سے ڈرا کرتا ہے کہ میں کہیں گناہ میں نہ پڑ جاوں اور عارف اس خیال میں لگا ہوا ہے کہ میں کہیں کفر میں نہ پھنس جاؤں۔ اور حضرت سفیانؓ کا جب انتقال کا وقت قریب آیا تب آپ بہت ہی بیقرار ہو کر رونے لگے تب لوگوں نے کہا کہ آپ نہ روئیں کیونکہ خدا کی بخشش آپ کے گناہوں سے بہت زیادہ ہے۔ تب فرمایا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں توحید پر مرونگا تب تو مجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے۔ اگرچہ کتنے ہی پہاڑوں کے برابر میرے گناہ ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ وَ اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ بَلْہٌ یعنی لازم پکڑو بوڑھی

عورتوں کا دین اور اکثر جنت کے مالک بھولے بھالے لوگ ہونگے۔ چونکہ یہی لوگ اہل سلامت ہیں کیونکہ انھوں نے ایمان کی دولت نہ تو عقلی دلیلوں سے حاصل کی ہے اور نہ تو علم کلام اور منطق کے زور سے بلکہ قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب کو سنکر اسلام پر اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر سچے دل سے ایسے مضبوط اور مستحکم ہو گئے کہ یکبارگی پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹل جانا ممکن ہے مگر ان بھولے بھالے لوگوں کا اپنے عقیدہ سے ٹلنا غیر ممکن ہے یہی باعث ہے کہ جو شخص دلیلوں سے دین کی راہ اختیار کرتا ہے اگرچہ وہ متقی اور پارسا ہی کیوں نہ ہو اس سے وہ شخص بدرجہا بہتر ہے کہ جو بھولا بھالا قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب کو سنکر دین پر قائم ہو گیا ہے۔ اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مجھے یوں کہے کہ تو دروازہ کے باہر شہید ہونے کو پسند کرتا ہے یا کہ حجرہ کے اندر مسلمانی پر مرنے کو پسند کرتا ہے تو میں حجرے کے اندر مسلمانی پر مرنے کو پسند کرونگا۔ کیونکہ خدا معلوم میرا اسلام گھر کے باہر رہے یا نہ رہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی کیا حالت ہو کہ جو دریا میں غوطہ کھا رہا ہو اور اس کی کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہ ایک تختے پر رہ گیا ہو تب اس نے کہا کہ وہ تو سخت مصیبت میں ہوگا فرمایا بس یہی حال میرا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دوزخ سے ایک شخص کو ہزار برس کے بعد نکالیں گے (اے کاش کہ وہ شخص میں ہی ہوتا۔ سو یہ کلمہ آپ نے انجام بخیر نہ ہونے کی وجہ سے فرمایا کہ کہیں ہمیشہ ہی دوزخ میں رہنا نہ پڑے۔ اور امام نسفیؒ اپنی کتاب زہرۃ الریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیامت کے خوفناک میدان میں ایک ایسا شخص لایا جائیگا کہ جس کے سر پر گناہوں کا بیحد انبار ہوگا۔ اس کے بارہ میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوگا کہ اس کو دوزخ میں جھونک دو۔ اسوقت

اس کی آنکھوں کی پلکوں کا ایک بال نہایت ہی ادب کے لہجہ میں عرض کریگا
کہ خداوندا تیرے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
تھا کہ جو خدا کے خوف سے روئے گا تو خدائے تعالیٰ اس کے جسم کو دوزخ کی آگ
پر حرام کردے گا۔ چنانچہ ایک دن تیرے خوف سے اس کی آنکھوں میں پانی
آیا تھا اور تیری ذات پاک سے یہ چیز پوشیدہ نہیں ہے کہ اس کی آنسوؤں کی تری
مجھے بھی پہنچی تھی۔ اب اگر تو اسے عذاب دینا چاہے تو مجھے اس کی پلک سے
الگ کردے۔ تب ارشاد ہوا کہ تو کیوں اس گنہگار کی بخشش کی درخواست نہیں
کرتا۔ تب عرض کرے گا کہ الٰہی تیرے خوف کے مارے درخواست نہیں کرتا۔
پس اسوقت حق تعالیٰ کی رحمت کا دریا امنڈ آئے گا اور فوراً ہی اس کے سر پر
بخشش کا نورانی تاج پہنایا جائے گا۔ تب حضرت جبرئیل ایک وسیع میدان میں
چاروں طرف پکار پکار کر آوازیں دیں گے کہ لوگو اپنے پروردگار کی رحمت پر خیال
کرو کہ فلاں شخص صرف خوف خدا سے اپنی آنکھوں میں پانی بھر لانے کے باعث
بخشا گیا۔ اور صرف ایک ہی بال نے نجات دلوائی۔ اور اسی طرح قرطبیؒ فرماتے ہیں
کہ بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا کافر بادشاہ تھا۔ اتفاقاً اس پر ایک ولی کامل کا گذر
ہوا اور آپ نے قسم کھائی کہ جب تک اس کافر بادشاہ پر اسلام کی خوبی اور توحید کی
برکتیں ظاہر نہ کروں تب تک اس شہر سے کبھی نہ نکلوں گا۔ چنانچہ آپ نے
بادشاہ کے دربار میں جاکر اسلام کی خوبیاں اور توحید کی برکتیں بیان فرماکر بادشاہ
کو مسلمان ہونے کا حکم فرمایا۔ تب بادشاہ نے کہا کہ اگر میں خدا سے ڈروں اور
مسلمان ہو جاؤں تو خدا کے دربار سے مجھے کیا صلہ عنایت ہوگا۔ آپ نے فرمایا
کہ جنت۔ بادشاہ نے کہا اس کی کون ضمانت دیسکتا ہے۔ فرمایا کہ میں اس بات
کا ضامن ہوں۔ چنانچہ بادشاہ مسلمان ہوگیا اور جبکہ اُسنے وفات پائی تو دفن

کرنے کے بعد بادشاہ نے اپنا ہاتھ قبر سے باہر نکالا جس میں نہایت ہی سبز رنگ کا ایک نورانی کاغذ تھا اس میں نور کی سیاہی سے لکھا ہوا تھا کہ خدا نے مجھے اپنے عذاب سے بیخوف کردیا اور بخشش کے تاج سے سرفراز فرمادیا اور میرے گناہوں کو رحمت کے پانی سے دھودیا اور جنت کے سرسبز باغات میں داخل فرمادیا۔ کیونکہ میرے لئے فلاں شخص کی ضمانت مقبول ہوگئی۔ چنانچہ یہ حیرت انگیز واقعہ کو دیکھکر تمام لوگ اُس اللہ کے ولی کی طرف دوڑے اور اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے اور آپ سے اپنی بخشش کے لئے ہر ایک نے ضمانت لی جس معنی کر آپ کو لوگ ذُوالکِفل کہنے لگے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز چار عارف حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں ایک چھلکتا ہوا شہد کا پیالہ پیش کیا جسمیں ایک بال پڑا ہوا تھا۔ تب اُن میں سے پہلا شخص بولا کہ عقل اس پیالہ سے زیادہ صاف اور شفاف ہے اور علم کی بامزہ چاشنی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور سچائی اس بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور دوسرا بولا کہ جنت اس پیالہ سے زیادہ صاف ہے۔ اور اس کی نعمتیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں۔ اور پلصراط بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور تیسرا بولا کہ مؤمن کا دل اس پیالہ سے زیادہ صاف ہے۔ اور خدا کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اور سچ بات بال سے زیادہ باریک ہے اور چوتھے نے کہا کہ اسلام اس پیالہ سے زیادہ شفّاف ہے۔ اور تنہائی میں خدا کی یاد شہد سے زیادہ میٹھی ہے اور تقویٰ بال سے زیادہ باریک ہے۔ پھر حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اے خدا کے بندو۔ خدا کی معرفت اس پیالہ سے لاکھوں درجہ زیادہ صاف ہے اور خدا کی محبت بے حساب اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اور خدا کا خوف بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور اسی طرح کتاب نرجس القلوب میں ہے کہ

پہلے زمانہ میں ایک ایسا گنہگار شخص تھا کہ جس کی عمر کا اکثر حصہ معصیت آلٰہی میں گذرا تھا
کہ رات اور دن خدا کی نافرمانی کے سوا اُس کا اور کوئی کام نہ تھا۔ ایک دن اس نے
اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے خیال میں کوئی ایسا نیک شخص موجود ہے جو خدا کی
جناب میں میرے گناہوں کی معافی کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ چونکہ خدا کے خوف
سے اب میرا دل کانپ رہا ہے۔ عورت نے کہا کہ تو اس لفظ کو زبان تک نہ لا چونکہ
چھوٹا یا بڑا کوئی گناہ تجھسے باقی نہیں رہا ہے اور بخشش کی کوئی سبیل بظاہر دکھائی نہیں
دیتی۔ یہ سنکر وہ شخص جنگل کی طرف چلا گیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگا کہ
آسمان تو ہی مجھ گنہگار کے لئے سفارش کر۔ اور اسی طرح اے زمین تو بھی مجھ
گنہگار کے حال پر رحم کر۔ سو یہی کہتا ہوا زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور فوراً ہی حق
تعالیٰ کا رحمت کا دریا جوش میں آیا اور ایک فرشتہ نے اُسے زمین سے اُٹھایا اور مُنہ
سے خاک پوچھی اور کہنے لگا کہ اے سعادتمند خوش ہو جا کہ حق تبارک و تعالےٰ
نے تیری توبہ قبول فرمائی اور تو اپنی میٹھی مراد کو پہنچ چکا۔ تب اُسنے کہا کہ مجھے میٹھی
مراد تک کس نے پہنچایا کہا کہ تیرے خوف نے یعنی خوفِ خدا کے باعث تو اپنی
میٹھی مراد کو پہنچا۔ اور اسی طرح علائی سورۂ یوسف کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ
حضرت فضیلؒ کا پیشہ راہ ماری اور لوٹ مار کرنے کا تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ وہ
اپنے غلام کی گودی میں سر رکھے ہوئے لیٹ رہے تھے کہ اسیوقت ایک قافلہ ظاہر
ہوا اور چونکہ قافلہ والوں کی آپ کے اوپر نظر پڑی تو آپسمیں کہنے لگے کہ خدا خیر کرے
دیکھو وہ لٹیرے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تب اُن قافلہ والوں سے تین اہل اللہ جو
قرآن کے قاری بھی تھے وہ فرمانے لگے کہ خوف نہ کرو دیکھو ہم اس لُٹیرے پر تین
تیر برساتے ہیں اگر کارگر ہو گئے تو بہتر ورنہ ہم پلٹ چلیں گے۔ چنانچہ انمیں
سے ایک نے یہ تیر پھینکا کہ اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ

یعنی کیا ایماندار وں پر وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر الٰہی سے اُن کے دل کپکپا اٹھیں۔ سو اس مبارک کلام کی وہ تاثیر پیدا ہو گئی کہ حضرت فضیلؒ چیخ اٹھے اور کہنے لگے کہ مجھے خدا کا تیر لگ گیا اور میرا دل خدا کے خوف سے کپکپا اٹھا۔ پھر دوسرے صاحب نے یہ تیر پھینکا کہ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ یعنی کہ تم خدا کی طرف رجوع کرو کیونکہ میں اس کی طرف سے تمہیں صاف صاف ڈراتا ہوں۔ سو اس مبارک کلام کی تاثیر سے حضرت فضیلؒ پہلے سے بھی زیادہ چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ اس تیر نے کلیجہ پھاڑ دیا۔ پھر تیسرے صاحب نے یہ تیر پھینکا کہ وَاَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ یعنی اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور عذاب کے آنے سے پہلے اسلام لاؤ کیونکہ پھر اسوقت تمہیں مدد نہ ملیگی۔ سو اس تیر کے لگتے ہی حضرت فضیلؒ نے ایک بہت بڑی دردناک آواز نکالی۔ اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ یاروان تین اہل اللہ کے تین تیروں نے میرے جگر کو خوف خدا سے لبریز کر دیا اب میں تمہارے کام کا نہ رہا اور نہ تم میرے کام کے رہے لو یہ اخیر سلام ہے یہ فرماتے ہوئے آپ مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جبکہ آپ مکہ معظمہ میں پہنچے تو وہاں ہارون رشید سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے کہا کہ اے فضیلؒ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بلند آواز سے یہ کہہ رہا ہے کہ خبردار فضیلؒ کا سینہ خدا کے خوف سے لبریز ہو چکا ہے اور وہ ہمہ تن اپنے رب کی طرف متوجہ ہو چکا ہے۔ یہ سنکر حضرت فضیلؒ زار زار رونے لگے اور کہنے لگے کہ خداوندا کیا وہ غلام اب بھی نافرمانی کرے گا جو چالیس سال تک آقا سے بھاگتا پھرا ہو۔ اور نافرمانی کرتا رہا ہو۔ یارب یارب یارب اپنی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما۔

الحاصل بامراد ہوا وہ شخص جس نے سب قسم کی کمال درجہ کی پاکی حاصل کی

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ پھر کمال درجہ کی پاکی حاصل کرنے کے بعد اپنے پروردگار کا نام تکبیر تحریمہ میں لیا۔ اسی طرح اپنے پروردگار کا نام قرأت اور تسبیح اور تشہد میں لیا اور اپنے دلکو نماز میں حاضر رکھا۔ اور نماز کے وقتوں کے علاوہ اپنی زبان اور اپنے دل کو اپنے پروردگار کی یاد سے تر رکھا۔ اور یاد الٰہی کی کثرت سے عرفان الٰہی کے نورانی شجر کو تروتازہ کیا فَصَلّٰى پھر نماز پڑھی یعنی اپنے ہر ہر اعضا سے یاد الٰہی کر کے اپنے منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اس طور پر کہ نماز میں اپنے تمام اعضاء کو اپنے مالک کی طرف متوجہ کیا۔ اب اس مقام پر حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کہ جو حضرت خواجہ سید شاہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى سے مرشد کامل کی توجہ لینے اور اپنے نفس کو بری صفتوں سے پاک کرنے کی طرف اشارہ ہے اور وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ سے ہمیشگی کے ساتھ ذکر لسانی اور ذکر قلبی اور ذکر روحی اور ذکر سری کرنے کی طرف اشارہ ہے اور فَصَلّٰى سے مشاہدہ حق یعنی دل سے حق تعالیٰ کی تجلیات کے دیکھنے کا درجہ حاصل کرنے کی طرف اشارہ ہے اور الصلوٰۃ معراج المومنین کے بھی یہی معنیٰ مشاہدہ حق کے ہیں۔ خداوندا یہ نعمت ہم کو بھی نصیب فرمائیو بحق اللھم انی اسئلک باسمك اللہ اللہ اللہ اللہ لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم۔

اور اکثر فقہا ان تینوں سے نماز کی شرطیں اور نماز کے ارکان مراد لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى سے طہارت کی طرف اشارہ ہے۔ اب وہ طہارت خواہ وضو ہو یا غسل ہو یا تیمم ہو۔ اور وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ سے تکبیر تحریمہ کی طرف اشارہ ہے اور فَصَلّٰى سے نماز ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

اور جبکہ ان آیتوں سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ خدا کے عذاب سے نجات کا حاصل ہونا
اور انعامات الٰہی کا پانا تین چیزوں پر موقوف ہے۔ یعنی پاکی اور ذکر الٰہی۔ اور نماز
تو اب اس موقعہ پر اگر کافر اس بات کا شبہ کریں کہ پاکی اور ذکر الٰہی۔ اور نماز
کی تم جو کچھ خوبیاں بیان کرتے ہو یہ خوبیاں کیوں ہماری عقلوں میں نہیں سماتیں
اور کیوں ہماری طبیعتیں اس طرف متوجہ نہیں ہوتیں اور کیوں ہم پاکی اور ذکر الٰہی
کو چھوڑ کر ناپاکی اور ذکر الٰہی سے بے پرواہی اور نماز سے روگردانی کو اختیار کرتے
ہیں۔ اور کیوں ہم سے فلاح کی راہ پوشیدگی میں ہے۔ حالانکہ ہم کچھ بے عقل اور
پاگل تو نہیں ہیں۔ جس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان تمام خوبیوں سے
محرومی کا باعث یہی ہے کہ تم نے اپنے ذہن میں دنیا کی خوبیوں کو جما رکھا ہے
اور دنیائی فانی لذتوں پر مرمٹے ہو۔ اور آخرت کی نعمتوں اور اس کی زندگانی پر
دنیائی نعمتوں اور اس کی زندگانی کو ترجیح دیتے ہو۔ ایسی صورت میں آخرت کی
زندگانی کو کب تم اختیار کرسکتے ہو بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بلکہ تم تو دنیا
کی زندگانی کو آخرت کی زندگانی پر اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ دنیا کی زندگانی ہرگز
اس قابل نہیں ہے کہ اس مردار کو آخرت کی زندگانی پر ترجیح دیجائے۔ کیونکہ
وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ اور آخرت اچھی ہے کہ اس میں نیکی ہی نیکی ہے۔ اور بدی کو اس
میں بالکل گنجائش ہی نہیں ہے۔ اسی طرح آخرت کی نعمتیں ایسی ہیں جس میں رنج اور
غم کو دخل نہیں ہے۔ بخلاف دنیا کی نعمتوں کے چونکہ دنیا کی کوئی بھی ایسی نعمت
نہیں ہے جس میں رنج اور غم کی ملاوٹ نہ ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دنیا ایک
روز فنا ہونے والی ہے اور آخرت باقی ہی باقی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَّ
اَبْقٰی اور ہمیشہ ہے وہاں کی نعمت کیونکہ دنیا کی زندگانی اگر طویل اور بہت ہو
تب بھی تو ایک دن فنا ہونے والی ہے۔ اور سبحان اللہ آخرت کی زندگانی کو تو

بقا ہی بقا ہے۔ اس طور پر کہ فنا کا کھٹکا تک نہیں ہے۔ البتہ دنیا کی زندگانی سے یہ
غرض ضرور ہے کہ اس دنیا کو آخرت کا وسیلہ کریں۔ چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے
اس لئے اللہ والوں نے کہا ہے کہ یہ دنیا گویا کہ ایک جلتا ہوا گھر ہے۔ سو جو کچھ
جلتے ہوئے گھر سے ہاتھ لگے اس کو غنیمت سمجھکر نکال لے۔ یعنی اس دنیا میں جو بھی
وقت خدا کی یاد اور اس کی بندگی کا ملے اس کو غنیمت جانکر نیکیوں کو کمائے۔ اب
جو عاقل ہوگا وہ باقی کو قبول اور اختیار کریگا۔ اور جو بے عقل ہوگا وہ فانی کو اختیار
کریگا۔ مگر یہ تو یاد رہے کہ کامیابی کا سہرا باقی کو اختیار کرنے والے کے سر رہیگا۔
یعنی خدا کا طالب کامیاب ہوگا اور دنیا کا طالب برباد ہوگا۔

اور یہ بات جو ہمنے کہی ہے کہ آخرت کی طرف اپنے دل کو لگاؤ۔ اور دنیا کی
طرف سے اپنے دل کو ہٹاؤ۔ چونکہ دنیا کی بہ نسبت آخرت کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے
والی ہیں۔ سو اس بات کو ثابت کرنے کے لئے اگلی کتابوں کی دلیل فرماتے ہیں
اِنَّ ھٰذَا تحقیق یہ مضمون یعنی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی سے اَبْقٰی تک لَفِی الصُّحُفِ
الْاُوْلٰی البتہ اگلی کتابوں میں بھی اس کا بیان کیا گیا ہے صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی
حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کے صحیفوں میں جو ان پر آسمان
سے نازل ہوئے تھے۔ سو سبحان اللہ حضرت ابراہیم ؑ کے کچھ صحیفے اب تک موجود
ہیں۔ جن میں قسم قسم کی نصیحتیں پائی جاتی ہیں انمیں سے بعض نصیحتیں یہ ہیں کہ

اے آدم کے بیٹے عاقل کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو بری باتوں سے بچائے اور
اپنے کام پر بالکل لگا ہوا رہے۔

اے آدم کے بیٹے روزی کا غم نہ کھا۔ جب تک کہ میرا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ اور یہ
تو ظاہر ہے کہ میرا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔

اے آدم کے بیٹے کسی ظالم بادشاہ اور کسی ظالم امیر سے مت ڈر جب تک کہ میری سلطنت

ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ میری سلطنت ہمیشہ کے لئے ہے۔

اے آدم کے بیٹے میرے موجود ہوتے ہوئے تو کسی سے محبت مت کر اور نہ کسی چیز کو کسی سے مانگ بیشک جب تو مجھے چاہیگا تب پائیگا۔

اے آدم کے بیٹے میں نے سب چیزیں تیرے ہی لئے بنائی ہیں۔ اور تجھکو میرے لئے بنایا ہے۔ تجھے لازم ہے کہ دوسروں کے در پر ذلیل نہ ہو۔

اے آدم کے بیٹے میں جس طرح تجھسے کل کی عبادت آج نہیں چاہتا اسی طرح تو بھی کل کی روزی آج مت چاہ۔

اے آدم کے بیٹے جس طرح میں سات آسمان اور عرش و کرسی اور سات زمین کے پیدا کرنے سے تھک نہیں گیا اسی طرح تیرے پیدا کرنے اور روزی دینے اور پرورش کرنے سے تھک نہیں جاؤنگا۔ تو بے فکر رہ بیشک میں تیری پرورش کروں گا اور روزی پہنچاؤں گا۔

اے آدم کے بیٹے جس طرح میں تیری روزی کو اپنے وقت پر برابر پہنچاتا رہتا ہوں اسی طرح تو بھی میری عبادت کو اپنے وقت پر برابر ادا کیا کر۔

اے آدم کے بیٹے جس قدر میں نے تیری قسمت میں لکھدیا ہے اُس سے زیادہ تجھکو ملنے والا نہیں۔ تو میرے لکھے ہوئے ہی پر راضی رہ اور نفس اور شیطان جو تجھے بڑی بڑی آرزوئیں دلاتے ہیں ان کی طرف مائل نہ ہو۔

اے آدم کے بیٹے میں تجھے چاہتا ہوں سو تو بھی مجھے چاہا کر۔ اور میری محبّت سے اپنے دل کو لبالب کر۔

اے آدم کے بیٹے جب تک کہ تو پلصراط سے گذر کر جنت میں داخل نہ ہو جائے تب تک میرے غصّہ سے بے پرواہی نہ کر۔

اے آدم کے بیٹے کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ تو اپنے نفس کی رضامندی

کی خاطر مجھسے رنجیدہ ہوتا ہے۔ مگر میری رضامندی کی خاطر اپنے نفس پر غصہ۔۔ رنجیدہ نہیں ہوتا۔

اے آدم کے بیٹے اگر تو میری لکھی ہوئی چیز پر راضی ہو جائے تو بیشک تو اپنے آپ کو عذاب سے چھڑالیگا۔ اور اگر تو اس پر راضی نہ ہوا تو تیرے نفس کو تجھپر مقرر کردوں گا۔ کہ تجھ کو جانوروں کی طرح جنگلوں میں دوڑاتے پھریے مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ جس قدر میں نے مقدر کردیا ہے اس کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

علم کی برکتیں۔ اَللّٰھُمَّ یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ الخ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نائبوں پر حق تعالیٰ کی رحمت ہو۔ تب لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے نائب کون ہیں آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو میرے طریق کو پسند کرتے ہیں اور اس طریق کی اللہ کے بندوں میں تعلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک درویش نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں ایک عریضہ لکھا کہ صحابہ کرام صرف ایک ہی وقت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ پاک اور ایک ہی وقت کی تعلیم پاک اور ایک ہی وقت کی نگاہِ پاک سے قطب الاقطاب کے درجہ سے بھی اعلیٰ درجہ پر جا پہونچے۔ سو آپ کی وہ کیا تعلیم تھی۔ اور اس میں راز کیا تھا اور ایک ہی لمحہ میں کفر کی گندگی کا اسلام کی نورانیت کے ساتھ بدل جانا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اُس وقت اس عریضہ کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر جب کہ وہ درویش ایک عرصہ کے بعد آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تب آپ نے

مراقبہ فرما کر اُن درویش کے دل پر ذکر کے انوار کی وہ نور پاشی کی اور ان کے دل پر ذکر کے انوار کا ایسا فوارہ چھوڑ دیا کہ فوراً ہی اُن پر بے خودی کا عالم ایسا طاری ہو گیا کہ ہو حق ہو حق ہو حق کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے بہوش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ان کو ہوش میں لا کر آپ نے فرمایا۔ کہ اے بھائی دیکھو یہ جو کچھ کہ تم نے اپنے باطن میں باطنی نعمت اور ذکر کے انوار اور ایمان کی روشنی کا مشاہدہ کیا جس کے باعث تمہاری حالت بدل گئی۔ اور تم ہو حق کے نعرے لگاتے ہوئے بیہوش ہو گئے سو یہ نعمت تو اسی علم کا ایک چھوٹا سا قطرہ ہے۔ جو ایک ہی وقت اور ایک ہی ساعت اور ایک ہی لمحہ اور ایک ہی نگاہ میں اس نعمت کے لبالب جام سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام کے باطن کو منور اور سیراب فرما کر ایمان کی دولت سے مالا مال اور سیراب فرما دیتے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی آپ کی فیض صحبت سے اس نورانی لبالب جام کو فوراً ہضم بھی فرما جاتے تھے۔ اور صحابہ کرام آپ کی پاک تعلیم کی برکت سے ایسے تو اعلیٰ ظرف تھے کہ اس اپنی باطنی نعمت اور باطنی برکت اور باطنی نورانیت اور باطنی پے درپے تجلیات سے کسی کے دل پر اس کا خیال تک آنے نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آج بھی بڑے بڑے عاقل اس راز سے واقف نہیں ہیں۔ سوائے درویش جبکہ اپنے غلاموں کا غلام ایک ہی نظر میں تمہارے دل کو ذکر انوار سے منور کر دے۔ اور ایک ہی لمحہ میں تمہارے باطن کو ایمان کے نور سے چمکا دے۔ اور تمہارے باطن میں اپنی روحانی طاقت سے تصرف فرما کر تمہاری حالت کو بدل دے۔ تو اس سلطان العارفین سِرَاجُ السَّالکین مُرَادُ الْمُرِیْدِیْن محبوب رب العالمین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فیض صحبت کا کیا ٹھکانا ہے کسی

میں طاقت نہیں ہے کہ آپ کی فیضِ صحبت کا شمار کر سکے کہ جس مبارک ذات کے سینہ پاک سے ظاہری اور باطنی فیض اور علم لدنی کے صدہا بے کنار سمندر موجیں مار رہے ہوں جس کا ایک چھوٹا سا قطرہ بھی آخرت کے توشہ کے لیے کافی ہو۔ اے درویش اب تمہیں تشفی ہو گئی ہوگی کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لمحہ بھر کی صحبت سے اور آپ کی لمحہ بھر کی تعلیم سے صحابہ کرامؓ لمحہ بھر میں قطب الاقطاب کے درجہ سے بھی اعلیٰ درجہ پر جا پہونچے تھے اَللّٰھُمَّ ارزقنا بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آمین۔

اور اسی طرح ایک روز حضرت قطب الاقطاب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ممبر پر تشریف فرما کر معارفِ الٰہی اور اسرار الٰہی اور نور الٰہی اور تجلیات الٰہی کی بڑے ہی زور و شور کے ساتھ درِ افشانی کر رہے تھے۔ اور اس وقت صدہا قدسی صفات خدا کے بندے اس علم کی مٹھاس سے مست بنے بیٹھے تھے۔ کہ اس اثنار میں حضرت خضر علیہ السّلام کا وہاں سے گذر ہوا۔ تب آپ نے فرمایا اے اسرائیلی بھائی کچھ لمحہ کے لئے محمدی ؐ فیض کا تو مشاہدہ کرو۔ کہ جس نے فرش سے لیکر عرش تک کو چمکا دیا ہے۔ اور محمدی کلام کو تو کچھ دیر کے لئے سنو کہ جس کی حلاوت اور صداقت اور نورانیت پر آسمان سے فرشتے بیخود بنے ہوئے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خضرؑ محمدیؐ کلام کی صداقت اور نورانیت سے نہایت ہی مسرور ہوئے۔ اور محمدی کلام کی مٹھاس پر سو سو جان سے فدا ہوتے ہوئے اس نورانی مجلس سے رخصت ہوئے۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔

معلوم ہو کہ یہ جو تمام باطنی نعمتیں اور باطنی برکتیں اور باطنی فیوضات ہیں وہ سب کے سب شریعت کے نورانی احکام کی پابندی کے ثمرات اور پھل ہوا کرتے ہیں۔ یعنی جب سچے دل سے شریعتِ پاک کے مبارک احکاموں کی پیروی کیجاتی ہے

تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل پر آہستہ آہستہ باطنی نعمت اور باطنی برکت
اور باطنی فیض کا دروازہ کھلنے لگتا ہے۔ اگر اُسے اپنی زندگی میں کسی مصلحت کے
باعث دروازہ کھلنا معلوم نہ ہو تو بالکل اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ چونکہ ایسے
لوگوں کا سینہ ان کی موت کے وقت گنجینۂ معرفت بنایا جاتا ہے۔ پھر روح قبض کی
جاتی ہے۔ چونکہ معرفت کے نور میں اس قدر سرور ہے کہ جس کا تحمل قطب اور
ابدال اور اوتاد اور مجدد اور قطبِ مدار اور قطبِ ارشاد اور اولیاء کاملین کے
سوا اور لوگوں پر مشکل ہے۔ لہٰذا عوام کو ان کی موت کے وقت شریعت کے نورانی
احکام کی پابندی کے نورانی پھل یعنی معرفت کی دولت اور باطنی نعمت عطا
کی جاتی ہے۔ جس کی خوشی اور سرور میں اپنے پروردگار کو اپنی جان اس طور پر
حوالہ کر دیتا ہے جیسے کہ مشک کے اندر سے آسانی کے ساتھ پانی کا قطرہ ٹپکتا ہے
غرضکہ درخت کے بونے سے مقصود بھی پھل ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور جس قدر درخت
کی دیکھ بھال زیادہ کی جاتی ہے اسی قدر پھل بھی زیادہ عمدہ آتے ہیں۔ پھر جب کہ
درخت ہی نہ ہو یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکاموں
کی پابندی ہی نہ ہو تو پھل کی یعنی عرفان الٰہی اور باطنی نعمت کی کیسے امید ہو سکتی
ہے۔ اور جبکہ مقصود درخت سے پھل ہوئے تو جس قدر اللہ اور اسکے رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی کلام کی زیادہ پابندی اور زیادہ دیکھ بھال ہوگی
اسی قدر باطنی برکتیں اور باطنی نعمتیں زیادہ حاصل ہونگیں۔ یہی باعث ہے کہ اولیاء
کاملین اور صوفیاء واصلین سب سے زیادہ شریعت کے پابند ہیں اور سب سے
زیادہ عالم بھی ہیں۔ کہ جن کے سینے گنجینۂ معرفت ہیں اور جن کی عقلیں علم کے
نور سے منور ہیں۔ اللّٰھم ارزقنا

اور سبحان اللہ علم ایسی بابرکت چیز ہے کہ جس سے انسان بادشاہت کے تاج

سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ چنانچہ معتبر تفسیروں میں ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام
کی عمر قریب الاختتام پہنچی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حق تبارک وتعالیٰ کی طرف
سے ایک صندوق حضرت داؤدؑ کے پاس لائے اور کہنے لگے کہ اپنے تمام بیٹوں
کو بلاکر پوچھو کہ اس صندوق میں کیا ہے۔ سو جو کوئی ان میں سے برابر جواب دیوے
اُسے حق تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خلافت اور بادشاہت عنایت ہوگی اُس
وقت حضرت داؤدؑ کے بارہ یا انیس بیٹے تھے۔ اور ہر ایک بیٹا ریاست اور خلافت
کا دعویدار تھا۔ چنانچہ آپ نے تمام بیٹوں کو جمع فرماکر دریافت کیا مگر کسی نے
جواب نہیں دیا۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس صندوق میں
ایک انگوٹھی اور ایک کوڑا اور ایک مہر کیا ہوا خط ہے تب حضرت داؤدؑ نے
صندوق کھولا تو وہی نکلا جو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا۔ تب حضرت جبرئیلؑ نے
فرمایا کہ یہ انگوٹھی جنت کی ہے۔ اس کے ذریعہ جو کچھ چاہے حاصل ہوتا ہے۔ اور
اور یہ کوڑا دوزخ کا ہے۔ جس کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس کوڑے والے کا کہنا نہ مانے تو اُس
کو یہ کوڑا سزا دیوے۔ اور یہ جو خط ہے اس میں پانچ سوال ہیں۔ ان کا جواب اپنے
بیٹوں سے پوچھو۔ سو جو کوئی جواب باصواب بیان کرے وہ شخص مالک وروارث
قرار پاوے۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے سب بیٹوں کو بلایا۔ اور ساتھ میں بنی اسرائیل
کے علماؤں کو بھی بلایا۔ اور سوال کیا کہ ایمان[1] اور محبت[2] اور عقل[3] اور شرم[4] اور بدن[5]
کی قوت کس جگہ ہے۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ تب حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ ایمان
اور محبت یہ دونوں چیزیں دل میں ہیں۔ اور عقل کا مقام سر میں ہے اور شرم کی جگہ
آنکھوں میں ہے۔ اور بدن کی قوت ہڈیوں میں ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام
نے تازیانہ یعنی کوڑا اور انگوٹھی حضرت سلیمانؑ کو عنایت فرماکے تخت سلطنت
پر بٹھلایا۔ اور دوسرے دن آپ نے وفات پائی۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ ان پانچ سوالوں کے علاوہ بارہ سوال اور بھی تھے سو ان کا بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب باصواب فرمایا۔ اور وہ بارہ سوال یہ ہیں کہ سب سے زیادہ شیریں اور سب سے زیادہ بری چیز دنیا میں کیا ہے۔ اور آسمان اور زمین سے کشادہ چیز کیا ہے۔ اور دنیا میں تونگر کون ہے۔ اور پتھر سے زیادہ سخت اور آگ سے زیادہ گرم کون ہے۔ اور دنیا میں آبادی زیادہ ہے یا ویرانی۔ اور موت سے زیادہ تر دہشت والی کون چیز ہے۔ اور بنی آدم پر غالب کونسی چیز ہے۔ اور دنیا میں مرد زیادہ ہیں کہ عورتیں۔

جس کا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ تلخ درویشی ہے۔ اور سب سے زیادہ شیریں تونگری ہے۔ اور سب سے بدتر لوگوں کو دکھ پہنچانے والا ہے۔ اور آسمان و زمین سے زیادہ فراخ حق انصاف کا کرنا ہے اور دنیا میں تونگر قناعت کرنے والا ہے۔ اور پتھر سے زیادہ سخت کافر کا دل ہے۔ اور آگ سے زیادہ گرم نا امیدی ہے۔ اور دنیا میں آبادی سے ویرانی زیادہ ہے۔ اور موت سے زیادہ تر ہول جھوٹ بات کی خجالت میں ہے۔ اور بنی آدم پر غالب انکا پیٹ ہے۔ اور مرد سے زیادہ عورتیں ہیں۔

اور مواہب میں ہے کہ اس نامۂ غیب میں یہ سوال لکھے تھے کہ بنی آدم سے زیادہ تر قریب اور بنی آدم سے زیادہ تر بعید کیا چیز ہے۔ اور سب سے زیادہ پیاری اور سب سے زیادہ وحشتناک کیا چیز ہے۔ اور دو چیزیں قائم۔ اور دو چیزیں مختلف اور دو چیزیں ایک دوسرے کی خلاف کون ہیں۔ اور وہ چیز کون ہے جس کا آخر اچھا ہے۔ اور وہ چیز کون ہے جس کا آخر برا ہے۔ چنانچہ ان سوالوں کا جواب بھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی دیا۔ کہ سب سے زیادہ قریب چیز آخرت ہے اور سب سے زیادہ بعید چیز دنیا کی حشمت اور دنیا کی عزت ہے۔ اور سب سے زیادہ

پیاری چیز انسان کا بدن ہے جس میں روح ہے۔ اور سب سے زیادہ خشتناک مردہ کا بدن ہے۔ اور جو دو چیزیں قائم ہیں وہ آسمان اور زمین ہیں۔ اور جو دو چیزیں مختلف ہیں وہ رات اور دن ہیں۔ اور جو دو چیزیں ایک دوسرے کی خلاف ہیں وہ موت اور زندگی ہیں۔ اور وہ کام جس کا آخر اچھا ہے وہ غصہ کے وقت تحملی ہے۔ اور وہ کام جس کا آخر برا ہے وہ غصہ کے وقت بے تحملی ہے۔ غرض کہ بنی اسرائیل کے علماء اور اکابر بنی اسرائیل حضرت سلیمانؑ کی علمیت اور آپ کے حکیمانہ کلام سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اور علم کی برکت سے آپ حضرت داؤدؑ کے ولیعہد قرار دئے گئے اور آپ کو انگشتری پہنائی گئی۔ اور آپ علم ہی کی بدولت تخت سلطنت پر بٹھلائے گئے۔ اور تازیانہ بھی آپ کے سامنے رکھدیا گیا۔ اور آپ فرماں روائی کرنے لگے۔ چنانچہ آپ کی علمیت اور حکمت کے متعلق ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک روز دو آدمی حضرت داؤدؑ کی خدمت میں انصاف کی غرض سے حاضر ہوئے جنمیں سے ایک کا نام ایلیا تھا جو کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا اور دوسرے کا نام یوحنا تھا۔ جو بکریوں کو پالتا تھا۔ سو ایلیار نے کہا کہ اے خدا کے خلیفہ گئی شب کو یوحنا کی بکریاں میرے کھیت میں پڑگئیں اور میرا سارا کھیت کھاگئیں جس کے متعلق یوحنا نے بھی اقرار کیا۔ اب چونکہ غلہ کی قیمت اور بکریوں کی قیمت برابر تھی۔ لہذا حضرت داؤدؑ نے یوحنا سے فرمایا کہ تم اپنی بکریاں غلہ کے نقصان کے بدلہ میں ایلیار کو دے دو۔ چنانچہ یوحنا نے حضرت داؤدؑ کی خدمت سے رخصت ہونے کے بعد یہ ماجرا حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں بیان کیا۔ تب آپنے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ بھی بہت ٹھیک ہے۔ مگر کوئی صورت ایسی ہوتی جس میں ایلیا اور یوحنا دونوں راضی ہو جاتے۔ تو بہت خوب تھا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ فی الحال بکریاں تو ایلیا کو ہی دے دیجائیں۔ اور

کھیت یوحنا کو دیدیا جائے۔ سو یوحنا جب تک کہ ایلیا کے کھیت کو جو کہ اس کو دیا گیا ہے اس کو اپنی اصلی حالت پر لاوے اور جبکہ غلہ تیار ہو جائے تو اس کھیت کو واپس ایلیا کو دیدیوے۔ اور اپنی بکریوں کو لے لیوے۔ اور جب تک کہ کھیت اپنی اصلی حالت پر نہیں آوے تب تک ایلیا یوحنا کی بکریوں کے دودھ اور بال وغیرہ سے نفع اٹھاتا رہے چنانچہ یہ حکم سن کر حضرت داؤد ع خوش ہوئے اور فریقین بھی راضی ہو گئے۔ اور سورۂ اقترب للناس میں حق تبارک و تعالیٰ نے اسی قصّہ کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے کہ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ الخ اور اسی طرح دوسرا واقعہ آپ کا بخاری اور مسلم میں اس طور پر ہے کہ دو عورتیں تھیں ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے۔ سو اتفاقاً بھیڑیا آیا۔ اور ایک عورت کے بیٹے کو اٹھا لیگیا۔ تب آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگیں کہ تیرے بیٹے کو لیگیا۔ یہاں تک کہ یہ دونوں عورتیں حضرت داؤد ع کی خدمت میں فیصلے کیلئے حاضر ہوئیں۔ تب آپ نے بڑی عورت کو وہ لڑکا دلوایا۔ اس کے بعد وہ عورتیں حضرت سلیمان ع کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اپنا حال کہہ سنایا۔ تب آپ نے فرمایا کہ ایک چھری لاؤ۔ تاکہ میں اس لڑکے کو آدھا آدھا کر دوں یہ سن کر بڑی عورت راضی ہو گئی۔ مگر چھوٹی عورت نے کہا کہ اے سلیمان ع خدا تجھپر رحم کرے ایسا مت کر میں اپنے دعوی سے ہاتھ کھینچے لیتی ہوں۔ بیشک یہ لڑکا میرا نہیں ہے۔ بلکہ بڑی عورت کا ہے۔ آپ اس کو دیدیجئے مگر آپ علم کی روشنی سے واقف ہو گئے کہ لڑکے کے کاٹنے پر بڑی کیوں راضی ہو گئی اور چھوٹی کیوں چلا اٹھی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ لڑکا چھوٹی ہی کا ہے چنانچہ وہ لڑکا اسی کو دلوا دیا گیا۔ پھر بعد میں بھی یہی ثابت ہوا کہ لڑکا چھوٹی ہی کا تھا۔ اور اسی طرح ایک روز ایک ضعیفہ عورت حضرت داؤد ع کی خدمت میں ہوا کے متعلق انصاف چاہنے کو آئی۔ اور کہنے لگی

کہ اے خدا کے خلیفہ میں غریب عیالدار ہوں۔ سو تھوڑا سا جو کا آٹا میں اپنے سر پر اُٹھائے ہوئے جا رہی تھی کہ ہوا نے اُسے برباد کر دیا۔ اور میری اولاد فاقہ سے بیٹھی ہے۔ لہٰذا میرا انصاف کیجئے۔ آپ نے فرمایا میرا حکم ہوا پر نہیں ہے مگر آٹا میرے گھر سے لیجا چنانچہ آٹا لے کر دعا کر کے اپنے گھر چلی راہ میں حضرت سلیمانؑ ملے۔ اور اس بڑھیا کو واپس حضرت داؤدؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ کہ اے خلیفۂ خدا میں تو انصاف چاہتی ہوں۔ پھر آپ نے اس ضعیفہ کو سمجھا کر دس من آٹا دیکر نہایت ہی خوشی کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ پھر دوبارہ بھی حضرت سلیمانؑ نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ تجھے بار بار کون بھیجتا ہے۔ عرض کیا کہ سلیمانؑ بھیجتے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت سلیمانؑ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے ہوا پر کیا قدرت ہے جو بڑھیا کے حق میں حکم دوں۔ آپ نے کہا کہ درست ہے۔ لیکن آپ کی دعا کو تو اثر ہے۔ سو آپ دعا کیجئے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور حضرت سلیمانؑ نے آمین کہی۔ شان سبحان کہ اسی وقت حق تبارک و تعالیٰ نے ہوا کو انسان کی صورت میں بھیجا۔ تب اس عورت نے اپنا دعویٰ پیش کیا ہوا نے کہا کہ یا خلیفت اللہ میں نے خدا کے حکم سے اس کا آٹا لیا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ دریا میں ایک کشتی جاتی تھی اس میں سوراخ ہو گیا تب کشتی کے مالک نے دعا مانگی کہ یا الٰہی اگر اس بلا سے میں نجات پاؤں تو اپنا کل مال فقیروں کو دے دوں لہٰذا میں نے حکم خدا سے اس بڑھیا کا آٹا لے کر کشتی کے سوراخ میں بھر دیا۔ اور کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہی۔ غرض کہ حضرت داؤدؑ نے کشتی کے مالک کو بلا کر نصف مال فقیروں کو دلوایا اور نصف بڑھیا کو دلوایا۔ پھر آپ نے اس بڑھیا سے فرمایا کہ تو نے ایسا کون کام کیا ہے جس سے حق تعالیٰ نے تجھکو اس قدر دنیا میں بھی عوض دیا۔ اس نے عرض کیا کہ ایک روز کوئی فقیر میرے دروازے

پر آیا۔ وہ بہت بھوکھا تھا۔ اس وقت میرے پاس ایک ہی روٹی تھی۔ وہ میں نے اس کو کھلائی۔ مگر وہ سیر نہیں ہوا۔ تب میں نے اس کو بٹھلایا اور کہا کہ اے فقیر تھوڑی سی دیر کے لئے ٹھہر جا۔ کہ تیرے واسطے آٹا پیس کر روٹی پکاؤں۔ سو وہی آٹا میں لئے ہوئے آرہی تھی جو ہوا نے برباد کر دیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی۔ تب حضرت جبرئیل عم نے نازل ہوکر فرمایا کہ یہ مال اُسی کا توعوض ہے اور قیامت کے روز جو ملیگا وہ اس کے علاوہ ہے۔ سبحان اللہ علم کی روشنی نے کیسے پوشیدہ بھید کو روشن کر دیا۔

اور اسی طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤد عم نے ایک شخص کو قاضی مقرر کیا تھا۔ سو ایک دن ایک نہایت ہی خوبصورت عورت کسی پر نقد مال کا دعویٰ لے کر قاضی کے پاس آئی۔ تاکہ قاضی انصاف کرے قاضی کی نیت میں ناپاکی سماگئی۔ اور نجاست کھانے کو تیار ہوگیا۔ اُس پاکدامن بی بی نے قاضی کا منہ کالا کر دیا۔ اور دوسرے منصفوں کے یہاں گئی۔ مگر چونکہ خوبصورت بہت تھی لہٰذا قاضی کا جو معاملہ ہوا تھا وہی دوسری جگہ بھی ہوا۔ اور آخر کو اپنے دعویٰ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اب وہ منصف لوگ کہ جو اس پاکدامن عورت سے جلے بھنے تھے انہوں نے اُس کو اس تہمت میں پھانسا کہ یہ عورت کتے سے حرام کام کراتی ہے اور جھوٹے گواہ بھی پیش کر کے حضرت داؤد عم کے سامنے یہ مقدمہ دائر کیا تب آپنے گواہی سنکر توریت کے حکم کے مطابق اس عورت کو رجم کا حکم فرمایا اور فوراً ہی حضرت سلیمان عم کو خبر ہوئی۔ تب آپنے فرمایا کہ گواہوں کے قول کے مطابق آپنے حق انصاف کیا ہے مگر جو ہر گواہ کو الگ الگ بلا کر کتے کا رنگ تحقیق کر لیا جاتا۔ اور سب کی ایک ہی بات آتی تو ایسی صورت میں رجم کا حکم بہت ہی مناسب ہوتا۔ چنانچہ حضرت داؤد عم نے ان گواہوں کو بلا کر ہر ایک سے

کتے کا رنگ دریافت کیا۔ تو کسی نے کہا کہ لال تھا۔ اور کسی نے کہا کہ کالا تھا۔ اور کسی نے کہا کہ زرد تھا۔ اور کسی نے کہا کہ ابلق تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم سب جھوٹے ہو۔ اگر سچے ہوتے تو سب کی ایک ہی بات ہوتی چنانچہ جھوٹے گواہوں کو سزا دی گئی۔ اور پاکدامن عورت نے خلاصی پائی۔ سبحان اللہ یہ ہے علم کی برکت کہ انسان نئے سر سے زندگی پاتا ہے۔

ابلیس کے شر سے علم ہی بچاتا ہے

چنانچہ منقول ہے کہ ایک دفعہ ابلیس لعین انسان کی شکل میں ایک عالم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ حضور آپ کی خدمت بابرکت میں کچھ مسئلے پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر اس نیک دل عالم نے فرمایا کہ بہت اچھا پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ ابلیس نے کہا کہ وہ کون ہے جو دو نہیں ہو سکتا۔ فرمایا وہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کہا وہ کونسی ایسی چار چیزیں ہیں جو مخلوق نہیں ہیں۔ فرمایا وہ خدا کا کلام ہے۔ یعنی توریت۔ زبور انجیل فرقان ہے کہا وہ کون پانچ چیز ہے جو جمعہ کے دن پیدا ہوئی۔ فرمایا کہ بہشت۔ اور دوزخ اور آفتاب اور ماہتاب۔ اور وہ ستارے کہ جو سیر کر رہے ہیں۔ یعنی سیارے۔ کہا وہ کون سات چیزیں ہیں کہ جن کے سات سات حصے ہیں۔ فرمایا کہ آسمان اور زمین اور دوزخ اور دریا اور طواف ایام قران۔ کہا زمین اور آسمان کس دن بنے ہیں۔ فرمایا یکشنبہ کو۔ کہا وہ کون ہے جو پیٹ میں گیا بھی اور نکلا بھی باوجود اس کے کہ دونوں کی الگ الگ ذات ہے۔ فرمایا کہ وہ یونس ؑ بن متیٰ ہیں۔ کہا وہ کون آدمی ہے کہ جو تیس برس کا تھا۔ اور اس کا بیٹا ایک سو سے زائد برس کا

تھا۔ فرمایا کہ وہ عزیز عم ہیں۔ کہا کس کس چیز کے جوڑے ہیں۔ فرمایا کہ آسمان کا زمین ہے۔ اور آفتاب کا مہتاب ہے۔ اور دن کا رات ہے اور جنت کا دوزخ ہے۔ اور آخرت کا دنیا ہے۔ اور آدم ؑ کا حوا ہے اور مذکر کا مؤنث ہے۔ اور تونگری کا فقیری ہے۔ اور ہنسی کا رونا ہے۔ اور بلندی کا پستی ہے۔ اور شیریں کا تلخ ہے۔ اور خیر کا شر ہے۔ اور ثواب کا عذاب ہے۔ اور امن کا خوف ہے۔ اور رضا کا غضب ہے۔ اور ایمان کا کفر ہے۔ اور حیات کا موت ہے۔ کہا سب انبیاء کتنے ہیں اور ان میں رسول کتنے اور مرسل کتنے ہوئے ہیں۔ فرمایا تقریباً سب کو ملا کر ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہیں۔ ان میں سے تین سو اور تیرہ رسول ہیں۔ اور چار مرسل ہیں۔ کہا ان تینوں میں کیا فرق ہے۔ فرمایا نبی وہ کہ جس کو ہمیشہ کچھ خواب ہو۔ اور رسول وہ جو غیبی آواز سنے۔ اور مرسل وہ جس میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں۔ کہا کیا سبب ہے کہ بعضے آدمی کی ڈاڑھی پہلے سفید ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعضوں کے سر کے بال پہلے سفید ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ڈاڑھی کے بال سفید ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اول کی وجہ یہ ہے کہ ڈاڑھی ملامت کی جگہ ہے۔ اس لئے پہلے سفید ہو گئی۔ مثلاً جب کسی ڈاڑھی والے کو ملامت کی جاتی ہے تب یوں کہا جاتا جاتا ہے کہ تف ہے تیری ڈاڑھی پر۔ اور جس کے سر کے بال ڈاڑھی سے پہلے سفید ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سر ڈاڑھی سے دس پندرہ برس بڑا ہے۔ کہا کیا باعث ہے کہ عورت کے ڈاڑھی نہیں نکلتی۔ فرمایا اس لیے کہ مردوں کو ان سے نفرت نہ ہو۔ کہا جب گرمی آتی ہے سردی کہاں جاتی ہے۔ اور جب سردی آتی ہے گرمی کہاں جاتی ہے۔ فرمایا گرمی میں سردی زمین کے نیچے

چلی جاتی ہے۔ اور سردی میں گرمی زمین کے نیچے چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرمی میں کنویں کا پانی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور سردی میں گرم ہو جاتا ہے۔ کہا سب سے زیادہ کس کا دل سخت تر ہے۔ فرمایا کافر کا دل سخت تر ہے۔ کہا سب سے زیادہ نرم دل کس کا ہے۔ فرمایا مؤمن کا دل سب سے زیادہ نرم ہے کہا سب سے زیادہ کڑوی چیز کون ہے۔ اور سب سے زیادہ میٹھی کون چیز ہے۔ فرمایا سب سے زیادہ کڑوی چیز دنیا میں بے آبروئی ہے۔ اور سب سے زیادہ میٹھی چیز آبرو کے ساتھ مرنا ہے۔ کہا کہ دنیا میں کم کون چیز ہے اور زیادہ کون چیز ہے۔ فرمایا کم چیز یقین ہے کہ جتنا بھی یقین اپنے خدا پر ہو اتنا کم ہے۔ اور بغیر علم کا آدمی کم ہے۔ اور اکثر چیز خدا کے نام ہیں کہ اس کے ناموں کی انتہا نہیں ہے۔ اور بنی آدم کے شک بھی زیادہ ہیں۔ کہ ہر بات میں شک پیدا کرتا ہے۔ کہا بہت محتاج کون ہے فرمایا جس کو عرفانِ الٰہی نہ ہو۔ اور جس نے اپنے پروردگار کو پہچانا نہ ہو۔ کہا بہت غنی کون چیز ہے فرمایا فصل کی بارش ہے کہ جب برستی ہے تو سب کو غنی بنا دیتی ہے۔ کہا بنی آدم میں کتنی قسم کے پانی ہیں۔ فرمایا نو قسم کے پانی ہیں۔ جیسے منہ کا پانی۔ کان کا پانی۔ آنکھ کا پانی۔ ناک کا پانی۔ پسینہ کا پانی۔ پیشاب کا پانی۔ منی کا پانی۔ مذی کا پانی۔ ودی کا پانی۔

سو جب کہ ابلیس نے اس عالم باعمل سے ہر ایک سوال کا صاف صاف جواب پایا۔ تو غرور میں آکر ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور پوچھنے لگا کہ آیا اللہ میں اس بات کی قدرت ہے کہ اس چھوٹی سی شیشی میں سات آسمان اور سات زمین کو اس میں بھر دے۔ عالم نے فرمایا کہ تیرے دل کی تو پھوٹی ہی تھی کیا اس کے سات ظاہر کی بھی پھوٹ گئی۔ کیا تو انسان کی صرف پیدائش پر ہی نظر نہیں کرتا کہ اس کی قدرتِ کاملہ سے ایک چھوٹے اور تنگ

راستہ سے کس قدر ایک موٹا اور تازہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اے ابلیس اللہ تو
اس بات پر قادر ہے کہ اِس چھوٹی سی شیشی میں ایسی سات دنیا کو بھر کر تیری
داہنی آنکھ میں ڈالے اور بائیں آنکھ سے نکالے۔ سو عالم نے یہ بات کہی۔ اور
اور اس ابلیس کی آنکھ میں انگلی ماری۔ اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ تب وہ بے حیا
پھوٹی پھوٹی کہتا ہوا بھاگا۔ غرض کہ علم ہی ابلیس کے شر سے بچاتا ہے۔ اور
علم ہی کی روشنی ابلیس کی ظلمت اور اندھیرے کو نابود کرتی ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو علم کی نعمت کی قدر
کرو۔ اور علم کو سیکھو اس لئے کہ علم کا سیکھنا خوفِ الٰہی ہے۔ اور یہ خوف الٰہی ایسی
نعمت ہے کہ جس کے باعث خدا کی رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے۔ اور علم
کی جستجو کرنا عبادت ہے کہ علم ہی کی برکت سے عبادت کا شوق بڑھتا ہے۔ اور
علم کا درس دینا تسبیح ہے کہ علم ہی کے طفیل سے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عظمتِ شان
سے واقف ہوکر دل خدا کی پاکی کے انوار میں ڈوب جاتا ہے۔ اور علم کی باریکی
اور اس کے بھید کی تحقیق میں بحث کرنی جہاد ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ اگر طالب
علمی کے زمانہ میں کسی کی موت آجائے تو وہ شہید ہے۔ چونکہ قیامت کے دن
وہ سیاہی کہ جس سے عالم نے خدا اور اس کے رسول کے احکاموں اور ہدایت
اور معرفت اور حکمت کی باتوں اور مسئلوں کو لکھا ہے۔ اس سیاہی کو جو کہ خدا کی
راہ میں شہید ہوا ہے اس کے بدن کے خون کے مقابلہ میں رکھکر تولا جائیگا۔ تو
عالم کی سیاہی شہید کے خون سے کئی درجہ زیادہ ہوگی۔ کیونکہ عالم نے اپنی سیاہی سے
ایک جہان کو روشن کر دیا۔ اس طور پر کہ عالم کی سیاہی سے لوگوں کے دلوں میں
ہدایت کا چاند اور معرفت کا سورج کس خوبی کے ساتھ چمکتا ہے۔ کہ فرشتے
حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور بعض وقت بے خود بنے ہوئے برکت کی غرض سے

آسمان سے زمین پر بھی اتر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت معاذ رضؓ فرماتے ہیں کہ جس کا سینہ علم سے خالی ہو اُس کے سینہ میں علم کی دولت کا بھرنا بڑی سے بڑی نیکی ہے۔ اور جو شخص علم دینے کے قابل ہو اس کو علم کا دینا خدا کی نزدیکی کا باعث ہے۔ اور یہی علم تنہائی میں عالم کا سچا ساتھی ہے۔ آور یہی علم سفر میں عالم کا جلیس ہے۔ اور یہی علم خلوت میں عالم کا گفتگو کرنے والا۔ اور دین کا راہ نما ہے۔ اور یہی علم تونگری اور افلاس کی حالت میں عالم کے لیے روشن چراغ ہے۔ اور یہی علم دوستوں کے سامنے نائب اور اجنبی لوگوں میں قریب کرنے والا اور دشمنوں کے حق میں ہتھیار اور جنت کی راہ کا منار ہے۔

سبحان اللہ اس علم کی بدولت حق تعالیٰ نشان سرداری اور کلاہ پیشوائی عطا فرماتا ہے۔ جن کے قدموں پر لوگ چلتے ہیں۔ اور فرشتے ان کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ اور اپنے بازوؤں سے ان کو پونچھتے ہیں اور تمام خشکی اور تری کے رہنے والے ان کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ علم دل کی زندگی ہے۔ جس کے باعث جہالت کی ظلمت نور کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ علم سے بدن کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور علم کے باعث بندہ اللہ والوں کے مراتب کو حاصل کرتا ہے۔ اور علم میں فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ اور اس کے درس میں مشغول رہنا رات بھر عبادت کرنے کے مطابق ہے۔ اور اسی کے باعث حق تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت اور توحید اور تمجید اور مراقبہ اور مجاہدہ ہوتا ہے۔ غرض کہ نیک دل میں نیک علم کی جگہ ہوتی ہے۔ اور بدنصیب اس سے محروم رہتا ہے۔ حق تعالیٰ ہمکو علم نافع عطا فرمائے۔ کہ جو بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ اکبر حضرت محمدؒ بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بصرے کی مسجد میں پہونچا۔ وہاں دیکھا کہ کئی لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور

دینی مسائل اور خدا کی معرفت کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس نورانی حلقہ کو دیکھ کر جی میں آیا کہ میں بھی اس مبارک حلقہ میں بیٹھ کر علم کی باتیں سنوں تاکہ علم کی کوئی نئی بات ایسی معلوم ہو جائے کہ جس سے عمل کی توفیق حاصل ہو۔ لیکن بیٹھ نہ سکا۔ اور چلا گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی نورانی شخص آیا۔ اور یہ فرمانے لگا۔ کہ اے محمد بن سیرین رضہ اگر تم اس مبارک حلقہ میں کہ جہاں دینی مسائل اور خدا کی معرفت کا ذکر ہو رہا تھا۔ وہاں بیٹھ جاتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ کیونکہ اس حلقہ میں حضرت جبرئیل ع بھی موجود تھے۔ سبحان اللہ دینی مسائل اور خدا کی معرفت کی باتوں میں کیا کچھ خیر اور برکت ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی دین کا علم حاصل کرنے کی غرض سے کسی عالم اور کامل کے پاس جاتا ہے تو قدم قدم پر برس دن کی عبادت کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ اور قدم قدم پر اس کا ایک ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ اور جب یہ طالب علم چلتا ہے تب زمین اس کے لئے دعا رخیر کرتی ہے۔ اور فرشتے اس کی نیکیوں کے گواہ بنتے ہیں۔ سبحان اللہ علم دین کی برکتوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ کہ ہر وقت اس کے طالب کے لیے مغفرت اور بخشش تیار رہے۔

اللہ اکبر۔ ابن منیر نے بخاری کی شرح میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت امام مالک رح فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ ہوا کہ ایک طالب علم نوجوان تھا وہ شام کے ملک سے حدیث پڑھنے آیا۔ اب تھوڑا عرصہ نہ گذرا کہ وہ مرگیا پھر جب کہ اس کے انتقال کی خبر ہوئی تو تمام شہر کے عالم اور فاضل اور عارف اور نیک لوگ جمع ہوئے۔ اور سب نے مل جل کر اپنے ہاتھ سے اس مسافر طالب علم کو دفن کر دیا۔ اب دعلم دین کی خوبی اور اس کی برکتوں پر

خیال فرمائیے کہ) دوسرے روز وہ طالب علم ایک عارف کامل کے خواب میں
آیا۔ کہ جس کا چہرہ سورج کی مثل چمک رہا تھا۔ اور ایک نورانی گھوڑے پر سوار
اور سبز عمامہ باندھے آسمان سے اتر کر زمین پر آیا۔ یعنی خدا کی طرف سے علم
دین کی فضیلت بیان کرنے کے لئے آیا۔ تب اس عارفِ کامل نے پوچھا
میاں تم کل کے روز تو مر گئے اور آج ایسی شاہانہ شان و شوکت سے
واپس آنے کا کیا باعث ہے۔ فرمایا اے عارفِ کامل تمہیں خبر ہے کہ میں علم
دین کا طالب تھا۔ اور اسی طلب کی حالت میں میرا انتقال ہو گیا۔ تو دیکھ
کہ علم دین میں کیا کیا نعمتیں اور برکتیں اور رحمتیں اور بخششیں ہیں۔ اس
سے اللہ کے بندے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے امتی
واقف ہو کر علم دین میں خوب کوششیں کریں۔ لہٰذا خدا کے حکم سے اپنی
حالت سنانے آیا ہوں۔ کہ خدا نے ہر ہر مسئلہ کے بدلہ میں ایک ایک محل جنت
میں عطا فرمایا۔ اس کے بعد اور بھی قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا گیا۔ پھر ارشاد
خداوندی ہوا کہ اے فرشتو دیکھو یہ میرے انبیاؤں کا وارث ہے۔ لہٰذا
اور بھی اس کے مرتبے اور درجوں کو بڑھاؤ۔ چنانچہ اب میں تیسرے درجہ
میں نہایت ہی اعزاز کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہوں۔ یعنی ایک درجہ تو
خاص الخاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہے کہ آپ کے
گرد اگرد تمام انبیاء علیہم السلام موجود ہیں۔ اور دوسرا درجہ آپ کے صحابیوں
کا کہ آپ کے صحابیوں کے ساتھ تمام انبیاء کے حواری صحابی ہیں۔ اور تیسرا
درجہ ہمارا ہے جس میں تمام اہل علم اور تمام طالب علم موجود ہیں۔ یعنی
ہمارے درجہ میں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درجہ
میں دو درجوں کا فرق ہے۔ اس کے علاوہ حق تبارک و تعالیٰ نے ہمے

یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ اے دین کا علم سیکھنے والو میں تمہیں قیامت کے روز انبیاؤں کے ساتھ اٹھاؤں گا۔ اور جنت میں تمہیں۔ اور جنہوں کی تم شفاعت کروگے انہیں بھی بخشدوں گا۔ سبحان اللہ دین کی کیا شان ہے کہ دوزخ کے حقداروں کو جنتی بنا دیتا ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ علم دین کا طلب کرنا خدا کے نزدیک بہت ہی افضل ہے۔ نفلی نماز سے۔ اور روزے سے۔ اور حج سے۔ اور جہاد سے۔ کیونکہ عبادت کا نفع فقط عابد کی ذات کے لئے ہے۔ اور علم کا نفع جہان کے لئے ہے۔ چونکہ عابد ایک تیراک کی مثال ہے کہ خود تیرکر پار ہوتا ہے۔ اور عالم دین کی مثال جہان کی ہے کہ ہزاروں کو پار اتار دیگا۔

اللہ اکبر۔ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص دین کا علم اللہ کے واسطے پڑھیگا وہ بمنزلہ اس عابد کے ہے جو ہمیشہ کا روزہ دار اور ہمیشہ کا نمازی اور ہمیشہ کا عبادت کرنے والا ہے۔ اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ ایک مسئلہ دین کا سیکھنا ابو قبیس پہاڑ کی برابر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے چونکہ دنیا کی دولت فنا کے کنارہ پر ہے۔ اور دین کا علم جو اللہ کے پاس سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب مبارک پر تازہ بتازہ نازل ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ تک باقی رہے گا۔ کہ اگر ایک مسئلہ یا ایک وظیفہ کسی عالم باعمل نے بتایا تو لاکھوں کی اس کے باعث نجات ہوگئی۔ اور قیامت تک وہ مسئلہ یا وظیفہ دنیا میں اس عالم کی یادگار کے لئے باقی رہیگا۔ اب اس کے مقابلہ میں مال کتنا ہی خیرات کیا جائے۔ مگر مال کو کھانے والوں نے کھا لیا۔ اور نجاست بنا کر نکال دیا

مگر علمِ دین جب پیٹ میں جائیگا شفا بن کر جائے گا۔ اور جب نکلے گا نور بن کر نکلے گا۔

اللہ اکبر رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے عالم کا استقبال کیا تو گویا اس نے میرا استقبال کیا اور جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا کہ میری زیارت کی۔ اور جو کوئی عالم کی خدمت میں بیٹھا تو گویا کہ میری خدمت میں بیٹھا۔ اور جو میری خدمت میں بیٹھا وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری میں حاضر ہوا۔ چونکہ عالم نائب رسولؐ ہیں۔ اور جناب رسول اللہؐ نائب اللہ ہیں۔ لہٰذا عالم لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نائب ہیں۔ پس جو شخص عالم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے باعث وہ خدا کی رحمت کا ایسا مستحق ہو گیا کہ جیسے کوئی خانۂ کعبہ میں جا کر خدا کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ایک سچّا واقعہ

امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اوقات حضرت ابن عباسؓ سے مسئلے پوچھا کرتے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی کہ الٰہی عبد اللہ بن عباسؓ کو کتاب اور حکمت سکھا دے۔ اور عبد اللہ بن عباسؓ کا سینہ ظاہری علم اور باطنی علم سے روشن کر دے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباسؓ کا سینہ علم اور حکمت سے چمک اٹھا تھا اور آپ کی معلومات علمی بے انتہا وسیع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ

کسی نصرانی بادشاہ کے چند سوالات حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس کے جوابات کی غرض سے آئے۔ اور وہ یہ سوالات تھے۔ کہ آسمانی کتابوں کی رو سے ہر ایک سوال کا جواب دیا جائے۔ جس میں سے اول سوال یہ تھا (۱) ایک ماں کے شکم سے دو بچے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے۔ پھر ایک ہی روز دونوں کا انتقال ہوا۔ جس میں سے ایک بھائی کی عمر سو برس بڑی تھی۔ اور دوسرے کی عمر سو برس چھوٹی تھی۔ سو یہ دونوں بھائی کون تھے۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

دوسرا سوال۔ وہ کونسی زمین ہے کہ جہاں ابتدائے پیدائش سے قیامت تک صرف ایک ہی دفعہ سورج نکلا تھا۔ اور پھر نہ نکلا۔ اور نہ پھر کبھی نکلے گا۔

تیسرا سوال وہ کونسی قبر ہے جس کا مردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ اور قبر اپنے مدفون کو سیر کراتی پھرتی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ مردہ قبر سے باہر آکر چند عرصہ تک زندہ رہ کر مرا۔ چوتھا سوال وہ کونسا قیدی ہے جس کو قید خانہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے سانس لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اور بے سانس لئے زندہ رہتا ہے۔

اب حضرت عمرؓ نے ان سوالات کو پڑھتے ہی حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا کہ اے عبداللہ بن عباسؓ تم ان سوالات کا جواب لکھدو۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے قلم اٹھا کر نیچے کی مطابق جواب تحریر فرمایا۔

اوّل جواب وہ دونوں بھائی جو ایک ہی دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن انتقال فرما گئے۔ پھر ایک بھائی ایک سو برس عمر میں بڑا۔ سو یہ دونوں بھائی حضرت عزیز اور حضرت عزیر ہیں۔ کہ ایک ہی روز ساتھ میں پیدا ہوئے۔ اور ان دونوں کی وفات بھی ایک ہی روز میں ہوئی۔ لیکن بیچ میں

حضرت عزیر کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے سو برس تک
مردہ بناکر رکھا۔ پھر سو برس کے بعد زندہ کیا۔ جس کا قرآن پاک میں ذکر
ہے۔ پھر سو برس کے بعد زندہ ہوکر اپنے گھر گئے۔ اور کچھ مدت تک زندہ رہے
اس کے بعد آپ کی اور آپ کے بھائی کی ایک ہی روز وفات ہوئی۔ اس
لئے حضرت عزیر کی سو برس عمر چھوٹی ہے۔ اور عزیز کی سو برس عمر بڑی
ہے۔ جس کا مختصر بیان اس طور پر ہے کہ حضرت عزیر نے ایک روز حق
تبارک وتعالیٰ کے دربار میں عرض کیا کہ خداوندا مجھے تقدیر کے بھید سے
واقف فرما۔ تو ارشاد ہوا کہ اے عزیر اس خیال سے باز آ۔ پھر عرض کی
تب بھی یہی ارشاد ہوا کہ اے عزیر اس خیال سے باز آ۔ پھر عرض کی
تب حق تعالیٰ نے سو برس تک ان کو موت دیدی۔ اور پھر زندہ کرکے
پوچھا کہ تو کتنی دیر رہا۔ جواب دیا کہ میں ایک روز یا کہ ایک روز سے کچھ کم
رہا۔ ارشاد ہوا کہ نہیں۔ تو سو برس تک رہا۔ اے عزیر جو شخص سو برس
کو ایک روز جانتا ہو اسے تقدیر کے بھید اور اپنے معبود کے اسرار در
کو معلوم کرنے کی کوشش کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مناقب الاصفیاء میں ہے

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰؑ سے تخمیناً چھ سو برس
بیش تر ملک شام میں مقام ایلیا گذرا ہے۔ کہ بابل کے بادشاہ بخت
نصر نے شہر یروسلم اور بیت المقدس کو جلاکر برباد کردیا تھا۔ ایک بار
حضرت عزیر علیہ السلام اس شہر کے پاس سے گذرے۔ اور حسرت
کے طور سے کہنے لگے۔ کہ اب اس شہر کو خدا کیوں کر آباد کرے۔ تب خدا
نے ان کو اپنی قدرت کاملہ کا تماشہ اس طور پر دکھایا کہ حضرت عزیرؑ نے
اپنی سواری کا گدھا زیتون کے درخت سے باندھ دیا اور انگور کے شیرہ کا برتن

اور انجیر اور روٹیوں کا تھیلہ درخت سے لٹکا کر سو رہے۔ تب خدا نے ان کی روح قبض کر لی۔ یہاں تک کہ سو برس کا عرصہ ان پر گذر گیا اور گدھے کی ہڈیاں بھی خشک ہو گئیں۔ اس عرصہ میں بخت نصر مر گیا۔ اور ایران کے بادشاہوں کا دور دورا ہو گیا۔ اور یروسلم اور بیت المقدس پھر از سر نو تعمیر ہوا۔ اس عرصہ میں حق تعالیٰ نے حضرت عزیر کو زندہ کیا۔ اور ان سے بطور الہام کے پوچھا کہ تم کتنی دیر تک ٹھہرے رہے۔ چونکہ وہ صبح کو سوئے تھے۔ اور عصر کے وقت زندہ ہوئے تھے۔ سو جواب دیا کہ خداوندا میں ایک دن یا کہ ایک دن سے کچھ کم پڑا رہا ہوں۔ وہاں سے جواب آیا کہ تو سو برس تک پڑا رہا ہے۔ اب گدھے کو دیکھ۔ جب گدھے کو دیکھا تو اس کا گوشت اور پوست مٹی میں مٹی ہو گیا ہے۔ اور اس کی ہڈیاں سفید پڑی ہوئی ہیں۔ اور کھانے پینے کو دیکھا تو ویسے ہی تر و تازہ ہے۔ پھر خدا نے ان کے روبرو گدھے کو زندہ کیا۔ تب حضرت عزیرؑ نے کہا کہ خداوندا اب مجھے کامل یقین ہو چکا کہ تیری ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے۔ کہ تو مردہ کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد زندہ کر کے حساب لینا تیری قدرت سے باہر نہیں ہے۔ غرض کہ اس کے بعد حضرت عزیرؑ گدھے پر سوار ہو کر یروسلم میں اپنے محل کی طرف چلے۔ تو نہ کسی نے ان کو پہچانا اور نہ انہوں نے کسی کو پہچانا۔ مگر جس جگہ کا اپنے گھر کا خیال تھا وہاں ٹھیر کر دیکھا تو اس جگہ ایک نابینا عورت جو اپاہج اور لنجی تھی وہ ملی۔ اب شان معبود کہ وہ حضرت عزیرؑ کی لونڈی ہی تھی۔ جس کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ گھر عزیر کا تو نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں عزیر کا ہی ہے۔ یہ نہایت ہی درد کے ساتھ رونے لگی۔ آپ نے رونے کا باعث

پوچھا تو کہا کہ تو نے ایسے شخص کا نام لیا کہ جو آج سو برس سے غائب ہے
اور اب تو لوگ اس کے نام کو بھی فراموش کر گئے ہیں۔ صرف میں ہی اس کی
لونڈی اس کی یاد کو تازہ کیا کرتی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اب خوش
ہو جا کہ وہ میں خود ہی عزیر ہوں۔ کہ حق تعالیٰ نے مجھکو اپنے فضل سے سو
برس کے بعد زندہ فرمایا ہے۔ لونڈی نے کہا سبحان اللہ کیا اس بات کو کوئی
تسلیم کرے گا کہ تم سو برس کے بعد زندہ ہوئے ہو اگر تم عزیر ہی ہو تو دعا
کرو کہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے دعا کی۔ اور اس
کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس نے آپ کو پہچانا۔ پھر آپ نے اس کا ہاتھ
پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ تو اس کے پاؤں بھی اچھے ہو گئے۔ اب یہ لونڈی ہر جگہ
کہنے لگی کہ عزیرؑ سو برس بعد پھر زندہ ہو کر آ گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بیٹے اور
پوتے وغیرہ بہت سے لوگ حاضر ہو گئے۔ مگر بیٹے نے آپ کو نہیں پہچانا
کیونکہ آپ جوان تھے اور بیٹے ضعیف ہو گئے تھے۔ مگر کچھ دیر کے بعد بیٹے
نے کہا کہ ہمارے باپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سیاہ نشان
ہلال کی صورت پر تھا۔ چنانچہ وہ پایا گیا۔ تب خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے
اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ توریت کا کیا حال ہے۔ جواب دیا کہ اس کو
بخت نصر نے جلا دیا۔ اور ہم سو برس سے بغیر کتاب کے بیٹھے ہوئے ہیں
یہ سن کر آپ بہت روئے۔ اور بہت افسوس فرمایا۔ تب اللہ تبارک و تعالیٰ
نے ایک فرشتے کی معرفت ایک ظرف میں پانی بھیجا۔ وہ پانی حضرت عزیرؑ نے
پیا۔ جس سے تمام توریت آپ کے سینہ پر منقش ہو گئی۔ اور آپ نے اول
سے آخر تک توریت لکھوا دی۔ اور جب کہ بعض لوگوں کو تردد ہوا کہ یہ توریت
ہے یا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت اشعیاءؑ نے اپنے خط سے لکھکر فلاں

مقام پر دفن کی ہے۔ اس سے مقابلہ کر لو۔ چنانچہ مقابلہ کیا گیا تو ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں نکلا۔ اب اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل کا ایک گمراہ کہنے لگا کہ جب کہ توریت گم ہو گئی اور اس کو حضرت عزیرؑ نے لکھوا دیا تو بیشک عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ (خدا کی پناہ)

دوسرا جواب۔ وہ زمین کہ جس پر ساری عمر میں ایک ہی دفعہ سورج نکلا تھا اور پھر نہ نکلا اور نہ نکلے گا وہ زمین دریائے نیل کی تہ ہے کہ جہاں فرعون غرق ہوا تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ مع بنی اسرائیل کے پار اترے تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے معجزہ سے دریا خشک ہو گیا تھا۔ اور دریا کی تہ کو سورج نے خدا کے حکم سے بہت ہی جلدی خشک کر دیا تھا۔ سو حضرت موسیٰؑ مع بنی اسرائیل کے پار اترے۔ اور فرعون غرق ہوا۔ کہ اس زمین پر ساری عمر میں صرف ایک ہی دفعہ سورج نکلا۔ اور آئندہ کبھی نہ نکلے گا۔

تیسرا جواب۔ وہ قبر جس کا مردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ اور قبر اپنے مدفون کو سیر دکھاتی پھرتی تھی۔ سو وہ حضرت یونس کی مچھلی ہے کہ مچھلی بھی زندہ اور حضرت یونسؑ بھی زندہ کہ مچھلی آپ کو لئے ہوئے دریاؤں میں سیر دکھاتی پھرتی تھی۔ پھر مچھلی کے پیٹ سے آپ باہر نکل کر ایک عرصہ تک زندہ سلامت رہے۔ پھر وفات پائی۔

چوتھا جواب۔ جو قیدی قید خانہ میں سانس نہیں لیتا وہ بچہ ہے جو اپنی ماں کی شکم میں قید ہے۔ اور بغیر سانس لئے زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ یہ جوابات حضرت عمرؓ نے لکھوا کر اس نصرانی بادشاہ کے پاس بھیجدیے وہ نصرانی ان جوابات کو دیکھکر بولا کہ مسلمانوں میں شاید ابھی کوئی نبی زندہ ہے چونکہ یہ جوابات سوائے نبی کے اور کوئی بتا نہیں سکتا۔

سبحان اللہ۔ قربان جائے اُس اُمی نبی پر کہ جس کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباسؓ کا سینہ علم اور حکمت سے کس قدر روشن ہو گیا۔ نصرانی بادشاہ کو اُمی نبی صلعم کے غلام کی علم اور حکمت کی خوبی بھری باتوں پر اس کے نبی ہونے کا شبہ پیدا ہو گیا۔ تو اُس اُمی نبی ع کے حکیمانہ اقوال اور کمالاتِ ظاہری اور برکاتِ باطنی کی خوبیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

سبحان اللہ۔ چونکہ انسان کا فضل اور کمال علم ہی کے باعث سے ہے۔ اور جو انبیاء ہیں ان کو سب آدمیوں سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ لہذا انبیاء سب آدمیوں سے زیادہ کامل اور فاضل ہیں۔ اور جو انبیاء ہیں ان میں سب سے زیادہ علم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ لہذا آپؐ تمام انبیاؤں سے زیادہ کامل اور فاضل ہیں۔ اسی طرح اور انبیاؤں کے اُمت کے عالم سے آپ کی اُمت کے عالم زیادہ کامل اور فاضل ہیں۔

احیاء العلوم۔ حضرت ابی ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ کسی عالم باعمل کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہونا ایک ہزار رکعتوں کے پڑھنے سے اور ایک ہزار بیماروں کی خبر لینے سے اور ایک ہزار جنازوں کے ساتھ جا کر دفن کرنے سے بہتر ہے۔ بیشک یہ تینوں کام مبارک ہیں۔ لیکن عالم باعمل یعنی طبیبِ روحانی کے پاس جانا گویا کہ ہمیشہ کے زندہ شخص کے پاس جانا ہے۔ کہ جس کی نورانی مجلس میں ہمیشہ کی زندگی کے لئے ہدایت کا آبِ حیات پینے کو ملتا ہے۔ کہ جس سے دل علم کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے۔ اب یہ نعمت ہر طرح سے اگلی ان تین مبارک چیزوں سے کئی درجہ بڑھی ہوئی ہے چنانچہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک عالم دین یعنی طبیب روحانی کا مرجانا ایک ہزار ایسے عابدوں کے مرجانے سے کہ جو رات بھر عبادت کریں اور دن کو روزہ رکھیں۔ زیادہ مصیبت کا واقعہ ہے۔ کیونکہ ہزار عابد کے انتقال سے گویا کہ ہزار چراغ جو اکیلے گھر میں روشن تھے وہ گل ہو گئے۔ مگر ایک باعمل اور طبیب باطن کے انتقال سے گویا کہ سورج چھپ گیا۔ کہ جس سے ہزاروں روشن گھروں میں اندھیرا ہوگیا۔ یہی تو باعث ہے کہ ایک عالم باعمل کی موت ایک جہان کی موت کے برابر ہے۔ کہ ایک عالم اور ایک طبیب روحانی ایک ہزار عابد سے شیطان پر زیادہ بھاری ہے۔ کیونکہ شیطان کا کام گمراہ کرنا ہے۔ اور عالم کا کام ہدایت کرنا ہے۔ پھر ہزار عابد عبادت کر کے خود بخشے گئے۔ مگر ایک عالم باعمل نے ہزاروں کے دلوں کو نور ایمان سے روشن کر کے بخشوایا۔ پھر جن لوگوں نے اپنے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا ہے انہوں نے اوروں کے دلوں کو چمکایا۔ جس کے باعث بے تعداد جنتی ہوئے۔ اب اس فضیلت کا کیا ٹھکانا ہے۔ یہی باعث ہے کہ یہ پرانا پاپی شیطان عالم باعمل کے لئے جل جل مرتا ہے۔

سبحان اللہ۔ جو لوگ کہ عالم باعمل اور طبیب روحانی ہیں وہ قیامت کے روز ایسے جگمگ نور میں راستہ چلتے ہوں گے کہ جس کے سبب مشرق سے مغرب تک کا تمام میدان جگمگا اٹھے گا۔ چونکہ قیامت میں جو نور جگمگ اٹھیگا وہ اعمال کا بدلہ ہوگا کہ عالموں کی تحریر اور اور تقریر اور ان کی تصنیف کی ہوئی کتابیں مشرق سے مغرب تک پھیل گئی تھیں۔ جس کے باعث دور دور تک نور ہدایت کا نور دنیا میں

پھیل گیا تھا۔ جس کے صلہ میں قیامت میں انہیں روشن نور ملا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کہ عالم اور عابد پلصراط پر پہنچیں گے تب عابد سے کہا جائیگا کہ تم سیدھے جنت میں چلے جاؤ۔ اور عالم سے کہا جائیگا کہ تم عہدۂ شفاعت پر انبیاؤں کی طرح کھڑے ہو جاؤ۔

علماءِ دین کی بے ادبی کا بُرا نتیجہ

حضرات القدس دفترِ اول۔ حضرت مولانا مولوی خواجہ یوسف ہمدانی کا ایک نہایت معتبر واقعہ ہے۔ کہ ایک وقت آپ نظامیہ مدرسہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے۔ اس وقت ابن سقّا نام کا مشہور فقیہہ وعظ کی مجلس سے اُٹھا اور آپ سے بے ادبی کے طور پر ایک سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں تیرے کلام میں کفر کی بدبو پاتا ہوں مجھے تیری موت اسلام میں معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اب اس واقعہ سے ایک مدت کے بعد ایک نصرانی بطور ایلچی کے بادشاہ روم کی طرف سے خلیفہ کے پاس آیا۔ تب ابن سقا اس نصرانی کے پاس آیا۔ اور اس سے اُس کا مصاحب بننے کی درخواست کی۔ اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مذہب اسلام کو چھوڑ کر تمہارے نصرانی دین میں داخل ہو جاؤں۔ سو نصرانی نے منظور کیا۔ اور اس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ اور بادشاہ روم سے ملا دیا چنانچہ ابن سقّا نصرانی ہو گیا۔ اور اسی مذہب پر مرا۔

کہتے ہیں کہ ابن سقا حافظ قرآن بھی تھا۔ اور جب کہ مرضِ موت میں اس سے پوچھا گیا کہ اب تجھے قرآن یاد ہے۔ تو کہا نہیں۔ صرف مجھے یہ ایک ہی آیت یاد ہے کہ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔

یعنی بہت سے لوگ جو کافروں کو دوست رکھنے والے ہیں وہ قیامت میں تمنا کریں گے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ دنیا میں وہ بھی مسلمان ہوتے۔ غرضکہ اس قصہ میں ان کے لئے بڑی تنبیہہ ہے کہ جو عالم ربانی اور واعظ حقانی کی شان وعظ میں بے ادبی کرتے ہیں۔ جس کا انجام بُرا خاتمہ ہے۔ سو جس کی بری قسمت ہوتی ہے اس کے ہی دل میں یہ ناپاک جرأت پیدا ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

حضرت مولانا مولوی خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ نے اٹھارہ برس کی عمر میں بغداد اور اصفہان اور عراق خراسان۔ اور سمرقند اور بخارا میں علم دین کی برکتوں کو حاصل کیا۔ اور علم دین کی برکتوں سے لوگوں کے دلوں کو متبرک فرمایا۔ یعنی آپ نے علم دین کا افادہ اور استفادہ فرمایا۔ آپ نے علم حدیث ہی کو اختیار فرمایا۔ اور علم حدیث سے ہی پند و نصیحت شروع کی۔ جس کے باعث ہزارہا لوگوں نے آپ سے دین کا نفع حاصل کیا۔ آپ کو فتویٰ دینیہ اور احکام شرعیہ میں پوری دستگاہ حاصل تھی۔ اور علم معرفت میں وہ آپ کا قدم راسخ تھا کہ روحانی طور پر ہزاروں کوس پر خدا کی معرفت کا نور طالب علم کے دل پر روشن فرماتے تھے چنانچہ علماء اور فقہا کا ایک بہت بڑا گروہ آپ کی مجلس اور خانقاہ میں علم دین کی برکتوں کے حاصل کرنے کی غرض سے ہمیشہ جمع رہتا آپ ان بزرگوں میں سے ہیں کہ جن سے حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ نے بہت سے معرفت کے پھول چنے ہیں اور نفع حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ایک روز آپ نے سیدنا حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی رحمۃ سے ان کی جوانی کے زمانہ میں فرمایا تھا کہ

اے عارف تم لوگوں کو وعظ اور نصیحت سنایا کرو۔ تب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ میں بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کے مقابلہ میں کیونکر گفتگو کر سکوں گا
یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عرفان کا میوہ دینے والے تم بے تامل
ہدایت اور ارشاد شروع کر دو۔ کیونکہ میں آپ کے اندر ایک نور کا پودا دیکھ
رہا ہوں۔ جو عنقریب نور کا درخت ہو جائیگا۔ کہ جس کی نورانی جڑیں زمین
میں مضبوط ہوں گی۔ اور اس کی نورانی شاخیں آسمان میں پھیلیں گی۔ اور
وہ نورانی درخت اپنا نورانی میوہ ہر وقت نور کے طالبوں کو دیگا۔ چنانچہ
ویسا ہی ہوا۔ کہ جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ اور آپ کا ایک ایک حرف سچا
ثابت ہوا۔ سبحان اللہ علم دین کی کیا تیز روشنی ہے۔ کہ آفتاب کو یہ بات
میسر نہیں ہے۔ الحاصل آپ کا مذہب حنفی تھا۔ اور آپ اپنے وقت
کے غوث تھے۔ اور آپ وہی مولانا اور خواجہ ہیں کہ جن کی مبارک روحانیت
نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو نسبتِ چشتی کی نعمت عطا کی۔
حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اکابر خلفا میں سے ہیں
جو حلقۂ خواجگان سے سر دفتر۔ اور سلسلۂ اکابر نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کے سردار ہیں جنکا
کلام طریقت میں حجت ہے۔ اور حقیقت میں برہان ہے۔ اسی طرح آپ
کے والد بزرگوار امام عبد الجلیل بھی اولیاء کبار میں سے تھے جنکی ملاقات
کے لئے کئی مرتبہ خضر علیہ السلام بھی تشریف لائے تھے۔ چنانچہ منقول ہے
کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام نے امام عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت دی کہ اے
عبد الجلیل کچھ عرصہ میں تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کو میں اپنی
فرزندی میں قبول کرونگا۔ اور اپنی باطنی نعمت میں سے اس کو حصّہ بھی دونگا
اور جو علم مجھکو خدائے پاک کی طرف سے عطا ہوا ہے اس کی بھی چاشنی

سکھاؤں گا۔ سو جب کہ وہ لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام عبد الخالق رکھنا چنانچہ
آپ کے والد نے ویسا ہی کیا۔ شان معبود کہ چھوٹی سی عمر میں آپ نے علم
کی تحصیل کرلی۔ ایک روز آپ اپنے استاد مولانا صدرالدین رح کے پاس تفسیر
پڑھ رہے تھے اور جب کہ اس آیت پر پہونچے کہ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا
وَّخُفْیَۃً یعنی اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو۔ تب آپ
نے استاد سے ذکر خفی اور علم لدنی کے متعلق ایک بہت ہی باریک سوال
کیا۔ تو استاد صاحب نے فرمایا کہ بیٹا اگر تمہاری طلب سچی ہے تو ضرور کوئی
رہبر کامل ملجائیگا۔ اس کے بعد ہمیشہ آپ اسرار والوں کی تلاش میں مصروف
رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد آپ اسی فکر میں تھے
کہ ایک نہایت ہی نورانی شخص تشریف فرما ہوئے۔ اور علم باطنی کا سبق
دے کر تشریف لے گئے۔ جو دل سے ذکر الٰہی کرنے کا تھا۔ اور فرما گئے
کہ میں خضرع ہوں۔ تب سے بہت سے اسرار آپ پر کھلنے لگے۔ اور حضرت خواجہ
فرماتے ہیں کہ جب میں بیس برس کا ہوا تب حضرت خواجہ خضرع نے مجھکو
حضرت مولانا مولوی خواجہ یوسف ہمدانی رح کے سپرد کیا۔ اور میری تربیت
کے لئے وصیت فرمائی۔ چنانچہ بہت کچھ فیض باطنی آپ کی صحبت بابرکت
سے حاصل ہوا۔ یہی باعث ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق رح کے پیر
سبق حضرت خواجہ خضرع ہیں اور پیر صحبت اور پیر خرقہ حضرت مولانا یوسف
ہمدانی ہیں اگرچہ مولانا یوسف ہمدانی رح کے طریقہ میں ذکر جہری تھا لیکن آپنے حضرت خواجہ
عبد الخالق رح کے ذکر خفی میں چونکہ وہ انکو حضرت خضر علیہ السّلام سے پہونچا تھا لہٰذا کوئی ردّو
بدل نہیں فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس طرح سے تم کو حضرت خضرع نے
ذکر خفی کا حکم دیا ہے اس پر قائم رہو۔ کہ جس میں علم لدنی کا بھید سمایا ہو

ہے۔ چنانچہ ذکرِ خفی کی تعلیم اس خاندانِ عالیہ میں اکثر آپ سے ہی شروع ہوئی ہے۔ کہ جس میں حضرت خضرؑ کے سینۂ پاک کے فیض باطنی کا بھی نور چشمہ بہہ رہا ہے۔ خدا ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت خضر علیہ السّلام کا مختصر بیان

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرعون کے ڈوبنے کے بعد بنی اسرائیل میں نہایت ہی درد کے ساتھ وعظ اور نصیحت فرمائی تو سُننے والے سخت متعجب ہوئے۔ تب ان میں سے ایک سردار نے کہا کہ اے موسیٰ کلیم اللہ کیا اب کوئی دنیا میں ایسا ہے جو آپ سے زیادہ علم اور عقل رکھتا ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کوئی ہے یا کہ نہیں۔ اتنے میں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس جگہ دو دریا باہم ملتے ہیں۔ یعنی مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن کے موقع پر تم کو ہمارا ایک بندہ (خضرؑ) ملے گا جو وہ تم سے بھی زیادہ عالم ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے۔ فرمایا اپنے تھیلے میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھ لو۔ پھر جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہ شخص وہیں ملیں گے۔ پس موسیٰؑ مچھلی تھیلے میں ڈال کر اور یوشعؑ بن نون کو ہمراہ لے کر چلے اور چلتے چلتے ایک موقع پر سمندر کے کنارے پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی اس تھیلے میں سے تڑپ کر دریا میں جا گری۔ اور جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں سوراخ سا ہو جاتا تھا۔ یعنی حکم الٰہی سے پانی ادھر اُدھر سے ملنے نہیں پاتا تھا۔ پھر بیدار ہوئے تو حضرت یوشعؑ اس مچھلی کی حقیقت آپ سے کہنی بھول گئے پھر یہاں سے ایک رات اور ایک دن تک چلا کئے یہاں تک کہ جب اگلے

روز صبح کا وقت آیا تو موسیٰ ؑ نے یوشع ؑ سے کھانا مانگا۔ اب شان معبود کہ حضرت موسیٰ ؑ اس سے پہلے منزلوں میں نہ تھکے تھے لیکن اس منزل میں تھک گئے۔ چونکہ اپنا جو مقامِ مطلوب تھا اس کو چھوڑ کر آگے چلے گئے تھے۔ غرض کہ مچھلی کو دیکھا تو تھیلے میں نہیں ہے۔ اور یوشع نے عذر کیا کہ اے موسیٰ ؑ شیطان نے مجھے مچھلی کا واقعہ یاد دلانا بھلا دیا۔ یہ مچھلی تو اس پتھر کے پاس گم ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اے یوشع وہی تو جگہ ہے جس کو ہم ڈھونڈھتے تھے۔ پھر دونوں ؑ لوٹے پھرے۔ اور اس پتھر کے پاس آئے تو موسیٰ ؑ کو وہ شخص ملے۔ کہ جس کو علم لدنی دیا گیا تھا۔ موسیٰ ؑ نے السّلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب دیکر پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہا کہ موسیٰ بنی اسرائیل۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم لدنی سیکھوں۔ خضر ؑ نے کہا کہ اے موسیٰ تجھکو خدا نے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو علم مجھے عطا ہوا ہے اس کو تو نہیں جانتا۔ اے موسیٰ ؑ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے موسیٰ ؑ نے کہا کہ انشاء اللہ میں برداشت کروں گا۔ اور کسی بات میں آپ سے خلاف نہیں کروں گا۔ غرض کہ یہاں سے چلے۔ اور دریا میں ان کو ایک کشتی ملی اس پر سوار ہوئے۔ تو خضر ؑ نے اس کشتی کا ایک تختہ نکال دیا۔ موسیٰ ؑ نے کہا واہ اس کشتی والے نے بغیر کرایہ سوار کیا اس پر آپ نے یہ سلوک کیا۔ خضر ؑ نے کہا لو رخصت۔ موسیٰ ؑ نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ پس کشتی سے نکل کر چلے تو ایک جوان لڑکا ملا جو لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر ؑ نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ ؑ نے کہا کہ اس بیگناہ کو تم نے ناحق قتل کیا۔ یہ تو بہت بری بات کی خضر ؑ نے اب کی بار نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ رہ سکو گے پھر موسیٰ ؑ نے عذر اور شرط

کرلی کہ اگر آپ کے پوچھوں تو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آگے چلے تو ایک گاؤں
میں پہونچے۔ ہرچند انہوں نے دستور کے موافق گاؤں والوں سے کھانا مانگا
اور ضیافت چاہی۔ مگر انہوں نے صاف جواب دیدیا۔ اب اسی گاؤں میں
میں ایک دیوار تھی جو گرنے کے قریب تھی۔ خضرؑ نے اس کو سیدھا کر دیا
اب تو حضرت موسیٰؑ کو تاب نہ رہی۔ اور خود جاکر سوال کیا۔ کیونکہ اب
کے پاس ان کو رہنا مقصود ہی نہ تھا۔ لہٰذا کہہ اٹھے کہ ان سے اس دیوار
کے سیدھا کرنے کی اجرت لے لینی چاہیئے تھی۔ چونکہ انہوں نے مہربانی
کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ خضرؑ نے کہا کہ اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے۔ مگر
میں تمہیں ان تینوں باتوں کا بھید بتلائے دیتا ہوں کہ جس پر تمسے صبر نہ ہوسکا
کشتی کی سنئے کہ وہ بیچارے غریبوں کی کشتی تھی۔ جو اس کے ذریعہ
سے محنت مزدوری کرکے بسر اوقات کرتے تھے۔ اور آگے ایک
بادشاہ بیگار میں زبردستی کشتیاں پکڑ رہا تھا۔ میں نے اس کا تختہ نکال کر
عیب دار کردیا۔ تاکہ بادشاہ اس کو نہ پکڑے۔ چنانچہ اس نے نہ پکڑا اور
کشتی والوں نے اپنی کشتی کو درست کرلیا۔ اب اے موسیٰؑ آپ ہی بتلائیے
کہ یہ کام اچھا تھا یا برا۔ اور وہ جو لڑکا تھا وہ نہایت ہی شریر اور کافر اور
سرکش تھا۔ اس کے ماں باپ نہایت ہی نیک تھے۔ اب ایسی صورت
میں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں لڑکے کی محبت میں آکر وہ بھی کفر اور
سرکشی میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ اس لئے خدا کو منظور ہوا کہ یہ لڑکا مرجاوے
اور اس لڑکے کے بدلے ان کو اور اچھی اولاد عطا ہوئے۔ چنانچہ اس کے
کے بعد ان کے یہاں ایک نہایت ہی نیک اور باخدا لڑکی پیدا ہوئی
جس کے پیٹ سے کئی نبی پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ کہو اس میں کیا برائی ہوئی

اب رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان کے باپ کا خزانہ مدفون تھا۔ اور اُن کا باپ نہایت نیک مرد اور باخدا تھا۔ جس کی برکت سے خدا کو اس کی اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکالیں۔ سو اگر دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو اور لوگ خزانہ کو لے لیتے۔ اس لئے اس دیوار کو درست کر دیا۔ کہ ان کی جوانی تک نہ گرے۔ اے موسیٰ کہئے کیا اس پر اجرت لینی مناسب تھی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت خضر علیہ السّلام سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے۔ لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بندے مجھسے بھی زیادہ عالم ہیں

فائدہ:— اس قصہ میں کئی عمدہ فائدہ ہیں۔ اول کشتی کا تختہ توڑ کر ظالم بادشاہ کے ہاتھ سے بچا دینا۔ اس بات کی تعلیم ہے کہ تھوڑے سے نقصان پر بے صبری نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں کس قدر ہماری بہتری سمائی ہوئی ہے۔ دوسرے علم کے لئے سفر کرنا۔ رحمت ہے تیسرے علم کی طلب میں تکلیفوں پر صبر کرنا لازم ہے کہ بدون اس کے علم نہیں آتا اور جلد بازی سے پرہیز کرنا۔ کہ جس کے باعث مقصود ہاتھ سے نکلجاتا ہے۔ چوتھے عالم کو گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے کہ ایک سے ایک عالم زیادہ موجود ہے۔ پانچویں یہ کہ استاد اپنے شاگرد کی تین خطائیں معاف کرے۔ چھٹا یہ کہ حق تبارک و تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ گو اس کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آوے جس طرح کشتی کا توڑنا اور لڑکے کا مار ڈالنا اور گرتی دیوار کا بنا دینا۔

معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السّلام کے زندہ موجود ہونے کے بارے میں علماء اسلام کے دو قول ہیں ایک جماعت صرف اس حدیث سے استدلال

کرتی ہے۔ جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار عشاء کی نماز پڑھ کر یہ فرمایا تھا کہ آج کی رات جو زمین پر زندہ ہے وہ سو برس کے اخیر تک زندہ نہ رہیگا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت خضرؑ بھی مر گئے۔ مگر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ اور سال بھر میں ایک بار ملاقات بھی کرتے ہیں اب حدیث مذکور میں جو سو برس کے بعد مرنا آیا ہے وہ اکثر لوگوں کی عمر طبعی کا لحاظ کرکے فرمایا ہے۔ عموماً مراد نہیں ہے۔ کہ جن کی زندگی محض اُس کی قدرت کاملہ کے طور پر ہو۔ اور اسم یَاحَیّ کی تجلّیِ دائمی سے زندہ جاوید رہتی ہو۔ وہ بھی اس میں شامل ہو۔ اور حافظ ابن حجرؒ اور سخاویؒ اور قسطلانیؒ اور جمہور علماء اور تمام صوفیہ صافیہ بالاتفاق قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السّلام اب تک زندہ سلامت ہیں۔ اور یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ آپ مرے نہیں ہیں۔ اور یہ بات قطعی یقینی ہے کہ حضرت خضر علیہ السّلام کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پاک کا شرف حاصل ہے۔ اور اسی طرح حضرت امام سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں ملاقات حضرت عمرؓ کی حضرت خضرؑ سے مفصل بیان کی ہے۔ اور حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانیؒ کہ جو بہت بڑے کاملین سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت خضرؑ کے زندہ سلامت رہنے کا انکار کرے اس کے لئے سخت تعجب ہے غرض کہ آپ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اور سالکینِ طریقت اور واقفینِ حقیقت سے ملاقات بھی کرتے ہیں اور اعمالِ خیر کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام بڑے اولوالعزم رسول ہیں

تھے ان کو توریت دی گئی تھی۔ اور حق تعالیٰ سے کلام کرتے تھے۔ پھر وہ کونسا علم ہے جو انہیں حاصل نہ تھا جس کی خضر علیہ السّلام کے پاس تعلیم پانے گئے تھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے بندوں میں سے بعض اس کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں بشریت برائے نام ہوتی ہے اور ان کی روح ذکر الٰہی کے انوار کی روشنی کی وجہ سے علوم اور معارف کے لئے ایک آئینہ کے مثل ہو جاتی ہے۔ اور ان کی قوت ملکیہ اُن پر اس قدر غالب ہو جاتی ہے کہ اگر ان کو طبقۂ ملائکہ میں شمار کیا جاوے تو کچھ بعید نہ ہو۔ تب اُن پر بلا واسطہ عالمِ غیب کے اسرار روشن ہوتے ہیں۔ جس کو علم لدُنّی کہتے ہیں۔

اگرچہ سب انبیاء علیہم السّلام ایسے ہی فرشتہ صفت ہیں۔ مگر ہر ہر پھول کی خوشبو نرالی ہے۔ اور ہر ایک کے مراتب الگ الگ ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ ع کو خلق کی تعلیم پانے کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ لہٰذا ان پر اسی قسم کے علوم روشن ہوتے تھے۔ اور بالکلیہ ملائکہ کے سلسلہ میں داخل ہونا ان کے حق میں ان کے مقاصد کے منافی تھا۔ برخلاف حضرت خضر ع کے کہ ان پر ملکیت غالب آجانے کی وجہ سے رجال الغیب اور ملائکہ میں مل گئے تھے۔ لہٰذا نظر سے غائب ہو جانا اور ایک آن میں ہزاروں کوس چلا جانا اور سمندروں سے پار ہو جانا ان کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا۔

اور حق تعالیٰ کو حضرت موسیٰ ع کو یہ دکھانا تھا کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ فرشتوں کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں گو ظاہر کے اعتبار سے ان کے افعال کسی بھید کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آویں۔ اسی لئے حضرت موسیٰ ع سے حضرت خضر ع نے کہا تھا کہ تم کو اور علوم عطا ہوئے ہیں اور

مجھے اور علوم عطا ہوئے ہیں۔ لہٰذا تم میرے ساتھ نہ رہ سکوگے۔
سبحان اللہ سلطان الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا شان عظیم ہے۔ کہ آپ کی امت میں ہر زمانہ میں حضرت خضرؑ جیسے فرشتہ صفت امتی موجود رہتے ہیں۔ جن کو ابدال اور اوتاد اور اقطاب کہتے ہیں قربان جائیے ایسے پیارے نبی پر کہ جس کی امت میں حضرت خضر جیسے باکمال امتی موجود رہتے ہوں۔

علم تصوّف اور علم باطنی کی تعریف

علمِ تصوف یہ وہ مبارک علم ہے کہ جس میں حق تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ پاک اور صفاتِ پاک کی حقیقتوں کی نسبت بحث ہوتی ہے اور اسمیں ان مبارک اعمال اور برکت اشتغال کا ذکرِ پاک ہوتا ہے۔ کہ جس سے باطن کی پاکی اور بصیرت کی صفائی کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے کا کامل ذریعہ ہے وہ حاصل ہوتی ہے۔ یا تصوف ایک ایسا باطنی خزانہ اور ایک ایسا پاک طریق ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف سے لیا گیا اور نکالا گیا ہے جسکو صراطِ مستقیم کہا جاتا ہے کہ جس پر چلنے سے انسان اپنے رب کریم تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس نورانی علم کا موضوع ذاتِ الٰہی اور صفات الٰہی ہے۔ اور اس مشک و عنبر کی خوشبو سے بھرے ہوئے علم تصوف کی جو غرض و غایت ہے۔ وہ اپنے ربّ رحیم کی معرفت ہے۔ کہ جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ صوفی صوف پوش کو کہتے ہیں۔ مگر نہ صرف صوف پوش بلکہ اہلِ تصوف کے ظاہری اور باطنی آداب سے آراستہ ہونے کا نام تصوف ہے۔ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کہ صوفی وہ شخص ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے صاف کر لیا ہو۔ یعنی جو شخص نفس کی آفتوں اور برائیوں سے صاف ہو۔ اور مبارک طریق پر چلے اور اس کا دل بجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے کسی اور چیز پہ آرام نہ پاوے۔ یعنی بجز ذکرِ خدا کوئی چیز اس کو لذت نہ دے۔ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی ہستی میں فانی کر دے اور اپنی ہستی سے تجھے زندہ کر دے۔ اور تو غیر اللہ سے نظر کو اٹھا دے۔ غرضکہ تصوف کا اصل منشا یہ ہے کہ نفس کی بری چیزیں مٹ جائیں اور اپنے پروردگار کی مرضی کے تابع ہو جائیں۔ اور ایک عارفِ کامل فرماتے ہیں کہ صوفیۂ کرام کے پاک طریقہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ دل کا میدان غیر اللہ کی محبت سے بالکل پاک اور صاف ہو جائے۔ اور خدا کی محبت سے آراستہ ہو جائے اور اس کو پہلا قدم سمجھو اور اس کا پچھلا قدم یہ ہے کہ نفس کی شرارتیں بالکل محو ہو کر اوصافِ الٰہی یعنی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے متصف ہو جائیں جس کو اصطلاح تصوف میں فنا فی اللہ کہتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن اور حدیث سے زہد اور تقویٰ کا علم حاصل کرنا اور چیز ہے۔ اور اس کو کسی مردِ خدا یعنی عارفِ کامل کی عملی حالت سے اخذ کرنا اور بات ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہر ایک شخص عارفِ کامل کی صحبت کے بغیر صرف رسمی عبادت سے باطن کی پاکی حاصل کر سکتا ہے تو وہ سراسر کاذب ہے۔ چونکہ کئی ایک ایسے عالم ہیں کہ جن کے علم اور فضل میں تو کلام نہیں ہے۔ اور اوامر اور نواہی کے بھی پورے پابند ہیں۔ مگر نفس کی شرارتوں سے ہرگز محفوظ نہیں ہیں۔ یعنی غصہ۔ حسد۔ غرور۔ حرص۔ شہوت۔ ریا۔ بخل۔ تکبر اور عجب وغیرہ۔ اب برخلاف اس کے

ایسے کم علم لوگ بھی ہیں کہ جو صرف شیخ کامل ہی کی صحبت سے نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ فیض باطنی جیسی نعمت سے محروم نہیں رہے اور رسمی عبادت میں اپنی پیاری عمر کو نہ کھووے کہ جس میں خدا کی محبت کی چاشنی اور عرفان کا ذوق نہ ہو۔ تعجب ہے کہ جسمانی امراض کے لیئے تو طبیب اور ڈاکٹر کے پاس لوگ دوڑے جاتے ہیں۔ مگر روحانی امراض کے لیئے روحانی طبیب یعنی عارفِ کامل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اگر صرف علم ہی فلاح اور صلاح کا موجب ہوتا۔ تو تمام علماء عارفانِ کامل بنگئے ہوتے مگر ایسا نہیں ہے۔ چونکہ اگر بارش کا ہر قطرہ سچا موتی نبجاتا تو کوڑیوں کی طرح سچے موتیوں سے بازار بھر جاتے۔

طریق تصوف شریعت سے الگ نہیں ہے

یاد رہے کہ مرتبہ حقیقت اور معرفت جو تصوف کی غرض و غایت ہے سوائے تصفیہ اور تزکیہ نفس کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور تصفیہ و تزکیہ سوائے پابندی شریعت محال ہے۔ یعنی ورع و تقوی میں یہاں تک استقامت پیدا کرے کہ رخصت سے تجاوز کر جائے۔ اور جب اس مرتبہ کو حاصل کرے تو اس پر اسرار حقیقت منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اور یہ طریق عین منشائے شریعت ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔

ایک عارف کامل لکھتے ہیں کہ جو طریق کہ مخالفِ شریعت ہے وہ کفر ہے۔ اور جس حقیقت پر کتاب و سنت گواہ نہیں وہ الحاد اور زندقہ ہے یا یوں سمجھو کہ طالبِ صادق کو سب سے اول شریعت کے امرو

نہی سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اور تقویٰ وطہارت کا پابند ہونا جس کو طریقت کہتے ہیں شریعت کی پابندی کا نتیجہ ہے۔ اور ان مراتب کے بعد وصول الی اللہ یعنی نور و تجلی کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ جس کا نام حقیقت ہے حقیقت میں یہ تینوں مراتب شریعت ہی کی کمال پابندی کا نتیجہ ہیں۔ یعنی رسم و عادت پر پابندی شریعت سے گذر کر حقیقی طہارت و تقویٰ کو حاصل کرنا جس سے ذکر میں لذت اور لذت سے استغراق اور محویت حاصل ہونے لگے۔

اس کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا کہ طہارتِ شریعت بذریعہ وضو اور غسل کے اور طہارتِ طریقت ہوائے نفس کے ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور طہارتِ حقیقت تمام غیر اللہ سے قلب کو پاک کر دینے پر منحصر ہے۔

یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص گمان کرتا ہے کہ آثارِ بشریت سے گذرنا اور اسرار طریقت اور حقیقت پر مطلع ہونا کسی ایسے طریق سے بھی حاصل ہو سکتا ہے جو مخالفِ شریعت ہے۔ تو ایسا شخص خدا کا سرکش ہے اور وہ ضلالت اور نسیان کے گڑھے میں پڑا ہوا ہے۔ اور شیاطین اسے ادھر ادھر بھکا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ناکام ہی واپس ہو جاتا ہے۔ اور آخرِ کار وہ زیان اٹھا کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

تصوف و اہلِ تصوف کا انکار

جاہل لوگ جس طرح نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اکثر تکذیب کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہر ایک زمانہ میں صوفیائے کرام کا بھی انکار کرنے والے موجود رہے ہیں۔

چنانچہ ایک محدث نے بھی بڑے زور شور سے بڑے بڑے

عارفانِ کامل حتیٰ کہ حضرت جنید رح اور شبلی رح اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہم جیسے آئمہ طریقت پر حملہ کر دیا۔ اور اُن کے حق میں یوں پکار اٹھا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اِن لوگوں یعنی صوفیہ نے شریعت کی بساط کو لپیٹ دیا ہے کاش یہ لوگ طریق تصوف کو اختیار نہ کرتے۔

اِس قسم کے الفاظ ہمیشہ مشائخ کے حق میں لوگ استعمال کرتے رہتے ہیں اور یہ بات حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ان ہی لوگوں میں سے کئی ایسے بزرگ ہیں جو انکار کے بعد اقرار پر مجبور ہوئے۔

چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی رح دیباچہ لواقح الانوار میں لکھتے ہیں کہ اس گروہ کے برخلاف ہر ایک زمانہ میں برابر انکار ہوتا رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام تک ان لوگوں کو ترقی ہوتی ہے۔ عامہ عقول اس کے سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ مگر یہ لوگ ان منکرین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔

امام موصوف نے طریق تصوف کی نسبت ایک دلچسپ بحث لکھی ہے اس کا خلاصہ طالبوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صوفیائے کرام کا طریق انبیاء علیہم السّلام کے قدم بقدم چلنا ہے۔ اور یہ اس وقت تک مذموم نہیں جب تک صریح آیات و احادیث و اجماع اُمت کے مخالف نہ ہو۔ اور اگر کوئی امر ان تینوں کے برخلاف نہ ہو اور کسی کی سمجھ میں نہ آسکے تو اس کو اختیار ہے کہ اس پر عمل کرے یا اس کو ترک کر دے مگر انکار کی وجہ سوائے بدظنی کے اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ تصوف مراد اس حقیقی نور سے ہے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پر پورے طور پر عمل کرنے سے اولیاء اللہ کے دلوں میں چمکتا ہے۔

سو جو شخص ظاہر و باطن میں کامل اتباع کریگا اسکو ایسے معارف وحقایق اور اسرار ودقایق حاصل ہوں گے جو زبان سے بیان نہیں ہو سکتے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہمیں اعمال صالح کی عملی صورت تبلاتی ہیں اور تصوف انہی اعمال کی روحانی تاثیر پر مبنی ہے۔ جس کی حقیقت سے سوائے فاضل کامل کے جس نے احکام شریعت کی کیفیت وکمیت کو خوب سمجھا ہو۔ ہر ایک شخص اچھی طرح واقف نہیں ہو سکتا پس جس طرح علماء شریعت کتاب وسنت میں صحیح غور وفکر کرنے سے جزئی الفاظ نکالا کرتے ہیں اور اصول اجتہاد سے جائز وناجائز کا پتہ لگاتے ہیں اسی طرح علماء طریقت یعنی صوفیاء کرام بھی سالک کیلئے آداب و شرائط تجویز کرتے ہیں جو انہوں نے شریعت سے لئے ہوتے ہیں اور جس طرح کوئی مجتہد اپنے اجتہاد کو کسی غیر کے لئے واجب الاتباع نہیں بنا سکتا اسی طرح کوئی صاحب مقام ولی اللہ اپنے ذوق وکشف وغیرہ کو کسی دوسرے کے واسطے واجب الاتباع قرار نہیں دیسکتا۔

امام شافعی رح نے بھی اس مضمون کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مجتہدین شریعت اور مجتہدین طریقت سب کے سب راستباز اور عادل لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے شریعت کی خدمت کیلئے برگزیدہ کرلیتا ہے۔ پس جو شخص نظر غور سے کام لیگا اُسے معلوم ہو جائیگا کہ اہل اللہ کے علوم ہرگز شریعت کے باہر نہیں ہیں۔ اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ کیونکہ شریعت ہی تو اُن کے لئے ذریعہ وصول الی اللہ ہے۔ اور وہ ایک دم کے لئے بھی شریعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا علم تصوف کتاب وسنت کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک صوفی کے لئے کتاب و

سنت کا عالم ہونا ضروری ہے۔ نہ برعکس۔

غرض انکار کی وجہ سوائے جہالت اور غرور کے اور کچھ نہیں۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آجتک اسلام میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا جس میں اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء راسخون فی العلم نے اپنے زمانہ کے شیخ کامل سے فیض باطنی حاصل نہ کیا ہو۔ اگر اس پاک گروہ میں کچھ خصوصیت نہ ہوتی تو معاملہ برعکس ہوتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ کے حکم سے قطب الوقت شیبان راعی قدس سرہ سے سوال کیا کہ آپ اس شخص کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں جسکی نماز فوت ہو جائے۔ اور نہ جانتا ہو کہ کونسی نماز تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایسا شخص اللہ کے ذکر سے غافل ہے اُسے تنبیہہ و تادیب کرنی چاہیئے اور پانچوں نمازیں پھر ادا کرنی چاہئیں۔ امام رحمۃ اللہ نے آپ کے طریق حق کی تصدیق کی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ فقہ کے مشکل سے مشکل مسائل کو شیخ وقت ابوحمزہ بغدادی رحؒ سے دریافت کیا کرتے۔ اور شیخ کے جواب سے پورا پورا اطمینان حاصل کیا کرتے۔

محدث ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شبلیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حیض کے متعلق چند مشکل سوالات میں آپ کا امتحان کیا آپنے سات ایسے مسائل تبلائے جو ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے ہرگز معلوم نہ تھے۔

شیخ قطب الدین بن الیمنؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کو مشائخ کبار کی صحبت کے لیے ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ ان لوگوں کو اخلاص حقیقی کا وہ رتبہ حاصل ہے جو ہمیں حاصل نہیں اس قسم کی مختلف نظیروں کیلئے رسالہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اور امام یافعی رحمۃ اللہ

علیہ کی کتاب روضتہ الریاحین کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

امام ابو تراب نخشبی رحمتہ اللہ علیہ جو اہل طریقت کے ایک بڑے مقتدا مانے گئے ہیں فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لیتا ہے تو اس کا پہلا نشان یہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے حق میں زبان طعن دراز کرتا ہے۔

اور میں نے اپنے شیخ ابو یحییٰ زکریا انصاری رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ جب کسی فقیہہ کو اہل طریقت کے احوال اور اصطلاحات کی خبر نہیں تو اُسے برہنہ پا سمجھو۔

شیخ محمد مغربی شاذلی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اہل طریقت کی پیروی کرو۔ اگرچہ ان کا وجود بہت ہی قلیل ہو۔ اور جو لوگ اہل طریقت نہیں ان سے بچتے رہو۔ اگرچہ وہ بہت ہوں۔ اور اہل طریقت کی حقانیت پر حضرت موسیٰ وخضر علیہما السّلام کے واقع میں غور کرنا اس امر کی کافی دلیل ہے کہ اہل طریقت کی تلاش کرنا طالب مولیٰ کے لئے واجب ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک رسالہ امام فخرالدین رازیؒ صاحبِ تفسیر کبیر کو ارسال کیا تھا جس میں انہوں نے امام کے ظاہری علم وفضل کو تسلیم کرکے انہیں بے خبر اور بے علم ثابت کیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

میرے بھائی خدا تمہیں توفیق دے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلِ حقیقت کے نزدیک انسان کبھی کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ جتبک کہ منقولات اور معقولات کی اصلاح پرستی سے آگے نہ نکل جاوے۔ کیونکہ جو شخص محض تقلیدی طور پر اپنے استادوں اور مشائخ کے علم تک محدود رہتا ہے وہ جزئیات کی چھان بین میں عمر عزیز کھو دیتا ہے۔ اور مقصود اصلی سے برطرف پڑا رہتا ہے۔ کیونکہ جزئیات کی کوئی حد نہیں اور پورے طور پر ان کا حاصل کرنا محال ہے۔

میرے بھائی اگر تو کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھکر حقیقتِ شریعت سے آگاہ ہو تو تجھے بہت جلد شہودِ حق کے درجہ تک پہنچا دیگا جس سے تجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے علوم حقیقت عطا ہونے لگیں گے۔ یاد رکھ کہ استدلال عقلی سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو ان علوم حقیقت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے کیونکہ نظر و فکر چند ایک عقلی ڈھکوسلوں کا نام ہے۔ جن کا علم حقیقت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

اور شیخ کامل حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ علماء ظاہر کے حق میں جو باہم جزئیات میں نوک جھوک رکھتے ہیں فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ مردوں سے علم سیکھتے ہو۔ اور اہلِ حقیقت حی لایموت سے۔

میرے عزیز! ضروری ہے کہ تو وہ علوم حاصل کرے جس سے تجھے کمالِ حقیقی حاصل ہو۔ اور جو مرنے کے بعد تیرے ساتھ ہو۔ اور یہ یاد رکھ کہ یہ وہی علوم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور مشاہدہ اور موہبت دیئے جاتے ہیں ان علوم کے سوا اور جس قدر علوم ہیں ان کا نفع انسان کی زندگی تک محدود ہے۔ مرنے کے بعد ان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ سو عاقل کو واجب ہے کہ وہ ایسے علوم حاصل کرنے کی کوشش کرے جو عالم فانی کو چھوڑ جانے کے بعد بھی اسکی ذات کے ساتھ جا سکیں اور ایسے علوم صرف دو ہی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی معرفت اور امور آخرت کا علم سو تجھے واجب ہے کہ اس دنیا میں انہی ہر دو علوم کی تحقیق میں سرگرم رہے۔ تاکہ اُن کا ثمرہ تجھے عالم آخرت میں ملے اور دنیوی علوم سے صرف وہی علوم جن کے بغیر انسان کا چارہ نہیں۔ اور جو سلوکِ طریق میں تجھے معاون ہو سکیں۔ حاصل کر۔

اور تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ علوم بدون خلوت ریاضت،

مشاہدہ جذب الٰہی کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

میرا خیال تھا کہ میں تجھے خلوت اور اس کے شروط اور بعض دوسرے امور ضروری کی بابت مفصل طور پر آگاہ کرتا۔ مگر مقتضائے وقت مجھے اس سے مانع ہے۔ اور مقتضائے وقت کے مانع ہونے سے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ جو لوگ لفظ پرستی کو شریعت سمجھ بیٹھے ہیں اور اس کے اسرار سے محض ناواقف ہیں اور جن کا طریق بجز جنگ وجدال اور حسد و تعصب اور کچھ نہیں حتی کہ اہل طریقت پر طعن و تشنیع کرنے کو اپنے لئے موجب فخر سمجھ کر ہر ایک صداقت کے انکار کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ میری باتوں کو نہیں سن سکینگے۔

میرے عزیز! تجھے لازم ہے کہ تو اس بزرگ گروہ کا انکار نہ کرے اور یہ نہ سمجھ لے کہ یہ لوگ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے نص کو ظاہر سے پھیر لیتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر شریعت کو اس کے مفہوم سے پھیرنا کفر ہے۔ بلکہ بات اس طرح ہے کہ بموجب فرمان نبویؐ اِنَّ لِکُلِّ اٰیَۃٍ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا وَحَدًّا وَ مُطَّلَعًا اِلٰی سَبْعَۃِ اَبْطُنٍ[1] ظاہر سے وہ احکام شرعیہ مراد ہیں جن کی پابندی سے اعمال صالحہ بجالائے جاتے ہیں۔ اور باطن سے وہ اسرار و معارف الٰہی مراد ہیں جو کامل ایمان و تقوی پر مترتب ہوتے ہیں اگر کوئی شریر منکر تجھے جہالت سے اہل حقیقت کی تصدیق سے روکنا چاہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ۔ کیونکہ قرآنی معارف وہ اسرار کا خزانہ ان لفظ پرستوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور ان کے حصہ میں اہل حق کی تردید و تکذیب اور بغض و عناد کے سوا اور کچھ نہیں آیا۔ کیونکہ آیات اور حدیث کو ان کے مفہوم ظاہری سے پھیرنا اس وقت لازم آتا ہے جبکہ ظاہر کا انکار کر دیا جاوے اور یہ کہا جاوے کہ ان سے مراد انکی معانی ظاہری نہیں بلکہ اہل حقیقت ظاہر کو اپنے رتبہ میں اسی طرح تسلیم کرتے

---

[1] ہر ایک آیت کیلئے ظاہر و باطن و حد ہے۔ سات باطنوں تک ۱۲۔

ہیں جسطرح تمام اہل اسلام کو اُن پر ایمان لانا واجب ہے یہ لوگ کوئی نئی شریعت نہیں تبلاتے۔ ہاں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں خدا کے دیے ہوئے نور فراست اور کشف وشہود سے اِن معارف و اسرار کو حاصل کرتے ہیں جن سے اہل جدل کوسوں دور پڑے ہیں۔ یہ لوگ جب اِن معارف وحقائق کو کسی اہل حقیقت کی زبان سے سن پاتے ہیں تو یہ نہیں کہ وہ اپنی کم علمی یا قصور فہم کا اقرار کریں بلکہ جھٹ اسطرح کہنے لگتے ہیں کہ سلف میں تو کسی نے یہ بات نہ کہی تھی سو ایسے اعتقاد کے لوگ ہرگز مشائخ عظام کے فیضانِ باطنی سے مُستَفِید اور مُستَفِیض نہیں ہو سکتے۔

وجہ انکار اور منکرین کے اقسام

منکرین کے مختلف اقسام ہیں بعض تو قصور فہم کی وجہ سے انکار کردیا کرتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث سے اِن اسرار و معارف کو جنہیں اہل حقیقت حاصل کیا کرتے ہیں۔ وہ خود تو اخذ نہیں کرسکتے۔ اور اہل حقیقت کے حق میں پوری پوری بدظنی ہوتی ہے۔ اس لئے سوائے تکذیب کے کوئی چارہ نہیں دیکھتے اس قسم کے منکرین کی نسبت قرآن مجید میں اس طرح ارشاد ہوا ہے۔ کَذَّبُوا[1] بِمَا لَمْ یُحِیْطُوا بِعِلْمِهٖ بعض کو نفسانی اغراض مدنظر ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ تعصب وحسد کی وجہ سے انکار کردیتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے حق میں یوں فرمایا حَسَدًا[2] مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اور بعض غرور وتکبر کی وجہ سے انہیں اپنی خاطر میں نہیں لاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہیں اور ہماری طرح ضروریات انسانی میں مبتلا ہیں انہیں یہ رتبہ کیسے ملگیا ان کے حق میں یوں ارشاد ہوا وَمَالِ[3] هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ علیٰ ہذا القیاس اور بھی کئی ایک وجوہ انکار ہیں۔

---

[1] اسلئے جھٹلایا کہ اُسکے علم پر احاطہ نہ کرسکے [2] اپنے ازروئے حسد کے [3] یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے

اور یہ کوئی نئی وجہ نہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ سے لیکر آجتک
بندگان خدا کے حق میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ مگر یہ لوگ اُن کے مقابلہ میں سینہ
سپر ہو کر استقلال سے کام لیتے ہیں۔

شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل حقیقت کا
منکرین اہلِ جدال کے ساتھ امتحان کرنا چاہا ہے۔ سو تم بہت کم لوگوں کو دیکھو گے
کہ کسی خالص ولی اللہ کی تصدیق کرتے ہوں۔ بلکہ اہل اللہ کے صفات و حالات
سن کر وہ زبانی یوں کہدینگے کہ ہاں اللہ کے مقبول بندے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں
مگر ایسے لوگ کہاں مل سکتے ہیں اور جب اُن کے سامنے کسی ولی اللہ کا ذکر کیا
جاوے تو وہ لوگ طعن و تشنیع کو اُس کے برخلاف حجت گردان لیتے ہیں اور اسبات
کو نہیں جانتے کہ ولی اللہ اور اس کے باطنی کمال کو جانچنے کیلئے باطنی آنکھ کی ضرورت ہے
چنانچہ ابن تیمیہ نے ہمارے زمانہ میں بہت کچھ تجاوز کیا ہے اور بعض نے
ان حقائق کا بھی انکار کر دیا ہے۔ جن کی اصلیت پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے
اور اس نے اپنے خیال میں انہیں مخالف شریعت قرار دیا ہے سو ایسے اشخاص
سے جن کا پیشہ رد و طعن ہو اور انکار کے سوا ان کی زبان سے کچھ نہ نکلے ایسے بھاگو
جیسے کسی درندہ سے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
ابتدا میں عوام کی طرف سے اذیت و تکلیف برداشت کرتے رہے ہیں۔ تاکہ وصف
صبر سے متصف ہوں۔ اولیاء و اصفیا کو بھی یہ مرحلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اور آخرکار
انہیں غلبہ ہوا کرتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ[۱] کیونکہ وصف شکر سے
موصوف ہونا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسے کہ وصف صبر سے وَلَقَدْ كُذِّبَتْ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا[۲] مانا کہ بعض

---

[۱] اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب رہیں گے ۱۲ [۲] تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے۔ پس
انہوں نے ان کی تکذیب اور ایذا پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچ گئی ۱۲

اہل علم نے اپنے خیال کے بموجب کسی نہ کسی حجت شرعی پر انکار کیا ہے۔ لیکن اس حجت پر ہم کہاں تک اعتبار کریں۔ کیونکہ ایسے امور کے بارہ میں اختلاف کرنا جو محض مقام ولایت سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً کشف وشہود والہام وغیرہ علمائے ظاہری کا کام نہیں ہے۔ یہ لوگ احکام جائز اور ناجائز اور عقائد کے سوا اور کیا تبلا سکتے ہیں۔ انہیں مقامات سلوک کی کیا خبر بھلا شمار کر کے تبلاؤ کہ کس قدر علمار ظاہری صاحب مکاشفہ اور الہام گذرے ہیں اور کس قدر ایسے ہیں جن کے ہاتھ پر خرق عادات وکرامات صادر ہوئے یہ لوگ کتاب و سنت کے مسائل کی تشریح میں عمر گذار دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو احکام شریعت کے متعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہتے ہیں۔ اور اس خدمت کے عوض وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کے مستحق ہیں مگر مقامات عالیہ سلوک کی خبر دینا مجاہدہ ریاضت زہد وتقویٰ اور اشغال ذکر کا نتیجہ ہے اگر علماء ظاہر صرف مقامات عالیہ سلوک کے علم رکھتے ہیں تو علماء ربانی یعنی اہل اللہ کو ان مقامات پر گذر ہوتا ہے اور اگر انہیں شنید حاصل ہے تو انہیں دید۔ اور شنید و دید میں زمین وآسمان کا فرق ہے سو یونہی منکرین کا انکار کر دینا اس عالی سلسلہ کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو لازم تھا کہ جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تکذیب کوئی نہ کرتا مگر یہ حکمت الٰہی کی خواہش ہے کہ اس بزرگ گروہ کے فیضان سے کچھ تو مستفید ہوتے ہیں اور اکثر محروم رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ تصوف کی اصل حقیقت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اکثر نام فروش لوگ شریعت کی پیروی کو چھوڑ کر ایسی باتوں پر زیادہ زور دینے لگ گئے ہیں جو یا تو سراسر مخالفِ شریعت ہیں یا کم از کم مختلف فیہ مگر چونکہ عوام الناس ایسی باتوں سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس لئے اُن کے ذہن میں یہ بات خوب جم گئی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت

صبحہ تو صرف علماء دین کا کام ہے اور سلوکِ طریقت ایک علیحدہ امر ہے حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔ کیونکہ جو شخص شریعت کے کسی حکم کی مخالفت کرتا ہے اس کو اہلِ طریقت کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں سلف صوفیائے کرام کا دستور تھا کہ وہ کسی شخص کو اپنی بیعت میں نہ لیتے تھے جب تک کہ اس کو شریعت کے ضروری احکام کا علم نہ ہوتا۔ اور ان کی مجالس میں سوائے کتاب وسنت کے اور کچھ ذکر نہ ہوتا وجہ اس کی یہ تھی کہ کم فہم لوگ بد اعتقاد ہو کر انہیں متہم کرنے لگ جاتے۔ اور یہ بعینہ طریقِ نبوی تھا کیونکہ بموجب تُكَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ[1] عام صحابہ کی مجلس میں سب کو یکساں تعلیم ہوتی۔ اور جب حضرت ابوبکر صدیقؓ یا حضرت علی رضؓ یا دیگر اصحاب کبار میں سے کوئی علیحدہ ہوتا تو خاص خاص معارف واسرار کا فیضان ہوتا۔ کون کہتا ہے کہ تمام صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان سے یکساں مستفیض تھے۔

بعض صحابہ اور آئمہ اہل بیت خصوصاً حضرت ابوہریرہ رضؓ اور امام زین العابدین رضؓ سے منقول ہے کہ سرچشمۂ نبوت سے ہم نے بعض ایسے علوم سیکھے ہیں کہ اگر ہم ان کو تم پر ظاہر کریں تو یقیناً تم ہمیں کافر کہنے لگو گے۔ مگر افسوس ہے کہ اکثر عامہ مجالس صوفیہ میں بعض ایسے مسائل کا بھی ذکر ہوتا ہے جن کو ایسے موقعوں پر بیان نہ کرنا مناسب ہے یا ایسی باتوں پر زور دیا جاتا ہے جن کو بدعت کہا جا سکتا ہے۔ یا اگر بدعت نہ بھی ہوں۔ تو بہر صورت کتاب وسنت سے تو ان کا رتبہ کبھی مقدم نہیں ہوسکتا۔

---

[1] لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے موافق گفتگو کرو۔

طریق تصوّف کی ضرورت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف شریعت کے اوامر و نواہی کا پابند ہونا نفس کے تصفیہ و تزکیہ کے واسطے کافی ہے۔ اور کسی شیخ کامل کی بیعت میں آنا ضروری نہیں کہ کتاب وسنت کی پابندی سے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر ترقی کرسکتا ہے۔ اور جس نے لیا ہے اُسی کی پابندی سے لیا ہے۔ مگر گفتگو یہ ہے کہ مقامات عالیہ مثلاً اخلاص۔ زہد۔ اتقا۔ ورع۔ توکل۔ صبر۔ رضا۔ تسلیم وغیرہ کی حقیقت نہ تو فقط تفسیر و حدیث کے پڑھ لینے سے حاصل ہوتی ہے نہ رسمی طور پر امر و نہی کی پابندی سے۔

دور کیوں جاتے ہو جن علمار شریعت نے کسی شیخ کامل کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا اور ذکر و مجاہدہ کی منزلیں طے نہیں کیں اُن کو مذکورہ بالا مقامات میں امتحان کر کے دیکھ لو۔ کہ آیات و حدیث میں تو بال کی کھال اتار کر دکھائیں گے۔ مگر روحانیت سے انہیں کچھ بھی بہرہ حاصل نہیں۔ غرور۔ نخوت۔ ریا۔ عجب حرص۔ شہوت۔ طلب جاہ وغیرہ امراض مہلکہ میں اسی طرح مبتلا ہیں جس طرح دوسرے اہل دنیا۔ اس سے یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ ہر ایک شخص جو برائے نام کسی شیخ وقت سے بیعت کرے وہ مقامات عالیہ کو یونہی طے کر لیتا ہے۔ بلکہ ہزاروں بیعت کنندگان کو دیکھا گیا ہے کہ مقامات تو بجائے خود وہ بیچارے ظاہر شریعت کی پابندی سے بھی گئے گذرے ہوتے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ شیخ کامل سے صرف وہی شخص فیض حاصل کرسکتا ہے جو تمام آداب و سلوک کا عملی طور پر پابند ہو اور مجاہدہ و ریاضت میں اپنی عمر کا ایک حصّہ صرف کرے۔ ورنہ صرف ظاہر احکام شریعت کی پابندی جس کا اثر باطن پر کچھ نہ ہو محض رسم و عادت ہے جس کی اہل حقیقت

کے نزدیک کچھ بھی قدر و منزلت نہیں۔
شیخ عز الدین محدثؒ جو علماء دین میں بڑے مشہور عالم گذرے ہیں مشائخ کی صحبت حاصل کرنے سے اول نہایت اسرار اور تعصب کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ یہ کیسا بدعات پھیلانے والا گروہ ہے۔ بھلا کتاب اور سنت کی پیروی کے علاوہ اور بھی طریق ہو سکتا ہے۔
مگر جب ایک دفعہ دمیاط علاقہ مصر میں بڑے بڑے محدثین وفقہا مثل شیخ تقی الدین رح اور شیخ مکین الدین محدث رح کی مجلس میں آپ کو حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تصوف کی بعض عبارت میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے چونکہ آپ مشائخ وقت میں سے تھے سب نے استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس قدر علماء وفضلا کے ہوتے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر بار بار اسرار پر آپ نے ان مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عز الدین رح بلا اختیار پکار اٹھے کہ سنو سنو یہ وہ کلام ہے جو ابھی اللہ کی بارگاہ سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ وہ کلام ہے جس سے حقانیت کے انوار چمکتے نظر آتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح غنیہ میں فرماتے ہیں کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اس طرح قائم کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے دوسرا فیض حاصل کرتا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے جانشین حواری یا صحابہ اور اُن کے بعد تربیت یافتہ علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ اور یہ امر نہایت ہی شاذونادر ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو غیر کی تربیت کے سوا مقامات عالیہ تک ترقی دے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سو ہم ہرگز انکار نہیں کرتے کہ کوئی شخص بلا تربیت شیخ مقامات عالیہ تک ترقی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم تمام انسانوں کی حالت کو مدنظر رکھ کر شیخ کامل کی ضرورت ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ اکثر یہی ہے کہ سوائے تربیت شیخ کے کوئی شخص منازل سلوک طے نہیں کر سکتا۔ یعنی شیخ کی خدمت ضرورت سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہونا چاہیئے جب تک کہ وصول الی اللہ یعنی منزل مقصود تک نہ پہونچ جاوے

صاحب جامع الاصول نے بھی ایک بحث اس مضمون کے متعلق لکھی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ قدیم سے رسم چلی آتی ہے اور تجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک صاف ہونا۔ اور نماز کو حضور قلب اور خشوع سے ادا کرنا جس کی حدیث نبوی اَنْ تَعْبُدَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ[۱] میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شیخ کامل کی تربیت کے سوا ممکن نہیں کیونکہ شیخ ہی اندرونی امراض کا واقف اور ان کی علاج کی مہارت رکھتا ہے۔ یہ بات علم کے حاصل کر لینے اور تودہ در تودہ کتابوں کے مطالعہ کر لینے سے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ نفس کی باریک رہزنیوں اور خفی آثار سے بڑے بڑے فقہ و حدیث کے علماء بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اور انسان کا اپنا تجربہ اس میں کافی دلیل ہے کہ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ[۲]۔

امام شعرانی نے انوار قدسیہ میں شیخ کامل کی پیروی کو واجب ثابت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں کا دور کرنا واجب ہے پس اس طریق کا حاصل

---

[۱] اس طرح عبادت کرے گویا کہ تو خدا کو دیکھتا ہے ۱۲۔ [۲] انسان اپنے نفس کو دیکھنے والا ہے ۱۲۔

کرنا بھی واجب ہوگا جس سے وہ دور ہو سکیں۔ اور وہ سوائے اتباع شیخ کامل کے اور کوئی طریق نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اگرچہ ہزاروں کتابیں حفظ کرلے۔

سو اے عزیز تجھے لازم ہے کہ تو کسی شیخ کامل کی تلاش کرے اور سرکشی نہ کرے اور امر آخرت میں غور سے کام لے اور اس غلط خیال سے بچے رہنا کہ صوفیہ کا طریق کتاب و سنت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ یہ کفر ہے۔ اس طائفہ عالیہ کا طریق عین اخلاق محمدیہ اور سیرت احمدیہ اور سنت الٰہیہ ہے۔

غور کرو کہ امام احمد بن حنبل رح اور شیخ عزالدین رح جیسے بڑے بڑے جلیل القدر محدثین کس طرح آخر کار انکار کے بعد صوفیائے کرام کے فیض باطنی کے اقرار پر مجبور ہوئے۔ امام احمد رح شروع شروع میں اپنے بیٹے کو اس طرح نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا دیکھنا کہیں ان لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا جنہیں صوفیائے کرام بولتے ہیں کیونکہ یہ لوگ شریعت کے احکام سے بیخبر ہوتے ہیں۔ سو تم علم حدیث کے سوا کسی اور کام میں نہ لگنا۔

مگر امام صاحب جب حضرت ابو حمزہ بغدادی رح کی مجلس میں بیٹھنے لگے اور دقائق شریعت آپ سے حل کرانے لگے اور آپ کی آنکھیں کھلیں۔ تو بیٹے کو یوں کہا کرتے کہ بیٹا دیکھنا کہیں ان لوگوں پر جنہیں صوفیہ کہتے ہیں بدظنی نہ کرنا۔ اور کبھی ان کی صحبت سے غافل نہ ہونا۔ کیونکہ یہ اُن اسرار و معارف کے خزانوں پر اطلاع رکھتے ہیں جن سے ہم لوگ بے بہرہ ہیں۔

یہ لوگ حقیقی علوم اور خشیت اور زہد و اخلاص کے مالک ہیں جنہیں علماء فقہ و حدیث سینکڑوں دفتروں سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

اسی طرح شیخ عز الدینؒ کو سخت انکار کے بعد جب شیخ ابوالحسن شاذلی کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع ملا تو یہ کہا کرتے تھے کہ صوفیہ کرام کی حقانیت پر یہی کافی دلیل ہے کہ یہ لوگ اہل حقیقت ہیں اور دوسرے صرف رسم وعادت میں پڑے ہیں۔ یہ ان حقائق ومعارف اور خرق عادات کے مالک ہوتے ہیں جو دوسروں کو شتر بار کتابوں کے پڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجتہد فرماتے ہیں کہ فقیہ کو صوفیہ کرام کی اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے تاکہ وہ اس کو ان علوم کا فائدہ دیں۔ جن کو وہ نہیں جانتا۔

اس موقعہ پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر طریق صوفیہ ضروری ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ صحابہ اور تابعین اور آئمہ مجتہدین نے جس طرح تمام احکام شرعیہ کی تفصیل وتوضیح کی ہے۔ طریق صوفیہ پر بحث کرتے اور امراض قلبی کے اسباب اور تشخیص اور معالجہ کی کیفیت تبلاتے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان بزرگواروں کا زمانہ خیر قرون تھا۔ اور اس قسم کی بد اعتدالیوں سے پاک اور صاف تھا اور عام مسلمان کتاب وسنت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور طریق سنت سے ایک قدم بھی ادھر آدھر نہ ہوتے تھے۔ مگر بعد میں جب فلسفہ طبیعتوں پر غالب ہونے لگا۔ اور لوگوں کے دلوں میں سے انوار نبوت کی چمک کم ہونے لگی تو علماء ربانی نے بھی اس طرف توجہ کی اور امراض اندرونی کے دور کرنے اور نفسوں کو پاک وصاف بنانے کیلئے ذکر وشغل کیلئے کتاب وسنت کے موافق اجتہاد کرنا شروع کیا معہذا وہ لوگ جو کتاب وسنت میں قرون اولی جیسے آئمہ کا علم وعمل رکھتے ہوں انہیں اگر مشائخ کی ضرورت نہ بھی ہو تو کونسی تعجب کی بات ہے کیونکہ وہ کامل اتباع سے ظاہر وباطن میں

بالکل عین شریعت کا نمونہ ہوتے تھے اور یہی صوفی کے معنی ہیں۔

اس جواب کو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ امراض باطنی کے ظہور کا زمانہ تیسری صدی ہجری کا آخری دور ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہترین اُمت میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ پھر جو اُن کے بعد ہوں گے۔ سو جن لوگوں کے بارہ میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دیدی وہ واقعی تمام کمالات کے جامع ہو گئے اور یہ بات عقلاً بھی بالکل درست و صحیح ہے کیونکہ جس طرح آفتاب کے غروب ہو جانے پر کھوڑی دیر کے لئے روشنی کا اثر قائم رہتا ہے اور آہستہ آہستہ رات کی سیاہی چھا جاتی ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر بھی آپ کے انوار نبوت کا عکس صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے پاک دلوں پر برابر چمکتا رہا حتیٰ کہ آہستہ آہستہ بدعات نے زور پکڑا اور ایک عام اندھیرا سا چھا گیا ایسے نازک وقت میں غیرت الٰہی نے یہ خواہش کی کہ اولیائے کرام اور اصفیائے عظام کو مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں مبعوث فرمایا تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی تعلیم کا سلسلہ بدستور جاری رہے۔ پس جو شخص رسم و عادت کے اسلام کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف آنا چاہتا ہو اور جزئی مسائل میں بحث نامناسب کو چھوڑ کر تعصب سے پاک ہو چکا ہو۔ اور بدظنی سے جو منکرین کے سنے سنائے الفاظ سے اس کے دل میں جاگزیں ہو گئی ہو بالکل محفوظ ہو چکا ہو ایک دم کیلئے بھی شیخ کامل کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ دیکھو متاخرین میں حافظ ابن حجرؒ شارح صحیح بخاری کس درجہ کے محدث ہیں۔ وہ کس زور کیساتھ اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں کہ طالب خدا کو چاہئے کہ کسی شیخ عارف کامل کو اپنا رہبر مقرر کرے۔ اور اہل تعصب کی باتوں کو ہرگز نہ سُنے اور یہ خیال رکھے کہ شیخ عارف کامل ہو اور احکام

شریعت و طریقت میں پورا واقف ہو۔ اور چاہیئے کہ رسم و عادات کے اسلام کو چھوڑ کر اپنے شیخ کے حکم پر چلے۔ اور جب کسی شخص کو ایسا رہبر کامل ملجاوے تو اس پر حرام ہے کہ اسے چھوڑ دے۔ اور ہمارے اس دعویٰ پر کتاب و سنت اور اجماعِ اُمت اور قیاس صحیح یہ چاروں شہادت دے چکے ہیں۔ بلکہ چاروں آسمانی کتابیں اس دعویٰ کی مثبت ہیں۔

اب چونکہ سورۂ مزمّل شریف میں ابتدا سے لیکر انتہا تک علم تصوف اور سلوک الی اللہ کے مقام اس طریق سے بیان کئے گئے ہیں جو مبتدی اور منتہی دونوں کیلئے باعث برکت اور باعث فضیلت ہیں۔ لہٰذا اس مبارک سورت کو معہ تفسیر کے نقل کیا جاتا ہے۔ خدا عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس مبارک سورت کی برکت سے مسلمانوں کو نفع پہونچائے۔ آمین یا رب العالمین۔

سورۃ المزمل

یہ سورت مکی ہے۔ اسمیں بیس۲۰ آیتیں اور دو سو چھیتر کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی حرف ہیں اس مبارک سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا ہے کہ اے صدر نشینِ دربار الٰہی تم کو لازم ہے کہ رات کو خلوت کے وقت تنہائی میں جب کہ آدمیوں کا اژدھام نہ ہووے ایسے وقت میں قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہا کرو۔ اور قرآن کے لفظوں کو بلند آواز سے پڑھا کرو تاکہ جس طرح دن کو آدمی اس کلام فیض نظام سے بہرہ ور ہوتے ہیں اسی طرح رات کو جن بھی اس کلام فیض نظام سے بہرہ ور ہوں۔ اور آپ کو جن اور انس کی رسالت کا منصب حاصل ہو۔ اور اس کلام الٰہی کی تلاوت کے اوقات کو اس طرح مقرر کرو کہ دن کو کہ جو ظہور اور نمود کا وقت ہے اس میں آدمیوں کو یہ کلام سنایا کرو

اور سمجھایا کرو۔ چونکہ آدمی بھی ظہور اور نمود رکھتے ہیں اور رات کو جو تاریکی اور پوشیدگی کا وقت ہے اُس میں جنات کو یہ کلام سنایا کرو۔ چونکہ جنات بھی تاریکی اور پوشیدگی رکھتے ہیں۔

اور دوسری بات رات کو تنہائی میں قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں یہ ہے کہ اس صورت میں مذکور ہے کہ آپ کے نماز پڑھنے کے وقت اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے کے وقت جو کافر ہیں وہ شور اور غل مچا کے آپ کے قلبِ مبارک کو تشویش میں ڈالدیتے ہیں۔ جس کے باعث تلاوت کا جو فائدہ ہے یعنی مناجات سے لذّت کا حاصل ہونا اور قرب الٰہی کے مرتبوں کی ترقی کا ہونا یہ فوت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس مبارک سورت میں حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ایسا وقت بتلایا کہ جس وقت کافر اور فاسق بلکہ اکثر لوگ غفلت میں پڑے سوتے ہوں۔ کہ اس وقت میں آپ کا تشویش سے دل پراگندہ نہ ہوگا۔ بلکہ تلاوت اور یادِ الٰہی کا برابر لطف حاصل ہوگا۔

اور اس مبارک سورت کا نام سورۂ مُزّمِّل اس لئے رکھا ہے کہ اس میں خرقہ پوشی کے لوازمات اور خرقہ پوشی کی شرطیں بیان فرمائی ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ اُس شخص کے متعلق سورت ہے کہ جو درویشوں کا خرقہ پہنے اور اپنے تئیں خدا کے رنگ میں رنگے۔ اور عرب کے لغت میں مُزّمِّل اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو ایک بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے۔ اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا معمول تھا کہ جب آپ تہجد کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کے واسطے رات کو اُٹھتے تھے تو ایک بڑا کشادہ کمل اوڑھ لیتے تھے۔ تاکہ سردی سے بدن محفوظ رہے۔ اور وہ کمل چودہ ہاتھ کا لنبا تھا۔ جس کو خاص اسی کام کے لئے آپ نے رکھا تھا۔ سو اس کمّل کا

اوڑھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں اب مولیٰ کی یاد میں داخل ہوا
اور میں نے اس عبادت کے کام کو اپنے ذمہ پر لے لیا جس طور پر کہ کمر کا
باندھنا اور ہتیار کا لگانا سپاہ گری کا نشان ہوتا ہے۔ سو آپ کا کمل کا اوڑھنا
بھی عبادتِ الٰہی کی ذمہ برداری کا نشان تھا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا یہ
ارشاد ہوا کہ ایسا کپڑا پہننّے کے لئے سات شرطیں ضروری ہیں سو تم نے جو اس
کپڑے کو پہنا تو تم کو بھی اِن ساتوں شرطوں کا بجالانا ضروری ہوا جن میں
سے پہلی شرط یہ ہے کہ رات کے جاگنے میں بڑی کوشش کرنا۔ اور قرآن شریف
کو تہجد کی نماز میں پڑھنا کہ یہ اپنے نفس کے ساتھ جہادِ اکبر ہے۔ اور دوسری
شرط یہ ہے کہ ہر وقت دن کو اپنے مالک کی بندگی میں مشغول رہنا۔ اور تیسری
شرط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر کی مداومت کرنا۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ تمام
تعلقات سے الگ ہو کر تجرید حاصل کرنا۔ اور پانچویں شرط یہ ہے کہ ہر امر
میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا۔ اور چھٹی شرط یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کی ایذا
کو سہنا۔ اور اس پر صبر کرنا۔ اور ساتویں شرط یہ ہے کہ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز
کرنا۔ لیکن اُن کی خیر خواہی میں قصور نہ کرنا کہ یہ بہت ہی مشکل بات ہے۔

اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مبارک صورت میں
مُزّمِّل کے نام سے مخاطب فرمایا ہے۔ تاکہ یہ خطاب کرنا اس بات کی طرف
اشارہ ہووے کہ اس کپڑے کے پہنّنے کے سبب سے اِن سات شرطوں
کے بجالانے کا تمکو حکم ہوا۔ جس طرح کوئی شخص ہتیار لگا کے مسلح ہو کے
سردار کے سامنے کھڑا ہووے تو اُس کو بھی سردار کا یہی حکم ہوگا کہ اچھا ہمنے
تمہیں فلانہ مورچہ سپرد کیا دیکھیں تو کیسی نگہبانی کرتے ہو یعنی جبکہ تمنے اس طرح
کا لباس پہنا تو اب اس کی شرم بھی رکھنا ضرور ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَاۤ اَیُّھَا الۡمُزَّمِّلُ اے اپنے اوپر ریاضت کا کپڑا لپیٹے ہوئے تو اس اپنے ریاضت کے کپڑے کا حق ادا کر۔ اور رات کا سونا۔ اور رات کا آرام لینا جو بظاہر بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے اُس کو چھوڑ۔ اور خدا کی یاد میں مشغول ہو قُمِ الَّیۡلَ۔ اُٹھ اور کھڑے ہوکر ہر شب کو نماز پڑھا کر اِلَّا قَلِیۡلًا مگر تھوڑی راتوں میں یہ حکم معاف ہے۔ جیسے بیماری کی راتوں یا سفر کی راتوں۔ یا اُن راتوں میں کہ جن کے دنوں میں بہت کچھ محنت اور مشقت کی ہو جیسے جہاد میں یا آپس میں صلح کرانے میں یا کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے میں۔ یا دوسری اسی طرح کی محنت کے کاموں میں کہ دن کو زیادہ محنت ہونے کے سبب سے رات کو اُٹھنے کی طاقت نہ رہے تو اسی طرح اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھا جاوے تو بیٹھ کر پڑھو۔ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آخر عمر شریف میں تہجد کی نماز اکثر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ رات کی نماز میں کھڑا ہونا برائے نام تھوڑی سی دیر کے لئے نہ ہو۔ چونکہ تھوڑی سی دیر برائے نام کھڑے رہنے میں مناجات کی لذت اور عبادت کی حلاوت حاصل نہ ہوگی۔ بلکہ عبادت کی حلاوت اور مناجات کی لذت حاصل کرنے کے لیے نماز میں کھڑے رہا کرو نِّصۡفَہٗۤ آدھی رات کے اندازہ سے اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا یا آدھی رات سے تھوڑا کم کرو اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ یا آدھی رات پر تھوڑا زیادہ کرو۔ تاکہ اس کمتی اور زیادتی سے دل کی خوشی اور بے چینی کی رعایت منظور ہو۔ یعنی اگر طبیعت چین میں ہو اور اچھی طرح سے دل لگے تو آدھی

رات سے زیادہ یعنی دو تہائی تک کھڑے رہو۔ اور اگر بچلے درجے کی
طبیعت ہو تو آدھی رات تک کھڑے رہو۔ اور اگر طبیعت بے چین
ہو تو تہائی رات پر اکتفا کرو۔ چونکہ عبادت کی بنا دل کی رغبت اور
دل کی خوشی پر ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ یہ بات
ضروری ہے کہ تم میں سے ہر شخص طبیعت کی خوشی اور دل کے لگنے
تک تہجد کی نماز پڑھے۔ پھر جب طبیعت سستی کرے اور دل نہ لگے تو
چاہیئے کہ موقوف کرے۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ اگر تم میں سے تہجد کی
نماز پڑھنے میں کسی پر نیند غلبہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ نماز کو موقوف
کرے اور سو رہے۔ ورنہ ایسا نہ ہو کہ کہیں خواب کے غلبہ میں مُنہ سے
دعا کی جگہ بد دعا نکل جاوے۔ یا کہ قرآن شریف کی تلاوت میں منہ
سے کوئی کفر کا کلمہ نکل جاوے۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ بے دلی سے
تہجد کی نماز پڑھنے میں رات کے جاگنے کی فضول مشقت مت کھینچو چونکہ
بے دلی کی عبادت میں ثواب نہیں ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا اور
قرآن کے حرفوں کو صاف کھول کر پڑھو تہجد کی نماز میں کھڑے ہو کر۔

ترتیل کا بیان

معلوم ہو کہ لغت میں ترتیل واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں۔
اور شرع شریف میں قرآن شریف کی تلاوت میں کئی چیزوں کی رعایت
کرنے کو کہتے ہیں۔ پہلے حرفوں کو صحیح نکالنا کہ طا کی جگہ تا۔ اور ضاد کی
جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا کہ کلام
کی صورت بدل نہ جاوے۔ تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا۔ یعنی زیر

زبر اور پیش کو آپس میں امتیاز دینا کہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پاوے
چوتھے آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان
تک پہنچیں۔ اور کان سے دل پر اور دل میں کوئی کیفیت پیدا کریں مثلاً ذوق
اور شوق۔ اور خوف اور دہشت۔ چونکہ قرآن شریف کی تلاوت سے یہی چیزیں
مطلوب ہیں۔ پانچویں اپنی آواز کو اچھا کرنا اس طور سے کہ آواز میں دردمندی
پائی جائے۔ تاکہ دل پر فوراً تاثیر کرے۔ چونکہ جو مضمون خوش آوازی سے
دل تک پہونچتا ہے تو اُس سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ
طبیبوں نے کہا ہے کہ دل کو جب کسی دوا کی کیفیت پہونچانا منظور ہو تو
چاہیئے کہ اس دوا کو خوشبو میں ملا کے دینا چاہیئے۔ چونکہ دل خوشبو کو کھینچنے
والا ہے تو اس خوشبو کے ساتھ اس دوا کو بھی جلدی کھینچ لیگا چھٹے تشدید
اور مد کا اپنی اپنی جگہ پر لحاظ رکھنا۔ چونکہ شدّ اور مدّ کی رعایت سے کلام
الٰہی میں عظمت نمودار ہوتی ہے اور تاثیر میں بھی مدد ملتی ہے۔ ساتویں اگر
قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون سُنے تو وہاں تھوڑا سا ٹھہر جاوے
اور حق تعالیٰ سے پناہ طلب کرے۔ اور اگر کوئی مضمون اپنے مقصد کا سنے
تو وہاں بھی تھوڑا سا ٹھہر جاوے۔ اور حق تبارک و تعالیٰ کی درگاہ سے
اس چیز کو اپنے لئے طلب کرے اور اگر قرآن شریف میں کوئی دعا پڑھنے
کے لئے حکم ہو تو وہاں بھی تھوڑا سا ٹھہرے۔ اور کم سے کم اِس دعا یا
ذکر کو ایک مرتبہ پڑھ لے۔ اور وہ یہ ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اے
رب مجکو علم زیادہ کر۔

سو جب تک اِن ساتوں چیزوں کی رعایت نہ کی جائے تب تک
قرآن شریف کی تلاوت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ

بن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ جیسے ردّی خرموں کو بکھیرتے ہو۔ اس طرح قرآن کے لفظوں کو مت بکھیرو۔ اور جیسے شعر کو پیٹتے ہو۔ ایسے قرآن کو مت پیٹو۔ بلکہ قرآن کے عجائبات پر ٹھیرو۔ اور قرآن پر اپنے دلوں کو ہلاؤ۔ اور اِس بات کی فکر مت کرو کہ یہ سورت کب تمام ہوگی کہ ہم فراغت پاویں۔ اور حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رض سے لوگوں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تھے۔ فرمایا کہ آپ سب حرکتوں کو یعنی زیر زبر اور پیش کو پورا نکالتے تھے۔ اور حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ایک آیت کو یہاں تک پڑھا کہ فجر ہوگئی۔ اور وہ آیت یہ ہے کہ اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ یعنی اگر تو اُن پر عذاب کریگا تو وہ تیرے بندے ہیں اگر تو ان کو بخشدیگا تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اور سبحان اللہ پیغمبروں کو کلام الٰہی کی تلاوت میں ایک بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کلام الٰہی کی تلاوت سے ان میں علم غیب سیکھنے کی بہت بڑی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ اُن کا بار بار کلام الٰہی کا تلاوت کرنا وحی کے نزول کے صدمہ کو اُن پر آسان کر دیتا ہے جس طرح کسی شخص کو کوئی بڑا صدمہ پہنچا ہو۔ اور بار بار اس کا ذکر کیا جائیگا تو آہستہ آہستہ وہ صدمہ ہلکا ہوتا جائیگا۔ اور اسی طرح وحی کا اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ پیغمبر بشریت کے تقاضے سے اس کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اور بیہوش ہو جاتے ہیں۔ اور تمام بدن پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔ پھر جب کہ

کلامِ الٰہی کی کثرت سے تلاوت کی جاتی ہے تو پھر اس بوجھ اُٹھانے کی عادت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا تحقیق عنقریب ہم تجھ پر ایسی بات ڈالیں گے کہ جو بہت بھاری ہے۔ یعنی اب اس کے بعد پے در پے تم پر قرآن کو نازل کریں گے۔ تو تمہیں چاہیے کہ تم پر جس قدر قرآن اترا ہے اس کی تلاوت میں رات کو مشغول رہا کرو۔ اور اس تلاوت کے انوار۔ اور برکات سے اپنے تئیں مشرف کر کے اس فیضِ عظیم کے بوجھ کو برداشت کرنے کی اپنے میں استعداد حاصل کرو۔

وحی کی گرانی کا بیان

شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی۔ یعنی جب کہ وحی کا نازل ہونا شروع ہوتا تھا تو پہلے گھنٹے کی آواز کے مانند ایک تیز آواز آپکو سنائی دیتی تھی۔ پھر اُسی آواز میں حرف اور کلمے ظاہر ہونے لگتے تھے۔ اور اُس تیز آواز کی تاثیر سے آپ کے ظاہری اور باطنی حواس بالکل ہی اس عالمِ دنیا سے منقطع ہو کے عالمِ بالا کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اور اُس وقت آپ کی ظاہری حالت ایسی ہو جاتی تھی جیسی کہ بدن سے رُوح کے کھنچنے کے وقت ہوا کرتی ہے۔ سو نزولِ وحی کے وقت آپ کے مبارک بدن کے تمام اعضا کی روح دماغ کی طرف جو فہم اور حافظہ کی قوت کی جگہ ہے۔ وہاں چڑھ جاتی تھی۔ جس کے باعث اُس وقت آپ کے دماغ میں بے انتہا گرمی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور آپ کی مبارک پیشانی پر پسینہ ہو کر آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔ اور چونکہ رُوح دماغ پر چڑھ جاتی تھی

لہٰذا بدن کے تمام اعضا ڈھیلے ہوجاتے تھے۔ اور کلامِ الٰہی کی عظمت کی وجہ سے اُس وقت آپ کا اس قدر وزن ہوجاتا تھا کہ اگر نزولِ وحی کے وقت آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ گر پڑتا تھا۔ چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ جاڑوں کے موسم میں جبکہ سردی شدت کی ہوا کرتی تھی اُس وقت اگر وحی آتی تو باوجود شدت کی سردی کے آپ کی مبارک پیشانی سے پسینہ بہہ نکلتا تھا۔ اور اگر آپ نزول وحی کے وقت اونٹ یا کہ گھوڑے یا کہ کسی اور جانور پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا تھا۔ مگر آپ کی ایک خاص اونٹنی کہ جس کا نام عضبا اور قصوا تھا۔ وہ گرتی نہ تھی۔ لیکن نزول وحی کے وقت اپنے پاؤں کو ٹیڑھا کرکے زمین سے ٹیک دیتی تھی۔ اور اگر آپ نزولِ وحی کے وقت کسی کی ران کو تکیہ دیئے ہوتے تھے تو اُس ران کے ٹوٹنے کا خوف ہوتا تھا۔ اور اس وقت آپ کا مبارک چہرہ سرخ ہوجاتا تھا۔ اور دم چڑھنے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ دور سے اُسکی آواز معلوم ہوتی تھی۔ پھر نزولِ وحی کے وقت دوسری گرانی یہ ہوتی تھی کہ بغیر لکھنے کے سب قراتوں میں کلام الٰہی کو یاد رکھنا ضروری ہوتا تھا۔ اور تیسری گرانی یہ تھی کہ اس کلامِ الٰہی کو ان دشمنوں کو پڑھکر سنانا تھا جو کلام الٰہی کو سنکر ہمیشہ ہنسی اور مسخراپن کیا کرتے تھے۔ اور چوتھی گرانی یہ تھی کہ کلام الٰہی کے عجائبات کا سمجھنا اور اُس کے اعجاز اور باریک باریک باتوں کو فہم میں لینا تھا کہ جو خدا کے فضل پر منحصر تھا۔ جو کہ اُمی ہوکے قرآن شریف کے عجائبات اور اُس کے اعجاز کو بیان کرے۔ یہ خدا کے فضل پر منحصر ہے اور آپ کی صداقت کی یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ اور پانچویں گرانی یہ تھی کہ اُمی ہوکے کلام الٰہی کی آیتوں کی تفریق کرنا یعنی محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ اور ظاہر اور

ماوں ان سب کو آپس میں جدا کرنا اور ہر ایک قسم سے الگ الگ احکاموں کا نکالنا
کہ یہ بہت ہی مشکل علم تھا۔ اور چھٹی گرانی یہ تھی کہ قرآن شریف کے احکاموں
کیمطابق مسلمانوں سے اس پر عمل کرانا کہ جو تائید الٰہی کے بغیر ممکن نہ تھا اور ساتھ
میں قرآن شریف کو جس میں ظاہری بھی حکم ہیں اور باطنی بھی حکم ہیں ان دونوں کو
جمع کرنا ایک اُمّی آدمی کیلئے مشکل سے مشکل امر تھا۔ اور ساتویں گرانی یہ تھی کہ جو کافر قرآن
کے سننے سے کوسوں دور بھاگتے تھے اُن کو قرآن کا سنانا ضروری تھا۔ اور آٹھویں
گرانی یہ تھی کہ قرآن شریف کا نازل ہونا جو لوگ کہ منافق اور فاسق تھے ان پر بہت سخت
تھا اب جو چیز کہ اُن کے نزدیک گراں تھی اُسی چیز سے ان کو واقف کرانا تھا۔ کہ
جسمیں انکے چھپے عیب اور چھپی باتیں رمز اور اشارہ اور تعریض اور کنایہ کے طور سے
بیان کر دی جاتی تھیں۔ اور مجلس میں حاضر رہنے والے لوگ اپنے
ذہن کی تیزی اور قرینے سے سمجھ جاتے تھے کہ یہ فلانے شخص
کا حال ہے جس کے باعث وہ خوب فضیحت ہوتے تھے۔ اور نویں گرانی
یہ ہے کہ قرآن شریف کے ہر ہر حرف کا ایک ایک روحانی خادم ہے اور
اور عزیمت پڑھنے والے جب قرآن شریف کی کسی آیت کو یا کہ کسی سورت
کو دعوت کی تمام شرطوں کی رعایت سے پڑھتے ہیں تو جتنے بھی اس آیت
یا اس سورت کے روحانی خادم ہیں وہ سب کے سب اس عزیمت پڑھنے
والے کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت عزیمت کے پڑھنے والے کو
اُن روحانی مؤکلوں کے سامنے ٹھیرنا اور برقرار رہنا بہت دشوار ہو جاتا ہے
سو اس طور سے آپ کی ثابت قدمی اور استقلال کو سمجھ لیا جائے یہی باعث ہے
کہ کلامِ الٰہی تمام کلاموں سے زیادہ تر وزنی اور گراں ہے چنانچہ جب قیامت
کے دن میزان کھڑی ہوگی اور عمل تولے جاوینگے تو کوئی بھی نیک عمل قرآن شریف

کے برابر نہ ہوگا بلکہ سب سے بھاری عمل یہ ہی ہوگا۔

اب اگر حق تعالیٰ نے کسی کو بھی کچھ عقل اور سمجھ عطا کی ہوگی اور وہ ان وجی کی گہرائیوں پر سرسری بھی نظر کریگا تو فوراً ہی پکار اُٹھیگا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں۔

الحاصل جب تہجد کی نماز میں قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھنے کی وجہ کے بیان سے فراغت پائی تو اب تہجد کی نماز کی وجہ کو بیان فرماتے ہیں کہ اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ بے شک رات کا اٹھنا ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً نفس کے روندنے میں بہت سخت ہے۔ اور نفس کی ظلمت دور کرنے میں یہ رات کا اٹھنا مجرب المجرب ہے۔

تہجد کی نماز کی برکتیں

سبحان اللہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھنا یہ نفس کو پائمال کرنے کیلئے بہت ہی اعلیٰ درجہ کی تدبیر ہے۔ جسکی دو وجہ ہیں وجہ اول یہ ہے کہ رات کا اٹھنا اور قرآن شریف کو بلند آواز سے پڑھنا۔ اور وضو کرنا۔ اور لوٹا پانی اور مسواک کو تلاش کرنا۔ اور پھر نماز کے لئے کھڑا ہونا۔ اور سجدہ میں جانا۔ یہ تمام چیزیں نفس پر بہت بھاری ہیں۔ چونکہ رات چین اور آرام لینے کا وقت ہے۔ اور یہ تو آدمی کی پیدائشی بات ہے کہ رات کو راحت وآرام لینے کے لئے پسند کرتا ہے۔ خصوصاً جب کہ بال بچے پاس ہوں اور نرم نرم بچھونا اور گرم گرم لحاف اوڑھے ہوئے ہو ایسے وقت میں اِن سب لذتوں کو چھوڑنا اور خدا کی عبادت میں مشغول ہونا نفس پر کیا کچھ شاق گذرتا ہوگا اور اگر گرمی کا موسم ہے تو بدن دن بھر دھوپ کی سوزش اور گرمی کی حرارت اٹھائے

ہوئے رات کو ٹھنڈک میں بدن آرام سے ہوتا ہے۔ پھر اس آرام کو چھوڑنا
نفس کے لئے کیسی مشکل بات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ
جب بندہ نماز میں مشغول ہوتا ہے تب حق تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا
ہے کہ اس میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اپنی چادر اور اپنی خوبصورت
بیوی کو چھوڑ کر میری مناجات میں مشغول ہے۔ اے فرشتو تم گواہ رہو کہ
میں نے اس کو بخشدیا۔ اور مروی ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
کہ کیا رات کو میں نے لباس نہیں کیا اور کیا میں نے نیند کو آرام نہیں کیا
پس جو بندہ کہ اٹھا اور نماز پڑھی تو ضرور ہے کہ وہ مجھکو اپنا رب جانتا ہے
اے فرشتو دیکھو وہ میرا بندہ مجھسے کیا مانگتا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ
خداوندا وہ تیری خوشنودی طلب کرتا ہے اور تیری بخشش کا امیدوار ہے
تب ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ اے فرشتو گواہ رہو میں نے اس اپنے بندہ کو
بخشدیا۔ اور مروی ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ایک میدان میں
جمع کریگا۔ پھر ندا کریگا کہ وہ لوگ کہاں ہیں کہ جن کی کروٹیں اپنے بچھونے
سے الگ رہتی تھیں یہ سنکر ایک نورانی جماعت براق پر سوار ہوگی۔ کہ
جن کا چہرہ سرخ یاقوت کی طرح جگمگاتا ہوگا۔ تب میدان والے لوگ پوچھینگے
کہ خداوندا یہ کون لوگ ہیں ارشاد ہوگا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں جب تم
اپنے بستروں پر آرام لیتے تھے تب یہ اپنے بستروں سے الگ ہوکر میری
عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں تہجد
کی نماز کا وقت سبحان اللہ ایسا تو انوارِ الٰہی اور برکات الٰہی اور فیوضاتِ
الٰہی اور تجلیاتِ الٰہی کے نزول کا وقت ہے۔ کہ جس میں موسلا دھار رحمتِ
الٰہی برستی ہے۔ سو جبکہ ایسی عمدہ عبادت ایسے نورانی وقت میں پائی گئی کہ

جس میں قرآن کا نور اور نماز کا نور اور ایمان کا نور تجلیاتِ الٰہی کے ساتھ ملکے۔ ایک تجلیاتِ الٰہی سے متجلی۔ نورانی ستون بنکے اس تہجد گذار کے دل سے قائم ہوکر عرش علیٰ تک ملبند ہوگیا ہو تو ایسی حالت میں نفس کی تاریکی کیا مجال رکھتی ہے۔ جو وہاں ٹھیرسکے یا باقی رہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہمارا پروردگار کہ جو بزرگ اور برتر ہے وہ ہر شب کو دنیا کے آسمان کی طرف جبکہ پچھلی تہائی رات باقی رہتی ہے تب متوجہ ہوتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہے کوئی مجکو پکارنے والا کہ میں اس کی پکار کو پہنچوں ہے کوئی مجھسے مانگنے والا کہ میں اس کو دوں ہے کوئی مجھسے مغفرت طلب کرنیوالا کہ میں اُس کو مغفرت کروں یہانتک کہ فجر ہوجاتی ہے سو تہجد کا وقت اپنے خاص بندوں کیلئے اپنے مالک کے دربار کا وقت ہے کہ اپنے مالک کی یاد کرنیوالوں کو نہال نہال کیا جائے اور مانگنے والونکو بامراد کیا جائے اور درگذر چاہنے والوں کو درگذر کیا جائے۔ اور وہ نورانی وقت عاشق اور طالب کیلئے اپنے معشوق اور مطلوب کے جلوہ کا وقت ہے اور وہ مسعود وقت تاجر کے لئے نفع ہی نفع حاصل کرنیکا وقت ہے۔ اور وہ ایسا بابرکت وقت ہے کہ تھوڑی محنت میں بڑا عمدہ مطلب حاصل ہوتا ہے۔ اور تھوڑی ڈھیل اور سستی میں بڑا مطلب ہاتھ سے جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ پچھلی رات کو خاص اِس فضیلت سے اِس لئے خاص کیا ہے کہ آدمی کے لئے دن مشغولی کا وقت ہے۔ کہ اُسوقت میں آدمی کا ہر حواس اپنے اپنے کام میں مشغول رہتا ہے جیسے آنکھ دیکھنے میں کان سُننے میں زبان چکھنے میں ناک سونگھنے میں ہاتھ ٹٹولنے اور پکڑنے میں وغیرہ۔ اور اسی طرح باطنی حواس بھی اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ جس کے باعث آدمی کی فکر تشویش میں ہوتی ہے۔ اور ہر وقت دنیا ہی کے کارخانہ کا خیال رہتا ہے اور

دن بھر مال اور اسباب اور دنیا کی آبرو کے حاصل کرنے میں اور بال اور بچوں کی صحبت میں گنواتا ہے۔ جس کے باعث عالم قدس اور عالم ارواح سے دوری ہو جاتی ہے۔ اور آدمی شب کے پہلے حصے میں دن بھر کی محنت اور پیٹ بھر کے کھانے پینے کے سبب سست ہو جاتا ہے۔ اور غذا کے ردی بخارات اس کے دل اور دماغ کو پریشان کر دیتے ہیں۔ اور طہارت پر بھی قابض نہیں رہتا۔ پھر جب کہ پچھلی رات ہوتی ہے تو یہ تمام باتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور دن بھر کے خیالات بھی غفلت کی نیند حائل ہونے کے سبب سے اس کے ذہن سے دور ہو جاتے ہیں۔ تو گویا کہ اس کی روح میں ظاہر کے اعتبار سے ایک گونہ صفائی حاصل ہو گئی۔ اور روح میں اس بات کی قابلیت پیدا ہو گئی کہ وہ اس وقت کو غنیمت جانکر قرب خداوندی کی لذت کو حاصل کرے۔ لہٰذا خدا کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے یہ وقت بہت ہی مناسب ہے۔ وَأَقْوَمُ قِيلًا اور بہت مضبوطی ہے بات کے کہنے میں یعنی قرآن شریف کی تلاوت اور اس کے معنی سمجھنے کے لئے پچھلی رات دوسرے وقتوں کی نسبت سے بہت ہی بہتر ہے۔ چونکہ پچھلی رات میں ذہن صاف رہتا ہے۔ اور غذا کے بخارات بھی کم ہو جاتے ہیں۔ اور باہر کا غل اور شور بھی حواس کو منتشر نہیں کرتا ہے۔ کہ دل اس طرف متوجہ ہو۔ اور قرآن شریف کے معنوں کے سمجھنے میں غفلت واقع ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کو کتابوں کے مطالعہ میں پچھلی رات کو جو مطلب حاصل ہوتا ہے وہ اور وقت میں نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ہے کہ پچھلی رات کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بہت سچا خواب پچھلی رات کا ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ اپنے اوپر رات کا اٹھنا لازم کر لو۔ چونکہ رات کا اٹھنا

یہ قدیم سے صالح لوگوں کی عادت ہے۔ یعنی قدیم سے اولیاء اللہ اس وقت
کو بابرکت وقت سمجھکے اِس مبارک وقت میں اُٹھنے اور عبادت کرنے کو ضروری
اور لازمی سمجھتے ہیں۔ اور یہ رات کا اُٹھنا حق تعالیٰ کی نزدیکی کا سبب ہے
چونکہ اِس پچھلی رات میں تجلیٔ الٰہی کا نزول پہلے آسمان کی طرف ہوتا ہے
اور پچھلی رات کا اُٹھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ چونکہ اس وقت کے
انوار قرآن شریف کے انوار اور نماز کے انواروں سے ملکر جو برے اعمال
ہیں اُن کی تاریکیوں کو دور کر دیتے ہیں۔ اور یہ پچھلی رات کا اُٹھنا تمکو گناہوں
سے بھی باز رکھیگا۔ چونکہ پچھلی رات میں قرآن شریف کے معانی عقل میں
خوب سماتے ہیں جس سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس وقت دل بھی
مناجات کی لذت سے لبریز ہوجاتا ہے اور گناہوں پر دلیر ہونے نہیں دیتا

اَب حضرات انبیاء علیہم السّلام کی مبارک اوقات ہیں کہ ان کی استعداد
کی صفائی کے لحاظ سے ایسی برکتوں کے حاصل کرنے میں اگرچہ دن رات
برابر ہے۔ چونکہ اُن کی عقلیں ہمیشہ خدا کے باعظمت کلام کے نور سے منور
رہتی ہیں۔ اور اُن کے قلوب ہمیشہ تجلیاتِ الٰہی سے متجلی رہتے ہیں۔ لیکن پھر
بھی ان کے دن کے اوقات قسم قسم کی طاعتوں سے معمور رہتے ہیں کہ خاص
ایک ہی کیفیت کا یا کہ ایک ہی حالت کا ایسے وقت میں پایا جانا متصور
نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا بیشک
تجھکو اے پیارے نبی دن میں بہت تیرنا ہے۔ یعنی بہت کام کرنا ہے اور
طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رہنا ہے۔ سو دن کو اتنی فرصت تم کو
نہیں ہے کہ لوگوں سے میل جول رکھو اور ساتھ میں مناجات بھی
کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوقاتِ شریف کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن اکثر اس طور سے گذرتا تھا کہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک ذکر الٰہی اور فکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ پھر اشراق کے بعد چاشت تک آپ دوسری قسم کی عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔ مثلاً مریضوں کی عیادت کرنا۔ غریبوں کی حاجت روائی کرنا اور طالب علموں کو علم کی تعلیم کرنا۔ اور سالکانِ راہِ طریقت کو خدا کی راہ کے قاعدے ارشاد فرمانا۔ اور فتویٰ پوچھنے والوں کو فتویٰ دینا۔ اور آپس میں جھگڑے قصّوں کا فیصلہ فرمانا۔ اور کافروں کے ساتھ جہاد اور قتال کے سامان کی تدبیر کرنا۔ اور مسلمانوں کے جنازہ کے ساتھ جانا۔ غرض کہ اس قسم کے کاموں میں آپ مشغول رہتے تھے۔ پھر چاشت کے بعد آپ گھر میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور اپنے اہل وعیال کی خاطرداری فرماتے تھے۔ کہ یہ بھی عبادت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ پھر کھانا تناول فرما کے تھوڑا قیلولہ فرماتے تھے۔ پھر جب کہ آفتاب ڈھلتا تو اس وقت آپ اٹھ کر وضو فرما کہ چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھتے۔ پھر جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ ظہر کی نماز مسجد میں پڑھتے۔ پھر ظہر کے بعد عصر تک تعلیم اور ارشاد۔ اور افتاء اور دعوت اور جھگڑوں کے فیصلے وغیرہ میں مشغول ہوتے۔ پھر عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے۔ اور مغرب تک ذکر الٰہی اور فکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھ کے گھر میں تشریف لیجاتے۔ اور مہمانوں اور مسافروں کے کھانا کھلانے میں خود متوجہ ہوتے اور اگر دنیا کا کچھ مال گھر میں ہوتا تو اس کو اسی وقت اسکے حقداروں کو

عنایت فرماتے کہ آپ کے گھر میں دنیا کا مال رات کو نہ رہے۔ پھر اس کے بعد آپ کھانا تناول فرماتے۔ پھر آپ جانوروں کے دانے اور چارے کی خود خبر گیری فرماتے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے زبان جانور بھوکا۔ اور پیاسا رہجائے اس کے بعد استنجا وغیرہ کرکے وضو فرماتے اور مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور عشاکی نماز ادا کرکے وتر کو پچھلی رات پڑھنے کے لئے رہنے دیتے۔ پھر سونے کے لئے گھر میں تشریف لیجاتے۔ اور چار رکعتیں نفل نماز پڑھتے۔ پھر تسبیح اور تکبیر اور تحمید اور قرآن شریف کی کئی سورتیں پڑھتے مثلاً سورۂ زمر۔ اور سورۂ اسریٰ اور چھوٹی مسبحات یعنی سورۂ حدید اور سورۂ حشر۔ اور سورۂ صف۔ اور سورۂ تغابن اور سورۂ جمعہ۔ اور سورۂ اعلیٰ۔ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ اور معوذتین۔ اور سورۂ ملک غرضکہ آپ یہ سب سورتیں پڑھ کے آرام فرماتے تھے۔

پھر جب کہ آپ کے اس اس طرح کے اوقات معمور ہوں تو ایسی صورت میں اور دوسرے مجاہدۂ عظیم کی گنجایش نہیں رہتی۔ چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگرچہ تم دن کو طرح طرح کی عباداتوں میں مشغول رہتے ہو۔ تاہم پچھلی رات کے حصہ کو بھی یاد الٰہی سے خالی مت رکھو چونکہ پچھلی رات کا مجاہدہ قرب الٰہی کے حاصل کرنے میں اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے لہٰذا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور یاد کرنا اپنے پروردگار کو ہر وقت اور ہمیشگی کے طور پر اور نیز ہر شغل اور ہر کام اور ہر عبادت میں یاد الٰہی کر۔ اب عام اس بات سے کہ وہ یاد الٰہی دن کو ہو یا کہ رات کو۔ پھر وہ یاد الٰہی زبان سے ہو۔ یا لطیفۂ قلب سے ہو یا لطیفۂ روح سے ہو۔ یا لطیفۂ سر سے ہو یا لطیفۂ اخفیٰ سے ہو یا لطیفۂ نفس سے ہو یا لطائف قلبیہ سے ہو یا ذکر جہر سے ہو۔ یا ذکر خفی سے ہو۔

اور یہ یادِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی اسمِ ذات سے ہو یا اسمِ اشارہ سے ہو یا اسمارِ حسنیٰ میں سے کوئی اسم ہو۔ جو سالک کے نفس اور اس کے حال سے مناسبت رکھتا ہو۔ چنانچہ سالک کے نفس اور اُس کے حال سے مناسبت رکھنے کا ایک نہایت ہی معتبر اور سچا واقعہ نیچے لکھا جاتا ہے۔

ایک سچّا واقعہ

منقول ہے کہ جب کوئی حضرت ابوالنجیبؒ سہروردی بغدادی رح کی خدمت میں مرید ہونے اور عرفانِ الٰہی کے سدا بہار باغ کی سیر کے لئے آتا تھا۔ تو پہلے آپ اُس کو چالیسؔ روز یا اسّیؔ روز تک توبہ اور استغفار اور تسبیح اور تہلیل کے لئے حکم فرماتے۔ بلکہ اکثر بزرگوں کا یہ بھی دستور تھا۔ کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے لئے آتا تو پہلے اُس کو یہی حکم فرماتے کہ ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھ لو یعنی تہلیلہ کا ختم پورا کر لو۔ اس کے بعد مرید ہونا۔ غرض کہ حضرت شیخ ابو نجیبؒ اس کے بعد اس مرید کو اپنے سامنے بٹھلا کر اسمارِ حسنیٰ پڑھتے۔ اور ہر ہر اسم پر اپنی باطنی قوت سے اُس کے دل پر توجہ فرماتے۔ اور اس فیض کو اپنی آنکھ کے ذریعہ سے بھی اس کے دل پر القا فرماتے سو اگر ان اسمار الٰہیہ سے کسی نام پر اس کا چہرہ متغیر ہوتا یا کہ کانپ اٹھتا یا کہ اچھل پڑتا تو آپ اس کو فرماتے کہ اسی اسم سے تیرے کام کی کشایش ہوگی۔ پھر اُس کو اس اسم کے ذکر کا طریقہ تعلیم فرماتے۔ اور اگر اُن اسمار الٰہیہ میں سے اس کا چہرہ کسی اسم پر متغیر نہ ہوتا اور اس کے بدن میں کسی طور کی جنبش نہ پائی جاتی تو آپ اُس سے فرما دیتے کہ تجھ میں راہ سلوک کے جذب کی استعداد نہیں ہے۔ تجھے لازم ہے کہ ابرار کا طریقہ اختیار کرے اور زبان

سے خدا کی یاد کرے۔ اب وہ یادِ الٰہی زبان سے ہو خواہ اَللّٰہ اَللّٰہ سے ہو یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ سے ہو یا تسبیح یا تحمید یا تکبیر یا لاحول سے ہو۔ یا علاوہ اس کے دوسرے مسنون ذکروں سے ہو۔ یا تجارت یا زراعت یا کسی اور پیشہ میں ہو۔

اور سالک راہِ طریقت کے ذکر کی کیفیت خواہ ایک ضربی ہو یا دو ضربی ہو۔ خواہ اس سے بھی زیادہ ہو۔ اور ذکر الٰہی حبس دم کے طور پر ہو۔ خواہ بے حبس ہو۔ اور تصور شیخ کے ساتھ ہو یا تصور نہ ہو۔ فقط محبت کے ساتھ ہو۔ اور خواہ سہ رکنی ہو یا ہفت رکنی ہو۔ اور خواہ شرائط عشرہ کے ساتھ ہو یا بدون شرائط کے ہو۔ غرض کہ مرشدِ کامل مرید کے حال کے موافق جو چیز بہتر خیال فرماوے وہی مرید کو تلقین فرماوے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پھر پوچھو ذکر والوں سے اگر تمکو معلوم نہیں ہے۔ اور اس بارہ میں سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ کسی لحظہ اور کسی دم خدا کی یاد سے غافل نہ رہے۔ خواہ کوئی عمل ہو یا کہ کوئی شغل ہو۔ مگر یادِ الٰہی کو نہ چھوڑے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ لَا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی ان لوگوں کو اللہ کی یاد سے نہ سوداگری روکتی ہے اور نہ بیع روکتی ہے۔ اور نہ شرا روکتی ہے۔

"ذکر الٰہی کا بیان"

حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی اصطلاح میں ذکر اس کو کہتے ہیں کہ انسان خدا کی یاد میں خدا کے سوا کی تمام چیزیں بھولجائے اور خالص دل سے اپنے خدا کی نزدیکی اور معیت کو حاصل کرے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

جب میرا بندہ مجھکو یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹھ میرے نام سے حرکت کرتے ہیں تو اُس وقت میں اُسکا ساتھی اور ہمنشین ہوجاتا ہوں۔ اور یادِ الٰہی ایسی چیز ہے کہ جب کثرت سے اس کی یاد کی جائے تو رفتہ رفتہ حق تبارکؐ تعالیٰ کی محبت کیطرف سے دل لبریز ہوجاتا ہے۔ اور ذکرِ الٰہی کی کثرت کے باعث ولایت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی یادِ الٰہی کی برکت سے قبر اور قیامت کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی ذکرِ الٰہی کے سبب سے دل کی صفائی اور مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے۔ اور دونوں جہان کی بھلائی اور بہتری بھی خدا کی یاد کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔ غرض کہ جتنی بھی ظاہری اور باطنی خوبیاں ہیں ان سب کا دارومدار یادِ الٰہی پر ہے۔ اب وہ یادِ الٰہی خواہ نماز کے ذریعہ سے ہو یا روزہ سے ہو۔ یا درود شریف سے ہو۔ یا دعا سے ہو۔ یا اللہ اللہ سے ہو۔ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ سے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر جب تک کہ طالب اپنے مطلوب کی محبّت میں اپنے آپ کو فنا نہ کرے اور مطلوب کی محبت میں مر نہ مٹے تب تک اصل مطلب حاصل ہو نہیں سکتا اور دل انوارِ الٰہی اور برکاتِ الٰہی سے پُر ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا

طالب کیلئے ضرور ہے کہ وہ اپنے مطلوب کی طلب میں تمام غیر اللہ کو بھول جائے۔ پھر جبکہ طالب اپنے مطلوب کی طلب میں اِس درجہ تک پہنچ جائیگا تو اس وقت اُسکو اخلاقِ حسنہ یعنی زہد اور توکل اور گوشہ نشینی اور قناعت اور صبر اور تسلیم اور رضا کا جامہ پہنایا جائیگا۔ اور اُس پر انوارِ الٰہی اور تجلیاتِ الٰہی کا اِس قدر ورود ہوگا کہ باطل کا نقش مٹ کر حق کا نقش ظاہر اور روشن ہوجائیگا۔ جسکے باعث ذکر اور ذاکر یہ دونوں کا نقش مٹ مٹا کر مذکور فقط اللہ باقی رہ جائیگا۔ اور دوئی کا پردہ اُٹھ جائیگا۔ سو حق تبارک وتعالیٰ نے اِس بابرکت مقصد

کو حاصل کرنے کے لئے عارفانِ الٰہی کے وجودِ مسعود کو اس عالم دنیا میں ذریعہ بنایا ہے۔ کہ ان بابرکت لوگوں کے ذریعہ سے یعنی ان کی تعلیم و تربیت سے باطل کا نقش مٹکر حق کا نقش ظاہر ہو جائے۔ اور دوئی کا پردہ اُٹھ جائے۔ چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے ایماندارو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو"۔ اور حق تبارک و تعالیٰ نے اپنے صادقین یعنی وہ لوگ کہ جو عارفین اور اہلِ نسبت ہیں ان کے ساتھ ہمکو رہنے کا حکم خصوصاً اس لئے دیا ہے کہ ہم ان بابرکت لوگوں کی صحبت اور اُن کے انوار اور فیوضات اور توجہات سے نفع حاصل کریں اور ہم اُن کی بابرکت صحبت کے ذریعہ یادِ الٰہی کی چاشنی اور اس کی حلاوت سے واقف ہوکر اسرارِ الٰہی کو حاصل کریں تاکہ قیامت کے دن بھی ہمارا حشر عارفانِ الٰہی اور دل دادگان لامتناہی کے ساتھ ہو۔ چنانچہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان قیامت کے دن اپنے دوست اور اپنے جلیس کے مذہب پر اُٹھایا جائیگا۔ لہٰذا ہر شخص پر اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جب کسی کے ساتھ دوستی کرے تو وہ ایسا ہو کہ جس کی صحبت سے خدا کی معرفت حاصل ہو۔ اور وہ ایسا ہو کہ جس کی تعلیم اور فیضِ صحبت سے ذکر ناسوتی اور ذکر ملکوتی اور ذکرِ جبروتی۔ اور ذکرِ لاہوتی سے فیضیاب ہوکر اس حدیث کا مصداق بن سکے کہ "مرنے سے قبل مرجاؤ"۔ یعنی فنا کے مقام تک پہنچ سکے اور معنوی موت حاصل ہو سکے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ جب میرے بندے پر میرا خیال غالب آجاتا ہے۔ اور ہمہ تن میری یاد میں ڈوب جاتا ہے تو میں اس کی تمام لذتیں اور نعمتیں اپنی یاد میں رکھدیتا ہوں۔ پھر جب کہ وہ میرے خیال میں اور میری مشغولیت میں لذت کو پاتا ہے تو وہ مجھ پر فدا ہو جاتا

ہے۔ اور میں بھی اس پر عاشق ہوجاتا ہوں۔ اب جبکہ وہ اور میں ایک دوسرے کے عاشق بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو چاہنے لگ جاتے ہیں تو پھر میرے اور میرے بندے کے درمیان جو پردہ ہے اُسے اُٹھا دیتا ہوں اور اس کے سامنے بالکل نشانِ راہ کی طرح ظاہر ہوجاتا ہوں اس کے بعد میرے بندے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب تمام لوگ مجھے بھول جاتے ہیں تو اس وقت بھی وہ مجھے نہیں بھولتا۔ سو حقیقت میں بہادر اور شجاع تو یہی لوگ ہیں ہاں یہ وہی لوگ ہیں کہ جب میں اہلِ دنیا پر کسی قسم کا عذاب بھیجنا چاہتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اس میں یہ میرے پیارے لوگ بھی موجود ہیں تو اُن اپنے پیاروں کی خاطر عذاب سے درگذر کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ ذکر کی چار قسمیں ہیں۔ اول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہ اس ذکر کو ناسوتی کہتے ہیں۔ دوسرے اِلَّا اللّٰہ کہ اس ذکر کو ملکوتی کہتے ہیں۔ تیسرے اَللّٰہ کہ اس ذکر کو جبروتی کہتے ہیں۔ چوتھے ھُوْ ھُوْ کہ اس ذکر کو لاہوتی کہتے ہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ صوفیائے کرامؒ زبان کے ذکر کو ناسوتی کہتے ہیں۔ اور دل کے ذکر کو ملکوتی کہتے ہیں۔ اور رُوح کے ذکر کو جبروتی کہتے ہیں اور سِر کے ذکر کو لاہوتی کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ بعضے صوفیاء زبان کے ذکر کو ذکرِ جسمی۔ اور فکر کے ذکر کو ذکرِ نفسی اور مراقبہ کے ذکر کو ذکرِ قلبی۔ اور مشاہدہ کے ذکر کو ذکر روحی۔ اور معائنہ کے ذکر کو ذکرِ سِرّی کہتے ہیں۔

اور بعضے عارفوں کے نزدیک ناسوت یہ دنیا ہے اور ملکوت آخرت ہے۔ اور جبروت حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب ہے۔ اور لاہوت حق تبارک وتعالٰی کا وصال ہے۔

اور بعضے عارفوں کے نزدیک عالم ناسوت کی پہچان شریعت کے راہ

کی استقامت ہے۔ اور عالمِ ملکوت کی پہچان زاہدوں کی راہ کی استقامت ہے اور عالمِ جبروت کی پہچان عارفوں کے مقام کی استقامت ہے۔ اور عالمِ لاہوت کی پہچان عاشقوں کی راہ کی استقامت ہے۔

حضراتِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اذکار و اشغال کا مختصر بیان

دس لطائف

حق تبارک و تعالیٰ نے انسان کو دس لطیفوں سے پیدا فرمایا ہے کہ جو انوارِ الٰہی اور فیوضاتِ الٰہی اور برکاتِ الٰہی سے لبالب اور چھلا چھل ہیں اور اس ذاتِ پاک نے اپنی قدرتِ کاملہ سے کئی جگہ انسان کے جسم میں ان لطائف کو امانت رکھا ہے۔ لیکن انسان دنیا کی چق چق اور رق بق اور نفسانی لذتوں کے باعث یادِ الٰہی کی شیرینی اور عرفانِ الٰہی کی چاشنی۔ اور اپنی اصل سے غافل ہو گیا ہے۔ پھر جبکہ یہ غافل انسان اپنی غفلت اور بدبختی پر خیال کر کے خدا کی درگاہ میں باطنی نعمت کے حاصل کرنے کے لئے آہ و زاری کرتا ہے۔ اور اپنی پیدائش کے اصل مقصد پر نظر کر کے صدق دل سے خدا کی معرفت اور اس کے انوار اور برکات اور فیوضات کا طلبگار رہتا ہے تو اُس وقت وہ ذاتِ پاک اس اپنے بندے پر اپنی معرفت کی راہ کو کشادہ کر دیتی ہے۔ اور مرشدِ کامل کی توجہ پاک سے اُس اپنے بندے کو اس کی اصل کی طرف رجوع فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فنا اور بقا کے مرتبہ کو طے کر جاتا ہے۔ اللّٰھم ارزقنا بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم۔

الحاصل انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ جن میں سے پانچ لطیفے عالمِ امر سے ہیں۔ اور عالمِ امر کا یہ مطلب ہے کہ جو کُن کے فرماتے ہی پیدا

کر دیا گیا ہو جیسے عالمِ ارواح اور فرشتے اور روحانیات کہ اِن سب کو حق تبارک وتعالیٰ نے نقطۂ لفظِ کُن کے اشارہ سے پیدا فرما دیا ہے۔ اور یہ عالمِ امر عرش کے اوپر ہے۔ اور اس کا وجود مادہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ بغیر مادہ کے پیدا ہوا ہے۔ اب جو لطائف عالمِ امر سے ہیں وہ یہ ہیں۔ قلب روح۔ سِر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ کہ اِن پانچوں لطیفوں کی اصل اور جڑ عرش سے اوپر ہے۔ جو بلا مکانیت تعلق رکھتے ہیں۔ سو حق تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اِن پانچوں جواہرِ مجردہ کو چند جگہ انسان کے جسم میں امانت رکھا ہے۔ جو خدا کے فضل سے اور مرشدِ کامل اور اہلِ نسبت کی رحمت بھری نظر اور اُس کی مبارک توجہ سے انسان ان پانچوں لطیفوں کے انوار اور برکات سے فیضیاب ہو کر جذباتِ الٰہیہ اور خدا کی نزدیکی کی راہ اس پر ہویدا اور ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور پانچ لطیفے عالمِ خلق سے ہیں اور عالمِ خلق کا یہ مطلب ہے کہ جو تدریج آہستہ آہستہ پیدا کیا گیا ہو۔ اور جس کا وجود مادہ پر موقوف ہو۔ اور یہ عالمِ خلق عرش سے نیچے ہے۔ کہ۔ عرش سے تحت الثرا تک عالمِ خلق کہلاتا ہے۔ اور جو لطائف کہ عالمِ خلق سے ہیں وہ یہ ہیں نفس ہوا۔ پانی۔ آگ۔ اور خاک۔ پھر عالمِ خلق کے ہر لطیفہ کی اصل وہی عالمِ امر کے لطائف ہیں۔ اس طور پر کہ نفس کی اصل قلب ہے۔ اور ہوا کی اصل رُوح ہے اور پانی کی اصل سِر ہے۔ اور آگ کی اصل خفی ہے۔ اور خاک کی اصل اخفیٰ ہے۔

پھر ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کا نور جدا ہے۔ چنانچہ قلب کا نور زرد ہے۔ اور روح کا نور سرخ ہے۔ سِر کا نور سفید ہے اور خفی کا نور سیاہ ہے

اور اخفیٰ کا نور سبز ہے اور نفس کا نور بے کیف ہے۔ اور سبحان اللہ یہ پانچ لطیفے ان اولوالعظم پیغمبروں کے زیرِ قدم ہیں۔ یعنی قلب حضرت آدم علیہ السّلام کے زیرِ قدم ہے۔ اور روح حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السّلام کے زیرِ قدم ہے۔ اور سِر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زیرِ قدم ہے۔ اور خفی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زیرِ قدم ہے۔ اور اخفیٰ حضرت خاتم الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ قدم ہے۔

اور ان لطائف کی جگہ یعنی لطیفۂ قلب کی جگہ بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے مائل بہ پہلو۔ اور لطیفۂ روح کی جگہ دہنی پستان کے دو انگل نیچے ہے۔ مائل بہ پہلو۔ اور لطیفۂ سِر کی جگہ بائیں پستان کی برابر دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ مائل بطرف سینہ۔ اور لطیفۂ خفی کی جگہ دہنی پستان کے برابر دو انگل کے فاصلہ پر ہے مائل بطرف سینہ اور لطیفۂ اخفیٰ کی جگہ سینہ کے بیچ ہے۔ اور لطیفۂ نفس کی جگہ پیشانی پر سجدہ کی جگہ ہے۔ اور لطیفۂ قالبیہ یعنی اربع عناصر کہ اس کی جگہ تمام بدن ہے۔

معلوم ہو کہ سالک راہِ طریقت کو لفظِ اَللہ اَللہ کے ذکر سے یہاں تک ذاکر ہونا چاہیئے کہ وظیفہ شریف اور مراقبہ کے وقت اپنے لطیفوں کے ذکر سے اور ذکر کی حلاوت سے واقف ہو جاوے اور مرشدِ کامل اللہ اَللہ کے ذکر کو اور اَللہ اللہ کے فیض کو طالب کے لطیفہ میں ڈالنے کی طرف توجہ کرے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں حصولِ فیض کے لئے دعا کرے کہ خداوندا تیرے ذکر کے جو انوار میرے دل میں پیرانِ کبار سے پہنچے ہوئے ہیں اُن انوار اور برکات کو اس طالب کے دل میں داخل فرما۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ چند توجہ میں طالب کے دل میں اللہ اللہ کی مبارک آواز گونجنے لگے گی اور دل میں ذکر

کی حرکت باطنی طور پر ظاہر ہونے لگے گی۔ پھر جبکہ اللہ اللہ کے ذکر میں
ترقی ہوگی تو اسی طرح اس کی حلاوت میں بھی ترقی ہوگی۔ یہانتک کہ جب
ذکر اور حلاوت کی ترقی ہوگی تو وظیفہ کے وقت روح کو اپنی اصلی غذا کے
حاصل ہونے کے باعث سرور پر سرور حاصل ہوگا۔ اور کبھی بے اختیار ہنسی
آجاوے گی۔ اور کبھی شوق اور زیادتی کی طلب میں بے اختیار رونا آجاویگا
اور کبھی آہ وزاری کریگا۔ غرض کہ مرشد کامل اسی طرح باقی لطائف پر توجہ
فرماوے۔ کہ طالب کے تمام لطائف میں اللہ اللہ کا زور اور شور پیدا ہوجاوے
اور مرشد کامل طالب کو ذکر کے وقت زبان کو تالو سے لگانے اور بغیر زبان
ہلائے صرف خیال سے دل میں اللہ اللہ کرنے کو کہے۔ اور خود ہمت سے
توجہ کرے یعنی اپنے نورانی دل کو طالب کے دل کے مقابل تصور کرکے اپنی
باطنی کشش سے طالب کو اپنی طرف کھینچکر اپنے نورانی دل کے فیض سے طالب
کے دل کو فیضیاب کرے۔ جس کے باعث طالب اور مرید کے دل سے
اللہ اللہ کا ذکر جاری ہوجاوے۔ اور اسم ذات کے نور سے مرید کا دل
منور ہوجاوے۔ اور جو کہ لطائف کی سیر اور اللہ کرنے سے اپنے
پروردگار کی حضوری مقصود ہے وہ مقصود حاصل ہوجاوے۔ چنانچہ حضرت
شاہ غلام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ طریقۂ نقشبندیہ کی بنا
چار چیز پر ہے۔ اول دل میں غیر خدا کا خطرہ نہ آنا۔ مگر میرے نزدیک خطرہ
کا کم ہونا بھی کافی ہے۔ اور دوسرے ہر وقت خدا کی طرف توجہ اور حضور کا
ہونا کہ اکابر کے نزدیک ولایت کا کمال مرتبہ یہی ہے۔ تیسرے جذبات الٰہی
کا ہونا۔ چوتھے واردات کا ہونا۔

ستواں پانچوں لطیفوں کا جدا جدا طے کرنا اور اس کے بعد لطیفۂ نفس کی سیر

کرنا۔ پھر لطائف اربعہ یعنی اربع عناصر پر عبور کرنا۔ جس کو لطائف قالبیہ اور سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ جس کا مطلب تمام جسم کو ایک لطیفہ تصور کر کے اس سے اللہ اللہ کرنا ہے۔ سبحان اللہ یہ بھی ایک لازوال نعمت ہے۔

اور سبحان اللہ لطائف کے جاری ہونے اور ان میں اللہ اللہ کی پیاری پیاری اور میٹھی میٹھی آواز گونجنے میں ایک بہت ہی بڑا نفع اور بہت ہی بڑی برکت بھری بات یہ ہے کہ جب مرشد کامل کی توجہ سے کسی مرید کے لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں تب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر ذاکر کسی کام میں مشغول ہو تو فوراً ہی کوئی ایک لطیفہ یا کہ قلب اس ذاکر کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اور اللہ اللہ کرنے لگی تا ہے۔ اور اس اللہ اللہ کی یادہی کے ساتھ جسم میں خفیف سی جنبش پیدا ہو جاتی ہے جو کہ رُوح کی تازگی کے سبب سے یہ جنبش ہوتی ہے۔ اور جن کے لطیفے ذاکر ہیں انہیں تو بفضلہ تعالیٰ اپنے وظیفہ کے وقت اس حلاوت سے حظ اٹھانا ضروری ہے۔ غرضکہ وہ لطیفہ اس ذاکر کو فوراً ہی حضوری کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ قربان جایئے ایسی مبارک نظروں کے کہ جسکے باعث اپنے پروردگار کی حضوری نصیب ہو۔ خدا کے نبدد جو لوگ کہ اہل نسبت ہیں وہ حقیقت میں فرشتہ صفت لوگ ہیں سو جو تمہیں اپنی زندگی کا لطف اٹھانا منظور ہو اور عرفانِ الٰہی کے سدا بہار باغ کی سیر سے مسرور ہونا مقصود ہو تب تو اہلِ نسبت کی جستجو میں رہو کہ دنیا میں اس سے بڑھکر دوسری اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ اور نیز بعض عارفوں نے لطیفۂ قلب کی تعلیم کے بعد لطیفۂ نفس کی تعلیم کو قائم رکھا ہے۔ کہ اور لطائف اس میں طے ہو جاتے ہیں ایسی اس کے بعد سلطان الاذکار کی تعلیم فرماتے ہیں اور بعض عارف فقط لطیفہ قلب پر زیادہ نگاہ رکھنے کو ضروری فرماتے ہیں۔ کہ ذکر قلبی کی وجہ سے انسان محبوبیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے چنانچہ شیخ المشائخ حضرت سلطان نظام

الدین اولیارح ذکر قلبی ہی کی وجہ سے محبوب الٰہی کے منصب سے سرفراز ہوئے ہیں۔ اور سرچشمۂ توحید مولائی و مرشدی حضرت شاہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ بھی لطیفۂ قلب ہی پر زیادہ تر نگاہ رکھنے کو ضروری فرماتے تھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ سو جب کہ وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوجاتا ہے اور جب کہ وہ خراب ہوجاتا ہے تو تمام جسم خراب ہوجاتا ہے۔ اور آگاہ ہوجاؤ کہ وہ ٹکڑا قلب ہے۔ یعنی انسان کی اصلاح اور فساد کا مدار دل ہے۔ اگر دل کی اصلاح ہوگئی تو اس کے تمام اقوال اور افعال درست ہوں گے۔ اور اگر اس کی درستگی نہیں ہوئی تو اس کی کل باتیں خراب ہیں اگرچہ ظاہر کے اعتبار سے اچھی ہی معلوم ہوں۔ کیونکہ برے تخم سے اچھے پھل کی امید نہیں ہے۔ لہٰذا لطیفۂ قلب پر زیادہ تر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے اگر انسان نے اس دل کو ذکرِ الٰہی سے روشن اور منور کرلیا۔ تب تو سبحان اللہ اس نے دونوں عالم کی خوبیوں کو اپنے اندر جمع کرلیا۔ اور اگر خدا کی پناہ اس نے اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے خالی رکھ کر اس میں گناہوں ظلمت اور نجاست کو بھر دیا تب تو یقین مانو کہ اس نے دونوں عالم کی تکلیف کو اپنے سر پر اٹھالیا۔ سو جب کہ انسان کا دل ذکرِ الٰہی سے روشن ہوجاتا ہے تو اس روشنی میں اسے اپنے دل کی پہچان حاصل ہوجاتی ہے پھر جبکہ انسان اپنے دل کو پہچان لیتا ہے تو نفس کا عارف ہوجاتا ہے اور جب نفس کا عارف ہوا تو اس وقت عارف باللہ ہوجاتا ہے پھر جبکہ انسان دل کو نہیں پہچانتا ہے تو نفس سے بھی جاہل رہتا ہے۔ اور جبکہ نفس سے جاہل رہا تو حق تبارک و تعالیٰ سے بھی جاہل رہا۔ اور جبکہ حق تبارک و تعالیٰ سے جاہل رہا تو اب سوائے دوزخ اور دردناک عذاب کے اس کا کوئی رستہ نہیں

ہے۔ لہٰذا خوب یاد رکھ کہ دل کا پہچاننا اور دل کے اوصاف کا معلوم کرنا یہی تو اصلِ دین ہے۔ اور یہی تو طریقہ سالکین ہے۔ اور اسی کو علمِ باطن کہتے ہیں کہ نجات دلانے والے اوصاف کا گذر بھی اسی دل پر ہوتا ہے۔ اور ہلاکت میں گرانے والے اوصاف کا گذر بھی اسی دل پر ہوتا ہے۔

لہٰذا جس کسی کو اپنے دل کی اصلاح اور دارین کی فلاح اور دل کی نورانیت اور خدا کی پہچان مقصود ہو تو ہر روز ایک بیٹھک سے یا کہ کئی بیٹھکوں سے باوضو قبلہ رُخ ہو کر اور چار زانو بیٹھکر یا عذر ہو تو جس طرح بیٹھ سکے ایک لاکھ اور پچیس ہزار مرتبہ ذکر قلبی کیا کرے۔ یعنی دل میں صرف خیال سے اللہ اللہ کرے۔ اس طور پر کہ نہ تو جسم کو حرکت دے اور نہ تو دل کو حرکت دے بلکہ جس طور پر کہ انسان کسی چیز کا سوچ بچار کرتا ہے۔ اس طور پر دل میں اللہ اللہ کا سوچ بچار کرے۔ اور یہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ ذکرِ قلبی کا کرنا۔ یہ اس کے لئے ہے کہ جو ہر طرح سے بیفکر ہو۔ اور جسے ہر طرح سے فراغت ہو۔

پھر اگر اس بات پر قدرت نہ ہو تو چوبیس ہزار مرتبہ دل سے اللہ اللہ کرے۔ جس میں یہ حکمت ہے کہ آدمی دن میں چوبیس ہزار سانسیں لیتا ہے کہ ہر سانس میں ایک ذکر ہو جاویگا۔ چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ یعنی وہ مرد اور وہ عورتیں کہ جو کثرت سے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ سو یہ چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرنے والا ذکرِ کثیر کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہو جاویگا۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم سے کم بارہ ہزار مرتبہ دل سے ضرور اللہ اللہ کیا کرے کہ یہ

ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پانچ ہزار مرتبہ ضرور ضرور دل سے
اللہ اللہ کیا کرے۔ کہ یہ ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ ہے۔ تاہم اس ادنیٰ سے
ادنیٰ مرتبہ میں کہ دل ہی دل میں پانچ ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرے گا تو خدا
کے فضل سے چند ہی روز میں یعنی چالیس روز کے بعد اس ذاکر کے دل میں
اللہ اللہ کرنے کے وقت ایک عجیب قسم کی شیرینی اور مٹھاس اور حلاوت
اور سرور ظاہر ہوگا۔ پھر تو اللہ کا مبارک نام منہ سے لیتے ہی دل میں ایک
عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہو جاوے گی۔ یہاں تک کہ نماز اور روزہ اور تلاوت
میں وہ کیفیت حاصل ہوگی کہ جو بیان سے باہر ہے۔ اور روز بروز خدا کا عشق
اور اُس کی محبت بڑھتی جائے گی۔ اور دل کی حالت ایسی ہو جاویگی کہ گویا
راکھ کے ڈھیر میں آگ دبی ہے۔ پیارے ناظرینو یہ بات کہنے سے سمجھ
میں نہیں آتی بلکہ عمل کرنے سے خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے۔ خداوند کریم
ہر ایک مسلمان کو اپنی محبت اور اپنا ذکر عطا فرمائے آمین یا ربّ العالمین۔

اَب خیال کیا جائے کہ جب کہ پانچ ہزار مرتبہ دل سے اللہ اللہ
کرنے سے چند ہی روز میں فیض حاصل ہوتا ہے تو جو بختاور لوگ کہ ایک لاکھ چوبیس
ہزار یا کہ بارہ ہزار مرتبہ ہر روز دل سے اللہ اللہ کرتے ہوں گے انہیں
اللہ اللہ کرنے سے کیا کچھ سرور اور مٹھاس اور حلاوت حاصل ہوتی
ہوگی۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ دہلی میں قطبِ مدار مولائی و مرشدی حضرت
شاہ ابو الخیر کہ خدا کی ان پر بے حساب رحمت ہو وہ شروع میں اپنے خادموں
کو چوبیس ہزار مرتبہ دل سے اللہ اللہ کرنے کو فرماتے تھے۔ پھر جو خادم کہ
چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کر کے حلقہ شریف میں بیٹھتا تو سبحان اللہ اُس
پر وہ برکت اور وہ کیفیت اور وہ حلاوتِ طاری ہوتی تھی کہ جو تحریر سے باہر

ہے اور عشق الٰہی سے اس کا سینہ لبالب اور چھکا چھک ہوجاتا تھا۔ گویہ سب کچھ قطب مدار وح کی مبارک توجہ کا اثر تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی مبتدی کے چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرنے کو مناسبت حاصل کرنے کے لیے سودمند ضرور تھا۔ مگر جو آپ کا خادم کوئی طالب العلم ہوتا تو اُس کو اس کی فرصت کیمطابق اللہ اللہ کرنے کو فرماتے۔ مگر علم کی برکت اور آپ کی مبارک توجہ کے باعث حلقہ میں وہ برکت اور وہ حظ اُٹھاتا کہ جو پورا وظیفہ کرنیوالے اٹھاتے ہیں۔

الحاصل اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے کے لئے دو طریقہ ہیں۔ اول ذکر الٰہی دویم فکر الٰہی۔ اور ذکر الٰہی سے مقصود خدا کی یاد ہے جو بذریعہ تسبیح کے ہو۔ یا بذریعہ تہلیل کے ہو یا بذریعہ قرآن شریف کی تلاوت کے ہو۔ مگر دل کو ماسویٰ اللہ سے پاک کرنے کے لئے مشائخ کبار رحمت اللہ علیہم اجمعین نے سب سے پہلے عالم امر کے لطائف کی تہذیب اور تعلیم کو مقرر فرمایا ہے اور ان لطائف کی یعنی قلب اور روح اور سِر اور خفی اور اخفیٰ کی تین طریقوں سے تہذیب اور تعلیم فرمائی ہے۔ سو اول طریق ذکر ہے عام اس بات سے کہ وہ ذکر اسم ذات لفظِ اللہ اللہ سے ہو یا کہ نفی اثبات سے ہو۔ طریق دوم مراقبہ ہے بغیر تصورِ شیخ کے طریق سوم مراقبہ ہے معہ تصور شیخ کے۔

اہل نسبت اور مرشدِ کامل کی پہچان

معلوم ہو کہ ایسے مرشدِ کامل اور صاحب نسبت کا تصور فیض بخش ہوتا ہے۔ کہ جو مشاہدہ کے مقام تک پہنچا ہو۔ اور جسے مشاہدۂ الٰہی حاصل ہو کہ اس کے مشاہدہ میں بجز ذاتِ پاک وحدہ لاشریک لہٗ کے دوسری کسی چیز کی گنجائش نہ ہو اور وہ وحدت میں کثرت کو فنا دیکھتا ہو۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ مرشد تجلیات ذاتیہ کے نور سے منور ہو کہ اس کی ذات حق تبارک وتعالیٰ کی ذات میں فنا ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مقام فنا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مجکو خدا کے پاس ایک ایسا مخصوص ملاقات کا وقت حاصل ہے کہ جس میں بڑے بڑے نبی اور بلند پایہ سے بلند پایہ فرشتہ باریابی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور آپ کے اس ارشاد کا ظہور بھی اسی مقام پر ہوتا ہے یعنی آپ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً خدا کو دیکھ لیا۔

سو جو مرشد کہ ان مراتب اور ان مقامات کو پہنچا ہوا نہ ہو تو اس کا تصور فیض بخش نہیں ہوتا۔ چونکہ جو ان مقامات کو طے کر چکا ہوگا تو اس کے دیکھنے سے اس حدیث شریف کا فائدہ حاصل ہوگا۔ کہ اولیاء وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لوگ انہیں دیکھیں تو اللہ کا ذکر کریں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اولیاء خدا کے جلیس ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ ایسی مبارک قوم ہے کہ جس کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اچھے ہمنشین کی مثال مشک والے کی سی ہے اور برے ہمنشین کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے کہ مشک والا یا تو کچھ دیدیگا یا تو خود اس سے کچھ خرید لیگا۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو کچھ خوشبو ہی سے نفع اٹھائیگا۔ اور بھٹی والا یا تو کپڑے پھونک دیگا یا بدبو سے دماغ خراب کر دے گا۔ یعنی ہر حال میں اچھے کی صحبت اچھی ہے۔ اور برے کی صحبت بری ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب اور لازم ہو گئی کہ جو میرے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ اور میرے لئے آپس میں ایک

دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے لئے آپس میں ایک دوسرے کو دیتے۔ لیتے ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان کے دل میں نور واقع ہوتا ہے تو اُس وقت اس کا سینہ کھلکر کشادہ ہوجاتا ہے۔ تب صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اِس کی پہچان کیا ہے۔ فرمایا اس کی یہ پہچان ہے کہ ایسا آدمی دنیا سے بھاگتا ہے اور آخرت کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرتا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو مرشد ایسا ہو یعنی دنیا سے روگردان ہو اور آخرت کی طرف رجوع ہو۔ اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری میں مشغول ہو ایسے مرشد سے بیشک فیض کی امید ہے اور اس کا تصور بھی فیض سے خالی نہیں ہے اور حق تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (اے ابلیس) جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا قابو نہیں ہے۔ اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے ہماری راہ میں مشقتیں اُٹھائیں تو ہم انہیں ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔ اور بیشک اللہ نیک کاروں کے ساتھ ہے۔ اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ ہے۔ پھر اسی عقیدے پر جمے رہے تو انپر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ خوف کرو۔ اور نہ رنجیدہ ہو۔ اور اس جنت کا مژدہ سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت کی زندگی میں اور ہر شے تمہارے لئے موجود ہوگی۔ جس کو تمہارا جی چاہے اور جو تم مانگو وہ تمہارے لئے وہاں موجود ہے۔ یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی کے ہے۔

غرض کہ ایسے پیر کا دیدار کہ جو مقامِ مشاہدہ تک پہونچا ہوا ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی تجلیات ذاتیہ سے متصف ہو۔ یعنی اہلِ نسبت ہو کہ سوتے

اور جاگتے کسی حال میں بھی خدا سے غافل نہ ہو۔ اور جس امر کے دریافت کی طرف متوجہ ہو کہ فوراً حق تعالیٰ کی طرف سے وہ امر اس پر روشن ہو سو ایسے مرشد کامل کی صحبت سے مرید کا دل اللہ اللہ کرنے سے بالضرور فیض کو حاصل کرے گا۔ پھر اگر ایسے مرشد کامل کی صحبت میسر نہ ہو سکے تو اس کی مبارک صورت کا تصور بھی اللہ اللہ کے ساتھ مرید کے دل کو روشن کر دے گا۔

طریق اسم ذات

پاک ہے اللہ۔ پاک ہے اللہ۔ اب اسم ذات لفظ اللہ کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو دوزانو بیٹھ کر سات مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھ کر تین تین مرتبہ اول آخر درود شریف۔ اور ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھ کر اس کا ثواب سلطان الانبیا و اولیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی روح پر فتوح اور تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صدیقین اور شہدا اور صالحین کی مبارک ارواحوں کو بخش کر پھر لطیفۂ قلب کی طرف متوجہ ہو۔ اور جس مرشد کامل اور صاحب نسبت (کہ جس کا کچھ خلاصہ اوپر بیان ہو چکا ہے) نے وظیفہ تعلیم کیا ہو وہ اس کے پاس نہ ہو تو اس صورت میں اس کے متعلق یہ خیال کرے کہ میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت بابرکت میں نہایت ہی خلوص اور ادب کے ساتھ حاضر ہوں یا اُن کی صورت اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ہے۔ اور آپ مجھ پر توجہ فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے نورانی دل سے نورِ الٰہی میرے دل پر موسلا دھار بارش

کی طرح برس رہا ہے۔ سو اس تصور کے ساتھ زبان کو تالو سے لگا کر یہ خیال کرے کہ میرے دل سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور میرا دل اللہ اللہ کر رہا ہے اور حتی الامکان اللہ اللہ کرنے کے وقت اپنے دل کو وسوسوں سے پاک رکھے۔ اور اس اللہ اللہ کرتے ہوئے اپنے دل ہی دل میں یہ خیال ضرور کرے کہ یہ خدا بہت بڑی شان والا ہے۔ اور اس کی مبارک ذات ہر عیب سے پاک ہے۔

پھر جب کہ مذکورہ بالا طریق سے ذکر کیا جائے گا تو بفضلہ تعالیٰ چند ہی روز میں دل ذاکر ہو جائے گا۔ اور دل میں اللہ کی مبارک آواز گونجنے لگے گی۔ پھر جب کہ دل ذاکر ہو جائے اور ذکر کے نور سے دل لبریز ہو جائے اور دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت اور عشق اور ذوق اور شوق۔ اور ولولہ۔ اور ایک قسم کی عجیب کیفیت پیدا ہو جائے تو پھر خدا کی طلب میں ایک قدم آگے بڑھ کر لطیفۂ روح کی طرف مذکورہ بالا تصور کے ساتھ متوجہ ہو اور جب کہ لطیفۂ روح میں اللہ اللہ کی مبارک آواز گونجنے لگے۔ اور عشق الٰہی کی موجیں اٹھنے لگیں تو پھر خدا کی طلب میں ایک قدم اور آگے بڑھے۔ اور لطیفۂ سر کی طرف متوجہ ہو۔ پھر لطیفۂ اخفیٰ۔ پھر لطیفۂ نفس سے بطور مذکور اللہ اللہ کرے۔ اور ان کے انوار اور برکات سے اپنی سعادت کو حاصل کر کے خدا کا سچا طالب بنے۔

پھر اس کے بعد باقی رہے اربع عناصر یعنی ہوا۔ پانی۔ آگ۔ اور مٹی۔ سو اپنے معبود کی طلب میں اب اپنے تمام بدن کو ایک لطیفہ خیال کر کے یہ تصور کرے کہ میرے سر سے پیر تک ہر ہر بال سے اللہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اسی طرح مرشد بھی اس کی طرف متوجہ ہو کر سلطان الاذکار میں اس قلد

منہمک ہوجائے کہ طالب کے جسم کا ہر ہر بال اللہ اللہ کرنے لگے۔ اس کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ خداوندا اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے اپنے نبی کی امت مرحومہ کو اپنی یاد کی چاشنی اور حلاوت اور مٹھاس سے بہرہ ور فرمائیو۔ اور اپنی نزدیکی حاصل کرنے کے لیئے جو سات منزل اور سات قدموں کی ضرورت ہے یعنی قلبؒ۔ اور روحؒ۔ اور سرؒ۔ اور خفیؒ۔ اور اخفیؒ۔ جو کہ عالمِ امر سے ہیں۔ اور نفسؒ۔ اور لطیفہ قالبیہؒ۔ یعنی ہوا۔ پانی۔ آگ۔ اور خاک جو کہ عالمِ خلق سے ہیں۔ ان کے انوار اور برکات سے کاسۂ قسمت کو پُر کرکے اپنی نزدیکی حاصل فرمائیو۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

معلوم ہو کہ صاحبِ نسبت اور مرشدِ کامل کہ جس کی یہ صفت ہو کہ وہ ہر حال میں خواب میں ہو کہ بیداری میں۔ خاموشی میں ہو یا کہ کلام میں کسی حال میں بھی ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو۔ اور باطن میں اس کا تمام جسم ذکر الٰہی کی برکت سے اور حق تعالیٰ کی تجلیات سے آفتاب عالم تاب کی طور پر متجلّی اور روشن ہو۔ اور اس کے جسم کے ہر ہر بال کی جگہ اسم ذات کے ذکر کے ساتھ باطنی طور پر نورِ الٰہی کے فوارے اُڑتے ہوں۔ سو جس بختاور شخص نے ایسے پیارے پیر اور ایسے باطن کے آفتاب اور ایسے باطن کے سراج سے تھوڑا یا بہت یا جو کچھ فیض حاصل کیا ہوگا اور اس باطن کے عالم تاب چراغ سے اپنے دل کے اندھیرے حجرہ میں پیارے پیر کے باطنی عالم تاب چراغ سے یادالٰہی کی برکت اور اس کے نور کو روشن کیا ہوگا۔ تو ایسے شیخ کامل کا تصور بھی فیض اور برکت سے خالی نہ ہوگا۔ چونکہ مرید نے اب اپنا تعلق اور لگاؤ ایسی ایک باطنی قوت اور باطنی الیکٹری کے ساتھ جوڑ دیا ہے کہ جس باطنی الیکٹری کا شت

شب و روز بڑے ہی زور اور شور کے ساتھ چل رہا ہے۔ اور بڑی ہی احتیاط اور انتظام کے ساتھ اس کا پاور چھوٹ رہا ہے۔ سو جب کہ طالب نے اپنی قوت خیالیہ میں شیخ کامل سے حصول فیض کا خیال جوڑا کہ فوراً ہی تصور شیخ کے ساتھ باطنی قوت اور باطنی فیض کا آنا شروع ہوگیا۔

اور دوسرا طریقہ یعنی نفی اثبات کا یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کر خیال سے لا کو ناف سے اٹھا کر دماغ تک لیجاوے اور اِلٰہ کو دہنے مونڈھے پر لا کر اِلّا اللہ کی ضرب دل پر لگاوے۔ اور اس کے معنوں کا خیال کرے۔ اور نفی کے وقت ماسوٰی کی نفی کرے۔ اور اثبات کے وقت اُس ذاتِ مطلق کا اثبات کرے۔

اور اس لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کو حبسِ دم کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور بغیر حبس دم کے بھی کرتے ہیں۔ مگر حبس دم کے ساتھ کرنا ضروری نہیں ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ سانس کو ناف کے نیچے روک لے اور جس طرح اوپر بیان کیا گیا اسی طرح ذکر کرے۔ مگر سانس لینے کے وقت عددِ طاق کا لحاظ رکھے۔ یعنی تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ۔ یا سات مرتبہ۔ ایک سانس میں ذکر کرے۔ اور سانس چھوڑنے کے وقت محمد رسول اللہ خیال سے کہے۔ اور یہ نفی اثبات کا ذکر تین سو مرتبہ سے کم نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ اکیس یا گیارہ مرتبہ بیماری یا کہ سفر کی حالت میں ضرور کرے۔

اور سبحان اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر میں ایک جلیل القدر بہت ہی بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں خدا کی محبت کے بجائے کسی بُری چیز کی محبت دل میں جم گئی ہو یا کہ بُری عادت دل میں جگہ پکڑ گئی ہو تو اس کے مٹانے کے لئے لا الٰہ الا اللہ کا ورد مجرب ہیں مجرب ہے۔ اس طور پر کہ لا اِلٰہَ

کہنے کے وقت یہ خیال کرے کہ فلاں بری چیز یا کہ فلاں بری عادت میرے دل میں نہیں ہے۔ اور اِلَّا اللّٰہ کہنے کے وقت یہ خیال کرے کہ اس بری چیز اور بری عادت کی جگہ میرے دل میں اللہ کی محبت ہے یعنی لا اِلٰہ سے بری چیز۔ اور بری عادت کی نفی کرے۔ اور الا اللہ سے اللہ کی محبت کو اس کے بجائے ثابت کرے۔ تو انشاء اللہ چند ہی روز میں دل بری چیز اور بری عادت کی محبت سے پاک ہو کر اللہ کی محبت سے بھر جائیگا۔

سبحان اللہ یہ وہ مبارک وظیفہ ہے کہ جس میں خدا کی محبت کا خزانہ ہاتھ آتا ہے۔ گو شروع میں چند روز تک سستی اور کاہلی معلوم ہوگی مگر بعد میں کامیابی کا سہرا بندھے گا۔

الحاصل اے پیارے نبی ہر دم اور ہر لحظہ خدا کی یاد کر۔ اور ہر عمل اور ہر شغل میں اسی کا نام لے۔ اور اگر تجھے اس بات کا خوف ہو کہ فلاں عمل اور فلاں شغل کے سبب سے یاد الٰہی میں غفلت ہو جائیگی تو بہتر یہی ہے کہ اس عمل اور اس شغل کو چھوڑ دیوے۔ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ اور کاٹ اور علیحدہ ہو جا۔ اس عمل سے کہ جو تجھکو یاد الٰہی سے مانع ہو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر تَبْتِيلًا از روئے کاٹنے اور از روئے علیحدہ ہونے کے یعنی اس عمل اور اس شغل کے علاقہ کو اپنی طرف سے اور اپنے اختیار سے کاٹ ڈالنا چاہیئے چونکہ اس عمل اور اس شغل کے علاقہ کے قطع کرنے کے بدون خود بخود علیحدہ ہو جانا یہ کبھی ظلم کا باعث ہوتا ہے جو کہ خلاف شرع ہے۔ جیسے کوئی نوکر ہو کہ وہ بدون نوکری چھوڑنے کے خود بخود اپنے گھر آپ بیٹھا رہے۔ یا کہ کوئی مرد بدون قطع کرنے نکاح کے علاقہ کے اپنی عورت سے علیحدہ ہو جاوے اور اس کے کھانے اور پینے کا خیال نہ کرے اور اس کی خبرگیری سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے

تو یہ صریح ظلم ہے۔ اور خلافِ شرع ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں کو قیاس کر لیا جائے۔

تبتّل کے فائدے

پہلا فائدہ یہ ہے کہ یادِ الٰہی اور فکرِ الٰہی کے لئے دنیا کی چق چق اور بق بق سے فارغ ہو کر اُس کے عوض میں اپنے پروردگار کی مناجات سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ جس کے باعث زمین اور آسمان کے عجائبات اور دین اور دنیا کے معلومات اور اسرارِ الٰہی کے معلوم کرنے میں حوصلہ وسیع ہو جاتا ہے۔ پھر تو انہیں ہر حال میں اللہ ہی کی یاد سے راحت ملتی ہے اور اللہ ہی کی یاد پر زندہ رہتے ہیں۔ اور اللہ ہی کی یاد پر وفات پاتے ہیں۔ اور اللہ ہی کی یاد پر اللہ سے ملتے ہیں۔ اور ان کے دل ما سوئی اللہ کے خطروں سے پاک رہتے ہیں۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو گناہ آدمی کو دنیا داروں کی چق چق اور بق بق اور ان کے اختلاط سے اکثر پیش ہوا کرتے ہیں اس سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کے فتنوں اور دنیا کے جھگڑوں سے نجات ملتی ہے۔ اور ان میں گرفتار نہ ہونے سے دین اور نفس دونوں محفوظ رہتے ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ تمام عبادتوں میں فارغ البال ہونا شرط ہے اور مخلوق کی طرف علاقہ رکھنا فراغ بالی کو مانع ہے۔

اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بری صحبت کے لوگوں کی غیبت اور چغلی اور تہمت اور خوشامد اور ظاہر داری اور زنا وغیرہ سے نجات حاصل ہوتی ہے

اور پانچواں فائدہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی سے اپنے پروردگار کی محبت روز افزوں ترقی کرتی ہے اور دل پر انوارِ الٰہی کا ورود ہوتا ہے اور غیر اللہ کی محبت فنا ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ مخلوق کے ساتھ تعلق رکھنے میں نہیں ہے بلکہ تبتل میں ہے۔

پس تبتل تنقیہ کے حکم میں ہے کہ جو دوائی کے استعمال کرنے سے پہلے کیا جاتا ہے۔ تو جس طرح کہ دوائی کے استعمال کرنے کے پہلے تنقیہ شرط ہے اسی طرح ذکر الٰہی کے قبل تبتل بھی شرط ہے۔

معلوم ہوا کہ دنیا کی محبت کے رشتے کو اپنے دل سے کاٹنا اور دنیاوی علاقوں سے علیحدہ ہونا اس چیز کی سالک اور ذاکر کے لئے ابتدا میں شرط ہے۔ لیکن انتہا میں کہ جب اپنے پروردگار کی محبت اور اس کی یاد کا نقشہ روح پر جم چکا تو اس وقت اختلاط تبتل سے بہتر ہوگا۔ چونکہ اس وقت لوگوں سے اختلاط رکھنے میں اپنے پروردگار کی محبت اور اُس کے نام مبارک کا جو روح پر نقشہ جم چکا ہے اس میں کسی قسم کا نقصان واقع نہ ہوگا۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ذات سے ہدایت اور نصیحت نصیب ہوگی۔ اور عبادتوں کے ثواب حاصل کرنے کا سبب پڑیگا۔ کہ جو اختلاط پر موقوف ہیں مثلاً مریض کی عیادت کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا۔ اور محتاجوں کی مدد کرنا اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا۔ اور مسکینوں کی خدمت کرنا۔ اور مہمانداری کرنا۔ اور حلال طریق سے مال حاصل کرنا۔ کہ اُس کو اللہ کے نام پر دینے میں اور واجب نفقوں میں اور مسجدوں اور خانقاہوں کی تعمیروں میں اور مسافر خانوں کے بنانے میں صرف کرے۔

اور بعضے فقہا رح وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ سے تکبیر تحریمہ اور تبتّل سے تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا مراد لیتے ہیں۔ جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ہیں دونوں جہان سے ہاتھ اُٹھا کے خدا کی یاد میں مشغول ہوا اور بعضے صوفیا رح تبتّل سے ذکر الٰہی کے وقت ما سویٰ اللہ کی نفی کرنا مراد لیتے ہیں۔ جس تبتّل کا طریقہ بتفصیلِ ذیل ہے۔

تبتّل کے طریقہ کا بیان

اور سبحان اللہ تَبَتَّلْ کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر ایک ایسے تاریک مکان میں اپنے سر اور منہ کو کپڑے سے ڈھانک کر بیٹھے۔ کہ جہاں سکون ہو اور کم کھانا اور کم سونا۔ اختیار کرے۔ لیکن بھوک کا غلبہ نہ ہو۔ چونکہ کم کھانا دل کے خون کو کم کرتا ہے۔ اور کم سونا دل کی چربی کو پگھلاتا ہے۔ اور ان دونوں چیزوں کو دل کے منور کرنے میں بڑا دخل ہے۔ اور اپنے کھانے پینے اور ضروریات کی خبر گیری کے لئے کسی شخص کو مقرر کرے۔ اور کھانے میں بڑی احتیاط کرے۔ کہ حلال وجہ سے ہو۔ اور فرض اور سنت کو برابر ادا کرے۔ پھر طہارت کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے حضورِ دل سے ذکرِ لسانی یہاں تک کرے کہ زبان سے بے اختیار ذکرِ الٰہی جاری ہونے لگے۔ اس کے بعد ذکرِ قلبی کرے یہاں تک کہ بے اختیار دل سے ذکرِ الٰہی جاری ہونے لگے کہ گنتی اور حروف بھی درمیان میں نہ رہیں۔ فقط معنیٰ ہی ذہن میں جم جاویں۔ پھر جب کہ اس منزل پر پہونچے گا تو اس وقت اُس کا دل اپنے پروردگار کی محبت سے لبالب اور چھلا چھل ہو جائے گا۔ (چنانچہ جو لوگ کہ ہمیشہ مراقبہ کی حالت میں تصوّر شیخ کے ساتھ اسمِ ذات یا کہ نفی اثبات کا ذکر کرتے ہیں ان پر فقط یہ بات روزِ روشن

کی طرح ظاہر اور باہر ہے۔ کہ ان کے دل اپنے پروردگار کی محبت میں جنبش میں ہیں۔ اور ان کی روحیں اپنے پروردگار کے عشق میں حرکت میں ہیں سو ایسے لوگوں کو طالب اور مرید اور جویا کہتے ہیں سبحان اللہ اس صفت کے بہت سے مرید مرشدی و مولائی حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ مبارک میں پائے جاتے تھے۔ خدا کی ان پر بے حساب رحمت نازل ہو۔)

غرض کہ پھر وہ ذاکر اپنے پروردگار کو کسی حال میں بھی فراموش کر نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ اپنے نفس اور اُس کی صفات سے بھی غائب ہوجاتا ہے جس مرتبہ کا نام قرب ہے۔ پھر ترقی کرتے ہوئے اس کے بعد یہ نوبت پہنچتی ہے کہ ذکر سے بھی غائب ہوجاتا ہے۔ اور فقط مذکور اور محبوب کا شہود اور حضور باقی رہتا ہے۔ اور سبحان اللہ یہ رتبہ فنا کی سرحد ہے۔ پھر اس کے بعد ذاکر کو اپنے مذکور کے ساتھ اور طالب کو اپنے مطلوب کے ساتھ ایسا اتصال حاصل ہوتا ہے کہ جس کی نہ تو کیفیت بیان ہوسکے اور نہ تو قیاس میں آسکے۔ اور اس مرتبہ کو ولایت کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اور اس رتبہ والے کو شاہ اور ولی اور واصل بھی کہتے ہیں۔

الحاصل اب اگر اس جگہ کسی دل میں یہ شبہ گذرے کہ دنیاوی علاقے کیونکر قطع ہوسکیں چونکہ جب تک کہ دنیاوی زندگی باقی ہے تب تک دنیاوی علاقے بھی باقی ہیں۔ تو اس صورت میں اپنے پروردگار کی طرف ہمہ تن اور بالکل متوجہ ہونا۔ کیونکر متصوّر ہوسکتا ہے سو اس شبہ کے رفع کرنے کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں خدا کے کاموں کی طرف خوب نظر کرکے دیکھو کہ دنیاوی علاقوں کے ساتھ تعلق رکھنا اور پھر انہیں علاقوں کو انقطاع کرنا

یہ تو ہر ہر دن اور ہر ہر رات میں موجود ہے چونکہ حق تعالیٰ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ پروردگار مشرق کا بھی ہے اور مغرب کا بھی ہے۔ اور اس نے مشرق کو دنیاوی علاقوں کے یاد دلانے کے لئے بنایا ہے۔ جس طرح کہ مغرب کو دنیاوی علاقوں کے قطع کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ یعنی جب کہ صبح ہوئی۔ اور آفتاب کی روشنی مشرق سے ظاہر ہوئی کہ دوکان داروں کو دوکان کا علاقہ یاد آیا۔ اور کاریگروں کو اپنی کاریگری اور نوکروں کو اپنی نوکری۔ اور کسان اپنا ہل اور بیل اور کھیت اور مالی کو اپنا باغ اور ماں باپ کو اپنی اولاد اور لونڈی اور غلام کو اپنا مالک اور عورت کو خاوند اور خاوند کو عورت کا علاقہ یاد آیا۔ اور ہر ہر علاقے کے حکم ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ مسافروں کو راہ چلنے کی فکر پیدا ہوئی۔ اور کسب والوں کو اپنے کسب کی طمع پیدا ہوئی اور تاجروں کو اپنے مال بیچنے کی دوڑ دھوپ لگی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا۔ اور آہستہ آہستہ یہ جتنے بھی علاقے ہیں وہ ٹوٹنے لگے۔ کہ کسان کھیتوں سے اور دوکان دار بازاروں سے اور مسافر راہوں سے اور نوکر نوکریوں سے اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانے پر آگئے تو اس وقت جتنے باہر کے علاقے تھے وہ منقطع ہو گئے۔ مگر گھر کا اور گھر والوں کا علاقہ باقی رہا۔ پھر جب کہ کھانے پینے سے فراغت ہوئی۔ تو اب گھر کی بھی اکثر چیزوں سے علاقہ منقطع ہوا۔ مگر عورت اور بچوں سے علاقہ باقی رہا۔ پھر جبکہ بچھونے پر لیٹے اور نیند آگئی تو وہ بھی علاقہ جاتا رہا۔ بلکہ روحوں کا علاقہ بھی ظاہر بدن سے منقطع ہو گیا۔ کہ اپنے اعضاء کی جنبش اور حرکت بھی روح کے اختیار میں نہ رہی۔ پھر دوسری چیز کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

سو اے پیارے بنی آدم تم اس بات پر غور کرو کہ جب خواب کی حالت

میں اعضا کی حرکت بھی رُوح کے اختیار میں نہ رہی۔ باوجود اس کے اُن سب کو حق تبارک وتعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے زندہ اور ثابت رکھتا ہے۔ اور ہر روز انسان کے لئے ایسا ایک وقت بھی ضرور ہوتا ہے کہ اُس کا کسی چیز سے علاقہ نہیں رہتا ہے سو تم بھی اپنے تئیں اپنی عمر کی ہر ہر ساعت میں خدا کے اختیار میں سمجھو۔ اور کسی چیز سے علاقہ مت رکھو۔ چونکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ مگر وہی اللہ جس کی عبادت اور بندگی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ سو علاقوں کا قطع کرنا اور ان علاقوں کا ثابت رکھنا یہ بھی اس کی ربوبیت کی شانوں میں سے ایک شان ہے۔ پھر جب کہ اے پیارے نبیؐ تم کو وہی اللہ تعلقات کو قطع کرنے اور تبتل کا حکم فرماتا ہے تو پھر تمہارے لئے کیا اندیشہ اور فکر کی بات ہے۔ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا پھر لے اپنے پروردگار کو کارساز اور اُسی پر اپنے ضروری کاموں کو چھوڑ دے اور تو بے پروا ہو کے بیٹھ۔ اور ان تمام علاقوں کو اپنے اختیار سے قطع کرنے کے باعث تشویش میں مت رہ۔ اور فوراً ہی اپنے کام میں مصروف ہو جا اور انتظار تجربہ اور امتحان کا مت کر۔

معلوم ہو کہ متوکلوں کے نزدیک توکل کے تین مرتبہ ہیں۔ اول مرتبہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے معبود پر ایسا بھروسہ ہو جاوے جیسا کہ موکّل کو اپنے وکیل پر بھروسہ ہوا کرتا ہے۔ کہ وکیل کی شفقت اور اُس کی مہربانی اور اُس کی خیر خواہی کا بھی اس کو یقین ہوتا ہے اور اپنے کام کے سرانجام دینے کی قدرت کا بھی اُس کو اعتقاد ہوتا ہے۔ اور ساتھ میں یہ پختہ یقین رکھتا ہے کہ یہ وکیل مجھے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اُس سے واقف ہے۔

اور اوّل توکل کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے پروردگار پر ایسا اعتماد

ہوتا ہے جیساکہ بچے کو اپنی ماں پر ہوتا ہے۔ سو یہ مرتبہ اول کے مرتبہ سے اعلیٰ ہے۔ چونکہ اول کے مرتبہ میں کچھ تھوڑا سا التفات اپنے اعتماد پر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ موکّل اس کام کی تدبیر کبھی اپنے دل میں سوچتا ہے۔ بخلاف بچے کے کہ اس کو اپنی ماں پر اس قدر بھروسہ ہوتا ہے کہ بالکل التفات اپنے اعتماد پر نہیں کرتا۔ اور تدبیر بھی نہیں کرتا۔ اور کسی اسباب سے بھی کام نہیں رکھتا

اور توکل کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اعتماد اور بھروسہ بھی درمیان میں نہ ہو۔ بلکہ اپنے تئیں ایسا جانے جیساکہ مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوا کرتا ہے کہ مردہ کو جس طرح چاہے اُس طرح پھیرے۔ یہاں تک کہ اس مرتبہ میں سوال بھی نہیں کرسکتا ہے۔ بخلاف دوسرے مرتبوں کے چونکہ وہاں سوال کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ سو یہ تیسرا مرتبہ ولایت کے کمالات میں سب سے اعلیٰ ہے۔ جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کو عنایت ہوا تھا۔ اور توکل کے مرتبوں میں یہ تیسرا مرتبہ بڑا مرتبہ رکھتا ہے۔ سو جس وقت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا تھا اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے آپ سے آکر عرض کیا تھا کہ اگر ارشاد ہو تو حق تعالیٰ سے عرض کرکے اس بلا کو دفع کردیا جائے۔ تب فرمایا کہ اس پر میرا حال ایسا روشن ہے کہ کچھ عرض کرنے کی احتیاج نہیں ہے۔

اَب اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توکل کا پہلا مرتبہ یعنی فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا فرمانے کا باعث یہ ہے کہ اس مبارک سورت میں ابتدا سے انتہا تک سلوک الی اللہ کے مقام اِس طریق سے بیان کئے گئے ہیں جن سے مبتدی اور منتہی دونوں کا مطلب حاصل ہو۔ لہٰذا پہلے اس الٰہی مرتبہ کو بیان فرمایا۔ کہ اس مرتبہ ہمیشگی کے سبب سے وہ دونوں مرتبہ آہستہ آہستہ خود بخود

حاصل ہوجاویں گے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں لیکن منظور امت کو حکم کرنا ہے۔ لہذا عام اُمت کے نفع کے لحاظ سے توکل کے پہلے ہی مرتبہ کی ضرورت ہے۔ کہ اس مرتبہ سے ترقی کرکے آہستہ آہستہ ان دونوں مرتبوں کو حاصل کریں۔

الحاصل جب کہ راہِ مولیٰ کے سلوک کی شرطوں سے اور خرقہ پوشی کے لوازم کے بیان سے فراغت پائی تو آپ یہ حکم ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیارے نبی ہم نے تمکو باوجود تبتل اور باوجود ایسی ایسی ریاضت اور باوجود ایسی ایسی محنت اور باوجود ایسے ویسے مجاہدہ کے مخلوق کو دعوتِ الٰہی اور ہدایت کرنے کا منصب عنایت فرمایا کہ آپ کی ذات سے ناقصوں کی تکمیل اور گمراہوں کی ہدایت اور طالبوں کی رہنمائی ہو۔ اور اسی طرح جو لوگ تمہاری نیابت کے طور پر اور وراثت کے طور پر اس منصب کے ذمہ دار ہوں انہیں بھی ہدایت کرنے کا منصب عنایت فرمایا ہے۔ سو تم کو اور اُن کو کہ جو اس منصب کے ذمہ دار ہیں انہیں لازم ہے کہ تحمل اور بردباری کو لازم پکڑیں۔ اور مخلوق کی ایذا رسانی کو برداشت کریں اور یہ بھی یاد رہے کہ اکثر لوگ اس طریقے والے کو طعن اور تشنیع سے پیش آتے ہیں۔ اور جو دل میں آتا ہے کہہ بیٹھتے ہیں۔ اور دشمنی بھی کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر طرح سے ہدایت کرنے والے کو ایذا پہونچاتے ہیں۔ سو اے پیارے نبی تمہیں لازم ہے کہ اُن کی ایذا اُٹھاؤ۔ اور تحمل اختیار کرو۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور جو تمہارے منکرین کہا کرتے ہیں اور باتیں بنایا کرتے ہیں اس پر صبر کرو۔ پھر وہ منکرین خواہ کافر ہوں۔ یا منافق ہوں یا فاسق ہوں چونکہ یہ لوگ حقیقتاً ہدایت سے منہ موڑتے بھی ہیں۔ اور اپنی طبیعت میں ہدایت سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی صورت سے ان لوگوں کو ذلیل

اور حقیر کر دیں۔ کہ جو لوگ ہدایت کی راہ پر چلتے ہیں اور لوگوں کے سامنے
ایسی باتیں بناتے ہیں کہ جو لوگ کہ محمدؐ کی پیروی کرتے ہیں وہ ریاکار اور مکار
ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں اپنے تئیں تارکِ الدنیا کہتے ہیں۔ غرض کہ اِس قسم کی بہت
سی تہمتیں لگایا کرتے ہیں۔ لہٰذا تبتل کے لوازم اور شرائط سے یہ بات ہے
کہ ایسوں کی زیادتی اور ایذا رسانی پر صبر کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کا بیان

معلوم ہو کہ دشمن اور حاسد لوگ جو زبانی ایذا دیتے ہیں وہ تین قسم پر
ہے۔ اوّل یہ ہے کہ اُس کے معبود اور اُس کے پیر اور اُس کے استاد کے حق
میں طعن اور تشنیع کی زبان دراز کرتے ہیں۔ اور یہ زبانی ایذا رسانی کی تینوں
قسموں میں بہت سخت ہے کہ اِنسان سن کر جل اٹھتا ہے۔ اور دوسری قسم
یہ ہے کہ خاص اُس شخص کے حق میں طعن اور تشنیع کی زبان دراز کرے۔ اور
تیسری قسم یہ ہے کہ اُس کی بیوی اور بچوں اور یار دوستوں کے حق میں طعن
اور تشنیع کی زبان دراز کرے۔

سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمت کے منافقوں اور
کافروں اور بد مذہبوں سے اِن تینوں قسموں کی ایذا انتہا درجہ کو پہونچی ہے
بخلاف دوسرے نبیوں کے چونکہ وہ ایک قسم یا کہ دو قسم کی ایذا میں
مبتلا ہوئے تھے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی قسم کی ایذا یہ تھی
کہ کافروں نے آپ کو رنج پہونچانے کے لئے حق تبارک وتعالیٰ کی شانِ پاک
میں ایسی ایسی۔ بے ادبیاں کیں ہیں کہ جس کے سننے سے بدن تھرا جاتا ہے
چنانچہ بعضوں نے کہا کہ حق تعالیٰ عورت اور لڑکے رکھتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ

خدا سے شیطان زیادہ زورآور ہے۔ اور خدا پر شیطان غالب ہے کہ شیطان مخلوق کو گمراہ کرتا ہے۔ اور خدا بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اور بعضے اس طور پر کہتے تھے کہ اجی محمدؐ کا خدا کہتا ہے کہ میرے محتاج بندوں کو کھانا کھلاؤ اور میرے محتاج بندوں کو زکوٰۃ دو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ محمدؐ کا خدا فقیر ہے۔ اور ہم غنی ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن شریف کے متعلق قسم قسم کے فاسد احتمال اور چھوٹے جھوٹے خیال باندھتے تھے۔ اور آپ کے دین پاک اور شریعتِ پاک کے احکاموں میں واہی تباہی تنبیہے نکالا کرتے تھے۔ چنانچہ بعضے تو کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہے تو ایک ہی مرتبہ کیوں نہ اتارا گیا۔ اور بعضے کہتے تھے کہ ہم کبھی بھی نہ تو اس قرآن کو مانیں گے۔ اور نہ اگلی کتابوں کو مانیں گے۔ اور بعضے کہتے تھے یہ قرآن سحر ہے۔ اور بعضے کہتے تھے کسی کاہن کا کلام ہے۔ اور بعضے کہتے تھے محمدؐ نے اپنی طرف سے جھوٹ باندھ لیا ہے۔ اور بعضے کہتے تھے کہ یہ مجنون کا کلام ہے۔ اور بعضے کہتے کہ یہ کیا عجیب بات ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے ہوئے جانور کو کھانا اور جو خدا کے مارے ہوئے یعنی اپنی موت سے مر جائے اُسے نہ کھانا۔ اور بعضے حضرت جبرائیل عؑ کے متعلق انواع انواع قسم کی بے ادبیاں کیا کرتے تھے اور اب بھی ایک فرقہ غرابیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جو حضرت جبرئیل پر لعن کرنا جائز رکھتے ہیں۔ چونکہ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ وحی حضرت علی عؑ کے لئے آئی تھی مگر جبرئیل عؑ نے محمدؐ کو پہونچائی وغیرہ وغیرہ۔

اور دوسری قسم کی ایذا جو کہ خاص آپ کی ذات سے متعلق تھی وہ یہ تھی کہ آپ کو ساحر اور شاعر اور جھوٹا۔ اور دیوانہ کہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر محمدؐ پیغمبر ہے تو یہ فقیر اور مفلس

کیوں ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ ان کے قول کو نقل فرماتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں چلتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار اگیا۔ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ کیوں نہ ڈالا گیا۔ یا اس کا کوئی باغ ہوتا۔ کہ اس سے کھایا کرتا۔ اور بعضے ایسے تھے کہ اگر وحی آنے میں چند روز کا وقفہ ہوتا تو بطور طعنہ کے یہ کہنے لگ جاتے کہ محمدؐ کو اب اس کے رب نے چھوڑ دیا۔ اور محمدؐ سے بیزار ہو گیا۔ اور بعضے ایسے تھے کہ آپ کی ہجو میں شعر کہتے۔ اور وہ شعر گانے والوں اور ناچنے والوں کو سکھلا دیتے۔ تاکہ کافروں کی مجلس میں طبلے سارنگی پر گایا کریں۔ اور لوگ مسخرہ پن کیا کریں۔

اور تیسری قسم کی ایذا یہ ہے کہ جو آپ کے اہل و عیال کے متعلق مدینہ کے منافق طعن اور تشنیع کے مضمون بنایا کرتے تھے اور ساتھ میں آپ کے خویش اور اقربا۔ اور اصحاب کے متعلق بھی زبان درازیاں کیا کرتے تھے۔ اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہونچی کہ آپ کی زوجۂ مطہرہ کو زنا کی تہمت بھی لگائی۔ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ اور اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی اس امت کے گمراہوں نے آپ کی اہلِ بیت اور اصحاب کے حق میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ اور فی الحال بھی پنجاب میں ایک فرقہ ہے۔ جو قادیانی کے نام سے مشہور ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول بے شک صادق ہوا کہ کوئی نبی اتنی ایذا نہیں دیا گیا جتنی کہ ایذا میں دیا گیا ہوں۔ لیکن آپ نے ان تمام ظلم اور زیادتی کا تحمل کیا۔ اور ان کی ہدایت اور خیر خواہی سے باز نہ رہے۔ اور تمام عمر شریف مخلوق کی رہنمائی میں صرف کی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَاجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ یعنی اے خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اور جو تو نے کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے جزا دی ہو۔ اس سے ہماری طرف سے بہتر جزا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرما۔

الحاصل اے پیارے نبی اگر تم کافروں کی ایذا رسانی کے باعث ان کے ساتھ نہ رہ سکو تو اس صورت میں نہیں لازم ہے کہ اُن کی صحبت سے کنارہ کرو۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا۝ اور چھوڑ ان کی صحبت کو لیکن اچھی طرح کا چھوڑنا کہ اس میں تین چیزیں نہ ہوں۔ اول یہ کہ ظاہراً ان کی صحبت کو ترک کرنا۔ مگر باطناً ان کی صحبت کی طرف میلان رکھنا۔ اور ان کے حال سے خبردار رہنا۔ کہ کیا کہتے ہیں۔ اور کیا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کسی کے سامنے ان کی بدسلوکی کی شکایت نہ کرنا۔ اور ان کے ساتھ مقابلہ کے وقت کج خلقی اور بدزبانی نہ کرنا۔ اور ان سے بدلہ لینے کا خیال نہ کرنا۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ باوجود ان کی صحبت سے کنارہ کرنے کے اُن کی ہدایت اور نصیحت میں قصور نہ کرنا۔ اور ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت نہ رکھنا۔ بلکہ جس طرح سے ہو سکے ان کی رہنمائی اور ہدایت میں قصور نہ کرنا۔

معلوم ہو کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جس میں یہ تینوں صفتیں پائی جاویں اُسی کا نام ہجرِ جمیل ہے۔ اور اگر اِن میں سے ایک صفت بھی نہ پائی جاوے اور دو پائی جاویں تب بھی ہجر جمیل نہ ہوگا۔ اور تین صفتوں کا پایا جانا یہ بہت ہی دشوار امر ہے۔ مگر جس شخص نے کہ حدیث اور سیر کی کتابوں

میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ اور خصلتِ طیبہ دیکھی ہے۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اپنے دشمنوں اور جان کے لینے والوں کے ساتھ حُسنِ خلق اور خیر خواہی سے پیش آوے۔ جس طور پر کہ آپ پیش آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حُسنِ خلق اور خلوص کے سبب سے صدہا لوگ صلاحیت پر آ گئے۔ اور انہیں اس بات کا کامل یقین ہو گیا کہ آپ کی مبارک ذات میں نفسانیت اور انانیت کی بو تک نہیں ہے۔ کہ جو کچھ کہتے ہیں یا کہ کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے لئے کہتے ہیں۔ یا کہ کرتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی بجا آوری میں سرِمو فرق نہیں کرتے۔ یہ دیکھ کر اُنہوں نے آپ کی فرمانبرداری اختیار کی اور دل اور جان سے آپ کی خدمت گذاری پر مستعد ہو گئے۔

غرض کہ اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر تمہارے خیال میں یہ آوے کہ مجھے جو منکروں کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنے اور ان سے علاقوں کے قطع کرنے کا حکم ہوا ہے اُسے تو میں نے دل اور جان سے قبول کیا مگر پھر بھی یہ منکر لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ کہ دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ پر آنے نہیں دیتے۔ اور قسم قسم کی دنیا کی مزیداری اور نفس پروری کی رغبت دلا کے ہدایت کی راہ سے اُن کو پھیر دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر مجھے اُس بدبخت گروہ سے بدلا لینے کا اور ان پر بددعا کر کے ہلاک کرنے کا حکم ہو تو بہتر ہے سو حق تبارک و تعالیٰ اس خیال کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے محمد تم اس امر میں بھی دخل مت دو۔ بلکہ اس بات کو ہم ہی پر چھوڑ دو۔ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ اور چھوڑ دے مجھ کو اور اس راہ کے منکروں کو جو کہ نازِ نعمت اور عیش آرام کے لوگ ہیں۔ کہ ان لوگوں

سے خود کی۔ تن پروری کے باعث اور عیش اور عشرت کی محنت کے باعث رات کا اٹھنا اور خدا کی یاد میں مشغول ہونا بہت ہی گراں گذرتا ہے۔ اور جو لوگ کہ اپنی دنیا کی زیب اور زینت دکھلا کے اوروں کو عیش اور عشرت کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ تو اُن کے متعلق بھی اے محمد صلعم تم کچھ مت کہو۔ اور بد دعا بھی مت کرو۔ چونکہ دونوں جہان کی چیزیں میرے ہی قبضہ میں ہیں اور میں خود ہی ان چیزوں کا مالک ہوں۔ سو جس طرح کہ اس عالم دنیا میں بعضے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے مولیٰ کی یاد اور مجاہدہ اور ریاضت میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح عالم آخرت کے لئے بھی بعضے لوگ ایسے چاہئیں کہ وہاں کے رنج اور مشقت میں مبتلا ہونے کے لئے تیار ہوں اب اگر اس عالم دنیا میں سب کے سب عارف اور مجاہد ہو جائیں تو یہ ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔ سو ان بد مذہبوں کے اس عالم دنیا میں عذاب میں مبتلا ہونے کے لئے شتابی نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ کچھ مہلت دینی چاہیئے وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا اور ان کو اس جہان کے آرام میں کچھ مہلت دے تاکہ اُن میں عالم آخرت کے رنج اور مشقت کھینچنے کی استعداد پیدا ہو جائے چونکہ ہم حکیم ہیں۔ اور یہ ہماری حکمت کے خلاف ہے کہ کسی کو بغیر لیاقت اور استعداد کے کسی کام میں مشغول کر دیں۔ لہذا ان بدنصیبوں میں عالمِ آخرت کے مصائب اٹھانے کی استعداد پیدا ہو جانے دے إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا۔ بیشک ہمارے پاس بھاری زنجیریں تیار ہیں۔ جو اُن نافرمانوں کے پاؤں میں اس چیز کے عوض میں ڈالی جاویں گی کہ دنیا کے علاقوں میں پابند ہونے کے باعث رات کو اُٹھ کے یادِ الٰہی اور نماز میں کھڑے رہنے سے جی چراتے تھے۔ وَّجَحِيمًا

اور آگ ہے دہکتی ہوئی۔ عوض میں اُس چیز کے کہ دنیا میں اپنے پروردگار کے عشق اور مجاہدہ اور یادِ الٰہی کی سوزش اور حرارت سے جی چراتے تھے جس طرح کہ ذاکر اور شاغل لوگ دنیا میں اپنے تئیں عشقِ الٰہی کی آگ میں جلاتے تھے۔ اور اپنے دل کو آتشِ عشقِ الٰہی کی گرمی سے اُوٹاتے تھے اُس وقت یہ منکر مزے اور چین اوڑاتے تھے وَّطَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ اور ہمارے پاس تیار ہے کھانا گلا پکڑنے والا عوض میں اُس مشقت کے جو ذاکر اور مجاہد لوگ دنیا میں کھینچتے تھے۔ یعنی بلند آواز سے یاد کرتے تھے اور تہجد میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ اور ذکر الٰہی اور قرآن شریف کی تلاوت میں شد اور مد اور فوق اور تحت کی رعایت کرتے تھے اور جس وقت بلغم گلے میں آکر اٹکتا تھا۔ اور آواز کو بند کر دیتا تھا اور اُن کو ایذا پہونچاتا تھا۔ یہاں تک کہ کبھی خون بھی تھوکنے لگتے تھے۔ اب اُس وقت یہ منکر اچھے اچھے روغنی کھانے کھا کے اور خوب ٹھنڈے اور میٹھے اور خوشبودار شربت پی کے نرم نرم بچھونوں پر غافل پڑے سوتے تھے وَّعَذَابًا اَلِیْمًا اور ہمارے پاس عذاب دکھ دینے والا کہ جس میں دوزخ کے مؤکل مار پیٹ کرتے ہیں عوض میں اس چیز کے کہ جب مجاہد اور ذاکر لوگ دنیا میں مجاہدہ کی۔ اور ذکر الٰہی کی مشقت کو کھینچتے تھے۔ اس وقت یہ منکر لوگ تمسخر سے پیش آتے تھے۔ اور وہ مشقت یہ ہے جیسے پنج وقتہ جماعت میں حاضر ہونا۔ اور جمعہ اور ذکر الٰہی کے حلقوں میں جانا۔ اور قرآن اور حدیث اور تفسیر۔ اور وعظ کی مجلسوں میں گرتے اور پڑتے اور اُٹھتے اور بیٹھتے حاضر ہو جانا۔ پھر حاضر ہونے کے بعد لوگوں کے اژدہام اور ہجوم کے صدمہ اٹھانا سو جو لوگ کہ اِن ذاکر اور مجاہدہ کرنے والوں کا مذاق اُڑانے والے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ کے مؤکل مار پیٹ

کرنے کو تیار ہیں۔ اور جو لوگ طعن اور تشنیع سے ان لوگوں کو پیش آنے والے ہیں جس کے عوض میں ان منکروں کو دوزخ کے سانپ اور بچھو کے ڈنک ہونگے۔ اب اگر اے محمدؐ ان منکروں کو ہم اس دنیا میں جی بھر کے طرح طرح کے چین اور آرام لینے کا موقع نہ دیں تو ان منکروں میں آخرت کے رنج۔ اور مشقت کے اٹھانے کی لیاقت کیونکر حاصل ہوگی۔ اور وہ دوزخ کے عذاب کے مستحق کیونکر ٹھیریں گے۔ سوتم اپنے پروردگار کے فرمان کے مطابق یاد الٰہی میں اور طالبوں کی ہدایت میں دل اور جان سے مشغول رہو۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں منکروں کی گرفتاری ضرور ہوگی۔ اور وہ تب ہے جب کہ دنیا میں کوئی ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ ہوگا۔ اور نہ تو کوئی ایک بھی اہل مجاہدہ اور اہل ذکر سے باقی رہے گا۔ اور جتنے بھی ولایت اور خدا کی نزدیکی کے رستے ہیں وہ سب کے سب بند ہو جائیں گے اور جتنی بھی غیبی خدمتیں ہیں وہ سب معطل اور بیکار ہو جاویں گی۔ جیسے کہ غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت اور اوتادیت ہے۔ اور اس کے علاوہ زمین کو قطب مدار سے بھی خالی کر دیا جائیگا۔ چونکہ جب تک کہ دنیا میں یہ نورانی جماعت موجود ہے جو کہ غیبی خدمتیں بجالانے پر مامور ہے۔ تب تک دنیا کی حیات بھی قائم ہے اور جب یہ نورانی جماعت نہ رہی تو دنیا کا فنا ہونا بھی ضرور ہوا اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ دنیا میں دو قسم کے بازار لگے ہوئے ہیں ایک نیکی کا اور دوسرے بدی کا۔ اور اسی پر دنیا کا دار و مدار بھی ہے۔ پھر جب کہ نیکی کا بازار اٹھ گیا تو اب صرف بدی ہی بدی رہگئی۔ اور عالم دنیا تباہ ہوگیا لہذا اس صورت میں دوسرے عالم کا پیدا کرنا ضرور ہوا۔ اور ولایت کا بیج کہ جس کا نام ایمان ہے۔ وہ اس دنیا میں نہ رہے گا۔ تو ولایت کا وجود

بھی باقی نہ رہے گا۔ مگر یہ علامت اس دن پائی جائے گی کہ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ جس دن کانپے گی۔ زمین اور پہاڑ چونکہ یہ دنیا کہ جس کے قیام کا باعث قطب مدار اور اوتاد اور ابدال کے مبارک وجود ہیں۔ جب وہ اس دنیا سے انتقال فرما چکے اور خیر اور برکت اس دنیا سے اٹھ گئی کہ جس کی برکت کے باعث اس دنیا کا قیام اور ثبوت تھا وَ کَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّھِیْلًا اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے تودے کی طرح پھسلتے کہ ان کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی۔

اور جب کہ قرب الٰہی اور وصال الٰہی اور سلوک اور صبر اور تحمل اور رضا اور تسلیم کی تعلیم سے فراغت پائی تو اب اس راہ کے منکروں کو عتاب بھرا خطاب ہوتا ہے۔ کہ اے منکرو ہم نے جو اپنے پیغمبر کو تمہارے اوپر بد دعا کرنے سے اور برائی کا بدلہ برائی کے دینے سے منع فرمایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ جلیل القدر پیغمبر فقط قاصد ہی بن کر آیا تھا کہ پیغام پہونچایا اور چلا گیا۔ جس کا یہ غلط مطلب سمجھ لو کہ اس پیغمبر کی نافرمانی میں ہم کو کچھ ضرر اور نقصان نہ پہنچے گا۔ خوب غور سے سنو کہ یہ پیغمبر فقط قاصد ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے حق میں اس جلیل القدر پیغمبر کی گواہی اور عرض معروض ضرور سنی جائے گی۔ کہ جو اگر اس جلیل القدر پیغمبر نے ہم سے تمہارا گلہ شکوہ کیا تو اس صورت میں ہمارا غضب کا دریا جوش میں آ جائیگا جس کے باعث تم اس دنیا میں بھی قسم قسم کی بلاؤں۔ اور آفتوں۔ اور مصیبتوں اور قحط۔ اور وبا۔ اور فقر۔ اور رنج اور مشقت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ جس طرح کہ اگلے پیغمبروں کے منکروں پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوئی ہیں۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ بیشک

ہم نے تمہاری طرف رسول کو بھیجا ہے۔ تاکہ تم پر گواہ رہے۔ اور ہم سے
عرض کرے کہ فلانے شخص نے اس طریقے کو قبول کیا۔ اور فلانے شخص نے
انکار کیا۔ تاکہ ہم ہر ایک منکر اور ہر ایک فرماں بردار سے اسی طور کا معاملہ
کریں۔ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جس طرح بھیجا تھا ہم نے اسی قسم
کا ایک پیغمبر فرعون کی طرف بھی۔ تاکہ اس پیغمبر یعنی حضرت موسیٰؑ کی گواہی
اور اُن کی عرض فرعون کے حق میں قبول ہووے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ
فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ پھر فرعون نے اپنے رسول کی نافرمانی کی فَاَخَذْنٰهُ
اَخْذًا وَّبِیْلًا تو ہم نے اس فرعون کو دریا ہی میں پکڑا۔ ایسا پکڑنا جو بہت
ہی وبال رکھتا تھا۔ چونکہ ہم نے اس کو تمام اس کی فوج اور لشکر کے ساتھ
دریا میں غرق کر دیا۔ اور اُس کا ملک اور مال اور مکانات اور باغات اور جواہرات
وغیرہ غیرہ جتنے اس کے عیش و عشرت کے سامان تھے وہ سب کے سب
دم بھر میں ہم نے اُس کے دشمنوں کے حوالہ کر دیئے سو اب اے منکرو تم اس
بات پر غور کرو کہ فرعون کیا کچھ عظمت اور دبدبہ رکھتا تھا۔ مگر تم نے دیکھ لیا
کہ اپنے وقت کے رسول کی نافرمانی کے باعث فرعون کیسے عذاب میں مبتلا
ہوا۔ پھر بات یہ ہے کہ تم تو اس کی عظمت اور مال ملکیت کے مقابلہ میں کسی
شمار میں بھی نہیں ہو۔ پھر کیوں تم اپنے جلیل القدر پیغمبر کو رنجیدہ اور
آزردہ کرتے ہو۔ اور اس کے مبارک فرمان کو قبول نہیں کرتے۔ اب
چونکہ یہ جلیل القدر پیغمبر نہایت ہی رحمدل اور حلیم اور بردبار ہے جس کے
باعث تم اس دنیا کے عذاب سے اور بددعا سے بچ گئے۔ فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ
پھر کیونکر بچو گے اور پھر کیونکر اپنے تئیں عذاب سے محفوظ رکھو گے اِنْ کَفَرْتُمْ
اگر تم کافر ہوئے اور اپنے رسول کا فرمان نہ اُٹھایا یَوْمًا جس دن کہ بکتا ہوں

سے پوچھ پاچھ ہوگی۔ اسی ایک ہی سبب سے کہ نافرمانوں کے ساتھ کچھ کچھ علاقہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا کردیگا۔ وہ دن چھوٹے بچوں کو بڈھا جس کے خوف سے اُن کے بال سفید ہو جائیں گے۔ چونکہ اس دن اپنے ماں اور باپ اور بھائی اور بہن کی آہ وزاری اور بے قراری اور گرفتاری کو دیکھکر بچّوں پر رنج اور غم اور فکر کا غلبہ ہوگا۔ اور یہ غلبہ ان کے سفید بال ہو جانے کا سبب ہوگا۔ اور یہ کچھ جزا اور عذاب کی راہ سے نہ ہوگا۔ اور بعضی تفسیروں میں یہ مذکور ہے کہ یہ رنج خاص کافروں کے بچوں کو ہوگا نہ مسلمانوں کے بچوں کو۔ چونکہ اس دن کافروں کی آہ و بُکا اور گریہ و زاری۔ اور بیقراری بے انتہا ہوگی۔ جس کو دیکھ کر ان کے بچوں کی یہ حالت ہوگی بخلاف مسلمانوں کے۔ چونکہ اگر اُن پر یہ چیزیں ہوں گی تو بہت ہی خفیف اور ہلکی ہوں گی۔ اور ایمان کی برکت سے جلدی خلاصی بھی ہو جائے گی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو اسی بات کی فکر ہوگی کہ کسی صورت سے اپنے ماں باپ اور خویش و اقربا کی شفاعت کر کے مصیبت سے اُن کو چھڑایا جائے۔ چنانچہ حق تبارک و تعالیٰ ان کی عرض کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر ان سب کو عذاب سے نجات بخشے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس کے تین نابالغ بچے دنیا میں مرے ہوں گے اس پر دوزخ میں جانا حرام ہوگا۔ بخلاف کافروں کے بچوں کے چونکہ شفاعت کے لئے ایمان شرط ہے۔ سو جب تک کہ کافروں کے بچوں کو بہشتیوں کی خدمتگاری کا عہدہ نہ ملے گا تب تک وہ اُسی غم میں مبتلا رہیں گے پھر بہشت میں جانے کے بعد تمام غم بھول جاویں گے۔

غرض کہ اگر کوئی تھوڑا سا گنہگار ہوگا اُسے بھی اس دن خوف غالب

ہوگا۔ یہاں تک کہ اُس دن گنہگاروں کے مکانات بھی ڈھا دیئے جائینگے۔ اور جس مکان اور جس زمین میں گناہ ہوا ہوگا وہ سب خراب ہو جاوینگے بلکہ یِ السَّمَاءُ آسمان بھی خراب ہو جاویں گے حالانکہ آسمان میں کوئی گناہ نہیں ہوا ہے۔ اور جو آسمان پر رہتے ہیں وہ سب کے سب معصوم اور پاک ہیں۔ مگر چونکہ گنہگاروں کا آسمان سے رزق نازل ہوتا ہے۔ اور یہ گنہگار آسمان کی گردشں اور ستاروں کی روشنی سے فائدہ بھی حاصل کرتے تھے لہذا وہ بھی خراب کر دیا جائے گا تو گویا کہ آسمان آسمان نہ رہیگا۔ اور اس روز آسمان ایسا ہو جائے گا کہ جیسے مُنْفَطِرٌ بِہٖ ایک چیز ہے پھٹی ہوئی۔ اس دہشت بھرے دن کی ہیبت اور صدمہ کے سبب سے۔

اب اگر اس جگہ منکر لوگ یہ کہیں کہ تم اس وحشت ناک دن کے متعلق جو باتیں بیان کرتے ہو یہ بات عقل سے بعید ہے۔ اور اگر ہمنے تسلیم بھی کر لیا کہ ممکن ہے کہ یہ بات ہو۔ مگر یہ کیوں کر ہو سکے کہ ایک ممکن چیز کے لئے خوفزدہ ہو کر اُس کی دفع کی فکر میں رہیں۔ اور ایک ممکن چیز کے لئے اپنے رات اور دن کے آرام کو کھو بیٹھیں۔ یہ عاقلوں کا کام نہیں ہے۔ سو ہم ایک ممکن اور وہمی خوف کے باعث کس واسطے اپنے چین اور آرام کو برباد کریں جس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ چونکہ عقل کے نزدیک جس بات کا یا کہ جس بلا کا واقع ہونا ضعیف قرینہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یا کہ اس کے واقع ہونے کی عام لوگوں کو خبر نہیں ہوتی تو ایسی ضعیف اور بودی بات کی پرواہ نہ رکھنا چنداں مضائقہ کی بات نہیں ہے۔ بلکہ جب کہ اُس بات اور اُس بلا کا واقع ہونا یقینی ہو تو ایسی صورت میں عقل کے نزدیک ایسی بلا سے بچاؤ کی تدبیر کرنا ضروری اور لابدی ہے۔ کہ عقل ہرگز

اس بات کو تسلیم نہیں کرتی - کہ ایسی بلا سے بے پرواہ ہو کے بیٹھ رہے
اور وہ قیامت کا دن ہے چونکہ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا اس دن کا وعدہ ہونے والا ہے
اور ضرور عمل میں آنے والا ہے - چونکہ یہ حق تبارک و تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ حق
تعالیٰ کا وعدہ ضرور ضرور ہو کر رہتا ہے - سو قیامت کے دن کے آنے کو اگرچہ اس
آنے والے دن کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ مُمْکِنُ الْوُقُوْع ہے - مگر
حق تبارک و تعالیٰ کی حکمت اور عدل اور وعدے کی سچائی کے لحاظ سے
بیشک وَاجِبُ الْوُقُوْع ہے - اور اُسی ذاتِ پاک کا یہ وعدہ ہے کہ اُس
روز کی بلا عام ہے - لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے -
معلوم ہو کہ اس مبارک صورت کے شروع سے تو یہاں تک یعنی كَانَ
وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا تک کہ جو سلوک الی اللہ اور خدا کی نزدیکی حاصل کرنے
کی ضروری ضروری اور واضح واضح دلیلوں سے بیان فرمائی گئی ہیں کہ جس
میں ظاہر کے اعتبار سے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے
طرف خطاب فرمایا گیا تھا - سو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ
بیشک یہ سورت اور اس سورت کے مضامین کہ جو خدا کی معرفت اور اُسکی نزدیکی
حاصل کرنے کے طریقوں سے لبالب اور پُر ہیں - اور وہ بیان اور وہ حکم اور
وہ طریقہ ہر عاقل اور ذی روح کے واسطے ایک تذکرہ اور یاددہی ہے - اور یہ
بھی یاد رہے کہ وہ بیان اور وہ حکم اور وہ طریقہ کچھ خاص پیغمبر ہی کے لئے نہیں ہے
فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا پس جو چاہے اختیار کرے - اپنے
مولیٰ کی نزدیکی کے طریقوں میں سے کسی ایک طریق کو اپنی استعداد اور
خواہش کے موافق یعنی اگر جی چاہے تو نفس کے ساتھ مجاہدہ اور ذکر الٰہی
کی کثرت اور تبتل کی راہ کو اختیار کرے - اور اگر جی چاہے تو وعظ اور نصیحت

اور رہنمائی اور صبر کے طریقے کو اختیار کرے۔

معلوم ہو کہ اس مبارک سورت کے شروع سے تو یہاں تک کے بیان کو تذکرۃ فرمایا گیا ہے۔ اور تذکرہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی چیز پہلے سے معلوم ہو۔ اور اب بھول گئے ہوں۔ سو اس بھولی ہوئی چیز کو یاد دلا دینے کا نام تذکرہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روح اس خاکی پتلے میں داخل ہونے سے پہلے عالم ارواح اور عالم قدس یعنی پاک عالم میں رہتی تھی جس میں اس روح کو اپنے پروردگار کی نزدیکی اور معرفت حاصل تھی۔ کہ اُسوقت یہ روح دنیاوی علاقوں اور غذائی نجاستوں اور جانوروں کی سی عادتوں وغیرہ وغیرہ سے پاک اور صاف تھی۔ سو اب جب کہ یہ رُوح اس خاکی پتلے یعنی مٹی اور پانی۔ اور ہوا۔ اور آگ کی قید میں گرفتار ہو گئی تب سے قربِ الٰہی اور معرفت الٰہی کی لذت کو بھول کے دنیاوی لذتوں میں پھنس کر وہ جو اصل چیز تھی وہ اُس کی یاد سے جاتی رہی۔ اور بھول گئی۔ سو اس مبارک سورت میں رُوح کی اصلی غذا بیان فرما کے اُس کو اپنی اصلی حالت یاد دلا کر اصل کی طرف رجوع کرنے کے لئے مشتاق کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی اصلی حالت کی طرف رجوع کرے۔ اور تقربِ الٰہی اور معرفتِ الٰہی۔ اور عشقِ الٰہی۔ اور سلوک الٰہی کو حاصل کرے۔ لہٰذا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

شب بیداری میں سہولت اور قرآن شریف کے ختم کے طریقوں کا بیان

جاننا چاہیئے کہ حقیقت میں یہ مبارک سورت اسی آیت پر یعنی اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا پر تمام ہوئی تھی۔ پھر ایک سال کے بعد اس کے بعد کی آیتیں اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب اس

مبارک سورت کے اول میں تہجد کے ادا کرنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے اور شب بیداری اور ریاضتیں اور مجاہدے کرنیکا حکم ہوا تو آپ نے اور آپ کے صحابہؓ نے سلوک الی اللہ میں بے انتہا کوشش اور بے انتہا محنت شروع کی۔ یہاں تک کہ بعضوں نے تو رات کا سونا بھی چھوڑ دیا۔ اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سونے میں جو عبادت کا وقت ہے وہ فوت ہو جائے۔ چنانچہ وہ حکم یعنی شب بیداری وغیرہ کا کہ جو اس سورت کے اول میں ہے وہ برابر ایک سال تک رہا۔ اور آپ نے اور صحابہؓ نے اس قدر مجاہدہ کیا کہ پاؤں پر ورم آگیا۔ اور رنگ بھی زرد ہو گیا۔ سو حق تبارک و تعالیٰ نے ایک سال کے بعد یہ اگلی آیت یعنی اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ الخ نازل فرما کر آسانی فرما دی کہ مدت تعیین معاف ہوئی۔ اور تہجد کی نماز سنت موکدہ ہوئی۔ پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی جس کی قوت اور استعداد دیکھتے تھے اس کو اسی کے موافق آپ شب بیداری کے لئے اور مجاہدہ اور قرآن شریف کی تلاوت کے لئے حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو ہر مہینہ میں تہجد کی نماز میں قرآن شریف کا ایک ختم کرنے کو فرمایا تھا۔ مگر جب کہ اس امر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رغبت اور قوت زیادہ بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ اچھا تہجد کی نماز میں ہر ہفتہ میں ایک ختم کیا کرو۔ سبحان اللہ پھر تو اکثر صحابہؓ نے بھی ہر ہفتہ میں تہجد کی نماز میں قرآن شریف کا ایک ختم کرنا اپنا معمول کر لیا۔ اور قرآن شریف کے اس طور پر سات حصے مقرر کئے کہ جمعہ کی رات کو تین سورتیں۔ اور شنبہ کی رات کو پانچ سورتیں۔ اور یکشنبہ کی رات کو سات سورتیں۔ اور دوشنبہ کی رات کو نو سورتیں۔ اور سہ شنبہ کی رات کو گیارہ سورتیں۔ اور چہار شنبہ کی رات کو تیرہ سورتیں

اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ ق سے آخر قرآن تک۔ یعنی پہلے دن سورۂ فاتحہ سے سورۂ مائدہ تک۔ پھر وہاں سے سورۂ یونس تک۔ پھر وہاں سے سورۂ بنی اسرائیل تک۔ پھر وہاں سے سورۂ شعرا تک۔ پھر وہاں سے سورۂ الصّافات تک۔ پھر وہاں سے سورۂ ق تک۔ پھر وہاں سے سورۂ ناس تک۔ اور اس ختم کا نام بھی بِشَوْقٍ ہے۔

اور حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہجد کی نماز میں اس طور پر قرآن شریف ختم فرماتے تھے کہ جمعہ کی شب کو سورۂ مائدہ تک تمام کرتے تھے۔ اور شنبہ کی شب کو سورۂ ہود کے آخر تک اور یکشنبہ کی شب کو سورۂ مریم کے آخر تک۔ اور دوشنبہ کی شب کو سورۂ قصص کے آخر تک۔ اور سہ شنبہ کی شب کو سورۂ صاد کے آخر تک۔ اور چہار شنبہ کی شب کو سورۂ رحمٰن کے آخر تک۔ اور پنجشنبہ کی شب کو سورۂ رحمٰن سے آخر قرآن تک۔ اور اس ختم کو احزاب کہتے ہیں۔

اور بعضے صحابہ رضی جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا یہ دستور تھا کہ ہر شب کو ہزار آیتیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ اس صورت میں بھی ساتویں شب کو قرآن شریف ختم ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے۔ کہ جو شخص تہجد کی نماز میں دو رکعتوں میں دس آیتیں پڑھتا ہے اس کا نام غافلوں میں نہیں لکھتے ہیں۔ اور جو شخص سو آیتیں کئی رکعتوں میں پڑھے اس کا نام عابدوں میں لکھتے ہیں۔ اور جو شخص ہزار آیتیں کئی رکعتوں میں پڑھے اس کا نام عمدہ زردار اور باطنی مالداروں میں لکھتے ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جو شخص تہجد کی نماز میں سورۂ بقرہ کے آخر کی دو آیتیں پڑھے تو اتنا بھی اس کے لئے کافی ہے۔

اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم سے نہیں ہوسکتا کہ ہر رات میں قرآن شریف کا تہائی حصّہ پڑھا کرو۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شب قرآن شریف کا تہائی حصّہ پڑھنا ہر شخص کو بہت مشکل ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ سورۂ قل ھو اللہ احد ثواب میں تہائی حصّہ قرآن شریف کی برابر ہے اگر تم اس کو پڑھا کرو تو قرآن شریف کے تہائی حصّہ کا ثواب تم کو ملا کرے گا۔ لہٰذا اکثر بزرگوں نے تہجد کی نماز میں سورۂ اخلاص کو پڑھنا پسند فرمایا ہے۔ جس کے پڑھنے کے کئی طور ہیں۔ پہلا طور یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں تین مرتبہ اس سورت کو پڑھا کرے۔ دوسرا طور یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد بارہ مرتبہ اس سورت کو پڑھے پھر ہر رکعت میں ایک مرتبہ کمتی کرتا جاوے۔ یہاں تک کہ آخر بارھویں رکعت میں ایک مرتبہ پڑھے پھر اگر کسی کو دین اور دنیا میں زر دار بنا اور اپنے دل کو توحید کے رنگ سے رنگنا مقصود ہو تو اس نماز کے بعد گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف پڑھے اور ایک ہزار مرتبہ اس مبارک سورت کو پڑھے تو انشاء اللہ دو یا تین چلہ میں خدا کا فضل شامل حال ہو جائے گا۔

اور بعضے مشائخ ہر رکعت میں سورۂ مزمل کو سورۂ اخلاص کے ساتھ ملا کے پڑھا کرتے ہیں۔ اور حضرت خواجہ عزیزان قدس سرّہ کہ جو نقشبندیہ گروہ کے سر حلقہ ہیں۔ وہ اپنے مریدوں سے تہجد کی نماز میں سورۂ یٰسین شریف پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جب تین دل جمع ہوتے ہیں تو مطلب بہت جلد حاصل ہوتا ہے سو ایک دل رات کا۔ کہ جو آدھی رات کے بعد ہے۔ اور دوسرا دل قرآن شریف کا۔ جو سورۂ یٰسین

شریف ہے۔ اور تیسرا دل ایمان دار آدمی کا کہ جو ایمان سے پر ہے۔
الحاصل۔ اِس آخیر آیت کے نازل ہونے کے باعث تہجد کی نماز
اور شب بیداری وغیرہ میں بڑی وسعت اور آسانی ہو گئی۔ اور حقیقت
میں یہ متبرک نماز ہے بھی اِسی آسانی کے قابل۔ چونکہ وہ نیند کے غلبہ کا
وقت ہے۔ پھر بھی باوجود اِس قدر آسانی کے بدون تائید غیبی کے تہجد کی
نماز کی مداومت دشوار ہے۔ خداوندا ہم کو تہجد کی نماز پڑھنے اور ذکر الٰہی
اور قرآن شریف کی تلاوت اور شب بیداری اور مجاہدہ کرنے کی توفیق عطا فرما
اے محمدؐ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ
بیشک تمہارا پروردگار اس بات کو جانتا ہے کہ تم تہجد کی نماز میں کبھی دو
تہائی رات کے قریب کھڑے رہتے ہو وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات
وَثُلُثَهٗ اور کبھی تہائی رات جس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم برابر ہمارے
علم کی پیروی کرتے ہو۔ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ اور اسی طرح
کھڑے رہتے ہیں۔ ایک گروہ اِن لوگوں سے جو کہ تمہاری رفاقت میں سلوک
الی اللہ پر مستعد ہیں اور ہر کام میں تمہارے عمل اور تمہارے فرمان کی پیروی
کرتے ہیں اب یہ جو تم نے شب بیداری اور تہجد کی نماز میں قیام کرنے کا فقط
اندازہ ہی مقرر کیا ہے۔ اور مقرری تحقیق سے باز رہے ہو سو اس سے باز
رہنا ہی بہتر تھا۔ چونکہ رات کا گھٹنا اور بڑھنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے وہ
تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ چونکہ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ
تعالیٰ وہ ہے جو رات اور دن کو مقدار بخشتا ہے کہ چھ مہینہ تک رات ہر روز کم ہوتی
جاتی ہے۔ اور دن میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اور پھر چھ مہینہ تک دن میں کمی ہوتی جاتی ہے
اور رات میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ سو عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ جان لیا ہے کہ تم

میں سے کوئی بھی اس مقدار معین کو گھیر نہ سکے گا۔ کہ یہ بات تمہارے اختیار سے باہر ہے۔ اور حق تبارک و تعالیٰ نے تم پر رحم فرماکر فَتَابَ عَلَيْكُمْ پھر تم پر سہولت اور آسانی فرمائی کہ تم پر شب بیداری اور تہجد گذاری۔ اور قرآن خوانی کی مدت کی تعیین کو بالکل معاف کردیا۔ اور جب کہ تم پر سہولت اور آسانی منظور ہوئی تو اب فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پھر پڑھو جو آسان ہو تم پر قرآن سے تہجد کی نماز میں رات کو بیدار ہو کر اور کم سے کم دو رکعت میں دس آیتیں پڑھنی چاہئیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ پچھلی آدھی رات کو دو رکعتیں پڑھنا یہ دنیا اور جو کچھ کہ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کا ساتواں حصہ اگر وتر باقی ہوں تو تیرہ رکعتوں میں پڑھے۔ نہیں تو بارہ رکعتوں میں پڑھے۔

اور اے کامل ایمان والو اگر تمہارے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر اس بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوتا کہ تہجد کی نماز میں پانچ سیپارے یا کہ چار سیپارے یا کہ ہزار آیتیں یا کہ سو آیتیں یا کہ ہر رکعت میں چار چار رکوع پڑھا کرو تو بہت ہی خوب ہوتا۔ سو حق تبارک و تعالیٰ اس خیال کا جواب ارشاد فرماتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے روز ازل میں عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى جان لیا ہے کہ البتہ تم میں سے کتنے لوگ بیمار بھی ہوں گے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بیماریاں بہت سی قسم کی ہوا کرتی ہیں چنانچہ بعض بیماری ایسی بھی ہوتی ہے۔ کہ جو انسان ایک آیت تک بھی نہیں پڑھ سکتا۔ پھر ایک سیپارہ اور ایک سورت کا تو ذکر ہی کیا ہے وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور کتنے دوسرے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو سر ماریں گے زمین میں اور دور و دراز کا سفر کریں گے۔ اور یہ دور و دراز کی مسافری

کچھ ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ چونکہ اس میں یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وہ
اپنے پروردگار کا فضل ڈھونڈھتے ہوں گے۔ اب یا تو ظاہری فضل ہو جیسے
رزق کی تلاش کرنا۔ اور نوکری اور تجارت وغیرہ۔ یا باطنی فضل ہو جیسے
طالب علمی اور حج اور عمرہ اور اولیاء اور صلحاء کی زیارت کہ جن کی صحبت سے
دل کو روشنی اور نورانیت حاصل ہووے۔ سو یہ امر تو ظاہر ہے کہ سفر میں
ماندگی اکثر ہوا کرتی ہے۔ اور آدمی تھک جاتا ہے۔ ایسی حالت میں سنو
آیتیں اور ہزار آیتیں کس سے پڑھی جاتی ہیں۔ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور کتنے دوسرے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے پروردگار
کی راہ میں لڑائی اور جہاد کریں گے۔ دین کے دشمنوں سے۔ سو اگر ہم ان
لوگوں کو قرآن شریف کی تلاوت کی تعداد مقرر کر کے اس کی تلاوت کرنے
کا حکم دیں تو قتال اور جہاد میں خلل واقع ہوگا۔ غرض کہ یہ تینوں عذر جو
مذکور ہوئے ہیں وہ اعتبار کے قابل ہیں۔ چونکہ بیمار رہنا یہ اپنے اختیار کی
بات نہیں ہے۔ بلکہ حق تبارک و تعالیٰ کے ارادے سے متعلق ہے۔ اور
روزی کی طلب اور جستجو کرنا۔ یہ بدن کے قیام اور زندگی کے لئے ضرور ہے
اور علم کی طلب اور دل کی روشنی یہ دین کی تکمیل کے لئے لابدی ہے۔ اور
جہاد کرنا۔ اور دین کے دشمنوں سے لڑنا یہ عقائد اور اعمال کی اصلاح اور
اپنے بنی نوع کی تکمیل کے لئے ضروریات سے ہے لہٰذا قرآن شریف کی
تلاوت کے لئے ایک حد مقرر کر دینا یہ عوام کے لئے مناسب نہ ہوا۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ سو جتنا تم پر آسان ہو اتنا قرآن پڑھو۔ بغیر مقرر
کرنے قرأت کے۔ جس طرح کہ ہم نے پہلی تخفیف میں قرأت کی مدت کی
تعیین کو موقوف کیا تھا۔ اور اگر تم کو اس شب بیداری اور تہجد گذاری کی

مدت تعیین موقوف ہو جائے میں اِس بات کا خوف ہو کہ ہماری ریاضت اور مجاہدہ میں کہیں قصور واقع نہ ہو جائے۔ کیونکہ بغیر عمل کی مدت دریافت کرنے کے انسان کا نفس اِس چیز پر قائم اور مقید نہیں رہتا ہے سوائے کامل ایمان والو تم اِس بات سے خوف مت کرو۔ کیونکہ جو چیزیں کہ حق تعالیٰ نے تم پر ایک خاص خاص وقت پر معین اور فرض کر دی ہیں وہ بہت ہیں۔ تم انہی کے ادا کرنے میں جہاں تک ہو سکے سعی اور کوشش کرو۔ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم رکھو نماز کو جو کہ پانچ وقت گنتی کی رکعتیں تم پر فرض ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نماز کا قائم کرنا بڑا مجاہدہ ہے۔ چونکہ اقامت کے معنیٰ سیدھا کرنے کے ہیں۔ اور نماز اُس وقت راست اور سیدھی ہوتی ہے جب کہ دل اور زبان اور اعضا کے عمل میں کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو۔ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دیتے رہو زکوٰۃ کو جو کہ ایک سال کے گذرنے کے بعد تمہارے مال میں ایک اندازہ مقرر کر لیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ چونکہ مال کی محبت کو دور کرنا یہ نفس پر بہت ہی شاق گذرتا ہے۔ اور علاوہ اس کے ایک دوسرا مجاہدہ یہ ہے کہ وَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دو حق تعالیٰ کو اچھی طرح کا قرض دینا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں کو قرض حسنہ دو اور کسی قسم کا فائدہ اُن سے مت لو۔ اور مانگنے کے وقت اُن سے سختی اور تنگ طلبی مت کرو اور اگر اُن سے سب نہ دیئے جائیں یا کہ وعدہ کریں تو اُن سے اِن سب باتوں کو قبول کر لو۔ اور قرضداروں پر منت اور احسان مت رکھو۔ کہ اِس کا بہت بڑا اجر ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ اور جو آگے بھیجو گے اپنی ذات کے نفع کے لیے مِّنْ خَیْرٍ بہتری سے اب وہ بہتری خواہ نفل نماز سے ہو یا نفل روزہ

سے ہو۔ یا نفل صدقہ سے ہو۔ یا شب بیداری سے ہو۔ یا کوئی بدنی عبادت
سے ہو۔ یا مالی عبادت سے ہو تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ تو ضرور اس کا ثواب
اپنے پروردگار کے پاس پاؤ گے۔ هُوَ خَيْرًا وہ ثواب بہتر ہوگا اس طور
پر کہ تمہیں خدا کا تقرب حاصل ہوگا۔ اور تمہیں خدا کی نزدیکی کا مزہ چکھا دیگا۔
وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا اور بہت بڑا ہوگا از روئے ثواب کے یعنی یہ ثواب آخرت
میں کمیت میں بھی بڑا ہوگا۔ اور کیفیت اور بقا اور فنا اور عدم میں بھی بڑا
ہوگا۔ سو تمہارے لئے نفس کے مجاہدہ کے لئے نفلی عبادت میں بڑی گنجایش
ہے اور اگر باوجود ان تمام باتوں کے تم کو پھر بھی گناہوں کا خوف ہو تو ہم
اس کا بھی علاج تم کو تبلائے دیتے ہیں کہ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور بخشش
طلب کرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ بخشنے والا
مہربان ہے کہ تمہارے گناہوں کو تمہاری نیکیوں کے ضمن میں بخشدیگا۔
اور گناہوں کی تاریکیوں سے تم کو بالکل دھو ڈالیگا۔ سو جو شخص استغفار کی
مداومت کریگا وہ ہمیشہ گناہوں کی آلایش سے پاک اور صاف رہے گا۔

استغفر اللہ العظیم الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔

عالم اور رہبر کیلئے خیر اور برکت کا بیان

احیا العلوم۔ علم سے جو مقصود ہے وہ دل کی درستی اور باطن کی عبادت
اور خدا کی نزدیکی ہے۔ مثلاً نماز کہ وہ بدون ظاہری طہارت کے درست
نہیں ہوتی۔ اسی طرح باطن کی عبادت یعنی دل کی عبادت بھی بدون
ناپاک صفات سے پاک ہونے کے درست نہیں ہوتی۔ چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کی بنا ستھرائی پر ہے

یعنی ستھرائی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ اسلام میں ستھرائی اصل ہے۔ تو اب ستھرائی ظاہر اور باطن دونوں کی چاہیئے۔ چنانچہ حق تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "مشرک ناپاک ہیں" اس میں عقلمندوں کے لئے تعلیم ہے۔ کہ اے عاقلو خوب سمجھ لو کہ طہارت اور ستھرائی فقط ظاہری نجاست پر ہی موقوف نہیں ہے کہ جو آنکھ سے دکھائی دے۔ بلکہ جو مشرک ہیں وہ بعض اوقات کپڑے بھی صاف اور ستھرے پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور نہائے ہوئے بھی ہوتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے باطن بہتیری ناپاکیوں سے آلودہ رہتے ہیں۔ پھر اگر دیکھا جائے تو نجاست کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے احتراز کیا جاوے۔ لہٰذا باطن کی نجاستیں احتراز کئے جانے کے لئے زیادہ تر اہم ہیں۔ اس لئے کہ وہ فی الحال بھی پلید ہی ہیں۔ اور انجام کو بھی مہلک ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں فرشتے نہیں آتے۔

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ انسان کا دل یہ وہ گھر ہے کہ جس میں فرشتوں کا مقام ہوتا ہے۔ اب بری صفتیں مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور حرص۔ اور غرور اور کبر وغیرہ یہ حقیقت میں بھونکتے کتے ہیں۔ تو جب تک کہ انسان کے دل میں یہ کتے بھرے ہوں گے تب تک فرشتوں کا گذر اس دل میں کہاں سے ہوگا اور علم کا نور جو فرشتوں کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے وہ کیونکر پہنچے گا اسی طرح حق تعالیٰ علم کی رحمت کی اور علم کی برکت کی جو بارش دلوں پر برساتا ہے اس کے کفیل بھی وہی فرشتے ہوتے ہیں جو ان علوم پر مقرر ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فرشتے بری باتوں سے پاک صاف ہیں تو وہ پاک ہی جگہ دیکھتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں انکو پاک ہی دلمیں بھرتے ہیں لہٰذا ہی علم کا رآمد ہے کہ جس

سے مقصود دل کی درستی ہو۔ اور باطن کی پاکی ہو۔ اور خدا کی نزدیکی ہو۔ ورنہ منزل جانان میں رسمی علم کی کچھ بھی قدر اور قیمت نہیں ہے۔

اور یہ بھی معلوم کر لو کہ جب دل میں غصہ اور دنیا کی حرص اور اس پر لڑنا جھگڑنا اور مال پر حریص ہونا۔ اور لوگوں کی ہتک کرنا۔ بھرا ہوا ہے ایسے سینہ دل باطن میں کلب یعنی کتا ہے۔ اور ظاہر میں قلب اور جو عقل کا نور ہے وہ باطن کو دیکھتا ہے۔ اور ظاہر کا لحاظ نہیں کرتا۔ اور اس دنیا میں باطن پر ظاہری صورتیں غالب ہیں اور باطن اُن کے اندر ہیں۔ مگر آخرت میں اس کے برعکس ہے۔ کہ ظاہر پر باطن غالب ہے۔ لہٰذا ہر شخص کا حشر اس کی باطنی صورت پر ہوگا۔ مثلاً جو شخص لوگوں کی ہتک عزت کرتا ہوگا اور ان کے پیچھے بھونکتا ہوگا وہ کتے کی صورت پر اُٹھیگا۔ اور جو شخص کہ لوگوں کے مال کی حرص کرتا ہوگا وہ ظالم بھیڑیے کی صورت پر اُٹھے گا۔ اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اُٹھے گا۔ اور ریاست کا طالب شیر کی صورت پر اُٹھے گا وغیرہ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ علم کثرت روایت سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک نور ہے کہ دل میں ڈالا جاتا ہے۔ یعنی دل بری صفات کے اندھیرے سے پاک ہوکر اچھی صفات کی روشنی سے چمک اُٹھتا ہے۔ سو جب دل میں بُرے اخلاق اور بُرے خیالات ہوں وہ علم حقیقی سے کوسوں دور ہے۔ اور اُس کا دل علم کے نور سے خالی ہے۔ لہٰذا علم کے آغاز ہی میں بُرے اخلاق اور خیالات اور گناہوں کے کاموں کو زہر قاتل سمجھ کر اُس کو ترک کرنے کی کوشش کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ علم کا نور بھی اُس کے دل میں ڈالا جائیگا۔ اور ہزاروں گنہگاروں کو اس کی ذات سے دین کا نفع بھی پہنچے گا غرضکہ

علم بدون انکسار اور کان لگانے کے نہیں آتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ یعنی اُس کو اِس میں سوچنے کی جگہ ہے۔ کہ جس کے اندر دل ہے یا لگا دے کان دل لگا کر۔ سو دل والا ہونے سے یہ غرض ہے کہ دل میں علم اور علم کے نور کے سمانے کی قابلیت ہو۔ اسی طرح سمجھنے کی بھی استعداد رکھتا ہو۔ پھر سمجھنے پر قادر ہونا بھی کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ کان حضورِ دل سے نہ لگاوے۔ تاکہ جو کچھ کان میں ڈالا جاوے اس کو اچھی طرح سن کر انکسار اور شکر اور خوشی اور منت کے ساتھ قبول کر لے۔ یعنی استاد کے سامنے شاگرد کو اور مرشد کے سامنے مرید کو ایسا رہنا چاہیئے جیسا کہ نرم زمین ہوا کرتی ہے۔ کہ جس پر بہت سی بارش برسے۔ اور وہ زمین بارش کے سب پانی کو پی جاوے۔ کہ جب استاد یا مرشد کسی چیز کی تعلیم دے اور ہدایت کے نور کی بارش برسائے تو دل کی زمین اُس کو چوس جائے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ استاد اور مرشد سے وقت سے پہلے سوال نہ کرے۔ چونکہ اُستاد اور مرشد کو خوب معلوم ہے کہ تم کو کس چیز کی حاجت ہے۔ اور وہ کس وقت بتانی چاہیئے۔ چونکہ ہر چیز کا ایک وقت ہوا کرتا ہے۔ کہ جب تک بتانے کا وقت نہیں آتا تب تک پوچھنے کا وقت بھی نہیں آتا۔ غرض کہ اگر شاگرد یا کہ مرید اپنے استاد یا کہ مرشد کی رائے کے سامنے اپنے آپ کی رائے باقی رکھے گا تو وہ اپنی حاجت سے محروم رہیگا۔ گو پوچھنا درست ہے۔ لیکن استاد اور مرشد جن چیزوں کے پوچھنے کی اجازت دے وہی پوچھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السّلام نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو پوچھنے سے منع فرمایا تھا کہ وقت سے پیش تر

سوال ہونے سے مقصود ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

اب استاد اور مرشد کو لازم ہے کہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور اُن کو اپنے بیٹوں کے برابر جانے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ یعنی میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ باپ اپنے بیٹے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ سو آخرت کی آگ سے اور آخرت کے عذاب سے اپنے شاگردوں اور اپنے مریدوں کو ہر طرح سے بچانے کی سبیل اختیار کرے۔ (اور جب کہ وہ مدرسہ یا خانقاہ سے سند اور خلافت لے کر ہدایت کے لئے مامور ہو تو اُس کی صحبت میں اتنی بات ضرور پیدا ہو جائے کہ اس کے طریق عبادت اور صداقت اور سچائی کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔ اور دنیا کی محبت سرد ہو جائے۔ اور دل میں یادِ الٰہی کا ذوق اور شوق پیدا ہو جائے تو انشاء اللہ اِس ایک شاگرد اور ایک مرید سے ہزاروں کی بہتری ہو جائے گی۔ اور ہزاروں کو دین کا نفع پہنچ جائے گا۔ سو جب کہ ایک کی بہتری میں ہزاروں کو دین کا نفع پہنچے اس میں جس قدر کوشش کی جائے کم ہے۔)

اور جس کا اپنے علم پر عمل نہیں ہے اور دوسرے کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور خود عمل سے خالی ہے اُس کی مثال سان کی سی ہے۔ کہ لوہے کو سان تیز کر دیتی ہے۔ اور خود نہیں کاٹتی۔ یا سوئی کی سی ہے کہ غیروں کے لئے لباس تیار کرتی ہے اور خود ننگی رہتی ہے۔ یا چراغ کی سی ہے۔ کہ اوروں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے لہٰذا ہر حال میں عمل نظر پر رہے اور اسی طرح ایک استاد کے شاگردوں کو اور ایک پیر کے مریدوں کو

آپس میں پیار اور محبت سے رہنا چاہئے۔ اور ایک دوسرے کے مقاصد پر حتی الامکان مدد کرنی چاہیئے۔ مگر جن کا مقصود آخرت اور خدا ہے وہ تو بیشک ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ مگر جن کا مقصود دنیا اور اس کی نعمتیں ہیں وہ آپس میں حسد اور بغض اور کینہ رکھیں گے۔ چونکہ آخرت کی نعمتوں میں تنگی نہیں ہے کہ ایک کو ملجاوے گی تو دوسرا نہ پاویگا۔ لہٰذا آخرت اور باخدا والوں میں نزاع اور حسد نہیں ہوتا۔ بخلاف دنیا اور اس کی نعمتوں میں کہ اُن میں گنجایش ہی نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیشہ ان میں لڑائی اور جھگڑے رہتے ہیں۔ اور یہی تو باعث ہے کہ جو دین کا عالم اور رہبر کامل ہے وہ بجز اپنے پروردگار کے ثواب اور بدلہ کی امید کسی سے نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ مال اور دنیا کی چیزیں بدن کی خادم ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے۔ کہ بدن پر نفس سوار ہے۔ اور جو مخدوم ہے وہ علم ہے۔ کہ اُسی کے باعث نفس کو شرافت ملی ہے تو جو شخص علم کے بدلہ میں دنیا کا مال طلب کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کی جوتی میں نجاست لگ گئی ہو اور وہ نجاست کو صاف کرنے کے لئے اُس جوتی کو اپنے منہ سے رگڑے۔ تو ظاہر ہے کہ منہ جوتی کی نجاست دور کرنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو ایک شریف چیز ہے۔ اسی طرح دین کا علم دنیا کمانے کے لئے نہیں ہے۔ خدا علم کے شر سے بچائے۔ آمین۔

اب چونکہ عالم نے سفر کی مصیبتوں کو جھیلا ہے اور علم حاصل کرنے میں اپنا عزیز وقت صرف کیا ہے۔ اور علم کے لئے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کی ہیں تاکہ اس کے اہلِ شہر۔ اور دوسرے مسلمانوں کو علم جیسی بے بہا دولت سے مالا مال کرے۔ لہٰذا اہل شہر اور دوسرے مسلمانوں کو

لازم ہے کہ اس کی عزت کریں اور اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اُس کی تحقیر اور ہتکِ حرمت اور اس کے عیوب کی تلاش نہ کریں اور اس کی حاجت کے لیئے اپنی پوری کوشش کریں تاکہ اطمینان کے ساتھ وہ عالم دین کے کام میں لگا رہے۔ ورنہ عیشت کی فکر اور اولاد کی پرورش کی فکر کچھ کم نہیں ہے۔ لہٰذا عالم کی حاجت پوری کرنے میں سُستی اور کاہلی کو دخل نہ دیں اللہ اکبر۔ ایک روز علم کے متعلق حضرت علیؓ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس سینہ میں بہت سے علوم ہیں۔ بشرطیکہ ان علوم کے سمجھنے والے ہوں۔ یعنی ان علوم کو اس لیے ظاہر نہیں کرتا کہ سمجھنے والوں کو نہیں پاتا۔ حقیقت میں آپ نے سچ فرمایا کیونکہ نیک بندوں کے جو دل ہیں وہ خدا کے بھیدوں اور خدا کے اسرار کی قبریں ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو کہ عالم اور مرشد کو نہ چاہیئے کہ جو کچھ جانتا ہو اُس کو ہر کسی کے سینہ میں ڈالے چنانچہ حضرت عیسیٰ ؑ فرماتے ہیں کہ جواہرات کو خنزیروں کی گردن میں مت ڈالو۔ کیونکہ جو حکمت کا نور ہے وہ جواہرات سے لاکھوں درجہ قیمت میں زیادہ ہے۔ اور جو شخص خنزیر کی گردن میں جواہرات ڈالنے پر راضی ہے وہ حقیقت میں عالم اور رہبر نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نے ایک عالم سے کوئی بات پوچھی۔ تو عالم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ تب سائل نے کہا کہ تم نے سنا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص علمِ مُفید کو چھپاوے گا تو قیامت کے روز اُس کے منہ میں آگ کی لگام دی جاوے گی۔ تب عالم نے جواب دیا کہ لگام کو رہنے دو۔ اور چلے جاؤ۔ اگر کوئی سمجھنے والا آویگا اور اُس سے اگر میں چھپاؤں گا تو وہ مجھکو لگام دیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ

اس میں بھی یہی تنبیہہ ہے کہ علم جس شخص کو خراب کر دے اُس سے اُس کو باز رکھنا بہتر ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اُس عالم کے پاس بیٹھو کہ جو پانچ بری چیزوں سے پانچ بھلی چیزوں کی طرف بلاوے۔ یعنی شک سے یقین کی طرف بلاوے کہ دین کے بارے میں کسی چیز میں شک واقع ہوگیا ہو تو اُس کی صحبت میں شک دور ہو جائے۔ اور یقین کی نعمت میسر ہو جائے۔ دوسرے اُس کی صحبت میں ریا جیسی ناپاک چیز کی گندگی سے اُس کا دل پاک اور صاف ہو کر اخلاص کے نور سے منور ہو جائے۔ تیسرے دنیا کی جھوٹی آرزوں سے دل خالی ہو کر زہد کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ چوتھے غرور کی نجاست سے دل پاک ہو کر تواضع کی روشنی سے روشن ہو جائے۔ پانچویں عداوت بُری بلا سے دل خلاصی پاکر خیر خواہی اور بھلائی کی طرف مائل ہو جائے

اگر کوئی شخص نماز اور روزہ کا پابند ہو اور علماء اور صوفیاء کے عقیدہ پر ہو۔ اور اُس کا دل بھی نیکی کے طرف مائل ہو مگر اس کی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہ ہو۔ یعنی اس سے آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہو تو ایسے شخص کے اعتقاد کو اختلافی چیزیں بیان کر کے ہرگز پریشان نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس کو اپنے کام میں مشغول ہی رہنے دینا چاہیئے۔ ورنہ اس کی ہلاکی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ اس باریک بات کا خیال نہ رکھنے کے باعث سیکڑوں کی ہلاکی تک نوبت پہونچ چکی ہے۔ پس عوام کے سامنے باریک علموں کی حقیقتیں اور اختلاف کی باتیں بیان ہی نہ کرنی چاہئیں۔ بلکہ ان کو تو صرف عبادت اور قرآن کے مضمون کے بموجب

جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے اُن کے دلوں کو بھر دینا چاہیئے۔ غرض کہ عوام کے سامنے اختلاف کی باتیں بیان کرنا گویا کہ ان کے کام سے اُن کو کھو دینا ہے۔ گو علماءِ دین تو چونکہ باطن کے طبیب ہیں لہٰذا وہ تو اس بات سے کوسوں دور ہیں۔ مگر وہ طالب علم کہ جسے اپنے علم پر عمل نصیب نہیں ہوا ہے وہ اس بلا کا شکار بنا ہوا ہے۔ جو عوام کے سامنے اختلافی باتیں بیان کر کے ہلاکت کی راہ کو کشادہ کر رہا ہے۔ خدا اچھی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کی بربادی کا باعث بدکار عالم۔ اور جاہل عابد ہیں۔ اور سب سے بڑے علماءِ بد ہیں۔ اور سب سے اچھے علماء نیک ہیں۔ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے مقبروں نے جن میں ایماندار لوگ مدفون تھے انہوں نے جنابِ الٰہی میں شکایت کی۔ کہ خداوندا ہمیں کفّار کے مردوں کی بدبو بہت ستا رہی ہے۔ جس سے اور کوئی بدبودار چیز نہ ہوگی۔ تب حق تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ جو بُرے عالم ہیں اُن کے پیٹ تو اس سے بھی زیادہ بدبودار ہیں۔ اور حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ عالم جب اپنے علم کے بموجب عمل نہیں کرتا تو اُس کی نصیحت دلوں پر ایسی بہہ جاتی ہے جیسے پانی پتھر سے بہہ جاتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں میرا گذر ایک پتھر پر ہوا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ مجھکو الٹ کر عبرت حاصل کر۔ تب میں نے اس کو پلٹا۔ تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ تو جو کچھ کہ جانتا ہے اُس پر تیرا عمل نہیں ہے۔ پھر ایسی چیز کا علم کیسے طلب کرتا ہے جو تجھکو معلوم نہیں ہے۔ سو جو چیز کہ تجھے معلوم ہے اُس پر عمل کرنے

پھر آگے کو پڑھو۔ اور روایت ہے کہ دس صحابی مسجد قبا میں علم کا چرچا کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ جس قدر چاہو سیکھ لو۔ مگر ثواب تو تب ہی ملیگا کہ جب عمل کروگے اور حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی عورت پوشیدہ زنا کرے۔ اور اس کو حمل رہجاوے۔ اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو۔ اسی طرح جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مجمع میں فضیحت کرے گا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا آویگا کہ دل کی مٹھاس کھاری ہوجاوے گی۔ اور عالم کو اس وقت میں علم سے فائدہ نہ ہوگا۔ اور نہ طالب علم کو نفع ہوگا۔ کہ ان کے علماء کے دل کھاری زمین کے مانند ہوں گے۔ اور یہ حال اس وقت ہوگا کہ علماء کے دل دنیا کی محبت کی طرف آخرت سے زیادہ مائل ہونگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ حکمت کے نورانی چشمہ کو دلوں میں سے نکال لیگا۔ اور ہدایت کے چراغوں کو گل کردیگا۔ اور حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایسے عالم ہوں گے کہ وہ علم پر ایسے لڑینگے کہ جیسے عورتیں مردوں پر لڑتی ہیں۔ سو جب کوئی انکا ہمنشین دوسرے کے پاس جا بیٹھے گا تو وہ اس پر غصہ ہوں گے سو یہ لوگ متکبر اور برے لوگ ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان تمپر کبھی علم ہی کے ذریعہ سے غالب ہوجاویگا۔ تب عرض کی گئی کہ یارسول اللہ یہ کیسے ہوگا۔ تب آپ نے فرمایا کہ شیطان یوں کہیگا کہ علم کو سیکھو اور جب تک سیکھ نہ چکے تب تک عمل مت کر۔ پس آدمی شیطان کے دھوکہ میں آکر علم میں مصروف رہتا ہے۔ اور عمل میں سستی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ مرجاتا ہے۔ اور کچھ عمل نہیں کرتا اور روایت

ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا
اور عرض کرنے لگا کہ مجھکو علم کی کچھ عجیب باتوں کی تعلیم فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ
تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اُس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے متعلق
کیا کیا۔ عرض کیا کچھ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا کہ ہاں
آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کے لیئے کیا تیاری کی عرض کیا کچھ نہیں۔ تب آپ
نے فرمایا کہ تو پہلے ان دونوں باتوں میں پختہ ہو کر آ پھر تجھے علم کی عجیب باتیں تعلیم کرینگے
حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
سے اُن کے بیٹوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی صحبت پاک کی برکت سے وہ شرف عطا کیا ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہے
اب جو آپ سے کم درجہ کے لوگ ہیں وہ بادشاہوں کے ہاں جاتے ہیں اور بہت کچھ دولت
پاتے ہیں۔ اگر آپ بھی جائیں تو بہتر ہو انہوں نے فرمایا کہ بیٹو یہ دنیا مردار ہے اور
میں مردار چیز سے پرہیز کرتا ہوں۔ تب لڑکوں نے کہا کہ تم لاغری سے مر جاؤ گے
فرمایا کہ میں ایمان کی سلامتی کے ساتھ لاغری سے مر جانا پسند کرتا ہوں اس سے کہ مردار
چیز کو کھا کر موٹا ہو کر مروں۔ یہ چونکہ مٹی گوشت اور فربہی کو کھاویگی۔ مگر ایمان کو نہ
کھاویگی۔ اللہ اکبر دین کے عالم کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ وہ باطنی
علم کے سیکھنے کا اور دل کو دنیا کی نجاستوں سے پاک کرنے کا آخرت کے راستے کے
پہچاننے کا اور اسکے چلنے کا زیادہ تر خیال رکھے اور مجاہدہ اور مراقبہ سے اپنے وقتونکو
زینت دے۔ چونکہ مجاہدہ اور مراقبہ سے دل میں حکمت کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے
اور دل کے علوم کے بھید اور اس کی باریکیاں بھی روشنی میں آجاتی ہیں۔
جس کے لیئے اس باب میں کتابیں اور اُس کی تعلیم کافی نہیں ہوتیں۔ بلکہ
اگر آدمی مجاہدہ اور مراقبہ اور دل کی نگرانی کرے اور اعمال ظاہری اور

اعمال باطنی بجالاوے۔ اور اپنے پروردگار کے مبارک نام اسم اعظم لفظ اللہ اپنی دل کی زمین میں جما دیوے۔ اور خلوت میں حضور دل اور فکر صاف سے اپنے رب کے سامنے بیٹھے۔ پھر دیکھے کہ حکمت کا نورانی چشمہ کس زور اور شور کے ساتھ دل کی زمین سے پھوٹ نکلتا ہے۔ کہ الہام کی کلید اور کشف کی اصل یہی تو بابرکت چیزیں ہیں۔ اور یہ بات سورج کی مثل روشن ہے۔ کہ جو عالم اپنے علم کے ساتھ عمل پر اور مراقبہ اور مجاہدہ اور دل کی نگرانی پر جھکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی لطیف حکمتیں اور نعمتیں اس کے دل پر کھول دی ہیں کہ جن میں بڑے بڑے عاقلوں کی عقلیں حیرت میں ہیں۔ اسی طرح جنہوں نے ضروری علم پر کفایت کر کے عمل پر اور دل کی نگرانی پر کمر باندھی ہے وہ بھی اس لطیف حکمتوں کی نعمت سے چھکا چھک کر دیے گئے ہیں۔ مگر وہ اس نعمت سے محروم رہے۔ کہ جنہوں نے اس نعمت کی قدر پہچانی نہیں ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص علم پر عمل کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو وہ علم عطا فرماتا ہے کہ جو اس نے سیکھا نہیں ہے۔ غرض کہ علم پر عمل کرنے سے باطنی علم کا چشمہ دل میں پھوٹ نکلتا ہے۔

اور بعض اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم یہ مت کہو کہ علم آسمان میں ہے اس کو زمین پر کون اتارے گا۔ یا علم زمین کی تہوں میں ہے اسکو اوپر کون چڑھاویگا۔ یا علم سمندر پار ہے اس کو پار کر کے کون لاویگا۔ نہیں نہیں علم تو تمہارے دلوں میں رکھا ہوا ہے تم میرے سامنے مراقبہ اور مجاہدہ اور دل کی نگرانی کے ساتھ آؤ۔ اور روحانیوں اور فرشتوں کے سے آداب برتو اور صدیقوں کے اخلاق اختیار کرو۔ تو میں تمہارے دلوں میں وہ علم روشن کر دونگا کہ جس سے تمہارے ظاہر اور باطن چمک اٹھینگے

اور تم سر سے پیر تک روشن ہو جاؤ گے۔

سبحان اللہ۔ اہل باطن اور اہل اللہ کی فضیلت کے لئے یہ بات کچھ کم نہیں ہے کہ اگر اہل اللہ کے دل کا ادراک ذکر الٰہی کے نور سے علم ظاہر پہ حاکم اور غالب نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اپنے دل سے فتویٰ لے لو کہ اور لوگ فتوی دیں اور حکم لگا دیں۔ اور ایک حدیث قدسی میں یوں ارشاد فرمایا کہ جب میرا بندہ میری طرف ہمیشہ نوافل سے میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے تو یہاں تک کہ میں اس کو چاہتا ہوں اور جبکہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے یعنی وہ میری ہی سماعت سے سنتا ہے اور میری ہی بصارت سے دیکھتا ہے۔ اور میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ اور میری ہی زبان سے بولتا ہے۔

لہٰذا جو اہلِ اللہ ذکرِ الٰہی اور فکرِ الٰہی میں لگے رہتے ہیں ان کے مبارک دل میں قرآنِ مجید کے بھید بھرے بہت سے ایسے باریک معنیٰ آ جاتے ہیں کہ وہ معنی تفسیروں میں کہیں نہیں ہوتے۔ اور نہ بڑے بڑے مفسروں کو ان پر اسرار معنیٰ کا علم ہوتا ہے۔ سو یہ نعمت اسی کو ملتی ہے جو ذکر اور فکر میں اپنا وقت صرف کرتا ہے۔ اور جس نے اپنی دل کی زمین میں اسمِ اعظم لفظِ اللہ کو بو دیا ہے اور اس کی تہ میں اطاعتِ شریعت کے نورانی پانی کو سینچ رہا ہے غرض کہ یہ بھید بھرے معنیٰ اگر مفسرین کے سامنے پیش کئے جائیں تو وہ بھی ان معنیٰ کو دل سے قبول کریں گے۔ اور ساتھ میں اتنی بات اور بھی تسلیم کرینگے۔ کہ یہ بھید بھرے معنیٰ ذکرِ الٰہی اور فکرِ الٰہی اور دل کی نگرانی اور اسمِ اعظم

لفظ اللہ کی برکتوں کے پھل ہیں۔ چنانچہ انہیں کی صفت میں حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمیوں کے دل برتنوں اور ظروف کے مانند ہیں کہ اُن سب میں بہتر برتن وہ ہیں کہ جن کے اندر خیر اور برکت زیادہ ہو۔ سو آدمی کو لازم ہے کہ جس کے دل کے برتن میں ذکرِ الٰہی کے انوار اور خدا کی محبت کا شربت اور معرفتِ الٰہی کا عطر ہو اُس کی صحبت کو اختیار کرے۔ ورنہ جسکے دل کے برتن میں دنیا کی چاہت کی ظلمت اور بُری چیزوں کی آرزوں کی تلخی۔ اور حسد اور بغض اور کینہ اور عداوت وغیرہ وغیرہ کی نجاست بھری ہو ایسے گندے برتن سے دور ہی دور بہتر ہے۔ پھر چاہے وہ فرشتہ صورت کیوں نہ ہو۔ اجی فرشتے کہاں اور کھنگی کہاں۔ لہٰذا دل کے برتن میں انوارِ الٰہی اور محبت الٰہی۔ اور معرفتِ الٰہی کو بھریں۔

حضرت علیؓ علمارِ آخرت یعنی زندہ دل عالموں کا وصف بیان فرماتے ہیں۔ کہ زمین زندہ عالموں سے خالی نہ ہوگی۔ کہ یا تو وہ ظاہر ہوں گے یا چھپے ہوں گے۔ سو یہ مبارک لوگ گنتی کے اعتبار سے کم ہیں۔ مگر مرتبہ میں نہایت ہی اعظم ہیں۔ جن میں سے کئی ایک وجود ظاہر میں مفقود ہیں۔ مگر اُن کی تصویریں بھیتر دلوں میں موجود ہیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں علم کو بوتے ہیں۔ جن کے باعث لوگ امن میں رہتے ہیں۔ علم نے اُن کو اپنی میٹھی مراد پر پہونچا دیا ہے۔ جس کے باعث یقین کی رُوح سے جا ملے ہیں اور جس بات کو دولت مند مشکل جانتے تھے۔ اُس کو انہوں نے سہل پایا ہے اور جس امر اور جس ذکرِ الٰہی سے غافلوں کو وحشت تھی اُس سے انہوں نے اپنے دلوں کو بہلایا ہے۔ اور یہ ایسے پاک لوگ ہیں کہ جن کے جسم عالمِ دنیا میں ہیں۔ مگر اُن کی روحیں عالمِ ارواح سے جا ملی ہیں۔ یہ بابرکت لوگ

حق تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے مقرب اور اُس کے امین اور اس کے دین کی طرف بلانے والے۔ اور اُس کی زمین کے باطنی سلاطین ہیں۔ پھر اس قدر فرما کر حضرت علیؓ بہت روئے اور فرمایا آہ مجھے ان کے دیدار کا بہت ہی بڑا شوق ہے سبحان اللہ زندہ دل عالم کی کیا شان ہے۔ اور یقین کیسی عظیم الشان بخشش ہے۔

معلوم ہو کہ جو یقین ہے وہ دین کی اصل پونجی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یقین کو سیکھو یعنی یقین والوں کے پاس بیٹھو۔ اور اُن سے علم یقین کو سنو۔ اور ان کی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمہارا یقین قوی ہو۔ جیسا کہ ان روشن ضمیر اور پاک لوگوں کا یقین قوی ہو گیا ہے۔

سبحان اللہ اس میں بڑی برکت کی بات یہ ہے کہ اگر تھوڑا بھی یقین ہوگا تو بہت سے عمل سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک شخص ایسا ہے کہ اُس کا یقین اچھا ہے۔ اور گناہ بہت کرتا ہے اور دوسرا شخص ایسا ہے کہ عبادت بہت کرتا ہے مگر اس کا یقین ضعیف ہے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس سے گناہ نہ ہوتا ہو اب جس کا یقین قوی ہے اور جس کی عقل شریعت کے نور سے روشن ہے اس کو گناہ ضرر نہیں کرتا۔ چونکہ جب گناہ کرتا ہے تو فوراً ہی پشیمان ہوتا ہے۔ اور آہ وزاری اور بے قراری اور توبہ اور استغفار کرتا ہے۔ جس کے باعث گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کچھ زیادتی بچ جاتی ہے۔ جس سے وہ جنت میں جاتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت لقمان ؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ بیٹا

عمل کی کوشش میں لگے رہنا یہ بدون یقین کے نہیں ہوتا۔ چونکہ آدمی اسی قدر عمل کرتا ہے جس قدر اس کو یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح عمل کرنے والے کا یقین جب تک کہ کم نہیں ہوتا تب تک وہ عمل میں بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور اسی طرح یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ توحید کا ایک نور یعنی یقین ہے اور شرک کی ایک آگ ہے۔ سو شرک کی آگ سے مشرکوں کی جتنی نیکیاں جل جاتی ہیں اس سے زیادہ توحید کے نور یعنی یقین سے مُوَحِّدوں کی برائیاں نابود ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں چند جگہ مُوقِنین کے ذکر سے اس بات کا اشارہ فرمایا ہے کہ جو یقین ہے وہ نیکیوں اور سعادت کا اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض باخدا لوگ (زندہ دل عالم) میری امت میں سے ایسے ہیں کہ ظاہر میں تو حق تعالیٰ کی رحمت کو وسیع دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ اور باطن میں اس کے عذاب کے خوف سے آہ و زاری کرتے ہیں۔ وہ ایسے باخدا ہیں کہ جن کے بدن زمین میں ہیں۔ اور دل آسمان میں ہیں وہ ایسے ہیں کہ اُن کی جانیں دنیا میں ہیں اور عقلیں عقبیٰ میں ہیں وہ وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وہ کام کہ جس سے خدا کی نزدیکی حاصل ہو اُس کو شوق سے بجا لاتے ہیں۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حِلم جو ہے وہ علم کا وزیر ہے۔ اور نرمی جو ہے وہ علم کا باپ ہے اور تواضع جو ہے وہ علم کا لباس ہے۔ اور اسی طرح بنی اسرائیل کی حکایات میں مروی ہے کہ اگر حکمت کی کتابوں سے زمین کو بھر دو تب بھی کچھ حاصل نہ ہوگا جب تک کہ حِلم اور نرمی اور تواضع نہ ہو۔ اور مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے کونسا عمل اچھا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اُن سے بچنا۔ اور ہمیشہ خدا

کی یاد میں اپنی زبان کو تر رکھنا۔ پھر کسی نے پوچھا کہ دوستوں میں سے کونسا دوست اچھا ہے۔ فرمایا وہ دوست اچھا ہے کہ جب تم یادِ الٰہی کرو تو وہ تمہاری مدد کرے۔ اور جبکہ تم یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤ تو تمہیں یادِ الٰہی کی طرف متوجہ کرے۔ پھر پوچھا کہ ساتھیوں میں سے بڑا ساتھی کونسا ہے۔ فرمایا کہ جب تم یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم کو یاد نہ دلا وے۔ اور جب یادِ الٰہی کرو تو مدد نہ کرے۔ پھر پوچھا کہ زیادہ عالم کونسا ہے فرمایا کہ جو اپنے پروردگار کا زیادہ خوف رکھتا ہو۔ پھر پوچھا کہ آپ ہم کو ہم میں سے اچھے لوگ ارشاد فرمادیں کہ ہم ان کے پاس بیٹھا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگ وہ ہیں کہ جب اُن پر نظر پڑے تو خدا یاد آوے۔ یعنی دل کی نگرانی اور انکساری اور مراقبہ کے ساتھ سر جھکائے خاموش رہے۔ کہ صورت اور لباس۔ اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتگو اور خاموشی سب میں خوف کا اثر ظاہر ہو۔ سو جب کہ صورت اُس کی کوئی دیکھے تو خدا یاد آوے۔ اور ظاہر حال ہی اس کے عمل کی دلیل ہو جائے کہ زندہ دِل عالِم کی خاکساری اور فروتنی اُس کے چہرے ہی سے معلوم ہو جاتی ہے۔ مردہ دِل عالم کا ذکر ہی کیا ہو کہ اس سے خدا کی پناہ ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اِس مردہ دل کے پاس ظلمت میں علم کا آبِ حیات موجود ہے لہٰذا ایک درجہ تک اس کے زندہ دل ہوجانے کی بہت بڑی اُمید ہے۔ اگر کوئی خضرِ راہ اور رہبرِ کامل ملگیا تو کیا تعجب ہے کہ جس طرح مچھلی نے زندہ ہو کر دریا میں اپنی راہ بنالی اسی طرح یہ عالِم بھی زندہ دل ہو کر توحید کے دریا میں خدا تک پہنچنے کی اپنی راہ بنالے

اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استاد اور مرشد میں اگر یہ تین باتیں پائی جائیں تو ان کے سبب سے شاگرد اور مرید پر فیض کا دروازہ کھلے گا اول صبر کرنا

دوم تواضع کرنا۔ سوم خوش خلقی سے پیش آنا۔ اسی طرح جب شاگرد اور مرید میں یہ تین باتیں پائی جائیں گی تو اُن سے استاد اور مرشد پر باطنی نعمت کا دروازہ کھلے گا۔ ایک اچھی عقل کا ہونا دوسرے ادب کا ہونا تیسرے اچھی سمجھ کا ہونا۔ اور اسی طرح پانچ اخلاق ہیں۔ جو علماء اور صوفیاء کی علامت ہیں اول خوفِ خدا کا ہونا دوم خشوع کا ہونا۔ سوم خاکساری کا ہونا چہارم حسنِ خلق کا ہونا۔ پنجم آخرت کو دنیا پر اختیار کرنا۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب عالم یا کہ مرشد ایک دفعہ ہنستا ہے تو علم اور باطنی نعمت کا ایک لقمہ اُس کے منہ سے نکل جاتا ہے۔ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی جب اللہ کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو اسلام کے لئے اُس کا سینہ کھول دیتا ہے تب کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس شرح سے کیا مراد ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے۔ جس وقت کہ وہ دل میں ڈالا جاتا ہے تو اُس کے باعث سینہ کھل جاتا ہے۔ اور روشن ہو جاتا ہے۔ تب عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کی کوئی علامت بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا شخص دنیا سے علیحدہ رہتا ہے۔ اور آخرت کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرتا ہے غرضکہ اُس نور کے باعث بانُورٌ کے نورانی رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔

اللہ اکبر ایک روز حضرت خواجہ حسن بصری رحؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا وعظ اکثر دِل کی اصلاح اور باطنی بیماریوں کے متعلق ہوا کرتا ہے۔ جو دل پر عجیب اثر کرتا ہے۔ سو آپ نے یہ کمال کن سے حاصل کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ کمال میں نے صاحب السرّ حضرت حذیفہ رضؓ سے حاصل کیا

ہے اور اُن کو یہ نعمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوئی
چنانچہ حضرت حذیفہ رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور آپ کی وعظ اور نصیحت جو حقیقت
میں فیض اور برکت کی ایک نورانی نہر ہے جس سے دل گناہوں کی نجاست
اور دنیا کی خباثت سے بالکل پاک اور صاف ہو جاتا ہے سو خاص آپ کی
مبارک ذات میں اس قدر فیض اور برکت اور اثر کیوں ہے۔ اور یہ باطنی خزانہ
آپ کو کہاں سے ملا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے مجھکو اِس نعمت کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ جس کا یہ باعث ہے کہ
لوگ آپ سے اعمال اور اُن کے فضائل کا حال پوچھا کرتے تھے۔ کہ یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شخص ایسا ایسا کام کرے اس کو کیا ثواب ہے اور
میں اعمال کی آفتوں کا حال پوچھا کرتا تھا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم فلاں فلاں اعمال کو کون کون چیز برباد کر دیتی ہے۔ سو جب کہ آپ
نے مجھکو دیکھا کہ میں عمل کی آفتوں اور باطنی آفتوں ہی کا حال پوچھتا رہتا ہوں
تو مجھکو خاص یہی (باطنی اور روحانی) علم تعلیم فرمایا۔ یہی تو باعث ہے کہ آپ
کو صاحب السِّر کا عظیم القدر خطاب ملا ہوا ہے۔

دیکھو غور سے تحقیق کرو کہ یہ نعمت حضرت حذیفہ رضؓ کو کس وجہ سے ملی
ہے۔ دیکھنا تحقیق میں کمی نہ کرنا۔ اور سِرّ کو پانا۔ الحاصل دل کی بیماریوں اور
دل کو بیمار بنانے والی چیزوں اور دل کو شفا دینے والی دواؤں اور دل کو
باطنی نجاستوں سے بچانے والی حکمتوں پر نظر رکھنا یہی تو اصل دین ہے۔
اور یہی تو طریقہ مؤمنین ہے۔ اور یہی تو علماء اور صوفیا۔ اور سالکین کی اصل پونجی
ہے چونکہ خدا کی نزدیکی کی طرف پرواز کرنے اور سعی کرنے والا یہ دل ہی تو ہے
اور پست ہمت اور سہل چیز کا خواستگار ہے اُس کو یہ بات بعید اور دقت طلب

معلوم ہوتی ہے۔ اور اُس کا دل ایسی ہی چیز کی طرف راغب ہوتا ہے کہ جو سہل اور آسان اور اُس کی طبیعت کے موافق ہو۔ چونکہ اُسے یہ تو سمجھ ہے نہیں کہ حق بات تلخ ہوا کرتی ہے۔ حالانکہ دوا کی تلخی ہی بیماری کو دفع کرتی ہے سو جسے اپنی بیماری سے شفا مقصود ہے اور اپنی تندرستی کی نعمت سے نفع منظور ہے تو وہ دوا کی تلخی کو آئندہ کے لئے شفا کی امید پر قبول کرتا ہے۔ اور صبر سے کام لیتا ہے اسی طرح جسے یہ منظور ہو کہ میرے مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے میری عید ہو جاوے تو وہ روزہ رکھتا ہے۔ اور بھوک اور پیاس کی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ پس ایسے طریق کی رغبت کہ جو ظاہر میں برائے نام وقت طلب ہو۔ مگر باطن میں ایک ایک وقت میں ہزارہا فرحتیں پوشیدہ ہوں۔ اُس کو جو پور انجتاور ہوگا وہی سمجھ سکے گا۔ اور حاصل کرلیگا۔ اور جو بزدل ہوگا وہ اس تھوڑی سی نام کی وقت کو ایک بارِ عظیم سمجھے گا۔ اور ہمت کو ہار دیگا۔ حالانکہ دنیا کے کاموں کا بارِ عظیم کہ جو اس وقت سے کئی درجہ زیادہ ہے اُس کو تو رات اور دن اٹھاتا رہتا ہے۔ وہاں وقت کی بحث پیش نہیں آتی۔ اور یہاں آخرت کی نعمتوں اور ہمیشہ کے آرام کے لئے وقت کا سوال پیش آگیا۔ جو سراسر بزدلی اور شیطانی فریب ہے۔

سبحان اللہ جب کہ انسان ہمت سے کام لیتا ہے اور اپنے رہبرِ کامل کے فرمان کے مطابق آہستہ آہستہ دل کی اصلاح کرتا ہے تو بفضلہ تعالیٰ چند ہی روز میں اپنے دل میں ایسی نعمت کو پالیتا ہے کہ پھر ایک ایک وقت پر ہزار در ہزار فرحتوں کو نثار کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے قابل خاص ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اور جو سست اور کاہل ہیں وہ سہل اور آسان چیز کے خواستگار رہوتے ہیں۔ لہٰذا نفیس اور عمدہ

پیچھے کے طلبگار نہیں۔
آہ دین کے معاملہ میں سُستی اور کاہلی اور بد اعمالی نے ہمیں کیسا بُرا دن نصیب کیا کہ علم عرفان جیسی نعمت اور سینہ کے علم جیسی دولت کو کہ جو دین کی اصل پونجی تھی۔ اور جس کے باطنی کمال اور باطنی حُسن پر فدا ہو کر کروڑوں بنی آدم نے مندروں اور گرجوں کو چھوڑ کر مسجدوں اور خانقاہوں میں اپنا بستر لگا دیا تھا۔ آج ہم نے اُسی نعمت اور اُسی دولت سے اپنا منہ پھیر لیا ہے اور آج ہمارے سامنے وہ ایک عجیب بات ہو گئی ہے سو اس ہماری بد نصیبی اور روحانی موت پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔
معلوم ہو کہ صحابہؓ کے زمانہ میں ابلیس لعین نے اپنے لشکر کو صحابہؓ کے بھگانے اور ان کے دلوں میں جو خدا کی معرفت اور ہدایت اور ایمان کا نور ہے اُس کو نقصان پہنچانے اور ان کو دل کی اصلاح سے باز رکھنے اور دل کی باطنی بیماریوں میں مبتلا کرنے کے لئے پھیلا دیا۔ چنانچہ وہ ابلیس کا لشکر کچھ عرصہ بعد ایسی بُری حالت میں واپس آیا کہ اُس کے لشکر کے جسم میں صرف ہڈی اور چمڑی باقی رہ گئی تھی۔ تب ابلیس نے کہا کہ تمہارا اس قدر بُرا حال کیوں ہو گیا۔ لشکر نے کہا کہ صحابہؓ نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا اور ہمارے جسموں کو ذکر الٰہی سے سوراخ سوراخ کر دیا۔ غرضکہ ہمکو تو صحابہؓ نے تھکا مارا۔ اور اُن کے سینوں میں جو خدا کی معرفت اور ہدایت اور ایمان کی تیز روشنی ہے اُس نے ہمکو جلا جلا کر خاکِ سیاہ کر ڈالا۔ اور اُن کے دلوں میں جو خدا اور اس کے رسول کی محبت ہے اُس نے ہمیں پیوند زمین کر ڈالا۔ اور جو ہمارا داؤ اور مکر اور فریب کا نیزہ تھا اُس کو اللہ اکبر کی عظمتِ شان سے ہمارے ہی سر اور سینہ پر دے مارا۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا کہ بیشک صحابہؓ ایسے ہی ہیں

یہ لوگ اپنے ایسے نبی کی صحبت میں رہے ہیں کہ جسکی ایک ساعت کی صحبت ہزار برس کی عبادت اور ہزار برس کے مجاہدے اور ہزار برس کے مراقبے سے بہتر ہے۔ اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ خدا کا باعظمت کلام اِن لوگوں کے سامنے نازل ہوا ہے۔ لہٰذا ان کے سینے خدا کی عظمت سے لبریز ہیں سو ایسی صورت میں تمہارا داؤ صحابہؓ پر کیونکر چل سکتا ہے۔ مگر بے فکر رہو کہ عنقریب تم اپنی مراد کو پہنچو گے۔ یعنی تابعین تک تمہارا داؤ نہیں چلے گا۔ اس کے بعد تمہارا داؤ چل جائے گا۔

غرضکہ جب تابعین کا زمانہ آیا تو پھر ابلیس لعین نے اپنے شیطانوں کو تابعین کے بہکانے اور اِن کے ایمان کی شہد اور شربت کی مٹھاس میں گناہوں کا ایلوا ملانے کی غرض سے پھیلا دیا۔ مگر اِس دفعہ بھی ایسی خراب حالت میں واپس آئے کہ اُن کے جسم تابعین کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر کے بھالوں سے اور لَا کی آبدار تلوار کی ضربوں سے چور چور ہو گئے تھے۔ اور اُن شیطانوں کے ناپاک سینوں میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اللّٰہ اللّٰہ کے ذکر پاک کی برکت سے دہکتے ہوئے آگ کے انگارے بھر گئے تھے۔ تب ابلیس لعین نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم جل بھن کر کباب ہو گئے ہو۔ اور تمہارے سینے آگ کے انگاروں سے کیونکر بھر گئے ہیں۔ اور تمہیں کس نے بھالوں اور تلواروں کے کاری زخموں سے زخمی کر دیا ہے۔ شیطانوں نے ابلیس سے کہا کہ یہ بُری گت ہماری تابعین نے کی ہے۔ کہ ایسے عجیب لوگ ہمنے دیکھے ہی نہیں۔ کہ صحابہؓ کے بعد اِن سے زیادہ ہمارے دشمن اور ہم کو ہلاک کرنے والے اور دوسرے لوگ ہوں۔ گو صحابہ پر تو ہمارا داؤ چلا ہی نہیں مگر تابعین پر اگر کہیں ہمارا داؤ چل بھی گیا اور کسی قسم کا گناہ کرا بھی لیا تو شام ہونے تک وہ اپنے رب سے

آہ و زاری اور توبہ اور استغفار کر کے اپنی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدلوا لیتے ہیں جس سے ہم سر سے پیر تک سلگ اٹھتے ہیں۔ اور ہمارا تمام جسم آگ ہی آگ ہو جاتا ہے۔ تب ابلیس نے کہا کہ تم بہت ٹھیک کہہ رہے ہو۔ دیکھو تمہارا مقصود تابعین سے بھی حاصل نہ ہوگا چونکہ ان کی توحید پختہ ہے۔ اور ان کے نزدیک ان کا نبیؐ اور اس کی پیروی سب سے زیادہ عزیز ہے۔

مگر ان کے بعد ایسی قوم آوے گی کہ وہ اپنے نبیؐ کے دین میں بے اصل اور نئی نئی بخس گناہوں کی باتیں پیدا کرے گی۔ اور گناہوں کی باتوں کو گناہ نہیں سمجھے گی جس کے باعث ان گناہوں سے توبہ اور استغفار بھی نہیں کرے گی۔ اور جب کہ توبہ اور استغفار نہیں کرے گی تو خدا کی پھٹکاریں شاملِ ہو جاوے گی۔ اور اس کے علاوہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں مثلاً غیبت اور حسد اور غرور وغیرہ وغیرہ سو ان گندی چیزوں کی گندگی سے اپنے دل کو پاک کرنے کا خیال تک نہیں کرے گی۔ اور جس دل کی اصلاح اور مجاہدہ اور دل کی پاکی اور اپنے نبیؐ کی پیروی اور اپنے نبیؐ کی محبت کے باعث فی الحال تمہاری جو بُری گت ہو رہی ہے اور تمہارا ناک میں دم لا رکھا ہے اور تمہارے جسم جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور اللہ اللہ کے ذکر سے گھائل اور زخمی ہو کر چھلنی کے مثل ہو گئے ہیں سو ایسے آبدار ہتھیاروں کو اپنے سینے کے پاس رکھنے سے وہ قوم بے پرواہ ہو جاوے گی۔ پھر جب کہ اُس قوم کے پاس تمہیں گھائل کرنے کے لئے ہتھیار ہی نہ ہوں گے تو ایسی صورت میں تم اپنے مکر اور فریب کے ہتھیاروں سے انہیں خوب گھائل کرتے رہو گے۔ اور جس دِل کی اصلاح اور پاکی کے باعث صحابہ رضؓ اور تابعین کے دل میں ایمان کا جو نور چمک رہا ہے جس نور کے سبب تمہاری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور تمہارے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے

اور اِس اندھیرے میں صحابہؓ اور تابعین تمہیں ذکرِ الٰہی کی آبدار تلواروں سے گھائل اور زخمی کر دیتے ہیں۔ ایسی اُن کے دین کی اصل چیز کو ترک کر دے گی پھر تم اُن کو بیوقوف بنا کر خوب رسوا کرو گے۔ اور تمہارے پاس جو بُری آرزوں اور بُرے خیالوں کی لگامیں ہیں اُن سے اُن احمقوں کو جدھر چاہو گے اُدھر کھینچ لو گے۔ چُنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تابعین کے بعد دین میں قسم قسم کی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اور دین میں جو خوبی کی چیزیں اور خیر و برکت اور نورانیت کے کام تھے وہ ترک ہونے لگے۔ اور ابلیس نے بہتوں کو غدار اور ذلیل کر دیا۔ اور بہتوں کو اہلِ اللہ کے کمال کا منکر بنا کر آخرت کی نعمتوں سے محروم کر دیا۔ چونکہ جو علمِ عقلی ایسا ہو کہ اہلِ اللہ کی بھید بھری باتوں اور اُن کے مبارک دلوں کی روشنیوں اور ان کی روحانی قوتوں اور ان کے روحانی کمالوں کے انکار کی طرف بلاوے۔ اُس علمِ عقلی سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ چونکہ اہلِ اللہ کے کمالوں کے انکار سے انبیاء علیہم السّلام کے کمالوں کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے جس سے مرنے کے وقت ایمان کے سلب ہو جانے کا خوف ہے۔

اللہ اکبر ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے خطبہ میں اِس طور پر ارشاد فرمایا کہ مبارکبادی ہے اُس کے لئے جس نے اپنے عیب کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کے عیب سے کنارہ کیا۔ اور جو مال کہ بغیر گناہ کے کمایا۔ اس میں سے اللہ کے نام پر خرچ کیا اور مبارکبادی ہے اس کے لئے جس نے اللہ والوں اور حکمت والوں یعنی روشن دِل لوگوں سے محبت کا تعلق رکھا۔ اور اسی طرح بُرے اور نجس لوگوں سے الگ رہا اور مبارکبادی ہے اس کے لئے جس نے اُس کا انصاف اپنے دل میں کیا اور اس کی

عادت اچھی ہوئی اور اُس کا باطن درست ہوا۔ اور اُس سے لوگوں کو ایذا نہ پہنچی۔ اور مبارکبادی ہے اُس کو جس نے اپنے علم کے بموجب عمل کیا۔ اور جو مال کہ اُس کی حاجت سے زائد بچا اُسے خیرات کر دیا۔ اور جو بات کہ حاجت سے زائد ہوئی اُس سے زبان کو روک دیا۔ اگر ایسا کیا تو بیشک وہ اپنے نبیؐ کے طریق اور سنت پر قائم رہا۔ اور بدعت اور دین میں نئی نئی خرابی کی باتوں سے بچا رہا۔

اب ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے شیطان کے فتنوں اور اُس کی مکر اور فریب کی نگاہوں اور دنیا کی بے وفائیوں سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ اور اُس مالک الملک و الملکوت سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو اُن لوگوں میں سے بنا دے کہ جن لوگوں کے مبارک دل معرفت کے نور سے ہمیشہ کے لئے منور اور زندہ ہو گئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ

انبیاء اور صدیقوں اور خدا کے مُقرب بندوں کے علم کا بیان

معلوم ہو کہ جو علم آخرت میں کام آنے والا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں ایک علمِ مکاشفہ جسے علمِ باطنی بھی کہتے ہیں۔ دوسرا علمِ معاملہ ہے۔ جس میں دل کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

اب علم مکاشفہ یعنی علم باطن۔ سو یہ وہ مبارک علم ہے کہ جسے تمام علوم پر شرف اور بزرگی ہے۔ اور تمام علوم کے حاصل کرنے کی اصل غرض اور غایت بھی یہی علم باطنی ہے۔ چنانچہ عارفوں نے فرمایا ہے کہ جسکو اس علمِ باطنی اور اِس علمِ مکاشفہ سے تھوڑا بھی حصہ نہ ملا تو وہ بہت ہی بڑا مفلس

ہے اور جو اہل اللہ کے باطنی کمالات اور باطنی برکات کا منکر ہوا اس کے برے خاتمہ کا خوف ہے۔ لہٰذا ظاہری علم کی تحصیل کے بعد جن عالموں نے علم کی اصل غرض اور اصل غایت پر خیال کر کے علم باطنی اور دل کی اصلاح پر جو کمر باندھی تو حق تعالیٰ نے تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے دلوں میں باطنی برکتوں کا چشمہ بہا دیا ہے۔ اور اُن کے دلوں کو باطنی نجاستوں اور باطنی ناپاکیوں سے پاک اور صاف کر کے اُن کے دلوں میں خلوص اور سکینہ کو بھر دیا ہے۔ پھر تو اُن کی صحبت سے حق تعالیٰ نے ہزاروں کے ظلمت بھرے دلوں کو معرفت کے نور سے چمکا دیا ہے اور یہ حقیقت میں ایسے ہی بابرکت فرشتہ صفت لوگ ہیں کہ جنکی صحبت میں باطنی نعمت اور باطنی دولت میسر ہوتی ہے اور ایسے ہی پاک لوگوں کی صحبت کے متعلق اللہ والوں نے بہت کچھ تاکید فرمائی ہے۔ اور اسی طرح جو بد باطن لوگ ہیں اُن کی صحبت سے دوری اختیار کرنے کے لئے بہت کچھ تنبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ باعمل عالموں اور اللہ کے محبوبوں نے فرمایا ہے کہ جس بد نصیب کا دل دنیا کی محبت سے لبریز ہو۔ اور حسد اور بغض اور کینہ اور نمامی اور نکتہ چینی اور چغلی اور خود بینی وغیرہ باطنی نجاستوں سے آلودہ ہو ایسے نامبارک آدمی سے دوری اختیار کرو۔ اور ایسے آدمی سے خیر اور باطنی برکت کی امید نہ رکھو۔ کیونکہ گوبر سے عنبر کی امید رکھنے والا کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ پھر چاہے وہ سب عالموں کا محقق اور دنیا بھر کا رسمی پیر کیوں نہ ہو۔ حالانکہ یہ علم باطنی کچھ رسمی علم نہیں ہے۔ بلکہ یہ علم تو انبیاؤں اور صدیقوں اور خدا کے مقرب بندوں کا علم ہے۔ اور یہ علم سورج کی مثال ہے۔ مگر یہ سورج اُس دل کی زمین میں چمکیگا کہ جس دل کی زمین بری صفتوں اور بُری خصلتوں کے ناپاک غبار

اور نجس نجاست سے پاک اور صاف ہوگی۔ پھر جس طرح کہ ظاہری سورج سے دنیا کی ظاہری زمین روشن ہوجاتی ہے اور ظاہری سورج کے باعث زمین کا اندھیرا دور ہوجاتا ہے۔ اسی طرح باطنی سورج سے دل کی باطنی زمین روشن ہوجاتی ہے۔ اور باطنی سورج کے باعث دل کی زمین کا اندھیرا دور ہوجاتا ہے۔ اور اس روشنی سے بہت سی چیزیں روشن ہوجاتی ہیں اور حقیقتِ حال کا پورا پتہ لگجاتا ہے۔ مثلاً جن چیزوں کے پہلے نام سنا کرتا تھا اور اُن کے پورے طور پر معنیٰ معلوم نہ ہوتے تھے۔ جن کے باعث ان چیزوں کے مجمل معنیٰ وہم کرلیتا تھا۔ سو اس روشنی کے باعث اُن سب کے معنیٰ کھل جاتے۔ اور واضح ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس روشنی کی وجہ سے حق تعالیٰ کی ذات پاک کی معرفت کی حقیقت روشن ہوجاتی ہے اور اسی طرح حق تعالیٰ کے صفاتِ کاملہ کی اور اُس کے حکمت بھرے کام کی اور دنیا اور آخرت کے پیدا کرنے کی۔ اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی حقیقی پہچان حاصل ہوجاتی ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ اس قسم کے روشن دل لوگ اپنے دلوں میں حق تبارک و تعالیٰ کی محبت اور اُس کی چاہت کے سوا کسی کی محبت اور چاہت نہیں رکھتے۔ اور جنہیں یہ نعمت میسر نہیں ہے وہ چونکہ اندھیرے میں ہیں لہذا دنیا کی اور دنیا کی نعمتوں کی دل سے محبت اور چاہت بھی کرتے ہیں۔ اور گناہوں کے کام بھی دل کھول کر کرتے ہیں۔ اور جتنے بھی ظلمت اور گندگی کے نامبارک کام ہیں وہ دل لگا کر کرتے ہیں۔ سو اگر ان باطن کے اندھوں کی دل کی آنکھیں روشن ہوتیں تو ہرگز گناہوں کی نجاستوں کو اپنے منہ اور جسم پر نہ ملتے۔

غرض کہ یہ روشنی تو بلند پایہ ہے کہ جس سے وحی اور نبوت اور نبی کے

اصلی معنی اور حقیقی معنی کھل جاتے ہیں۔ اور فرشتے اور شیطان کیا چیز ہیں اس کے معنی روشن ہو جاتے ہیں۔ اور انسانوں کے ساتھ شیاطین جو عداوت رکھتے ہیں اُس کی کیفیت اور جنت اور دوزخ۔ اور عذاب قبر۔ اور پل صراط اور میزان اور حساب اور حق تعالٰی کے دیدار کے معنی اور اُس ذاتِ پاک کی نزدیکی۔ اور اس کے ہمسایہ میں جاکر اترنے کی غرض۔ اور اس کے علاوہ بہت سی باریک باتیں ہیں۔ کہ جو اس روشنی ہی کے باعث معلوم ہو جاتی ہیں

اب اگر کوئی دین کے معاملہ میں شک کرنے والا یا کوئی فلسفی ایسی چیزوں کے بھیدوں کو کہ جو مذکور ہوئیں پانا چاہے تو اُسے لازم ہے کہ وہ ایک عرصہ تک باخدا لوگوں کی نجاست اور ان کی مبارک جوتیوں کو اپنے سر پر اُٹھائے اور اُن کے فرمان کے مطابق ذکرِ الٰہی اور فکرِ الٰہی سے اپنے باطن کو باطنی نجاستوں سے پاک کرکے اپنے دِل کو نورِ الٰہی سے منور کرکے پھر اس نور اور ایسا روشنی میں جو دیکھنا ہو وہ دیکھ لے۔ اور جو ڈھونڈھنا ہو وہ ڈھونڈھ لے چونکہ یہ وہ مبارک علم ہے کہ جو بجز علم پر عمل کرنے کے اور بجز پاک لوگوں کی صحبت اور خدمت اور ریاضت اور پاکبازی کے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ باطنی علم کتابوں میں نہیں بلکہ عارفوں اور کاملوں کے مبارک سینوں میں رہتا ہے۔ لہٰذا اُن پاک لوگوں کی صحبت میں رہکر اس بابرکت علم کو حاصل کریں۔ اور باتیں بنانی چھوڑ دیں۔ چونکہ باتیں بنانے سے دل اور بھی مردہ ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ سے دیکھا گیا ہے کہ اس نعمت سے وہی لوگ محروم رہے ہیں کہ جو باتیں بنانے والے تھے۔ پس جس عالم اور جس خدا کے بندے کو حق تعالٰی نے اس علم باطنی کی تھوڑی یا کہ بہت جو کچھ بھی نعمت عطا کی ہو اس کو حقیر اور مفلس مت جانو۔ چونکہ حق تعالٰی اگر اس کو حقیر اور مفلس

رکھنا چاہتا تو ہرگز اُس کو اِس علم مکاشفہ کی تھوڑی یا کہ بہت بھی نعمت عطا نہ فرماتا۔ بلکہ حقیقت میں حقیر اور مفلس وہی ہے جو کہ ایسی بے بہا دولت اور عمدہ سے عمدہ نعمت اور اُس کی تصدیق کی برکت سے محروم ہو۔

اور دوسری قسم علم معاملہ ہے کہ جس میں دل کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اور عام اِس بات سے کہ اچھے حالات ہوں یا کہ بُرے حالات ہوں اچھے حالات جیسے صبر اور شکر اور خوفِ خدا۔ اور قناعت اور سخاوت اور امید اور رضا اور ہر حال میں حق تعالیٰ کا احسان ادا کرنا اور لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا اور اپنے پروردگار پر اچھا گمان رکھنا۔ اور سچائی اور اخلاص وغیرہ وغیرہ ہیں۔ سو ان چیزوں کا جاننا آخرت کے علم میں سے ہے۔ اور یہ سب دل کے اچھے حالات ہیں۔

اور دل کے بُرے حالات یہ ہیں جیسے مفلسی کا خوف۔ اور کینہ اور حسد اور نفاق اور غرور۔ اور غصہ اور شیخی اور عداوت اور طمع۔ اور حرص اور اترانا اور مالداروں کی تعظیم اور فقیروں کی اہانت کرنا اور بے فیض بات میں اپنے وقت کو ضائع کرنا۔ اور دوسرے کی کٹتی بات کا کرنا۔ اور لوگوں کے لئے بن سنور کر رہنا اور دین میں سستی کرنا۔ اور اپنے نفس کو بھول کر لوگوں کے عیبوں کو دیکھنا۔ اور دل کو ذکرِ الٰہی اور فکرِ الٰہی اور عشقِ الٰہی اور خوفِ الٰہی سے خالی رکھنا۔ وغیرہ وغیرہ سو یہ تمام چیزیں دل کی بُری صفات میں سے ہیں۔ اور ان بُری چیزوں اور بُری بیماریوں کے دور کرنے کے علاجوں کا معلوم کرنا۔ آخرت کے علم میں سے ہے۔ جس کے متعلق علمارِ آخرت ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ علم فرض عین ہے پس جو شخص اس علم سے منہ پھیرے گا وہ آخرت میں خالی ہاتھ جاکر ہلاک ہو گا۔

سبحان اللہ جو پہلے کے علمارِ ظاہر میں سے پرہیزگار تھے مثلاً حضرت

امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد حنبلؒ وغیرہ۔ سو وہ اہل اللہ اور علماء باطن کی فضیلت کے دل سے قائل تھے۔ اور اُن کے مبارک دلوں میں علماء باطن کی اس قدر عظمت تھی کہ باوجود فنا فی العلم ہونے کے فنا فی اللہ کے سامنے ایسے مؤدب بیٹھتے جیسے لڑکا مکتب میں بیٹھتا ہے۔ حالانکہ علم ظاہر میں علماء باطن اور اہل اللہ اُن کے پلے کے نہ تھے۔ چنانچہ بعض آدمی اُن سے کہتے بھی تھے کہ آپ جیسے علامہ ایسے دہقانی لوگوں کے سامنے کیوں مؤدب ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اور سیکھنے کی غرض سے کچھ پوچھتے بھی ہو۔ تب یہ نیک دل علماء فرماتے کہ تم نے جس علم دین کو سیکھا ہے اُس علم پر عمل کرنے کی ان نیک بختوں کو توفیق ملی ہے جس سے اِن کے دلوں میں خیر اور برکت کا نورانی چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ اور ہدایت کا سورج روشن ہو گیا ہے۔ لہذا خیر اور برکت اور ہدایت کی غرض سے اِن نیک بختوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ جب ہم کو ایسا امر پیش ہو کہ اُس کو قرآن اور حدیث میں نہ پاویں تو اُس وقت ہم کس طرح کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اُس وقت نیک بختوں سے سوال کرو۔ اور اُس کو ان کے مشورہ پر منحصر کر دو۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ظاہر کے علماء زمین اور ملک کے لئے زینت ہیں اور باطن کے علماء آسمان اور ملکوت کے لئے زینت ہیں۔

اب خیال فرمایئے کہ اِن نیک دل عالموں کو خلوص اور اہل اللہ کی ادب کے باعث کیا کچھ عظمت عطا ہوئی کہ آج لاکھوں خدا کے بندے اُن کے مذہب کے پیرو ہیں۔ سو یہ ہے عارفوں اور اہل اللہ

اور علماء باطن اور روشن دل لوگوں کی فیض صحبت کا اچھے سے اچھا نتیجہ معلوم ہو کہ صحابہ رض کی فضیلت اور بزرگی میں کون کلام کر سکتا ہے کہ اُن کی جوتیوں کی خاک کے برابر کسی کا مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اُن کی فضیلت بھی اسی آخرت کے علم کے باعث تھی کہ ہمیشہ ان کے دل آخرت کی طرف لگے ہوئے تھے اور دل کی اصلاح کا سب سے زیادہ خیال فرماتے تھے۔ جس کے باعث دنیا میں رہ کر آخرت ہی کا کام کرتے تھے۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر رض کو جو دوسروں پر فضیلت تھی اس کی بھی وجہ یہی تھی کہ جو ان کے سینہ میں ایک باطنی آخرت کی نعمت پوشیدہ تھی۔ جسے توحید اور ایمان اور یقین کا باطنی سورج کہتے ہیں جس باطنی سورج نے فرش سے لے کر عرش تک کو چمکا دیا تھا۔ جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طور پر فرمائی کہ میں ابوبکر رض کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں۔ وہ کچھ ان کے نماز روزہ کے سبب سے نہیں۔ بلکہ اُس چیز کی وجہ سے جو اُس کے سینہ میں ہے یعنی جو اُس کے سینہ میں توحید اور ایمان اور یقین کا باطنی سورج ہے اور اسی طرح حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ مجھسے آسمانوں کے راستے دریافت کرو۔ کیونکہ میں آسمانوں کے راستوں کا علم زیادہ رکھتا ہوں۔ بمقابلہ تمہارے زمین کے راستوں کے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین۔

شیطان کے اِنسان کو دھوکہ دینے اور انسان کے اندر گھُس کر طرح طرح سے نیکی نہیں

حق تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ

عَدُوًّا یعنی شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ لہٰذا تم بھی اُس کو اپنا دشمن ہی سمجھو۔ اور اُس سے دشمنی ہی رکھو۔ اور جس طرف وہ شیطان تم کو بلائے اُس کی بات نہ سنو۔ اور اُس کی اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ وہ شیطان تمہارے بہکانے کے لئے اور تم کو دین اور دنیا میں تباہ اور رسوا کرنے کے لئے اپنے لشکر کو بھیجتا ہے جس کی اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ تم کو جہنمی بنا دے جس طرح کہ خود جہنمی بنا ہوا ہے۔ چونکہ یہ شیطان حضرت آدمؑ سے پہلے جنت میں رہتا تھا۔ پھر جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا پتلا بنایا اور اُن کو عالمِ غیب اور عالمِ آخرت اور عالمِ عُلوی اور عالمِ ارواح کے باطنی کمالات اور چھپے بھیدوں کے علوم سے واقف فرما کر مظہرِ ذات اور خود کو دیکھنے کے لئے آئینہ کا شرف بخشا۔ اور اُس میں روح ڈالی اور فرشتوں کو حکم ہوا اس تارکِ دنیا اور اس مظہرِ ذاتِ الٰہی۔ اور اِس شمس العلماء اور اس سلطان العارفین کو سجدہ کرو۔ اسی طرح شیطان کو بھی حکم ہوا۔ کہ آدمؑ کو سجدہ کر۔ چنانچہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے خود پسندی کی بنا پر سجدہ سے انکار کر دیا۔ اور متکبر اور کافر بن گیا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے اُسے جنت سے باہر نکال دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ پس اُسی وقت سے حضرت آدمؑ اور ان کی بی بی اور اُن کی نسل کی عداوت شیطان کے دل میں جم گئی۔ یہاں تک کہ شیطان نے اُن کے بہکانے اور اُن کو دین اور دنیا میں رسوا کرنے کے لئے حق تعالیٰ سے مہلت مانگی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے شیطان کو قیامت کے دن تک کی مہلت بھی دیدی۔ تب اُس کے بعد کہنے لگا کہ اے میرے پروردگار جیسا کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو اب میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان کو گمراہ

کرنے کے لئے بیٹھوں گا۔ یعنی میں تو گمراہ ہوا اب ان کی بھی راہ ماروں گا اور دینِ اسلام سے جو سیدھی راہ ہے اس راہ سے بھٹکاؤں گا۔ اور جو سیدھی راہ پر آتے ہوں گے اُن کو واپس کردوں گا۔ کہ ادھر کو نہ آؤ۔ اور اُن سے کہوں گا کہ قبر کا عذاب اور قیامت کا عذاب کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا دنیا کے عیش اور آرام کو قبر کے عذاب اور قیامت کے حساب کے بھروسہ پر ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور دنیا کو خوب آراستہ کرکے دکھلاؤں گا۔ پھر اُن کو پھانسنے کے لئے اُن پر آگے سے آپڑونگا۔ اور پیچھے سے آپڑونگا۔ اور دائیں سے آپڑوں گا۔ اور بائیں سے آپڑوں گا کہ نہ پائیگا تو اکثر کو شکر گذار۔ یعنی دنیا کو ہر طرف سے خوب شیریں اور مزہ دار کرکے پیش کروں گا۔ یہاں تک کہ شکر گذاری کا فقط نام ہی نام باقی رہجائے گا۔ مگر اُن میں سے جو تیرے خاص بندے ہیں فقط اُن پر ہی میرا قابو نہیں چلے گا۔ تب ارشاد ہوا۔ کہ نکل یہاں سے مردود ہانکا گیا کہ جو اُن میں سے تیری راہ کو اختیار کریگا تو تم سب سے دوزخ کو بھردونگا پھر جب کہ آدمؑ اور حواؑ کو جنت میں داخل کیا گیا۔ تو شیطان حسد کی آگ میں جل بھن کر کبابِ سیخ کی طرح پہلو کو بدلنے لگا۔ اور حسد کی آگ نے شیطان کو اُن کے جنت سے نکلوانے پر اُبھارا۔ اور حضرت آدمؑ کے پاس آیا۔ اب حضرت آدمؑ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ ابلیس ہے پس ابلیس نے اس قدر رونا شروع کیا کہ جس کے باعث حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ بھی محزون ہو گئے یہی ابلیس پہلا شخص ہے کہ جس نے نوحہ کیا ہے غرض کہ نوحہ کرکے اور جھوٹی قسمیں کھا کے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو دھوکہ دے کر جنت سے نکلا یا۔ چنانچہ حضرت آدمؑ تو سراندیپ میں

اتارے گئے۔ جو ہندوستان کی سرزمین میں ہے۔ اور حضرت حواؑ جدّہ میں اتاری گئیں۔ جو عرب کی سرزمین میں ہے۔ پھر جب حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ سے اولاد پیدا ہوئی تو بحکم خداوندی طرح طرح کے حیلوں اور قسم قسم کی چالوں سے اُن کو وسوسے دینے لگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے ابلیس آدمؑ کی اولاد میں سے جس پر بھی تیرا زور چلے اُسے اپنی آواز سے مائل کر اور اُن پر اپنا رسالہ اور پلٹن چڑھا لا۔ اور اسی طرح مال اور اولاد میں اُن کا ساجھی ہو۔ اور ان کو طرح طرح کے وعدوں کا سبز باغ دکھا۔

معلوم ہوا کہ ابلیس جب مردود ہو کر زمین پر آیا۔ تو اُس نے دعا کی کہ اے رب تو نے آدمؑ کی وجہ سے مجھکو جنت سے نکالا ہے۔ لہٰذا اس پر اور اُس کی نسل پر مجھکو مسلط کر۔ تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جا تجھکو مسلط کیا۔ اُس نے کہا کہ خداوندا تیرے بغیر مجھ میں طاقت نہیں آسکتی۔ لہٰذا میرے اختیارات میں ترقی دے۔ تب ارشاد ہوا کہ اچھا ترقی دی تب حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ خداوندا تو نے مجھپر اور میری اولاد پر ابلیس کو مسلط فرمایا ہے۔ حالانکہ تیری مدد کے بغیر میں ابلیس سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تب ارشاد ہوا کہ جو بھی تمہاری اولاد ہوگی اُس پر میں فرشتہ کو مقرر کر دوں گا جو اس کی حفاظت کیا کرے گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ خداوندا کچھ اور بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا کہ ایک نیکی دس گنی ہو جائے گی اور ایک خطا ایک ہی رہیگی۔ آدمؑ نے عرض کیا کچھ اور بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا جب تک روح بدن میں رہے گی توبہ قبول کی جائے گی۔ آدمؑ نے عرض کیا کچھ اور بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو جنہوں نے گناہ

کرکے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ وہ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں
اللہ سارے گناہ بخشدے گا۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر مسلمان پر ایک سو ساٹھ
فرشتے مقرر کیئے گئے ہیں۔ کہ اُس مسلمان سے شیطانوں کو ہانکتے ہیں جیسے
کہ شہد کے پیالے سے مکھیوں کو ہانکتے ہیں۔ اور اگر بندہ کو ایک پلک
جھپکانے تک چھوڑ دیں تو شیطان اُس کی بوٹی بوٹی توڑ کے لیجادیں سو
اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر اور آدمیوں کی نسبت زیادہ نگہبان
ہیں۔ کیونکہ ایمان کے سبب سے شیطان بہت بڑی تعداد میں مسلمان
کے دشمن ہیں کہ اتنے دشمن کافروں کے نہیں ہیں۔

معلوم ہو کہ یہ شیطان کبھی شر کو خیر کی صورت میں لاکر ابن آدم
کے قلب میں ڈالتا ہے۔ اور اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ
بزرگوں کا یہ حال تھا کہ جب شیطان کوئی کار خیر اُن کو القا کرتا تو اس کی
مکاری کے اندیشہ سے اُس کو بھی قبول نہ کرتے تھے۔ مروی ہے کہ ابلیس
حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو نظر آیا۔ اور کہا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پس آپ نے
فرمایا کہ کلمہ تو حق ہے۔ مگر میں تیرے کہنے سے اس کو نہ کہوں گا۔ وہیب بن وردؒ
کہتے ہیں کہ ہمنے سنا ہے ابلیس حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہما السّلام کو ملا اور کہا کہ
میں چاہتا ہوں تمہاری خیر خواہی کروں آپ نے فرمایا کہ تیری خیر خواہی
کی تو مجکو حاجت نہیں ہے۔ البتہ بنی آدم کے حالات کی مجکو خبر دے۔ اس نے
کہا کہ ہمارے نزدیک انکی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم جو ہمیر سب سے زیادہ سخت
ہے وہ ہے جن کی یہ حالت ہے کہ اُن میں کسی پر ہم توجہ کرتے ہیں۔ پس اُس
کو فتنہ میں ڈالتے اور اس پر قابو پالیتے ہیں۔ پس وہ استغفار و توبہ کی طرف جھک

جاتا ہے۔ اور ہمارا بنا بنایا کام بگاڑ دیتا ہے۔ پھر ہم دوبارہ اُس کو جھپٹتے (اور معصیت کرا لیتے ہیں) مگر وہ پھر توبہ کر لیتا ہے یہی حال رہتا ہے کہ نہ ہم اُس سے مایوس ہی ہوتے ہیں اور نہ اُس سے اپنی حاجت پوری ہی کر سکتے ہیں پس اس کی طرف سے ہمکو بڑی کشا کشی و تکلیف رہتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو ہمارے قبضہ میں ہے جیسے بچوں کے ہاتھ میں گیند کہ جس طرح چاہتے ہیں اُن کو پلٹے کھلاتے ہیں اور تیسری قسم آپ جیسے معصوم حضرات کی ہے کہ اُن پر ہمکو کسی قسم کی بھی قدرت نہیں ہوتی۔

اللہ اکبر روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السّلام بہت خوشحال پیغمبر تھے اور مہماں نوازی سے کسی وقت سُستی نہ کرتے تھے اور مسافروں کو ٹھیرایا کرتے اور تجارت اور زراعت کے معاملات بھی کرتے اور آپ کے چند لڑکے تھے اور عیال بکثرت اور باینہمہ اتنی عبادتیں کیا کرتے تھے کہ عابدان سے قاصر و عاجز رہجاتے تھے ابلیس کو اِن عبادتوں پر آپ سے حسد ہوا۔ اور ابلیس کی اس زمانہ میں آسمان پر چڑھنے کی بندش نہ تھی۔ اور یہ فرشتوں سے باتیں کر لیا کرتا تھا جو ایوب علیہ السّلام کی تعریفیں کیا کرتے تھے کہ بہت ہی عبادت اور سخاوت اور مہمان نوازی کرتے ہیں ابلیس نے کہا کہ ایوب اگر مفلس ہوتے تو اللہ کی عبادت نکرتے پس اللہ اگر مجکو ان کے مال پر مسلط کر دے تو وہ ضرور عبادت چھوڑ بیٹھیں پس حق تعالیٰ نے ابلیس کو اجازت دی کہ میں نے تجکو ایوب کے مال پر مسلط کر دیا تب ابلیس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ایوب علیہ السّلام کے کھیتوں اور مویشیوں کیطرف روانہ ہوا حضرت ایوبؑ کو کچھ بھی خبر نہ تھی دفعتہً زمین کے نیچے سے ایک بڑی مقدار میں آگ بھڑکی اور ساری کھیتی کو جلا گئی۔ اور پھر مویشیوں پر چلی اور آخر تک سب کو خاکستر کر گئی اسکے بعد ابلیس حضرت ایوبؑ کے پاس آیا جو محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اُنسے کہا کہ

جبکی تم نماز پڑھ رہے ہو اُسنے تمہاری ساری کھیتی کو جلا دیا اور سارے مویشیوں کو ہلاک کر دیا حضرت ایوبؑ نے فرمایا شکر ہے اللہ کا جسنے عطا بھی کیا اور لے بھی لیا جو کچھ عطا فرمایا تھا پس ابلیس نامراد واپس آیا۔ پھر آسمان پر چڑھا۔ تو فرشتوں نے اُس سے کہا کہ ایوبؑ کا صبر کیسا پایا اُس نے کہا اُن کو اپنے رب پر وہی اعتماد رہا پس اگر مجکو اللہ انکی اولاد پر مسلط کر دے تو ہرگز صبر نہ کر سکیں تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجکو ایوبؑ کی اولاد پر بھی مسلط کیا پس ابلیس روانہ ہوا اور ان کی اولاد اور متعلقین پر مکان کو ہلایا کہ مکان اُن پر آ گرا اور وہ سب مر گئے پس ابلیس حضرت ایوبؑ کے پاس جو اپنی محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے بچوں کی دایہ کی شکل بنکر آیا۔ اور سامنے کھڑے ہوکر نوحہ کرنے اور رونے اور شور مچانے لگا۔ پس حضرت ایوبؑ نے فرمایا کیا قصہ ہے۔ دایہ نے کہا کہ مکان آپکی اولاد پر گر پڑا۔ اور وہ سب ہلاک ہو گئے پس حضرت ایوبؑ نے فرمایا شکر ہے اللہ کا اسی نے دیے تھے اور اسی نے لیلئے" پھر ابلیس بچوں کے خادم کی صورت میں آیا اور کہنے لگا ذرا اپنے بچوں کی حالت تو دیکھو خون بہ رہا ہے اور پیٹ پھٹ گئے ہیں اور آنتیں نکل پڑی ہیں یا بار یہی کہتا اور نوحہ کرتا رہا تا آنکہ حضرت ایوبؑ کے دل پر رقت طاری ہوئی اور رونے لگے اور کہا اے کاش میں تو پیدا ہی نہ ہوا ہوتا پس ابلیس اس کلمہ پر مسرور ہوا۔ اسکے بعد ایوب علیہ السلام نے اس سے بھی استغفار کیا اور صبر کیا اور صبر پر اجر چاہا۔ پھر ابلیس آسمان پر چڑھا۔ اور فرشتوں نے اس سے پوچھا کہ ایوبؑ کو تو نے کیسا دیکھا؟ اس نے جواب دیا وہ اپنے رب کے قابل وثوق شخص ہیں اسکے بعد ابلیس نے کہا کہ اگر اللہ مجکو ان کے جسم پر اختیار دیدے تو وہ اس پر صبر نہ کر سکیں حق تعالیٰ نے فرمایا میں نے تجکو انکے جسم پر مسلط کیا۔ پس لوٹ کر حضرت ایوبؑ کے پاس آیا تو اُن کو نماز میں کھڑا ہوا پایا پس اُنکے پاس آکر ان کی ناک میں پھونک ماری کہ اُس سے انکا دماغ اور پاؤں اور درمیانی سارا بدن مشتعل ہو گیا پس پتھر سے اپنے بدن کو کھجایا یہانتک کہ آپکا گوشت کٹ گیا اور ناخن گر گئے اور چربی پگھل گئی اور ہڈیاں ظاہر ہو گئیں اور بو آنے لگی اور بدن

میں کیڑے پڑ گئے اور گوشت و کھال کے درمیان نہایت درد لاحق ہوا حضرت ایوبؑ کی تین بیبیاں تھیں جب انہوں نے آپکی یہ حالت دیکھی تو دو بیبیاں چلدیں اور آپکی ایک بی بی رحمۃ آپکے پاس رہ گئیں پس ابلیس اُس بستی والوں کے پاس آیا جسمیں حضرت ایوبؑ رہتے تھے اُنسے کہا کہ ایوبؑ کو اپنے ہاں سے نکالدو ورنہ انکی بیماری تمہارے بدنوں میں بھی آلگیگی۔ چنانچہ اہل بستی نے بی بی رحمت سے کہا کہ ایوبؑ کو ہمارے ہاں سے نکال لیجاؤ ورنہ ہم اُن کو قتل کر دینگے۔ پس بی بی رحمت انکو اپنے کندھوں پر لاد کر ایک ویرانہ میں لے آئیں اور آپکے نیچے مٹی کا فرش کر دیا کہ آپ پڑتے ہی سو گئے الغرض سات برس تک کیڑے آپکے گوشت کو کھاتے رہے اور بجز بی بی رحمت کے کوئی آپکے پاس نہ پھٹکا۔ انکا یہ حال تھا کہ اہل بستی کے پاس جا کر انکے کاروبار کیا کرتیں اور جو کچھ روٹی کھانا ان سے ملا کرتا وہ حضرت ایوبؑ کے پاس لے آیا کرتیں آخر ابلیس بستی والوں کے پاس آیا اور اُنسے کہا کہ رحمت کو اپنے پاس مت آنے دو ورنہ اسکے شوہر کی بیماری تم کو بھی آلگیگی پس بستی والوں نے کہا کہ اے رحمت اپنے شوہر کو لیکر ہمسے دور چلی جاؤ ورنہ ہم تمکو پتھروں سے مار دینگے چنانچہ بی بی رحمت حضرت ایوبؑ کو اپنے کندھے پر لاد کر بستی سے دور لیگئیں اور آپکے نیچے ریت کا فرش بچھا کر اسپر آپکو رکھدیا اور سر کے نیچے (تکیہ کی جگہ) پتھر رکھدیا اور کہنے لگیں کہ اے ایوبؑ اللہ سے اپنی صحت کی دعا مانگو آپنے فرمایا کہ اے رحمت اللہ ہی نے نود برسوں) ہمکو اپنی نعمتوں میں رکھا کیا اُسکی دی ہوئی مصیبت پر صبر نہ کریں پس بی بی رحمت بستی میں جاتیں اور دروازوں پر کھڑی ہوتیں پس لوگ انکو دھتکارتے اور کہتے کہ ہمسے الگ رہ کہ تیرے خاوند کا مرض ہمکو نہ لگجائے جب بی بی رحمت تھک گئیں اور حضرت ایوبؑ کو بھوک کی نہایت تکلیف ہوئی تو آپنے اپنے بالوں کا ایک گیسو کا ٹکڑا ایک روٹی کے عوض فروخت کیا اور روٹی لیکر حضرت ایوبؑ کے پاس آئیں حضرت ایوبؑ نے اُنسے پوچھا کہ یہ روٹی کہاں سے لائیں؟ تب آپنے اپنے بالوں کے قصہ کی انکو اطلاع دی حضرت ایوبؑ یہ سن کر بہت روئے اور صبر کر کے بیٹھ گئے پھر ابلیس ایک طبیب کی صورت بنکر بی بی رحمت کے سامنے آیا اور اُن سے کہا تم ہی مصیبت زدہ ایوب کی بی بی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ابلیس نے کہا کہ میں اس مرض کی انکو دوا دیسکتا ہوں مگر اس شرط پر کہ وہ جب ذبح کریں تو بسم اللہ نہ پڑھیں اور یہ کہا

شہد ہے پس صحت ہو جائیگی۔ بی بی رحمت جب حضرت ایوبؑ کے پاس واپس آئیں تو انکو سب کی اطلاع دی آپنے فرمایا
وائے تجھ پر وہ تو ابلیس تھا اور حضرت ایوبؑ کو بی بی رحمت پر غصہ آیا اور مغلظ قسم کھائی کہ جب اس مرض سے صحت
پاؤنگا تو سَو دُرّے مارونگا اسلئے کہ انہوں نے ابلیس کو یہ جواب کیوں نہ دیا کہ شفا دینا اللہ کے اختیار ہے۔ آخر
کیڑے آپکے بدن کو کھاتے رہے یہانتک کہ زبان تک پہونچ گئے تب آپکو اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کے ذکر سے روک
دینگے پس اسوقت اپنے رب کو پکارا کہ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ شیطان نے مجکو بڑی تکلیف
اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے جب حضرت ایوبؑ نے یہ دعا مانگی تو حق تعالیٰ نے معلوم فرمالیا کہ میری یاد داشت
کی وجہ سے گھبرائے ہیں لہذا حضرت جبرائیلؑ جنت کا انار لیکر آئے اور حضرت ایوبؑ کو پیش کیا حضرت ایوبؑ نے
انسے پوچھا اے بندۂ نکوکار تم کون ہو اسکے بعد کہ سارے دوست احباب مجھسے متنفر ہو گئے ہیں تمسے مانوس
ہوا ہوں پس حضرت جبرئیلؑ پاس آئے اور وہ انار ان کو عطا فرمایا جب حضرت ایوبؑ نے اسکو کھایا اور وہ
پیٹ میں اترا تو سارا درد بدن کا جاتا رہا پس جبرئیلؑ نے انسے فرمایا کہ اے ایوبؑ کھڑے ہو جاؤ آپنے فرمایا
کسطرح کھڑا ہو جاؤں مجھمیں تو طاقت رہی نہ زور پس جبرئیلؑ نے انکا ہاتھ پکڑا اور دس بارہ قدم انکو لیکر چلایا
اور فرمایا کہ بایاں پاؤں مارو چنانچہ انہوں نے پاؤں مارا تو گرم پانی کا ایک چشمہ نمودار ہوگیا پھر حضرت
جبرئیلؑ نے انسے کہا کہ داہنا پاؤں مارو چنانچہ آپنے پاؤں مارا تو وہاں ٹھنڈے پانی کا چشمہ نمودار
ہوگیا پس حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ گرم سے غسل کیجئے اور ٹھنڈے سے پیجئے پس جب آپنے پیا اور غسل کیا تو
آپکا حسن و جمال لوٹ آیا اور آپکا جسم چمکدار چاندی کیطرح ہوگیا پھر جبرئیل ایک حلّہ بہشتی لائے اور حضرت ایوبؑ
کو پہنایا اور ایک جنتی تاج انکے سر پر رکھدیا پس حضرت ایوبؑ چمکتے ہوئے سورج کی طرح دمکنے لگے اور
اسوقت نعمت و رضاء خداوندی کے شکریہ میں دو رکعت نماز پڑھی بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت
کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ حضرت ایوبؑ برہنہ غسل کر رہے تھے کہ اُنپر سونے کی
ٹڈیاں گرنی شروع ہوئیں پس حضرتؑ نے اپنے کپڑے میں بھر بھر کر ڈالنی شروع کردیں تو انکو پروردگار نے ندا دی
کہ اے ایوبؑ کیا میں نے اس منظر سے جو تم دیکھ رہے ہو تمکو غنی نہیں بنایا؟ انہوں نے عرض کیا کہ غنی تو بنا دیا
ہے اے میرے پروردگار مگر تیری برکت سے تو مجکو بے نیازی نہیں ہے الغرض بی بی رحمت اسوقت موجود

نہیں تھیں کیونکہ حضرت ایوبؑ کے لئے خوراک لینے کو گئی ہوئی تھیں پس ابلیس راستہ میں انکے سامنے آیا اور
کہنے لگا کہ اے رحمت یہ تعب اور محنت شاقہ ایسے شخص کیمتعلق جو بلا اور امراض سے خلاصی نہیں پائیگا
کبتک اٹھاؤگی خصوصاً جبکہ اسنے یہ تمکو صلہ دیا کہ جب شفا پائیگا تو تمکو سو درّے مارلیگا بی بی رحمت نے اسکی
بات کی طرف توجہ نہیں کی اور حضرت ایوبؑ کیطرف آئیں اور جنگل میں چاروں طرف انکی تلاش میں چکر لگانے لگیں مگر
انکو نہ پایا آخر چلانے اور کہنے لگیں کہ اے ایوبؑ کیا تمکو درندے کھا گئے یا زمین نے نگل لیا؟ اسکے بعد حضرت ایوبؑ نے
رحمت کو آواز دی اور کہا کہ اے عورت کسکو ڈھونڈتی ہے؟ رحمت نے کہا کہ بندۂ صابر کی تلاش کر رہی ہوں
چونکہ حضرت ایوبؑ حلہ پہنے ہوئے اور سر پر تاج رکھے ہوئے تھے اور پاس پانی کا چشمہ تھا اور خیر و عافیت
کیحالت میں باغیچے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس بی بی رحمت پر وہ مشتبہ ہوگئے کیونکہ حالت تو انکی تکلیف و مشقت
کی تھی لہذا وہ انکو پہچان نہ سکیں پس حضرت ایوبؑ نے انسے فرمایا کہ ایوبؑ میں تیرے لئے کوئی علامت بھی ہے
جسکو تم پہچانتی ہو؟ اسوقت رحمت نے انکو بغور دیکھا اور کہا کہ تم تو ایوبؑ ہی کی شکل کے معلوم ہوتے ہو پس
حضرت ایوبؑ ہنس دئے اور فرمایا کہ میں ہی ہوں ایوبؑ اور مجھکو میرے رب نے عافیت بخشی پس جبریل نازل
ہوئے اور انکے گرے ہوئے مکان کیطرف اشارہ کیا کہ فوراً وہ تعمیر ہوگیا اور حق تعالیٰ نے انکی اولاد بھی زندہ کردی
اور مویشی اور کھیتی کو بھی واپس فرمادیا اور ایوب علیہ السّلام نے جو مشقت و تکلیف صابر ہو کر سات برس جھیلی تھی
سب کو بھول گئے اور جب حضرت ایوب تندرست ہوگئے تو جو قسم کھائی اور بی بی رحمت کو ڈنڈا تھا اسمیں
حیران رہنے لگے اور تنگ دل ہوئے پس حضرت جبرئیل انکے پاس آئے اور فرمایا کہ اے ایوبؑ سنبل کے جڑ کی
سو لکڑیاں (یعنی سینکیں) اور انکی جھاڑو بنا کر ایک بار رحمت کے مارو کہ قسم سے سبکدوش ہو جاؤ گے چنانچہ
حضرت ایوبؑ نے یہی کیا اور قسم سے سبکدوش ہوئے" پھر لشکر ہائے شیطان کے مختلف گروہ ہیں کہ ہر گروہ
خاص خدمت پر معین ہے جو ایک گھڑی بھی اسمیں سستی نہیں کرتا اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس کے پانچ لڑکے
ہیں کہ انہیں سے ہر ایک کو اپنے کام کے ایک حصہ پر تعینات کر رکھا ہے یعنی ثبر اور اعور اور مسوط اور داسم
اور زلنبور پس ثبر تو مصائب پر تعینات ہے کہ ہائے توبہ مچانے گریبان پھاڑنے رخساروں پر طمانچے مارنے اور
جہالت کے کلمے زبان سے نکالنے کی ترغیب دیتا ہے اور اعور زنا پر تعینات ہے کہ اسکی ترغیب دیتا اور اسکو مزین

کر کے دکھاتا ہے۔ اور مبسوط جھوٹ بلوانے پر مقرر ہے۔ اور داسم مرد کیساتھ اسکے متعلقین پر داخل ہوتا اور ان میں عیب نکلواتا اور اسکے قلب میں انکا بغض پیدا کرتا ہے اور زلنبور کے سپرد بازار ہے کہ اسکی وجہ سے اہل بازار ہمیشہ ظلم اور زیادتیاں کرتے ہیں اور نماز کا شیطان خنزب کہلاتا ہے اور وضو کے شیطان کا نام ولہان ہے اور چونکہ شیطان کا لشکر انسان کو ورغلانے اور اس کو ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا کر نہیں رکھتا لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ انکے دفع کرنے اور ڈھکیلنے میں سستی نہ کرے اور انکی مدافعت اسکے بغیر ناممکن ہے کہ انکے دروازے اور دخول کے راستے معلوم ہوں اور وہ بہت ہیں سب سے بڑا دروازہ حسد اور حرص ہے کہ جب انسان کسی شئے کا حریص ہوتا ہے تو اسکی حرص اسکو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے پس اسوقت شیطان کو موقع ملتا ہے۔ اور وہ اسکو معصیتوں کے میدانوں میں گیند کی طرح بلیٹی دیتا ہے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام نے شیطان کو کشتی میں اپنے پاس پایا فرمایا کہ تو کیوں گھس آیا؟ اس نے کہا تاکہ آپکے صحابہؓ کے دلوں پر اثر کروں کہ وہ میرے ساتھ ہو جاویں اور آپکے ساتھی صرف بدن سے رہیں آپنے فرمایا نکل کشتی سے اے دشمن خدا تو مردود ہے ابلیس نے کہا پانچ چیزیں ہیں جنکے ذریعہ سے میں لوگوں کو تباہ کیا کرتا ہوں اور انمیں سے تین تمکو بتائے دیتا ہوں باقی دو نہیں بتاؤں گا پس حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ پر وحی بھیجی کہ اس سے کہو وہ دونوں بتادے اور تین کی تمکو حاجت نہیں آپنے شیطان سے فرمایا کہ وہ دونوں کیا کیا ہیں؟ اسنے کہا وہ دونوں وہ ہیں جنمیں تم دونوں مجکو جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ وہ دونوں وہ ہیں جنمیں تم مجکو خلاف فرا نہیں دیسکتے کہ ان دونوں سے میں لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہوں یعنی حرص اور حسد۔ حسد کی وجہ سے تو مجھپر لعنت ہوئی اور میں شیطان رجیم بنایا گیا اور حرص کے سبب میں نے آدمؑ سے اپنی حاجت پوری کی کیونکہ ان کے لئے بجز ایک درخت کے ساری جنت مباح کیگئی مگر وہ اس درخت سے صبر نہ کرسکے (اور حرص کے سبب ممنوع کو بھی کھالیا) اور دوسرے بڑے دروازے غصہ اور شہوت ہیں کہ غصہ کیوجہ سے عقل کمزور ہوجاتی ہے پس شیطان غصہ والے کے ساتھ اس طرح کھیلتا ہے

جیسے بچہ گیند کے ساتھ کھیلا کرتا ہے مروی ہے کہ ابلیس نے حضرت موسیٰؑ سے حق تعالیٰ کے حضور میں سفارش کرائی کہ اسکو معافی دیدیں موسیٰ علیہ السلام نے سفارش کی تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر یہ آدمؑ کی قبر ہی کو سجدہ کرے تو اسکو بتادو پس ابلیس نے غصہ ظاہر کرنیکے بعد کہا کہ واہ اسکو زندگی ہی میں سجدہ نہ کیا تو مردہ کو تو کیا ہی سجدہ کرونگا البتہ چونکہ مجھپر تمہارا حق سفارش ہے لہذا تین باتوں کے وقت مجکو یاد کیا کرو انمیں مجکو ضرور موجود پاؤگے ایک اسوقت یاد کیا کرو کہ جب غصہ آیا کرے کہ میں جریان خون کیطرح تم میں چلوں پھرونگا دوسرا اس وقت جب جنگ میں مشغول ہو کیونکہ اسوقت مین بنی آدم کو اسکی بی بی بچے اور متعلقین کو یاد دلاتا ہوں یہانتک کہ وہ جنگ سے پیٹھ موڑ لیتا ہے تیسرے جب کسی اجنبی عورت کے پاس بیٹھو اسوقت میں عورت کے لئے مرد کا اور مرد کیلئے عورت کا قاصد بنا کرتا ہوں" خازن کہتے ہیں کہ جب حضرت الیسعؑ بوڑھے ہوگئے تو آپنے فرمایا کہ میں لوگوں پر اپنی زندگی میں ایک شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو انکے کام انجام دے تاکہ دیکھلوں کیسا انجام دیگا پس لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو میری تین شرطوں کو قبول کرے میں اسکو خلیفہ بناؤں یعنی دنکو روزہ رکھے اور رات کو عبادت میں گذارے اور غصہ ہوئے بغیر مقدمات فیصل کرے پس ایک شخص اٹھا جسکو عام نظر میں حقیر سمجھتی تھیں اور کہا میں قبول کرتا ہوں پس اسدن آپنے اسکو رد کردیا اور دوسرے دن پھر وہی فرمایا سب آدمی خاموش ہوئے اور وہی شخص اٹھا اور کہا کہ میں حاضر ہوں چنانچہ آپنے اسکو اپنا جانشین بنادیا جب قیلولہ کی غرض سے یہ شخص دوپہر کو خوابگاہ میں آئے کہ بجز اسوقت کے تمام رات سوتے ہی نہ تھے تو شیطان ایک کمزور بوڑھے کی صورت بنکر آیا اور دروازہ پر دستک دی انہوں نے فرمایا کون ہے؟ اس نے جوابدیا ایک بوڑھا بڑی عمر والا ستم رسیدہ ہے انہوں نے دروازہ کھولدیا اسنے کہا کہ میرے اور میری قوم کے درمیان ایک نزاع ہے انہوں نے مجھپر ظلم کیا اور ایسا کیا غرض بات کو اتنا لمبا کیا کہ قیلولہ کا وقت جاتا رہا انہوں نے فرمایا اچھا جب شام ہو تو میرے پاس آئیو کہ تیرا حق دلواؤں وہ چلا گیا اور شام ہوئی تو انہوں نے اپنی مجلس میں چار طرف دیکھا کہ بڈھا نظر آوے مگر وہ نظر نہ آیا۔ پھر وہ اٹھے اور اسکو ڈھونڈھتے رہے مگر اس کا پتہ نہ لگا جب اگلا دن ہوا تو یہ لوگوں

کے مقدمات کرنے لگے اور اسکے منتظر رہے مگر وہ نظر نہ آیا پس جب قیلولہ کیلئے آئے اور بستر پر لیٹے تو پھر دستک ہوئی آپنے فرمایا کون ہے؟ جواب ملا کہ وہی بڈھا ستم رسیدہ ہے پس آپنے دروازہ کھولدیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ جب بیٹھوں تب میرے پاس آئیو بڈھے نے جواب دیا کہ اجی وہ لوگ بڑے خبیث ہیں جب انکو یہ معلوم ہوا کہ آپ (کچہری میں) بیٹھے ہیں تو کہنے لگے کہ ہم تیرا حق تجھے دیدینگے اور جب تم اٹھ کھڑے ہوئے تو انکار کر گئے انہوںنے فرمایا اچھا جاؤ جب میں بیٹھوں سوقت میرے پاس آئیو اور اسدن کا قیلولہ بھی ناغہ ہوا پس جب یہ آکر بیٹھے تو وہ ہر ادھر دیکھا مگر وہ نظر نہ آیا اور دکھ کے مارے پریشان ہوئے جاتے تھے۔ آخر جب تیسرا دن ہوا تو ایک عزیز سے کہا کہ کسیکو اجازت نہ دو کہ دروازے کے پاس بھی آوے تاکہ میں سو رہوں کیونکہ مجھپر نیند کا بیحد غلبہ ہے بس جب وہی وقت آیا کہ آپ سو گئے تو ابلیس پھر آیا اور دربانے اُسکو اجازت نہ دی جب اس سے عاجز آگیا تو نظر اٹھائی اور گھر میں ایک روشندان نظر پڑا لہذا اسمیں کود کر مکان کے اندر داخل ہوا اور اندر ہی سے دروازہ کھٹکھٹایا پس انکی آنکھ کھلگئی اور فرمایا کہ اے فلانے میں نے تجھکو کیا حکم دیا تھا اُسنے جواب دیا کہ میری طرف سے تو کوئی آپکے پاس آیا نہیں ہے ذرا دیکھ لیجیے کہ کدھر سے آیا پس یہ اٹھ کر دروازے پر آئے دیکھا تو وہ بند تھا جیسا کہ بند کیا تھا اور آدمی گھر کے اندر آپکے پاس موجود تھا پس اُسنے کہا کہ اہل مقدمہ تمہارے دروازے پر کھڑے ہیں اور تم سوتے ہو؟ تب آپنے اسکو غور سے دیکھا اور پہچان لیا پس فرمایا کیا دشمن خدا شیطان ہے؟ اسنے جواب دیا کہ جی ہاں میں تمسے ہار گیا اور جو کچھ میں نے کیا وہ اسلئے کیا تاکہ تمکو غصہ میں لاؤں مگر اللہ نے تمکو محفوظ رکھا۔ تب انکا نام ذو الکفل رکھا گیا۔ کیونکہ ایک امر کی کفالت کی تھی اور اسکو پورا کر دیا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ اور اسمٰعیلؑ و ادریسؑ اور ذو الکفلؑ کو یاد کرو یہ سب صابر تھے۔ اور شیطان کے بڑے دروازوں میں ایک شکم سیری ہے اگرچہ حلال و صاف کھانے سے ہو کیونکہ شکم سیری شہوتوں کو قوی بناتی ہے اور شہوتیں شیطان کے ہتھیار ہیں مروی ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ بن زکریا کو ملا تو آپنے اس پر ہر قسم کی پھانسیاں دیکھیں تو آپنے اُس سے پوچھا یہ رسیاں کیسی ہیں۔ اس نے کہا یہ شہوتیں

ہیں جنکے ذریعہ سے میں ابن آدم کو پھانستا ہوں" آپ نے فرمایا انمیں کوئی میرے لئے بھی ہے اس نے
کہا کہ ہاں اکثر تم بھی شکم سیر ہو جاتے ہو تو ہم تمکو نماز اور ذکر سے گرانبار بنا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
اور کچھ اس نے کہا اس سے زیادہ کچھ نہیں آپ نے فرمایا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی کھانے
سے پیٹ نہ بھرونگا۔ ابلیس نے کہا اور میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کسی مسلمان سے کبھی
خیر خواہی کی بات نہ کہونگا کہتے ہیں کہ شکم سیری میں چھ نقصانات ہیں اول یہ کہ قلب سے خوف خدا جاتا
رہتا ہے دوئم مخلوق پر ترس کھانا دل سے نکلجاتا ہے کیونکہ سب کو پیٹ بھرا سمجھتا ہے سوم اطاعت سے
گرانی ہونے لگتی ہے چہارم جب کوئی دانشمند کا کلمہ سنتا ہی تو دل نرم نہیں ہوتا پنجم بیماریاں لاتی ہیں"
اور ایک دروازہ اسباب خانگی و لباس و مکان کی آرایش کی محبت ہے۔ کہ شیطان جب کسی قلب پر
اس محبت کو غالب دیکھتا ہے تو اسمیں انڈے بچے دیتا اور اسطرف متوجہ کرتا رہتا ہے کہ مکان تعمیر
کرے اسکی چھتوں اور دیواروں کو سجائے اور گھر کو وسیع کرے اور اسکو ترغیب دیتا رہتا ہے کپڑوں
اور سواریوں سے مزین اور آراستہ ہونے کی اور اسمیں اسکو غلام بنائے رہتا ہے عمر بھر اور جب اسمیں ڈال
دیتا ہے تو دوبارہ اسکی طرف آنے سے مستغنی ہو جاتا ہے کیونکہ یہ چیزیں خود ہی دوسری چیزوں کیطرف بلاتی
رہتی ہیں اور وہ ہمیشہ ایک سے فارغ ہو کر دوسرے میں مشغول ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ اجل تک پہنچا دیتی
ہیں پس شیطان کے راستہ اور اتباع خواہش نفس میں مبتلا شدہ مر جاتا ہے اور اس سے انجام کے برے
ہونے اور کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے اللہ پناہ میں رکھے اور ایک بڑا دروازہ طمع ہے کہ جب
اسکا کسی قلب پر غلبہ ہوتا ہے تو جس شے کی کچھ طمع ہوتی ہے اسکی خاطر طرح طرح کی نمود اور تلبیس سے تصنع اور
زیبایش کو شیطان مستحسن کرتا رہتا ہے یہانتک کہ گویا وہی اسکا معبود بنجاتا ہے اور ہمیشہ اس
تدبیر میں لگا رہتا ہے کہ جسطرح بھی ہو اسکو راضی کر سکے اسکی محبت کا اظہار کرے اگرچہ خدا ناراض
ہو جائے مثلاً فعل حرام برا سکو قائم رکھنے کے لئے مداہنت کرتا ہے (کہ نصیحت کرنے سے ناراض ہو گیا جسیر
مال کی طمع ہے وہ نہ مل سکیگا) اور ایک بڑا دروازہ مال ہے کہ جب حاجت سے زیادہ ہوتا ہے تو شیطان
کی قیامگاہ ہوتا ہے اور جسکے پاس یہ نہیں ہوتا وہ فارغ ہوتا ہے پس اگر سو دینار ہاتھ آگئے تو قلب سے

دس خواہشیں ابھرینگی کہ ہر خواہش کو سو سو دینار کی حاجت ہوگی پس نو سو دینار کی اور ضرورت
ہوگی اور یہی سلسلہ غیر متناہی چلیگا اور ہاویہ میں جا پڑیگا جسکا بجز قعر جہنم کے کہیں منتہی نہیں" اور
ایک بڑا دروازہ بخل اور افلاس سے ڈرنا ہے کہ یہ صدقہ کرنے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے سے
روکدیتا اور جوڑنے اور جمع کرنے پر مجبور کرتا ہے پس آخرت میں دردناک سزا کا سبب ہوتا ہے۔ اور
ایک بڑا دروازہ مذہبی تعصب اور دوسرے فریق سے کینہ رکھنا اور انکو بنگاہ حقارت دیکھنا ہے اور
اسنے عابدوں و علماء کو ہلاک کردیا دوسروں کا تو کیا پوچھنا کیونکہ لوگوں پر طعن اور انکے عیوب بیان
کرنے میں مشغول ہونا طبیعت کا خلقی امر ہے پس جب شیطان یہ خیال ڈالدیتا ہے کہ یہ طعن امر حق
ہے تو اسکی حلاوت غالب آجاتی اور اسپر اس خیال سے مسرور ہوتا ہے کہ دین کے کام میں سعی کر رہا
ہے حالانکہ اتباع شیطان میں سعی کر رہا ہے اور اگر اتنی دیر اپنے نفس کی اصلاح و بہبودی میں مشغول
ہوتا تو یہ اس کیلئے مفید اور بہتر تھا اور ایک بڑا دروازہ عوام کو اور ایسے لوگوں کو جنہیں علم سے مناسبت
نہیں اللہ کی ذات و صفات اور ایسے امور میں غور و فکر پر آمادہ کرنا ہے کہ جن تک انکی عقول نہیں
پہونچ سکتیں اور یہ صورت انکو گمراہ بنانے والی ہے کیونکہ اسکی وجہ سے انکو دین کے اصول میں
شکوک پیدا ہوجاتے ہیں اور اکثر حق تعالی کیمتعلق ایسے خیال قائم کرلیتے ہیں جن سے وہ منزہ
ہے پس کافر اور مبتدع بنجاتے ہیں اور اس پر مسرور و شاداں ہوتے ہیں" ایک بڑا دروازہ
مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی رکھنا ہے کہ جن سے محض گمان پر دوسرے شخص کے بد ہونے
کا فیصلہ کرلیا۔ اور اسکو شیطان آمادہ کرتا ہے کہ اسے حقیر سمجھے اور اسکے حقوق انجام نہ دے اور
اسکے اکرام میں سستی کرے اور اسکی آبرو میں زبان درازی سے کام لے اور یہ ساری باتیں ہلاک
کرنیوالی ہیں تو ان کو اور ان جیسے دوسرے دروازوں کو جس شخص نے شیطان پر مسدود کردیا
اور پھر اللہ کی راہ میں جد و جہد کی تو شیطان اس سے دفع ہوجائیگا اور جس نے محض یاد خداوندی
سے شیطان کے دفع ہوجانیکی توقع رکھی اور شیطان کے دروازوں کو مسدود نہ کیا تو اسکی مثال
ایسی ہے جیسے مادہ دور کرنیسے قبل دوا پے کہ معدہ تو غلیظ مادہ سے لبریز ہے اور توقع رکھتا ہے کہ ایسا

نفع ہو جیسا جس نے پرہیز کرنے اور مسہل سے معدہ کو خالی کرنے کے بعد دوا پی ہے
معلوم ہوا کہ شیطان انسان کے بدن میں جہاں جہاں خون دوڑتا ہے
وہاں یہ بھی چلتا پھرتا ہے۔ اور انسان کے نفس شریر سے ملکر اُس کی محبوب اور
من بھاتی باتیں پوچھ کر بہکا کر ایسے گھاٹ لگاتا ہے جس کے متعلق خیال ہوتا ہے
کہ اس میں فائدہ ہے۔ پھر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور آپ الگ ہو کر خوش
ہوتا ہے اور اس پر ہنستا ہے۔ پس وہ آدمی کو چوری اور زنا اور خون کر دینیکا حکم دیتا ہے
پھر ظاہر کر دیتا ہے۔ اور رسوا کرتا ہے جیسے کہ اُس راہب کے ساتھ کیا تھا جس نے ایک
عورت سے زنا کیا پھر جب اُس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اسکو اور اُسکے بچہ کو قتل کر ڈالنے کی زاہد
کو صلاح دی عورت کے گھر والوں کو بتا دیا اور اس کا سب حال کھولدیا پھر جب ان لوگوں نے
اُسکو سولی دینا چاہا تو اپنے سجدہ کرنیکا حکم دیا کہ میں بچا لونگا پس جب اُس نے سجدہ کیا تو اسکو چھوڑ کر
بھاگ گیا اور اسی قصہ کے بارے میں یہ قول الٰہی اترا ہے کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ
فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ ترجمہ جیسے کہاوت شیطان کی
جب کہا انسان کو کہ کافر ہو جا جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا میں بری ہوں تجھسے میں ڈرتا ہوں
اللہ سے جو رب ہے سارے جہان کا" اور یہ مکر اسی شخص کیساتھ خاص نہیں ہے جسکا یہ قصہ
بیان ہوا بلکہ ہر اُس شخص کو عام ہے جو شیطان کے کفر اور گناہ کرنیکے حکم کو اس لئے مانتا ہے
کہ وہ اُسکی مدد کرے گا اور اس کی حاجت پوری کریگا پھر اس سے الگ ہو جائیگا اور اسی کے
حوالہ کر دیگا جیسا کہ اپنے سارے دوستوں سے قیامت کے دن برائت کریگا۔ اور یہ کہیگا
اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ۔ ترجمہ میں انکار کرتا ہوں اس کا جو تمنے مجھکو شریک
ٹھیرایا تھا" پس بیشک وہ اپنے دوستوں کو دنیا میں تو کسی گھاٹ لگا دیتا ہے پھر ان سے
قیامت کے دن الگ ہو جائیگا پس اس بنا پر عاقل کو لازم ہے کہ اپنے دل سے اسکے وسوسے
کے دور کرنیکی کوشش کرے اسلئے کہ انسان پر اسکا غلبہ قہر اور مجبور کر کے نہیں ہے بلکہ

اس کا غلبہ گناہوں کے آراستہ کرکے دکھلانے اور بہکانے سے ہے جیسا کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابلیس زینت دینے کو پیدا ہوا ہے۔ اور گمراہ کرنیکا کچھ اختیار اس کو نہیں ہے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا کہ شیطان بنی آدم پر اسطرح مسلط نہیں کہ انکو معصیت کا حکم کرے اور اسپر مجبور کردے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسکے شر سے کوئی نہ بچتا بلکہ اس کا یہ حال ہے کہ انکے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور معصیت کو انکی نظروں میں اچھا بنا کر دکھاتا ہے اور اس سے زیادہ اسکے اختیار میں کچھ نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے نقل کیا ہے کہ وہ قیامت کے دن دوزخیوں سے کہیگا وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ج فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ ط ترجمہ اور نہ تھا مجھکو تمپر کچھ غلبہ مگر اتنا کہ میں نے تمکو بلایا پس تمنے مان لیا پس نہ ملامت کرو مجھکو اور ملامت کرو اپنے آپ کو" یعنی باطل کیطرف تمکو میرا بلانا کچھ بطور قہر اور جبر کے نہ تھا اور نہ کسی حجت اور دلیل سے تھا جو میری سچائی پر دلالت کرتی ہو بلکہ صرف زینت اور آرائش دینے سے تھا پس تمنے میرا کہنا اپنی ہوا وہوس اور غرضوں کے موافق ہونے کی وجہ سے مانا اور اپنے پروردگار کا کہنا نہ مانا جس نے حق کیطرف تمہیں اسطرح بلایا کہ وہ بلانا حجتوں اور دلائل کیساتھ تھا کیونکہ وہ بلانا تمہاری خواہشوں اور غرضوں کے موافق نہ تھا۔ پس چونکہ شیطان جب آدم نبی علیہ السلام کو سجدہ کرنیسے باز رہا اور مقرب ملائک کی جماعت سے یا جنت سے نکال دیا گیا اور اس نے درخواست کی کہ اسدن تک جس میں آدم نبی علیہ السلام اور ان کی اولاد جزا کیلئے اٹھائے جائینگے مہلت دیجائے تو اس کو اس وقت معلوم کے دن تک مہلت ملی اور وہ پہلے نفخہ کا وقت ہے کہ جس کی نسبت اللہ جانتا ہے کہ جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اسوقت بیہوش ہوجائیں گے مگر جن کو اللہ چاہے تو شیطان نے کہا قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ہ ترجمہ اے رب اس وجہ سے کہ تو نے مجھکو راہ سے کھویا میں ان کو بہار دکھاؤنگا زمین میں

اور بہکاؤں گا ان سب کو جو تیرے بندے اس میں سے چُنے ہوئے ہیں اور اُس نے ان
بندوں کو الگ کر دیا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور عبادت کے لیے چن لیا ہے
اور اُن کو اُس کے بہکانے کے اثر سے پاک رکھا ہے پس جب ان کا طریقہ اللہ تعالیٰ
کو پسند تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ
عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ۝ ترجمہ یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی
جو میرے بندے ہیں تجھکو اُن پر قابو نہیں مگر وہی جو تیری راہ چلا بہکنے والوں میں سے"
پس اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں خبر دیدی ہے کہ اُس کے وہ بندے جن کو اس نے
اپنی اطاعت اور عبادت کے لیے چن لیا ہے اُن پر دشمنِ خدا کا کچھ قابو نہیں ہے بلکہ
اُس کا قابو اُن ہی لوگوں پر ہے جو گمراہ اُس کے تابع ہیں اور دوسری آیت میں
خبر دی ہے کہ اُس کے مومن اور متوکل بندوں پر اُس کا کچھ قابو نہیں ہے پس فرمایا
اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝ ترجمہ بیشک نہیں ہے اُسکا کچھ قابو اُن پر
جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اُس کا قابو اُنہی پر ہے جو اُسکو رفیق سمجھتے ہیں
اور وہ لوگ جو اُس کو شریک ٹھیراتے ہیں" اور یہ آیت دو باتوں کی شامل ہے ایک تو
ایمان والوں پر اُسکے قابو ہونے کی نفی کرنا اور اُن لوگوں پر جو لوگ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ
کے سپرد کرتے ہیں جو کرتے ہیں یا جو چھوڑتے ہیں پس اُسکا وسوسہ اِن لوگوں میں اثر نہیں کرتا
ہے اور اُسکا بلانا انکے پاس مقبول نہیں ہوتا ہے اور دوسرے مشرکوں پر اسکے قابو ہونیکو
ثابت کرنا۔ اور ان لوگوں پر جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اور اُسکے وسوسہ کی
اطاعت کرتے ہیں اور اس کے بلانے کو مانتے ہیں۔ اور اُن پر قابو ہونے سے مراد
وسوسہ اور ایسا بلانا ہے جس کو وہ مان ہی لیں۔ قہر اور مجبور کر کے مسلط ہونا مراد نہیں ہے
کیونکہ ایسا تسلط تو کسی پر نہیں ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول شیطان کی طرف سے بطور حکایت

گذر چکا ہے وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ - ترجمہ اور مجھکو تم پر کچھ حکومت نہ تھی۔ مگر اتنی کہ میں نے تمکو بلایا پس تم نے میرا کہا مان لیا۔ اور چونکہ دشمن خدا جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں پر مجکو قابو نہ دیگا۔ اس لئے کہا فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ ترجمہ قسم ہے تیری عزت کی میں ان سب کو گمراہ کرونگا مگر ان میں سے تیرے مقبول بندوں کو۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی ہے کہ جب دشمن خدا ابلیس اس قول الٰہی سے جھڑکا گیا وَمَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۔ ترجمہ اور تجھکو کس نے منع کیا سجدہ سے جب میں نے تجھکو حکم دیا تو بولا اس وجہ سے کہ تو نے مجھکو گمراہ کیا البتہ ضرور بیٹھونگا انکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر آؤنگا ان کے پاس انکے آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور نہ پائیگا تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار۔ اور اس کے وسوسہ ڈالنے اور آرایش کرنکی ایسی مثال ہے کہ جتنا اسے ممکن ہوگا اور وہ قادر ہوگا کریگا اسلئے کہ کوئی خیر کا راستہ نہیں ہے مگر شیطان اس پر بیٹھا ہوا ہے کہ طرح طرح کے مکر اور فریب سے چلنے والے کی راہ مارتا ہے کیونکہ وہ انسان کے نفس پر غور کیا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دو قوتوں میں سے اسپر کونسی قوت غالب ہے آیا پیشقدمی کی قوت یا باز رہنے کی قوت پس اگر دیکھتا ہے کہ اسپر باز رہنے کی قوت غالب ہے تو اسکے سست کرنے اور ارادہ ضعیف کر دینے میں لگجاتا ہے اور وہ عمل اسپر دشوار کر دیتا ہے اور ترک کر دینے کو آسان بتلاتا ہے یہانتک کہ وہ اسکو سراسر چھوڑ دیتا ہے یا اسمیں کوتاہی کرتا ہے اس میں سستی کرتا ہے۔ اور اگر دیکھتا ہے کہ اس پر قوت عمل غالب ہے تو مامور بہ کو اسکی نظر میں گھٹانا شروع کرتا ہے اور وہم ڈالتا ہے کہ یہ مجکو کافی نہ ہوگا بلکہ مبالغہ اور زیادہ کرنیکی ضرورت ہے اور اول میں کوتاہی کرتا ہے اور دوسرے میں بڑھ جاتا ہے اور کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا

جو علم ہے اسمیں شیطان نے میدانوں میں رہزنی کی ہے ایک تو کوتاہی اور تقصیر کا میدان اور ایک زیادتی اور حد سے بڑھ جانیکا میدان اور ان میں سے اس راستہ پر قائم رہنے والے کہ جسپر رسول اللہ علیہ السلام اور آپکے اصحاب تھے بہت ہی کم ہیں اسلئے کہ بعضے انمیں سے ایسے شخص ہیں کہ مسجدیں اور مدرسے اور خانقاہیں ان مالوں سے بناتے ہیں جو بذریعہ ظلم چھین جھپٹ اور رشوت اور بیجا طریقوں سے جمع کئے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم اسکے بدلے میں اللہ کی طرف سے مغفرت اور بڑے ثواب کے مستحق ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ اسکے جمع کرنے اور خرچ کرنے میں غضبِ الٰہی کے سامنے آئے ہیں اس واسطے کہ اُنپر اسطرح مال جمع کرنیسے باز رہنا واجب تھا پس جب انہوں نے اس وجہ سے جمع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی تو اب توبہ اور خدا کیطرف رجوع کرنا اگر ممکن ہو تو اُس مال کا اُسکے مالکوں کو پھیر دینا واجب تھا۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کے وارثوں کو اگر ملجائیں ورنہ اس مال کو فقیروں کو اس نیتسے بانٹ دینا واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں امانت رہے اب انہوں نے چونکہ فقیروں کو تقسیم نہیں کیا اس لئے ان کے ذمہ باقی رہا اور قیامت کے دن انکے اعمال میں سے لیا جائیگا۔ اور بعضے انمیں سے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہیں اور زبان سے ہر روز سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ سو سو مرتبہ پڑھتے ہیں پھر ہمیشہ لوگوں کی غیبت کیا کرتے ہیں اور گالیاں دیا کرتے ہیں اور ان کی بے آبروئی کیا کرتے ہیں اور دن بھر بے انتہا اور بیشمار ایسی باتیں بکا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اپنے نفس کا حساب نہ لینے اور اپنے گناہوں کی خبر گیری نہ کرنیکی وجہ سے یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہماری نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہیں اور ان کی نگاہ اپنی تسبیح اور تہلیل کی گنتی پر ہوتی ہے اور اپنی بیہودہ گپ کو بھولے رہتے ہیں کہ اگر وہ لکھی جائے تو انکی تسبیح اور تہلیل سے سوگنی بلکہ ہزار گنی ہوجائے اور بیشک کراماً کاتبین نے اسکو لکھ رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کلمہ پر سزا کا وعدہ کرچکا ہے چنانچہ فرمایا ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ ترجمہ نہیں بولتا کوئی بات مگر اس کے پاس ایک نگہبان ہے مقرر کیا ہوا۔

پس وہ شخص ہمیشہ تسبیحات اور تہلیلات کے فضائل تو سوچا کرتا ہے، اور اس بات کو خیال نہیں کرتا جو غیبت کرنے والوں اور چغلخوروں اور جھوٹوں وغیرہ اور اُن لوگوں کی سزا کے بارہ میں آیا ہے جو زبان کی آفتوں سے نہیں بچتے، اور خدا کی قسم اگر کراماً کاتبین اس سے اُس واہیات گپ کی جو اس کی تسبیح اور تہلیل سے ہزار گونہ زیادہ ہے جسے وہ لکھتے رہتے ہیں، مزدوری مانگتے تو بیشک اپنی زبان روک لیتا، اور اُس کو اپنا ضروری کام سمجھتا اور جو بول چکا ہے اُس کو اپنی لغزش شمار کرتا اور اپنی تسبیحات سے اُس کو موازنہ کرتا کہ لکھنے کی مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے۔ پس بڑا تعجب ہے اُس شخص سے جو اپنا حساب کرے اور مزدوری میں ایک کوڑی کے چلے جانے کے خوف سے تو احتیاط کرے، اور آخرت میں فردوس اعلیٰ اور جنت الماویٰ کے جاتے رہنے کے خوف سے احتیاط نہ کرے اور یہ غفلت تو سمجھدار کے لئے بڑی مصیبت ہے، اور ہم ایسی بلاؤں میں پڑ گئے ہیں کہ اگر اس میں شک کریں تو کافر ہوئے جاتے ہیں اور اگر اس کی تصدیق کریں تو جاہل مغرور بنتے ہیں اور یہ کام اُس شخص کا نہیں ہو سکتا جو احکامِ قرآن اور رسولِ ربّ العالمین کی تصدیق کرتا ہے۔

اور اسی طرح وسوسہ اور خیالات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت کو معاف کیا ہے جو اُن کے دلوں میں خیالات آئیں جب تک اُن پر عمل نہ ہو یا زبان پر نہ لائے جائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو وہ خیالات معاف کر دیئے ہیں، جو دل میں بُرے خیالات اور نفسانی منصوبے گذرتے ہیں کیونکہ دل میں جو نکمّے اور بُرے خیالات آئیں اُن کو وسوسہ کہتے ہیں اور جو اچھے عمدہ خیالات دل میں آئیں اُن کو الہام کہتے ہیں۔ پھر وسوسہ غیر اختیاری ہے یا اختیاری۔ پس غیر اختیاری تو وہ خیالات ہیں جو دل میں بے اختیار آجاتے ہیں، اور یہ وساوس تمام اُمتوں کو معاف ہیں، اس واسطے کہ یہ حدِّ قدرت سے باہر ہیں اور اختیاری

وہ خیالات ہیں جو دل میں آتے ہیں، اور طبیعت اُن کو کھینچ لاتی ہے، اور نفس اُس کے پیچھے لگا رہتا ہے اور بار بار اُن کو لاتا ہے اور اُن سے لذّت لیتا ہے پھر اُس پر عمل یا بیان کی رغبت کرتا ہے، اور یہ وہ قسم ہے جو اسی اُمّت کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے معاف ہے نہ اور اُمّتوں کو۔ اور رہے فاسد عقیدے اور بُری عادتیں اور دیگر قلبی اعمال جو اسی کے مشابہ ہیں تو یہ امور وسوسۂ دلی میں داخل ہونے سے الگ ہیں، بلکہ یہ اُن اعمال قلوب میں سے ہیں جن پر انسان سے مواخذہ ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ جو بات دل میں آتی ہے اُس کے پانچ درجہ ہیں۔ پہلا ہاجس ہے اور وہ یہ ہے جو خیال اوّل اوّل دل میں آتا ہے۔ دوسرا خاطر اور یہ پیدا شدہ خیال کا جاری ہونا ہے۔ تیسرا حدیث النفس اور یہ پیدا شدہ خیال میں تردد کا ہونا ہے کہ کروں یا نہیں۔ چوتھا ہم اور یہ کرنے کی جانب کو غالب کرنے کا نام ہے۔ پانچواں عزم اور یہ کرنے کا پکّا ارادہ اور پورا قصد کرنا ہے، اور یہ خیالات اگر گناہوں کے ہوں تو اُس میں تفصیل ہے، مگر ہاجس پر تو بالاتفاق کسی سے مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ بندہ کا فعل نہیں یہ تو ایسی بات ہے کہ خود بخود آگئی ہے نہ اُس کے دفع پر قدرت ہے اور نہ اُس کے روک دینے کی، اور خاطر جو ہاجس کے بعد ہے تو اس کے دفع کرنے پر آدمی کو قدرت ہے کہ ہاجس کو آتے ہی دفع کر دے، لیکن پھر بھی یہ اور اُس کے بعد والا یعنی حدیث النفس اس اُمّت کو سب معاف ہیں اُس حدیث صحیح کی رو سے جو اس اُمت سے حدیث النفس کے معاف ہونے کے بارہ میں آئی ہے اور وہ نبی علیہ السّلام کا یہ ارشاد عفی عن امتی ما حدثت بہ نفوسہم میری اُمت کو معاف کر دیا گیا ہے جو اُن کے نفس خیالات پکائیں۔ پس جب حدیث النفس معاف ہوا تو اس سے پہلے کے دو درجہ بطریق اولیٰ معاف ہوں گے، اور یہ تینوں اگر نیکیوں میں ہوں تو قصد نہ ہونیکی وجہ سے اُن کا کچھ ثواب نہیں لکھا جاتا، اور رہا

ہم سو حدیث صحیح میں بیان ہو چکا ہے کہ نیکی کے ہم کا ثواب ہوتا ہے اگرچہ سبب کسی مانع کے نہ کی جائے اور برائی کے ہم کا گناہ نہیں لکھا جاتا بلکہ ملتوی رہتا ہے پس اگر بندہ اُس کو اللہ کے واسطے ترک کر دے تو اُس کی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر کر گذرا تو صرف عمل کا گناہ لکھا جاتا ہے ہم کا نہیں کیونکہ ہم اس اُمت کو معاف ہے، اور رہا برائی کا عزم سو بعضے علمار نے اس کو اگرچہ ہم میں داخل کیا ہے معاف ہے۔ مگر محققین اس پر ہیں کہ بندہ سے اس پر مواخذہ ہوگا، لیکن اگر اپنے عزم پر نادم ہوا اور اللہ کے خوف سے وہ کام نہ کیا تو اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ کیونکہ گناہ کا عزم اگرچہ گناہ ہے لیکن اُس سے باز رہنا بھی نیک عمل ہے۔ لہذا ایک نیکی لکھی جاتی ہے، لیکن جس صورت میں کہ وہ کام کسی مانع کے سبب سے نہ ہونے پایا یا کسی عذر کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا اللہ تعالےٰ کے خوف سے نہیں تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے، کیونکہ عزم قلبی افعال میں سے ایک اختیاری فعل ہے۔ لہذا اس پر گرفت ہوگی، اس لئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یحشر الناس علی نیاتھم لوگوں کا حشر اپنی اپنی نیتوں پر ہوگا، اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص رات کو یہ عزم کرے کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلمان کو قتل کروں گا یا کسی عورت سے زنا کروں گا یا شراب پیونگا یا اس کے علاوہ اور کوئی گناہ کروں گا۔ پس وہ اُسی شب میں مرگیا تو گناہ پر اڑا ہوا گنہگار مریگا، اور اپنی نیت پر اُٹھیگا باوجودیکہ اُس سے صرف معصیت کا عزم ہی واقع ہوا ہے نہ اُس کا فعل اور وہ دلیل جو اُس پر دلالت کرتی ہے۔ یہ روایت ہے، کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر مقابل ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو بھلا قاتل ہے اُس مقتول نے کیا کیا، فرمایا اس لئے کہ یہ بھی اپنے یار کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا، اور یہ اس بات کی تصریح ہے کہ مقتول صرف ارادہ سے جہنمی ہوا باوجودیکہ وہ مظلوم قتل ہوا ہے، پھر بھلا کیونکر بندہ سے نیت کا مواخذہ نہ ہوگا، اور عزم اور ہر اُس بات پر جو آدمی کے اختیار میں داخل ہے

اُس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ ہاں اگر نیک کام سے اُس کا کفارہ کرے تو خیر اور ندامت سے عزم کا توڑ دینا بھی نیک کام ہے۔ اسی لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ رہا کسی مانع سے مراد کا فوت ہو جانا تو یہ حسنہ نہیں ہے پس اسی واسطے ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ لہذا اُس کا مواخذہ ہوگا تو بھلا کیونکر اعمال قلوب پر بندہ کی پکڑ دھکڑ نہ ہو۔ حالانکہ کبر اور خود پسندی اور ریا اور حسد اور نفاق اور سارے بُرے قلبی اعمال قلوب ہی سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۔ ترجمہ بیشک کان اور آنکھ اور دل اِن سب سے اِس کی پوچھ ہوگی" پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا کہ بندے سے ہر ہر عضو کے بارے میں جو جو کام اُس کے اختیار میں داخل ہیں پرسش ہوگی۔ مثلاً اگر نامحرم عورت پر بے اختیار نگاہ پڑ گئی تو اُس نگاہ کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ پھر اگر اُس پر دوبارہ نظر دوڑائی تو اُس دوسری نظر کا مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں اختیار تھا ایسے ہی دل کے خیالات بھی اسی حکم میں ہیں بلکہ دل بدرجہ اولیٰ گرفت کے قابل ہے کیونکہ یہی اصل ہے۔ اس لئے کہ جب کہ دل کسی بات کا حکم کرے اور اُس میں خطاوار ہو تو اُس کا بدلہ پائیگا۔ اگر نیک ہے تو نیک اور اگر بد ہے تو بد۔ جیسے کسی نے گمان کیا کہ میں باوضو ہوں اور جاکر جمعہ پڑھا پھر یاد آیا کہ باوضو نہیں تھا تو بھی اپنے فعل کا ثواب پائے گا اور اگر جمعہ کو ترک کر دیا پھر یاد آیا تو اُس ترک پر عقاب ہوگا۔ یہ سب کچھ دل ہی کے اعتبار سے تو ہے نہ اعضاء کے لحاظ سے۔ کیونکہ وسوسہ تو اس وقت تک اس اُمت کو معاف ہے جب تک عزم کے مرتبہ کو نہ پہنچے۔ لیکن جب اس درجہ تک پہنچ جائے تو پھر معاف نہیں بلکہ اس پر بندہ کی گرفت ہوگی۔ لہذا اُس کو ندامت اور استغفار سے توڑ دینا بندے کو لازم ہے تاکہ نیکی بجائے لیکن جاننا چاہیئے کہ وسوسہ بعض وقت ابلیس کے فریب دینے سے ہوتا ہے کیونکہ شیطان کبھی انسان کو دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے اور تمام عمر خواہشوں کے ترک پر صبر کرنا سخت عذاب ہے۔ پھر بھلا لذتیں اور خواہشیں کیسے چھوڑی جائیں

لہذا ایسے وقت آدمی کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ثواب اور سخت عذاب اور اُس کے وعدے اور وعید یاد کرے اور اپنے ایمان اور یقین کو تازہ کرے اور کہے ہاں بیشک صبر کرنا خواہشوں سے سخت ہے لیکن آگ پر صبر کرنا اور بھی سخت ہو۔ لہذا اس میں سے کم کو اختیار کرنا ضروری ہے پس جب آدمی یہ بات یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا اور بھاگ جاتا ہے کیونکہ اس کی قدرت نہیں کہ کہے آگ پر صبر کرنا معصیت پر صبر کرنے سے زیادہ سخت نہیں ہے اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ معصیت دوزخ تک نہ پہنچا ئیگی اسواسطے کہ آدمی کا ایمان اُس کو دفع کر دیتا ہے، اور نور ایمان سے اسکا وسوسہ جاتا رہتا ہے کیونکہ جب آدمی کا ایمان حقیقی ہوتا ہے صرف زبانی نہیں بلکہ دلی یقینی ہوتا ہی تو اپنے دل سے شیطانی وسوسہ دور کر دیتا ہے، اور اُس کو اس قول الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا دشمن جانتا ہے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ترجمہ تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے پس بنائے رہو اُس کو اپنا دشمن"۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہے، اور یہ اُن کو حکم دیا کہ وہ اُس کو اپنا دشمن سمجھتے رہیں۔ کیونکہ وہ اُن کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اپنے ساتھ اُن کو دوزخ میں کھینچ لے جائے۔ پس اس بیان کے موافق سمجھدار کو چاہیئے کہ اپنا دشمن پہچان لے، اور اس کا وسوسہ دفع کرنیکی کوشش کرے اور اُس کا وسوسہ ہوا و ہوس کی مخالفت کے بغیر دفع نہیں ہوتا۔ پس جو شخص اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکیگا وہ اللہ کے اُن بندوں میں سے ہو جائیگا جن پر شیطان قابو نہیں پاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ شیطان اُن پر قابو نہیں پاتا جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اور اُن ہی پر غلبہ پاتا ہے جو اللہ کے بندے نہیں ہیں۔ پس جو شخص اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں ہے بلکہ خواہش کا بندہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ترجمہ۔ بھلا دیکھا تو نے اُس کو جس نے

بنایا اپنی خواہش کو اپنا معبود" اُس کی خواہش کے معبود اور خدا ہونے کا بھی اشارہ
کیا اور یہ بھی کہ وہ خواہش کا بندہ ہے اللہ کا بندہ نہیں۔ پس جو شخص اللہ کا بندہ نہیں
بلکہ خواہش کا بندہ ہے اُس پر شیطان بوسیلہ خواہش نفس جس سے مختلف شہوتیں پیدا
ہوتی ہیں قابو پالیتا ہے پس جیسے کہ شہوتیں انسان کے گوشت پوست اور خون میں پھیلی ہوئی
ہیں ایسے ہی شیطان کی سلطنت آدمی کے گوشت اور خون کے اندر گھسی ہوئی ہے، اور
ہر طرف سے اُس کو گھیرے ہوئے ہے، اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شیطان آدمی
میں خون کی طرح پھرتا ہے لہذا تم اُس کا راستہ بھوک سے بند کرو اور نبی علیہ السلام نے شیطان کا
راستہ بھوک سے بند کرنے کو اس لئے فرمایا کہ شیطان کا قابو انسان پر نہیں ہوتا مگر شہوت کے
ذریعہ سے اور شہوت بھوک سے ٹوٹ جاتی ہے لہذا جو شخص چاہے کہ شیطان کے غلبہ سے
سلامت رہے وہ روزے رکھنا اپنے اوپر لازم کرلے تاکہ شیطان کے غلبہ سے بچا رہے
کیونکہ جو شخص شہوت کے پیچھے پڑا رہتا ہے جو ہوا کی ایک شاخ ہے تو اُس پر بوسیلہ ہوا
شیطان قابو پا جاتا ہے، کیونکہ ہوا وہوس شیطان کی چراگاہ ہے اور چونکہ کوئی شخص شہوت
سے جو کہ ہوا وہوس کی شاخ ہے خالی نہیں ہے لہذا ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا جس میں
شیطان کا قابو نہ ہو اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا ہے جو ابن مسعودؓ نے
روایت کی ہے کہ تم میں سے کوئی نہیں مگر اُس کا ایک شیطان ضرور ہے۔ لوگوں نے
عرض کیا اور آپ یا رسول اللہ، فرمایا اور میں بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس پر میری مدد کی کہ
وہ مسلمان ہو گیا پس وہ سوائے خیر کے کچھ نہیں بتلاتا۔ اس کی تفصیل جیسا کہ امام غزالیؒ
نے احیاء میں ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ شیطان انسان میں بلا وسیلہ شہوت تصرف
نہیں کرتا پس جس کی اللہ تعالےٰ نے شہوت توڑنے پر مدد کی یہاں تک کہ ایسا بن گیا
کہ اُسی طرف متوجہ ہو جہاں مناسب ہے اور اُسی حد تک جتنا مناسب ہے تو اُس کی شہوت
بُرائی کی طرف نہیں بُلاتی اور شیطان جو شہوت کا لباس پہنے ہوئے ہے سوائے خیر کے

کچھ حکم نہیں کرتا۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطان کا آدمی سے جدا ہونا ممکن نہیں، اور آپس میں ایک کی دوسرے سے شناخت بس اُس کی موافقت کرنے یا اُس کی مخالفت کرنے سے ہوتی ہے۔ پس جس پر شہوت کی خواہشیں غالب ہیں اُس میں شیطان کو راستہ مل جاتا ہے پس وہ اُس پر غلبہ کر لیتا ہے، اور اسی لئے کہ انسان کو شہوات نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ ابلیس نے کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ ترجمہ۔ میں ضرور بیٹھوں گا اُن کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر آؤں گا ان کے پاس اُن کے آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے، اور نہ پائیگا تو اُن میں سے بہتیروں کو شکر گذار۔ چنانچہ شیطان انسان کے پاس ہر ایک طرف سے طرح طرح کے مکر لاتا ہے اور وہ کام اُس کو مرغوب کرا دیتا ہے جو اُس کو مضر ہو، یہاں تک کہ اُسے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ اُس کو مفید ہے اور وہ کام ناپسند کرا دیتا ہے جو اُس کو نافع ہو یہاں تک کہ اُسے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ اُس کو مضر ہے اور اسی طریقہ سے اُس نے بہتیرے لوگوں کو دھوکا دیا، یہاں تک کہ اُن لوگوں کو مختلف کھیلوں اور طرح طرح کے خیالات میں ڈال دیا اور اُن کو کفر اور گمراہی تک پہونچا دیا اور اُن کو گناہ اور وبال میں ڈالا اور اس پر بھی باوجود کفر اور بدکاری اور گناہوں کے اُن سے جنّت کی کامیابی کا وعدہ کرتا ہے اور مومنوں کو اپنے لشکر اور دوستوں سے ڈراتا ہے یہاں تک کہ وہ اُن پر جہاد نہیں کرتے اور نہ اُن کو بھلی بات کا حکم کرتے ہیں اور ایمانداروں کے لئے یہ اُس کا بہت بڑا فریب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دیدی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاۗءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ترجمہ "یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کو دھمکاتا ہے سو تم اُس سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اگر ہو تم ایماندار"

اور تمام مفسرین کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان تم کو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے
سو تم اُن سے مت ڈرو۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ شیطان اُن کو تمہارے دلوں میں بڑا کر کے دکھاتا ہے
اور اسی واسطے کہا ہے پس تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اگر ہو تم ایماندار کیونکہ
ایماندار کا ایمان جتنا قوی ہوگا اتنا ہی شیطان کے رفیقوں کا خوف جاتا رہیگا پس نیک
باتوں کا حکم کیا کریگا اور بُری باتوں سے منع کرتا رہے گا اور جتنا ضعیف ہوگا اُتنا ہی شیطان
کے دوستوں کا خوف زیادہ ہوگا پس نیک باتوں کا حکم نہ کریگا نہ بُری باتوں سے روکیگا
اور ایک یہ بھی اُس کا مکر ہے کہ ایسے لوگوں کو فریب دیتا ہے جنہوں نے شرعی علمی اور عملی علوم
خوب سیکھے ہیں یہانتک کہ اسی میں مشغول رہتے ہیں اور غور کیا کرتے ہیں، لیکن وہ لوگ
اعضاء کی خبرگیری نہیں کرتے اور اُن کی معاصی سے حفاظت نہیں کرتے اور اُن کو
عبادت میں نہیں لگاتے، اور یوں سمجھتے ہیں کہ علم کے ذریعہ سے اللہ کے یہاں ایسے مرتبہ
کو پہنچ گئے ہیں کہ عذاب نہ دیئے جائیں گے، اور نہ گناہوں کی پرسش ہوگی بلکہ مخلوق کے
حق میں ان کی شفاعت مقبول ہوگی۔ پس یہ لوگ اگر غور کریں تو جان لیں کہ علم دو قسم کے ہیں
ایک علم معاملہ اور دوسرا علم مکاشفہ۔ پس علم معاملہ حلال اور حرام کا پہچاننا اور اچھے اور بُرے
اخلاق کا پہچاننا ہے، اور یہ وہ علوم ہیں جن سے صرف عمل مقصود ہے اور اگر عمل کی
ضرورت نہ ہوتی تو یہ علوم بیکار ہوتے۔ پس جو علم عمل کے لئے مقصود ہو بدون عمل کے
اُس کی کچھ قدر نہیں۔ پس جس نے عبادات کا علم خوب سیکھا اور خود عمل نہ کیا اور گناہوں
کا علم خوب حاصل کیا، اور خود اُن سے باز نہ رہا اور نیک اخلاق کا علم سیکھا اور اپنے آپ کو
اُن سے آراستہ نہ کیا اور بُرے اخلاق کا علم یاد کیا اور اپنے آپ کو اُن سے پاک نہ رکھا
تو وہ شیطان کے فریب میں پھنسا ہوا ہے اس لئے کہ شیطان اُس سے اس طرح کہتا ہے
کہ تیری غرض تو قرب الٰہی اور ثواب حاصل کرنا ہے اور علم تجھ کو اللہ کے نزدیک کر دیتا اور
ثواب تک پہنچا دیتا ہے، اور اُس کی سند میں آیتیں اور حدیثیں جو علم کی فضیلت میں

آئی ہیں سُنا دیتا ہے پس جو شخص ہویٰ کا بندہ ہے وہ اس کو اپنی مرضی کے موافق پاتا ہے۔ پس اُس کی دلجمعی ہو جاتی ہے اور عمل چھوڑ دیتا ہے، اور جو شخص پرہیزگار ہوتا ہے وہ شیطان سے کہدیتا ہے کہ تو مجھے وہ باتیں تو یاد دلاتا ہے جو علم کی فضیلت میں آئی ہیں اور وہ باتیں نہیں یاد دلاتا جو عمل نہ کرنے والے علمار کے حق میں آئی ہیں کیونکہ جس نے علم کی فضیلت بتائی ہے اُسی نے بُرے علمار کا عذاب بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ ترجمہ مثال اُن لوگوں کی جن پر توریت لادی گئی پھر اُنہوں نے نہ اُٹھایا کہ جیسے گدھا کتابیں لائے ہوئے ہے، اور دوسری آیت میں فرماتا ہے فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اُس کی مثال کُتّے کی سی ہے، اور کُتّے اور گدھے کے ساتھ مثال دینے سے اور کیا ذلّت ہوگی اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اُس عالم کو ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم سے نفع نہ دیا ہو۔ اور ایک حدیث میں نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص علم میں بڑھ گیا اور ہدایت میں نہ بڑھا تو اللہ سے نہیں بڑھا مگر دوری میں۔" اور ایسی ایسی بے شمار سختیاں عالم بے عمل کے حق میں آنے کے بعد کیونکر سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ نیک راہ پر ہے باوجودیکہ اس پر حجّتِ الٰہی اچھی طرح قائم ہے۔ رہا علم مکاشفہ سو وہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات اور اُس کے ناموں کا علم ہے سو جس نے اس علم کو حاصل کیا پھر اُس پر عمل نہ کیا اور حکم الٰہی کو ضائع کیا تو وہ بھی شیطان کے فریب میں ہے اور اُس کے اس فریب میں آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو معرفت الٰہی سے صرف نام ہی نام حاصل ہوا ہے معنی حاصل نہیں ہوئے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح پہچانتا تو اُس سے ڈرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اللہ سے اُس کے بندوں میں سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علمار ہیں۔" ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اُن لوگوں میں سے کر دے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی آدم کے ساتھ ایک تعلق شیطان کو ہے، اور ایک تعلق فرشتہ کو ہے پس شیطان کا لگاؤ تو برائی کا وعدہ کرنا اور حق کا جھٹلانا ہے، اور فرشتہ کا لگاؤ بھلائی کا وعدہ کرنا اور حق کا سچا ماننا ہے، پس جو شخص بھلائی کو پائے تو جان لے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جس نے برائی کو پایا تو جان لے کہ شیطان مردود کی طرف سے ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

اب جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے اُس کا نام الہام ہے اور جو شیطان کے واسطہ سے ہوتا ہے اُسکا نام وسوسہ ہے، اور حال یہ ہے کہ دل دونوں کے درمیان میدان جنگ ہے۔ کیونکہ انسان جب شہوت اور غصہ کی پیروی کرتا ہے تو اُسکے دل پر بواسطہ ہوا شیطان کا غلبہ ظاہر ہوجاتا ہے اور اُسکا دل شیطان کا گھونسلا اور اُسکا مقام ہوجاتا ہے کیونکہ ہوا وہوس شیطانکی چراگاہ ہے اور اگر اُس نے نفس کا مجاہدہ کیا اور خواہشات شہوت اور غضب کی پیروی نہ کی تو اُس کا دل ملائکہ کا مقام اور گذرگاہ ہوجاتا ہے، لیکن چونکہ کوئی دل شہوت اور غضب و حرص اور طمع وغیرہ صفات بشری سے جو ہوا کی شاخیں ہیں خالی نہیں ہے، اس لئے کوئی ایسا دل نہیں پایا جاتا جو بذریعہ وسوسۂ شیطان کے گذر سے خالی ہو، اور اُس کا وسوسہ بجز اس کے کبھی نہیں جاتا کہ جس بات کا اُس نے وسوسہ ڈالا ہے، اُس کے سوا کسی اور بات کا ذکر کیا جائے اس لئے کہ اور کسی چیز کا ذکر آنیکے وقت جو بات پہلے سے دل میں تھی جاتی رہیگی۔ ہاں اتنی بات ہو کہ ذکر الٰہی اور جو کچھ اُس سے متعلق ہے اُس کے سوا جو بھی ہے اُس میں یہ احتمال ہے کہ شاید وہ بھی گذرگاہ شیطان ہو لہٰذا صرف ذکرِ خدا ہی ایسی چیز ہے کہ جس کی طرف سے اطمینان ہے اور معلوم ہے کہ گذرگاہ شیطان نہیں کیونکہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قلعہ ہو جس کے کئی دروازے ہوں اور شیطان چاہتا ہے کہ ہر ایک دروازے سے اس میں آکر مالک و حاکم ہوجائے۔ اب آدمی کو اُس کی حفاظت کرنا ضروری ہو اور اُس کی حفاظت پر بدون دروازوں کی

نگہبانی اور راستوں اور رخنوں کے بند کرنے کی قدرت نہیں ہوسکتی اور شیطان کے راستے بُری صفات ہیں۔ پس آدمی کی کوئی صفت صفاتِ مذمومہ میں سے ایسی نہیں ہے کہ وہ شیطان کی غذاؤں میں سے کوئی غذا اور اُس کے ہتھیاروں میں سے کوئی ہتھیار اور اُس کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ اور اُس کے راستوں میں سے کوئی راستہ نہ ہو اور یہ دروازے اور راستے بہت ہیں بعضے ظاہر ہیں اور بعضے پوشیدہ اور شیطان کے لئے سب کے سب کھلے ہوئے ہیں، اور فرشتہ کے لئے اُس میں صرف ایک ہی دروازہ ہے، اور کبھی وہ ایک بھی اُن میں سب ملکر مشتبہ ہوجاتا ہے۔ پس آدمی کی اس بارہ میں ایسی مثل ہے جیسے مسافر جو اندھیری رات میں ایسے جنگل میں رہ گیا جہاں راستے بہت ہیں اور پوشیدہ ہیں۔ پس وہ مسافر بغیر بصیرت کی آنکھ اور چمکنے والے سورج کے نکلنے کے کامیاب نہیں ہوسکتا، اور بصیرت کی آنکھ سے یہاں تقوی سے صاف کیا ہوا دل مراد ہے اور آفتاب روشن سے مُراد وہ علم ہے جو کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ ان ہی دونوں سے اُس کے پوشیدہ راستے اور اُن کے دروازے اور ایسی راہیں معلوم ہوتی ہیں جس سے دل میں وہ بیماریاں آتی ہیں جو علاج کی محتاج ہیں، اور ہر چیز کا علاج اُس کے خلاف ہی سے ہوتا ہے اور تمام شیطانی وساوس کے خلاف اللہ کا ذکر ہے اُس کی پناہ مانگ کر اور طاقت وقوت سے بری ہوکر اس طرح سے کہ پڑھے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر کوئی پوچھے آیا دفع کے لئے صرف ذکر الٰہی کافی ہے یا اس میں علاج کی بھی ضرورت ہے پھر اس کا علاج کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس کا علاج صفات مذمومہ سے دل کو پاک کرکے اور تقوے سے آباد کرکے اُس کے راستہ کو بند کرنا ہے تاکہ اُس میں ذکر جگہ کرلے اور اُس پر قادر نہیں ہوتے مگر وہی پرہیزگار جنہوں نے اپنے دل صفات مذمومہ سے

پاک کر دیئے ہیں اور تقوے سے آباد کر رکھے ہیں اور اُن پر یادِ الٰہی غالب ہو گئی ہے
کیونکہ ذکرِ الٰہی دل میں جب ہی جگہ کرتا ہے کہ تقوے سے آباد اور بُری صفات سے
پاک ہو، لہٰذا اس کا پاک کرنا ضروری ہے تاکہ اُس میں ذکر جگہ کرے، اس لیے کہ
اگر ذکر نے دل میں جگہ نہ کی تو وہ حدیث النفس ہو گا، لہٰذا وہ شیطانی وسوسہ کو دفع
نہ کریگا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طٰٓئِفٌ
مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۔ ترجمہ بیشک جو لوگ ڈر رکھتے ہیں
جہاں ہو گیا اُن پر شیطان کا گذر چونک گئے، پھر تب ہی اُن کو سوجھ آگئی پس اللہ تعالیٰ
نے اس بات کو پرہیزگاروں ہی سے خاص کیا ہے، کیونکہ دل جب بُری صفات سے
پاک ہو جاتا ہے تو اُس میں شیطان کا قیام نہیں ہوتا بلکہ صرف آمد و رفت ہوتی ہے
اور آمد و رفت سے اُس کو ذکرِ الٰہی روک دیتا ہے پس اُس کی مثال ایسی ہے
جیسے بھوکا کتا تمہارے پاس آئے، پس اگر تمہارے سامنے کچھ کھانا نہ ہو تو صرف اتنا
کہدینے سے چلا جائے گا دُت۔ پس صرف زبانی دُتکار اُس کو دفع کر دیتی ہے، اور
اگر تمہارے سامنے کوئی کھانے کی چیز ہو تو بیٹھا رہے گا اور صرف دُتکار سے نہ جائیگا
پس جو دل ہوا سے خالی ہیں اُن سے تو شیطان صرف ذکر سے چلا جاتا ہے کیونکہ
شیطان صرف غفلت اور ذکرِ الٰہی خالی ہونے کے وقت ہی دل میں آتا ہے، پھر
جب وہ ذکر کرنے لگا تو شیطان پچھلے پاؤں بھاگتا ہے رہا وہ دل جو ہوا میں لگا ہوا
ہے تو چونکہ ہوا و ہوس شیطان کی خوراک ہے اس لئے وہاں شیطان جگہ پکڑ لیتا
ہے اور ذکر سے بھی نہیں جاتا۔ خلاصہ یہ کہ دل پر جب ہوا کی خواہشیں غالب ہو جاتی ہیں تو
شیطان کا رستہ کھل جاتا ہے پس اُس میں وسوسے ڈالتا ہے اور جب ذکر میں مشغول ہوتا
ہے تو شیطان وہاں سے چل دیتا ہے اور فرشتہ وہاں آتا ہے اور الہام کرتا ہے
اور قلب کے معرکہ میں فرشتہ اور شیطان دونوں کے لشکر کے درمیان ہمیشہ جنگ

دھکاپیل رہتی ہے یہاں تک کہ کسی ایک کے لئے دل کی فتح ہو۔ پس اکثر دلوں کو تو
شیطان ہی نے فتح کرلیا اور مالک ہوگیا پس وہ ایسے وسوسوں سے بھر گئے ہیں جو دنیا
کے اختیار کرنے اور آخرت سے الگ رہنے کی طرف بلاتے ہیں اور وسوسہ کی ابتدا ہوا
کی پیروی ہے اور اس کے بعد اس کا قمع ہونا ممکن نہیں مگر ہوا سے خالی اور
ذکر الٰہی سے مزین کرکے اور یہ بات بغیر ان خیالات کی معرفت کے میسر نہیں ہوسکتی
جو دل میں آتے ہیں، کیونکہ آنیوالے خطرات کی ایک تو وہ قسم ہے جس کے متعلق
یقیناً معلوم ہے کہ وہ نیکی کی طرف بلاتے ہیں پس اُن کا الہام ہونا تو پوشیدہ نہیں
دوسرے وہ ہیں جن کے متعلق یقیناً معلوم ہے کہ وہ برائی کی طرف بلاتے ہیں
پس اُن کا وسوسہ ہونا چھپا نہیں تیسرے وہ ہیں جن میں تردد ہے کہ نہیں
معلوم وہ فرشتہ کے اثر سے ہیں یا شیطان کے اثر سے کیونکہ شیطان کا ایک
مکر یہ بھی ہے کہ برائی کو خوبی کے لباس میں پیش کرتا ہے اور اس کی تمیز بہت
دشوار ہے اور اس مکر سے بہتیرے عابد اور زاہد اور عالم اور نیکوکار اور فقیر اور
غنی اور تمام اُس قسم کے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں جو بالکل ظاہر گناہ کو ناپسند کرتے
ہیں اور اپنے لئے صریح گناہ میں پڑنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ پس شیطان بھی انکو
صریح گناہ کی طرف بلانے پر قادر نہیں ہوتا، لہذا گناہ کو خیر کی صورت بناتا ہے، اور
اس طرح کے اُس کے فریبوں کی کوئی انتہا نہیں اور اُس کے وہ مکر جو عقائد اور اعمال
سے علاقہ رکھتے ہیں بیشمار ہیں، اس لئے کہ اُس کے مکر اعتقادات اور عبادات کے
بارے میں تو تمام خلقت میں منتشر ہوگئے ہیں۔ لہذا بندہ کو چاہیئے کہ ہر خیال پر جو اس کے
دل میں آئے ٹھہر جائے تاکہ معلوم ہوجائے کہ فرشتہ کا اثر ہے یا شیطان کا اثر
اور بصیرت کے نور سے اُس میں خوب غور کرے، اس لئے کہ وسوسہ دل کو کھینچتا ہے
اور اُس سے جھگڑتا ہے اور اُس کو اللہ کے ذکر سے بھلا کر لہو میں ڈال دیتا ہے

پس اس میں مجاہدہ کی ضرورت ہے اور اس مجاہدہ کا موت تک خاتمہ نہیں ہوتا اور زندگی بھر شیطان سے کوئی نہیں چھوٹتا کیونکہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے شیطان لئے دل کے دروازے کھلے رہتے ہیں بند نہیں ہوتے، اور جب تک دروازہ کھلا ہے اور دشمن غافل نہ ہو تو بغیر نگہبانی اور مجاہدہ کے دفع نہ ہوگا، اور اسی لئے کسی شخص نے حسن رحؒ سے کہا کہ اے ابوسعیدؒ کیا ابلیس سویا کرتا ہے تو مسکرا کے کہا اگر ابلیس سویا کرتا تو ہم آرام ہی نہ پاتے۔ پس اگر کوئی کہے کیا انسان سے تمام دلی وسوسوں و خطروں کا مواخذہ ہوگا یا سب کا مواخذہ نہیں بلکہ بعض کا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ بات بہت باریک ہے جب تک پیدا ہونے کی ابتدا سے لے کر اعضاء میں اُن کا اثر ہونے تک کی تفصیل معلوم نہ ہو اس کی اطلاع نہیں ہوسکتی کیونکہ انسان کے دل میں جو بات آتی ہے اُس کے جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے چار مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں دفعتہً بے قصد کوئی بات آجائے اور یہ خاطر ہے اور اس کا حدیث النفس نام ہے جیسے انسان کے دل میں کسی عورت کے دیکھنے کا خیال آئے جو اُس کی پیٹھ کے پیچھے راستہ میں ہے اس طرح کہ اگر منھ پھیرے تو دیکھ لے، اور دوسرا مرتبہ دل میں اُس کام یعنی اس کو دیکھنے کی رغبت کا جوش اُٹھنا ہے اور یہ اُس شہوت کی حرکت ہے جو طبیعت میں ہوتی ہے اور خاطر سے پیدا ہوتی ہے اور اس کا نام میل طبع ہے، اور تیسرا مرتبہ حکم کرنا کہ یہ کام (یعنی اس عورت کے دیکھنے) کو کرنا چاہیئے اور یہ مرتبہ خاطر اور میل دونوں کے بعد ہوتا ہے اور اس کو اعتقاد کہتے ہیں، اور چوتھا مرتبہ اُس کام یعنی اُس کے دیکھنے کا پختہ قصد کرنا اور اُس کو ہم اور قصد اور نیت کہتے ہیں اور اس ہم کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہے، لیکن جب دل خاطر کو صاف کرتا ہے یہاں تک کہ نفس کے منصوبے دیر تک ہوتے رہتے ہیں تو یہ ہم مضبوط ہوجاتا ہے اور پختہ ارادہ ہوجاتا ہے۔ جب یہ

معلوم ہو چکا تو اب ان کا حکم یہ ہے کہ خاطر پر بندہ سے مواخذہ نہیں کیونکہ وہ اختیار کے تحت میں داخل نہیں اور ایسے ہی میل یعنی شہوت کے جوش اُٹھنے کا بندے سے مواخذہ نہیں کیونکہ اختیار میں نہیں ہے اور یہی نبی علیہ السلام کے اس قول میں مراد ہے میری اُمت سے حدیث النفس معاف ہوا ہے اس لئے کہ حدیث النفس اُن خیالات کو کہتے ہیں جو دل میں آئیں اور اُن پر کچھ عزم نہ ہو کیونکہ ہم اور عزم حدیث النفس نہیں کہلاتا۔ رہا تیسرا مرتبہ کہ وہ دل کا اعتقاد اور حکم ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا اختیاری ہوگا یا اضطراری پس اختیاری میں بندہ کی گرفت ہوگی اور اضطراری میں گرفت نہ ہوگی۔ رہا چوتھا مرتبہ یعنی ہم تو اُس میں بندہ سے مواخذہ ہوگا ہاں اپنے ہم پر نادم ہوکر اگر اُس کام کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دے تو اُسکے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی کیونکہ اُس کا ہم اگرچہ گناہ ہے لیکن اُس کا باز رہنا اور اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا اُن نیکیوں میں سے ہے جس کے عوض میں وہ ثواب کا مستحق ہے اور اگر وہ کام کسی مانع اور عذر کے سبب سے نہ ہو سکا نہ خوف الٰہی کی وجہ سے تو ایک گناہ لکھا جائے گا کیونکہ ہم دل کا اختیاری فعل ہے لہذا اُس پر مواخذہ ہوگا پس اس لئے کہ جس نے کسی معصیت کا عزم کیا اور کسی سبب یا غفلت سے اس کا کرنا دشوار ہو گیا تو یہ خوف الٰہی سے باز رہنا نہیں ہوا لہذا اس کے لئے نیکی کیسے لکھی جائے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے "لوگ اپنی اپنی نیتوں پر اُٹھیں گے" اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو شخص رات کو یہ عزم کرے کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلمان کو قتل کروں گا یا کسی عورت سے زنا کروں گا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کروں گا پھر اُسی رات میں مر گیا تو گنہگار گناہوں پر اڑا ہوا مریگا اور اپنی نیست پر اُٹھیگا باوجودیکہ اُس سے صرف گناہ کا قصد ہوا ہے نہ اس کا کرنا اور اُس کی دلیل یہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان تلوار لیکر مقابل ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو خیر قاتل ہے مقتول کی کیا خطا ہے تو آپ نے
فرمایا اس لئے کہ اس کا یہ قصد تھا کہ اپنے مقابل کو قتل کرے اور آپ کا یہ قول مقتول
کے صرف ارادہ سے جہنمی ہو جانے کے بارہ میں صاف ہے باوجودیکہ وہ مظلوم ملا
گیا ہے پھر بھلا بندہ سے نیت اور عزم پر کیونکر گرفت نہ ہوگی اور عزم اور اس کے
علاوہ جو بات اختیار میں داخل ہے اُس پر بندہ سے مواخذہ ہوگا مگر اُس وقت
کہ اُس کا عوض کسی نیکی سے کر دے، اور عزم کا شرمندہ ہوکر توڑ دینا بھی نیکی ہے۔
پس اسی لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے رہا کام کا کسی مانع سے نہ ہونے پانا یہ نیکی
نہیں ہے لہذا ایک گناہ لکھا جاتا ہے اور بندہ سے اُس کا مواخذہ ہوگا اور بندہ
سے افعال قلوب پر بھلا کیسے مواخذہ نہ ہو، حالانکہ کبر اور خود بینی اور ریا اور کینہ
اور نفاق اور تمام خبائث یہ سب قلب کے اعمال ہیں اور اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ بے شک کان اور
آنکھ اور دل ان سب سے اُس کی پرسش ہوگی۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ نے اس آیت
میں یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ سے ہر اُس امر کے بارہ میں جو اس کے اختیار میں داخل
ہو ان اعضاء کے متعلق پرسش ہوگی۔ مثلاً اگر اُس کی نگاہ کسی حرام پر بے اختیار
پڑ جائے تو اُس نظر کا کچھ مواخذہ نہیں پھر اگر اس کے بعد دوبارہ نگاہ کی تو اس
نگاہ ثانی کا مواخذہ ہوگا کیونکہ اس میں وہ اپنے اختیار میں تھا اور ایسے ہی دلی خطرات
کا یہی حکم ہے بلکہ دل پر مواخذہ اولیٰ ہے کیونکہ وہی جڑ ہے پس اس لئے کہ جس کے
دل نے کسی بابت کا حکم کیا اور اُس میں غلطی کی تو اس کا بدلہ پائے گا اگر نیک ہے
تو نیک اور اگر بد ہے تو بد جیسے کوئی خیال کرے کہ میں پاک ہوں اور جا کر نماز جمعہ
ادا کر لے پھر یاد آئے کہ میں پاک نہ تھا اپنے فعل کا ثواب پائے گا، اور اگر نماز
چھوڑ دی پھر یاد آیا تو اُس کے چھوڑ نے پر عقاب ہوگا۔ پس بیشک، وسوسہ اس

اُمت کو جب ہی تک معاف ہے جب تک عزم کے درجہ کو نہ پہنچا اور جب اس درجہ کو پہنچ جائے تو پھر معاف نہیں بلکہ بندہ سے اُس پر مواخذہ ہوگا' لہٰذا اُس کو واجب ہے کہ عزم کو ندامت اور استغفار سے توڑ دے تاکہ وہ نیکی بن جائے ورنہ شیطان دل کی سلطنت پر غالب ہوجائے گا اور وہ مردود اپنا وعدہ پورا کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس سے نقل فرمایا ہے چنانچہ فرمایا لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ ترجمہ اگر تو مجھ کو ڈھیل دے قیامت کے دن تک تو اُس کی اولاد کو لگام دے لوں گا مگر تھوڑوں کو'' اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو مجھ کو قیامت تک زندہ رہنے دے تو البتہ میں اُن کو جہاں چاہوں گا کھینچ لے جاؤں گا اور اُن پر خوب قابو حاصل کرلوں گا۔ مگر کچھ تھوڑے سے اور وہ تیرے چُنے ہوئے نیک بندے ہوں گے اور یہ اُس لعین کے اس قول کی طرح ہے لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ ترجمہ البتہ میں اُن کو بہار دکھاؤں گا زمین میں اور راہ سے کھوؤں گا اُن سب کو اور اس مردود کو اِس مطلب میں کامیابی کا علم باوجود غیب داں نہ ہونے کے اس دلیل سے معلوم ہوگیا کہ ان میں بدی کے راستے تو اُس نے بہت دیکھے اور بھلائی کا راستہ صرف ایک' اس لئے کہ انسان میں چوپایوں جیسی شہوانی قوت بھی ہے اور درندوں جیسی غصّہ کی قوت بھی ہے اور شیطانی وہمی قوت بھی ہے اور یہ تینوں آدمی پر ابتدائے پیدائش سے غالب ہوتی ہیں بُرائی کی طرف بُلاتی ہیں اور ان تین کے بعد اسمیں فرشتوں جیسی عقل قوت پیدا ہوتی ہے اور یہ اگرچہ بھلائی کی طرف بُلاتی ہے لیکن ان تینوں پہلی قوتوں کے دل پر غالب ہوچکنے کے بعد کامل ہوتی ہے پس جب اُس لعین نے یہ دیکھا تو جان گیا کہ میں جو چاہتا ہوں اُسکا حاصل ہوجانا ممکن ہے کیونکہ شہوت اور غصّہ کبھی تو انسان کے خوب پوری طرح مطیع ہوکر جس راستہ وہ چل رہا ہے اُسکی امداد کرتی ہیں اور وہ جس سفر کے درپے ہے اسمیں اُسکی خوب

رفاقت کرتی ہیں اور کبھی اُس کی نہایت نافرمانی بغاوت اور سرکشی کرتی ہیں۔ یہانتک کہ خود اُس کی مالک ہوجاتی اور اس کو مطیع کرلیتی ہیں اور اس میں انسان کی ہلاکت اور اس سفر سے رہ جاتا ہے جس سے سعادت تک پہنچ سکتا ہے۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ ان دونوں پر عقل سے مدد لے اور اگر اس سے مدد لینا چھوڑ دیا اور اپنے اوپر ان کو قابو دیدیا تو بے طرح مارا جائیگا اور بہت بڑا نقصان اُٹھائے گا اور اکثر خلق کا یہی حال ہے کہ اُن کی عقلیں شہوت پوری کرنے کے لئے حیلے حوالے نکالنے کو شہوت کی مُطیع ہو گئی ہیں حالانکہ اُن کو مناسب تو یہ تھا کہ اُن کی خواہشیں عقلوں کی مُطیع ہوتیں جہاں عقل کو اُن کی حاجت ہے۔ کیونکہ مومن کے دل میں کبھی ہوا کا خیال آکر بُرائی کی طرف بُلاتا ہے تو اُس سے ایمانی خیال جا ملتا ہے اور بدی سے روک کر خیر کی طرف بُلاتا ہے۔ اس پر شیطان بُرے خیال کی مدد کے لئے اُٹھتا ہے اور خواہش کے تقاضے کو زور دیتا ہے اور دُنیا کی لذتوں سے عیش اور چین اُٹھانے کو اچھا کرکے دکھاتا ہے پس نفس ادھر مائل ہوتا ہے پھر عقل نیک خطرہ کی مدد کو اُٹھتی ہے اور نفس کو جھڑکتی ہے اور اُس کے فعل کو بُرا کہتی ہے اور اُس کو جہالت کی طرف منسوب کرتی ہے اور بُرائی پر گر پڑنے اور انجام کی پروا نہ کرنے میں اُس کو چوپایوں سے مشابہ بتلاتی ہے پس نفس کو عقل کی نصیحت کی طرف رغبت کرتی ہے پس شیطان نفس پر ایک بار حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے تجھ کو کیا ہوا کہ اپنے عیش سے باز رہتا ہے تیرے زمانے میں کوئی ایسا پایا جاتا ہے جو اپنی خواہش کے خلاف کرتا ہو کیا تو دیکھتا نہیں کہ تیرے زمانہ کے اکثر علماء اپنی خواہش سے پرہیز نہیں کرتے ہیں اور اگر یہ بُرا ہوتا تو وہ اس سے باز رہتے کیا عیش اور لذت دنیا کی اُن ہی کے لئے چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اس سے چین اُڑائیں اور تو مشقت میں اور محروم رہے کہ تجھ پر تیرے ہمسر ہنسیں

اب نفس وسوسۂ شیطانی کی جانب رغبت کرتا ہے تو عقل نفس پر ایک حملہ کرتی اور
کہتی ہے کہ کیا اُن کے علاوہ اور بھی کوئی ہلاک ہوا ہے جو اپنی ہوا کے پیچھے لگ گیا
اور اپنی آخرت اور اپنے ٹھکانے کو بھول گیا کہ تو اس تھوڑی سی لذت پر قناعت کر کے
جنت کی لذت کو چھوڑے دیتا ہے جس کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں کیا تو
دوزخ کے عذاب کا مستحق بنتا ہے اور لوگوں کی غفلت سے اور اُن کے ہوا و ہوس
کے پیچھے لگے رہنے سے دھوکے میں آتا ہے، باوجودیکہ تجھ سے دوزخ کا عذاب و زنگی
معصیت کی وجہ سے ہلکا نہ ہوگا بھلا دیکھ تو سہی اگر تمام خلقت گرمی کے دن دھوپ
میں کھڑی ہو جائے اور تیرا ایک گھر موجود ہو تو اُن کے ساتھ دھوپ میں کھڑے
ہونے کی موافقت کرے گا یا اُن کے خلاف کر کے تو دھوپ سے اپنے گھر کے سایہ میں
چلا جائے گا پھر تو جب آفتاب کی گرمی سے بھاگنے میں اُن کے خلاف کرتا ہے تو آگ
کی گرمی سے بھاگنے میں کیسے اُن کے خلاف نہیں کرتا اب اس وقت عقل کی رائے پر
نفس مائل ہوتا ہے اور نفس ہمیشہ اس دو دلی میں ان دونوں لڑائیوں میں کھنچا
رہتا ہے، آخر انسان کے دل پر وہ بات غالب آجاتی ہے جو اُس کے حال کے مناسب
ہو پس اگر اُس پر صفات شیطانی غالب ہیں تو بُرائی کی طرف مائل ہوتا ہے اور
اُس کے اعضاء سے گذشتہ تقدیر کے سبب وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے دوری کا
سبب ہے اور اگر اُس پر صفات ملکی غالب ہیں تو خیر کی طرف جھکتا ہے اور اُس کے
جوارح سے نوشتۂ تقدیر کے موافق وہی ظاہر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے نزدیکی کا سبب
ہے اور یہ عبادات اور گناہ جب ظاہر ہوتے ہیں تو یہ نشانیاں ہیں کہ اُن سے گذشتہ
قضا و قدر کا حکم معلوم ہوتا ہے اور یہ بات خزانۂ غیب سے خزانۂ دل کے ذریعہ سے
ظاہر ہوا کرتی ہے، کیونکہ دل عالم ملکوت کا خزانہ ہے پس جو شخص جنتی پیدا ہوا ہے
اُس کے لئے عبادات اور اُس کے اسباب آسان ہو جاتے ہیں اور جو شخص دوزخی

پیدا ہوا ہے اُس کے لئے گناہ اور اس کے اسباب سہل ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا ہے اور اُس کے واسطے لوگ پیدا کئے ہیں اور اُن کو طاعات میں لگا دیا ہے اور دوزخ کو پیدا کیا ہے اور اُس کے لئے بھی لوگ بنائے ہیں جن کو معاصی میں لگا دیا ہے پھر خلقت کو جنتی اور دوزخی کی علامت بتا دی ہے پس فرمایا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔ ترجمہ "بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں" اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ ہم کو جنتی کرے اور ہم کو دوزخی نہ بنائے۔

پس آدمی پر واجب ہے کہ نیک لوگوں کی چال چلے اور اس سے پہلے کہ قیامت میں حساب لیا جائے خود اپنا حساب کرتا رہے کیونکہ وہ تو آخرت کا سوداگر ہے اور اُس کا مال خود اُس کی عمر ہے اور عمر کو طاعات اور عبادات میں صرف کرنا اس تجارت کا فائدہ ہے اور اُس کا معاصی اور گناہوں میں صرف کرنا نقصان ہے اور اس تجارت میں نفس اس کا شریک دار ہے اور اگرچہ وہ نیکی بدی دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن معاصی کو زیادہ قبول کرتا ہے اور شہوات کی طرف زیادہ جھکتا ہے لہذا اُس کو نگاہ میں رکھنا اور اُس سے حساب لیتے رہنا ضروری ہے کیونکہ اگر دم بھر بھی اُس کو چھوڑ دیگا تو وہ فوراً خیانت کریگا اور اگر مدت دراز تک چھوڑے رکھا تو خیانت کرنے میں بڑھتا رہیگا یہانتک کہ سارا اصل مال جاتا رہیگا، اور جس نے اُس کو بالکل نہ چھوڑا بلکہ دیکھتا رہا اور حساب لیتا رہا تو اُس کو نفع ونقصان اور زیادتی و کمی معلوم ہوتی رہیگی اور نفس سے حساب لینا واجب ہونے کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ قول یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ترجمہ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر جی کہ کل کے واسطے کیا اُٹھا رکھا ہے۔ پس اس آیت میں کئے ہوئے اعمال پر محاسبہ نفس

لازم ہونے کا اشارہ ہے پس گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہر ایک تم میں سے خیال کرلے کہ قیامت کے دن کے لئے اُس نے کیا عمل کر رکھے ہیں آیا وہ نیک عمل ہیں جن سے نجات ہو یا وہ اعمال بد ہیں جو ہلاک کر ڈالیں گے کیونکہ قیامت کے دن حساب دینا اُسی شخص پر آسان ہوگا جو اپنے نفس سے دنیا ہی میں حساب لیتا رہتا ہے اور اُس پر دشوار ہوگا جس نے اس کو چھوڑ رکھا ہے اور حساب نہیں لیتا رہا ہے۔ کیونکہ جو شخص آرام کے وقت میں سختی کے وقت سے پہلے ہی اپنے نفس سے حساب لیتا ہے اُس کا انجام رضامندی اور قابل رشک ہے اور جو نفس کو چھوڑے رکھتا ہے اور اُس سے حساب نہیں لیتا ہے تو اُس کا انجام ندامت اور حسرت ہے کیونکہ انسان جب مریگا تو موت سے وہ سب باتیں ظاہر ہوجائینگی جو زندگی میں معلوم نہ تھیں جیسے نیند سے جاگتے ہی وہ باتیں ظاہر ہوجاتی ہیں جو سوتے میں معلوم نہ تھیں اور آدمی اب سو رہے ہیں جب مریں گے تو جاگیں گے پس اُن کو سب سے پہلے فائدہ پہنچانے والی نیکیاں اور نقصان دینے والے گناہ معلوم ہونگے پس کسی بدی پر نظر نہ پڑے گی مگر اتنی حسرت سے دیکھیگا کہ یہ پسند کریگا کہ اُس سے بچنے کے لئے آگ کے دریا میں ڈوب جاؤں کیونکہ وہ جب تک دنیا میں رہا دنیا کے مشغلے اُن کے معلوم ہونے سے روکتے رہے پس موت سے وہ سب مشغلے چھوٹ جائیں گے اور جان الگ ہوتے ہی دفن ہونے سے پہلے ہی اس کے سب اعمال اُس پر کھل جائیں گے اور دنیائے فانی کی لذتوں میں سے جس کی طرف دل لگائے ہوئے تھا اُس کی جُدائی کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے جو دفن سے پہلے دفعتہً آپہونچے گا اور دفن کے بعد ایک اور طرح کے عذاب کے لئے اُس کے بدن میں پھر جان ڈالی جائے گی اور اس کا حال اُس شخص کی طرح ہوگا جو کچھ دیر تک بادشاہ کے گھر میں اُس کی غیر موجودگی میں اس بھروسے عیش اُڑانے لگا

کہ بادشاہ اس بارہ میں درگذر کرے گا یا اُس کو اس کے بُرے افعال کی جو کر رہا ہے خبر نہ ہوگی، پھر اُس کو بادشاہ نے ایک روز اچانک گرفتار کر لیا اور اُس کے عمل کی فرد پیش کی جس میں اُس کی تمام بُرائیاں اور ذرّہ ذرّہ اور قدم قدم کی خیانتیں لکھی ہوئی ہیں اور بادشاہ بڑا زبردست اور اُس کے جُرم پر صاحب غیرت ہے اپنی سلطنت میں خطاؤں کا سزا دینے والا ہے گناہگار کے بارہ میں کسی کی سفارش پر توجہ نہیں کرتا تو اب تم ایسے شخص کی حالت کا خیال کرو کہ بادشاہ کے عذاب کرنیسے پہلے ہی خوف اور خجالت اور رنج اور ندامت سے اُس کا کیا حال ہوگا اور یہی حالت میّت کا موت کے وقت عذاب قبر سے پہلے ہوگا جو دنیا کی لذتوں پر اطمینان سے پھولا بیٹھا ہوا تھا اور جو شخص دُنیا کی شہوات سے الگ رہا اور طاعات میں مصروف رہا اور اُس کو یاد الٰہی کے سوا اور کسی سے اُنس نہ تھا پس اُس کا حال اُس شخص کی طرح ہوگا جو ایک تنگ تاریک مکان میں قید ہو پھر اُس کے لئے ایک دروازہ کھل جائے پس وہ اس میں سے ہوکر ایک ایسے وسیع باغ میں چلا جائے جس کی کہیں انتہا نظر نہیں آتی اور اس میں قسم قسم کے درخت اور پھول اور پرند اور میوے اور حوض اور نہریں ہوں تو اس صورت میں عاقل کو لازم ہے کہ اپنے نفس پر متوجہ ہو اور اُس سے کہے اے نفس کیا تجکو خبر نہیں ہے کہ تیرے آگے بہشت بھی ہے اور دوزخ بھی ہے اور تو عنقریب ان میں سے کسی ایک میں جانے والا ہے پھر تجکو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہیں کرتا حالانکہ موت ہر نزدیک شے سے زیادہ تیرے نزدیک ہے پس تو اگرچہ اُس کو دور جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ تجھ سے بہت قریب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ترجمہ۔ بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملی ہوئی ہے، اور شاید تم کو آج یا کل دفعتہً موت آجائے

کیونکہ وہ جب آئیگی تو دفعتہً آجائے گی اُس سے پہلے کوئی ایلچی نہ آئیگا اس لئے
کہ اُس کی آمد کا نہ کوئی سال مقرر ہے اور نہ کوئی وقت معلوم ہے اور نہ گرمی اُس کا
وقت اور نہ جاڑے اور رات اُس کا وقت ہے اور نہ دن اور نہ لڑکپن ورنہ جوانی
بلکہ تمہارا ہر سانس ممکن ہے کہ ناگاہ اُس میں موت آجائے اور اگر اس میں موت
ناگاہ نہ آئے تو مرض ناگاہ پیدا ہوجائے اور اُس کا انجام موت ہو۔ پس ایسی حالت
میں تمہاری غفلت کیا ہی عجیب ہے کہ تم اس آیت میں غور نہیں کرتے اِقْتَرَبَ
لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ترجمہ نزدیک آگیا لوگوں کو اُن کے
حساب کا وقت اور وہ غفلت میں مُنہ پھیرے ہوئے ہیں اور تمہارا کیا ہی عجیب
حال ہے کہ زبان سے تو ایمان کا دعوے کرتے ہو اور تمہاری حالت سے نفاق
ظاہر ہے کیونکہ تمہارا آقا سیّد اور تمہارا مولیٰ تو تمہارے دُنیا کے امور کا ذمّہ دار
ہوچکا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ ترجمہ
اور نہیں کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اُس کی روزی۔ اور تم اُسکے اُس
قول کو اپنی حرکات سے جھٹلاتے ہو اور تم اس پر دیوانے بنے جاتے ہو جیسے
کوئی مدہوش اور مذاقیہ ہو اور اُس نے آخرت کے معاملے کو تمہاری سعی پر حوالہ
کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور یہ کہ نہیں ہے
آدمی کے لئے مگر وہی جو اُس نے کمایا ہے" اور تم اُس سے ایسا اعراض کرتے ہو کہ جیسا
کوئی مُتکبّر حقیر سمجھنے والا مُنہ پھیرتا ہے اور یہ تو ایمان کی علامت نہیں۔ کیونکہ اگر
ایمان کا زبانی دعویٰ کافی ہوتا تو منافق لوگ دوزخ کے نیچے کے درجے میں کیوں جاتے
پس خدا تعالےٰ کی معصیت پر یہ کیسی تمہاری جرأت ہے کہ اگر جرأت اس اعتقاد
کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو نہیں دیکھتا ہے تو یہ کتنا بڑا کفر ہے اور اگر یہ جرأت
یہ جانتے ہوئے ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھتا ہے تو یہ تمہاری کتنی بڑی قباحت اور

کیسی سخت حماقت ہے پس تم کس دلیری پر خدا کے بغض اور غضب اور عقاب شدید اور دردناک عذاب کے سامنے آتے ہو کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تم اُس کے عذاب اور عقاب کو سہار لوگے۔ افسوس افسوس تم تو گویا قیامت کے دن پر ایمان ہی نہیں لائے کیونکہ ایک یہودی اگر تم سے لذیذ سے لذیذ طعام کو کہدے کہ یہ تمہارے مرض میں تم کو نقصان کرے گا جب تو تم اس سے صبر کرلوگے اور اُس کو چھوڑ دوگے تو کیا اللہ تعالیٰ کا قول اپنی اُتاری ہوئی کتابوں میں اور اُن انبیاء کا ارشاد جن کے معجزہ سے تائید ہو چکی ہے تمہارے نزدیک یہودی کے قول سے تاثیر میں کم ہے جو محض گمان اور اٹکل سے کہتا ہے باوجودیکہ نہ اُس کی عقل درست ہے اور نہ دین بلکہ اگر تم سے کوئی بچہ یہ کہدے کہ تمہارے کپڑے میں بچھو ہے تو تم فوراً بے سوچے ہوئے اور اُس سے سوال کئے بغیر اپنے کپڑے پھینک دوگے تو کیا انبیاء اور علماء کا قول تمہارے نزدیک بچہ کے قول سے بھی کم ہے یا دوزخ کی آگ اور زنجیریں اور اُس کے سانپ اور بچھو تمہارے نزدیک اُس بچھو سے بھی کم درجے کے ہیں جن کی تکلیف صرف ایک دن یا اس سے بھی کم ہوتی ہے پس اگر ان کو سچا جانتے ہو اور اُس کا یقین رکھتے ہو پھر تم کو کیا ہوا کہ شہوات میں مشغول رہتے ہو اور نیک عمل میں تاخیر کرتے ہو حالانکہ موت تمہاری تاک میں ہے شاید کہ وہ تم کو ابھی بلا کسی مہلت کے اُچک لے پھر تم اس کی جلدی سے کس لئے بے خوف ہوگئے اکثر صبح پانے والے ایسے ہیں جن کو پورا دن نہیں ملتا اور بہتیرے اگلے دن کے ایسے اُمیدوار ہیں کہ کل تک نہیں پہنچ سکتے اور مانا کہ تم سو برس کی عمر کا وعدہ کیا گیا ہے اور تم آخر تک عمل میں تاخیر کرتے رہے تو تمہارا اُس شخص کے متعلق کیا خیال ہے کہ جو شخص اپنے ٹٹو کو راس کوہ کے سوا کبھی دانہ پانی نہ دے تو کیا وہ اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اُس ٹٹو سے پہاڑ پر چڑھ جائے اور کیا عمل میں جلدی کرنیسے اپنی خواہش کی

مخالفت کرنے سے عاجز ہو اور کیا تجھ کو کوئی دن ایسا ملیگا جس میں خواہش کی مخالفت تم کو دشوار نہ ہو۔ ایسا دن تو اللہ تعالیٰ کی جنّت کے سوا اور کوئی نہ پیدا کیا ہے اور نہ پیدا کرے گا اور جنّت ناپسند باتوں سے ڈھک دی گئی ہے اور ناگوار باتیں نفس پر کبھی ہلکی نہیں ہوتیں اس کا وجود محال ہے۔ پس اگر تم ان کھلی باتوں کو نہیں سمجھتے اور عمل میں تاخیر ہی کی طرف مائل ہوتے تو اس سے زیادہ کونسی حماقت اور نادانی ہوگی اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل پر بھروسہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ دنیا کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل پر بھروسہ نہیں کرتے بھلا کیا تم جاڑے کے لئے جس قدر موسم ہو اُس کے لایق تیاری نہیں کر لیتے پس کھانا اور ایندھن اور پوشاک وغیرہ ضروریات سب جمع کر لیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ یوہی جاڑے کی سردی بغیر جُبّہ وغیرہ کے دفع کر دے گا کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جہنم کے طبقہ زمہریر کی ٹھنڈک چلّے کے جاڑوں کی سردی سے ہلکی اور مدّت میں ہوگی یا تم کو یہ خیال ہے کہ اس سے بے محنت کے بچ جاؤ گے کبھی نہیں یہ بات بہت دور ہے کیونکہ جاڑے کی ٹھٹھر جیسے بدون جُبّہ اور ایندھن اور اور لوازم کے دفع نہیں ہوتی ایسے ہی دوزخ کی گرمی اور اُس کے طبقہ زمہریر کی ٹھٹھر طاعات اور عبادات سے پناہ لینے اور بُرائیوں کو چھوڑ دینے کے بغیر ہرگز تم سے دفع نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا کرم اور فضل یہی ہے کہ تم کو پناہ لینے کا طریقہ بتایا یہ نہیں کہ پناہ لینے کے بغیر تم سے عذاب کو دور کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور فضل جاڑا دفع کرنے کے بارہ میں یہ ہے کہ تمہارے لئے آگ پیدا کرنے اور چقماق اور لوہے سے اُس کے نکالنے کا طریقہ تم کو سکھا دے تاکہ تم اپنے نفس سے جاڑے کی سردی دفع کر سکو پس جیسے کہ جُبّہ اور ایندھن اور تمام لوازم کے خریدنے سے تمہارا خالق

اور مولیٰ مستغنی ہے اور تم اپنے لئے صرف اس لئے خریدتے ہو کہ اللہ نے اُن کو تمہاری راحت کا سبب بنایا ہے ایسے ہی تمہاری طاعت اور مجاہدہ سے تمہارا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے یہ تو تمہارے عذاب الیم سے نجات کا اور عیش دائمی تک تمہارے پہنچنے کا صرف طریقہ ہے سو جس نے بھلائی کی سو اپنی جان کے لئے اور جس نے بُرا کیا سو اپنے نقصان کو اور اللہ بے پرواہ ہے عالم والوں سے اور شاید تم یہ کہو کہ مجھ کو ثابت قدمی سے خواہشات نفسانی کے مزوں کی حرص اور تکلیفوں اور مشقتوں پر کم صبر ہونے کے سوا اور کوئی چیز نہیں روکتی۔ پس اگر تم اپنے اس قول میں سچّے ہو تو یہ تمہاری کس قدر نادانی اور کتنا بُرا تمہارا یہ عذر ہے کیونکہ دنیا کی شہوات تو فانی جلدی چلی جانے والی اور کبھی کسی وقت کدورتوں سے خالی نہیں ہیں۔ پس تمہیں کیا ہوا کہ جنّت میں جانا طلب نہیں کرتے کہ اُس میں ہمیشہ باقی رہنے والی خواہشوں سے عیش کیا کرو جو ہمیشہ بہر حال کدورتوں سے صاف ہیں کیونکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ پس آخرت کے لئے جس قدر تمہیں وہاں رہنا ہے اُس کے لائق سامان کر لو کیونکہ تمہارا سرمایہ تمہاری زندگی کے دن ہیں سو تم اُس میں سے اکثر حصّہ تو کھو چکے اُس میں سے اب صرف چند روز باقی رہ گئے ہیں پس اُس بقیّہ میں اگر تم تجارت کرو گے تو فائدہ ہوگا اور اگر باقی کو بھی کھو دو گے اور اپنی قدیم عادت پر چلتے رہو گے تو یہ تو خوب کھلا ہوا نقصان ہوگا پس اے مسکین خواب غفلت سے بیدار ہو کیونکہ موت تیرا وعدہ ہے اور گور تیرا گھر ہے اور مٹی تیرا بچھونا ہے اور فزع اکبر یعنی قیامت تیرے سامنے ہے اور مُردوں کا لشکر شہر سے باہر تیرا منتظر ہے اور اُن سب نے بڑی سخت قسمیں کھائی ہیں کہ تجھ کو جب تک اپنے ساتھ نہ لے لیں گے اور اپنے ساتھ نہ ملا لیں گے اپنی جگہ سے نہ ٹلیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ وہ صرف ایک دن کے واسطے دنیا میں

آنے کی آرزو کرتے ہیں تاکہ جو کچھ اُن سے کوتاہی ہوئی ہے اُس دن میں اُس کا
عوض کرلیں اور تو اپنے دن ضائع کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تو آخرت میں
بلائے گئے ہیں لیکن تو ہمیشہ یہیں رہے گا کبھی نہیں کبھی نہیں کیونکہ جب سے تو اپنی
ماں کے پیٹ سے نکلا ہے اپنی عمر کی بربادی میں لگا ہے زمین پر اپنا محل بنوا رہا
ہے اور عنقریب زمین کا گڑھا تیری قبر ہونے کو ہے، ہر روز مال بڑھنے سے خوش
ہوتا ہے اور عمر گھٹنے سے رنجیدہ نہیں ہوتا آخرت سے مُنھ پھیرتا ہے اور وہ تیرے
سامنے چلی آرہی ہے اور تو دُنیا پر متوجہ ہو رہا ہے اور وہ تجھ سے مُنھ پھیرتی جاتی
ہے تیرا کیا ہی عجیب حال ہے کہ باوجویکہ تو قسم قسم کے گناہ کرتا ہے آخرت کی دُرستی
میں کوشش نہیں کرتا بلکہ دُنیا کی درستی میں لگا ہوا ہے کہ گویا کبھی وہاں سے تجکو
جانا نہ ہوگا۔ پس اے مسکین اُس دن سے اپنی جان کا خوف کر جس دن کہ تو
خدا کے سامنے جائیگا اور وہ اُس دن کسی بندے کو نہ چھوڑے گا جس کو دنیا میں
کسی بات کا حکم کیا تھا یا دُنیا میں جس بات کی مُمانعت کی تھی یہاں تک کہ
اُس سے اُس کے اعمال کے بارے میں تھوڑے ہوں یا بہت معمولی ہوں یا اعلیٰ
پوشیدہ ہوں یا ظاہر سوال کرے گا۔ پس اے غافل تو دیکھ کہ کس دل سے تو
اُس کے سامنے کھڑا ہوگا اور کس زبان سے اُس کے سوال کا جواب دے گا
اور سوال کا جواب اور جواب کی دُرستی ٹھیک کر رکھ اور اپنی باقی عمر دار فنا یعنی دُنیا
کے چھوٹے چھوٹے دنوں میں دارِ بقا یعنی آخرت کے بڑے بڑے دنوں کے واسطے
نیک کاموں میں صرف کر اگر تو یہ کہے کہ میرا نفس مجاہدے اور ہمیشہ اطاعت
کرتے رہنے کو نہیں مانتا تو اُس کے علاج کا کیا طریقہ ہے تو سمجھ لے کہ اس کے علاج
کا سب سے مفید طریقہ جیسا کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے یہ ہے
کہ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں مجاہدہ کرتا ہو اور تو

اُس کے حالات کو دیکھ اور اُس کی پیروی کر لیکن یہ علاج اس زمانے میں دشوار ہے کیونکہ ایسا شخص جو متقدمین کی طرح عبادت میں مجاہدہ کرتا ہو مفقود ہے پس اب تیرے لئے اس زمانے میں اس سے زیادہ مفید اور کوئی علاج نہیں کہ تو ان کے حالات سُنے اور اخبار دریافت کرے کہ وہ کیا کیا دشوار مجاہدہ کرتے تھے" اور اُن کی محنت تو ہو چکی اور ثواب اور عیش باقی رہ گیا جو کبھی تمام نہ ہوگا اور کس قدر سخت افسوس اُس شخص پر ہے جو اُن کی پیروی نہیں کرتا پس اپنے نفس کو چند روزہ مکدر شہوات سے منتفع کرتا ہے پھر اُس کو اسی حال میں موت آجاتی ہے اور اُس کے اور اُس کی شہوات کے درمیان میں حائل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تو لازم کرلے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور اُن کے بعد کے مجاہدین کے احوال کا مطالعہ کرے اور اُن کے احوال دیکھ کر تجھ پر کھل جائے گا کہ تو اور تیرے زمانے کے لوگ اصل دین داروں سے کتنے دور ہیں۔ پھر اگر تیرا نفس تجھ کو یہ وسوسہ دلائے اور کہے کہ عبادت اسباب کی کثرت کی وجہ سے اُسی زمانے میں ہو سکتی تھی لیکن اس زمانے میں اب اگر تو اپنے اہل عصر کے خلاف کرے گا تو وہ تیرا مذاق اُڑائیں گے اور دیوانہ کہیں گے لہٰذا اُنہیں کے موافق جو وہ کرتے ہیں کئے جا جو اُن کا حال سو تیرا حال مرگ انبوہ جشنے دارد' تو خبردار اس کے باطل حیلے اور فریب اور مکر اور دھوکے میں نہ آجانا اور تو اُس کو یہ جواب دینا کہ اگر پانی کی ایسی رو چڑھ آئے کہ جو اُس کے سامنے آئے سب کو ڈبو دے اور تیرے گاؤں والے اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیں اور اپنا بچاؤ نہ کریں اور تجکو اتنی قدرت ہو کہ اُن سے الگ ہو کر کشتی پر سوار ہو کر ڈوبنے سے بچ جائے تو کیا اب بھی تیرے دل میں یہ خیال آئیگا کہ مرگ انبوہ جشنے دارد یا اُن کا ساتھ چھوڑ دیگا اور اس حرکت سے اُن کو نادان بنائیگا اور بلائے ناگہانی سے اپنا بچاؤ

کرے گا جو تجھ پر آپڑی ہے پھر جب تو ڈوبنے کے خوف سے اُن کا ساتھ چھوڑتا ہے حالانکہ ڈوبنے کی تکلیف رات دن کی ایک ساعت سے زیادہ نہیں ہوسکتی تو پھر دائمی عذاب سے کیوں نہیں بھاگتا اور ہر وقت اُس کے سامنے چلا آتا ہے اور مرگِ انبوہ کیسے جشن ہو سکتا ہے۔ کفار تو اہل زمانہ کی موافقت ہی سے ہلاک ہوئے ہیں (تو کیا اُن کی یہ ہلاکی مرگ انبوہ جشنے دارد ہو سکتی ہے کبھی نہیں) کیونکہ وہ یہی کہتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا اور ہم اُن ہی کے قدموں پر چلتے ہیں۔ لہٰذا خبردار خبردار اپنے اہل زمانہ اور اُن سے پہلے گذرے ہوؤں کا خیال نہ کر کیونکہ تو اگر زمین کے اکثر باشندوں کی اطاعت کریگا تو وہ تجکو اللہ کی راہ سے بہکا دینگے خدا سے دعا ہے کہ ہمکو گمراہی سے بچائے۔ آمین۔

توبہ کے بیان میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے سامنے توبہ کیا کرو، کیونکہ میں اللہ کے سامنے دن میں سَو بار توبہ کیا کرتا ہوں۔ سو اسمیں اُمت کی توبہ کی ترغیب ہے۔ کیونکہ جب نبی علیہ السلام باوجود معصوم اور عظیم الشان ہونے کے دن میں سَو بار توبہ کیا کرتے تھے تو وہ شخص کیونکر رات دن توبہ میں مشغول نہ رہے جو اپنا نامۂ اعمال پے در پے گناہوں سے سیاہ کرتا رہتا ہے، لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ توبہ ان تین امور کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے۔ اوّل علم، دوم حال، سوم عمل۔ اول مرتبہ علم کا ہے اور دوسرا مرتبہ حال کا ہے، اور تیسرا مرتبہ عمل کا ہے اور یہ اس لئے کہ آدمی جب گناہ کا بڑا نقصان ہونا اور آخرت میں اُس کے اور اُس کے محبوب کے درمیان حجاب کا ہوجانا جانتا ہے تو اس معرفت سے اُس کے دل میں

ایک الم پیدا ہوتا ہے اور اس الم کو معرفت کہتے ہیں، پس یہ معرفت تو علم ہے اور یہ ندامت حال ہے جو اس معرفت سے پیدا ہوا ہے پھر جب یہ ندامت دل پر غالب ہو جاتی ہے تو دل میں ایسے کام کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جس کو زمانہ موجود اور آیندہ اور گذشتہ سے لگاؤ ہے زمانہ موجودہ سے تو گناہ ترک کر دینے کا تعلق ہوتا ہے اور زمانۂ آیندہ سے عمر بھر میں کبھی گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لینے کا تعلق ہے اور زمانہ ماضی سے فوت شدہ کے عوض اور قضا کا اگر وہ قابلِ عوض اور قضا کے ہو تعلق ہے اور اس کا یہ فعل عمل ہے جو ندامت سے حاصل ہوا ہے جو علم سے پیدا ہوئی تھی اور علم سے یہاں مراد اس بات کا ایمان اور یقین ہے کہ گناہ آخرت میں زہر قاتل ہے، اور اس ایمان کا نور جب دل پر چمکتا ہے تو ندامت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، کیونکہ اپنے اوپر نور ایمان کے چمکنے سے وہ دیکھ لیتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے الگ ہو گیا ہوں پس اب محبت کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے پھر اس آگ سے اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو اوقات مذکورہ حال و استقبال و ماضی سے علاقہ رکھتا ہے۔ پس علم اور ندامت اور فعل مذکورہ کا ارادہ کہ اسی مجموعہ پر توبہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ پس جب یہ تینوں باتیں موجود ہوں گی تب توبہ ثابت ہوگی، اور بسا اوقات توبہ کا لفظ صرف ندامت پر بولا جاتا ہے، اور علم کو مقدمہ اور فعل مذکور کو ثمرہ ٹھہرایا جاتا ہے اور اسی اعتبار سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے "ندامت ہی توبہ ہے" اس لئے کہ ندامت بدون علم کے جو اس کا باعث ہے اور بغیر قصد یقینی کے جو اس کے پیچھے اور بعد میں ہوتا ہے نہیں ہوتی۔ پس ندامت دونوں طرف سے گھری ہوتی ہے۔ ایک طرف ثمرہ ہے اور دوسری طرف باعث ہوتا ہے پھر توبہ تمام مسلمانوں پر فوراً واجب ہے۔ سبب یہ اس کا واجب ہونا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا

اَلْمُؤْمِنُوْنَ۔ ترجمہ۔" اور توبہ کرو اللہ کی طرف سب اے ایمان والو" اور نیز اس قول باری تعالیٰ کی وجہ سے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًاؕ۔ ترجمہ "اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کے آگے صاف دل کی توبہ" اور ان دونوں آیتوں کے ظاہری معنی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ توبہ ہر مومن پر واجب ہے اس لئے کہ ان دونوں آیتوں میں حکم عام ہے نیز نورِ عقل بھی یہی بتلاتا ہے' اس واسطے کہ توبہ کے معنے اللہ تعالیٰ کی نارضامندی کی باتوں سے رضامندی کی باتوں کی طرف رجوع کرتا ہے' اور یہ امر عاقل ہی سے ہوسکتا ہے کیونکہ شہوت شیطانی لشکر ہے اور عقل فرشتوں کا لشکر ہے' اور ایسا کوئی انسان نہیں پایا جاتا جس کی شہوت جو شیطانی سامان ہے عقل پر جو فرشتوں کا سامان ہے مقدم نہ ہو۔ پس شہوات کی موافقت سے جو پہلے ہوچکی ہے اب اُس سے رجوع کرنا ہر آدمی کو بلوغ کے بعد ضروری ہے۔ اس لئے کہ شہوت لڑکپن ہی میں بلوغ اور کمال عقل سے پہلے ہی مُستحکم ہوجاتی ہے پس شیطانی لشکر پہلے ہی دل کی ولایت پر غلبہ کرلیتا ہے اور دل کو شہوات سے محبّت اور اُلفت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ بات دل میں غالب آجاتی ہے اور اس سے اس کو نکلنا دشوار ہوجاتا ہے پھر عقل ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا گروہ اور لشکر ہے پھر اگر وہ کامل اور قوی ہوئی تو خدا کے بندوں کو اُس کے دشمنوں کے ہاتھ سے چھوڑانے کے لئے آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہے پس شہوتوں کو توڑ کر شیطانی لشکر کا اُکھاڑنا اور بُری عادات کا چھوڑانا اور طبیعت کو جبریہ طور پر عبادت پر لگانا اس کا اول شغل ہوتا ہے سو حقیقت میں توبہ کے معنی یہی ہیں اور اگر عقل کامل نہ ہو تو دل کی سلطنت شیطان کے حوالے ہوجاتی ہے اور وہ ملعون اپنا وعدہ کرتا ہے جیسا کہ اُس نے کہا ہے لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ کہ اگر تو مجھ کو ڈھیل دے قیامت کے دن تک تو ضرور میں اس کی اولاد (یعنی اولاد آدمؑ) کو لگام دوں گا مگر تھوڑوں کو" اور مراد یہ ہے کہ اگر تو مجکو قیامت کے دن تک زندہ رکھیگا تو بیشک میں اُن کو جدھر چاہوں گا کھینچ لے جاؤں گا اور بیشک ان پر اچھی طرح غالب رہوں گا ہاں مگر ان میں سے بعض کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مُخلص اور نیک بندے ہیں اور یہ اس ملعون کے اس قول کی طرح ہے لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ترجمہ" البتہ میں اُن کو زینت دکھاؤں گا دُنیا میں زمین میں اور ضرور بہکاؤں گا اُن سب کو" اور اس لعین نے باوجودیکہ وہ غیب داں نہیں ہے اس کا مطلب اپنے لئے حاصل ہوجانا ان چیزوں سے استدلال کر کے جو اُس نے اُن میں دیکھیں معلوم کرلیا کہ بدی کے اسباب بہت ہیں اور بھلائی کا سبب صرف ایک ہے کیونکہ انسان میں چوپایوں کی شہوانی قوت اور درندوں کی غضبی قوت اور شیطان کی قوت وہمیہ موجود ہیں اور تینوں قوتیں ابتدائے پیدائش سے اس پر غالب ہوتی ہیں اور شر کی طرف متوجہ رکھتی ہیں اور ان تینوں قوتوں کے بعد اس میں قوت عقلی ملکی پیدا ہوتی ہے اور یہ اگرچہ بھلائی کی طرف بُلاتی ہے لیکن ان پہلی تین قوتوں کے دل پر غالب ہوجانے کے بعد کامل ہوتی ہے۔ پس جب شیطان ملعون نے انسان میں یہ دیکھا تو جان گیا کہ میری جو مُراد ہے اس کا حاصل ہونا ممکن ہے پس اس بیان کے موافق ہر شخص پر توبہ فرض عین ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ افراد انسان میں سے کوئی فرد بھی اس سے بے نیاز ہو۔ اور رہا توبہ کا فوراً واجب ہونا سو اس لئے کہ تاخیر کرنے میں اصرار حرام لازم آتا ہے جس سے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں کیونکہ توبہ سے ایک دم بھر بھی تاخیر کرنے سے ایک گناہ واجب التوبہ لازم آتا ہے یہاں تک کہ علماء کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کی توبہ میں ایک گھڑی تاخیر کرنے سے دو کبیرہ ہوجاتے ہیں ایک وہی پہلا

اور دوسرا اس سے توبہ نہ کرنا اور دوسری گھڑی میں چار کبیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، دو تو دونوں پہلے اور دو دونوں سے توبہ نہ کرنا اور تین ساعت میں آٹھ کبیرہ ہو جاتے ہیں اور چار ساعت میں سولہ کبیرہ ہو جاتے ہیں اور پانچ ساعت میں بتیس[۳۲] کبیرہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح گناہ بڑھتے جائیں گے جس قدر تاخیر ہوتی جائیگی اور اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ گناہ کو زہر قاتل جاننا خود ایمان ہی میں سے ہے پس جب یہ ثابت ہوا کہ علم خود ایمان میں سے ہے تو لازم ہے کہ ایمان گناہوں کا ترک کا باعث ہوا کرے پس جس نے گناہ کو نہ چھوڑا تو اس میں ایمان کا یہ جز نہیں ہے اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نہیں زنا کرتا ہے زانی جبکہ زنا کرتا ہے اُس حال میں کہ وہ مومن بھی ہو پس اس سے نبی علیہ السلام نے اُس ایمان کی نفی نہیں کی ہے جو خدا اور اُس کے فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں کا جاننا ہے کیونکہ اس ایمان کے زنا اور گناہ منافی نہیں ہیں بلکہ اس سے اُس ایمان کی نفی مُراد لی ہے جو اس علم کا نام ہے کہ زنا خدا سے دور کر دیتا ہے اور اس کی ناخوشی کا باعث ہے پس اس بیان کے موافق گناہوں پر جما رہنے والا اپنے ایمان میں کامل نہیں ہے بلکہ ایمان میں ناقص ہے اور یہ اس لئے کہ گناہوں کا چھوڑنا بدون صبر کے نہیں ہو سکتا اور صبر بدون خوف کے میسر نہیں ہوتا اور خوف بدون اس بات کے پیدا نہیں ہوتا کہ گناہوں میں بہت بڑا نقصان ہے اور گناہوں کے ضرر عظیم کا یقین بدون تصدیق خدا اور رسُول کے حاصل نہیں ہوتا۔ پس جس نے گناہوں کو نہ چھوڑا اور اس پر جما رہا تو گویا اُس نے خدا اور رسُول کی تصدیق نہیں کی لہذا اُس پر مرتے دم بڑا خوف ہے اس لئے کہ شاید اس اصرار پر اس کی موت اس کے ایمان کے جاتے رہنے کا سبب ہو جائے لہذا اس کا خاتمہ بُرائی پر ہو اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پڑا رہے اور اگر انجام خاتمہ بُرائی پر نہ ہوا بلکہ ایمان پر مرا تو اب مشیت الٰہی میں رہے گا چاہے اُس کو دوزخ میں ڈال دے اور بقدر معاصی عذاب دے کر پھر دوزخ سے نکالے اور جنّت میں داخل

کرے اگرچہ کچھ ہی مُدّت کے بعد ہو اور چاہے اُس کو معاف کر دے اور بلا عذاب جنّت میں داخل کرے، اس لئے کہ یہ محال نہیں کہ بخشش عام کسی پوشیدہ سبب سے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہو اُس کے شامل حال ہو جائے جیسے کہ یہ محال نہیں کہ کوئی کسی ویرانہ میں خزانہ ڈھونڈھنے کے لئے جائے اور اتفاق سے خزانہ پا جائے لیکن جس نے اپنا گھر خراب کر دیا اور مال تلف کر دیا اور اپنی جان اور اولاد کو بھوکا مارا اس خیال سے کہ وہ اللہ کے فضل کا منتظر ہو کہ گھر کے اندر زمین میں سے خزانہ عنایت کرے تو یہ شخص بیوقوف احمقوں میں سے سمجھا جائیگا اگرچہ اُس کی خواہش بلحاظ قدرت اور فضل الٰہی کے کچھ محال نہیں ہے اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے بخشش کا اُمیدوار ہے باوجودیکہ وہ گناہوں پر جما ہوا ہے اور بخشش کی راہ نہیں چلتا بیوقوف سمجھا جائے گا پھر بعضے اُن احمقوں میں سے اپنی حماقت کو اچھی اچھی باتوں سے رواج دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بیشک کریم ہے اُس کی جنّت مجھ جیسے شخص سے تنگ نہ ہو جائے گی اور میری معصیت سے کچھ اُس کا ضرر نہیں پھر تم اُس احمق کو دیکھتے ہو کہ دریا کا سفر کرتا ہے اور روپیہ اشرفی کی تلاش میں سفر کی مشقت کو اختیار کرتا ہے اور جب اُس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ بیشک کریم ہے اور اُس کے روپیہ اشرفی کے خزانے تجھ جیسے سے کم نہ ہوں گے اور تجارت میں تیری سستی سے اُس کا کچھ نقصان نہیں پس تو اپنے گھر بیٹھا رہ شاید ابھی تجھ کو ایسی روزی دے جہاں سے تیرا گمان بھی نہ ہو پس جو ایسے کہے اُس کو وہ احمق بنائے گا اور اُس کا مذاق اُڑائے گا اور کہے گا کہ یہ کیسی ہوس ہے کیونکہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا یہ تو محنت ہی سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عادت اور اُس کا قاعدہ جاری ہے اللہ کے قاعدوں میں تغیّر نہیں ہوتا اور یہ احمق نہیں سمجھتا کہ دین و دُنیا کا پروردگار ایک ہی ہے اور اُس کے قاعدے کو ان دونوں میں

تقصیر نہیں اور اُس نے یہ خبر بھی دیدی ہے" اور نہیں ہے واسطے انسان کے مگر وہی
جو کمایا"۔ پس کیونکر اُس کو آخرت کے لئے تو کریم جانتا ہے اور دُنیا کے بارہ میں تو کریم
نہیں سمجھتا پس جو شخص اس دارِ فانی میں ہلاکت سے ڈرتا ہو جب اس پر زہر اور تمام
ہلاک کرنے والی مُضر چیزوں سے ہر وقت احتراز کرنا واجب ہے۔ پس ہلاک ابدی
سے ڈرنے والے کو بدرجۂ اولیٰ اُن گناہوں سے احتراز واجب ہے جو دین کے لئے
زہر ہیں کیونکہ اس زہر سے اُس آخرت باقیہ کی فوت کا خوف ہے جس کے سَو میں
سے ایک حصّے کے برابر بھی دُنیا کی چند گِنی زندگی نہیں ہو سکتی کیونکہ آخرت کی
مدت کی نہ کوئی غایت ہے اور نہ کچھ انتہا اور اسی میں عیش دائمی اور بڑی سلطنت ہے
اور اُسی کے فوت ہو جانے میں دوزخ کی آگ اور عذاب دردناک ہے۔

معلوم ہو کہ حق تبارک و تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ
سانس گلے میں نہ آجائے۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ
اُس وقت تک بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ سانس کا گلے میں غرغرہ نہ ہونے
لگے سو عربی محاورہ میں غرغرہ کسی چیز کے حلق میں آنے جانے کو کہتے ہیں اور حلق
میں روح کی آمد و رفت کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے اور معنی
یہ ہیں کہ گنہگار کی توبہ اُس وقت تک مقبول ہوتی ہے جب تک روح گلے تک نہ پہنچ
جائے اس لئے کہ غرغرہ اور روح کے حلق میں پہنچ جانے کے وقت وہ اپنے انجام کو
دیکھ لیتا ہے کہ رحمت ہوگی یا خواری۔ لہٰذا اب اُس کو نہ توبہ مفید ہے اور نہ ایمان چنانچہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ط ترجمہ "پھر نہ
ہوا کہ کام آئے اُن کو یقین لانا اُن کا جب دیکھ چکے ہمارا عذاب" اور ایک آیت میں
فرمایا ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ
اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ ترجمہ اور نہیں ہے توبہ اُن کی

جو کرتے جاتے ہیں بُرے کام یہاں تک کہ جب سامنے آئے اُن میں سے
کسی کو موت تو کہنے لگا اب میں نے توبہ کی۔ اِس واسطے کہ شرائط توبہ میں سے
یہ بھی ہے کہ جس گناہ سے تم نے توبہ کی ہے اُس کے چھوڑ دینے کا اور دوبارہ
نہ کرنے کا عزم مصمم کرو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ توبہ کرنے والے کو
اس پر قدرت ہو اور اختیار کا وقت باقی ہو سو جب تک روح حلق میں
نہیں پہنچتی اُمید منقطع نہیں ہوتی۔ پس اس وقت اس گناہ سے ندامت اور
ترکِ گناہ کا پختہ ارادہ کرنا صحیح ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے
توبہ کا وقت فراخ ہے۔ یہاں تک کہ قابض الارواح کو دیکھے اور یہ وقت
غرغرہ اور روح کے حلق تک پہنچنے کا وقت ہے پس اس بیان کی بنار پر
بندہ پر واجب ہے کہ اپنے تمام اُن معاصی سے جن پر قائم ہے معائنہ اور غرغرہ
سے پہلے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے " نا اُمید نہیں ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ" اور ایک
آیت میں فرمایا" اور وہ ایسا ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے
اور معاف کرتا ہے" پس سمجھدار آدمی کو مناسب ہے کہ ہر وقت توبہ کیا کرے
اور گناہ پر اڑا نہ رہے کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ پر مصر نہیں سمجھا جا سکتا
اگرچہ دن بھر میں وہ ستّر مرتبہ گناہ کرے اور حدیث شریف میں آچکا ہے کہ
نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم کرے گا اللہ تعالیٰ
اُس کو ہر تنگی سے رستگاری دے گا اور ہر غم سے کشادگی دے گا اور اس کو
اس طرح رزق دے گا جس کا اُس کو گمان بھی نہ ہوگا اور ایک حدیث میں ہے
کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور اچھے خطاوار وہ ہیں
جو توبہ کرتے ہیں اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے قسم ہے اللہ کی کہ

میں ہر روز ستر دفعہ سے زیادہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے آگے توبہ کرو کہ میں اُس کے آگے ہر روز استغفار و توبہ کرتا ہوں۔ پس اے انصاف والو دیکھو جبکہ نبی علیہ السلام باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے ہیں اور توبہ کرتے ہوں تو جس کا حال کچھ معلوم نہیں کہ اُس کو معاف کر دیا گیا ہے یا نہیں وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر وقت توبہ نہ کرے اور کیونکر اپنی زبان کو ہمیشہ استغفار میں مشغول نہ رکھے اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے ہلاک ہوگئے دیر کرنے والے اور دیر کرنے والے وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آئندہ توبہ کرلیں گے اور وہ ہلاک اس لئے ہوئے کہ بقا پر بھروسہ رکھتے ہیں جو کہ ان کو حوالہ نہیں ہے پس ممکن ہے کہ باقی نہ رہے اور اگر باقی رہے بھی تو جیسے گناہ چھوڑنے پر قادر نہیں کل بھی نہ چھوڑ سکے کیونکہ بالفعل ترک گناہ سے عاجز رہنا غلبہ شہوت کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں اور شہوت کل اس سے جدا نہ ہوگی بلکہ عادی ہوجانے کی وجہ سے زیادہ اور مضبوط ہوجائیگی۔ پس جس شہوت کو آدمی نے عادی ہوکر قوت بخشی ہے وہ اُس جیسی نہیں ہے جس کی عادت نہیں کی ہے اور اسی وجہ سے دیر کرنے والے ہلاک ہوئے ہیں کیونکہ وہ دو یکساں چیزوں میں فرق سمجھ رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ترک شہوات کے دشوار ہونے میں سب دن ایک ہی سے ہیں اور دیر لگانے والا اُس شخص کی طرح ہے جس کو ایک درخت اکھاڑنے کی ضرورت ہو پس اُس کو مضبوط دیکھ کر بلا زیادہ مشقت کے نہیں کٹ سکتا وہ یہ کہے کہ ایک برس رہنے دوں گا پھر آکر اس کو اُکھاڑ دوں گا اور یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ درخت جتنا ہی زمین میں کھڑا رہیگا اُس کی مضبوطی بڑھتی جائیگی پس دُنیا میں اس حماقت سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہیں ہے کیونکہ وہ اسکی مضبوطی زیادہ

ہو جانے کے قبل تو اُس کے اُکھاڑنے سے عاجز رہا پھر اُس کی زیادہ جڑ پکڑ لینے کے
بعد اُس کے اُکھاڑنے پر قادر ہونے کا منتظر رہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا تو مومن کو
ضروری ہے کہ توبہ سے کبھی کسی وقت فارغ نہ رہے یہانتک کہ موت ایسے وقت
آئے کہ یہ تائب ہو کیونکہ توبہ تمام مومنوں پر بالاتفاق اہلِ اسلام فرض ہے اس لئے
کہ باری تعالیٰ کا قول ہے وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ترجمہ "اور توبہ
کرو اللہ کے آگے سب کے سب اے ایمان والو" اور باری تعالیٰ کا یہ ارشاد يَآيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۝ "اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کے آگے
خالص توبہ" پس اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بندوں کے حال پر مہربانی کو دیکھو کس طرح اُنکو
توبہ کی طرف بُلایا اور اُن کو اُس کا حکم دیا ہے اور اُن کا نام گناہ کرنے کے بعد بھی
مومن ہی رکھا ہے پھر توبہ سے جو اُن کی عزت ہوگی بیان کی" اور فرمایا شاید تمہارا
رب دُور کر دے تمہاری بُرائیاں اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں
اور خبر دیدی کہ میں اُن کے گناہوں کا بخشنے والا ہوں اور فرمایا وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً
اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ
مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ
اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ ترجمہ " اور وہ لوگ جب کرتے ہیں کوئی بُرا کام یا بُرائی کرتے
ہیں اپنے حق میں تو یاد کرتے ہیں اللہ کو پس بخشش مانگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور
کون بخشتا ہے سوائے اللہ کے اور نہیں اڑے رہتے ہیں اُس پر جو کیا ہے
جان بوجھ کر اُن لوگوں کی جزا ہے بخشش اُن کے رب کی طرف سے اور باغ
جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے اُس میں اور کیا اچھی مزدوری
ہے کام کرنے والوں کی اور کھول کر فرمادیا کہ توبہ کے بعد وہ اُن کو محبوب

رکھتا ہے پس فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ہ ترجمہ
بیشک اللہ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور ستھرے لوگوں سے" اور
یہ اشارہ کردیا کہ توبہ اُن کے لئے گناہوں کی نجاست سے طہارت ہے۔ پس
مومن کے لئے توبہ کرنی ضروری ہے لیکن توبہ کے واسطے چار شرطیں ہیں، اگر
اُن میں سے ایک بھی کم ہوگی تو توبہ ٹھیک نہ ہوگی۔ اوّل زمانۂ گذشتہ کے گناہوں
پر دل سے نادم ہونا اور ندامت سے یہ مُراد ہے کہ اپنے کئے ہوئے پر غمگین اور دردمند
ہونا اور آرزو کرنا کہ کاش یہ نہ کرتا اور دوسری شرط معصیت کا فی الفور ترک
کردینا ہے اور تیسری شرط اُس کا پختہ قصد کرنا کہ پھر آیندہ کبھی ایسا نہ کرونگا اور
چوتھی شرط یہ ہے کہ سب اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو اور کسی وجہ سے نہ ہو
کیونکہ جو شخص شراب پینے پر نادم ہوکر اس لئے چھوڑے کہ اس میں دردسر ہوتا ہے اور
عقل جاتی رہتی ہے اور مال اور آبرو خراب ہوتی ہے تو ایسا شخص شرعاً تائب
نہیں ہے اور ایسے ہی وہ شخص کہ زبان سے تو استغفر اللہ کہا کرے اور اُس کا
دل معصیت پر جما ہوا ہے تو ایسی توبہ سے بھی ایسی توبہ کرنی چاہیئے جو ندامت
کے ساتھ ہو جیسا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو دیکھا
کہ اپنی نماز سے فارغ ہوا اور جلدی سے کہنے لگا الٰہی میں تجھ سے مغفرت مانگتا
ہوں اور تیرے آگے توبہ کرتا ہوں تو حضرت علیؓ نے کہا اے شخص جلدی سے
زبان کا استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہوتی ہے۔ لہذا تیری یہ توبہ خود قابلِ توبہ
ہے۔ اور حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری توبہ بھی توبہ کے
قابل ہے۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ کا یہ قول اُن کے زمانے میں ہے تو
ہمارے اس زمانے کا کیا حال ہے جس میں تمام انسان ظلم پر جھکے ہوئے ہیں
ایسے حریص ہیں کہ باز نہیں آتے اور تسبیح ان کے ہاتھوں میں ہے بایں خیال کہ ہم توبہ

کرتے ہیں اور یہ اُن کا مذاق اور استخفاف ہے جیسا کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام
نے فرمایا کہ زبانی توبہ کرنے والا دل سے گناہ پر اڑا ہوا گویا اپنے رب سے مذاق
کرتا ہے اور توبہ تو یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل سے یہ نیت کرے کہ
پھر کبھی گناہ نہ کروں گا جب ایسا کرے گا تو اللہ اُس کے گناہ معاف کر دے گا اگرچہ
بڑا ہو کیونکہ کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے کفار کے
حق میں فرماتا ہے قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ
ترجمہ۔ تو کہدے کافروں سے کہ اگر باز آئیں گے تو معاف ہو جائے گا اُن کو
جو ہو چکا۔ پھر بھلا اس سے کم درجہ کے معاصی کی نسبت تیرا کیا خیال ہے اور
روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے اتنی خطائیں کرے کہ
آسمان و زمین کا خلا سب بھر جائے پھر وہ توبہ کرے تو اللہ اُس کی توبہ قبول کرتا
ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السّلام نے فرمایا کہ آدمی جب اپنے گناہ
کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اُس کی توبہ قبول کرتا ہے یعنی جب وہ اپنے خطاوار
ہونے کا اقرار کر کے پھر توبہ کرے اور اپنے کئے ہوئے گناہوں اور کمائی ہوئی برائیوں
سے نادم ہو اور نیت کرے کہ ایسا کام پھر نہ کرونگا تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول
کرتا ہے اور اُس کے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔ لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ گناہ
دو قسم کے ہیں ایک طرح کے گناہ تو وہ ہیں جو تمہارے اور خدا کے درمیان ہیں، اور
دوسری قسم کے گناہ وہ ہیں جو تمہارے اور بندہ کے درمیان ہیں۔ پس جو گناہ صرف
تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں تو اسمیں صرف زبان سے استغفار اور دل سے
ندامت اور پھر نہ کرنیکی نیت کافی ہے جب ایسا کیا تو اپنی جگہ سے بھی ہٹنے نہیں پاتا کہ
اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی فریضہ ترک ہوا ہو کیونکہ شرع نے اس
بارہ میں صرف توبہ پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ اس توبہ کے ساتھ بعض جگہ قضا رکھی ہے

جیسے نماز اور روزہ وغیرہ اور بعضی جگہ کفارہ بھی آور ہے حقوق العباد پس اِن کا مالکوں تک پہنچانا ضرور ہے۔ پس اگر وہ لوگ نہ ملیں تو اتنا اُن کی طرف سے اس نیت سے خیرات کردے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں امانت رہے قیامت کے دن مالکوں کو پہنچا دے پھر جس کو مفلسی کی وجہ سے حقوق ادا کرنے کی کوئی صورت نہ ملے تو اُس کو یہ لازم ہے کہ اعمال صالحہ کی کثرت کرے اور جن مومنین اور مومنات پر ظلم کیا ہے اکثر اوقات اُن کے لئے استغفار کیا کرے کیونکہ جب وہ ایسا کریگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ قیامت کے دن اُس کے حق خواہوں کو راضی کردے۔ کسی عالم سے پوچھا گیا آیا تائب کے واسطے کوئی ایسی علامت ہے جس سے اُس کی توبہ کا قبول ہونا معلوم ہو کہا کہ ہاں اُس کی چار علامتیں ہیں اول یہ کہ بُرے دوستوں سے الگ ہو جائے اور دوسرے یہ کہ ہر گناہ سے نفرت کرے طاعات کی طرف متوجہ ہو اور تیسرے یہ کہ اُس کے دل سے دُنیا کی فرحت جاتی رہے اور آخرت کا غم دل میں ہمیشہ لگا رہے اور چوتھے یہ کہ اپنے نفس کو ایسی چیزوں کے فکر سے جس کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہو چکا ہے فارغ پائے جیسے رزق اور جس کا حکم ہوا ہے اُس میں مشغول رہے پس جب اُس میں یہ علامتیں موجود ہوں تو اُس کو اللہ تعالیٰ چار کرامتوں سے اعزاز بخشتا ہے ایک یہ کہ گناہ سے ایسا صاف کر دیتا ہے کہ گویا کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور دوسرے یہ کہ اُس کو دوست رکھتا ہے اور تیسرے یہ کہ اُس کو شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اور اُس کو اُس پر غلبہ نہیں دیتا اور چوتھے یہ کہ دنیا سے نکلنے سے پہلے اُس کو خوف سے بے ڈر کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ترجمہ۔ اُن پر اُترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور غم نہ کھاؤ اور خوشخبری سُنو اُس بہشت کی جس کا تم وعدہ کیے جاتے تھے اور لوگوں پر اس کے چار حق واجب

ہوجاتے ہیں۔ اول یہ کہ اُس سے محبت کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس سے محبت
کی ہے اور دوسرے یہ کہ اُس کے حق میں توبہ پر قائم رہنے کی دُعا کیا کریں اس لئے
کہ توبہ پر قائم رہنا توبہ سے زیادہ دشوار تر ہے اور تیسرے یہ کہ اُس کے پاس بیٹھا کریں
اور یاد الٰہی کیا کریں اور امداد کیا کریں اور چوتھے یہ کہ باعتبار پہلے گناہوں کے طعنہ زنی
نہ کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السّلام کی طرف سے حکایت کر کے
فرمایا ہے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ترجمہ کچھ الزام نہیں تم پر آج فقیہ ابو اللیث
کہتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ مومن کی شان نہیں کہ گناہ میں پڑے اور عمداً کیا کرے چنانچہ
اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے " اور ناپسند کر دیا تمہاری طرف کفر اور گناہ
اور نافرمانی" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی کہ ہم نے مؤمنوں پر معصیت کو ناپسند کر دیا
ہے پس مؤمن گناہ میں نہیں پڑتا جبکہ اُس کا ایمان حقیقی ہو صرف زبانی نہ ہو مگر حالت
غفلت میں پس جب اُس نے اُس سے توبہ کرلی۔ معلوم ہو کہ عاقل اور ہوشیار وہ
ہے کہ جو اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر کے آخرت کے واسطے عمل کرے۔ چنانچہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوشیار وہ ہے جو اپنی جان کو ذلیل رکھے اور آخرت
کے واسطے عمل کیا کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو ہوا و ہوس کے پیچھے لگائے
اور اللہ سے آرزوئیں کیا کرے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے شداد
بن اوسؓ نے روایت کیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ عاقل وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب
رہے اور اس کو دبائے اور اُس سے حساب لے اور دیکھے کہ آخرت کے لئے اُس نے
کیا عمل کیا ہے پس اگر نفس کو نیک عمل کرتا ہوا پائے تو خدا کا شکر کرے اور زیادتی
کی کوشش کرے اور اگر بُرا کام کرتا ہوا پائے تو توبہ اور استغفار میں مشغول ہو جائے
اور اپنی حالت درست کرنے کے لئے طاعات کی طرف متوجہ ہو جو میدانِ قیامت کی
گھاٹیوں سے نجات دینے والی اور موت کے بعد بلند درجوں پر پہنچانے والی ہیں

اور بیوقوف وہ ہے جس پہ اُس کا نفس غالب آئے اور وہ اس کا تابع ہو جائے
اور محرمات اور منہیات میں سے جس چیز کو نفس چاہے وہ اُس کو پورا کرے اور اِدھر
اللہ سے یہ تمنا کرے کہ اُس کو بخش دے اور بلا توبہ اور استغفار اور اپنا حال درست
کئے جنت میں داخل کر دے اور یہی غرور ہے اور امام غزالیؒ نے جیسا کہ احیار العلوم میں
ذکر کیا ہے کہ غرور نفس اُس چیز کی طرف جو ہوا و ہوس کے موافق ہو اور طبیعت اُس کی
طرف راغب ہو کسی شبہ اور شیطانی مکر کے سبب سے مطمئن ہو جاتا ہے پس جو شخص کسی
شبۂ فاسد کی وجہ سے یہ اعتقاد کرے کہ میں بھلائی پہ ہوں فی الحال یا آخر کو تو وہ
دہوکے میں گرفتار ہے اور اکثر لوگ اپنے دل میں تو اپنا حال بہتر سمجھتے ہیں باوجودیکہ
وہ خطاوار اور گنہگار ہوتے ہیں پس ایسے لوگ دہوکے میں ہیں اور اگرچہ طریقے دہوکے کے
مختلف ہیں اور اُن کے درجے مختلف ہیں یہاں تک کہ کسی کا دہوکا دوسرے سے واضح
اور زیادہ ہوتا ہے پس کسی کو تو زندگانی دنیا نے دہوکے میں ڈالا ہے اور کسی کو اللہ کے
متعلق شیطان نے دہوکا دیا ہے وہ لوگ جن کو دنیا کی زندگی نے دہوکا دیا ہے یہ وہ
لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نقد اُدہار سے بہتر ہے اور دنیا تو نقد ہے اور آخرت اُدہار ہے لہذا دنیا بہتر ہے
پس دُنیا کا اختیار کرنا ضروری ہے اور یہ استدلال ابلیس کے قیاس کے مشابہ
ہے کہ اُس نے آدم علیہ السلام کے حق میں کہا تھا اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ
نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ ترجمہ میں اُس سے بہتر ہوں مجکو تو نے آگ
سے بنایا اور اس کو خاک سے بنایا ہے" اور اُن ہی لوگوں کی طرف اس آیت
میں اشارہ ہے اَلَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ ترجمہ اُن لوگوں نے کہ خریدی دُنیا کی زندگی
آخرت کے بدلے سو نہ ہلکا کیا جائے گا اُن سے عذاب اور نہ وہ مدد کئے
جائیں گے اور اس دہوکے کا علاج صرف ایمان کے ذریعہ تصدیق کرنا یا تصدیق

برہانی ہے مطلق ایمان کی تصدیق تو یہ ہے کہ اُن آیات کی تصدیق کرے جو قرآن میں آئی ہیں جن میں سے ایک باری تعالیٰ کا یہ قول ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ترجمہ "جو تمہارے پاس ہے ختم ہوجائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے" اور یہ قول اللہ تعالیٰ کا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ترجمہ "اور آخرت بہتر ہے اور زیادہ رہنے والی" اور یہ آیت وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ترجمہ اور نہیں ہے دُنیا کا جینا مگر پونجی دغا کی۔ پس نبی علیہ السّلام اس کی خبر کفار کی جماعتوں کو سُنائی پس اُنہوں نے اس کی تصدیق کی اور اُس پر ایمان لائے اور کوئی دلیل آپ سے طلب نہ کی اور یہ ایسا ایمان ہے کہ عوام لوگوں کو دہوکے سے نکال دیتا ہے رہی تصدیق برہانی سو وہ یہ ہے کہ اُس قیاس کے فساد کی وجہ معلوم کرے جو ابلیس نے اپنے دل میں مرتب کیا تھا کیونکہ یہی ہر دہوکے میں آنے والے کے دہوکے کا سبب ہوتا ہے پس وہ قیاس جو شیطان نے اس مغرور کے دل میں مرتب کیا ہے دو اصل سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ دُنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار ہے اور دوسری یہ کہ نقد اُدھار سے بہتر ہے اور یہ دہوکہ ہے کیونکہ مطلقاً یوں نہیں ہے بلکہ نقد اگر مقدار اور مقصود میں اُدھار کے برابر ہو جب تو نقد اُس سے بہتر ہے ورنہ اگر نقد اُدھار سے کم ہو تو پھر نقد سے اُدھار بہتر ہے کیونکہ یہ مغرور اپنی تجارت میں ایک روپیہ نقد خرچ کرتا ہے تاکہ دس روپیہ آیندہ کو حاصل کرے اور یہ نہیں کہتا کہ نقد اُدھار سے بہتر ہے اور ایسے ہی اگر طبیب میوے اور لذیذ کھانوں سے منع کردے تو آیندہ کی تکلیف مرض کے خوف سے فی الحال چھوڑ دیتا ہے اور سب تاجر دریا کا سفر کرتے ہیں آیندہ کی منفعت اور آرام اور لذت کے لیے بالفعل سفر کی مشقتیں گوارا کرتے ہیں پس جبکہ آیندہ کے دس موجودہ ایک سے بہتر ہوئے اور ایسے ہی آیندہ کی منفعت

اور راحت اور لذت موجودہ الم اور مشقت سے بہتر ہوئی تو دنیا کی لذت اور راحت کا دُنیا کی مدت آخرت کی مدت کے مقابلہ میں قیاس کرو اس لئے کہ انسان کی غایت سے غایت عمر سو برس کی ہوتی ہے اس سے بہت کم بڑھنے پاتا ہے اور یہ مدت آخرت کی ہزارویں حصے کا سواں حصہ بھی نہیں ہے گویا اس نے ایک کو دس لاکھ لینے کے لیئے ترک کیا بلکہ بے انتہا لینے کے واسطے یہ تو باعتبار وقت کے ہے اور رہا باعتبار نوعیت کے سو دُنیا کی لذتیں طرح طرح کی تکلیفوں اور سختیوں سے مکدر ہیں اور آخرت کی لذتیں صاف اور بے کدورت ہیں لہذا اُس کی غلطی اس قول میں صاف ظاہر ہوتی ہے کہ نقد اُدھار سے بہتر ہے اور اس وقت شیطان ایک اور قیاس کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یقین شک سے بہتر ہے اور دُنیا یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے لہذا یقین کو ترک نہ کرنا چاہیئے اور یہ قیاس پہلے سے بھی زیادہ فاسد ہے کیونکہ اس کی دونوں اصلیں باطل ہیں اس لئے کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہے جبکہ شک کی طرح ہو مطلقاً نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ سوداگر مشقت تو یقیناً اُٹھاتا ہے اور فائدہ ہونے میں شک ہے اور ایسے ہی بیمار کڑوی بدمزہ دوا پیتا ہے اور وہ تلخی دوا کے اعتبار سے تو یقین پر ہے اور صحت یاب ہونے میں شک پر ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ کڑوی دوا کا رنج بہ نسبت زیادتی مرض کے کم ہے جو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے اور اس قیاس کی دوسری اصل یعنی آخرت مشکوک ہے یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ مومن کے نزدیک تو وہ یقینی ہے اور اس کا ایمان شیطان کے فریب کو دفع کر دیتا ہے مگر اتنا ہے کہ اُس نے جب احکام الٰہی کو چھوڑ دیا اور اعمال صالحہ کو ضائع کیا اور معاصی اور منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دہوکے میں وہ کفار کا شریک ہوگیا کیونکہ اگرچہ وہ آخرت کو دُنیا سے بہتر ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن وہ دُنیا کی طرف

راغب ہوگیا ہے اور دُنیا کو آخرت پر پسند کرلیا ہے اور اس بات کا مستحق ہوا ہے
کہ کفار کی طرح دوزخی ہو لیکن اس کا حال خفیف ہوگا کیونکہ اصل ایمان عذاب ابدی
سے اُس کو بچائے گا اور دوزخ سے اُس کو نکال دے گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد
سہی اتنا فائدہ تو مطلق ایمان کا ہے اور رہا مقصود میں کامیاب ہونا سو اُس میں
ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ملنا بھی ضروری ہے چنانچہ یہ ارشادِ الٰہی ہے وَاِنِّیْ
لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ترجمہ "اور میں بہت بخشنے
والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کئے بھلے کام پھر راہ پر رہا۔ اور نیز
یہ آیت اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ ترجمہ بیشک اللہ کی رحمت نزدیک
ہے نیکی والوں سے۔ اور نیز یہ آیت وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝ ترجمہ قسم ہے عصر کے وقت کی بیشک انسان ٹوٹے
میں ہے جو یقین لائے اور کئے بھلے کام۔ پس کتاب اللہ میں بخشش کا وعدہ ایمان
اور عملِ صالح دونوں پر موقوف ہے مطلق ایمان پر نہیں پس جس نے زبان سے
یہ اقرار کیا کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے پھر عملِ خیر ترک کئے اور معاصی
میں مشغول ہوا تو وہ دُنیا سے دہوکا کھانے والوں اور اس سے محبت کرنے والوں
اور موت کو اس وجہ سے بُرا جاننے والوں میں سے ہے کہ لذاتِ دُنیا
چھُٹ جائیں گی لذائذ آخرت کے چھٹنے اور عذابِ آخرت کے خوف سے
موت کو بُرا سمجھنے والا نہیں ہے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کو حیاتِ دُنیا
نے دھوکا دیا ہے اور آخرت سے وہ لوگ بے خبر ہیں اور رہے ہے وہ لوگ
جن کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کے متعلق دہوکے میں ڈالا ہے یہ وہ لوگ
ہیں جو اعمال میں سُستی کرتے ہیں اور منکرات میں مشغول رہتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اللہ کریم اور رحیم ہے ہم کو اُس کی رحمت اور مغفرت کی اُمید

ہے اور یہ کلام اگرچہ حقیقت میں صحیح ہے دل اس کو مانتے ہیں لیکن انسان کو شیطان ایسی ہی بات سے بہکاتا ہے جو ظاہر میں مقبول ہو اور باطن میں مردود ہو اور اگر وہ ظاہر بات میں پسندیدہ نہ ہو تو اُس سے دل فریب نہ کھائے لیکن نبی علیہ السلام نے اس فریب کو اپنے اس ارشاد سے کھول دیا کہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو ہوا و ہوس کے پیچھے لگا دے اور اللہ سے آرزوئیں کرے اور یہ آرزوئیں پکا نا ہی دہوکا ہے جس کا شیطان نے بدل کر اُمید نام رکھا ہے یہاں تک کہ بہتیرے لوگوں کو اس سے فریب دیا ہے اور رجا کی شرح تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے خود کردی ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ ؕ ترجمہ وہ لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور مجاہدہ کیا اللہ کی راہ میں وہی اُمیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے۔ کسی نے حضرت حسنؓ سے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے اُمید رکھتے ہیں حالانکہ یہ لوگ اپنے عمل خیر ضائع کرتے رہتے ہیں تو اُنہوں نے کہا افسوس یہ اُن کی محض آرزوئیں ہیں کہ ان کی فکر میں پڑے ہیں جو شخص کسی شے کی اُمید رکھتا ہے تو اُس کو طلب کرتا ہے اور جو کسی بات سے ڈرتا ہے تو اُس سے بھاگتا ہے اور جیسے دُنیا میں کھیتی بدون بوئے نہیں اُگتی ایسے ہی آخرت میں اجر اور ثواب بدون ایمان اور عمل کے نہیں ملتا اور جیسے وہ شخص نادان ہے جو اولاد کی اُمید رکھے اور نکاح نہ کرے ایسے ہی وہ شخص نادان ہے جو اللہ کی رحمت کی اُمید رکھے اور ایمان نہ لائے یا ایمان لائے اور عمل صالح نہ کرے یا اعمال صالح کرے اور بُرائیاں نہ چھوڑے اور جیسے جو شخص نکاح کرے تو اُس کو لائق ہے کہ اولاد ہونے کی اُمید رکھے

اور نہ ہونے کا خوف بھی کرے اسی طرح جو ایمان لایا اور اعمال نیک کئے اور برائیاں
چھوڑ دیں تو اس کو لائق ہے کہ اجر اور ثواب ملنے کا امیدوار رہے اور نہ ملنے کا خوف
رکھے پس مومن پر یہ واجب ہے کہ برائیوں سے توبہ کرے اور طاعت پر مداومت
کرے پھر خوف اور رجا دونوں کے درمیان میں رہے اور نہ اللہ کی رحمت سے ناامید
ہو اور نہ عذاب آلہی سے بیخوف ہو کیونکہ ایسے شخص کے دل میں جو گناہوں میں ڈوبا ہو
کبھی توبہ کا خیال آتا ہے تو اس سے شیطان کہتا ہے تیری توبہ ایسے ایسے گناہوں
کے ساتھ کیونکر قبول ہوگی پس ایسی حالت میں ناامیدی کو امید سے دفع کرنا واجب
ہے اور یہ کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہے اور توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف
کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ ترجمہ اور میں
البتہ بخشدیتا ہوں جو توبہ کرے " اور توبہ قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے
وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں
سے۔ کیونکہ توبہ ایسی عبادت ہے جو سب چھوٹے بڑے گناہوں کو دور کر دیتی ہے
یہانتک کہ کفر کو بھی بخلاف اور عبادات کے کہ وہ صرف گناہ صغیرہ کو دور کرتی ہیں پس
جو شخص توبہ کر کے بخشش کی امید رکھے تو وہ امیدوار ہے اور جو گناہ پر اڑا رہ کر بخشش
کی توقع کرے وہ مغرور ہے اور جو توقع توبہ اور عبادت میں مستعدی کا سبب ہو وہ
رجا ہے اور جو توقع عبادت میں سستی اور بیہودگی کی طرف رغبت کا سبب ہو وہ دھوکا
ہے کیونکہ جس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور عبادت میں مشغول
ہو تو شیطان اس سے کہتا ہے تجھکو کیا ہوا کہ اپنی جان کو تکلیف اور عذاب دیتا ہے تیرا
پروردگار تو کریم اور غفور اور رحیم ہے سو اس فریب میں آکر وہ توبہ اور عبادت سے باز
رہتا ہے پس یہی تو دھوکا ہے اور ایسی حالت میں بندہ پر واجب ہے کہ خوف سے
کام لے اور اپنے نفس کو غضب الٰہی اور اس کے بڑے عذاب سے ڈرائے اور

اُس سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے گناہوں کا معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنیوالا ہے اسی طرح وہ سخت عذاب والا بھی ہے اور وہ کریم اور رحیم ہونے کیساتھ ہی کفار کو دوزخ میں ہمیشہ کے لئے ڈالیگا باوجودیکہ ان کا کفر اس کو کچھ مضر نہیں بلکہ دنیا میں اپنے بندوں پر عذاب اور محنت اور دکھ اور بیماری اور فقیری اور بھوک مقرر کر رکھی ہے باوجودیکہ وہ کریم اور رحیم اور ان کے دور کرنے پر قادر ہے پس جس کا بندوں کے حق میں یہ طرز ہو تو اس سے بندہ کیسے دھوکا کھاجاتا ہے اور اس سے نہیں ڈرتا ہے اور حالانکہ وہ اپنے عقاب سے ڈرا ہی چکا ہے اور اس زمانہ میں اکثر لوگوں کی امید عمل میں سستی اور دنیا پر متوجہ ہونے اور طاعتِ الٰہی سے مُنہ پھیرنے اور آخرت کیلئے سعی چھوڑ دینے کا سبب ہے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دھوکا ہے امید نہیں ہے اور نبی علیہ السلام خبر بھی دے چکے ہیں کہ دھوکا عنقریب اس امت کے آخر لوگوں پر غالب آئیگا امام غزالی رح کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تھی وہ ہوگئی کیونکہ اول زمانہ میں لوگ ہمیشہ طاعت اور عبادت میں لگے رہتے تھے اور شبہات اور شہوات سے خوب بچتے تھے اور اس پر بھی اپنے متعلق ڈرا کرتے تھے اور تنہائی میں رویا کرتے تھے اور اب آجکل تمام مخلوق کو مطمئن خوش و خرم بے خوف دیکھوگے باوجودیکہ گناہوں پر اڑے ہوئے اور دنیا میں کھپے ہوئے اور طاعت الٰہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے کرم اور فضل پر بڑا بھروسہ کئے ہوئے ہیں اور اس کے درگذر اور بخشش کی امید رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکی نعمت فراخ ہے اور اُس کی رحمت عام ہے۔ اور بندوں کے معاصی کی اُس کے دریائے مغفرت کے سامنے کیا اصل ہے اور اپنی اس تمنا اور دھوکے کا نام رجا رکھ چھوڑا ہے اور کہتے ہیں کہ رجا دین میں پسندیدہ مقام ہے پس گویا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل کے متعلق وہ کچھ جانتے ہیں جو انبیاء

اور صحابہ رضؓ اور سلف صالحین رحؒ بھی نہیں جانتے تھے۔

اکمال الشیم توبہ کے متعلق

قلب کیونکر منور ہو سکتا ہے اور حال یہ ہے کہ اغیار موجودات کی صورتیں اس کے آئینہ میں منقش ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف کیونکر سیر کر سکتا ہے۔ حالانکہ وہ ابھی شہوات نفسانیہ کی قید میں مقید ہو۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں داخل ہونے کی کیونکر طمع کر سکتا ہے اور وہ اپنی غفلتوں کی ناپاکی سے پاک نہیں ہوا۔ بلکہ دقائق اسرار کے سمجھنے کی کیونکر توقع رکھتا ہے۔ اور وہ اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہیں آیا۔ ف جب کہ دل کے آئینہ میں دنیا اور دنیا کی چیزیں مال۔ دولت۔ آبرو۔ اولاد۔ جائداد۔ اور خیالات اور بیہودہ آرزوئیں۔ اور باطل تمنائیں گھسی ہوئی ہوں تو ایسا دل کیسے روشن ہو سکتا ہے جب ان چیزوں کی تاریکی دل سے دور ہو اسوقت دل میں نور کا گذر ہو۔ اور جو دل خواہشات نفسانی کی زنجیر میں مقید ہو کہ شب و روز اسی خیال میں گذرتا ہو کہ یہ شئی کماؤں اور فلاں لباس پہنوں اور فلاں عورت سے نکاح کروں اور فلاں چیز خریدوں ایسے دل والا خدا تعالیٰ کی طرف کیسے چل سکتا ہے اسلئے کہ اس کے پاؤں میں تو ان خواہشوں کی بیڑیاں پڑی ہیں اور جس کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں وہ کیسے چلسکتا ہے اور جو دل غفلت کی ناپاکی سے پاک نہیں ہوا کہ ہر وقت اس کا غفلت میں گذرتا ہے اور آخرت کو بھولا ہوا ہے ایسا دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں کیسے داخل ہو سکتا ہے اور کیسے اُس پاک درگاہ میں مقبول ہو سکتا ہے۔ پس جیسے ناپاک آدمی مسجد میں نہیں آسکتا ایسے ہی غفلت کی ناپاکی سے جو دل ابھی تک پاک نہیں ہوا وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دخل نہیں پاسکتا۔ یعنی مقبول نہیں ہو سکتا اور جو دل ابھی تک اپنی نازیبا حرکتوں اور لغویات اور باطل تمناؤں سے باز نہیں آیا اور برابر ان میں مشغول ہے خدا تعالیٰ کے اسرار اور باریکیاں سمجھنے کی وہ کیسے طمع کر سکتا ہے۔ جب ان لغویات سے تائب ہو جاوے

اسوقت اس میں قابلیت اسرار کے سمجھنے کی ہو سکتی ہے۔

اگر اس کے عدل وانصاف سے مڈبھیڑ ہو گئی تو کوئی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔ ف حق تعالیٰ کی صفت عدل وانصاف کا اگر عالم میں ظہور ہو اور ہمارے ساتھ انصاف وعدل کا معاملہ ہو تو ادنیٰ سے ادنیٰ گناہ بھی صغیرہ نہیں بلکہ سب کے سب کبیرہ گناہ اور قابل گرفت اور مواخذہ کے ہیں اسلئے کہ ایسے بڑے جلیل القدر کی کہ جس کی جلالت وعظمت کی کوئی انتہا نہیں اور ایسے بڑے محسن کی جس کے احسانات بیشمار ہیں ادنیٰ نافرمانی بھی اسدرجہ سخت ہے کہ ہلاک کر دینے کے لئے کافی ہے اور اگر اس کے فضل وکرم کی صفت ظاہر ہو اور ہمارے ساتھ فضل کا معاملہ ہو تو بڑے سے بڑا گناہ بھی ہمارا کبیرہ نہیں بلکہ سب صغائر بلکہ لاشئ محض ہیں اور معاف ہیں۔

جب تجھ سے کوئی گناہ صادر ہو جاوے تو تجھ کو تیرے پروردگار کیساتھ حصول استقامت سے مایوس نہ کر دے کیونکہ شاید یہ آخری گناہ ہو جو تجھپر مقدر ہوا ہے۔ ف۔ جب کوئی گناہ بشریت کی راہ سے تم سے ہو جائے تو اس گناہ کی وجہ سے دین پر پختگی اور قائم رہنے کی صفت اور اپنے رب کیساتھ تعلق وامید کی خصلت میں ذرہ برابر فرق نہ آنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ اس گناہ کے صادر ہونے سے تم یہ سمجھنے لگو کہ بس جی ہم کو دین پر پختگی کا میسر ہونا محال ہے اور یہ سمجھکر اور گناہوں پر دلیر ہو جاؤ۔ حالانکہ یہ گمان تمہارا بالکل غلط ہے اسلئے کہ گناہ ازراہ بشریت صادر ہونا دین پر پختگی کے خلاف نہیں ہاں گناہ پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا اور دوسری مرتبہ اس کے کرنیکا قصد کرنا پختگی کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ یہ گناہ جو تم سے صادر ہوا ہے اور جس کو تم غلطی سے استقامت کے خلاف سمجھ رہے ہو آخری گناہ ہو جو تمہاری تقدیر میں لکھا تھا اور اس کے بعد مالک حقیقی کی ایسی رحمت متوجہ ہو کہ پھر گناہ نہ ہو۔

طاعات وعبادات کے فوت ہو جانے پر غم نہ ہونا اور معاصی وسیئات کے واقع ہونے پر پشیمانی کا نہ ہونا موت قلب کی علامت ہے۔ ف۔ جاننا چاہئے کہ جیسے بدن کی زندگی کا دارمدار غذا پر ہے اسی طرح دل کی زندگی ایمان اور اعمال صالحہ سے ہے اور جس طرح بدن کو اگر غذا نہ ملے تو مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح دل میں اگر ایمان نہ ہو تو وہ دل مردہ ہے پس جس شخص کو طاعات وعبادات مثلاً نماز، روزہ جماعت وغیرہا کے فوت ہو جانے پر غم اور افسوس نہ ہو۔ اور گناہوں کے ہو جانے پر ندامت نہ ہو تو یہ علامت ہے اس کی کہ اس کا دل مردہ ہو چکا ہے اور ایمان کے آثار اس میں نہیں ہیں اور اگر طاعت وعبادت کر کے دل خوش ہو اور گناہ ہو جانے پر غم اور رنج وندامت طاری ہو تو یہ صفت اس بات کی علامت ہے کہ دل نور ایمان سے زندہ ہے۔

کوئی گناہ تیرے خیال میں اتنا بڑا نہ ہونا چاہئے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ حسن ظن سے روکدے اور اس کی رحمت وفضل سے مایوس کردے کیونکہ جس نے اپنے پروردگار کو پہچانا اُس نے بمقابلہ اس کے کرم کے اپنے گناہ کو صغیر اور حقیر جانا۔ ف گناہ کو اتنا بڑا عظیم الشان اپنے خیال میں نہ جاننا چاہئے کہ جس سے رحمت اور فضل سے مایوسی ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کیساتھ نیک گمان نہ رہے۔ اور یہ خیال پیدا ہو جاوے کہ میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اب اس کی مغفرت نہ ہوگی اور اب میں اس گناہ سے اس درجہ میں پہونچ گیا کہ رحمت اور فضل کی مجھ میں قابلیت نہیں رہی اور ایسی مایوسی اور ناامیدی حق تعالیٰ کی صفات کے نہ پہچاننے سے ہوتی ہے اور جس نے اپنے پروردگار کو پہچانا اور اس کی صفات کو جانا تو وہ اس کی کرم اور عفو کی صفت کو بھی جانیگا تو حق تعالیٰ کی اس صفت کے مقابلہ میں اپنے گناہ کو حقیر اور لاشئ جانیگا۔ اور معافی اور مغفرت کی امید رکھے گا۔ ہاں گناہ دل میں ایسا ہلکا بھی نہ ہونا چاہئے کہ اس سے توبہ بھی نہ کرے اور نہ اس پر ندامت وپشیمانی ہو خلاصہ یہ ہے کہ نہ اسقدر اس کو بڑا جانے کہ جس سے مایوسی

اور مغفرت سے نا امیدی کا خیال پیدا ہو کہ یہ بھی کفر ہے اور نہ اتنا ہلکا ہو کہ توبہ اور ندامت بھی نہ ہو بلکہ امید مغفرت کے ساتھ پشیمانی اور غم ہو اور آئندہ کے لئے عزم ہو کہ ایسا نہ کروں گا۔

اللہ اکبر۔ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بدکار شخص تھا کہ جس نے کامل بیس برس تک بدکاری اور معصیت میں اپنی عمر گذار دی تھی ایک دن اپنی صورت پر بڑھاپے کے آثار دیکھکر افسوس کرنے لگا کہ اب تو عمر کا آخری حصہ رہگیا اور جو یاد آلہی کا وقت تھا وہ گذر گیا غرضکہ وہ اپنی بدکاریوں پر نظر کر کے کانپ اٹھا اور دربار آلہی میں عرض کرنے لگا کہ خداوندا میں نے پورے بیس برس تیری نافرمانی میں گنوائے سو اگر اب میں تیری جناب میں رجوع لاؤں اور توبہ کروں تو کیا مجھے بخشش کا لباس پہنایا جائیگا اتنے میں اس نے یہ تسکین بخش آواز سُنی کہ جب تو نے ہمیں دوست رکھا تو ہم نے بھی تیرے ساتھ دوستی کا برتاؤ برتا اور جبکہ تو نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے بھی تجھ سے مُنہ موڑ لیا اور جبکہ تو نے ہماری نافرمانی کی تو ہم نے تجھے مہلت دی اب اگر تو ہمارے پاس رجوع لائیگا اور توبہ کریگا تو ہم فوراً قبول بھی کرینگے۔

تفسیر علائی۔ حق تبارک وتعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ عبارت اور یہ مضمون نازل فرمایا کہ یہ نصیحت آمیز مضمون اس سبوح اور اس قدوس کی طرف سے ان گنہگار بندوں کے طرف ہے کہ جو میری بندگی کو چھوڑ کر گناہوں کی گندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں حالانکہ میں نے تمہیں عدم کے ناپیدا کنار سے وجود کے ساحل پر نکالا اور تمہارے لئے آنکھوں کو بنایا جن سے تم بھلا برا دیکھتے ہو۔ اور کانوں کو پیدا کیا جن سے تم سنتے ہو۔ اور زبانوں کو گویا کیا جن سے تم بولتے ہو۔ اور دل عنایت کئے جن سے تم کسی چیز کو معلوم کرتے ہو۔ اور عقلیں مرحمت فرمائیں جن سے تم نیک اور بد سمجھتے ہو۔ اب میں نے تم سے عالم ارواح میں اپنی وحدانیت کا اقرار لیا

مگر اس عالم دنیا میں آنے کے بعد تم اپنے اقرار کو بھول گئے اور میری بندگی سے تم نے اپنی پیٹھ کو موڑ لیا اور اقرار کے بعد انکار کر بیٹھے۔ سو اب یہ باتیں تمہیں وحشت و تکلیف میں ڈالیں۔ پھر بھی اگر تم میری طرف رجوع لاؤ گے تو میں تم سے رجوع ہونگا بلکہ اپنی بخشش اور کرم میں اور بھی زیادتی کرونگا۔ پھر جو کوئی لغزش کریگا تو ہم اُس سے درگذر کرینگے۔ اور جو کوئی ہم سے تعلق کو الگ کریگا تو ہم اُس سے تعلق کو جوڑینگے۔ اور جو شخص توبہ کریگا تو ہم اس کی توبہ کو قبول کرینگے۔ اور جو شخص ہم کو بھول جاویگا تو ہم اسکو یاد کرینگے۔ اور جو شخص تھوڑا سا بھی عمل کریگا تو ہم اس کی دل سے قدر کرینگے۔ ہماری ایسی شانِ عظیم ہے کہ ہم دیتے اور بخشتے اور سخاوت کرتے اور احسان فرماتے ہیں اور گنہگار سے درگذر کرتے اور معافی کا خلعت پہناتے ہیں۔ ہماری بخشش سب پر عام ہے اور ہماری پردہ پوشی سب کو چھپا لیتی ہے۔

اے میرے بندے ذرا آنکھ اٹھا کر آسمان اور اس کی اونچان کو دیکھ۔ پھر سورج اور اس کی شعاعوں پر نظر ڈال۔ زمین اور اس کے مختلف حصوں پر غور کر۔ دریاؤں اور ان کی موجوں پر نگاہ کر۔ ہر ہر موسم اور ہر ہر وقتوں کو عبرت کی نظر سے دیکھ کہ جو ظاہر ہے وہ اور جو پوشیدہ ہے وہ۔ اور جو متحرک ہے وہ۔ اور جو ساکن ہے وہ اور جو قریب ہے وہ اور جو بعید ہے وہ اور جو ہو چکا ہے وہ اور جو ہونے والا ہے وہ۔ اسیطرح تر اور خشک اور کھٹّا اور میٹھا اور حرکت کرنے والا اور جم جانے والا اور جاگتا اور سوتا اور راکع اور ساجد اور ظاہر اور باطن۔ سو یہ سب کے سب میرے جلال اور میرے کمال کا اقرار کرتے ہیں اور میرے ذکر کی شہرت دیتے ہیں اور میرے شکر کو بجالاتے ہیں۔

اے میرے بندے میں تجھے یاد کرتا ہوں مگر افسوس ہے کہ تو مجھے یاد نہیں کرتا میں تیری پردہ پوشی کرتا ہوں مگر تو اس کا خیال نہیں کرتا۔ اگر میں زمین کو اشارہ کردوں

تو تجھے اسیوقت نگل جائے۔ یا میں دریاؤں کو حکم کردوں تو وہ تجھے اسیوقت ڈبو دیں
لیکن میں اپنی قدرت سے تیری حفاظت کرتا ہوں اور اپنی قوت سے تیری مدد کرتا رہتا
ہوں۔ تو خوب خیال کرے کہ تجھے ایک دن میرے پاس آنا ہے اور میرے جلالی
دربار میں کھڑا ہونا ضروری ہے کہ جس دن تیرے سارے کرتوت تجھ پر ظاہر کردوں گا
اور تیرے تمام کام یاد دلاؤنگا یہانتک کہ جب تجھے اسبات کا کامل یقین ہو جاوے گا
کہ مجھپر ہلاکت اور مصیبت ٹوٹ پڑی اور میں دوزخیوں سے ہو گیا تب میری بخشش
ظاہر ہو گی یہانتک کہ تیری تمام خطائیں مٹا دونگا۔ سو ایسے مہربان مالک کی نافرمانی
کرنا کسقدر غیرت اور شرم کی بات ہے۔

کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے ایک معزز نبی پر وحی بھیجی کہ اے میرے نبی تم
جو لوگ کہ گنہگار ہیں (مگر مشرک نہیں ہیں) انہیں میری وسیع رحمت کی خبر دیدو۔ اور
جو لوگ کہ مجھ سے بھاگتے ہیں اور میری یاد اور میری بندگی نہیں کرتے انہیں میری
طرف رجوع کراؤ اور جو لوگ کہ میری طلب میں ہیں انہیں سیدھی راہ کی طرف راہ دکھاؤ
اور جو میرے گنہگار بندے ہیں انہیں صاف طور پر کہدو کہ تم توبہ کرو تمہارے لئے
قبولیت کا بچھونا بچھا رکھا ہے۔ اُن سے کہدو کہ میری بے اندازہ بخشش کے مقابلہ میں
اُن کے گناہ کچھ بھی قابلِ وقعت نہیں ہیں کہ میرے کرم کی دہواں دہار بدلیوں کا ایک
چھوٹا سا نورانی قطرہ ان کے گناہوں کے بڑے سے بڑے انبار کو باقی نہ چھوڑے گا
اے میرے پیارے نبی جبکہ یہ میرا برتاؤ گنہگاروں کے ساتھ ہے تو جو کہ نیک لوگ ہیں
ان کے ساتھ کیسا خوبی بھرا برتاؤ ہوگا۔ اے میرے مقدس نبی ان لوگوں کیلئے مبارکبادی
ہے کہ جنہوں نے اپنے دل میری محبت سے لبریز کرلئے اور اپنے تمام اوقات
میرے لئے خرچ کردئے کہ جن کے دن روزے میں گذرتے ہیں اور جن کی راتیں
قیام میں بسر ہوتی ہیں۔ میں ان کی ہر ہر بات سے اطلاع رکھتا ہوں اور میرے مقرب

فرشتے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میری جنت ان کی مشتاق اور میری رحمت سے اُنکے
دل معمور ہیں۔ وہ میری مناجات کے وقت کبوتروں جیسا نالہ کرتے ہیں اور یتیموں پر
رحم کھاکر روتے ہیں۔ اُن کی آہ و نالہ کی آواز میرے نزدیک فرشتوں کی تسبیح سے افضل
ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ میں انہیں قسم قسم کی نعمتوں سے بھرپور کردوں گا۔
اے میرے معصوم نبی جو گنہگار ہے وہ مجھ سے بھاگ کر کہاں جاسکتا ہے بلکہ قیامت
اسے میرے پاس گھیر لائے گی اور آخر کو وہ میری ہی طرف رجوع ہوگا اور میں اسکے
کئے کو اُس پر ظاہر کردوں گا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں چاہوں تو اس کے منہ کے
لعاب کو اس کے گلے میں پھنسا دوں جس سے اُس کا گلا گھٹ جائے یا اس کے بدن کے
کپڑوں میں آگ لگا دوں جس سے وہ جل جائے مگر میں نے اسے قیامت کے دن
تک کی مہلت دے رکھی ہے جس میں کسی قسم کا عذر سُنا نہ جائیگا۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنی جان پر گناہ کرکے ظلم کرتا ہے
اور پھر نادم ہوکر اپنے دونوں ہاتھ اونچے کرتا اور یارب یارب کہتا ہے تب فرشتے اسکی
آواز کو روکدیتے ہیں اور اوپر کی جانب کو چڑھنے نہیں دیتے۔ پھر وہ یارب یارب کہتا
ہے اور فرشتے روکدیتے ہیں۔ غرضکہ تین دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے مگر چوتھی دفعہ حق
تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم میرے بندہ کی اس پیاری آواز کو مجھ سے کبتک
روکوگے چونکہ میرے بندہ کو اس بات کا یقین ہوچکا ہے کہ میرے سوا اُسکا پروردگار
اور میرے سوا اس کے گناہ کا بخشنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے لہذا میں تمہیں گواہ کرتا
کرتا ہوں کہ میں نے اُسے بخشدیا۔

لکھا ہے کہ جناب صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ اندھیرے پانچ قسم کے ہیں جن کیلئے
خدا کی طرف سے پانچ چراغ مقرر ہیں (۱) گناہ بہت بڑا اندھیرا ہے جسکا چراغ توبہ
ہے (۲) قبر ایک نہایت ہی اندھیری کوٹھڑی ہے جسکا چراغ نماز ہے (۳) اعمال

تلنے کے وقت میزان پر سخت اندھیرا ہوگا جسکا چراغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
ہے (۴) قیامت کے خوفناک میدان پر نہایت ہی اندھیرا ہوگا جسکا چراغ نیک عمل ہے
(۵) پلصراط پر بڑا ہی سخت اندھیرا ہوگا جسکا چراغ یقین ہے۔ اور اسی طرح حضرت علیؓ
سے کسی نے عرض کی کہ یا حضرت کیا حق تبارک وتعالیٰ کو اپنے گنہگار بندوں پر رحم آتا
ہے تب آپ نے دو برتن منگائے جن میں ایک برتن نہایت ہی صاف تھا اور دوسرا
میلا تھا جب بارش آئی تو اس نے دونوں کو لبریز کر دیا تب آپ نے اس پوچھنے
والیکو برتنوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جسطرح بارانِ رحمت سے یہ دونوں برتن
بھر گئے ہیں اسی طرح رحمت الٰہی نیک اور بد کو عام اور شامل ہوتی ہے۔ اور اسیطرح
حضرت داؤدؑ نے ایک مرتبہ دربار الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی تیرا سب سے بڑا کرم
بندوں پر کیا ہے تب ارشاد ہوا کہ اے داؤدؑ میں اپنے گنہگار بندوں کو اُن کے
گناہوں کے باعث تکلیف پہنچا کر ان کو گناہوں سے باز نہیں رکھتا بلکہ قسم قسم کے
احسانات کر کے ان کو گناہوں سے روکتا ہوں تا کہ میرے احسانات پر خیال کر کے
مجھ سے شرماویں اور تاکید سے توبہ کریں۔ اے داؤدؑ اُن لوگوں سے پوچھو جو یاد الٰہی
کی پُر لطف لذت سے سرشار ہیں کہ کیا تم نے مجھ سے زیادہ کریم کسی اور کو پایا ہے۔
اور اسی طرح لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ تم ہمیشہ
میرے دروازہ پر کھڑے رہا کرو اور ہمیشہ میری ہی یاد میں رہا کرو کیونکہ میں لطیف اور
باریک بین اور ہر ہر چیز سے واقف ہوں اے موسیٰ مجھ سے ہمیشہ دعا کیا کرو کیونکہ میں
سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں اور مجھ سے مناجات کیا کرو کیونکہ میں بہت ہی قریب
ہوں اور ہمیشہ میری ہی صحبت میں رہا کرو کیونکہ میں کریم ہوں۔

اللہ اکبر۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل میں سخت قحط پڑا تب حضرت موسیٰؑ
استسقار کے لئے جنگل میں گئے اور بارش کے لئے دعا کی مگر بارش نہیں آئی اور

ارشاد ہوا کہ تم میں ایک ایسا گنہگار شخص ہے کہ جس نے چالیس سال تک گناہوں کے گندے کام کیے ہیں جس کے سبب سے میں نے بارش کو روک رکھا ہے یہ سنکر آپ نے تمام بنی اسرائیل کو کھڑے ہو کر خطبہ سنایا اور فرمایا کہ اے وہ گنہگار کہ جس نے چالیس برس تک اپنے پروردگار کی نافرمانی کی ہے میں تجھے قسم دلاتا ہوں کہ یہاں سے چلا جا کیونکہ تیرے گناہوں کی نحوست نے باران رحمت کو روک رکھا ہے۔ اب اس گنہگار شخص نے خیال کیا کہ اگر میں اٹھتا ہوں تو بنی اسرائیل میں رسوا ہوتا ہوں اس خیال سے اپنا سر گریبان میں ڈالکر دربارِ الٰہی میں نہایت ہی عاجزی کیساتھ عرض کرنے لگا کہ الٰہی۔ الٰہی۔ الٰہی۔ تیرے سوا کون ہے کہ میری فریاد کو پہنچے میں اب اپنے گناہوں سے شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ سبحان اللہ جوں ہی یہ کلمہ اُس کی زبان سے نکلا کہ موسلا دھار پانی پڑنے لگا تب حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کی کہ الٰہی اب کس کی برکت سے ہم پر پانی برسا ارشاد ہوا کہ اُسی گنہگار کے طفیل سے عرض کی کہ مجھے اس گنہگار کو دکھادے ارشاد ہوا کہ جب میں نے اس کے معصیت کے زمانہ میں اس کی رسوائی نہ کی تو اب توبہ کے زمانہ میں اُسے کیونکر رسوا کرونگا۔

احیاء العلوم۔ بندہ کی تصویر عرش پر اُس صورت میں کھنچ جاتی ہے کہ جس قسم کے اُسکے اعمال ہوتے ہیں پھر جبکہ اُسے موت کی بیہوشی طاری ہوتی ہے تو اس کی وہ تصویر جو عرش پر کھنچی ہوتی ہے کھولدی جاتی ہے جسے یہ بندہ اگر گنہگار ہے تو اپنی معصیت کی صورت کو دیکھکر کانپ اٹھتا ہے اور اسوقت ایسا خوف طاری ہوتا ہے جسے خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا داسیطرح اگر بندہ نیک ہے تو اپنی نیکیوں کی نورانیت کو دیکھکر نہایت ہی فرحت کیساتھ ہنس دیتا ہے اور اسی حالت میں اپنی جان اپنے پروردگار کے حوالہ کردیتا ہے) لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نیکیوں کے لکھنے والے فرشتہ کو ہر دن بدلتا رہتا ہے اور بُرائی کا لکھنے والا فرشتہ سدا حاضر رہتا ہے جو کبھی بدلا نہیں جاتا

اس میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جب بندہ قیامت کے حسرتناک میدان میں لایا جائیگا تو اس کی نیکیوں کے گواہ کثرت سے ہوں گے اور برائیوں کا گواہ صرف ایک ہی ہوگا۔ جس پر حق تعالیٰ فیصلہ دیگا کہ میں ایک فرشتہ کے مقابلہ میں اتنے فرشتوں کی گواہی کو رد نہ کرونگا۔

احیاء العلوم۔ ابن سریج رح کو ایک دن خواب میں معلوم ہوا کہ قیامت برپا ہے اور حق تعالیٰ تختِ عدالت پر بیٹھا ہوا علماء کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہا ہے کہ تم نے علم کے موافق عمل بھی کیا۔ جب وہ تین دفعہ اسی طرح فرما چکا تو میں نے ادب کے لہجہ میں عرض کیا کہ خداوندا تیرا ہی ارشاد ہے کہ میں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کو جسے چاہوں بخشدیتا ہوں۔ اور خداوندا تجھے اسبات کی خبر ہے کہ ہمارے اعمال کے رجسٹروں میں شرک نہیں ہے یہ سنکر حق تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ میں نے تمہیں بخشدیا۔

اللہ اکبر۔ نسفی رح فرماتے ہیں کہ حضرت جنید رض کے یاروں میں سے ایک شخص نے آکر آپ سے کہا کہ یا حضرت مجھ سے ایک گناہ ہو چکا ہے آپ خدا سے میری معافی کی دعا مانگئے اتنے میں آپنے ہاتف کو یہ کہتے سنا کہ اے جنید رض جب اس گنہگار نے اپنا پردہ تجھ سے ڈھکا نہ رکھا تو تجھے اس کے لئے بخشش کی دعا مانگنی چاہیئے۔

روایت ہے کہ ایک انصاری موت کے قریب تھے وہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ نے اس سے فرمایا کہ توبہ کرا اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر مگر اس کی زبان قابو میں نہ تھی لہذا اُس نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اس کے بعد حضور مسکرائے لوگوں نے مسکرانیکا سبب پوچھا تو فرمایا کہ جب یہ شخص زبان سے توبہ کرنے پر قادر نہ تھا تو اس نے دل کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا اور اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوا لہذا حق تعالیٰ نے

فرمایا کہ اے میرے فرشتو جب میرا بندہ زبانی توبہ سے عاجز ہوا تو دل سے نادم ہوا اب میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس کے گناہ بخشدیے اگرچہ ریگستان کے ٹیلوں کی مقدار سے ہوں۔

اور حضرت حسن بصری رضہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ع کی توبہ قبول فرمائی تب آپ کو فرشتوں نے مبارکباد دی اور حضرت جبرئیل ع اور حضرت میکائیل ع آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے آدم ع اب تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا یا کہ نہیں تب آپ نے جواب دیا کہ ہاں ٹھنڈا ہوا مگر جو کبھی مجھ سے میری خطا کے متعلق پھر سوال ہوا تو میرا کیا حال ہوگا تب حضرت آدم ع پر وحی ہوئی کہ اے آدم جو کوئی مجھ سے مغفرت کا سوال کریگا اس پر بخل نہ کرونگا کیونکہ میرا نام قریب اور مجیب ہے اور جو کوئی تیری اولاد میں سے مجھکو پکاریگا میں اس کی سنونگا جیسی تیری سنی۔ اے آدم توبہ کرنے والوں کو میں اُن کی قبروں سے ہنستے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اٹھاؤنگا اور جو دعا کرینگے وہ قبول ہوگی۔

اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جب بندہ کے پاس ملک الموت آتا ہے تب بندہ کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھکو ایک دن کی مہلت دے کہ اسمیں اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کر دوں اور اپنے لئے عمدہ توشہ ساتھ میں لے لوں تب ملک الموت جواب دیتا ہے کہ تو نے اتنے دن مفت برباد کئے اور کچھ نہ کیا اب دن کہاں ملسکتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ایک ساعت ہی کی مہلت دے فرشتہ کہتا ہے کہ تو بہت سی ساعتیں بیکار گنوا چکا اب تو ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں ملے گی اس کے بعد توبہ کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جان حلق میں آجاتی ہے اور سانس سینے میں بولنے لگتی ہے اسوقت کف افسوس ملتا ہے کہ میں نے توبہ جیسی نعمت کو

سستی کی وجہ سے ہاتھ سے کھو دیا۔ پھر اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً ہی اس پہ ندامت کرے

اور اس کے متصل ہی نیک عمل بجالاوے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ زیادہ مدت گذرنے سے دلپر اُس گناہ کا زنگ جم جاوے اور پھر قابل مٹنے کے نہ رہے اور جو شخص توبہ میں جلدی نہیں کرتا اور آج کل پر ٹالتا رہتاہے وہ دو بڑے خطروں میں مبتلا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ گناہوں کی تاریکی اگر ایک کے پیچھے ایک دل پر آوے گی تو زنگ پر زنگ ہو کر پھر قابل محو کے نہ رہیگی۔ دوسرے یہ کہ اگر اس عرصہ میں موت کے پنجہ میں اسیر ہوجاویگا تو تدارک کی مہلت نہ ملیگی۔ غرضکہ جو ہلاک ہوئے وہ آج کل پر ٹالنے ہی کے سبب سے ہوئے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ بندہ کے پاس جو دل ہے وہ حق تعالیٰ کی امانت ہے اور اسی طرح طاعت اور بندگی کے جو اسباب ہیں وہ بھی تمام حق تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ پس جو شخص امانت میں خیانت کریگا اور اس خیانت کا تدارک نہ کریگا تو اسکا انجام خطرناک ہے چنانچہ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو دو بھید الہام کے طور پر سنادیتاہے ایک تو یہ کہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اُس سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تجھکو میں نے دنیا میں پاک اور صاف بھیجا ہے اور تیری عمر تیرے پاس امانت رکھی ہے اور تجھکو اسکا امین مقرر کیا ہے اب میں دیکھونگا کہ تو کسطرح امانت کی حفاظت کریگا اور مجھسے کس حال میں ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کے وقت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے جو امانت میں نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اُس میں کیا کیا آیا اُسکی اسوقت تک حفاظت کی اور عہد پر جما رہا ہے تو میں بھی اپنا قول پورا کروں یا اُسکو ضایع کردیا تو میں بھی مطالبہ اور عقاب کروں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

اور روایت ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا تب حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ اگر تو نے پھر ایسا کیا تو

تجھے ضرور عذاب دونگا تب انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی یہ بات ظاہر ہے کہ تیری شان عظیم ہے اور میں نہایت ہی عاجز ہوں۔ مجھے بھی تیری عزت کی قسم ہے کہ اگر تو مجھکو نہ بچا دیگا تو ضرور مجھ سے دوبارہ قصور ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ نے اُن کو دوبارہ قصور کرنیسے محفوظ کر دیا۔ اور اسی طرح ایک عارف نے فرمایا کہ مجھے اپنی مغفرت کا وقت معلوم ہوجاتا ہے تب لوگوں نے پوچھا کہ کب معلوم ہوجاتا ہے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ مجھے توبہ کی توفیق دیتا ہے اللھم ھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین آمین

فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ استغفار کے منافع گناہوں کی بخشش کے علاوہ اور بھی ہیں چنانچہ ابوداؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے استغفار کی پابندی کی اللہ نے اُس کے لئے ہر تنگی سے مخرج نکالا اور ہر فکر سے نجات دی اور اسکو رزق بخشا جہاں اسکا گمان بھی نہ جاتا تھا اور استغفار میں سردار وہ ہے جسکو بخاری نے حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار استغفار یہ ہے کہ پڑھو اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت بارالٰہا تو میرا رب ہے تو نے مجکو پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد ووعدہ پر قائم ہوں جتنا بھی مجھ سے ہوسکتا ہے۔ میں اپنے فعل کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کا اپنے اوپر معترف ہوں اور اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں پس مجھ کو بخشدے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے دن میں یہ استغفار یقین واعتقاد کے ساتھ پڑھی اور اس دن مرگیا رات ہونے سے قبل تو وہ جنتی ہے اور جس نے اس کو رات میں پڑھا اعتقاد ویقین کے ساتھ اور صبح ہونیسے پہلے مرگیا تو وہ جنتی ہے'' اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تین بار

یوں کہے کہ اَستَغفِرُ اللہَ العَظِیمَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الحَیُّ القَیُّومُ وَ اَتُوبُ اِلَیہِ
تو حق تعالیٰ اس کے گناہ بخشدیگا اگرچہ سمندر کے جھاگ کے مثل ہوں یا عالج کی ریت
کے شمار کے برابر یا درختوں کے پتوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے عدد کے
مطابق ہوں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ پڑھیگا اس کے گناہ بخشے جائینگے
اگرچہ صفِ جنگ سے بھاگنے والا ہو۔ معلوم ہو کہ حق تعالیٰ کی رحمت نہایت وسیع ہے
اس کے غصہ پر چنانچہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالےٰ کی سَو رحمتیں ہیں کہ اُن میں سے ایک رحمت جنّات
وانسان وچوپایوں اور حشرات الارض میں نازل فرمائی ہے کہ اُسی کی وجہ سے ایک
دوسرے پر شفقت کرتا اور ترس کھاتا ہے اور اُسی کی وجہ سے وحوش اپنے بچوں
پر جھکتے ہیں اور ننانوے رحمتوں کو حق تعالےٰ نے رکھ لیا ہے کہ قیامت کے دن
اُنکو اپنے بندوں پر رحم فرمانے میں کام میں لائیگا" اور صحیحین میں حضرت ابن عباس رضؓ
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ نیک اور بداعمال دونو
کو لکھتا ہے پس جس نے نیکی کا قصد کیا مگر عمل نہیں کیا تو اس کو بھی حق تعالیٰ اُسکے
لئے ایک پوری نیکی لکھے گا اور اگر قصد کر کے اُس کو کر بھی لیا تو اس کو حق تعالیٰ اپنے
ہاں دس سے لیکر سات سو گونہ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ تک لکھے گا اور جس نے
گناہ کا ارادہ کیا مگر عمل نہیں کیا تو حق تعالیٰ اسکو بھی اپنے یہاں ایک پوری نیکی لکھتا
ہے اور اگر قصد کر کے اُسکو کر بھی لیا تو اُسکو ایک ہی گناہ لکھتا ہے" اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک تمثیل بھی دی ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت عمر بن
خطاب رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کچھ قیدی آئے
قیدیوں میں ایک عورت کہ اُس کی چھاتی سے دودھ ٹپک رہا تھا دوڑتی تھی اور جب
کسی بچہ کو قیدیوں میں پاتی تو اُس کو لیکر اپنے پیٹ سے چپٹاتی اور اس کو دودھ پلاتی

تھی۔ پس ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال سکتی ہے ؟ ہم نے کہا ہرگز نہیں بشرطیکہ اسکو قدرت ہو کہ نہ ڈالے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم ہے جتنی یہ عورت اپنے بچہ پر"۔ اور ابوداؤد نے حضرت عامرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا جسپر کملی تھی اور ہاتھ میں کچھ لئے ہوئے تھا جسپر کملی کو لپیٹ رکھا تھا۔ پس کہنے لگا کہ یارسول اللہ ؐ درختوں کے جنگل کی طرف جو میرا گذر ہوا تو مجکو پرندکے بچوں کی آواز سنائی دی پس میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی کملی میں رکھ لیا۔ پس ان کی ماں آئی اور میرے سر پہ چکر لگانے لگی تو میں نے بچوں سے کملی کو ہٹا لیا تو ماں ان بچوں پر آگری پس میں نے سب کو کملی میں لپیٹ لیا اور وہ یہ ہیں میرے پاس۔ آپ نے فرمایا اچھا ان کو رکھو چنانچہ انہوں نے رکھ دیا اور ماں بچوں سے چپٹی ہی رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان بچوں کی ماں کی اپنے بچوں کے ساتھ شفقت پر کیا تم کو تعجب آتا ہے ؟ پس قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجکو برحق نبی بنایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی یہ ماں اپنے بچوں پر۔ جاؤ ان کو لیجاؤ اور وہیں رکھ کر آؤ جہاں سے ان کو پکڑا ہے اور ان کی ماں کو ان کیساتھ۔ پس وہ ان کو لے گئے اور وہیں رکھ آئے"۔ اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک قوم پر گذر ہوا پس آپ نے دریافت فرمایا کہ کون لوگ ہو ؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور ایک عورت اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی کہ اُس کا بچہ اس کے پاس تھا پس جب شعلہ اونچا ہوتا اور بھڑکتا تو وہ بچہ کو ایک طرف کر لیتی تھی پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ آپ ہیں اللہ کے پیغمبر ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اُس نے کہا

میرے ماں باپ آپ پر صدقہ کیا اللہ سارے رحم والوں سے زیادہ رحم والا نہیں ہے؟
آپ نے فرمایا بیشک ہے۔ عورت نے کہا کیا اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے زیادہ
نہیں ہے جتنا کہ ماں کو اپنے بچہ پر ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے۔ عورت نے کہا
کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی پھر آپ نے اپنا سر جھکا لیا اور رونے لگے
اس کے بعد اس کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا کہ بیشک اللہ کسی کو عذاب نہ دیگا بجز اس
ضدی سرکش کے جو اللہ کا بھی مقابلہ کرے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا انکار کرے
غرضکہ اس کی رحمت کے بغیر کوئی نفس بھی جنت میں نہ جا سکیگا۔ حق تعالیٰ اپنے
کرم سے ہماری خطاؤں پر چشم پوشی فرمائے اور ہمکو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے آمین

اخلاص کی فضیلت اور نمود کی مذمت کے بیان میں

حق تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا
کہ جسکو آخرت میں اپنے رب کی زیارت کی تمنا ہو اسکو چاہیئے کہ عمل نیک کی سعی
کرے اور اخلاص حاصل کرے اور اس میں کسی کو شریک قرار نہ دے۔ جاننا
چاہیئے کہ حق تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا اور سب سے اچھی وعمدہ صورت اسکو
عطا فرمائی اور اسکو پالا اور پرورش کیا اور جو کچھ زمین کی پیداوار ہے سب اس کے
نفع کیلئے تجویز کی چنانچہ فرماتا ہے هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا کہ اللہ
وہ ذات ہے جس نے جو کچھ بھی زمین میں ہے۔ سب کو تمہارے لئے پیدا فرمایا"
پس (ان تمام احسانات سے اسکا پتہ چلا کہ) وہی انسان کا آقا اور حاکم ہے اور کوئی
نہیں لہذا اگر انسان چاہتا ہے کہ وہ راضی ہو اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کی
ملاقات نصیب ہو تو عمل خالص اس وحدہ لاشریک کے لئے کرنا چاہیئے جو نمود اور
سُمعہ کے شائبہ سے قطعاً خالی ہو" کیونکہ نمود کی وجہ سے کوئی کام کرنا شرک فی العمل

سے ہے۔ احمد نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے لوگوں کے دکھانیکو نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ اور جس نے لوگوں کے دکھانیکو روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جسنے نمود کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا،، البتہ اسکو شرک اصغر کہتے ہیں (جو توبہ سے معاف ہوجاتا ہے) احمد نے حضرت محمود بن لبیب سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو تمپر زیادہ اندیشہ شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ریاء ونمود" اور حق تعالے کو شرک سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں اگرچہ اصغر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے جس عمل میں ریاء ونمود کی آمیزش ہوتی ہے وہ ضبط ہوجاتا ہے اور کچھ بھی کام نہیں آتا کیونکہ حق تعالے کو اس کی حاجت نہیں۔ احمد نے حضرت ابو سعید بن ابی فضالہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حق تعالے مخلوق کو قیامت کے دن (جس کے ہونے میں کوئی شبہ نہیں) جمع فرمائے گا تو ایک منادی ندا کریگا کہ جس نے اس عمل میں جسکو اللہ واسطے کرنا چاہئے تھا کسی کو شریک کیا ہے تو وہ اس دوسرے ہی سے اس کا ثواب بھی مانگے کیونکہ اللہ کی ذات سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہے،، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر اسی شرک کا اندیشہ بھی ہوا چنانچہ بیہقی نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ ایک دن وہ رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی وہ یاد آگئی اسلئے رونا آگیا۔ میں نے حضرتؐ کو یہ فرماتے سنا کہ میں اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرنے لگے گی۔ آپنے فرمایا کہ ہاں مگر نہ آفتاب کو

پوجینگے نہ ماہتاب کو نہ پتھر کو نہ بت کو لیکن اپنے اعمال میں نمود کرنے لگیں گے۔ اور
شہوت خفیہ یہ ہے کہ ایک شخص روزہ رکھیگا اور خواہشات میں کسی خواہش پر نظر پڑیگی
تو روزہ توڑ دے گا،، ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے درآنحالیکہ ہم مسیح اور دجال کا تذکرہ
کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہو تو وہ شے بتاؤں جسکا مجھکو تم پر مسیح و دجال سے
زیادہ اندیشہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ
شرک خفی۔ یعنی یہ کہ ایک شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو اور دوسرے شخص کو دیکھتے ہوئے
دیکھ پائے تو اس کو بڑھا دے،، اور چونکہ اس شرک سے بچنا بہت مشکل ہے بجز
اس کے جسکو حق تعالےٰ توفیق دے لہذا صحابہ کرام جب اس کی وعید سنتے تو رونے
لگا کرتے تھے۔ بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ وہ مسجد
نبوی میں آئے تو حضرت معاذ بن جبل کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں حضرت نے پوچھا کیا ہوا کیوں رو رہے ہو۔ حضرت
معاذ نے فرمایا ایک بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس نے رلا دیا
میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور جس نے کسی ولی خدا
سے عداوت رکھی اس نے اللہ کو جنگ کا اعلان کیا۔ بیشک حق تعالےٰ محبت
فرماتا ہے ان چھپے ہوئے نیکوکار پرہیزگاروں سے جنکا یہ حال ہو کہ اگر کہیں چلے
جاویں تو ان کی تلاش نہ ہو اور چلے آویں تو نہ ان کو کوئی بلاوے نہ پاس بٹھائے
ان کے قلوب ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر تاریک و باغبار زمین سے ان کا ظہور ہوگا۔
اور لوگوں میں سب سے بڑے فتنہ والے وہ لوگ ہیں جو نمود کیلئے عمل کرتے ہیں
تاکہ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکیں اور اس پردہ میں ذلیل دنیا کا شکار کرتے ہیں
حق تعالےٰ ان پر ایسا فتنہ ڈالیگا کہ بردبار شخص بھی اس میں حیران رہجائیگا،، ترمذی

نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دنیا کو دین کیساتھ مخلوط کر دینگے لوگوں کے
دکھانیکو بھیڑ کی کھالیں پہنینگے۔ ان کی زبانیں قند سے زیادہ شیریں ہوں گی اور انکے
قلوب بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے یہ لوگ کیا میرے (کرم
وچشم پوشی کی) وجہ سے مغرور ہوئے جاتے ہیں۔ کیا مجھپر دلیر بنے جاتے ہیں
قسم ہے اپنی ذات کی کہ ان پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بردبار سے بردبار کو بھی حیران
بناکر چھوڑیگا،، پس جو شخص آخرت کا طالب ہو اور اس کی سعی کا حق ادا کرے تو اسکے
لئے ضرور ہے کہ اسکا عمل اللہ واسطہ ہو اور اس میں نمود کا کچھ بھی حصہ نہ ہو کہ اس
سے دنیا میں بھی بہتیرے کام بنینگے اور مصیبتوں سے نجات پائیگا اور اس پر شیطان
کا تسلط نہو گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ کہ بجز تیرے
مخلص بندوں کے سب پر تسلط کروں گا،،

احیاء العلوم میں ہے کہ ایک عابد مدت دراز تک اللہ کی عبادت کرتا رہا پس کچھ
لوگ اُس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہاں ایک قوم ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایک
درخت کی پرستش کیا کرتی ہے۔ یہ سنکر عابد کو غصہ آیا اور کندھے پر کلہاڑا رکھکر چلا
تاکہ اس درخت کو کاٹ ڈالے۔ راستہ میں ایک بڈھے شخص کی صورت میں ابلیس
ملا اور کہنے لگا تمپر اللہ کی رحمت ہو کہاں کا ارادہ کیا۔ عابد نے کہا اس درخت کے
قطع کرنے کا ارادہ ہے۔ ابلیس نے کہا کہ اس درخت سے تم کو کیا غرض اپنی عبادت
اور اپنے نفس کی اصلاح میں مشغولیت کو چھوڑ کر دوسرے دہندے میں لگ گئے
عابد نے کہا کہ یہ بھی تو عبادت ہی ہے (کہ شرک کو مٹاؤں) ابلیس نے کہا کہ میں تجھے
وہ درخت ہرگز نہیں کاٹنے دونگا۔ آخر دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ عابد نے
ابلیس کو پکڑا اور اٹھاکر زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے

عابد سے کہا کہ مجھکو چھوڑ دو تم سے کچھ بات تو کروں ۔عابد اٹھ کھڑا ہوا۔ابلیس نے کہا
کہ اے شخص اللہ نے یہ تم سے ساقط کر دیا اور اس کو تمپر فرض نہیں کیا اور تم خود تو اسکی
پرستش نہیں کررہے ہے اور دوسروں کا تمپر بوجھ بار نہیں اور اطراف عالم میں اللہ کے
بہتیرے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کو اس طرف بھیجدیتا اور وہ نبی اس درخت
کے کاٹ ڈالنے کا لوگوں کو حکم دیتا۔عابد نے کہا کہ نہیں میں تو اس درخت کو ضرور
کاٹوں گا۔پھر دونوں میں لڑائی ہوئی اور عابد کو غلبہ ہوا کہ ابلیس کو پچھاڑ کر اس کے
سینہ پر چڑھ بیٹھا۔آخر ابلیس عاجز ہو گیا اور کہنے لگا اچھا اگر منظور کرو تو میرے تمہارے
درمیان ایک فیصل کن معاہدہ ہے جو تمہارے لئے اس سے زیادہ مفید و بہتر ہے
عابد نے کہا وہ کیا ہے۔ابلیس نے کہا اول مجھے چھوڑ دو تاکہ اس کو بیان کروں پس
عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔تب ابلیس نے کہا کہ اے شخص تو ایک فقیر شخص ہے کہ
تیرے پاس کچھ بھی موجود نہیں اور لوگوں پر تیرا بوجھ ہے کہ وہ تیری خدمت کرتے
ہیں اور میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی اسکا خواہشمند ضرور ہوگا کہ اپنے بھائیوں پر فوقیت
لیجائے اور اپنے ہمسایہ لوگوں کی مدد کرے اور خود بھی شکم سیر ہو کر کھاوے اور
لوگوں سے مستغنی و بے نیاز بنجائے۔عابد نے کہا کہ ہاں خواہش تو ہے ابلیس نے
کہا تو بس اپنی جگہ واپس ہو جا اور میرے ذمہ ہے کہ روزانہ تیرے سر کے نیچے دو
دینار رکھ جایا کروں گا کہ جب صبح ہوا کرے ان کو اٹھا لیا کر اور اپنے نفس و عیال
پر خرچ کر اور بھائیوں پر خیرات کیا کیجیو یہ تیرے لئے بھی زیادہ مفید ہے اور تیرے
مسلمان بھائیوں کے لئے بھی نافع اور درخت کے کاٹنے سے کیا نفع کہ اس کی
جگہ دوسرا بویا جا سکتا ہے اور کاٹنے سے پرستش کرنے والوں کا کچھ بھی نقصان
نہیں اور نہ اس کا کاٹنا تیرے مسلمان بھائیوں کیلئے کچھ فائدہ پہونچا سکے۔پس
عابد نے اس کی بات میں غور کیا اور کہنے لگا کہ بڈھا کہتا تو سچ ہے نہ تو میں نبی

ہوں کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو اور نہ مجھکو اللہ نے اسکے کاٹنے کا حکم دیا کہ نہ کاٹنے سے نافرمان قرار پاؤں اور جو صورت بڈھا بیان کر رہا ہے اس کی منفعت بہت زیادہ ہے لہذا ایفاء عہد کا حلفیہ وعدہ لیکر عابد نے اپنی عبادت گاہ کا رخ کیا اور رات گذاری۔ صبح ہوئی تو سر کے پاس دو دینار رکھے ہوئے پائے ان کو لے لیا اور دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب چوتھا دن ہوا تو کچھ بھی نہ دیکھا۔ اسوقت پھر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر چلا۔ پس بڈھے کی صورت بنائے ابلیس ملا اور کہنے لگا کہاں تشریف لے چلے۔ عابد نے کہا اس درخت کو قطع کرونگا۔ ابلیس نے کہا تو جھوٹا ہے تجھ میں اتنی طاقت نہیں اور نہ اس درخت پر تجھکو دسترس ہو۔ پس عابد نے اس کو پکڑا تاکہ پہلی مرتبہ کا سا برتاؤ کرے۔ ابلیس نے کہا کہ بس وہ بات دور گئی اس کے بعد ابلیس نے اسکو پکڑا اور پچھاڑ دیا کہ عابد صاحب چڑیا کی طرح اس کے پاؤں کے درمیان پڑے ہوئے نظر آئے اور ابلیس اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور کہنے لگا کہ یا تو درخت کاٹنے کے خیال سے باز آجا ورنہ تجھکو ذبح کرڈالونگا عابد نے جب دیکھا کہ مجھ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں تو کہنے لگا کہ ہاں تم جیت گئے۔ اب مجھکو رہائی بخشو اور اتنا ضرور بتادو کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ اول میں تمپر غالب آگیا تھا اور اب تم مجھپر غالب آگئے۔ ابلیس نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اول مرتبہ تجھکو غصہ اللہ واسطے آیا تھا اور تیری نیت حصول آخرت تھی لہذا اللہ نے مجھکو تیرا مسخر بنا دیا اور اس مرتبہ تجھکو غصہ اپنے نفس کیلئے اور دنیا کیلئے آیا (کہ دینار ملنے بند ہوگئے) لہذا میں نے تجھکو پچھاڑ دیا۔ منقول ہے کہ ایک شخص زنانہ لباس میں نکلا کرتا اور جہاں کہیں شادی وغمی میں عورتوں کا مجمع ہوا کرتا یہ وہاں جایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک دن عورتوں کے مجمع میں یہ بھی موجود تھا کہ کسی کا موتی چوری گیا۔ اہل خانہ نے کہا کہ دروازہ بند کردو جبتک سب کی تلاشی نہ لے لیں کوئی نکلنے نہ پائے۔ چنانچہ ایک ایک کی تلاشی لے گئی یہانتک کہ اس

شخص کی اور اس کے پاس ایک عورت تھی اسکی باری آگئی۔ تب اس نے اخلاص کیساتھ
اللہ سے دعا مانگی کہ اگر اس رسوائی (اور پردہ فاش ہونے کی ذلت سے) نجات مل گئی
تو آیندہ کبھی ایسا نہ کرونگا کہ عورتوں کا بھیس بدل کر ان کے مجمع میں آؤں۔ چنانچہ
وہ موتی اس پاس والی عورت کے پاس ملگیا اور اہل خانہ نے اعلان کر دیا کہ اس
شریف بی بی کی تلاشی مت لو کہ موتی پاگیا،، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عمل ہوتا ہے
قلیل اور حقیر مگر اخلاص نیت کی وجہ سے اسکا اجر و ثواب کثیر ہو جاتا ہے۔ مسلم نے
حضرت ابوذر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سبحان
اللہ صدقہ کے حکم میں ہے اور ہر اَللّٰہُ اکبر صدقہ کے حکم میں ہے اور
ہر الحمد للہ صدقہ کے حکم میں ہے اور ہر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ صدقہ کے
حکم میں ہے اور نیک کام کی نصیحت کرنا صدقہ کے حکم میں ہے اور گناہ سے منع
کرنا صدقہ کے حکم میں ہے اور عورت سے مباشرت کرنا صدقہ کے حکم میں ہے۔
صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی پوری تو کرے اپنی شہوت
اور اس کو ملے اس میں اجر۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو تو سہی اگر اس شہوت کو حرام کی جگہ
پورا کرتا تو اس میں گناہ ہوتا یا نہیں پس اسی طرح جب اس کو پورا کریگا حلال جگہ تو
اس کو اجر بھی ملیگا،، ایک فاحشہ عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا تھا۔
حق تعالےٰ نے اس کو بخشدیا۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاحشہ کسبی کی مغفرت ہوگئی کہ اسکا گذر کسی کنویں پر ہوا
جہاں اُس نے کسی کتے کو زبان لٹکائے پڑا پایا کہ پیاس اسکو مارے ڈالتی تھی۔
پس اُس نے اپنے پاؤں کا موزہ نکالا اور اوڑھنی سے اس کو باندھ کر اس کے لئے
کنوین سے پانی کھینچا پس اس پر حق تعالیٰ نے اس کو بخشدیا،، کسی نے عرض کیا
کہ یارسول اللہ کیا جانوروں میں بھی ہم کو اجر ملتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ہر تازہ کلیجہ رکھنے

والے (ذی حیات) میں اجر ہے۔ ایک بزرگ کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے اعمال کی کیا حالت رہی۔ انہوں نے فرمایا کہ جو عمل بھی مینے اللہ کے واسطہ کیا تھا اس کو موجود پایا حتی کہ انار کا دانہ جس کو راستہ سے اٹھایا تھا وہ بھی اور حتی کہ اپنی بلی کو جو مر گئی تھی حسنات کے پلہ میں دیکھا اور میری ٹوپی میں ایک ریشمی ڈورا تھا اسکو بدیوں کے پلہ میں دیکھا اور میرا ایک گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی مر گیا تھا اس کا ثواب مجھکو نظر نہ آیا تو میں نے کہا کہ بلی کی موت تو نیکیوں کے پلہ میں ہے اور گدھے کے مرنے میں کچھ بھی نہیں۔ جواب ملا کہ وہ ادھر بھیجدیا گیا جدہر تو نے اس کو بھیجا تہا کیونکہ جب کسی نے تجھ سے آکر کہا کہ گدھا مر گیا تو تو نے یہ جواب دیا تھا کہ گیا اللہ کی لعنت میں،، لہذا اسکا اجر ضائع ہوا اور اگر تو کہتا کہ گیا اللہ کے راستہ میں،، تو اسکو بھی اپنی نیکیوں میں موجود پاتا،، اور کبھی کوئی عمل بڑا اور باعظمت ہوتا ہے مگر عمل والے کی نیت چونکہ اس میں نمود کی ہوتی ہے لہذا وہ اس کے بدلے میں دنیا کے منافع حاصل کرتا ہے جیسا کہ حق تعالے فرماتا ہے مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا نُوَفِّ اِلَیْھِمْ اَعْمَالَھُمْ وَھُمْ فِیْھَا لَا یُبْخَسُوْنَ کہ جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا طالب ہوتا ہے تو ہم ان کے اعمال کا پورا بدلہ ان کو دنیا ہی مسیں دیدیتے ہیں اور ان کو نقصان نہیں ہوتا،، اور انجام کار اس کے لئے جہنم ہے چنانچہ حق تعالے فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ الخ کہ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں بجز آگ کے کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ حبط ہو گیا اور جو اعمال کیا کرتے تھے وہ باطل ہو گئے،، مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے قیامت کے دن جسکا مقدمہ فیصل کیا جائیگا وہ شخص ہوگا جو شہید کیا گیا تھا کہ اس کو لایا جائیگا اور حق تعالے اپنے احسانات اسکو جتا کر اس سے پوچھیگا کہ دنیا میں کیا عمل کئے

تھے۔ وہ عرض کریگا کہ تیرے راستہ میں جہاد کیا یہانتک کہ شہید ہوگیا۔ حق تعالےٰ فرمائیگا تو جھوٹا ہے کیونکہ تو نے تو جنگ اسلئے کی تھی تاکہ بہادر پکارا جائے سو پکارا گیا (اور جو نیت تھی وہ دنیا میں پوری ہو چکی) پھر اس کو حکم ہوگا اور منھ کے بل کھینچکر اسکو جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم دین پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا پس اس کو لایا جائیگا اور حق تعالےٰ اسکو اپنی نعمتیں جتاکر دریافت کریگا کہ ان نعمتوں کے بدلے اعمال کیا کئے۔ وہ کہیگا کہ میں نے علم دین پڑھا اور پڑھایا اور تیرے واسطہ قرآن پڑھا فرمائیگا تو جھوٹا ہے البتہ تو نے علم اسلئے پڑھا تھا تاکہ تجھکو عالم کہا جائے اور قرآن اس غرض سے پڑھا تھا تاکہ قاری کہا جائے سو عالم اور قاری کہا گیا اسکے بعد اسکے متعلق حکم ہوگا اور وہ منھ کے بل کھینچکر آگ میں ڈالدیا جائیگا۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس کو حق تعالےٰ نے وسعت دی اور ہر قسم کے اموال اسکو عطا فرمائے۔ پس اس کو لایا جائیگا اور حق تعالےٰ اپنے احسانات اس کو جتلاکر کہیگا کہ ان کے بدلے کام کیا کیا۔ وہ کہیگا کہ کوئی راستہ بھی جس میں خرچ کیا جانا تجھکو محبوب ہو میں نے ایسا نہیں چھوڑا کہ وہاں خرچ نہ کیا ہو۔ فرمائیگا کہ تو جھوٹا ہے۔ ہاں تو نے اس غرض سے کیا تھا تاکہ کہا جائے کہ فلانا بڑا سخی ہے سو کہا گیا۔ پھر اس کو حکم ہوگا اور وہ منھ کے بل کھینچکر آگ میں جھونکدیا جائیگا،، یہی وجہ ہے کہ صلحاء اپنے اعمال میں ریا سے بہت احتیاط کیا کرتے تھے کہ حق تعالےٰ نے اپنے نبی کو بھی اس کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ کہدو اے محمدؐ کہ مجھکو حکم ہوا ہے کہ اللہ کی پرستش کروں اس کے لئے عبادت کو خالص بناکر،، ایک صوفی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو عبید تستری کے ساتھ تھا اور وہ عرفہ کے دن بعد عصر اپنی زمین میں زراعت کر رہے تھے کہ ابدال میں سے ان کے ایک دوست کا ان پر گذر ہوا اور انہوں نے ان کے ساتھ چپکے چپکے کچھ

بات کی۔ پس ابو عبید نے فرمایا کہ نہیں اور ابدال ابر کی طرح زمین کو چھوتے ہوئے چلدئے۔ یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ تب میں نے حضرت ابو عبید سے پوچھا کہ یہ بزرگ کیا فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے درخواست کرتے تھے کہ میں ان کے ساتھ حج کو چلوں۔ مگر میں نے کہدیا کہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حج کیوں نہ کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے متعلق میری نیت تو تھی نہیں۔ نیت تو یہ کر چکا تھا کہ آج شام تک اس زمین کی (تخم ریزی) پوری کرونگا لہذا مجھکو اندیشہ ہوا کہ اگر ان کی وجہ سے ان کے ساتھ حج کو گیا تو حق تعالے کے غصہ کا نشانہ بنجاؤنگا کہ اللہ کے عمل میں اللہ کے سوا دوسری شے (یعنی دوست کی خاطرداری) کو داخل کر دوں گا لہذا جس کام میں اب ہوں وہ (اخلاص نیت کیوجہ سے) میرے نزدیک ستر حج سے بہتر ہے،، اور چونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے لہذا جب انسان کسی عمل کیلئے مستعد ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے تاکہ اسکے عمل کو بگاڑے لہذا اس کو ریا تلقین کرکے اس کے عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ پس شیطان کے اغوا سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جس کا دل بے عیب ہو اور حق تعالیٰ شیطانی چالوں سے اسکا محافظ ہو۔ اور اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ عالم میں اس صدقہ سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں جس میں اخلاص ہو اور چھپا کر دیا گیا ہو،،
ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حق تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو لگی وہ حرکت کرنے لہذا پہاڑ پیدا کئے اور ان کو زمین پر گاڑ دیا پس زمین ٹھہر گئی۔ فرشتوں کو پہاڑوں کی سختی پر تعجب ہوا اور عرض کیا کہ یارب کیا پہاڑوں سے زیادہ سخت بھی آپ کی مخلوق میں کوئی چیز ہے حق تعالے نے فرمایا کہ ہاں لوہا ہے فرشتوں نے عرض کیا کہ یارب کیا لوہے سے بھی زیادہ سخت آپ کی مخلوق میں کوئی شے ہے۔ حق تعالے نے فرمایا کہ ہاں آگ

ہے۔ عرض کیا کہ یارب آگ سے بھی زیادہ سخت کیا آپ کی مخلوق میں کوئی چیز ہے۔
فرمایا کہ ہاں پانی ہے۔ عرض کیا کہ اے رب کیا پانی سے بھی زیادہ سخت آپکی مخلوق
میں کوئی شے ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہوا ہے۔ عرض کیا کہ یارب ہوا سے بھی زیادہ سخت
آپ کی مخلوق میں کوئی چیز ہے۔ فرمایا کہ ہاں ابن آدم اپنے ہاتھ سے جو صدقہ دے
کہ بائیں سے بھی اس کو مخفی رکھے،، امام غزالی نے فرمایا ہے کہ ریا کے چار درجے
ہیں۔ پہلا درجہ جو سب میں بڑا ہے یہ ہے کہ عبادت میں بندہ کی نیت ثواب کی مطلق بھی
نہو جیسے وہ شخص کہ لوگوں کے سامنے تو نماز پڑھتا ہے لیکن اگر بالکل تنہا ہو تو
نماز ہی نہیں پڑھتا بلکہ اکثر اوقات لوگوں کے ساتھ بھی نماز بلا وضو پڑھتا ہے۔
پس یہ شخص اللہ کے نزدیک مبغوض ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ثواب کی نیت
بھی ہو مگر بہت ضعیف کہ اگر خلوت میں ہوتا تو شاید عمل نہ کرتا اور یہ نیت ضعیف اسکو
عمل کی حرکت نہیں دلاتی اور اگر ثواب کی نیت نہ بھی ہوتی تو ریا و نمود کا خیال عمل
پر آمادہ کر دیتا۔ پس یہ درجہ بھی پہلے ہی کے قریب ہے (کہ اس نیت ثواب کا
ہونا نہ ہونا برابر ہے) تیسرا درجہ یہ ہے کہ ثواب اور نمود دونوں مساوی درجہ میں
مقصود ہوں کہ اگر دونوں میں سے ایک ہو دوسرا نہو تو عمل پر آمادگی نہیں ہوتی
اور جب دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو عمل کی رغبت ابھرتی ہے یا یہ کہ دونوں میں
سے ہر ایک اس درجہ پر ہے کہ مستقل طور پر عمل کا باعث بنجاتا ہے تو ایسے شخص نے
جتنا سنوارا اسیقدر بگاڑا لہذا امید ہے کہ برابر سرابر رہے کہ نہ ثواب رہے نہ عذاب
چوتھا درجہ یہ ہے کہ لوگوں کا مطلع ہونا عمل کے لئے ترجیح دہندہ اور نشاط کو قوی
بنانیوالا ہے کہ اگر یہ نہو تو عبادت ترک نہیں ہوتی (اگرچہ بشاشت بھی نہیں ہوتی) اور
اگر صرف نمود ہی نمود ہو تو عمل پہ آمادگی نہیں ہوتی۔ پس حقیقت کا علم تو اللہ کو ہے مگر
ہمارا جہانتک گمان ہے وہ یہ ہے کہ ایسی عبادت کا اصل ثواب حبط نہ ہوگا البتہ کم

ہو جائیگا۔ پھر ریا و نمود کے تین اسباب ہیں مدح کی لذت سے محبت اور مذمت کی تکلیف
سے گریز اور لوگوں کے مال کی طمع۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ ظاہر ہے انسان جو
کسی شخص کو مقصود بناتا اور اس کی رغبت کرتا ہے وہ اپنے اسی گمان پر کرتا ہے
کہ وہ شے اس کیلئے مفید اور بہتر اور لذیذ ہے۔ خواہ فی الحال یا فی المآل۔ پس اگر
اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ شے فی الحال تو لذیذ ہے مگر انجام کار مضر ہے تو اس کی
رغبت کا قطع کر لینا اس کو سہل ہو جاویگا۔ مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ شہد لذیذ چیز
ہے مگر جب متحقق ہو جاوے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو اس سے اعراض کریگا
پس اسی طرح نمود کی رغبت کا بھی یہی حال ہے۔ کہ جب بندہ کو اس کی مضرت
اور یہ اسکو معلوم ہو جاوے کہ دل کی صلاحیت اس سے برباد ہوتی ہے اور فی
الحال توفیق سے محروم ہوتا ہے اور آخرت میں عذاب و غصہ اور رسوائی کا نشانہ
بنے گا کہ مخلوق کے بھرے مجمع میں اس کو اس طرح پکارا جائیگا کہ اے فاجر اے
غادر اے ریاکار تجھے شرم نہ آئی کہ اللہ کی طاعت کے بدلہ دنیا کا مال خریدا اور
بندوں کے دلوں کا خیال کیا اور اللہ کی طاعت کا مذاق اڑایا اور اعمال کا ثواب
حبط ہو جائیگا تو اس کے اعمال میں ریا و نمود کبھی پاس بھی نہ پھٹکے'' ابراہیم بن ادہم
فرماتے ہیں کہ میں نے معرفت ایک راہب سے سیکھی ہے۔ جسکا نام سمعان تھا کہ
میں گرجا میں اس کے پاس پہونچا اور کہا کہ اے سمعان تم اپنے خلوت خانہ میں کتنی
مدت سے ہو۔ سمعان نے کہا کہ ستر برس سے میں نے کہا تمہاری غذا کیا ہے سمعان
نے کہا کہ اے مسلمان یہ کیوں پوچھتا ہے میں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ
معلوم کروں۔ سمعان نے کہا کہ ہر شب میں ایک چنا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا چیز ہے
جو تمہارے دل کو ابھارے رکھتی ہے کہ ایک دانہ چنے کا تم کو کافی ہو جاتا ہے
سمعان نے کہا یہ سامنے ... الا گرجا بھی تم کو نظر آرہا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ہاں

سمعان نے کہا کہ مخلوق ہر سال میں ایک دن میرے پاس آتی ہے کہ میرے خلوتخانہ کو آراستہ کرتی اور اس کے گرد طواف کرتی اور میری بیحد تعظیم کرتی ہے۔ پس جب کبھی عبادت سے میرا نفس گرانبار ہوتا ہے تو میں اس کو اس ساعت کی عزت یاد دلاتا ہوں اور میں ایک ساعت کی عزت کیلئے سال بھر مشقت اٹھاتا ہوں پس اے مسلمان تو (آخرت کی) ہمیشہ کی عزت کیلئے ایک ساعت کی مشقت برداشت کر۔ چنانچہ میرے نفس پر معرفت کی نعمت پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد سمعان نے کہا کہ یہ کافی ہو گیا یا اور کچھ نصیحت کروں۔ میں نے کہا کہ ہاں اور بھی کیجئے۔ سمعان نے کہا عبادت خانہ سے نیچے اترو۔ چنانچہ میں اترا۔ تب سمعان نے ایک کوزہ لٹکا دیا۔ جس میں بیس دانہ چنے کے تھے۔ پھر سمعان نے کہا کہ اب گرجا میں جاؤ کہ میں نے جو لٹکا کر تم کو دیا لوگوں نے اس کو دیکھ لیا۔ پس جب میں گرجا میں داخل ہوا تو نصاریٰ میرے پاس جمع ہو گئے اور پوچھا کہ اے مسلمان کیا چیز ہے جو اس شخص نے تیری طرف لٹکائی۔ میں نے کہا کہ اپنی خوراک میں سے چنے دئے ہیں نصاریٰ نے کہا تو اس کو کیا کریگا۔ اس کے زیادہ حقدار تو ہم لوگ ہیں اس کے بعد کہنے لگے کہ قیمت لیکر ہم کو دیدو۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ بیس دینار لونگا۔ چنانچہ انہوں نے مجھکو بیس دینار دیدئے۔ اور میں سمعان کے پاس واپس ہوا۔ سمعان نے پوچھا کیا کیا۔ میں نے کہا کہ اسکو بیچ دیا۔ پوچھا کتنے میں۔ میں نے کہا بیس دینار میں۔ سمعان نے کہا تم نے غلطی کی اگر تم اس کی قیمت بیس ہزار دینار کہتے تو وہ بھی تم کو دیتے۔ یہ عزت اس انسان کی ہے جس کی تم پرستش نہیں کرتے پس غور کرو اس کی عزت کیا کچھ ہو گی جس کی تم پرستش کرتے ہو۔ اے مسلمان اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور آنا جانا ترک کر،، اس سے مقصود یہ ہے کہ دنیا میں ایسا ہو جیسے پادشاہ کہ جملہ خواہشات ولذات پر اس کو قدرت حاصل ہو مگر اس کے بدن

میں کوئی مرض ہو کہ اگر خواہشات میں منہمک ہوتا ہے تو ہر لحظہ اس کو اپنی جان جانیکا خطرہ ہے اور اس کو یقین ہو گیا ہو کہ اگر پرہیز کریگا اور اپنی خواہشات سے جنگ رکھیگا تو زندہ اور اپنی سلطنت پر قائم رہیگا پس ظاہر ہے کہ جب اسکو یہ یقین ہو گا تو طبیبوں کو ہر وقت ساتھ رکھیگا اور اپنے آپ کو تلخ دواؤں کے پینے کا عادی بنائیگا اور ان کی بکبکاہٹ کو ضبط کریگا اور تمام لذتوں کو چھوڑ دیگا اور ان کی مفارقت پر صبر کریگا۔ پس کم کھانے کی وجہ سے اگر اسکا بدن دن بدن لاغر ہو گا مگر اس کیساتھ ہی غایت پرہیز کیوجہ سے اسکا مرض بھی دن بدن کم ہوتا جائیگا تو جس طرح یہ پادشاہ اندیشہ ہلاکت کی وجہ سے لذات وخواہشات سے پرہیز کرتا ہے اسی طرح اعمال میں اخلاص والا بندہ ہر مہلک شئے سے اور آخرت میں تباہ کرنے والی لذت سے پرہیز کرتا ہے۔ دیکھو حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ ایک سیاح فقیر نے اپنے دوستوں سے کہا کہ مال واولاد کو تو ہم نے اس لئے کیا تھا کہ نفس سرکش نہو جائے مگر اہل مال کو اپنے مال کے متعلق جتنی سرکشی نفس کا اندیشہ ہے اس سے زیادہ ہم کو اندیشہ ہے کہ اس گداگری میں شرارت نفس کا دخل نہو گیا ہو کیونکہ ہماری یہ حالت ہے کہ جب ایکدوسرے سے ملتا ہے تو اپنے دیندار ہونے کی وجہ سے چاہتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم کرے اور اگر کسی حاجت کا سوال کرتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دینداری کی وجہ سے اس کو پورا کیا جائے اور اگر کوئی چیز خریدتا ہے تو تمنا رکھتا ہے کہ دینداری کی وجہ سے ارزان دیجائے پس بادشاہ وقت کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک بڑے جلوس کیساتھ روانہ ہوا کہ پہاڑ اور میدان لوگوں سے لبریز ہو گیا۔ سیاح فقیر کہنے لگا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ پادشاہ سلامت تمہاری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ پس فقیر نے اپنے بالک سے کہا کہ کھانا تو لاؤ۔ چنانچہ وہ روغن زیتون اور ترکاریاں لے کر

حاضر ہوا۔ فقیر نے اپنی بانچھیں پھاڑ پھاڑ کر بری طرح اسکا کھانا شروع کر دیا۔ پادشاہ نے (فقیروں سے پوچھا) تمہارا مرشد کہاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بیٹھے تو ہیں۔ پادشاہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کس رنگ میں ہیں۔ فقیر نے کہا کہ جیسے اور آدمی ایسا ہی میں پادشاہ نے کہا کہ اس کے پاس کچھ نہیں۔ اور یہ کہکر واپس ہو گیا۔ تب سیاح فقیر نے کہا کہ شکر ہے اللہ کا جس نے تجھکو میری مذمت کرتا ہوا میرے پاس سے دور کیا،، الحاصل اخلاص والے اور ریاء خفی سے خائف بندے ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اپنے اعمال صالحہ سے لوگوں کو دور رکھیں اور ان کے چھپانے کی حرص انکو اس سے زیادہ ہوتی ہے جتنی لوگوں کو اپنے عیوب چھپانے کی حرص ہوتی ہے محض اس توقع پر کہ ان کے اعمال صالحہ میں اخلاص قائم رہیگا تو حق تعالیٰ ان کو مخلوق کے بھرے مجمع میں اخلاص کا صلہ وانعام اسدن عطا فرمائیگا جبکہ مال اور اولاد کچھ بھی کام نہ آئیگا۔ پس انکا حال ایسا ہے جیسے بیت اللہ کی زیارت کو جانیوالے جب مکہ روانہ ہوتے ہیں تو خالص سونا اپنے ساتھ لیتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ بدوؤں میں کھوٹا سکہ نہیں چلتا اور خرچ کی زیادہ ضرورت بدوؤں کے راستہ ہی میں پڑتی ہے اور وہاں نہ وطن ہے کہ پریشان ہوں تو دوسرا انتظام کریں اور نہ کوئی دوست ہے جس کا ہاتھ پکڑیں۔ پس نجات مل سکتی ہے تو کھری نقدی ہی سے مل سکتی ہے،، اور بعض آدمی اس اندیشہ سے کہ ریا و نمود ہو گی عمل ہی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ یہ غلطی ہے اور شیطان کی موافقت ہے (کہ اسکا مقصود عمل کا چھڑاتا ہے جو پورا ہوا) بلکہ حق اس بارہ میں یہ ہے کہ جو عبادتیں بندہ پر لازم و فرض ہیں کہ جنکا نہ دوسرے شخص سے کوئی تعلق ہے اور نہ ان کی ذات میں کوئی لذت جیسے نماز روزہ اور حج وغیرہ تو ایسی عبادتوں میں ریا رو نمود کے خطرہ کی تین صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ عمل سے قبل نمود کا خیال ہو کہ ابتدا ہی میں لوگوں کے دکھانیپر

اسکو آمادہ کر رہا ہے اور کوئی دینی خیال عمل پر آمادہ کرنے والا مطلق نہیں۔ پس ایسے عمل کا تو ترک کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ ایسا عمل معصیت ہے کہ اس میں طاعت نام کو بھی نہیں۔ پس اگر انسان کو قدرت ہو کہ اپنے نفس سے باعث ریار کو دفع کرے تو اسوقت عمل میں مشغول ہو۔ دوئم یہ کہ عمل پر آمادگی تو اللہ واسطہ ہوتی ہے مگر عبادت کے شروع کرتے وقت نمود کا خیال پیش آجاتا ہے تو ایسے عمل کا ترک کرنا مناسب نہیں کیونکہ عمل پر آمادہ کرنے والا ایک امر دینی پایا گیا لہذا عمل کو شروع کرنا چاہئے اور ریا کے دفع کرنے اور اخلاص کو بے لوث بنانے میں معالجات مذکورہ سے اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالے۔ سوئم یہ کہ عبادت کا انعقاد وافتتاح بھی اخلاص ہی پر ہوتا ہے مگر بعد میں نمود اور اس کے دواعی طاری ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں عمل کو ہرگز نہ چھوڑے اور نمود کے دفع کرنے کی کوشش کرے کہ اخلاص کی طرف لوٹ جائے اور اپنے نفس کو جبراً قہراً اخلاص کی طرف کھینچتا رہے یہانتک کہ عمل پورا ہو جائے کیونکہ شیطان اول تجھکو ترک عمل کی طرف بلا رہا تھا اور جب تو نے اسکا کہنا نہ مانا اور عمل شروع کر دیا تو اب تجھکو ریا کی طرف بلا رہا ہے اور جب تو نے اس میں بھی اسکا کہنا نہ مانا تو اتنا ہی اسکا کام رہگیا کہ کہیگا یہ عمل تو خالص نہوا اور تو تو ریاکار ہے اور تیری محنت بیکار گئی۔ پس ایسے عمل سے کیا فائدہ جس میں اخلاص نہو۔ اور اس تقریر سے اسکا مطلب یہی ہے کہ تجھکو ترک عمل پر آمادہ کرے پس اگر تو عمل کو چھوڑ بیٹھے گا تو اسکا مقصود حاصل ہو جائیگا لہذا عمل کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑ اور عمل میں اخلاص کے لئے خوب خوب کوشش کر۔ حق تعالیٰ ہم سبکو شیطان کے شر سے بچائے آمین۔

سبحان اللہ۔ حضرت شیخ اسکندری رح اخلاص کے متعلق کیا خوب فرماتے ہیں کہ بندہ کے اعمال صرف صورتیں بیجان ہیں اور اخلاص کا وجود ان کے لئے ارواح ہیں۔

ف۔ بندہ جو اعمال نیک مثل نماز روزہ حج زکوٰۃ کے کرتا ہے بلا اخلاص کے ان کی
مثال ایسی ہے جیسے کسی جاندار کی صورت ہو اور اس میں جان نہو۔ اور اخلاص یعنی
عمل کو ریا اور نفسانی مزہ سے خالص کرنے کی مثال روح اور جان کی سی ہے۔ اگر
عمل کے اندر اخلاص کی صفت موجود ہے تو اس میں جان ہوگی اور وہ عمل کار آمد
ہوگا۔ اور اگر اخلاص نہ ہو اور وہ عمل محض مخلوق کے دکھانے یا اپنے مزہ کیلئے کرتا
ہے تو وہ عمل مثل صورت بیجان کے ہوگا اور آخرت میں کچھ کام نہ آوے گا۔
اثنار سلوک میں وقت کشف معارف و اسرار اور ظہور انوار کے سالک کی ہمت توقف
کا ارادہ نہیں کرتی ہے۔ مگر حقیقۃ الامر اسکو پکار کر کہتی ہے کہ تیرا مطلوب آگے ہے
اور جمال ظاہری مخلوقات ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ مگر ان کے حقائق چلا کر تجھکو کہتے کہ
ہم آزمائش ہیں ہم میں مبتلا ہو کر کفران مت کیجو۔ ف۔ اللہ کے بندے جس وقت
اللہ کا رستہ طے کرتے ہیں اور ذکر و فکر و مراقبہ میں مصروف ہوتے ہیں اور طرح
طرح کے اسرار اور معرفت الٰہی کے مزوں کا ان کے دلوں پر مینہ برستا ہے تو منہ
میں آکر ان کی ہمت اور قصد اس میں لگجاتے ہیں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ بس سلوک
سے مقصود یہی مزہ اور اسرار ہیں حالانکہ مقصود اصلی یہ نہیں ہوتا لیکن توفیق الٰہی
رہبر اور مرشد کامل کا سایہ سر پہ ہوتا ہے اسلئے حقیقت کار اور مقصود اصلی اس کو
بزبان حال یہ کہتی ہے یعنی دل میں القا ہوتا ہے۔ کہ تیرا مطلوب آگے ہے۔ یہاں مت
ٹھہر آگے بڑھ۔ یہ حالات جو پیش آ رہے ہیں یہ بھی تیری طرح مخلوق ہیں خالق نہیں۔
اور تیرا مقصود اصلی خالق تعالیٰ شانہ ہے اور نیز اسی طرح سالک کو دنیا کی چیزوں کا
حسن و جمال ظاہر و منکشف ہو کر اپنی طرف کھینچتا ہے اگر مقدر میں گمراہی لکھی ہے یا
مرشد کامل نہیں ہے تو ان ہی دنیا کی چیزوں میں سے کسی شئی میں پھنس جاتا ہے
اور اسی کو ذریعہ مقصود سمجھ لیتا ہے۔ اور اگر توفیق الٰہی دستگیر ہوتی ہے تو اس دنیائے

فانی کی چیزوں کی حقیقت اس کو پیش نظر ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس کو چلا کر کہتی ہے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے تیری آزمائش کیواسطے پیدا کیا ہے ہم میں مشغول ہو کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کی ناشکری نہ کر اور ہم سے آگے بڑھ۔

ایک مخلوق سے دوسری مخلوق کی طرف چلنے کا قصد نہ کر۔ کیونکہ اگر تو ایسا کریگا تو مثل چکی کے گدہے کے ہوگا کہ چکی میں چلتا ہے اور جو اس کے سیر کی ابتدا ہے وہ ہی اس کے سیر کی انتہا ہے لیکن تو مخلوقات سے خالق کی طرف سیر کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور بیشک انتہائے (سلوک) تیرے پروردگار تک ہے۔ ف۔ طالب مولیٰ کا مقصود اصلی یہ ہے کہ ہر امر میں اس کی نظر اپنے مالک کیطرف ہو اور تمام عبادت اور ذکر و شغل کا حال یہی ہے کہ غیر اللہ سے نظر ہٹ جاوے اور دل حقتعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جاوے تو اگر کوئی دنیا دار دنیا کو چھوڑ کر عبادت اور ذکر و شغل میں لگے اور مقصود اسکا یہ ہو کہ لوگ مجھکو عابد زاہد بزرگ جاننے لگیں تو وہ ایک مخلوق کو چھوڑ کر دوسری مخلوق کی طرف مشغول ہو گیا یعنی مال و دولت کو چھوڑا اور نام آوری اور مخلوق کی نظروں میں شہرت کی طرف لگ گیا اور ظاہر ہے کہ اس شہرت و نام آوری کا حاصل صرف یہ ہے کہ مخلوق کا گمان اس کی طرف نیک ہو جاوے تو جس کیطرف وہ مشغول ہوا ہے یہ بھی ایک مخلوق ہے اور اگر ثواب اور مراتب عالیہ اور ذوق و مزہ کا حاصل ہونا اس کا مقصود ہے۔ تو گو یہ جائز ہے لیکن جو مولیٰ کا طالب ہے۔ اس کی شان کے خلاف ہے اور یہ بھی ایک مخلوق یعنی دنیا کو چھوڑ کر دوسری مخلوق یعنی ثواب و مراتب عالیہ کیطرف چل رہا ہے اس کی سیر بھی خالق کی طرف نہیں ہے جہاں سے چلا تھا وہاں ہی جا رہا ہے اس لئے کہ اور ثواب اور مراتب عالیہ اور نام آوری سب کے سب غیر خدا ہونے میں برابر ہیں اور ایسا سالک چکی کے گدہے کی مثل ہے کہ وہ زمین کے ایک گول دائرہ میں پھرتا ہے اور جہاں سے

چلتا ہے اسی جگہ پھر لوٹ آتا ہے کوئی مسافت قطع نہیں کرتا ہے ایسے ہی یہ سالک ہے کہ ایک مخلوق کو چھوڑتا ہے دوسری مخلوق میں مشغول ہوتا ہے غرض مخلوق ہی کے دائرہ میں رہا خالق کے رستہ کو بالشت بھر بھی قطع نہ کیا پس سالک کو چاہیئے کہ تمام مخلوق کو چھوڑے خواہ وہ دنیا ہو یا ثواب ہو یا کوئی مرتبہ ہو اور سب سے کوچ کرکے اپنے مولی تک پہونچے اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ بلاشک انتہا تیرے پروردگار تک ہے پس اس آیت کے مضمون پر عمل کرے۔ اور منتہی اپنا اپنے مالک حقیقی کو جانے اور اسی حال میں رنگین ہوجاوے۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو دیکھ فرماتے ہیں جس کی ہجرت اللہ ورسول کیطرف ہوگی تو اس کی ہجرت واقعی اللہ ورسول کیطرف ہوگی۔ اور جس کی ہجرت متاع دنیا حاصل کرنے کیلئے ہوگی تو اس کی ہجرت واقعی اسی طرف ہوگی جس طرف اس نے ہجرت کا ارادہ کیا ہے اگر تو صاحب عقل وفہم ہے تو حضرت کے اس جملہ (فہجرتہ الی ماھاجرالیہ) کو تامل کی نظر سے بغور دیکھ ف۔ اس حدیث میں مضمون سابق کی دلیل ہے۔ خلاصہ ارشاد کا یہ ہے کہ جس شخص نے ترک وطن خالص اللہ ورسول کے واسطے کیا اور کوئی دوسری شئی اسکا مقصود نہیں ہے تو یہ اس کی ہجرت وعمل معتبر ہے اور جس نے دنیا کا مال یا کسی عورت کے لئے ہجرت اختیار کی۔ تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جو اسکا مقصود ہے آخرت کا کوئی حصہ اس کو نہ ملیگا ایسے ہی سالک کا مقصود اگر ذکر وشغل نماز روزہ سے دل کی حلاوت اور مزہ یا نام آوری وشہرت ہے تو بس یہی اسکا منتہی ہے خدا تعالی کا قرب اس کو نصیب نہ ہوگا اور اگر سارے مزوں اور ثواب وغیرہ سب کو چھوڑ کر اللہ تعالی کی رضا اس کا مطمح نظر ہے تو اس کو اس کا یہ مقصود حاصل ہوگا۔

کوئی عمل بارگاہ خداوندی میں اس عمل سے زیادہ قبولیت کے لائق نہیں ہے

جسکا مشاہدہ تیری نظر سے غائب ہو اور تیرے خیال میں اسکا وجود حقیر ہو۔ف اللہ کے نزدیک بندہ کا وہ عمل زیادہ مقبول ہے کہ اس کو اللہ کیطرف سے جانے اور دل سے اسکا ہی مشاہدہ کرے اور اپنی طرف کسی طرح نسبت نہ کرے بلکہ دل کی آنکھ سے اسکا معائنہ کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ کام نہ لینا چاہتا تو ہرگز اسکا صدور نہ ہوتا اور اس عمل کو اس قابل نہ جانے کہ اس کی وجہ سے مجھکو بارگاہ خداوندی میں نزدیکی حاصل ہوگی بلکہ اسکو اپنا عمل ہونے کی وجہ سے حقیر اور قابل مقبول نہ سمجھے جو ایسا عمل ہوگا وہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوگا۔

طاعت پر اس اعتبار سے نہ اترانا کہ وہ تجھ سے تیری قدرت و اختیار کیساتھ ظاہر ہوئی ہے۔ بلکہ یہ خیال کر کے خوش ہونا کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و رحمت و توفیق کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تو کہہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اسکی مہر سے سو اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔ ف۔ بندہ جو عبادت اور نیک عمل کرتا ہے اس پر اسکو خوش ہونا اور اترانا کہ میں نے یہ عمل کیا ہے اور میرے اختیار و قدرت سے یہ عمل ہوا ہے ایسا خوش ہونا بُرا اور نعمت کی ناشکری ہے بلکہ اسواسطے خوش ہو کہ اللہ کا شکر ہے کہ اسکا فضل و رحمت میرا دستگیر ہوا اور مجھ سے یہ نیک عمل کرا دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے فضل اور رحمت پر خوش ہوں اور دوسری شی سے خوش نہ ہوں۔

ہمارا پروردگار اس سے برتر اور بالاتر ہے کہ بندہ تو اس کیساتھ اپنی طاعتوں سے نقد کا معاملہ کرے اور وہ اسکا بدلہ قیامت کے ادہار پر چھوڑے۔ف۔ کریم کی شان یہ نہیں ہے کہ کام تو اسوقت لے اور اس کام کی اجرت نقد نہ دے بلکہ ادہار چھوڑ دے پس کریم حقیقی جل وعلا شانہ تو بطریق اولیٰ ایسا نہ کریگا کہ بندہ طاعت اسوقت کرے اور اسکا بدلہ قیامت کے ادہار پر چھوڑ دے بلکہ طاعت کا بدلہ بندہ کو

یہاں بھی ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے قلب میں عبادت اور ذکر کی حلاوت اور مزہ طرح طرح کے اسرار و معارف بخشتے ہیں کہ اس کے سامنے وہ بندہ ہفت اقلیم کی سلطنت کو گرد جانتا ہے اور یہ آخرت کے بدلہ کا ایک بہت ادنی نمونہ ہے اور جو وہاں عطا ہوگا۔ اس کی حقیقت تو کوئی بیان ہی نہیں کر سکتا۔

طاعت پر دنیا میں تجھکو یہ ہی بدلہ کافی ہے کہ تیرا مولی تیرے لئے طاعت کے اہل ہونے پر راضی ہوا۔ ف۔ عبادت پر دنیا میں جو بدلہ ملتا ہے وہ بھی بے انتہا ہے منجملہ اس کے سالک محب کیلئے یہ سب بدلوں سے بڑھکر ہے کہ احکم الحاکمین اور بادشاہوں کا بادشاہ تیرے طاعت کے لائق ہونے پر راضی ہوا اور تجھ سے طاعت کا کام لیلیا۔ ورنہ تو کیا ہے ایک بندہ ذلیل لاشئ محض ہے دیکھو دنیا کا بادشاہ اگر کسی سے کچھہ خدمت لے لے تو اسکو کسقدر فخر اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کے سوا اور کچھہ اس کو ملے یا نہ ملے اس کیلئے یہی بڑا بھاری بدلہ ہے۔

عمل کرنیوالوں کے لئے جزاء معجل یہ ہی کافی ہے جو اثنائے طاعت میں ان کے قلوب پر الہامات اور لذت مناجات کے دروازے کھولتا ہے اور اپنا انس جان بخش ان کے دلوں پر نازل فرماتا ہے۔ ف۔ طاعت پر جو دنیا میں انعامات نقد عطا ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ طاعت کرنے والوں کے دلوں میں طاعت کیوقت نوع بنوع کے الہامات بارگاہ عالی سے ہوتے ہیں جن سے وہ روحانی مزے لیتے ہیں اور مناجات کی لذت کے دروازے ان کے دلوں پر کھل جاتے ہیں اور حق تعالیٰ اُن کے دلوں کو اپنی ذات والا کیساتھ اُنس اور دل بستگی عطا فرماتا ہے کہ اس دولت کے مقابلہ میں وہ دنیا کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت حصول ثواب یا دفع عقاب کے لئے کی تو گویا

اُس نے حق جل وعلا کی صفات کمال وعظمت وجلال کا حق ادا نہ کیا ف بندہ کا مقصود بندگی سے اگر یہ ہو کہ مجھکو ثواب ملے اور جنت حاصل ہو اور دوزخ کے عذاب سے نجات ہو تو اسکو اسکا مطلوب انشاء اللہ حاصل ہوگا۔ لیکن اس بندہ نے عبادت سے اپنے نفس کے مزہ وراحت ہی کو چاہا اور نفس ہی میں مبتلا رہا حق تعالیٰ کی کمال کی صفت اور جلال وعظمت کی شان کا حق ادا نہ کیا۔ کمال تو یہ ہے کہ بندہ کی عبادت مولیٰ تعالیٰ شانہ کی عظمت اور کمال کی وجہ سے ہو۔ جنت کی طمع اور دوزخ کے خوف ہی سے نہ ہو اسلئے کہ غلام کی شان تو غلامی کرنا ہے خواہ مالک اس کو نوازے یا دھتکارے۔

جب تو کسی عمل پر عوض کا خواہاں ہوگا تو تجھ سے اس میں صدق اور اخلاص کا مطالبہ ہوگا اور اخلاص کے ہونے میں تو متردد ہوگا اور متردد کو اپنے اس ناکارہ عمل کی جزا اور مواخذۂ خداوندی سے سلامت رہنا ہی کافی ہے ف بندہ کی نیت اگر عبادت اور عمل نیک سے یہ ہو کہ مجھ کو خدا تعالیٰ کیطرف سے اس کا کوئی عوض ملے تو حق تعالیٰ اُس سے اسکا مطالبہ فرماویں گے کہ ثواب کے قابل تو وہ عمل ہے جو اخلاص سے ہو اور جب تیری نیت اس عمل سے یہ تھی کہ اسپر کچھ عوض ملے تو تو نے یہ عمل خالص میرے واسطے نہیں کیا بلکہ اپنے نفس کے واسطے کیا ہے تو اس بندہ کو اخلاص کے ہونے میں تردد اور شک ہوگا۔ اسلئے کہ اگر اخلاص یقیناً ہوتا تو اُس عمل پر عوض کا خواہاں نہ ہوتا اور ایسے شخص کو یہی کافی ہے کہ اس عمل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ نہ ہو۔ ثواب کی امید تو علیحدہ رہی۔

اپنے کسی عمل پر جس کا تو فاعل حقیقی نہیں ہے عوض کا طلبگار مت ہو ایسے عمل پر تجھکو یہی عوض کافی ہے کہ اسکو قبول فرمایا اور اسپر مواخذہ نہیں کیا۔ ف جاننا چاہیئے کہ تمام افعال کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ خواہ وہ افعال بندہ کے

ہوں یا اور کسی کے پس بندہ کی نظر عبادت میں اسپر ہونا چاہیے کہ یہ فعل پیدا کیا ہوا
اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسکا احسان ہے پس جس فعل کا درحقیقت بندہ خالق و فاعل نہیں
ہے اسپر عوض کو طلب کرنا بالکل بے محل ہے پس اگر ثواب واجر کا طالب ہو تو اس
میں اخلاص نہ رہے گا۔ اپنے عمل پر یہی خوش کافی ہے کہ حق تعالیٰ نے اس
عمل کو قبول فرما کر ثواب دیدیا اور اس پر مواخذہ نہیں فرمایا ورنہ وہ قابل گرفت تھا
گناہ اور نافرمانی کرنے کے وقت جسقدر تو حلم خداوندی کا محتاج ہے بندگی
اور طاعت کرنیکے وقت اس سے زیادہ اس کے حلم کا حاجتمند ہے ف۔ بندہ کا کمال
اور مرتبہ اور تمام عبادات کا اصلی مقصود یہ ہے کہ بندہ کی نظر ہر امر میں اللہ تعالیٰ کی
طرف ایسی ہو جیسے بھک منگا سائل ہوتا ہے اور اپنا عمل اور فعل حتی کہ اپنا وجود
نظر سے بالکل اٹھ جاوے اللہ ہی پر اعتماد ہو اسی کے ساتھ دل کو قرار ہو اسی کی
طرف دل کا رُخ ہو۔ اپنی تدبیر اور اسباب ظاہرہ سے بالکل بھروسہ اُٹھ جاوے۔ اور
بندہ کی پستی اور ہلاکت اس میں ہے کہ اپنی نفس کیطرف متوجہ ہو اور اپنے عمل کو پسند
کرے اور اپنے فعل کو اچھا جانے اور اپنی قدر اس کے دل میں ہو ایسا بندہ اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہوتا ہے اس کے بعد سمجھو کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ گناہ میں
بندہ اللہ تعالیٰ کے حلم کا محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرماوے اور گناہ سے
درگذر فرماوے اور طاعت و عبادت چونکہ عین رضائے الٰہی ہے اُس میں حلم کا حاجتمند
نہیں ہے اسلئے کہ حلم تو خلاف رضا کام کرنے پر ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بلکہ اکثر معاملہ
برعکس بھی ہوتا ہے کہ گناہ کے وقت حلم کا اس قدر محتاج نہیں۔ جسقدر طاعت کے
وقت ہے۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ مومن کی شان گناہ صادر ہو جانے کے
بعد یہ ہے کہ انکسار و عاجزی ندامت ذلت اور اپنے نفس کو سفر بس اور بارگاہ الٰہی میں
تضرع و زاری و توبہ پیدا ہوتی ہے اور اس حالت میں اس کی نظر اپنے نفس اور عمل

پر نہیں رہتی بلکہ دل اس صفت کیساتھ رنگین ہو جاتا ہے کہ بجز رحمت اور فضل کے میرا کہیں ٹھکانہ نہیں اور یہی صفت عین مقصود اور بندہ کا کمال ہے اور طاعت وعبادت کے بعد بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نظر اس عمل پر ہوتی ہے اور اسکو اچھا سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو مطیع اور عابد اور حق کا ادا کرنے والا اور مستحق ثواب جانتا ہے تو اس حالت میں اُس کی نظر اپنے نفس اور عمل پر ہوئی اور رحمت وفضل پر سے اعتماد اٹھ گیا۔ تو اسوقت عجب نہیں کہ اس پر غضب الٰہی ہو اور ناراضامندی کا مورد بنے۔ پس ایسی طاعت پر یہ بندہ حلم خداوندی کا گناہ کرنے کے وقت سے زیادہ محتاج ہے۔

بسا اوقات غامض اور دقیق ریا ایسی جگہ سے داخل ہوتی ہے جس جگہ تجھ کو لوگ نہ دیکھتے ہوں۔ ف۔ ریا یہ ہے کہ عبادت اور نیک عمل اسلئے کیا جائے کہ لوگ مجھکو عابد زاہد بزرگ سمجھیں تو اگر عمل کے وقت لوگ وہاں موجود ہوں اور انکے دکھانے کیلئے مثلاً کوئی نماز پڑھے یا نماز نوشہ وغیرہ کی تھی اللہ کیواسطے لیکن کسی کے آنے سے اسکو لمبی کر دی اور سنوار کر اسکو پڑھنے لگا تاکہ یہ جانے کہ بڑا نمازی ہے تو یہ تو ریا کی قسم ظاہر ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ ریا ہے۔ بعض مرتبہ آدمی چھپ کر عمل کرتا ہے اور وہاں کوئی دیکھنے والا موجود نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی اس عمل میں ریا داخل ہو جاتی ہے یہ ریا کی قسم نہایت دقیق اور باریک ہے اور اس ریا کی علامت یہ ہے کہ یہ شخص جب لوگوں سے ملے تو یہ چاہے کہ یہ لوگ میری تعظیم کریں اور محفل میں مجھکو صدر میں جگہ ملے اور میرے کام لوگ کیا کریں اور اگر لوگ ایسا معاملہ کرتے ہیں تو خوش ہوتا ہے اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اس کو اوپرا اور عجیب معلوم ہو۔ پس یہ باتیں اس کی علامت ہیں کہ اس شخص کے اندر ریا ہے اور یہ نیک عمل اسی واسطے کرتا ہے کہ لوگ بزرگ سمجھیں۔ اور میرے دنیا کے کام میں تیرا خواہش کرنا کہ لوگ تیرے اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت جان لیں

عبودیت کے اندر تیرے سچا نہ ہونے کی دلیل ہے۔ف عبودیت اور بندگی کے اندر سچا ہونا
یہ ہے کہ غیر اللہ سے نظر اُٹھ جاوے۔ اور سوائے اپنے رب کے کسی کی طرف التفات
نہو اگر بندہ میں یہ صفت موجود ہے تو وہ سچا ہے اگر یہ خواہش ہو کہ لوگوں کو میرے نیک
عملوں کی خبر ہو جاوے اور باطنی حالات جو خاص مجھ پر گذر رہے ہیں مخلوق کو اس کی
اطلاع ہو اور مختلف طریقوں سے اسکا اظہار کرتا ہے تو یہ بندہ بندگی میں سچا نہیں ہے
اور یہ خواہش ہی اس کے سچا نہ ہونے کی دلیل ہے۔

نظر لطف خداوند تعالیٰ کی اپنی طرف ملاحظہ کر کے لوگوں کی نظر کو اپنے خیال سے
دور کر اور توجہ و التفات خداوند تعالیٰ اپنی طرف مشاہدہ کر کے لوگوں کے توجہ
و التفات کی طرف متوجہ نہ ہو ف۔ بندہ مخلص کی شان یہ ہے کہ لوگوں کی رضا و عدم
رضا کی اس کو کچھ پروا نہ ہو اور حق تعالےٰ کی نظر رحمت و لطف جو ہر وقت اس کے
حال پر ہے پیش نظر ہو کہ مخلوق کی نظر کو اپنے خیال سے بالکل نکالدے مخلوق اسکو
خواہ تحقیر کی نظر سے دیکھے۔ یا عزت کی نگاہ سے اس کی کوئی وقعت اس کے دلمیں
نہ ہو اور حق تعالیٰ کی توجہ و التفات جو اس کے ساتھ ہر وقت ہے اس کو مشاہدہ کر کے
اور اس کو اپنے لئے بڑی دولت جان کر لوگوں کی توجہ و التفات کی طرف ہرگز نظر
نہ کرے۔ دیکھو بدیہی بات ہے۔ اگر بادشاہ وقت کی خاص مہربانی کسی شخص پر ہو اور
بادشاہ وقت اس کے ہر حال کا نگراں ہو تو وہ شخص دوسرے کسی کی مہربانی کرنے یا
اہانت کرنے کی بالکل پروا نہ کرے گا۔ پس احکم الحاکمین اور سب بادشاہوں کے
بادشاہ کی نظر عنایت ہر آن میں ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہر دم طرح طرح کی نعمتیں
ہم پر اُس کی طرف سے مینہ کی طرح برس رہی ہیں اُس پر بھی اگر زید و عمرو کی طرف
ہماری توجہ ہوئی تو ہم سے زیادہ کون ناشکر ہوگا۔ اور اس کی سزا تو یہ ہے کہ نعمتیں
سب سلب ہو جاویں۔ مگر رحمت اسقدر بے انتہا ہے کہ اس پر بھی درگذر ہوتی ہے۔

حق جل وعلا جیسے عمل مشترک ریا آمیز کو پسند نہیں فرماتا اسی طرح قلب مشترک
کو جس میں حُبِ غیر بھی ہو محبوب نہیں رکھتا ہے۔ عمل مشترک کو نہ قبول فرماتا ہے نہ
اسپر ثواب دیتا ہے ف۔ عمل مشترک وہ ہے جس میں ریا ہو کہ اس میں مخلوق کا
سا حصہ ہو گیا ایسا عمل اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں اسی طرح قلب مشترک وہ ہے جسمیں
غیر اللہ کی محبت ہو ایسے دل کو بھی اللہ تعالےٰ محبوب نہیں رکھتا ہے اور عمل مشترک
کو جو مخلوق کے دکھاوے کیواسطے کیا گیا ہو نہ قبول فرماتا ہے نہ اس پر ثواب ملتا
ہے اللہ تعالیٰ کو وہ قلب محبوب ہے جس میں خالص اسی کی محبت ہو اور اسی طرح
وہ عمل اس کی بارگاہ عالی میں مقبول ہے جس میں ریا اور بناوٹ نہ ہو۔

جس چیز کو تو محبوب بنائیگا اسکا بندہ ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا کہ
اس کے سوا تو کسی کا بندہ بنے۔ ف۔ اللہ تعالےٰ کے سوا دنیا کی چیزوں میں سے
جس سے آدمی کو محبت ہو تو گویا اسکا بندہ بنگیا۔ اسلیئے کہ جس شئی سے محبت ہو گی
اس سے علاقہ شدید ہو گا۔ اور اُس کے علیحدہ ہونے سے دل کو صدمہ پہنچے گا۔
اور یہی مطلب ہے بندہ بننے کا جیسے بعض لوگ بندۂ زر بنے ہوئے ہیں بعض
بندۂ زوجہ ہیں بعض بندۂ اولاد ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس محبت سے مراد
وہی محبت ہے کہ بس اسی کا ہو رہے اور اس محبوب کے مقابلہ میں شریعت کے
احکام کی بھی پروانہ کرے۔ اور اگر شریعت کے احکام کو مقدم رکھتا ہے اور طبعی
محبت اولاد و اقارب کیساتھ ہے۔ یہ محبت ممنوع نہیں بلکہ سنت ہے۔

اور اسی طرح اخلاص اور نیت کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ
قیامت کے روز لوگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائینگے۔ اور اسیطرح
توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ عمل اگر تھوڑا
بھی ہو تو بہت ہے اور جس عمل سے میری رضا مطلوب نہ ہو تو وہ عمل اگر بہت

بھی ہو تو تھوڑا ہے۔ اور اسی طرح جو شخص کسی عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت اس کے ادا کی نہ رکھتا ہو تو وہ زانی ہے۔ اور جو شخص کچھ قرض لے اور اس کے دینے کی نیت نہ رکھتا ہو تو وہ چور ہے۔ اور وارد ہے کہ جو شخص حق تعالے کیلئے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن ایسے حال میں آویگا کہ اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ عمدہ ہو گی اور جو شخص غیر اللہ اور دنیا کے دکھانیکے لئے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن ایسے حال میں آویگا کہ اس کی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہو گی۔ اور نیت کے متعلق حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ مبارکبادی ہے اس آنکھ کو کہ جو سووے اور گناہ کا قصد نہ کرے اور جب جاگے تو بگناہی پر جاگے۔

غرضکہ ہر ایک عمل میں خیر نیت ہونی چاہئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جہاد کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینہ میں ہیں حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ لوگ اس جہاد میں ہمارے شریک ہیں چونکہ ان مدینہ میں رہنے والوں کی نیت ویسی ہی خیر تھی جیسی کہ جہاد میں نکلنے والوں کی تھی یعنی اللہ کے نام کو بلند کرنے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان کو خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے میں مدینہ میں رہنے والوں کی ایسی ہی خیر تھی جیسی کہ جہاد میں نکلنے والوں کی تھی صرف کسی خاص ضرورت کے باعث بدن علیحدہ تھے مگر ان لوگوں کی روح تو مجاہدین کے ساتھ ہی تھی جس کے باعث جہاد میں ان کی شرکت سمجھی گئی لہذا ہر ایک عمل میں اچھی نیت کا ہی اعتبار ہے۔

سبحان اللہ اچھی نیت ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ جس میں خدا کی معرفت اور خدا کی قربت کے انوار چمکتے ہیں اور کاملین اور واصلین اور ذاکرین اسی نیت خیر کی نورانی سیڑھی سے اپنے مقصود کو جا پہنچے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اھدِنَا الصِّرَاط

اَلْمُسْتَقِیْمَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

صدق کا بیان

سبحان اللہ صدق کی فضیلت میں اسیقدر کافی ہے کہ صدیق اس سے مشتق ہے چنانچہ حق تبارک وتعالےٰ نے اپنے انبیاء کی مدح وثنا میں ان کو صدیق فرمایا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے کہ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وغیرہ۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو صدق اور سچائی ہے وہ راہ بتاتی ہے نیکی کی اور جو نیکی ہے وہ لیجاتی ہے جنت کو اور آدمی سچ بولتا ہے یہانتک کہ وہ خدا کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جو جھوٹ ہے وہ راہ بتاتا ہے بدی کی اور جو بدی ہے وہ راہ بتاتی ہے دوزخ کی۔

اور حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جب وہ کسی شخص میں پائی جائیں تو وہ بڑا ہی سعادتمند ہے اول سچائی۔ دوم حیا۔ سوم حُسنِ خُلق۔ چہارم شکر۔ اور ایک روشن دل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پروردگار کے ساتھ معاملہ سچائی کے ساتھ کرتا ہے وہ دنیا کے لوگوں سے نفرت کیا کرتا ہے اور ایک اہل اللہ نے کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا کہ مجھ کو بخشدیا اور قسم قسم کی نعمتوں کی مجھ پر بارش برسائی گئی پھر انہوں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ کے یہاں کس عمل کی زیادہ قدر کیجاتی ہے کہا کہ سچائی کی۔ اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ سچائی کو اپنی سواری بنالو اور حق بات کو اپنا ہتھیار بنالو اور حق تعالیٰ کو اپنا مطلوب بنالو۔ بس یہی اچھی کمائی ہے اس کو کمالو۔

اور ایک عارف کامل فرماتے ہیں کہ ہم نے حق تعالےٰ کے دین کو تین چیزوں پر مبنی پایا ہے اول سچائی - دوم حق - سوم عدل - پس عدل تو دلوں پر ہوتا ہے اور حق اعضا پر ہوتا ہے اور سچائی عقلوں پر - اور حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی بھیجی کہ اے داؤدؑ جو شخص مجھ کو اپنے باطن میں سچا پاتا ہے اور اپنے بھیدتر میں میری تصدیق کرتا ہے تو میں اسکو اپنی مخلوق میں صادق مشہور کرتا ہوں - اور حضرت وہب ابن منبہؒ فرماتے ہیں کہ توریت کے حاشئے پر میں نے بائیس ایسے جملے دیکھے کہ جن کو بنی اسرائیل کے نیک بخت لوگ جمع ہو کر پڑھا پڑھا یا کرتے اور اس سے عبرت حاصل کرتے تھے چنانچہ وہ بائیس جملے یہ ہیں (۱) کوئی خزانہ اور کوئی دولت علم سے بڑھکر نافع نہیں ہے (۲) کوئی مال بردباری سے بڑھکر زیادہ مفید نہیں ہے (۳) کوئی حسب نسب غصے سے زیادہ کمتر نہیں ہے (۴) کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہیں ہے (۵) کوئی رفیق جہل سے بڑھکر عیب دار نہیں ہے (۶) کوئی بزرگی تقوے سے زیادہ بڑھکر نہیں ہے (۷) کوئی نعمت برے خیالوں کے ترک کردینے سے زیادہ کامل نہیں ہے (۸) کوئی عمل فکر الٰہی سے افضل نہیں ہے (۹) کوئی نیکی صبر سے اعلیٰ نہیں ہے (۱۰) کوئی برائی غرور سے زیادہ رسوا کرنے والی نہیں ہے (۱۱) کوئی مفید علاج نرمی سے زیادہ مفید نہیں ہے (۱۲) کوئی بیماری بیوقوفی سے زیادہ ایذا پہنچانے والی نہیں ہے (۱۳) کوئی شخص رسول سے زیادہ صادق اور عادل نہیں ہے (۱۴) کوئی مفید چیز سچائی سے بڑھکر نہیں ہے (۱۵) کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہیں ہے (۱۶) کوئی تونگری زیادہ بری مال کے جمع کرنے سے نہیں ہے (۱۷) کوئی اچھی زندگی تندرستی سے زیادہ نہیں ہے (۱۸) کوئی زندگی پاک بازی سے زیادہ عمدہ تر نہیں ہے (۱۹) کوئی عبادت دل کے خدا کی طرف رجوع ہونیسے

زیادہ اچھی نہیں ہے (۲۰) کوئی زہد قناعت سے بہتر نہیں ہے (۲۱) کوئی محافظ خاموشی سے زیادہ نہیں ہے (۲۲) کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیک تر نہیں ہے

اور صدق کے متعلق ایک اہل نسبت فرماتے ہیں کہ جب تو سچائی کیساتھ اپنے پروردگار کی یاد کریگا تو وہ تیرے باطن میں ایک ایسی نور کی قندیل روشن کر دیگا کہ جس کی روشنی میں تجھ کو دنیا اور آخرت کے عجائبات نظر آ دینگے سبحان اللہ سچے دل سے اپنے پروردگار کی یاد کرنے والوں کو کس قدر نعمت عطا ہو رہی ہے۔ خدا ہم کو بھی ایسی نعمت نصیب فرمائے کہ ہمارا جینا کارگر ہو جائے۔ خدا کے بندو دیکھو جو لوگ کہ صادق ہیں اور سچے دل سے اپنے پروردگار کی یاد کرتے ہیں انہیں کبھی بھی حقارت سے نہ دیکھنا اور اپنے جیسے خیال نہ کرنا چونکہ وہ ظاہر کے اعتبار سے ہم جیسے ہیں مگر باطن میں نور کی قندیل رکھتے ہیں لہذا اپنے اندھیرے دل کو اس نورانی قندیل سے منور کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے رہنا۔ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ اللہ والوں میں کیا ہے انہیں یاد رہے کہ ان میں نور الٰہی کی قندیل ہے۔

اور ایک عارف کامل فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اپنے اور خدا کے درمیان میں سچائی کی حفاظت کر اور خدا کی مخلوق پر نرمی کر پھر دیکھ کہ تیرے بھیتر میں نور کا چشمہ کس زور اور شور کے ساتھ پھوٹ نکلتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کمال کیا چیز ہے تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق کہنا اور سچائی کے ساتھ عمل کرنا۔

معلوم ہو کہ نفس جبکہ کسی عمدہ چیز اور خوبی بھری بات کو دیکھتا ہے تب اپنے دل میں ارادہ کرتا ہے کہ اگر یہ عمدہ چیز اور خوبی بھری بات مجھکو حاصل ہو گئی

تو اس سے نیکیاں کماؤں گا مگر جبکہ اسکا موقعہ آتا ہے تب اپنے ارادہ پر سچا نہیں رہتا سو ایسا شخص کاذب ہے مگر جو صادق ہے وہ جبکہ اسکا موقعہ آتا ہے تب اپنے ارادہ کو سچا کر دکھاتا ہے چنانچہ حضرت انس رض اپنے چچا جنکا نام حضرت انس بن نضر تھا ان کا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ و آلہ وسلم کے شریک نہ تھے مگر ان کو یہ غیر حاضری نہایت ہی گراں گذری اور فرمانے لگے کہ یہ اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ و آلہ وسلم تو جنگ میں تشریف فرما ہوئے اور میں آپ کی خدمت بابرکت سے غائب رہا مگر مجھے اس رب جلیل کی قسم ہے کہ اگر پھر کوئی ایسا موقع شہادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضوری میں ملگیا تو اس رب جلیل کو روشن ہے کہ میں اپنی جان کو نثار کر دونگا چنانچہ آپ سال آئندہ میں جنگ احد میں حاضر ہوئے اور سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رض نے آپ کو دیکھکر فرمایا کہ اے ابو عمرو کہاں کا ارادہ ہے تب آپ نے فرمایا کہ اے سعد کیا پوچھتے ہو مجھے احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے جس نے مستی کا عالم طاری کر دیا ہے۔ سبحان اللہ پھر آپ اسقدر لڑے یہانتک کہ شہید ہوئے۔ قربان جایئے آپ کی صداقت اور سچائی پر کہ اسوقت آپکے مبارک بدن پر تیر اور تلوار اور نیزے کے اسی سے زائد زخم تھے چنانچہ آپ کی بہن فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو تیر اور تلوار اور نیزے کے زخموں کے باعث نہیں پہچانا مگر صرف انگلیوں کے پوروں کے باعث پہچانا۔ سبحان اللہ یہ ہے صداقت اور اس کا نام ہے سچائی۔

اور حضرت ابو سعید خراز رح فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ اے ابو سعید رح

صدق کیا چیز ہے تب میں نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا یہ سنکر انہوں نے کہا
کہ بے شک صدق کے یہی معنی ہیں پھر وہ آسمان پر واپس چلے گئے۔ اور
ایک عارف فرماتے ہیں کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے
تو حق تبارک وتعالےٰ اس کے باعث فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے
کہ اے فرشتو دیکھو یہ میرا سچا بندہ ہے۔ لہذا دین اور دنیا کی خوبی اسی میں ہے
کہ انسان سچائی کو اختیار کرے اور کسی چیز میں جھوٹ نہ بولے نہ گذشتہ کی
خبر دینے میں اور نہ نئی بات کے کہنے میں اور نہ آگے کو وعدہ کرنے میں کیونکہ
جھوٹ اور ٹیڑھی بات کے کہنے سے دل ٹیڑھا ہو جاتا ہے اور سچی اور سیدھی
بات کے کہنے سے دل سیدھا ہو جاتا ہے۔ اور حضرت زید ابن الحارثؓ فرماتے
ہیں کہ جب آدمی کا ظاہر اور باطن برابر ہو جاتا ہے تو یہ عدل کی صورت ہے
جو حقیقت کے اعتبار سے یہ عادل ہے۔ اور اگر ظاہر کی بہ نسبت باطن افضل
ہے تو یہ فضل کی صورت ہے جو حقیقت کے اعتبار سے یہ فاضل ہے۔ اور
اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے اچھا ہے تو یہ ظلم کی صورت ہے جو حقیقت کے
اعتبار سے یہ ظالم ہے یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے۔ سو عادل وہ
ہے کہ جسکا ظاہر اور باطن برابر ہو۔ اور فاضل وہ ہے کہ جسکا ظاہر سے بڑھکر
باطن ہو۔ اور ظالم وہ ہے کہ جسکا باطن سے بڑھکر ظاہر ہو۔ چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے ہیں کہ الٰہی میرے باطن کو میرے ظاہر
سے بڑھکر بنا دے اور میرے ظاہر کو نیک اور صالح بنا دے۔

قطعہ

اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا
اسی سے دو جہاں میں ہوتی ہے تعریف اور عزت

وگر ظاہر ہوا اچھا اور باطن میں خرابی ہو | تو پھر سب کوششیں برباد ہیں اور رائیگاں محنت
بھُونا تو اشرفی اچھی کو جس دکّان پر چاہو | طمع کی اگر ہووے تو سب اس سے کریں نفرت

اللہ اکبر۔ حضرت سعد بن معاذ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں خدا کے فضل سے تین باتوں میں تو پکّا ہوں اور ان کے سوا اور باتوں میں کچّا ہوں۔ اول یہ کہ میں نے شروع اسلام سے کبھی نماز اس طرح نہیں پڑھی کہ جی میں کہتا ہوں کہ اس سے کب فارغ ہونگا۔ دوم یہ کہ میں جس جنازہ کیساتھ گیا ہونگا تو شروع سے دفن تک دل میں یہی کہہ رہا ہونگا کہ اس مردہ سے اب یہ سوال ہوگا اور یہ مردہ اب یوں جواب دیگا یعنی شروع سے دفن کرنے تک آخرت کے ہی خیال میں رہا ہونگا۔ تیسرے یہ کہ جو بات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوگی اسکا فوراً ہی یقین کرلیا ہوگا کہ بیشک یہ بات حق اور سچ ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مُسیّب رضؓ فرماتے ہیں کہ جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں تو سمجھ لو کہ اس کے پہلو میں نبوت کا نور روشن ہوچکا ہے اور اس کے باطن میں نور کی قندیل روشن ہے۔ اور ایک عارف کامل فرماتے ہیں کہ صدق تین قسم پر ہوتا ہے (۱) صدقِ توحید (۲) صدق طاعت (۳) صدق معرفت۔ سو صدقِ توحید عام مومنین کے لئے ہے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ یعنی اور جو لوگ کہ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر سو وہی ہیں سچے ایمان والے۔ اور جو صدق طاعت ہے وہ صاحب علم اور صاحب ورع کیلئے ہے اور جو صدق معرفت ہے وہ صاحب ولایت کے لئے ہے کہ جو زمین کے اوتاد ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضؓ فرماتے ہیں کہ صدق مجاہدہ کا نام ہے اور یہ کہ تو اپنے پروردگار پر دوسرے کو اختیار نہ کرے جیسے کہ اُس نے

تجھ پر غیر کو اختیار نہیں کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ هُوَ اجْتَبَاكُمْ یعنی
تمہارے پروردگار نے تم کو پسند فرمایا۔ اور منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت
موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ جبکہ میں کسی اپنے بندے کو محبوب کر لیتا
ہوں تو اسپر ایسی بلائیں بھیجتا ہوں کہ جن کی تاب پہاڑوں کو بھی نہ ہو اور اس
بلاؤں کے نازل کرنے سے مجھ کو اُسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہے پھر اگر میں
اسکو صابر پاتا ہوں تو اسے اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہوں۔ اور اگر اس کو
واویلا کرنے والا پاتا ہوں کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو
اسکو رسوا کرتا ہوں اور کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اللّٰھم اھدِنا الصراط المستقیم
بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وصحبہ اجمعین ؐ

نماز کے اَنوار اور اَسرار کا بیَان

نماز حقیقی دلوں کو اغیار کے میل کچیل سے پاک کرنیوالی اور پوشیدہ اسرار
کا دروازہ کھولنے والی ہے نماز سرگوشی کا محل اور محبت و اخلاص کی جگہ ہے
اس میں قلوب کے میدان اسراروں کیلئے فراخ ہوتے ہیں۔ اور اس میں انوار
کے ستارے چمکتے ہیں۔ ف۔ جو لوگ اللہ کے خاص بندے ہیں ان کے قلوب
ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتے ہیں لیکن مخلوق سے ملنے جلنے اور طبعی ضرورتوں
کے انجام دینے میں ایک نوع کی غفلت اور غیر اللہ کیساتھ قلب کو ایک قسم کا
علاقہ ہو کر کدورت ہوتی ہے۔ لیکن جب نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کی
نماز اغیار کے میل کچیل سے ان کے قلوب کو پاک کر دیتی ہے اور خالص حضوری
ان کے مرتبہ کے موافق میسر ہو جاتی ہے اور جب اغیار کے پردے دل سے
اٹھ گئے اور موانع مرتفع ہو گئے تو پوشیدہ اسرار کے دروازے اور اللہ کی

معرفت کے راز ان کے دلوں پر نمازمیں کھلتے ہیں اور ان کی نماز اپنے رب سے سرگوشی کرنے کا محل بنتی ہے اور اخلاص ومحبت سے پر ہوتی ہے کہ غیر اللہ کی مطلق گنجایش نہیں رہتی اور دلوں کے میدان اسرار الٰہی کے لئے فراغ ہوجاتے ہیں اور کھل جاتے ہیں کوئی تنگی اور انقباض اور گھبراہٹ ان میں نہیں رہتا اور ان حضرات کی نمازمیں انوار ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ جنکا وہ دلوں کی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں مقصود یہ ہے کہ ہر مومن کو چاہئے کہ ایسی ہی نماز پڑھنے کی کوشش کرے۔

جب حق جل وعلا نے عبادت سے تیری ملالت وگرانی معلوم کی تو رنگ برنگ کی عبادتیں تیرے لئے مقرر فرمائیں اور جب عبادت پر تیری حرص دیکھی تو تجھکو اس سے منع فرمادیا اس لئے کہ تیرا قصد کامل نماز ادا کرنیکا ہو نہ محض صورت نماز کیونکہ ہر ایک نماز پڑھنے والا کامل نماز ادا کرنے والا نہیں ہوتا ہے ف جاننا چاہئے کہ انسان ضعیف البنیان ایک ہی کام کو دیر تک کرنے سے اس سے اکتا جاتا ہے۔ اور وہ کام گراں معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور مختلف کاموں میں دل بہلا رہتا ہے اور ان کو انجام کو پہنچا دیتا ہے اور نیز یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حق کی بندگی میں ہر وقت لگا رہنا بندہ کا فرض ہے پس جب یہ حالت اس انسان کی ٹھیری تو اللہ تعالےٰ نے رنگ برنگ کی عبادتیں مقرر فرمائیں ایک عبادت کو دائماً نہیں رکھا کہ اس سے بندے اکتا نہ جاویں۔ مثلاً اگر یہ حکم ہوتا کہ ہر وقت نماز ہی پڑھو تو یقیناً بندے اس سے گھبرا جاتے اور اب بندہ کا دل لگا رہتا ہے کہ نماز تلاوت قرآن حج زکوٰۃ قربانی روزہ ذکر وغیرہ نوع بنوع کی عبادتیں مقرر فرماویں کہ بندوں کا دل نہ اکتاوے کہ ہر عبادت کی شان اور ذوق جداگانہ ہے۔ پس اوقات بھی تمام عبادت میں مشغول رہے اور گرانی بھی کچھ نہیں

ورنہ اکتا کر چھوڑ بیٹھتے دوسری خصلت انسان کے اندر اکتانے کے مقابلہ میں حرص اور شوق کی ہے۔ جب یہ صفت حد سے زیادہ بڑھتی ہے تب بھی کام بگڑ جاتا ہے۔ مثلاً کہیں جانے کا شوق حد سے زیادہ بڑھ گیا تو بہت سے ضروری کام وہاں جانے کے متعلق خراب ہو جائیں گے پس جب شدۃ سے حرص نماز کی ہو گی تو نماز کو اس کے حقوق کیساتھ ادا کرنا مشکل ہو گا مثلاً شدت شوق اور ٹوٹ کر پڑھنے میں وضو ہی نہ کریگا۔ یا قرآن جلدی جلدی پڑھیگا اور اس میں تدبر اور خشوع نہ ہو گا۔ جب یہ صفت انسان میں ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نماز اور دیگر عبادات کو بعض اوقات میں منع فرمایا ہے تاکہ وہ حرص و عجلت اور کسی کام پر ٹوٹ کر پڑنے کی خصلت دبجائے اور خاص خاص وقتوں میں نماز مقرر فرمائی۔ تاکہ بندہ کا قصد یہ ہو کہ نماز کامل درجہ کی ادا ہو جلدی اور حرص میں یہ نہ ہو کہ نماز کی صورت بنائے اسلئے کہ نماز کی صورت میں اور کامل نماز میں بڑا فرق ہے ہر نماز پڑھنے والا کامل درجہ کی نماز ادا کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔

تیرا ضعف و ناتوانی معلوم کر کے نماز کی تعداد گھٹادی اور فضل خداوندی کا محتاج جانکر امداد ثواب بڑھادی (یعنی پچاس سے پانچ کردی اور پچاس کا ثواب پانچ میں کردیا) ف۔ نماز شب معراج میں فرض ہوئی ہے اول اول پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی بار درخواست پر پچاس سے پانچ باقی رہیں اور (۴۵) کم ہو گئیں یہ کم ہونا بوجہ ہمارے ضعف کے ہوا کہ ہم پچاس وقت کی نماز پہ مداومت نہ کر سکتے۔ لیکن انسان اسکے فضل کا محتاج ہے اس لئے ثواب پچاس ہی کا قائم رہا۔

تیرے لئے طاعات کو اوقات معینہ کیساتھ اسلئے مقید کردیا تاکہ کسل

اور ہیئت وعمل تجھکو مانع نہ ہو اور وقت فراخ رکھا تاکہ کچھہ حصہ اختیار کا بھی تیرے لئے باقی رہے۔ ف۔ جو عبادات بندہ پر حق تعالیٰ نے فرض فرمائی ہیں انکے اوقات بھی معین فرمادیئے جیسے نماز روزہ کہ اگر ان وقتوں میں ان کو ادا کرلو تو ادا ہوتی ہیں ورنہ فوت ہوجاتی ہیں تو اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر مثلاً نماز کے اوقات کو معین نہ کیا جاتا اور ہماری رائے پر چھوڑ دیا جاتا کہ جب چاہیں پڑھ لیں تو سستی اور کسل لاحق ہوتے اور یہ ہوتا کہ اگر کسی کام میں مشغول ہیں تو یہ کہتے کہ اس کام سے فارغ ہوکر پڑھیں گے یا کئی ماہ کی ایک دو دن میں پڑھ لیں گے۔ جلدی ہی کیا ہے تو اس طور سے وہ عبادت فوت ہوجاتی اور وقت جو نماز کا مقرر فرمایا وہ ایسا تنگ نہیں رکھا کہ وقت کے آتے ہی پڑھنا ضروری ہو کہ اگر آتے ہی وقت کے نہ پڑھیں تو قضا ہوجاوے بلکہ وقت ایسا فراخ رکھا کہ کچھہ حصہ اختیار کا بھی ہمارا باقی رہا کہ اسوقت میں خواہ اول پڑھ لو یا درمیان میں یا آخر میں اس میں یہ فائدہ وحکمت ہے کہ وقت آئے پر ہم فراغت اور اطمینان سے نماز کی تیاری کرلیں اور اپنے افکار وخیالات اور ضروری کاموں سے فارغ ہولیں بالکل تنگ وقت معین ہونے سے یہ حکمت فوت ہوجاتی اور وقت آنے پر جسطرح بن پڑتا اطمینان اور فراغ قلب ہوتا یا نہ ہوتا پڑھنا پڑھتا تو اس میں نماز کی روح اور جان یعنی حضور قلب حاصل نہ ہوتا۔

جب حق جل وعلانے اپنے بندوں کی کوتاہی وظائف عبودیت کی بجاآوری کی طرف اٹھنے میں معلوم فرمائی۔ تو اپنی طاعت وعبادت کو ان پر واجب فرماکر گویا ان کو اپنے ایجاب کی زنجیروں کے ساتھ اپنی طاعت کی طرف ہانکا تیرا پروردگار ان لوگوں سے تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں بھیجے جاتے ہیں۔ ف۔ جاننا چاہیئے کہ بندوں کے ذمہ حق تعالیٰ کی بندگی اور

اظہارِ عبودیت ہر حال میں عقلاً ضروری اور فرض تھی خواہ عبادت کو اللہ تعالیٰ ہم پر
واجب فرماتا یا نہ فرماتا اسلئے کہ غلام کا کام تو غلامی کا ہے خواہ آقا اس کو حکم دے
یا نہ دے لیکن جب بندوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنی بندگی کے وظائف ادا کرنے
اور عبادت کیواسطے اٹھنے میں کوتاہی اور سستی و کاہلی دیکھی۔ تو غایت رحمت سے
ان پر اپنی طاعت کو واجب فرمادیا اور عبادت واطاعت کرنیوالوں سے جنت
کا وعدہ فرمایا اور سرکشوں و نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرایا اس واجب کرنے کی
ایسی مثال ہوگئی جیسے زنجیر ہوتی ہے کہ جو قیدی کے گلے میں ڈالی جاتی ہے
کہ اس کے ذریعہ سے جس طرف چاہیں اس کو کھینچکر لے جاتے ہیں خواہ اس
قیدی کا جی چاہے یا نہ چاہے اسی طرح اللہ تعالےٰ نے طاعت واجب فرماکر
اس زنجیر سے سستی کرنے والوں کو طاعت کی طرف کھینچا اور یہ اس کی عین
رحمت و شفقت ہے جیسے بچے کو اسکا ولی ناشایستہ حرکات پر ادب دیتا ہے
اور جو امور اس کو طبعاً شاق ہوتے ہیں وہ کرنے ہوتے ہیں اسکو مُطلَقُ العِنَان نہیں
چھوڑتا کہ جو چاہے کرے تو اس بچہ کو وہ کام کرنا پڑتا ہے اور ناشایستہ اطوار کو چھوڑنا
ہوتا ہے خواہ اس کا جی چاہے یا نہ چاہے اللہ تعالیٰ تعجب فرماتا ہے یعنی یہ بات
عجیب ہے کہ بعض بندے ایسے ہیں کہ زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف کھینچے
جاتے ہیں۔ یعنی اعمال صالحہ ان کو شاق ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ ان پر واجب کردیئے
گئے ہیں اس لئے خلاف اپنی طبیعت کے ان کو کرنے پڑتے ہیں اور جنت
میں جاتے ہیں۔

تجھ پر اپنی خدمت وطاعت کو واجب فرمایا اور حقیقت میں اس کی وجہ سے
تیرے جنت میں داخل ہونے کو واجب ولازم فرمایا۔ ف ۔ اللہ تعالےٰ نے ظاہر
میں اپنی خدمت وطاعت کو واجب فرمایا۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

اس میں اللہ تعالیٰ کا نفع ہے لیکن وہ تو غنی اور بے نیاز ہے۔ اس عبادت کا نفع ہم کو ہی ہے تو طاعت کو واجب فرمانا حقیقت میں جنت میں جانیکو لازم کر دینا ہے۔ سبحان اللہ کیا رحمت ہے۔ اور کس خوبی بھری حکمت کیساتھ اپنا پروردگار اپنے بندوں کو اپنی نعمتوں کی طرف کھینچتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں کر دی گئی ہے یعنی نماز میں مجھکو نہایت لذت وسرور ہوتا ہے کہ آنکھ کی ٹھنڈک اور سرور اور دل کی لذت نماز میں حق تعالیٰ کے جلال وجمال کے مشاہدہ سے اہل معرفت کو ہوتی ہے تو مشہود یعنی حق تعالیٰ کی جسقدر معرفت کسی بندہ کو نصیب ہو گی اسی قدر اسکو نماز میں لذت زیادہ ہو گی اور یہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سب سے بڑھکر ہے تو نماز میں آپ کی لذت اور آنکھ کی خنکی بھی سب سے بڑھکر ہو گی۔ حاصل جواب یہ ہے کہ ٹھنڈک اور لذت نماز کی حضور کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ اور بندوں کے لئے بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے فرق اسقدر ہے کہ آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک اور لذت آپ کے مرتبہ کے موافق ہے اور اوروں کے لئے ان کے مرتبہ کے موافق اور یہ آنکھ کی ٹھنڈک اور لذت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے کہ جس کو نفسانی اور شیطانی وسوسے نہ آتے ہوں اور جو شخص خیالات اور وساوس میں مبتلا ہو تو اسکو ٹھنڈک اور لذت نہیں آتی اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مشاہدہ حق جل وعلا سے ٹھنڈک ہوتی تھی اور خود نماز کی ذات سے ٹھنڈک اور لذت نہ تھی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ میں حضور نے اسطرف اشارہ فرمایا ہے اسلئے کہ یوں فرمایا کہ نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے یعنی نماز کی حالت میں حق تعالیٰ کے مشاہدہ اور

حضوری سے مجھکو لذت ہوتی ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ نماز سے میری آنکھہ کی ٹھنڈک
ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور کی آنکھہ کو ٹھنڈک غیر اللہ سے نہیں تھی اور نماز
کی ذات ظاہر ہے کہ غیر اللہ ہے اور آپ کی آنکھہ کی ٹھنڈک غیر اللہ سے کیسے
ہو سکتی ہے آپ کا تو خود ارشاد ہے اور دوسروں کو ہدایت ہے کہ اللہ کی عبادت
ایسی کرو گویا کہ اس کو دیکھہ رہے ہو۔ اور یہ مرتبہ جب بندہ کو نصیب ہوتا ہے
تو اس کی نظر میں اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں رہتا اور غیر اللہ سے مطلقاً نظر
علیحدہ ہو جاتی ہے حتی کہ اپنا فعل اور اپنا وجود بھی غائب ہو جاتا ہے اور نماز خود
فعل بندہ کا ہے تو یہ بھی ماسوا میں داخل ہو کر بندہ کی نظر بصیرت سے علیحدہ
ہو جاتی ہے تو اسوقت آنکھہ کی ٹھنڈک اور لذت صرف حق تعالی کی حضوری سے
ہوتی ہے اگر کوئی اس پر شبہ کرے کہ آنکھہ کی ٹھنڈک اور لذت نماز سے بھی
تو ہو سکتی ہے اسلئے کہ نماز کی ذات اللہ تعالی کا ایک فضل اور رحمت ہے
اور اسی کے فضل سے اسکا ظہور ہوا تو بندہ محب کو اس سے کیسے لذت اور فرحت
نہ ہوگی اور اللہ تعالی کے فضل پر خوش ہونا تو مامور من اللہ ہے۔ چنانچہ حق تعالے
کا ارشاد ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم آپ کہئے کہ اللہ ہی کے فضل اور رحمت سے چاہئے کہ یہ لوگ خوش ہوں
تو نماز بھی اللہ کا فضل اور رحمت ہے اس سے بھی فرحت اور لذت ہو تو اس
میں کیا حرج ہے تو جواب اس شبہ کا خوب سمجھہ لو کہ خود آیت قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ
بِرَحْمَتِهٖ میں اس شبہ کے جواب کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ ارشاد یہ ہے کہ
فضل و رحمت ہی کیساتھ چاہئے کہ لوگ خوش ہوں اور یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے ساتھ خوش ہوں تو حاصل یہ ہوا کہ لوگ
تو فضل اور رحمت اور احسان الٰہی کے ساتھ خوش ہوں اور خود آپ اے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ خوش ہوں چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ یعنی آپ فرما دیجئے اللہ یعنی ہیں تو اللہ کے ساتھ خوش ہوں پھر ان کو ان کے لہو و لعب میں کھیلتا ہوا چھوڑ دیجئے۔

گمنامی اور گوشہ نشینی کے بیان میں

قلب کیلئے کوئی چیز اس گوشہ نشینی کے برابر نافع نہیں جس کے ساتھ صفات الٰہی و نعماء شناسی کے میدان میں داخل ہو ف جاننا چاہئے کہ مخلوق سے ملنے جلنے میں خاصکر بلا ضرورت لوگوں کے پاس آنے جانے سے قلب کی نظر مخلوق ہی میں لگی رہتی ہے اور خالق تعالیٰ شانہ کیطرف قلب متوجہ نہیں ہوتا اور غفلت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور اکثر غفلت کا سبب یہی ہوتا ہے اور جب سالک گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو مخلوق نظروں کے سامنے نہیں ہوتی تو لا محالہ طالب خالق تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے قلب کیلئے قرب خداوندی میں کوئی شئے گوشہ نشینی سے بڑھکر نفع مند نہیں۔ لیکن اس گوشہ نشینی کیساتھ اللہ تعالے کی صفات اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے میدان میں فکر کرے۔

گمنامی کی زمین میں اپنے وجود کو دفن کر دے کیونکہ جو دانہ زمین میں دفن نہیں ہوتا اس کا نشو و نما کامل نہیں ہوتا۔ ف۔ انسان کے نفس کو سب چیزوں سے زیادہ محبوب اور عزیز یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بڑا شمار ہوں اور مجھے لوگ بڑائی اور عزت کی نظر سے دیکھیں اور نیز اسی کی فرع ہے کہ انسان شہرت اور ناموری کا طالب ہے اور یہ خصلت اللہ کے راستہ کیلئے رہزن ہے اور اخلاص و صدق کے بالکل خلاف ہے اسلئے کہ مقصود تو بندگی اور غلامی ہے نہ کہ خدائی بڑائی تو خدا تعالے ہی کا حق ہے پس بندہ کا کام غلامی اور مولی حقیقی کی

بارگاہ میں اپنے آپ کو ذلیل اور خوار کرنا ہے اس لئے شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ گمنامی اور خواری (جو مشابہ زمین کے ہے۔) میں اپنے وجود کو دفن کر دے یعنی اپنے آپ کو گمنام اور خوار بنا دے۔ کیونکہ جو دانہ زمین میں دفن نہ کیا جائے وہ نشو ونما نہیں پاتا اسیطرح جو انسان گمنامی کی زمین میں مدفون نہ ہو اور شہرت وناموری کے محبت میں رہے اس کے نفس کے کمالات کی تکمیل نہیں ہوتی اور وہ ناقص رہتا ہے۔

اپنے اولیاء کے قلوب کے انوار کو ان کے ظاہری حالات کے کثیف پردوں میں اسلئے چھپایا تاکہ اظہار کی ذلت سے محفوظ رہیں اور شہرت کی زبان سے انکو پکارا نہ جائے ف۔ جاننا چاہئے کہ جو حضرات قرب خداوندی اور اللہ تعالیٰ کی حضوری کی دولت سے مشرف ہیں ان کے قلوب میں ذکر اور عبادت کے انوار بیشمار ہوتے ہیں اور ان کے دل ان انوار سے منور رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن انوار کو ان حضرات کے ظاہری حالات مثل کھانے پینے ملنے جلنے اٹھنے بیٹھنے کے کثیف پردوں میں چھپا رکھا ہے کہ جیسے عام لوگ کھاتے پیتے ملتے جلتے اور تمام معاملات دنیوی کرتے ہیں اسی طرح وہ حضرات بھی یہ سب معاملات کرتے ہیں کوئی امتیاز اور فرق کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ گویا یہ ظاہری حالات ان انوار کیلئے مثل موٹے اور گاڑھے پردوں کے ہوگئے کہ ان کی آڑ میں وہ انوار مخلوق کی نظروں سے چھپ گئے۔ لیکن جن لوگوں کی باطنی نظر تیز ہے وہ ان پردوں ہی کی آڑ میں سے ان انوار کو تاڑ جاتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں لیکن عام لوگ ہرگز نہیں معلوم کر سکتے اس لئے کہ اُن کی ظاہری نظر ان پردوں ہی تک رہجاتی ہے آگے نفوذ نہیں کرتی اور وہ یہی کہتے ہیں جیسے کہ کفار انبیاء کی شان میں کہتے تھے مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی تم تو ہم جیسے آدمی ہی ہو جو ہم کرتے ہیں

وہی تم کرتے ہو اور ان انوار کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے چھپا لیا کہ اُن کا احترام اور عظمت محفوظ رہے اور اظہار کی ذلت سے وہ مصئون رہیں اور شہرت ہو کر تمام زبانوں پر ان کا تذکرہ نہ ہو اس لئے کہ ہر کس و ناکس کی زبان پر وہ پردہ نشین انوار آنے لگیں اور ظاہر ہو جائیں تو یہ امر غیرت الٰہیہ کے خلاف ہے جیسے پردہ نشین عفیفہ حسینہ ہوتی ہے کہ غایت تستّر و حجاب میں ہونے کی وجہ سے اسکا زبان سے نام بھی لینا اس کیلئے پردہ دری ہے ایسے ہی ان انوار کا ایسا ظہور ان کی قدر رفیع کے خلاف ہے۔ اور اگر یہ امر نہ ہوتا تو کامل ظہور ان انوار کا ہوتا اور ان کی روشنی کا اتنا غلبہ ہوتا کہ یہ ظاہری حالات کے پردے بھی ظاہر بینوں کی نظر سے غائب ہو جاتے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے معارف و اسرار الٰہیہ خاصہ کو اوصاف بشریت کے ظہور کے پردے میں چھپایا اور اپنی عظمت ربوبیت کو اپنے بندوں کیلئے انکی عبودیت کے آثار ظاہر کر کے ظاہر فرمایا۔ ف۔ اس فقرہ کا مطلب اور پہلے کا قریب ہی قریب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جو اپنے خاص بندوں کو اسرار اور معرفت کی باتیں اور باطنی دولتیں مرحمت فرماتا ہے تو ان کا علم کسی کو نہیں ہوتا اس دولت کو عوام کی نظروں سے چھپایا جاتا ہے اور ان انوار و اسرار پر ان کی بشریت کے اوصاف (جیسے کھانا پینا چلنا پھرنا تجارت زراعت دنیا کے تمام دھندے) کا پردہ ڈالدیا جاتا ہے کہ مخلوق ان کو اپنے جیسا سمجھتی ہے۔ چونکہ یہ چھپانا ایک نہایت عجیب امر ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ ان معارف اسرار کے انوار غیر متناہی اور ایسے عالی درجہ کے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک شمہ کا بھی دنیا میں ظہور ہو تو سورج چاند کی روشنی بھی ماند پڑ جائے اور مشرق سے مغرب تک اس ایک شمہ کا نور پھیل جائے مگر کیا عجب قدرت ہے کہ ایسے بڑے سمندر کو کوزہ میں چھپا دیا یعنی انسان جو کہ ایک مشت خاک ہے اس میں اس کو چھپایا کہ

مخلوق کی نظر میں بس وہ مشت خاک یا اس کے عوارض چلنا پھرنا تجارت اور زراعت کرنا ہی آتا ہے اور کہتے ہیں کہ ان میں ہم سے زائد کون سی بات ہے اسلئے بطور تعجب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ وہ ذات پاک ہے جس نے اس دولت کو اوصاف بشریت میں چھپادیا۔ آگے بھی بطور تعجب ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کیسا پاک ہے اور کیا اس کی عجیب وغریب قدرت ہے کہ جب اسکو یہ منظور ہوا کہ اپنی عظمت ربوبیت کو یعنی اپنے رب ہونے کی بڑائی بندوں کو دکھلادے تو اسکو ان کی عبودیت کے آثار ظاہر کرکے فرمایا اور عبودیت کے آثار بندہ کے وہ حالات ہیں جو بندہ کو حق تعالےٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں جیسے ہماری فقروفاقہ تنگدستی مصائب وحوادث کہ جب بندہ ان حالات میں مبتلا ہوتا ہے تو لامحالہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے ان مصائب کے زائل ہونے کی دعا کرتا ہے گڑگڑاتا ہے اور اسوقت اس کو یقین کامل ہوتا ہے کہ میرا ضرور کوئی رب ہے جو مجھ سے قوت میں قہر میں غلبہ میں ہر امر میں بڑھکر ہے تو کیا عجیب قدرت ہے کہ اپنے رب ہونے کی بڑائی اور عظمت کا ظہور ان آثار اور احوال سے فرمایا اگر یہ آثار نہ ہوتے اور بندہ ہمیشہ اپنی من مانی خواہش میں رہتا۔ تو رب کی بڑائی ظاہر نہ ہوتی۔ اور اس معرفت کی دولت بندہ کو نصیب نہ ہوتی۔

پاکی ہے اُس ذات پاک کیواسطے جس نے اپنے اولیا کی طرف راہ یابی کا وہی طریقہ رکھا جو اپنی طرف راہ یابی کا طریقہ ٹھہرایا۔ اور اپنے اولیا تک اسی کو پہنچایا جس کو اپنی طرف پہنچانا چاہا۔ ف۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو اپنی مخلوقات کے پردوں میں ہماری نظروں سے پوشیدہ فرمادیا ہے کہ ہماری نظروں میں مخلوقات زمین وآسمان چاند سورج ستارے حیوانات نباتات انسان آتے ہیں اور خالق کی ذات عالی باوجود غایتِ ظہور ہماری نظروں

سے چھپی ہوئی ہے اور اسقدر چھپی ہوئی ہے کہ بعض کور فہموں نے تو حق تعالیٰ کی ذات پاک کا انکار ہی کر دیا اور جن پر اللہ تعالےٰ کا فضل ہوا اور اس کی وحدانیت اور اس کے پیغمبروں کی رسالت پر ایمان لائے اور جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نازل ہوا ان کو اپنی معرفت کا حصہ بھی عطا فرمایا سو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہونیکا ذریعہ اور رستہ اور اس کی بارگاہ تک راہ پانیکا طریقہ بس اُسی کا فضل خاص ہے کہ کوئی دوسرا ذریعہ اور سبب نہیں ہے۔ یعنی جس پر اپنا خاص فضل ہوگا اسی کو اپنی معرفت کی نعمت عطا فرمائیگا۔

سبحان اللہ وہ ایسا پاک ہے اور پاکی اُسی کیلئے ثابت ہے کہ اس نے جو طریقہ اپنی پہچان کا ٹھیرایا ہے وہی طریقہ اپنے اولیاء کی پہچان کا رکھا ہے اسلئے کہ جس طرح اپنی ذات کو مخلوقِ ظاہری کے پردہ میں چھپایا ہے اسیطرح اولیاء اللہ کو بھی ان کے احوالِ ظاہری مثلاً کھانے پینے وغیرہ میں چھپا دیا ہے اور جسطرح اپنی ذات تک پہنچنے کا طریقہ اپنے فضل خاص کو ٹھیرایا ہے اسیطرح اپنے اولیاء کی معرفت کا طریقہ بھی یہی مقرر فرمایا ہے کہ جس پر فضل ہوتا ہے اسی کو ان حضرات کی پہچان ہوتی ہے کہ نہ ہر شخص کو معرفتِ آلہی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہر شخص کو اس کے اولیاء کی معرفت کی راہ یابی ہوتی ہے۔ اور سبحان اللہ اولیاء اللہ کی محبت اور معرفت اور ان کی خاص صحبت اس شخص کو نصیب فرمائی کہ جسکو یوں چاہا کہ اس شخص کو اپنی ذاتِ عالی تک پہنچائے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالےٰ کے محبوب ہوتے ہیں اور جو محبوب کو چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی محبوب ہو جاتا ہے پس جو کوئی ان حضرات سے محبت کریگا یہ علامت ہے اس امر کی کہ اُسکو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور ایک روز اس کو اپنی معرفت نصیب فرمائیگا۔ اَللّٰهُمَّ تَوْفِيْقًا۔

معلوم ہو کہ علماء کا اسبات میں اختلاف ہے کہ آیا گوشہ نشینی بہتر ہے یا خدا کے بندوں سے ملے جلے رہنا بہتر ہے چنانچہ بہت سے بزرگوں کا یہ مذہب ہے کہ گوشہ نشینی میل جول سے بہت بڑھکر ہے اور عالموں کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ میل جول بہتر ہے چنانچہ گوشہ نشینی کے متعلق ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ گوشہ نشینی عبادت ہے۔ اور ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رح سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تو آپنے فرمایا کہ اے بھائی تو دنیا کی طرف سے روزہ رکھلے اور مرتے دم تک اُسے نہ کھول اور دنیا کے لوگوں سے ایسا بھاگ جیسا کہ پاک لوگ بھاگتے رہے ہیں۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ انسان نے جب قناعت کی تو بیشک وہ بے نیاز ہوا اور انسان نے جب مخلوق سے تنہائی اختیار کی تو بیشک اُس نے سلامتی پائی اور جس انسان نے شہوت کو اپنے پاؤں تلے دبایا تو بیشک وہ آزاد ہوا اور جب انسان نے حسد سے اپنا ہاتھ اٹھایا تو بیشک وہ بامروت ہوا اور جب انسان نے دنیا کی تکلیفوں پر چند روز صبر کر لیا تو بیشک وہ ہمیشگی کی نعمت کا مالک ہوا۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ میں اس کا بڑا احسان مانونگا کہ جو میری طرف سے گذرے اور مجھے سلام نہ کرے اور جب کہ میں بیمار ہوں تو میری عیادت کو نہ آوے۔

اللہ اکبر۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے میں چھ فائدے ہیں (۱) اپنے پروردگار کی یاد اور اُسکا ذکر تنہائی میں اطمینان کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اسی طرح فکر الٰہی بھی دل جمعی کے ساتھ ہو سکتی ہے اور یہی تو سبب تھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع نبوت کے زمانہ میں کوہ حرا میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی تھی مگر جبکہ نبوت کے

نور نے قوت حاصل کرلی تو پھر آپ کا تن مخلوق میں رہتا تھا اور من خالق میں۔
اور حضرت سہل تستری رح فرماتے ہیں کہ تیس برس ہوئے کہ جو میں حق تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ جانتے ہیں کہ میں خلق سے باتیں کرتا ہوں۔
اللہ اکبر۔ ایک شخص نے کسی گوشہ نشین عارف سے کہا کہ حضور تنہائی میں بیٹھنا اور گوشہ نشینی پہ صبر کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے تب عارف کامل نے فرمایا کہ میاں میں تو تنہا نہیں ہوں بلکہ حق تعالیٰ کا ہم نشین ہوں اور لاکھوں نورانی فرشتوں اور بہت سی نورانی ارواحوں کے ساتھ اپنی عمر کے دن کاٹ رہا ہوں چونکہ ذکر الٰہی اور فکر الٰہی اور مراقبہ کے وقت چمنستان وحدت کی سیر میں لاکھوں نورانی فرشتے اور بہت سی نورانی ارواحیں میری ہمراہی میں رہتی ہیں پھر جبکہ اپنے پروردگار سے کوئی راز کہنا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔ اور جبکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھ سے بات کرے تو میں اس کے نورانی کلام کی تلاوت کرتا ہوں۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جب رات کی تاریکی ہوتی ہے تو یہ خوشی میرے دل میں پیدا ہوتی ہے کہ اب میں صبح تک اپنے پروردگار کے ساتھ خلوت میں بیٹھونگا اور جب دن نکلتا ہے تو میں رنجیدہ ہوتا ہوں کہ لوگ مجھے اب اپنے مطلوب سے باز رکھیں گے۔ اور خلوت کا لطف جاتا رہیگا۔ حضرت مالک دینار رح فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا ہو کہ اسکو اپنے پروردگار کی یاد سے مخلوق کے ساتھ باتیں کرنے میں زیادہ دل لگتا ہو تو سمجھ لو کہ اسکا دل اندھا ہو گیا ہے اور اس کی زندگی برباد ہے اور اس سے بڑھکر دوسرا کوئی مفلس نہیں ہے۔ سو جسکو حق تعالیٰ نے اتنی قدرت دی ہو کہ ضرورت کے مطابق معیشت کا سامان اس کے پاس موجود ہو اور وہ حق تعالیٰ کے ساتھ انس حاصل کرے اور تنہائی میں ذکر اور فکر سے

اپنے اوقات کو گھیرے ہوئے رکھے تو بیشک ایسا شخص بڑا ہی سعادتمند ہے اور جو باوجود ایسی حالت کے دنیا ہی کے ذکر اور فکر میں رہے تو ایسا نامبارک شخص مرنے کے بعد اپنے معبود سے ایسی حالت میں ملیگا کہ اسکا دل اللہ کی محبت سے خالی ہوگا اور یہ بڑی ہی ذلت اور رسوائی کی بات ہے چونکہ اللہ کی محبت اس کے ذکر ہی سے پیدا ہوتی ہے اور جو اللہ کی محبت وہ اُسکی معرفت کا پھل ہوا کرتا ہے اور جو معرفت ہے وہ فکر الٰہی کا پھل ہوا کرتا ہے۔ اور ساری سعادتوں کا پھل ہی یہ ہے کہ جب انسان اس دنیا سے جاوے تو حق تعالےٰ کی محبت سے اُسکا دل لبریز ہو اور یہ نعمت تنہائی میں ذکر الٰہی اور فکر الٰہی سے ہاتھ آتی ہے۔ خدا ہم سب کو نصیب فرمائے۔

اور گوشہ نشینی کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے چنانچہ چار گناہ تو ایسے ہیں کہ میل جول کی حالت میں اُن سے کوئی بچ ہی نہیں سکتا ایک غیبت کے کرنے سے اور غیبت کے سُننے سے کہ جو دین کی ہلاکی کا باعث ہے۔ دوسرے حق اور باطل کا حکم کرنے سے کہ اگر چپ رہیگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اور کہیگا تو بہت سی وحشت اور لڑائی میں گریگا تیسرے ریاکاری اور نفاق ہے کہ میل ملاپ میں ضروری امر ہے کیونکہ اگر لوگوں کے ساتھ باتیں نہ بنائے گا تو وہ رنجیدہ ہونگے اور اگر خاطر داری کریگا تو ریا میں گرفتار ہوگا۔ چونکہ جب کسی سے ملیگا تو اس سے کہیگا کہ کہ میں تو آپ کا ہمیشہ مشتاق رہتا ہوں اور وہ بھی اسی طرح کہیگا کہ میں بھی آپ کا ہمیشہ آرزومند رہتا ہوں حالانکہ ایک دوسرے کا باطن زبان کے بالکل خلاف ہے چنانچہ ایک بزرگ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو کہا آپکے دیدار سے

برکت حاصل کرنے کیلئے آپ چونکہ یہ بزرگ روشن دل تھے جس سے اس کی خباثت
آپ کے روشن دل پر ظاہر ہو گئی اور فرمایا کہ میاں خدا سے ڈرو اور باتیں بنانی چھوڑ
دو تمہاری غرض یہ ہے کہ تم میرے متعلق جھوٹی باتیں بناؤ اور میں بھی احمق بنکر
تمہارے متعلق جھوٹی باتیں بناؤں جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تم یہاں سے منافق بنکر جاؤ
اور میں منافق بنکر اٹھوں۔

اور اسی طرح حضرت عیسیٰ ؑ سے لوگ پوچھتے کہ آپ کیسے ہیں تب آپ جواب
فرماتے کہ دنیا میں مجھ جیسا درویش اور مجھ جیسا بیچارہ اور مجھ جیسا غریب دوسرا
کون ہے چونکہ جس چیز میں میرا فائدہ ہے وہ میرے بس میں نہیں ہے اور
جس چیز میں میرا نقصان ہے اس کے دفع کرنے پر میں قادر نہیں ہوں اور
جس چیز میں میرا وقت صرف ہو رہا ہے وہ بھی دوسرے کے ہاتھ میں ہے
اب سوچ لو کہ میں کیسا ہوں۔ اور اسی طرح ایک باخدا شخص سے جب لوگ یہ
کہتے کہ حضور آپ کا کیا حال ہے تو وہ فرماتے کہ میں تو بہت ہی بڑا گنہگار
ہوں جو اپنی روزی کھاتا ہوں اور اپنی موت کا امیدوار رہتا ہوں۔ اور اسیطرح
جب حضرت ابو دردا رضؓ سے لوگ پوچھتے کہ آپ کسطرح ہیں تو فرماتے کہ اگر
دوزخ سے بے خوف ہو جاؤں تو خیر ہے۔ اور ایک درویش ایسا جواب فرماتے
کہ روزی تو حق تعالیٰ کی کھاتا ہوں اور تابعداری شیطان کی کرتا ہوں ایسے
نمک حرام غلام کی کیا خیر و عافیت دریافت کرتے ہو۔ اُس نمک حلال غلام کی
خیر و عافیت دریافت کرو کہ جو اپنے مالک کی روزی کھاتا ہو اور اس کی تابعداری
بجا لاتا ہو۔ اور اسی طرح ایک شخص سے اس کی موت کے وقت پوچھا گیا کہ کیسے
ہو اس نے کہا اس مسافر کا کیا حال ہو گا جو ایسا لمبا سفر کرتا ہے اور بغیر توشہ
کے جا رہا ہے اور ایسی اندھیری گور میں اپنا مقام کرنے والا ہے کہ جہاں کوئی

ساتھی اور مددگار نہیں ہے اور ایسے عادل بادشاہ کی حضوری میں حاضر ہونیوالا ہے کہ جس کے سامنے اپنی نافرمانیوں کے بڑے بڑے دفتر کھلنے والے ہیں اور اس کے سامنے کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے اگر ہے تو اس کی رحمت کی امید ہے۔ اور حضرت ابن سیرینؒ نے کسی سے پوچھا کہ آپ کس طرح ہیں کہا اس شخص کا کیا حال ہو کہ جو پانسو درم کا مقروض ہو اور عیالدار ہو اور پاس ایک حبہ بھی نہ ہو یہ سنکر آپ اپنے گھر گئے اور ہزار درم لیکر آئے اور فرمایا کہ پانسو درم تو قرضہ میں دے اور پانسو درم اپنے اہل وعیال پر خرچ کر۔ پھر آگے کو انہوں نے عہد کر لیا کہ اب میں کسی سے یہ نہ پوچھونگا کہ تو کیسا ہے کیونکہ اگر میں نے پوچھا اور مجھ سے اس کی تیمارداری نہ ہو سکی تو منافق ٹھیرونگا اور چوتھی بات یہ ہے کہ میل ملاپ سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ جس کے پاس بیٹھے گا اس کی عادت تجھ میں اثر کرے گی اور ممکن ہے کہ اس کی صحبت بہت سے گناہوں کا بیج ہو گی کیونکہ جس کے ساتھ صحبت ہو گی وہ اکثر اہل دنیا اور اہل غفلت ہی ہو گا تو تیری طبیعت اس کی طبیعت سے دنیا کے حرص اور غفلت جیسی خباثت کی عادت بد کو چرائیگی اور یہ تیرے حق میں زہر قاتل کا کام دیگی۔ اور اگر تو کسی فاسق سے میل ملاپ رکھیگا تو شروع شروع میں اگرچہ اس سے خفیف سی کراہت رکھیگا مگر چند روز کے بعد وہ فسق تیری نظروں میں کچھہ وقعت نہیں رکھیگا اور یہ تیری روحانی موت کا سبب ٹھہریگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بُرے ہمنشین کی مثال لوہار کی سی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے اگر کپڑا نہ جلیگا تو دھواں تو ضرور ہی لگیگا اور اچھے ہمنشین کی مثال عطار کی سی ہے کہ اگر تجھے مشک نہیں دیتا مگر خوشبو تجھے ضرور ہی آئے گی۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ صالحین کے ذکر کے

وقت حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ یعنی رحمت کا سبب یہ ہے کہ دین کی رغبت پیدا ہو اور دنیا کی رغبت کم ہو۔ اسی طرح جب اہل غفلت اور اہل دنیا کا ذکر سُنے تو اسوقت لعنت برستی ہے یعنی لعنت کا سبب یہ ہے کہ اس سے دنیا کی رغبت اور آخرت کی غفلت پیدا ہوتی ہے پس جبکہ ان کے ذکر کا یہ حال ہے کہ لعنت برستی ہے تو ان کے دیدار سے خدا جانے کیا ہو۔ پھر ان کی صحبت کی خباثت کا تو ذکر ہی کیا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تو لوگوں کو ایسے حال میں دیکھے کہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر باہر نکلتے ہیں تب تو اپنے گھر میں بیٹھ اور اپنی زبان کو بچا اور جو کچھ جانتا ہو کر اور جو نہ جانتا ہو اُسے چھوڑ۔ یعنی تو خاص اپنے کام میں مشغول ہو اور عوام کے کام سے دست بردار ہو اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آنیوالا ہے کہ جس میں ان کا دین سلامت نہیں رہیگا مگر یہ کہ وہ بھاگتے پھرینگے ایک جگہ سے دوسری جگہ پر اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر اور ایک کھوہ سے دوسری کھوہ پر اور اپنے آپ کو وہ لومڑی کے مثل لوگوں سے چھپاتے پھرینگے تب عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ وہ وقت کب آئیگا فرمایا کہ جب روزی بغیر گناہ کے نہ ملے سو اسوقت لوگوں سے دور رہنا حلال ہوگا پھر ارشاد فرمایا کہ اُس وقت آدمی اپنے ماں باپوں کے ہاتھ ہلاک ہوگا اور اگر وہ مر گئے ہونگے تو عورت اور بچوں کے ہاتھوں وہ بھی اگر نہ ہوں تو دوستوں کے ہاتھوں چونکہ اس کی درویشی اور فقیری پر ملامت کرینگے اور جس چیز کی اس میں طاقت نہ ہوگی وہ چیز اس سے مانگیں گے یہانتک کہ وہ خود ہلاک ہو جاویگا۔

لکھا ہے کہ ایک بزرگ ہمیشہ قبرستان میں رہا کرتے تھے اور اپنے ورد وظیفہ

کے بعد کتاب کا مطالعہ کیا کرتے تھے لوگوں نے پوچھا کہ حضور آپ ایسا کیوں کرتے ہو فرمایا کہ سلامتی کے لئے کرتا ہوں کہ تنہائی میں سلامتی ہے اور قبرستان عبرت کی جگہ ہے اور کتاب سے بہتر کوئی دوست نہیں ہے۔

معلوم ہو کہ گوشہ نشینی علماء کے لائق ہے نہ عوام کے کیونکہ جو کوئی ضرورت کے مطابق علم حاصل کرنے سے پہلے تنہائی اختیار کرتا ہے تو وہ اکثر اوقات اپنے خوابوں اور پریشان خیالوں کو کمال کی چیز سمجھنے لگ جاتا ہے اور اپنے آپ کو غرور اور مکر کی جال میں پھنسا دیتا ہے یہانتک کہ اس کو اپنی تباہی کی خبر تک ہونے نہیں پاتی۔ اور جو علم دین کی تعلیم ہے وہ گوشہ نشینی سے بہت بہتر ہے بشرطیکہ سیکھنے اور سکھانے والے دونوں کی نیت دین ہی کے لئے ہو چنانچہ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ جو علم کو جانتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے تو آسمان کے ملکوت میں اُسے عظیم کا خطاب ملتا ہے یعنی بڑے رتبہ کا آدمی۔ سو حقیقت میں بڑے درجے کے وہی لوگ ہیں کہ جو علم دین کی تعلیم کے لئے ہر جگہ جاتے ہیں اور لوگوں کو ہدایت کے کلمے تعلیم فرماتے ہیں۔ ایسے رہبروں کے لئے گوشہ نشینی سے میل جول بہتر ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ نیت میں خیر ہو شر نہ ہو۔ اور تعلیم سے مقصود دل کی پاکی اور دل کی طہارت ہی ہو یعنی دل کو دنیا کی محبت اور گناہوں کی نجاستوں سے پاک اور صاف رکھنے کی ہر دفع ہدایت ہو چونکہ یہی طہارت اور یہی پاکی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی حقیقت ہے اور جس کو یہ نعمت نصیب نہ ہو وہ بدنصیب کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی حقیقت سے محروم ہے۔ اَللّٰھُمَّ تَوْفِیْقًا

اب کوئی ایسا ہوتا ہے کہ تکبر کی راہ سے تنہائی اختیار کرتا ہے کیونکہ

اُسے یہ خوف ہوتا ہے کہ مجمع اور محفلوں اور مجلسوں میں لوگ میری عزت نہ کرینگے
یا یہ ڈر ہوتا ہے کہ لوگ میرے علم اور میرے عمل میں میرا نقصان جان
جائینگے تو ایسی صورت میں تنہائی کو اپنے نقصان کا پردہ بناتا ہے اور ہمیشہ
اس امید میں لگا رہتا ہے کہ لوگ میری زیارت کو آیا کریں اور مجھ سے برکت
لیا کریں اور میرے ہاتھ چوما کریں۔ سو ایسی تنہائی عین نفاق ہے۔ اور جو
گوشہ نشینی کہ خاص اللہ کے واسطے ہوتی ہے اس کی دو علامتیں ہیں ایک
تو یہ کہ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی اور فکر الٰہی میں لگا رہتا ہے یا علم اور عبادت میں۔ دوسرے
وہ اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ لوگ اس کی زیارت کو آئیں مگر اس کا آنا مکروہ
نہیں جانتا کہ جس میں دین کا فائدہ ہو۔ غرضکہ چاہے جیسی ترکیب کرو مگر آخر
کو حقیقت کھل جاتی ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے
دل کو لگائے نہ کہ دنیا کے لوگوں کے ساتھ۔ اور اپنے دل کو گناہوں کی
نجاستوں سے پاک اور صاف رکھے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت
کو پہچانے اور ہر عمل میں خلوص اور اچھی نیت کو مدنظر رکھے چنانچہ حق تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ
یعنی اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کیا کریں خالص اُسی
کی اطاعت کی نیت سے یک رخ ہوکر۔ سو یہی تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی
حقیقت ہے جس کو حاصل کرنے سے سچا مسلمان کہلاتا ہے خدا ہر مسلمان
کو نصیب فرمائے آمین۔

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ

یہ مبارک سورت مکّی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں اور چورانوے حروف

ہیں۔ اور بَیِّنَہ لغت میں جو چیز کہ ظاہر اور روشن ہو اس کو کہتے ہیں کہ جس چیز کے دیکھنے کے بعد کام کی حقیقت بالکل ظاہر ہو جاوے اور اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے اسلئے گواہی کو جو کسی دعویٰ کے اظہار کے لئے پیش کیجاتی ہے اُسے بَیِّنَہ کہتے ہیں۔ اور اس مقام پر بینہ سے مراد خدا کی طرف کی روشن دلیل ہے اور وہ کون ہے جسے شمس الضحیٰ بدر الدجےٰ نور الھدیٰ کہفُ الوریٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اور اسی لئے تو آپ کو سراج منیر اور روشن چراغ بھی کہا گیا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ کے روشن چراغ اور روشن دلیل اسلئے تھے کہ آپ کی صرف ایک ساعت کی صحبت بھی گم گشتگان وادیٔ ضلالت کو راہِ راست پر لے آتی تھی اور آپ کی ذاتِ بابرکات سے سیکڑوں ایسی عجیب عجیب نورانی اور بابرکت باتیں ظاہر ہوتی تھیں کہ جو انسان کی طاقت سے باہر تھیں اور وہ نورانی اور بابرکت باتیں ہی آپ کی سچائی کی روشن دلیلیں تھیں اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور آپ کی سیرت وصورت اور آپ کے ستھرے آداب بھی حق نمائی کا ایک جگمگ جگمگ آئینہ تھا اور آپ کی ذات ستودہ صفات میں باطنی کشش کی کچھ عجیب ہی نعمت موجود تھی اور خاصکر ارواح کیلئے تو آپ کی مبارک ذات کچھ عجیب ہی خاصیت رکھتی تھی کہ خود بخود نفوس انسانیہ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور باوجود اسبات کے کہ آپ اُمّی محض تھے بلکہ مکتب میں کبھی بیٹھے نہ تھے مگر مشکل مشکل علموں کی باریکیاں واضح بیان سے ارشاد فرماتے تھے اور آپ کے مبارک الفاظ حقیقت میں سب کے سب ہی معجزے تھے جو کمال فصاحت اور بلاغت سے ادا کئے جاتے تھے سو اس مرتبہ کو پہنچنا غیبی تائید اور تعلیم الٰہی کے سوا ممکن نہیں ہے

اور یہی معنی پیغمبری کے ہیں۔
غرضکہ آپ کا وجودِ باجود خود بخود آپ کی نبوت کو ثابت کر رہا ہے یہانتک کہ کچھ احتیاج دوسری دلیل لانے کی نہیں ہے اب اس مبارک سورت کو بینہ اسلئے کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں عرب کے مشرک اور اہل کتاب اپنی نجس باتوں اور نجس کاموں کو چھوڑتے نہ تھے اور بینہ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کی انتظاری کرتے تھے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد ہم آپ کے حکم سے نجس باتوں اور نجس کاموں کو چھوڑ دینگے سو اس مبارک سورت میں بتلایا جاتا ہے کہ لو اب وہ بینہ بھی آگیا اب کیوں آپ کے ارشاد پر عمل نہیں کرتے۔
اہل کتاب کی کتابوں میں ایک عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر کے آنے کی خبر تھی اسی طرح توریت اور انجیل میں بھی ایک عالیشان نبی کے اس دنیا میں تشریف لانے کی پیشین گوئی تھی اور اب بھی ہے بلکہ اہل کتاب کو آپ کے تمام صفات بھی معلوم تھے اور اسی طرح مشرکین عرب میں بھی بہت بڑا چرچا تھا کہ مکہ سے ایک ایسا بابرکت شخص پیدا ہونے والا ہے جو عرب کی ہمیشہ کی عزت اور شوکت کا باعث ہوگا جس کے سبب سے چرواہے بھی حکومت کرینگے اور یہ بات عرب میں ایسی مشہور تھی کہ ہر چھوٹا اور بڑا اس بات سے واقف تھا اور ایسے نورانی شخص کے مبعوث ہونیکا انتظار کرتا تھا غرضکہ اہل کتاب اور عرب آپ کی تشریف آوری کے قبل آپ کے منتظر تھے پھر جبکہ آپؐ تشریف فرما ہوئے تو ان پر بدبختی سوار ہوگئی اور آپ کے دشمن بن گئے۔ چنانچہ توریت میں ہے کہ یہود سے حکومت کا عصا دور نہ ہوگا جبتک کہ ان کے پاس شَیْلَا نہ آوے یعنی بینہ نہ آوے اور بینہ سے مراد حضور سرورِ

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ مُنۡفَكِّيۡنَ حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ

کہ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بت پرست اپنے باطل مذہب اور جہالت سے دور ہونے والے نہیں تھے جبتک کہ ان کے پاس بَیِّنَہ نہ آجاوے۔ حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ قبل مبعوث ہونے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرب کے ملک میں دو قسم کے لوگ رہتے تھے ایک تو مشرک تھے جنکی عموماً یہ حالت تھی کہ بت پرستی ان کے رگ و ریشوں میں دوڑ گئی تھی اور کہیں جنوں اور بھوتوں کی پرستش ہوتی تھی اور کہیں صلحاء اور ابرار کی ارواحِ طیّبات کو اپنا معبود مان رکھا تھا اور کہیں ستارے اور چاند اور سورج کو پوجا جاتا تھا غرضکہ سیکڑوں معبود اور ان کی پرستش کے سیکڑوں دستور مروج تھے اور اخلاقی حالت بھی بہت ہی خراب ہوگئی تھی کہ قتل اور غارت اور لوٹ اور زنا اور چوری اور شراب خوری ایک عام پیشہ تھا۔

اب رہے اہل کتاب سو ان کے بھی دو فریق تھے ایک یہود جنکی یہ حالت تھی کہ اصلی توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام کو ہی کھو بیٹھے تھے اور جو کچھ سوکھا اور گیلا باقی تھا اس پر بھی عمل نہ تھا اور ان کے بھی کئی فریق تھے جن میں سے ایک فریق قیامت کا ہی منکر تھا کہ حضرات انبیاء کا کوئی بھی دستور ان کا رہبر نہ رہا تھا مگر صرف رسوم ہی رسوم باقی رہ گئے تھے اور اُنکے علماء اور درویشوں نے دین فروشی کا پیشہ بنا رکھا تھا کہ جہلاء انہیں کے کہنے پر چلتے تھے جن کی اخلاقی حالت بالکل ہی تباہ اور برباد ہوگئی تھی۔

اور دوسرا فریق نصاریٰ کا تھا سو اس میں سے بھی وہ مسیحی خوشبو نکل گئی تھی اور حضرت عیسیٰ ؑ کی مبارک تعلیم کا اثر نام کو بھی باقی رہا نہ تھا بلکہ صرف پھوک باقی رہ گیا تھا یہانتک کہ حلال اور حرام اور پاکی اور ناپاکی کا سوال ہی اٹھ گیا تھا اور ان کے علماء نے مکر اور فریب کا دام پھیلا رکھا تھا کہ جہلاء ان کے بندے بنے ہوئے تھے پھر ان کے بھی بہت سے فریق تھے جن میں ہمیشہ جوتی پیزار ہوا کرتی تھی اور رُومنؔ میں ان کے اہل علم نے ایک سلطنت قائم کر لی تھی اور وہاں کا سجادہ نشین حضرت مسیح ؑ کا نائب کہلاتا تھا جس کو پوپ کہتے ہیں پھر ان پوپوں نے لوگوں کو نچا مارا تھا اور قسم قسم کی گناہونکی باتیں اور عجیب وغریب احکام جاری کر رکھے تھے اور یہ پوپ مردے کو نجات کی چھٹی روح القدس کے نام سے دیا کرتے تھے اب یہ شادی تو نہیں کرتے تھے مگر ہزاروں کواریاں بے حجابانہ ان کی خدمت کیلئے رات دن ان کے پاس رہا کرتی تھیں پھر کیا کیا شرمناک واقعات پیش آتے تھے جسکا لکھنا بھی مناسب نہیں ہے باوجود اس کے انہوں نے حضرت مسیح ؑ اور ان کی والدہ ماجدہ مریم ؑ کی پرستش شروع کر دی تھی اسلئے حق تبارک وتعالیٰ نے ان سبکو کافر کہا اور بہت بجا فرمایا کہ ایمان کی کونسی بات باقی رہ گئی تھی۔ پس ایسی تباہ کن حالت میں حکمتِ الٰہی نے چاہا کہ دنیا میں ایک ایسا جلیل القدر پیغمبر آوے کہ اس کا مبارک دیدار ہی اس کی سچائی کی دلیل ہو اور اسکا مبارک کلام ایسا ہو کہ جو نجس اور بدبودار دلوں کو مُعَطَّر اور مُطَہَّر اور مُنَوَّر بنا کر جہالت کے مرض سے نجات بخشتا ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ آوے ایک پیغمبر کہ وہ پاک صحیفے پڑھکر سناوے کہ اُن صحیفوں میں عمدہ مضامین بھی ہوں۔ صحیفہ

یعنی کتاب یا کاغذ یا رسالہ۔ سو قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے جس طرح کہ توریت کے ابواب یا حصّے صحیفے کہلاتے ہیں۔ اب وہ صحیفے جنکو خدا کا برگزیدہ رسول سنا رہا ہے وہ جھوٹ اور مبالغہ اور تحریف اور تبدیل کی نجاست سے پاک ہیں۔

اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ارشاد اور نصیحت کے متعلق تین چیزیں نہایت ہی اہم ہوا کرتی ہیں سو پہلی چیز یہ ہے کہ وہ صاحبِ ارشاد ایسا ہو کہ جو خدا کا رسول ہو اور اس کی رسالت اس کی ظاہری اور باطنی برکتوں اور کمالوں اور معجزوں سے ثابت ہو سو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پورے طور پر ثابت تھی چونکہ رسالت کی شرطیں اور انسانی کمالوں کی انتہا باوجود امّی ہونے کے آپ کی مبارک ذات میں ظاہر نظر آتی تھیں۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جو مبارک کلام اسپر نازل ہوا ہو اس میں باطنی برکات اور انوار روشن ہوں اور جو اہل اللہ اور اہل نسبت لوگ ہیں ان کو اس کی تلاوت کے وقت باطنی انوار اور باطنی برکتیں معلوم ہوں چنانچہ آپ کی امت کے لاکھوں اہل اللہ اور اہل نسبت اور قطب اور ابدال اور قطب مدار اور قطب ارشاد نے کلامِ الٰہی کے ایک ایک حرف کی تہہ میں نورِ الٰہی اور تجلیات الٰہی کے بے کنار سمندروں کا مشاہدہ کیا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت آپکی امت کے اہل اللہ مشاہدہ کرتے رہینگے۔ اور تیسری چیز یہ ہے کہ وہ پاک کلام ایسا ہو کہ جس میں اگلی کتابوں کے نورانی مضمون بھی اختصار کے طور پر پائے جاتے ہوں سو یہ چیز بھی اس کلام مجید میں بھرپور موجود ہے بلکہ تمام اوّلین اور آخرین کا بیان اس میں صاف صاف یا اشارۃً مذکور ہے چنانچہ اس مبارک کلام کے نازل ہونے کے وقت سے آج تک ہزاروں علماء اور

صوفیاء اور مدققین اور مفسرین اور محققین نے طرح طرح کے علموں کے زور سے اس کی عبارتوں اور معنوں میں غور کر کے ہزارہا باریک نورانی نکتے نکالے ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت نکالتے ہی رہینگے مگر یہ وہ نورانی سمندر ہے کہ جس کی انتہا نامعلوم ہے۔ اے مخاطب اگر تجھے اس نعمت کے حصول کا شوق ہو تب تو کسی کامل کے ذریعہ اپنے دل میں اسم ذات لفظ اللہ کو قایم کرے پھر کلام الٰہی کی تلاوت کے وقت دیکھ کہ تجھے ایک ایک حرف کی تہہ میں کیا کیا دکھائی دیتا ہے اور کیسے بیش قیمت ہیرے اور جواہر تیرے ہاتھ آتے ہیں۔ خدا کی قسم صرف بسم اللہ کی ب میں تجھے اسقدر باطنی خزانہ ہاتھ لگیگا کہ دنیا بھر کی دولت اور دنیا بھر کی بادشاہت کو ہزار بار اس کے اوپر سے نثار کرنے کو تیار ہو گا۔

غرضکہ جب یہ تینوں چیزیں آپ کی ذاتِ بابرکات میں پائی گئیں تو آپکا مرتبہ ہدایت اور ارشاد میں سب سے اعلیٰ ثابت ہوا تو چاہیے یہ تھا کہ ایسے بابرکت نبیؐ کی پیروی کرتے اور ہرگز مخالفت نہ کرتے حالانکہ اسی بابرکت نبیؐ اور بابرکت بَیِّنَہ کے انتظار میں اہل کتاب اور مشرکین بیٹھے ہوئے تھے مگر اس بابرکت نبیؐ کے آنے کے بعد اہل کتاب اور مشرکین نے کیا کیا جسکے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ کہ افسوس اہل کتاب جو علم اور فہم رکھتے تھے اور جو انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے واقف تھے وہی اس پیارے نبیؐ کے تشریف لانے کے بعد اس سے مخالف ہو گئے اور مشرکین عرب تو جاہل ہی تھے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ سو یہ ان کی کمال بے نصیبی پر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ جس کا زمانۂ دراز سے انتظار تھا اور شدید انتظار تھا مگر جب وہ وقت آیا تو

جو ازلی بدنصیب تھے ان کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور ہٹ دھرمی اور ضد کے نشہ نے انہیں بے خبر کر دیا جس طرح کہ کوئی لیلتہ القدر کی تجلی کے انتظار میں راتوں نہ سوئے اور جبکہ وہ مبارک رات آئے تو سو جاوے چنانچہ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل کتاب کا ہوا۔ اور ایسا ہی حال حضرت مسیح ؑ کی تشریف آوری پر یہود کا ہوا تھا جسکا افسوس حضرت مسیح ؑ عجیب عجیب تمثیلوں اور دل ہلانے والے فقروں میں کرتے تھے وَمَا اُمِرُوْا اور وہ جو مخالف ہوئے اور خدا کے سچے رسول ؑ سے بگڑ بیٹھے انہیں کوئی ایسا سخت حکم بھی تو دیا گیا نہ تھا کہ جو توریت یا کہ انجیل کے مخالف ہو اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں مگر وہ عبادت ایسی ہو کہ جس میں شرک کی آمیزش نہ ہو بلکہ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کہ خاص اسی کی اطاعت کی نیت سے جس میں تثلیث کی آمیزش نہ ہو اور نہ کسی معبود کی شرکت ہو اور دل سے بھی پورا اخلاص ہو اور ریاکاری اور دکھاؤ بھی مطلق نہ ہو۔

اب کہو یہ کونسی بُری بات تھی جس کے باعث اس پیارے نبی ؐ اور اُس بینہ سے پھر گئے بلکہ یہ تو وہی بات ہے کہ جس کی توریت اور انجیل میں بھی جابجا تاکید ہے حُنَفَاءَ یک طرفہ ہو کر کسی باطل اور غلط طریق کی طرف میلان نہ ہو یعنی جس کے اصول جہالت اور خیالات فاسدہ پر مبنی نہ ہوں کہ حضرت ابراہیم ؑ کے طریق کی پابندی اس عبادت میں ملحوظ رہے۔ سو یہ بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ بھاگتے۔

اب اس عبادت کے حکم کے بعد دوسرا خاص حکم یہ بھی دیا گیا تھا کہ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہ نماز کو قایم کیا کریں۔ سو یہود و نصاریٰ نے وہ نماز بھی ترک

کر دی تھی کہ جو ان کے مذہب میں تھی یعنی سجدہ اور دعا یا ہفتہ کے روز رکوع۔ اب یہ حکم بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ انکار کرتے بلکہ سچے مذہب کا عطر یہی ہے وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ اور زکات کو بھی دیا کریں یعنی خیرات کیا کریں۔ سو خیرات کرنا بھی ایسا عمدہ کام ہے کہ جسکو تمام مذاہب بالاتفاق اچھا جانتے ہیں پھر وہ کونسی بات ایسی تھی کہ جس کے سبب اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار کا حیلہ ملا ہاں اتنی بات ضرور ہوئی کہ نماز اور زکوٰۃ کے طریقے میں اصلاح کی گئی جو عقل سلیم کے نزدیک ذرہ برابر بھی خلاف نہیں پھر ایسے سچے نبیؐ سے مخالفت کرنا اگر ہمیشہ کی بدبختی نہیں تو اور کیا ہے۔ کوئی عیسائی کوئی یہودی کوئی مجوسی کوئی ہندو انصاف سے کہہ تو دے کہ اس بینہ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل ہے تو ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ تو پھر اس دین کے محکم اور مضبوط ہونے میں کیا شبہ ہے بیشک یہ دین سچا اور قیم ہے اور اسبات کا مستحق ہے کہ اس کو آسمانی دین اور آسمانی مذہب قرار دیا جائے۔

اب ان منکروں کا انجام کار بیان ہوتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جو منکر ہو گئے ہیں بینہ کے یعنی جنہوں نے خدا کے سچے رسول کا انکار کیا خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین سے ہوں بیشک وہ جہنم کی دہکتی آگ میں جلیں گے کہ جس طرح یہ انکا کفر کبھی ان سے دور نہیں ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا اسی طرح وہ بھی ہمیشہ اس آگ میں پڑے جلا کرینگے اور وہ جو اپنے آپ کو دنیا سے بہتر جانتے ہیں یہ بھی ان کا خیال بالکل غلط ہے بلکہ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں کسلئے

کہ وہ اپنے مالک کی ناشکری کرتے ہیں اور اپنے مالک کی اپنے رسول کیساتھ
بھیجی ہوئی خیر اور برکت کی بے توقیری کرتے ہیں لہذا اپنے مالک کے نزدیک
کون بہتر اور افضل ہے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ کہ انسان کی فضیلت کا دارومدار
ایمان پر اور نیک عمل پر ہے ورنہ کل بنی آدم حق تعالےٰ کے نزدیک ایک ہی
قطرہ کی پیدائش ہیں اگر کسی کو فضیلت ہے تو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی ہے
لہذا اب آخرت کے درجات بیان ہوتے ہیں کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہے اگر وہاں
عزت ہے تو حقیقت میں سچی عزت وہی ہے ورنہ دنیا کی چند روزہ عزت
ایک خواب اور خیال ہے جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ کہ اُن کا
بدلہ ان کے مہربان رب کے پاس عالمِ قدس کے باغ ہیں جنمیں سب قسم
کے راحت کے سامان مہیا ہیں جن کو کبھی خزاں نہیں چھو سکتی اور یہ اُنکے
ایمان اور اعمالِ صالحہ کا مظہر ہے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ انکے
نیچے نہریں بہتی ہونگی سو یہ ان کے اعمالِ صالحہ اور ذکرِ الٰہی کے انوار کی
نہریں ہیں جو دنیا میں ذکرِ الٰہی اور فکرِ الٰہی کے باعث ان کے جسم میں رات
دن بہا کرتی تھیں۔ پھر جس طرح دنیا میں یہ انوار اور یہ برکات اور یہ اعمالِ
صالحہ ان کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتے تھے اسی طرح یہ بھی اس عالمِ آخرت
میں اُن باغوں میں ہمیشہ رہا کرینگے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ
اَبَدًا کہ ہمیشہ ہمیشہ رہا کرینگے اور یہ ہمیشہ کا عیش اس نیت کا ثمرہ ہے
کہ اُن کی نیت یہی تھی کہ اپنی تمام عمر اپنے مالک کی اطاعت اور بندگی میں
صرف کرینگے۔ اور کفار کا بھی چونکہ یہی قصد تھا کہ اپنی تمام عمر کفر میں صرف
کرینگے لہذا وہ بھی ہمیشہ کیلئے جہنم کے مستحق ہوئے۔

غرضکہ ان سب نعمتوں سے بڑھکر ان فرمان برداروں کو ایک بڑی نعمت یہ نصیب ہوگی کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کہ اللہ ان سے راضی اور خوشنود ہوگا وَرَضُوْا عَنْہُ اور یہ اللہ سے خوشنود اور راضی رہیں گے سو سبحان اللہ اس خوشنودی کی نعمت کے سامنے اور کسی نعمت کی کیا اصل ہے۔ اور یہ خوشنودی کا تمغہ صحابہ رضؓ کو اور خاصکر خلفاء اربعہ کو بخوبی حاصل ہوگیا تھا اسلئے نیک مسلمانوں کا عام دستور ٹھہر گیا ہے کہ جب کبھی صحابہ رضؓ کا نام لیا جاوے تو اس تمغہ رضی اللہ عنہ سے لیا جاوے اور یہ ایک ادب ہے جس کو سعادتمند لوگ بجا لاتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ نعمت اور یہ ہمیشہ کا عیش کسکو نصیب ہوتا ہے ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ جو اپنے رب سے ڈرتا ہے لہذا سب سے بڑی دولت خوف خدا ہے۔ خدا سب مسلمانوں کو نصیب فرمائے آمین۔

دل کی نگہبانی اور وقت کی رعایت اور مراقبہ اور نفس کی ریاضت کا بیان

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ یعنی اور جانو تم بیشک اللہ جانتا ہے اس چیز کو جو تمہاری ذاتوں میں ہے پس ڈرو تم اللہ سے۔ اور ارشاد ہوتا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ یعنی اور چاہیئے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کہ کیا بھیجا ہے کل کے لئے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ عاقل وہ ہے کہ جس کی چار ساعتیں ہوں۔ ایک ساعت میں تو اپنا حساب کرے

اور ایک ساعت میں اپنے پروردگار سے دعا اور مناجات کرے اور ایک ساعت میں روزی کی تدبیر کرے اور ایک ساعت میں جو کچھ اُسے دنیا سے مباح کیا ہے اسمیں آسودہ ہو۔

معلوم ہو کہ اہل بصیرت اور روشن دل لوگوں نے اسبات کو پہچان لیا ہے کہ سب لوگ اس جہان میں صرف سوداگری کیلئے آئے ہیں اور ان کا تجارت کا معاملہ نفس کے ساتھ ہے جسکا نفع اور نقصان جنت اور دوزخ ہے پس انہوں نے اپنے نفس کو اس دنیا میں بجائے شریک کے خیال کر رکھا ہے۔ چونکہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہیں اور اسباب تجارت میں شریک ہوتے ہیں تو ان سب کی حساب کے وقت یہی غرض ہوا کرتی ہے کہ اس حساب میں کچھ نفع ہاتھ لگے اور جس طرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہے اور اس کو مال سپرد کرتا ہے کہ اچھی طرح سے تجارت کرے پھر اس سے حساب کیا کرتا ہے سو اسی طرح آخرت کی تجارت کا بھی حال ہے کہ تاجر عقل ہے اور اس تجارت سے مقصود نفس کی پاکی ہے اور یہ پاکی اعمال صالحہ سے حاصل ہوتی ہے اب عقل ایسی تجارت میں نفس سے مدد لیتی ہے یعنی نفس کو ایسے کاموں میں لگاتی ہے کہ جنسے نفس کا تزکیہ ہو جیسے کہ دنیا کا تاجر اپنے شریک سے مدد لیا کرتا ہے۔ اور جس طرح کہ تاجر اپنے شریک سے فائدے کی بابت میں مدعی بنکر اسبات کا محتاج ہوا کرتا ہے کہ پہلے شریک سے کچھ شرطیں کرے پھر اس کی دیکھ بھال میں رہے پھر حساب سمجھا کرے پھر نفع پر خوشی اور نقصان پر عتاب کیا کرے۔ سو اسی طرح عقل بھی نفس سے ان کئی باتوں کی محتاج ہے اول یہ ہے کہ نفس سے اسبات کی شرط کر لیجائے کہ دن میں کسی وقت بھی پنج وقتہ نماز کے علاوہ ایک ہزار

مرتبہ درود شریف یا ایک ہزار مرتبہ قل ہو اللہ احد یعنی سورۂ اخلاص یا صبح شام
آدھ آدھ گھنٹہ دل سے اللہ اللہ یا توبہ استغفار یا قرآن پاک کی تلاوت
وغیرہ ذکر الٰہی یا فکر الٰہی کی پابندی ضروری ہو گی۔ اور تاجر کیلئے یعنی عقل کے
لئے اس بات کی ضرورت ہو گی کہ وہ اپنے شریک یعنی نفس پر بھروسہ کر کے
بیٹھا نہ رہے بلکہ اپنے شریک کی ہمیشہ دیکھ بھال میں رہے ورنہ میدان خالی
پا کر کہیں اصلی پونجی پر اپنا قابو جمانہ دے۔ پھر نگرانی کے بعد اُس سے حساب
لینا چاہیئے اور اقراروں کو پورا کرانا چاہیئے اسلئے کہ دنیا کی سوداگری جو
پیسے اور دمڑی کے نفع کی ہوتی ہے اسمیں کوڑی کوڑی کا حساب ہوتا ہے
اور یہ سوداگری تو ایسی ہے کہ جسکا نفع فردوس بریں اور انبیاء اور صدیقین
اور شہداء اور صالحین کے ساتھ اعلیٰ مقامات پر پہونچنا ہے تو اسمیں حساب
کی رو سے بال کی کھال نکالنی بہت ضروری ہے۔ پھر دنیا کے منافع خواہ
لاکھوں ہی کے ہوں مگر آخر کو جاتے رہتے ہیں تو ایسی خیر میں کہ جو دوام نہ ہو
کیا خیر ہے۔ پس جو شخص کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور قیامت پر ایمان رکھتا
ہو اس کو لازم ہے کہ نفس کے حساب لینے میں غفلت نہ کرے چونکہ انسان
کی عمر کا ایک ایک سانس ایسا قیمتی جوہر ہے کہ جس سے ابدالآباد کا خزانہ
مول لیا جا سکتا ہے پھر ایسے قیمتی جوہروں کو وہی ضایع کریگا کہ جو پورا
بدنصیب ہو گا۔ لہٰذا ہر روز صبح کی نماز کے بعد اپنے نفس سے کہے کہ اے
نفس دیکھ حق تعالےٰ نے تجھے آج نئے سر سے زندگی عنایت فرمائی ہے
اگر تو رات کو سوتے میں مرجاتا تو تجھے یہی آرزو رہتی کہ کاش مجھے ایک ہی
دن کی مہلت ملتی تو میں اپنا کام ٹھیک ٹھاک کر لیتا سو اب حق تبارک و تعالیٰ
نے تجھے یہ زندگی کی نعمت عطا کی ہے لہٰذا اس زندگی کی پونجی کو غنیمت

جان اور اس سے ایسا سودا خرید لے کہ جو ہمیشہ کی راحت کا باعث ہو۔ اور آج تو یہی سمجھ لے کہ میں نے مر کر ایک ہی دن کی مہلت لی اب اگر اس ایک ہی دن میں ہمیشہ کی راحت کا سودا نہ کرونگا تو ہمیشہ کے لئے کف افسوس ملتا رہونگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عقلمند وہی ہے کہ جو اپنا حساب کرتا رہے اور ایسے کام کرتا رہے کہ جو موت کے بعد کام آئیں۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کام پیش آئے اس میں غور کر اگر راہ راست ہے تو کر ورنہ اس سے الگ رہ۔

وقت کی رعایت کے متعلق حضرت شیخ عطاء اللہ کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں کہ بقدر ایک سانس کے بھی تیرا وقت نہیں گذرتا مگر اس میں تیرے لئے خدا کا امر مقدر کیا ہوا (خواہ طاعت یا معصیت انعام یا ابتلا) ظاہر ہوتا ہے۔

ف۔ جو سانس بھی انسان کو آتا ہے اس میں حق تعالیٰ نے جو امر انسان کیلئے مقدر فرمایا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ امر طاعت ہو یا معصیت نعمت ہو یا مصیبت غرض انسان ہر وقت یا تو کسی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ حالت نفس کو پسند ہوتی ہے وہ تو نعمت ہے۔ بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔ اور یا اسکو مکروہ جانتا ہے وہ مصیبت ہے بشرطیکہ وہ طاعت کی مشقت نہ ہو ان دونوں حالتوں میں سے کوئی نہ کوئی حالت ہر وقت رہتی ہے اور ہر حالت کا ایک حق ہے جو اس کے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے نعمت کا حق تو یہ ہے کہ شکر کرے اور مصیبت کی حالت کا حق یہ ہے کہ صبر کرے پس بندہ کو لازم ہے کہ ہر سانس پر صابر شاکر بنا رہے اور ایک منٹ بھی اپنا ضائع نہ کرے۔

اغیار سے خالی ہونیوالے وقت کا انتظار نہ کر کیونکہ یہ تجھ کو اسکے مراقبہ اور نگہداشت سے جس حال میں تجھ کو ٹھہرا رکھا ہے جدا کر دیگا۔ ف سالک پر

جب حق تعالے کا فضل متوجہ ہوتا ہے اور اس کے قلب کو ذکر اللہ سے تعلق ہو
جاتا ہے تو قلب کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کبھی اپنی کیفیت ذکر میں مشغول ہوتا
ہے اور ماسوا سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور کبھی دنیوی اشغال و افکار کی
کدورت اس پر غالب ہوتی ہے تو اس میں لگجاتا ہے اور اس کی اصلی کیفیت
مغلوب ہو جاتی ہے تو اسوقت یہ شخص گھبراتا ہے اور الجھن میں پڑتا ہے اور ان کدورات
و تشویشات سے نکلنا چاہتا ہے اور اسی میں اس کا وقت بہت سا صرف ہو جاتا
ہے اور اسکا منتظر ہوتا ہے کہ ان کدورات سے خلاصی ہو تو ذکر میں مشغول ہوں
تو ایسے سالک کیلئے شیخ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اغیار یعنی ماسوا اللہ سے
خالی ہونیوالے وقت کا انتظار نہ کر کیونکہ جس حال میں تجھ کو مربی حقیقی نے ٹھیرا رکھا
ہے یعنی تجھپر جو حال اس وقت ظلمت و کدورت کی نوع سے وارد ہے اور اس
میں تجھکو اللہ تعالے نے قائم کیا ہے یہ ایک وقت ہے اسوقت میں تو نے اگر
اپنے قلب کو اس فکر میں مشغول کیا کہ یہ کدورت جاتی رہے تو ذکر میں مشغول
ہونگا تو یہ امر تجھکو اسوقت میں اللہ تعالے کی طرف مراقبہ اور نگہداشت سے
جدا کر دیگا اور یہ وقت غفلت میں صرف ہوگا پس اس خیال ہی کو قطع کر دے
کہ دوسرا وقت ان کدورات سے خالی ملیگا اور سمجھ لے کہ بس یہی وقت ہے
اور دوسرا وقت نہیں ہے اس لئے کہ دوسرے وقت کی تو خبر ہی نہیں ہے
کہ آئیگا یا نہیں۔ پس اس ظلمت اور کدورت و تشویش ہی کی حالت میں اپنے
مولیٰ میں مشغول رہ۔ سہل رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ فقیر کو راحت کسوقت
ملتی ہے فرمایا فقیر راحت سے اسوقت ہوتا ہے جب وہ جان لے کہ جو وقت
مجھ پر گذر رہا ہے بس یہی وقت ہے۔ اور جب یہ علم راسخ ہو جاتا ہے تو
کدورت و تشویشات بھی نہیں رہتی تو حقیقت میں یہ ارشاد شیخ کا ان کدورات

کا معالجہ ہے۔ یہ تقریر تو اس بنا پر ہے کہ جبکہ شیخ کے اس ارشاد کو سالک ذاکر شاغل کے لئے کہا جاوے۔ اور جو لوگ دنیا میں مبتلا ہیں ان کو بھی شامل ہو سکتا ہے کہ اکثر دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کام ہم کریں تو پھر فراغت سے یاد الٰہی میں مشغول ہوں گے جب وہ کام ہو جاتے ہیں تو دوسرے کام پیش آجاتے ہیں اس لئے کہ نفس کی تمناؤں کا تو کہیں اختتام ہی نہیں اسی تمنا اور ارادہ ہی میں ساری عمر ختم ہو جاتی ہے اور کبھی وقت نہیں ملتا تو ان کو ہدایت ہے کہ ان بکھیڑوں سے فارغ ہونے کے منتظر نہ رہو بلکہ اسی حالت پریشانی میں مولیٰ کی یاد میں لگو وہ خود بخود سب بکھیڑے دل سے دور کر دے گی۔

بجا آوری اعمال کو تیرا فارغ وقت پر ٹالنا تیرے نفس کی حماقتوں سے ہے ف۔ یہ فقرہ بھی پہلے ہی مضمون کے ہم معنےٰ ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی دنیا کے دہندوں میں مشغول ہوتا ہے تو دنیا کے بکھیڑوں کی تو کوئی انتہا نہیں تو اعمال صالحہ کو فارغ اور خالی وقت پر ٹالنا اور یہ کہنا کہ جب ان کاموں سے خالی ہونگا اسوقت عمل کروں گا یہ نفس کی حماقت ہے جو وقت موجود ہے اسکو تو برباد کرتا ہے اور آیندہ وقت جسکا حال معلوم نہیں کہ میسر ہوگا یا نہیں منتظر ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ عمر ختم ہو جاتی ہے اور خالی وقت میسر نہیں ہوتا دفعتاً موت آجاتی ہے پس عاقل وہ ہے کہ جو وقت اسکو میسر ہے اسکو ہی غنیمت سمجھے اور کام کو دوسرے وقت پر ہرگز نہ ٹالے اور فراغ کا منتظر نہ رہے اسلئے کہ دنیا کے کاموں سے فراغ میسر ہونا محال ہے۔ ان دہندوں کو بھی چلنے دے اگر مباح ہوں اور اللہ کی یاد بھی کرے اور اگر ناجائز ہوں تو اسیوقت ترک کر دے۔

جسقدر تجھ پر اوقات میں حقوق (واجبہ عبادات ظاہرہ مثل صلوٰۃ وصوم کے ہیں)
اگر فوت ہوجائیں تو ان کی قضا ممکن ہے اور (معاملات باطنہ اور واردات قلبیہ)
جو اوقات کے حقوق ہیں ان کی قضا کسی طرح ممکن نہیں ہے اسلئے کہ کوئی ایسا
وقت نہیں کہ اس میں بجز خدا تعالےٰ شانہٗ کا حق جدید یا امر محکم لازم نہ ہو تو جب
اس میں جو حق اللہ ہے ادا نہیں کرسکتا تو غیر کا حق اس میں کیونکر ادا کرسکے گا
ف- جاننا چاہیئے کہ بندہ کے ذمہ دو قسم کے حقوق یعنی عبادات ہیں ایک تو وہ
حقوق جو اوقات معینہ میں واجب ہیں جیسے نماز روزہ کہ نماز کا ایک وقت
خاص ہے اور روزہ کا ایک وقت معین ہے یہ حقوق اگر فوت ہوجائیں مثلاً
نماز یا روزہ اگر قضا ہوجائے تو ان کی قضا ممکن ہے کہ دوسرے وقت میں
ان کو ادا کرلیں دوسری قسم اوقات کے حقوق ہیں یہ قسم حقوق کی ایسی ہے
کہ ہر وقت ہے اسکا کوئی وقت معین نہیں اسلئے کہ یہ حق وقت کا حق ہے اور
وقت کا وجود ہر وقت ہے اور وقت سے مراد بندہ کے وہ حالات ہیں جو نوبت
بنوبت ہر وقت اس کے اوپر وارد رہتے ہیں ان حالات کی چار قسمیں ہیں-
نعمت- مصیبت- طاعت- معصیت- اسلئے کہ بندہ ان چار حالتوں میں سے
کسی نہ کسی حال میں ضرور ہوگا یا تو نعمت میں ہوگا- یا مصیبت میں یا عبادت
میں یا معصیت میں اور ان چاروں حالتوں کے جو حقوق ہیں وہ حقوق اوقات
کہلاتے ہیں نعمت کا حق شکر- مصیبت کا حق صبر- عبادت وطاعت کا حق اللہ
تعالےٰ کے فضل کا مشاہدہ اور معصیت میں توبہ و استغفار و ندامت پس کوئی
وقت ایسا نہیں نکلیگا کہ اس میں بندہ کے ذمہ حق نہ ہو تو اگر یہ حقوق قضا
ہوجاویں تو ان کی قضا ممکن نہیں ہے اسلئے کہ قضا کی حقیقت تو یہ ہے
کہ عبادت کا جو اصلی وقت ہے وہ فوت ہوگیا اب ہم اپنے پاس سے وقت

خرچ کرکے اس عبادت کو ادا کریں یہاں یہ صورت ممکن نہیں اسلئے کہ جسوقت کو تم نے ان حقوق کی قضا کیلئے تجویز کیا ہے اس میں بھی اللہ تعالےٰ کا حق جدید اور امر محکم یعنی عبادت لازم ہے اسلئے کہ اس وقت میں بھی چار حالتوں میں سے کوئی حالت ہوگی اور حقوق وقت میں سے کوئی حق اللہ کا مثل صبر شکر وغیرہ کے اس میں لازم ہوگا اور جب اللہ کا حق جو اسوقت کے متعلق ہے تو اس میں ادا نہیں کرسکا تو غیر کا حق جو اسوقت کے سوا جو دوسرا وقت گذر گیا ہے جس کا حق تو نے فوت کیا ہے اس کا حق اسوقت میں کیسے ادا کریگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسوقت کے اندر تم نے پہلے وقت کا حق قضا کرنا تجویز کیا ہے اس وقت کا بھی تو حق ہے جب تم اس کو ادا کروگے تو غیر وقت کا حق اس میں کیسے ادا کرسکتے ہو اور اگر غیر وقت کا حق ادا کروگے تو اسوقت کا حق فوت ہو جائیگا غرض اس کی قضا کسی طرح ممکن نہیں۔ پس بندہ کو لازم ہے کہ حق وقت کو فوت نہ کرے بلکہ ہر سانس پر حق وقت کو ادا کرنا ہے اگر نعمت ہے تو شکر میں قلب کو مشغول کرے اور اگر مصیبت ہے تو صبر میں لگے۔ اور اگر عبادت وطاعت ہے تو اللہ تعالےٰ کے فضل واحسان کا مشاہدہ کرے اور اگر معصیت کی حالت ہے تو ندامت واستغفار میں مشغول ہو اسی واسطے بزرگوں نے کہاہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے اور ابن الوقت ہونے کے یہی معنی ہیں کہ حقوق وقت ادا کرے۔

عمر گذشتہ کا عوض نہیں ہے اور عمر موجود بے بہا ہے۔ **ف**۔ انسان کی جو عمر گذر گئی ہے اُسکا عوض اور بدلہ کچھہ نہیں ہے تو اگر وہ اعمال صالحہ سے خالی گذری ہے تو اسکا اب کچھہ تدارک نہیں ہو سکتا اور جو عمر اور وقت میسر ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے دنیا و مافیہا بھی اس کی قیمت نہیں ہوسکتی۔

اسلئے کہ اس کے ذریعہ سے بندہ سعادت ابدی حاصل کرسکتا ہے اور دنیا سے
کڑوروں حصہ زائد دولت حاصل کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین
اپنے انفاس کی رعایت فرماتے تھے۔ اور ایک سانس بھی ضائع نہ کرتے
تھے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو ساعت بندہ پر غفلت میں گذری
ہے وہ اُسکے لئے حسرت اور ندامت کا باعث ہوگی اور اسوقت حسرت و ندامت
کچھہ کام نہ آوے گی تو تمام شور و غل سے خالی ہو اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کیطرف
متوجہ نہ ہو اور موانع کم ہوں تو بھی اس کی طرف نہ چلے یہ پوری بے توفیقی
اور رسوائی ہے۔ ف۔ آدمی خواہ کتنے ہی دنیا کے مشاغل میں اور عیال و اطفا
کیوجہ معاش کی تلاش میں لگا ہوا ہو لیکن وہ ہر حال میں اپنے مولے کی
عبادت اور یاد اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف و مامور ہے اس کو
لازم ہے کہ دنیا کے دہندوں کو پس پشت ڈالے اور قدر ضرورت پر اکتفا
کرکے اور وقت نکالکر اپنے مولیٰ کی طرف لگے۔ اور اگر تمام وقت اپنا دنیا ہی
کے قصوں میں صرف کردیا اور کوئی وقت ایسا اس نے نہ رکھا کہ جس میں
دولت اخروی کماوے۔ تو بڑی رسوائی اور خسارہ اور بے توفیقی ہے
اور قیامت میں یہ عذر کچھہ نہ چلیگا کہ مجھے دنیا کے کام سے فرصت نہ تھی اور
جسکو دنیا کا کوئی شغل نہیں وجہ معاش اُسکو حاصل ہے اللہ تعالےٰ نے بیفکر
بنایا ہے اور باوجود بالکل فارغ ہونے کے اور وقت ملنے کے پھر بھی اللہ
تعالےٰ کی یاد میں نہ لگا۔ اور وقت کو برباد کیا۔ اور یا موانع اور رکاوٹیں تو ہیں
لیکن بہت کم ہیں وقت بہت خالی ملتا ہے لیکن اس پر بھی متوجہ الی اللہ
نہ ہوا اور سچی دولت اور لازوال نعمت اور دین و دنیا میں دلکو ٹھنڈک
پہونچانے والی شئے حاصل نہ کی اور دنیا ہی کے لہو و لعب اور اس جھوٹی اور

دہوکہ کی پونجی میں عمر کھودی تو یہ پوری پوری رسوائی اور خسارہ اور بے توفیقی ہے کہ افسوس ہے اس کے حال پر کہ اسکو وقت کی بے بہا دولت ملی اور اسکو اس نے ضائع کیا۔

معلوم ہو کہ مُرَاقَبَہ اور دل کی نگہبانی میں حق تعالیٰ نے ایسی برکتیں رکھی ہیں کہ جس میں عجائبات الٰہی کی سیر نصیب ہوتی ہے اور اس مبارک سیر میں خدا کی معرفت کے بے حساب انمول ہیرے اور جواہر ہاتھ لگتے ہیں۔ سو اصل مُرَاقَبَہ یہ ہے کہ آدمی کسی کامل کے ذریعہ اپنے دل میں لفظ اللہ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو قائم کرے اور جمائے چونکہ جو پودہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کر کے لگایا جاتا ہے تو وہ پودہ نہایت ہی عمدہ اور بہت پھل والا ہوتا ہے کیونکہ اس میں تصرف کا دخل ہے۔ اور جو پودہ خود بخود جمتا ہے وہ عمدہ نہیں ہوتا اور نہ بہت پھل لاتا ہے لہذا کسی کامل کے ذریعہ اپنے دل میں لفظ اللہ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو جمانے اور قائم کرنے کی فکر میں رہنا بہت ہی بڑی سعادت ہے۔ اب جس نے ذکر الٰہی اور دل کی نگرانی پر ہمیشگی اختیار کر لی اور اپنے معبود کا اپنے ظاہر اور باطن کا دیکھنے کا ہر حال میں پختہ یقین ہو چکا تو بیشک ایسے آدمی کا ظاہر اور باطن سنور گیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی اس طرح بندگی کر کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے اور جو تو اُسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور جبتک تو یہ بات نہ جانے گا کہ وہ تیرا ہر وقت نگہبان ہے اور تیرے سب حال سے واقف ہے اس وقت تک تجھے ایمان کا مزہ نہ ملیگا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ اللہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یعنی بیشک تمہارا پروردگار تمپر نگہبان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف

وارد ہے کہ بہشت عدن ان لوگوں کے لئے ہے کہ جو کسی گناہ کا ارادہ کریں اور میری عظمت کو یاد کر کے شرما جائیں اور گناہ سے رک جائیں۔ اور سبحان اللہ ابن عطاؒ فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر طاعت اور عبادت یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں اپنے پروردگار کے نام کو جمالے اور ہمیشہ اس کی نگہبانی کرتا رہے۔ اور حضرت محمد بن علی ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ مراقبہ ایسے کیلئے کر کہ جس کی نظر سے تو غائب نہ ہو اور شکر ایسے کا کر کہ جس کی نعمتیں تجھ سے الگ نہ ہوں اور طاعت ایسے کی کر کہ جس کی ذات سے تو بے پرواہ نہ ہو۔ اور عاجزی اسکی کر کہ جس کی بادشاہت ہر جگہ پہ ہو۔ اور کسی کامل سے پوچھا گیا کہ حضور رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ کے کیا معنیٰ ہیں تب انھوں نے فرمایا کہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ اس سے راضی ہوگا کہ جس نے حق تبارک و تعالیٰ کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور آخرت کے لئے توشہ حاصل کیا۔

اللہ اکبر ایک روز حضرت شبلیؒ حضرت ابوالحسن نوریؒ کے پاس تشریف لے گئے دیکھا تو وہ ایک گوشہ میں چپ چاپ گردن جھکائے نہایت ہی سکون کے ساتھ سکینہ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تب حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ تم نے یہ مراقبہ اور سکون کہاں سے سیکھا فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک بلی تھی کہ جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک نہیں ہلاتی تھی سو اس سے میں نے یہ طریقہ سیکھا ہے۔ اور ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی جماعت پر گذرا کہ جو تیر اندازی کر رہی تھی اور اُن میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا میں اس کی طرف کو بڑھا اور چاہا کہ کچھ بات کروں تب فوراً ہی کہنے لگا کہ میاں باتیں کرنی بے سود ہیں خفتما ...

کے ذکر میں اپنے دل کو ڈوبا ہوا رکھو کہ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے پھر
عارف نے پوچھا کہ آپ تنہا کیوں بیٹھے ہیں فرمایا کہ تنہا نہیں ہوں بلکہ میرے
ساتھ میرا پروردگار ہے اور دو فرشتے ہیں پس ہم چار ہیں پھر عارف نے
پوچھا کہ راستہ کہاں ہے اُس نے اشارہ آسمان کی طرف کیا اور اٹھکر یہ کہتا
ہوا چلدیا کہ اے پروردگار اکثر تیری مخلوق تجھ سے غافل ہے۔ سو یہ گفتگو
ایسے ہی شخص کی ہے کہ جو اپنے پروردگار کے مشاہدہ میں ڈوبا ہوا ہو کہ جو
کچھ کہے وہ بھی اسی کا ذکر ہو اور جو کچھ سُنے وہ بھی اسی کے متعلق ہو۔
اللہ اکبر۔ ابو عبداللہ ابن خفیف رح فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی رودباری
کی ملاقات کے لئے مصر سے رَملہ کو جانے کا ارادہ کیا تب مجھ سے عیسٰی بن
یونس مصری نے جو زاہدوں میں سے تھے کہا کہ موضع صور میں ایک جوان
اور ایک ادھیڑ مراقبہ کی حالت میں ایک جا بیٹھے ہیں اگر تم ان کو صرف ایک
ہی نظر دیکھ لوگے تو کیا تعجب ہے کہ رحمت کے پھولوں سے تمہاری مراد
کا دامن بھر جائیگا یہ سنکر میں صور میں بھوکا اور پیاسا داخل ہوا کہ میری کمر میں
صرف ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے میں مسجد میں جو گیا تو دو شخصوں
کو دیکھا کہ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے ہیں میں نے سلام کیا انہوں نے جواب نہ
دیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا میں نے ان کو خدا کی قسم دی
کہ سلام کا جواب دیں تب جوان نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور میری طرف
دیکھکر کہا کہ اے خفیف کے لڑکے دیکھ کہ دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی میں
سے بھی تھوڑی ہے سو تو اس تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کر لے اے
خفیف کے لڑکے تو اپنی زندگی کو کتنی بڑی سمجھ رہا ہے کہ تجھے ہماری ملاقات
کی فرصت ملی پھر رحمت کی نظر سے میری طرف دیکھا اور ذکرِ الٰہی کے انوار

جیسی نعمت کا دروازہ میرے دل کی طرف کشادہ کیا تو چونکہ میں تین روز سے بھوکا پیاسا تھا فوراً ہی میری بھوک اور پیاس جاتی رہی اور ہمہ تن مجھکو انہوں نے اپنے رنگ میں رنگ دیا اور تمام جسم ذکرِ الٰہی کے برکت سے چمک اٹھا اور یہ نصیحت فرمائی کہ اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت کو لازم رکھنا کہ جس کے دیکھنے سے تجھ کو خدا یاد آوے اور اس کی ہیبت تیرے دل پہ پڑے اور وہ تجھ کو زبانِ فعل سے نصیحت کرے نہ زبانِ قول سے والسلام اب آپ تشریف لیجاویں۔ پس جن لوگوں کے دل پہ تعظیم الٰہی اور اجلالِ الٰہی غالب ہوتے ہیں ان کے مراقبے کا ایسا حال ہوتا ہے کہ اسمیں گنجائش کسی چیز کی باقی ہی نہیں رہتی۔ حق تبارک وتعالےٰ ہم سبکو اس کی یاد کا شوق عطا فرمائے اور ہمارے مردہ دلوں کو اس کی یاد سے زندہ فرمائے آمین۔ معلوم ہو کہ تبرکاً چند اہل مراقب حضرات کا اختصار کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے حق تبارک وتعالےٰ ان بزرگوں کے طفیل سے ہمارے دل کی آنکھیں پیدا فرمائے اور نورِ معرفت سے منور فرمائے آمین۔

حضرت خواجہ محمود قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حالات

اللہ اکبر۔ خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اس زمانہ کے مشائخ میں ایسا کون بزرگ ہے جو استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو۔ تاکہ دستِ ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس صفات کے بزرگ خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں۔

اللہ اکبر۔ ایک روز خواجہ رامیتنی قدس سرہ خواجہ محمود قدس سرہٗ کے

تمام اصحاب کے ساتھ قریہ رامیتن میں ذکر میں مشغول تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا مرغ سفید رنگ کا اڑتا ہوا ان سب کے سر پر سے گذر رہا ہے۔ جونہی وہ مرغ آپ کے سر پر سے گذرا فصیح زبان سے بول اٹھا کہ "اے علی مردانہ رہ"! سب ساتھی اس مرغ کو دیکھتے ہی اور اس کلمہ کو سنتے ہی بے ہوش ہو گئے جب ان کو افاقہ ہوا تو خواجہ علی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ ہم نے جو کچھ اسوقت دیکھا اور سُنا اس کی حقیقت کیا ہے۔ خواجہ علی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ خواجہ محمود کو اللہ تعالیٰ نے وہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ آپ ہمیشہ اُس مقام میں "جہاں اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہزاروں کلمات فرمائے"! پرواز کرتے ہیں۔ آپ اس وقت خواجہ دہقان قلتی جو خواجہ اولیاء کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں۔ ان کے سرہانے تشریف لیگئے تھے۔ کیونکہ ان کی وفات قریب آگئی ہے۔ اور خواجہ دہقان نے جناب ایزدی میں دعا کی تھی کہ میرے اس اخیر وقت میں اپنے دوستوں میں کسی کو بھیج کہ اس وقت مجھ کو مدد پہنچے۔ اسلئے خواجہ محمود کو حکم ہوا تھا کہ خواجہ دہقان کے پاس تشریف لیجائیں اور ان کے اخیر وقت میں ان کی مدد کریں ؎

چہ خوش است آں زمانے کہ بکشود کار آخر کہ اجل زدر در آید تو بہ سر رسیدہ باشی

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ کے حالات

سبحان اللہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ اور انہی کے ارشاد کی بنا پر حضرت خواجہ محمود کے مرید ہوئے۔ چنانچہ اس کا مختصر سا بیان ابھی گذر چکا ہے۔ آپ صاحب مقامات و کرامات اور مالک درجات و کمالات تھے۔ آپ کو عزیزان بھی کہتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے انہوں نے ایک درویش کو آپ کی خدمت شریف میں بھیجا۔ اور یہ تین سوال آپ سے کئے ایک یہ کہ آپ اور ہم آنے جانے والوں کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ آپ دستر خوان میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ آپ سے راضی ہیں اور ہمارے شاکی اس کی کیا وجہ ہے حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے اس کا یہ جواب دیا کہ احسان رکھ کر خدمت کرنیوالے بہت ہیں اور ان کا احسان اپنے اوپر رکھ کر کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کیجئے کہ دوسری قسم والے لوگوں میں آپ کا شمار ہو۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت خواجہ خضر علیہ السلام نے کی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے، آپ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حق سبحانہٗ کے بندے اُسی ذات کے عاشق ہیں جس کے خضر عاشق ہیں۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ہم نے سُنا ہے آپ ذکر جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آپ نے جواب دیا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا ذکر بھی جہری ہوا کہ مسموع ہوا۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے آپنے فرمایا کہ نکلنا (خودی سے) اور ملنا (حق سے)

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت منصور علیہ الرحمتہ کے سولی چڑھاتے وقت کوئی ایک شخص بھی خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے موجود ہوتا تو منصور ہرگز دار پر نہ چڑھائے جاتے۔

اللہ اکبر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشین رہو اگر خدا کی ہمنشینی نہیں کر سکتے ہو۔ تو اسکے ہمنشین رہو جو خدا کی ہم نشینی رکھتا ہے۔ کیونکہ خدا کے ہم نشین کا ہم نشین خدا کا ہمنشین ہے

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　گو نشین اندر حضور اولیاء

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ اس زبان سے دعا کرو جس سے کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو۔ یعنی دوستان حق کے سامنے تواضع اور نیازمندی بجا لاؤ تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ عمل کرے اور سمجھتا رہے کہ اُس نے کچھ نہیں کیا اور وہ قصور مند ہے۔ اور چاہئے کہ عمل کرنا پیر سے حاصل کرے

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو نیکوں کے پاس بیٹھیگا تو نیک ہو جائیگا۔ اور بدوں کے پاس بیٹھیگا تو بد ہو جائیگا۔

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ تو اگر ایسے شخص کے ساتھ بیٹھے جو خدا کی یاد کو تجھ سے بھلا دے تب تو جان لے کہ وہ تیرا شیطان ہے۔

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت　　وز تو نرمید زحمت آب و گلت

زنہار ز صحبتش گریزاں میباش　　ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

ترجمہ رباعی

جس شخص کے پاس آپ بیٹھیں اور اس کی صحبت سے آپ میں دلجمعی نہ پیدا ہو اور آب و گل کی کدورتیں[1] دور نہ ہوں، اس شخص کی صحبت سے دور بھاگو ورنہ علی عزیزان کی روح آپ کی اس غلطی کو معاف نہ کرے گی۔

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ یار نیک کی صحبت کار نیک کی صحبت سے بہتر ہے کیونکہ نیک کام تم کو تکبر اور پندار سے نہیں بچاتا۔ اور یار نیک تم کو صلاح و ثواب کا راستہ بتائے گا۔

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ خودی والے کے پاس مت بیٹھو۔ جو

---

[1] خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ؛ دہ چیز بروں کن ز درون سینہ ؛ بغض و حسد و ظلم و حرام و غیبت ؛ بخل و طمع و حرص و ریا و کینہ

شخص خودی سے پاک ہو اُس کے پاس بیٹھو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے دور والے نزدیک ہیں اور نزدیک والے دور۔ لیکن دور والے جو نزدیک ہیں وہ لوگ ہیں جو بظاہر بدن سے ہم سے دور ہیں اور دل وجان کے ساتھ ہم سے نزدیک ہیں۔ نزدیکانِ دور وہ لوگ ہیں کہ گو بظاہر ہماری صحبت میں ہیں مگر دل وجان سے ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا دل وجان کاروبار دنیا اور حرص وہوا میں مبتلا ہے اگرچہ وہ بظاہر ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر جان ودل ان کا دوسری جگہ ہے ہمارے لئے دوران نزدیک بہتر ہیں نزدیکان دور سے کیونکہ اعتبار دل وجان کی نزدیکی کا ہے کہ آب وگل کی نزدیکی لائق اعتبار نہیں ہے ؎

گر در یمنی کہ با منی پیش منی ۔۔۔ در پیش منی کہ بے منی در یمنی

ترجمہ۔ اگر ملک یمن میں ہیں آپ مگر ہمارے خیال میں ہیں گویا کہ آپ ہمارے پاس ہیں اور اگر آپ ہمارے سامنے ہیں مگر ہمارے ہم خیال نہیں ہیں۔ تو گویا یمن کے ملک میں ہیں۔

اللہ اکبر۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کون ہے اور بالغ طریقت کون۔ آپ نے فرمایا کہ بالغ شریعت وہ شخص ہے جس سے منی نکلے۔ اور بالغ طریقت وہ شخص ہے جو منی یعنی خودی سے نکل جائے درویش نے آپ کا یہ ارشاد سُن کر سر زمین پر رکھا آپ نے فرمایا کہ زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جو چیز سر میں رکھتے ہو یعنی خودی اسکو زمین پر رکھو۔

اللہ اکبر۔ آپ کے فرزند جانشین خواجہ ابراہیم قدس سرہ نے آپ سے پوچھا کہ اس کلمہ کے کیا معنے ہیں کہ فقیر خدا کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے

فرمایا کہ فقیر اپنی حاجت کیلئے خدائے بزرگ و برتر سے سوال نہیں کرتا کیونکہ خدائے عالم الغیب جب اس کی حاجت کو جانتا ہے تو پھر اس کو سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ غنا بے نیازی ہے یہ صفت اگرچہ مالداری کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں بے نیازی فقیر کی صفت ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص فقیر کو کوئی چیز دے۔ اور وہ اس کو نہ لے۔ کیونکہ لینا اس پر واجب نہیں ہے اور غنی اگر نہ دینا چاہے تو ممکن نہیں ہے کیونکہ دنیا اس پر واجب ہے۔ بموجب آیت شریف وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوٰۃ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اور خرچ کر دو اس چیز کو جو ہم نے تم کو بطور روزی کے دی ہے۔

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ فقیر اگر ہاتھ میں کچھ نہ رکھتا ہو۔ اور دل میں کسی چیز کا خواہاں نہ ہو تو وہ فقیر اچھی صفات والا ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ فقر میرا فخر ہے تو سچا ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھتا ہو مگر دل میں کسی چیز کا خواہاں ہو تو وہ محلہ بھر کا فقیر ہے نہ کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والا۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہوتا تو وہ نہ دل سے کسی چیز کا خواہاں ہوتا اور نہ زبان سے۔ اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ چیز رکھتا ہو اور پھر اور کا طلبگار ہو تو وہ بُری صفات والا فقیر ہے۔ جس کی نسبت اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ "روسیاہی" ارشاد ہوا ہے۔ یہ اُسی کا مصداق ہے۔ اور حدیث شریف ہے وَكَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا کہ فقر کفر تک لیجاتا ہے۔ اُسی کی شان میں آئی ہے

اللہ اکبر - آپ کے فرزند ارجمند نے آپ سے پوچھا کہ یہ حدیث اَلْفَقْرُ

سَوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَیْنِ وَکَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کہ فقیری دو جہانیں روسیاہی ہے اور فقر کفر سے قریب کرتا ہے اس حدیث شریف کے کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر میرا فخر ہے، مخالف ہے، اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دونوں حدیثیں اس فقیر کی شان میں ہیں۔ جو مخلوق کی طرف متوجہ ہو۔ یعنی وہ درویش جو فقر کو خلق پر ظاہر کرے۔ اور خلق سے کچھ چاہے۔ اور اپنے فقر کو آلہ گدائی اور کمانے کا وسیلہ بنائے۔

اللہ اکبر۔ یہ طریقہ حقیقت میں خدائے پاک کی شکایت ہے اور دنیا میں رسوائی ہے اور حق سبحانہ کی شکایت کفر ہے اور روز آخرت کی روسیاہی ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کا ہاتھ غنی کے ہاتھ سے اونچا رہتا ہے کیونکہ فقیر کا ہاتھ خدا کے ہاتھ کا نائب ہے۔ آنحضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلصَّدَقَۃُ تَقَعُ فِیْ کَفِّ الرَّحْمٰنِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِیْ کَفِّ الْفَقِیْرِ[1] صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں جاتا ہے فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ بندہ سے خطاب کرے کہ اے بندہ ہم سے کچھ طلب کر تو بندگی کی شرط یہ ہے کہ بندہ خدا سے سوائے خدا کے اور کچھ نہ مانگے کیونکہ جس نے خدا کو پایا اس نے سب کچھ پالیا۔ اور جس نے سب کو پایا اور خدا کو نہ پایا۔ اُس نے کچھ بھی نہ پایا ؎

گر کسے ہست در محبت چسُت ۔۔۔ از خدا جز خدا نخواہد جسُت

ترجمہ ، جو شخص کہ خدا کی محبت میں چسُت ہے وہ خدا تعالیٰ سے بجز خدا کے

[1] اس کو امام سیوطی علیہ الرحمتہ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

کچھ نہیں مانگتا۔

اللہ اکبر۔ آپ کے فرزند خواجہ ابراہیم قدس سرہٗ نے آپ سے پوچھا کہ منصور علیہ الرحمتہ نے کہا اَنَا الْحَقّ میں حق ہوں اور بایزید علیہ الرحمتہ نے کہا کہ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ میرے جُبّہ میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ دونوں قول شرع شریف کے موافق نہیں ہیں۔ پس منصور رحمتہ اللہ علیہ کو کیوں ٹکڑے کیا گیا۔ اور ان کی خاکستر کو ہوا پر اڑایا گیا۔ اور بایزید سے کچھ نہ کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ منصور نے پہلے اپنی ہستی کو پیش کیا۔ اپنے قول انا سے اس لئے ان کو اس کا اثر پہنچا اور بایزیدؒ نے اپنی مستی کو آگے کیا اور لفظ نہیں کہا اسلیئے وہ سلامت رہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ عالم چالیسؔ سال تک طالب علمی میں مشغول رہتا ہے اور مدرسہ کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور اُستاد کی خدمت کرتا ہے جب کہیں اس کو کچھ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور عارف چالیس سال تک فقر و فاقہ میں گذارتا ہے اور اپنے نفس کو ریاضت اور مجاہدہ میں ڈالتا ہے اور بلاؤں اور محنتوں اور تکلیفوں میں خوش رہتا ہے۔ تاکہ خدا کی نظروں میں جگہ حاصل کرے۔ عالموں کو ان کا علم عزت اور مرتبہ تک اور اہل فقر کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ ہر درخت سے وہ میوہ نکلتا ہے جو اسمیں مخفی ہوتا ہے۔ ع

از کوزہ ہماں تراود کہ دروست ترجمہ ہر برتن سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اسمیں ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو اگلی صف میں بیٹھے اور پچھلی صف والوں کیلئے عاجزی کے خیالات رکھے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ پچھلی صف میں بیٹھے اور اگلی صف والوں کی نعلی کرے۔ یعنی اگرچہ تو اپنی بزرگی اور مخدومی

کے سبب مسندِ صدر نشین پر بیٹھنے کے لائق ہے تیرے صفات خادموں کے سے ہوں۔ اور اپنے آپ کو اپنے دل میں سب سے کم درجہ شمار کرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تو پچھلی صف میں بیٹھے۔ اور اپنے آپ کو مسندِ صدر نشینی کے قابل خیال کرے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر خدا کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں دلی تجرید کی صفت نہ ہو۔ وہ کسی مراد کو نہیں پہنچتا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ تجرید معنوی کس چیز سے حاصل ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ ایثار سے پھر کہا گیا کہ ایثار کا نتیجہ کیا ہوتا ہے فرمایا کہ بر یعنی نیکی کہا گیا کہ بر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ برّ وہ ہے جس کا اللہ تعالےٰ اس آیت میں ذکر فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہرگز نہ پاؤ گے تم بہشت کو، یا دیدار الٰہی کو، یا شفاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا مغفرت حق سبحانہٗ تعالےٰ کو جب تک کہ تم ان چیزوں کو خرچ نہ کرو۔ جن کو تم دوست رکھتے ہو۔ تَمَّ کَلَامُهُ الْمُقَدَّس آپ کا کلام یہاں تک ختم ہوا۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ کے کلمات کی شرح میں مذکور ہے کہ تجرید کے دو قسم ہیں۔ صوری اور معنوی۔ تجرید صوری کی بھی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ کسی کے پاس ظاہر امال واسباب اور ملک و منصب اور مرتبہ اور اسباب اور مکانات اور باغ اور غلام اور لونڈییں اور اس قسم کی اور کوئی چیز موجود نہو اور بظاہر وہ تعلقات دنیا سے آزاد ہو اور دل سے بھی وہ ان میں سے کسی چیز کا خواہاں نہ ہو۔ پس یہ پہلی قسم تجرید صوری کی ہے۔ تجرید صوری کی دوسری

قسم یہ ہے کہ اشیا مذکورہ میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو مگر دل اُسکا ان
چیزوں کا خواہشمند ہو ایسی تجرید کسی کو نفع نہیں دیتی۔ بلکہ ایسی تجرید والا شخص
گدائے محلہ ہے اور وہ تجرید کہ درویش کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور اس کا دل
بھی اشیا مذکورہ کا خواہشمند نہ ہو تو یہ اُس کو فائدہ مند ہے۔ اور اُسکو کشائش
بخشے گی۔ اور بہت سے اسرار اس پر منکشف ہونگے۔ تجرید معنوی یہ ہے
کہ آدمی کا باطن تعلقات دنیا سے خالی ہو۔ کبر و حسد و بغض و کینہ و تکلف
اور دکھلاوے اور جھوٹ اور غیبت اور خود بینی و خود آرائی اور بخل اور
تکلیف دہی۔ اور ظلم اور بد اندیشی وغیرہ برے صفات سے خالی ہو۔ بلکہ اسکا
باطن تسبیح و تقدیس۔ رحم و شفقت و علم و توکل و توحید و مراقبہ و مجاہدہ و مشاہدہ
اور ذکر و فکر و طاعت و عبادت و صدق و اخلاص و محبت و ذوق وغیرہ نیک
صفتوں سے متصف ہو۔ ایسی تجرید اس کو مقصود کا راستہ دکھلاتی ہے۔ جس
کے بڑے بڑے نتائج ہیں۔ اور اگر کسی کے پاس املاک اور اسباب اور
منصب و مرتبہ و مال وغیرہ سب چیزیں ہوں مگر اس کا دل اُن چیزوں پر
متوجہ نہ ہو۔ اور ان چیزوں کی محبت سے اس کا دل خالی ہو۔ بلکہ ان چیزوں
کو وصول بقا کا آلہ اور فنا فی اللہ کے حصول کا ذریعہ بناتا ہو تو یہ بھی تجرید
معنوی میں داخل ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے انبیا اور اولیا گذرے ہیں
کہ جن کے پاس بہت کچھ مال اور مرتبہ اور ملک و اسباب موجود تھے مگر ان
کیلئے یہی چیزیں قرب حق تعالےٰ اور رضائے حق جل شانہ کے حصول کا
سبب ہوگئیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علےٰ نبینا و علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پاس ستر کتے سونے کے پٹے پہنے ہوئے تھے۔ جو
آپ کی بکریوں کے چرواہے کے ساتھ ملکر حفاظت کیا کرتے تھے۔ اب اسی

پر آپ کے دوسرے املاک کا قیاس کیا جا سکتا ہے آپ نے اس تمام دولت کو راہ خدا میں صرف کر دیا جس کے واقعات طویل ہیں۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھی ملک اور مال اور مرتبہ اور لشکر اور روئے زمین کی سلطنت تھی۔ مگر آپ کو یہ تمام چیزیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں۔ کیونکہ ان کی ان چیزوں سے ذرا بھی دلبستگی نہ تھی۔

اور خدائے عزوجل کی دی ہوئی چیزوں کو رد نہیں کر سکتے تھے۔ اسلئے تمام املاک اور اسباب کو آپ نے سعادت اخروی کا ذریعہ بنا لیا۔

اور آپ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے بلکہ آپ زنبیل بُنکر اپنے کسی خادم کو بیچنے کیلئے دیتے تھے۔ اور اس کی قیمت سے اپنی بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ یہ امر اس پر دلیل ہے۔ کہ آپ کے دل میں محبت مال اور مرتبہ کی نہ تھی۔

اسی طرح سکندر ذوالقرنین علیہ السلام کی بھی سلطنت اور دولت نقصان نہ پہنچا سکی۔ کیونکہ انہوں نے کسی چیز کی محبت کو اپنے دل میں راہ نہ دی تھی وہ ان سب چیزوں کو خدا کی ملکیت سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے درگاہ حق تعالےٰ کا تقرب حاصل کیا۔

اسی طرح شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ نہایت دولت اور حشمت والے تھے۔ اور بہت کچھ تکلفات رکھتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے اپنے گھوڑوں کے نعل سونے کے بنوائے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جو کچھ آپ نے کیا ہے عین اسراف ہے آپ نے جواب دیا کہ سونا بھی دنیا کی ایک چیز ہے اور دنیا کا پاؤں کے نیچے رہنا بہتر ہے۔

مقصود اس تمام گفتگو کا یہ ہے کہ یہ انبیا اور اولیا جن کا ذکر ہم کر چکے

ہیں بظاہر دنیا دار تھے۔ مگر تجرید معنوی اُن کو حاصل تھی۔ اسلئے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔

حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو تجرید معنوی حاصل نہ ہو وہ کسی طرح مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نے اس حدیث شریف کے معنی پوچھے۔ تُسَافِرُوْا تَصِحُّوْا وَاغْتَنِمُوْا (سفر کرو صحت پاؤگے اور اس کو غنیمت جانو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ سفر کرو اپنی خودی سے وجود حق تعالےٰ کی طرف تو صحت پاؤگے حوادثِ حدوث سے اور اس کو غنیمت جانو جب تم اپنے نفس کے عالم صحرا میں سفر کروگے اور ہر مقام کی ہوائے لطیف حاصل کروگے تو اپنے وجود کی صحت حاصل کرلوگے۔ پس شک اور شبہ کے مرض سے اور ریا اور مکاری اور حرص و امید و بغض و کینہ و حسد و نفاق و بخل و کبر و عجب و خود پسندی و خود نمائی و بداندیشی و آزار و ستم اور تمامی برے اخلاقوں کے رنجوں سے اس سفر کی وجہ سے رہائی پاؤگے۔

پس ایسی صحت کو غنیمت سمجھو اور عمر چند روزہ کو طاعت اور عبادت میں صرف کرو۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نے پوچھا کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مرد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ پورا مرد۔ اور آدھا مرد۔ اور نامرد۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پورے مرد کی صفت کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وہ ایسے مرد ہیں جن کو خدا کی یاد سے تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرسکتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی یہی حال وارد تھا جب تو آپ نے

بیان فرمایا ہے کہ تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

اور آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکر قلبی کی بھی لذت آتی ہو۔ مگر وہ اتنی ہی بات پر قانع ہو گیا ہو۔ یعنی یہ کیفیت کہ جب تک اس کی زبان ذکر میں مشغول رہے اس کا دل بھی اُس ذکر سے لذت پاتا رہے۔ اور جب وہ ذکر کو چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہ جائے۔

اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو۔ یعنی ذکر کرے۔ مگر خدائے تعالےٰ کے لئے نہ کرے۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ تَعَالیٰ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَھَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ جو شخص چالیس دن صبح کو خاص خدا کیلئے پورے اعتقاد کے ساتھ دل سے بے غش وغل روح کی آگاہی اور یقین کی درستی اور پوری توجہ اور رجوع سے خدائے تعالےٰ کیلئے عبادت کرے نہ کسی اور غرض سے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے نکلکر اس کی زبان پر جاری ہو جائینگے۔ بہت لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر اکثر کو یہ بات حاصل نہ ہوئی۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت عزیزان قدس سرہ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس راستہ میں سچے نہ تھے اور اُن کا مقصود چالیس صبح کی بیداری سے یہی تھا کہ حکمت کے چشمے ان کے دل سے ان کی زبان پر آجائیں۔ خالصاً خدائے تعالےٰ ان کا مقصود نہ تھا۔ اسلئے ان کا مقصد حاصل نہ ہوا۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے

لہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری نے اس کو باسناد صحیح نقل کیا ہے ۱۲ ؎۲ حصن حصین میں نقل کیا ہے ۱۲

روزازل میں تمام آدمیوں کی ارواح سے خطاب کرکے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ارواح نے جواب دیا کہ بَلٰی بیشک تو ہمارا رب ہے پس قیامت کے دن جب تمام موجودات فنا ہوجائینگے سوائے ارواح اور ان چیزوں کے جن کو اللہ تعالےٰ چاہیگا۔ اللہ تعالےٰ اس روز خطاب فرمائیگا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج ملک کس کا ہے، اس وقت کسی کو جواب دینے کی مجال نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ خود ہی جواب دیگا کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ خدائے یکتا قہار ہی کیلئے مملکت ہے، حالانکہ چاہئے تھا کہ جس طرح ازل میں ارواح نے قول اَلَسْتُ کا جواب دیا تھا اسی طرح قیامت میں بھی جواب دے دیتیں۔ کہ خدائے واحد وقہار کیلئے حکومت ہے اور خاموش کیوں رہیں۔ حضرت عزیزانؒ نے جواب دیا کہ روزازل تمام احکام شرعیہ کے تکالیف کے قرار داد کا دن تھا۔ اسلئے ارواح نے بلٰی کہا۔ مگر روز آخرت احکام شرعیہ کی تکالیف کے اٹھادینے اور ظہور حالات حقیقی اور مشاہدہ عالم کبریا کی ابتدا کا دن ہے۔ اس کے علاوہ اپنے اعمال کی خجالت اور حیرت اور وحشت ایسی رہیگی کہ دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ خود ہی ارشاد فرمائیگا کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ خدائے یکتا وزبردست ہی کے لئے مملکت ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک شخص حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ میرے حال پر توجہ فرمایا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بازار کو جاؤ اور ایک لوٹا خرید کر بطور تحفہ کے ہمارے پاس پیش کرو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس لوٹے پر میری نظر پڑے گی تو تو بھی میرے پیش نظر ہوجایا کرے گا۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک جماعت عقلمندوں کی حاضر ہوئی۔ اور آپ کی صحبت میں شریک ہوئی۔ اثنار کلام میں اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ علما پوست ہیں اور فقرا مغز۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مغز پوست کی حمایت میں رہتا ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت عزیزان قدس سرہٗ مراقبہ میں مشغول تھے اتنے میں ایک مدعی آیا اور اُس نے بطور امتحان کے آپ سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اکھیڑنا اور ملنا یعنی غیر سے اکھیڑنا اور حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ملنا ؎

(۱) تا بر نکنی ز غیر حق دل — ہرگز نہ شوی بدوست واصل
(۲) بگسل ز علائق خلائق — چندانکہ شوی بدوست لائق
(۳) چوں پاک شوی ز چرک دنیا — بینی عقبات راہ عقبیٰ
(۴) ہر عقبیٰ کہ پیش تو بیاید — دانی کہ دراں چہ چارہ باید
(۵) چوں چارۂ کار خویش دانی — خود را بخدائے خود رسانی

ترجمہ ؎

(۱) جب تک تو غیر حق سے اپنے دل کو برداشتہ نہ کریگا۔ ہرگز دوست سے واصل نہ ہوسکے گا۔

(۲) خلق کے علاقوں سے ٹوٹ کر دوست کے ملنے کے لائق ہو۔

(۳) جب تو دنیا کی لوث سے پاک ہوجائیگا۔ تو تجھ کو راہ عقبیٰ کی منزلیں نظر آئیں گی۔

(۴) جب کوئی منزل تیرے سامنے آئیگی۔ تو اس کی تدبیر کرسکیگا۔

(۵) جب تو اپنے چارۂ کار (تدبیر) کو جان لیگا۔ اپنے کو خدا تک پہنچا سکیگا۔

اللہ اکبر۔ ایک شخص نے راہ انکار سے آپ کی شان میں کہا کہ عزیزان ایک بازاری ہے یعنی سوت کی خرید وفروخت کیلئے بازار میں پھرتا رہتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کو زاری بہت پسند ہے۔ پس عزیزان کیونکر بازاری نہ ہینے یعنی درگاہِ الٰہی میں زاری اور بُکا اور درود سوز و نیاز اور مسکینی کی بڑی چاہت ہے ؎

در خانۂ عشق سلطنت نیست   جز درد و نیاز و مسکنت نیست

ہر کسے کہ بود نیاز مند تر   کارش ز ہمہ بود بلند تر

ترجمہ ؎ عشق کچھ خانہ سلطنت تو نہیں ہے۔ اس میں سوائے درد و نیاز اور مسکنت کے اور کیا ہے! جو شخص جتنا زیادہ نیاز مند ہو۔ اسی قدر اس کا مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ شہر خوارزم میں شام کو سوت بیچنے والوں کے بازار میں جاتے تھے اور جن فقیروں کا سوت نہ بکتا تھا۔ اُن کا سارا سوت خرید کر گھر لے آتے۔ اور چالیس گز کرباس (نام جامہ) اسطرح سے بن لیتے تھے۔ کہ خود گھر کے ایک کونہ میں بیٹھکر مراقبہ میں مشغول ہوجاتے اور وہ چالیس گز کرباس بغیر اس کے کہ آپ کا ہاتھ لگے خود بخود تیار ہوجاتا تھا۔ جیسے کہ حضرت حسین بن منصور قدس سرہٗ کے بارہ میں منقول ہے۔ کہ آپ نے ایک نداف کو اپنے کسی کام کیلئے بھیجا اور خود اس کے گھر میں بیٹھے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سب دانے روئی کے جدا ہوگئے اُنکا اس کرامت کی وجہ سے حلاج یعنی نداف نام مشہور ہوگیا۔ اور اسی طرح حضرت عزیزان کا نساج لقب رکھا گیا۔

چنانچہ حضرت مولٰنا رومی قدس سرہٗ نے اشارہ کیا ہے ؎

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے بندہ اعیان بخارا خواجۂ نساج را

علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجۂ نساج کی کس طرح غلامی اختیار کرتے۔

ممکن ہے کہ اس کرپاس کو مردان غیب یا مسلمان جنات جو آپ کے مرید تھے یا فرشتے حکم الٰہی سے بن دیتے ہوں۔ یا بغیر ان تمام اسباب کے وہ کپڑا بنا جاتا ہو۔ جن کو ہم نہیں جان سکتے ہیں۔ پس حضرت عزیزان قدس سرہٗ اس کرپاس کو بازار لے جاتے اور فروخت کرتے۔ اور جو کچھ نفع اس سے حاصل ہوتا اس کے تین حصہ تقسیم کرتے۔ ایک حصہ علما پر صرف کرتے دوسرا حصہ فقرا پر تیسرا حصہ اپنے اہل وعیال پر۔

اللہ اکبر۔ حضرت سید آتا قدس سرہٗ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے ہمعصر تھے اور دونوں میں کبھی کبھی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ شروع میں حضرت سید آتا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی ایک روز سید آتا سے آپ کی جناب میں بے ادبی ہوگئی۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں ترکوں کی ایک جماعت صحرا کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سید آتا کے لڑکے کو قید کرکے لیگئی۔ سید آتا کو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اس بے ادبی کی وجہ سے ہوا۔ جو حضرت عزیزان کی خدمت میں سرزد ہوئی۔ پس معافی چاہنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ آپ کی دعوت کی اور قبولیت کے امیدوار ہوئے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے آپ کی غرض پر آگاہ ہوکر اس کو قبول فرمایا۔ اور دعوت میں ان کے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس مجلس میں سب سے بڑے بڑے علما اور مشائخ وقت موجود تھے۔ حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہٗ اس وقت نہایت کیفت کے عالم میں تھے۔ جب خادم نمک دان لایا اور

دستر خوان بچھایا اُس وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عزیزان انگلی نمک دان میں نہیں ڈالیگا۔ اور ہاتھ کھانے تک نہیں لیجائیگا۔ جبتک کہ فرزند سید آنا اس دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ سب حاضرین آپ کے فیضان کلام کے ظہور اثر کے منتظر ہوئے۔ اسی وقت سید آنا کا فرزند گھر میں آپہنچا۔ یک بارگی مجلس میں شور بلند ہوا۔ اور لوگ حیران ہو گئے۔ اور ترکوں کی جماعت کے فیصلہ سے اُس کی رہائی کی کیفیت دریافت کی اس نے کہا کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا ہوں کہ میں اس وقت جماعت ترکان کے ہاتھ قید تھا۔ اور وہ مجھ کو مقید کرکے اپنے ملک کو لیجا رہے تھے اور اب میں اپنے آپ کو آپ کے پاس دیکھ رہا ہوں۔ تمام اہل مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حضرت عزیزان کا ہے اللہ اکبر۔ ایک روز ایک مہمان عزیز خواجہ عزیزان قدس سرہٗ کے مکان پر آیا۔ اور اس وقت آپ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اسلئے وہ مسافر بہت انتظار کرکے باہر نکلا۔ فوراً ہی ایک لڑکا جو کھانا فروخت کیا کرتا تھا اور وہ حضرت کے معتقدوں میں سے تھا معہ ایک خوان کے جو کھانے سے بھرا ہوا تھا پہنچا۔ اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ کو اس لڑکے کا اس وقت کھانا لیکر آنا نہایت پسند آیا۔ اور بڑی خوشنودی کا باعث ہوا بالآخر مہمان کو کھانا کھلایا۔ پھر اس لڑکے کو طلب کرکے ارشاد فرمایا کہ نہایت پسندیدہ خدمت تجھ سے ادا ہوئی۔ تیری جو مراد ہو وہ تو مانگ انشاء اللہ تعالےٰ پوری ہو گی۔ لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو جاؤں جیسے کہ آپ ہیں۔ حضرت عزیزان نے فرمایا کہ یہ نہایت مشکل امر ہے اور تجھ پر اس کا بار عظیم پڑ جائیگا۔ جس کے

کھینچنے کی تجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لڑکے نے بہت کچھ عاجزی کی اور کہا میری مراد اور میرا مقصد تو یہی ہے۔ اس کے سوا میری کچھ آرزو نہیں ہے حضرت عزیزان نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ پس آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خاص میں لے گئے اور آپ نے اس پر توجہ ڈالی۔ ایک ساعت میں حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی تشبیہ اس پر وارد ہوئی۔ اور وہ فوراً ہی بصورت و سیرت ظاہراً و باطناً حضرت عزیزان ہو گیا۔ اور بعینہ بلا کسی فرق کے مثل خواجہ عزیزان بنگیا۔ اس کے بعد کم و بیش چالیس دن تک وہ لڑکا زندہ رہا۔ بالآخر اس بار گران کی طاقت نہ لا سکا۔ اور مر گیا۔

اللہ اکبر۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے باشارۂ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم کا ارادہ فرمایا۔ اور آپ خوارزم کے شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچکر ٹھیر گئے اور دو درویشوں سے خوارزم کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ فقیر آپ کے دروازہ پر آیا ہوا ہے۔ اور ٹھیرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کی مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے۔ اور ان درویشوں سے آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر بادشاہ اجازت دے تو بادشاہ کی مہر بھی بطور نشانی کے اس پر کرا لاؤ۔ جب وہ فقیر بادشاہ کے پاس گئے اور جو کچھہ حضرت عزیزان نے فرمایا تھا بادشاہ سے کہدیا۔ تو خوارزم شاہ اور اس کے ارکان دولت ہنسنے لگے اور کہا کہ یہ درویش سادہ اور نادان ہیں۔ پس مذاق اور دل لگی سے حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہٗ کی خواہش کے مطابق اجازت نامہ لکھکر مہر بادشاہی اس پر ثبت کر کے درویشوں کے حوالہ کر دیا وہ درویش اُس کو لے کر حضرت عزیزان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بادشاہی فرمان پہنچایا۔ اس وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے قدم

مبارک شہر میں رکھا۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور طریقہ حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے شغل میں مشغول ہوئے۔

آپ صبح کے وقت مزدوروں کی تلاش میں اُن کے قیام گاہ پر جاتے اور روزانہ ایک دو مزدوروں کو گھر لے آتے۔ اور ان سے فرماتے کہ پوری طرح وضو کرو اور دوسرے وقت کی نماز تک ہمارے ساتھ رہو۔ اور ذکر کرو پھر اپنی مزدوری ہمارے سے لو اور چلے جاؤ۔ لوگ نہایت شکریہ سے آپ کی صحبت کو قبول کرتے اور جب ایک روز اس طریقہ سے گذر جاتا۔ تو حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے اثر صحبت اور کمال تصرف و کرامت سے اُن میں ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے کہ آپ کی جدائی کی طاقت ان میں نہ رہتی۔ تھوڑی مدت کے بعد اس ملک اور اطراف کے اکثر لوگ حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور عالموں اور طالبوں کا اژدہام کثرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہونے لگا یہ خبر خوارزم شاہ کو پہنچی کہ ایک شخص اس شہر میں ایسا ظاہر ہوا ہے کہ اکثر لوگ اس کے ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور اس کی خدمت کیلئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ خوارزم شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو۔ کہ اس کے معتقدین کی کثرت اور اجماع سے ملک میں کوئی خلل اور فتنہ پیدا ہو اور کوئی فساد ایسا برپا ہو جائے کہ جس کا پھر انسداد نہ ہو سکے بادشاہ اس وہم میں گرفتار ہو کر حضرت کو شہر خوارزم سے نکال دینے کے درپے ہوا۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے ان دونوں درویشوں کو بادشاہ کا اجازت نامہ مہر شاہی سے ثبت کیا ہوا دے کر خوارزم شاہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم تمہاری اجازت سے اس شہر میں آئے تھے۔ اگر تم اپنے عہد کو توڑتے ہو تو ہم ابھی یہاں سے چلے جائینگے۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ کے حالات

سبحان اللہ۔ طریقت میں آپ کا انتساب حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے ہے اور آپ اُن حضرت عزیز الوجود کے اکمل اصحاب اور خلفاء سے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ حضرت خواجہ کے فرزند قبولی ہیں۔ آپ شاہ نقشبندؒ کی ولادت سے پہلے جب محل کوشک ہندوان سے گذرتے تو فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے۔ اور بہت جلد یہ کوشک ہندوان قصر عارفان بن جائیگا۔ جب یہ وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو اور زیادہ ہو گئی ہے۔ غالباً وہ مرد خدا پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ کی ولادت کو تین روز گذر چکے تھے۔ آپ کے جد امجد آپ کو حضرت خواجہ بابا قدس سرہٗ کی نظر کیمیا اثر میں لیکر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی۔ اور عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت کرنے میں اگر تم کوئی کمی کرو گے تو میں تم کو معاف نہ کرونگا۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت ادب سے ہاتھ سینہ پر باندھ کر عرض کیا کہ میں اگر ان کی تربیت میں کمی کرونگا۔ تو میں مرد نہیں ہوں۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو میرے جد بزرگوار نے مجھ کو حضرت

بابا سماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کی قدمبوسی کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کی کرامت یہ دیکھنے میں آئی۔ کہ اسی رات مجھ میں تصرف پیدا ہو گیا تھا میں اٹھا اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا۔ اس وقت میری زبان سے یہ نکلا۔ کہ اے خدا اپنی بلاؤں کے اٹھانے کی طاقت مجھ کو عطا فرما۔ اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت مجھ کو دے۔ جب میں صبح کو حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا کر۔ اور خدائے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلاؤں میں مبتلا نہ ہو۔ اور اگر اللہ تعالےٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اس کو برداشت کی طاقت بھی عطا فرماتا ہے۔ اور اس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنی خواہش سے بلا کو طلب کرنا مشکل ہے۔ اسلئے گستاخی نہیں کرنی چاہئے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جس روز حضرت بابا میری دعوت کو قبول فرما کر میرے مکان کو تشریف لیچلے پہلے اپنے گھر سے کھانا طلب فرما کر تناول کیا اور ایک روٹی مجھے عطا فرمائی میرے دل میں خیال گذرا کہ یہاں سیر ہو کر کھانا کھا لیا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں ہم مکان پر پہنچ جائینگے یہ روٹی میرے کس کام آئے گی۔ آپ نے میرے اس خطرے سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند اس روٹی کو حفاظت سے رکھو کام آئے گی۔ میں نے اس کو حفاظت سے رکھ لیا۔ آپ روانہ ہوئے۔ اور میں نہایت نیازمندی کے ساتھ آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ اثنا راہ

میں میرے باطن میں کوئی کمی یا خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کر۔
جب آپ باغ جوی مولیان میں پہنچے تو ایک مخلص کے مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے
اس مرتبہ بھی حسب عادت قدیم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس مخلص نے نہایت
بشاشت اور نیازمندی کا اظہار کیا۔ آپ نے ایک ضعیفہ کو جو گھر میں سے بیقرار
نکلی تھی دیکھ کر فرمایا کہ صحیح صحیح حال بیان کر۔ اس نے عرض کیا کہ دودھ تو
اس وقت موجود ہے روٹی نہیں ہے۔ ہر چند جستجو کر رہی ہوں دستیاب نہیں
ہوئی۔ تاکہ روٹی اور دودھ آپ کی خدمت میں حاضر کر سکوں۔ آپ نے
میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روٹی دو کہ اس نیازمند کا دل مطمئن ہو جائے
فرزند تم نے دیکھا کہ بالآخر وہ روٹی کام آئی۔

حضرت خواجہ قدس سرہ سے اسی طرح اور بھی کرامتیں راستہ میں مشاہدہ
ہوتی رہیں۔ اور مجھ کو ان کرامتوں کے دیکھنے سے اور بھی آپ کے ساتھ اعتقاد
بڑھتا گیا۔

حضرت سید شمس الدین خواجہ امیر کلال قدس سرہ کے حالات

اس صاحب ولایت کا انتساب اس باریک طریقہ میں حضرت بابائے سماسی
قدس سرہ سے ہے آپ سید صحیح النسب اور نہایت شریف اور نجیب خاندان
سے تعلق رکھتے ہیں آپ کی پیدائش اور وفات کی جگہ قریہ سوخارہ ہے اور
آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے۔ بخارہ کی زبان میں پیشہ کوزہ گری کرنے
والے کو کلال کہتے ہیں۔

حضرت امیر کلال قدس سرہ ابتدا جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز
حضرت بابا سماسی کا گذر حضرت امیر کی کشتی کے اکھاڑہ (تعلیم) پر ہوا۔ اور بہت

دیر تک آپ معرکہ کشتی کو ملاحظہ کرتے رہے حضرت بابا کے بعض اصحاب کے دلمیں خطرہ گذرا کہ آپ کے بدعیتوں کے اس معرکہ کی طرف متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے۔ حضرت بابا نے اس خطرہ سے آگاہ ہوکر فرمایا کہ اس معرکہ میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے بہت سے لوگ درجہ کمال کو پہنچینگے۔ اس پر ہماری نظر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو خود شکار کروں۔ اس اثنا میں امیر کی نظر خواجہ کے روئے مبارک پر پڑی اور حضرت خواجہ کے جاذبۂ توجہ اور تصرف نے امیر کو مسخر کرلیا۔ وہاں سے پھر حضرت خواجہ روانہ ہوگئے اور امیر بے طاقت ہوکر معرکہ کو چھوڑ حضرت خواجہ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے گھر پہنچ گئے تو حضرت امیر کو اپنی خلوت خاص میں لے جاکر طریقہ عالیہ کی تلقین فرمائی اور امیر کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد سے حضرت امیر کبھی کشتی کے دنگل میں اور بازار کی سیر کو تشریف نہیں لے گئے تیئیس ۲۳ سال تک ہمیشہ حضرت بابا کی خدمت میں حاضر رہے ہفتہ میں دوبار دوشنبہ اور پنجشنبہ کو قریہ سوخار سے سماس کو تشریف لیجاتے تھے، اور حضرت بابا کی خدمت میں مشرف ہوتے۔ اور واپس آجاتے۔ ان دونوں گاؤںکا فاصلہ پانچ کوس کا ہے۔ آپ اس آنے جانے کی مدت میں حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں مشغول رہتے۔ اس طرح کہ کوئی شخص مطلع نہ ہوسکے یہاں تک کہ آپ نے حضرت خواجہ کی تربیت میں تکمیل اور ارشاد کی دولت کو حاصل کرلیا۔ حضرت امیر کی صحبت کی دولت سے چار شخص مرتبۂ تکمیل سلوک اور جلالت کو پہنچے۔ آپ کے تمام مریدوں کی تعداد ایک سو چودہ یا اس سے زیادہ تھی۔

اللہ اکبر۔ حضرت امیر کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں

تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد پیدا ہوتا تھا جب یہ کیفیت کئی بار گذری تو میں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے۔ جو حمل میں ہے اس کے بعد کھانے میں بہت احتیاط کرنے لگی اور اسکی ولادت کی منتظر رہی۔

اللہ اکبر۔ اسی زمانہ میں جب کہ حضرت امیر کلال نوجوانی میں کشتی لڑتے تھے آپ کے گرد معرکہ اور ہنگامہ ہوا کرتا تھا۔ ایک روز اثنائے کشتی میں ایک شخص کو خیال پیدا ہوا کہ یہ سید زادہ صحیح النسب کشتی کیوں لڑتے ہیں۔ اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ اس کو وہیں اکھاڑہ میں نیند آگئی کیا دیکھتا ہے کہ قیامت برپا ہے اور وہ خود سینہ تک کیچڑ اور مٹی میں پھنسگیا۔ اور مضطرب ہے اتنے میں حضرت امیر کلال آئے۔ اور اس کے دونوں بازو پکڑ کر آسانی کے ساتھ اس کیچڑ میں سے نکال لائے۔ جب وہ شخص خواب سے بیدار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہم زور آزمائی اسی دن کے لئے کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے حالات

سبحان اللہ۔ اس مرکز دائرۂ قطبیت کا بظاہر حضرت امیر کلال قدس سرہ سے انتساب ہے مگر حقیقتاً آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ تعالے سرہ کے اویسی فیض یافتہ ہیں۔ اور اسی سردار سلسلہ خواجگان قدس اللہ تعالے اسرارہم کی روحانیت سے آپ کی تربیت باطنی ہوئی۔ حضرت امیر کلال نے اپنے اخیر وقت میں اپنے تمام مریدوں کو حضرت خواجہ کی پیروی کرنے کیلئے حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ خواجہ بہاؤالدین ذکر جہری میں آپ کی متابعت نہیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب

پر جو کچھ گذرتا ہے۔ وہ حکمت الٰہی پر مبنی ہے ان کا اس میں کچھ اختیار نہیں ہے
پھر آپ نے یہ مصرعہ پڑھا ع

اے ہمہ تو من کیم چنانکہ تو داند داری

یعنی جو کچھ ہے سو تو ہی تو ہے میں کیا چیز ہوں۔ جیساکہ تو مناسب جانتا ہے رکھتا ہے۔

اور فرمایا کہ تم نے خلفا خواجگان کا یہ کلام نہیں سُنا کہ اگر تجھ کو بغیر تیرے باہر نکالیں تو تو خوف مت کر اور اگر تو خود باہر نکلا ہے تو تو خوف کر۔ حضرت خواجہ کی جائے پیدائش و وفات قصر عارفان ہے۔ جو بخارا سے ایک کوس پر ایک گاؤں ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴ ماہ محرّم ۷۱۸ھ ہجری میں ہوئی۔ زمانہ لڑکپن سے ولایت کے آثار اور کرامت کے انوار آپ کی جبیں مبارک سے ظاہر و آشکار تھے خواجہ بابائے سماسی قدس سرہٗ نے آپ کے ظہور کی بشارت آپ کی پیدائش سے پہلے دی تھی۔ اور آپ کی ولادت کے بعد آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور آپ کی تربیت سید امیر کلال قدس سرہٗ کے حوالہ کی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ چونکہ حضرت خواجہ طریقت میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی طرف سے اویسیت پر عمل کرنے کیلئے مامور تھے۔ جیساکہ آگے آئیگا۔ اس لئے آپ نے ذکر خفی اختیار فرمایا۔ اگرچہ بزرگان سلسلہ خواجہ محمود فغنوی کے زمانہ سے سید امیر کلال کے زمانہ تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کرتے رہے۔

ایک روز حضرت امیر قدس سرہٗ نے اپنے تمام چھوٹے بڑے مریدوں کے مجمع کثیر اور جم غفیر میں جو کہ تقریبًا پانسو آدمی مسجد اور جماعت خانہ کی تعم

کیلئے قریہ سوخار میں جمع ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اے دوستو! میرے فرزند خواجہ بہاؤ الدین کے بارہ میں تم بدگمانی کرتے ہو۔ تم نے اس کو نہیں پہچانا۔ ہمیشہ خدائے پاک کی نظر خاص اس کے شامل ہے۔ اور خدائے تعالےٰ کے بندوں کی نظر حق سبحانہ کی نظر کے تابع ہے۔ بلکہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ کو طلب کرکے فرمایا کہ اے میرے فرزند بہاؤ الدین کہ میں حضرت خواجہ بابائے سماسی قدس سرہٗ کی وصیت جو تمہاری بابت انہوں نے فرمائی تھی کہ۔ جیسے میں نے تمہاری تعلیم و تربیت کی ہے تم بھی میرے فرزند بہاؤ الدین کی ویسی ہی تعلیم و تربیت کرنا۔ اور اس میں کچھ کمی نہ کرنا۔ میں نے پوری پوری تعمیل کی۔ پھر آپ نے سینہ بے کینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے اپنے پستان کو خشک کرلیا۔ اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے باہر نکل گیا ہے۔ مگر تمہاری ہمت کا مرغ بہت بلند پرواز واقع ہوا ہے اب تم کو اجازت ہے کہ جہاں سے خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے۔ ترک و تاجیک سے طلب کرو اور اپنی ہمت کے بموجب طلب کرنے میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ کرو۔

جسوقت حضرت خواجہ مولانا زین الدین کی ملاقات کیلئے تشریف لیگئے تو صبح کی نماز کے بعد مولانا اورادِ جہریہ میں مشغول ہوئے۔ اور حضرت خواجہ بھی آکر بیٹھ گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ اے خواجہ ہمارا نقش بھی باندھو۔ یعنی ہمارے حال پر توجہ کرو۔ حضرت خواجہ نے بطور تواضع کے جواب دیا کہ ہم خود نقش بننے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد مولانا آپ کو مکان پر لائے اور آپکی ضیافت کی اور دونوں کی باہم بڑی صحبت رہی۔ تین دن تک آپ نے انپہ توجہ فرمائی غالباً اُسی روز سے آپ کا لقب نقشبند ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ آپ کی

پہلی ہی صحبت میں ماسوا کا نقش سالک کے دل سے مٹ جاتا تھا۔ اس لئے
آپ نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں۔ اور چونکہ نقشبند صورت دہندہ
اور پیدا کنندہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ اسلئے کہ جس وقت صفت تکوین آپکو
عنایت ہوئی ممکن ہے کہ خطاب نقشبند بھی بارگاہ رب العزت سے آپ کو
سرفراز ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا
ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول جو اس آیت میں وارد ہوا ہے کہ
رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ
اے رب دکھلا دے مجھ کو کہ تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ کیا تو ابھی ایمان نہیں لایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ میں ایمان
تو لایا ہوں مگر دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے، مراد اس اطمینان
قلب سے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مظہر صفت احیار و تکوین بننا
چاہتے تھے۔

اور حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے اپنی کتاب فتوح
الغیب میں بعد ذکر فنا کے جو احوال اولیا و ابدال کی انتہا ہے، فرمایا ہے کہ
ثُمَّ یُرَدُّ اِلَیْہِ التَّکْوِیْنُ فَیُکَوِّنُ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْہِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تعالیٰ پھر اس پر صفت
تکوین وارد ہوتی ہے پس پیدا کرتا ہے جس چیز کو کہ چاہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے
چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰہُ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا اَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ یعنی ۔ اِنِّیْ اَجْعَلُکَ تَقُوْلُ
لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ اے آدم کی اولاد میں خدا ہوں میرے سوا اور کوئی معبود
نہیں ہے جب میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔ یعنی میں
تجھ کو ایسا بنا دینا چاہتا ہوں کہ جب تو کسی چیز کے واسطے "ہو جا" کہے تو وہ ہو جائے۔

اکابر اولیا کے قرار دادہ امور میں سے یہ بات ہے کہ بعض عارفوں کو اس امر کی قدرت دی گئی ہے۔ کہ وہ جو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں مگر عارف کے پیدا کئے ہوئے اور خدا کے پیدا کئے ہوئے میں یہ فرق ہے کہ عارف کا پیدا کیا ہوا عالم شہادت میں اس وقت باقی رہتا ہے۔ جبتک عارف کی توجہ عالم مثال یا عالم شہادت میں اس کیساتھ باقی رہتی ہے۔ اور جب توجہ جدا ہو جاتی ہے تو وہ موجود بھی فوراً معدوم ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے زندہ کرنے اور مارنے اور پیدا کرنے کی خوارق اور کرامتیں بہت سی واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ ان کا بیان آگے آئیگا

حضرت خواجہ اعمال اور نوافل کے بارہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ تہجد کی نماز بارہ رکعتیں چھ سلام سے پڑھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ نماز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض رہی ہے اور آخر میں نفل ہو گئی ہے۔ اور مقام محمود کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادائے نماز تہجد سے وابستہ تھا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تھے تو وہ دعائیں جو بیداری کے وقت کیلئے مروی ہیں پڑھتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر استغفار میں مشغول ہوتے۔ اس کے بعد مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔ اور اگر کچھ رات زیادہ باقی رہتی تو آپ رُو بقبلہ ہو کر تکیہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ اس کے بعد وضوے تجدید کر کے صبح کی سنتیں اور فرض ادا کرتے۔ اور وہ دعائیں جو مسجد کے راستہ اور مسجد میں داخل ہونے کے لئے مروی ہیں پڑھتے۔ اس کے بعد مریدوں کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا۔ اسوقت دو رکعت نماز ادا کرتے۔

کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ[1] صَلَّى الْفَجْرَ بِجَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى طَلَعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ تَامَّةٍ جو شخص صبح کی نماز جماعت کیساتھ پڑھے اور خدا کا ذکر کرتا ہوا بیٹھا رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے۔ اور پھر دو رکعت پڑھے تو اسکو ایک حج اور پورے عمرہ کا ثواب ملے۔

اس کے بعد آپ پھر دو رکعتیں بہ نیت استخارہ ادا کرتے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ يَا ابْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِيْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِ لَكَ اٰخِرَهٗ اے آدم کی اولاد میرے لئے دو رکعتیں شروع دن میں ادا کر تو میں آخر دن تک تیرے لئے کفایت کرونگا۔

اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ[2] فَعَلَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ لَا يَقُوْلُ اِلَّا خَيْرًا غُفِرَ لَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ جو شخص صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جا نماز پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھ لے اور سوائے کلمۃ الخیر کے اور کچھ نہ بولے تو اس کی خطائیں بخش دیجائینگی۔ اگرچہ کف دریا سے زیادہ ہوں۔

اور بعض علما نے آیت وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى کی تفسیر میں لکھا ہے یعنی نماز اشراق ادا کرتے تھے اور جب آفتاب بلند ہو جاتا اور زمین گرم ہو جاتی تو آپ نماز چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھتے۔ کبھی آٹھ اور کبھی چار اور کبھی دو بھی پڑھتے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک عدد کے بارہ میں احادیث وارد ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم و بخاری نے متعدد راویوں سے نیز دیگر کتب صحاح میں اسکو نقل کیا گیا ہے ۱۲ [2] صحاح نے اس حدیث کو متعدد راویوں سے نقل کیا ہے

اور تفسیر آیہ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ مراد اس سے نماز چاشت ہے۔ اس نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب کہ سنگ ریزے گرم ہو جائیں اور آپ چھ رکعتیں نماز مغرب کی سنتوں کے بعد تین سلام سے کرتے تھے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا روزہ ماسوائے اللہ کی نفی ہے۔ اور ہماری نماز خدا کا دیدار ہے۔ چنانچہ یہ رباعی آپ ہی کی ہے ؎

تا روئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز ۔۔۔ نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجازِ من جملہ نماز ۔۔۔ چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

ترجمہ رباعی

جب تک کہ تیرا دیدار پیش نظر ہے۔ نہ کوئی کام ہو سکتا ہے اور نہ کسی صوم و صلوٰۃ کی ادائی۔ تیرا دیدار ہی میری نماز ہے۔ اور تیری جدائی میرے لئے بڑا گناہ ہے۔

مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہود کے حصول اور مقصود تک واصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا نہیں ہو سکتی۔ بفحوائے آیہ شریفہ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اس کی تعظیم کما حقہ بجا نہیں لائی جا سکتی ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جبتک بشریت غالب ہے میسر نہیں ہو سکتی اور یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

ساقی قدحے کہ نیم مستیم ۔۔۔ مخمورِ صباحی الستیم

مارا تو بما مماں کہ تا ما ۔۔۔ با خویشتنیم بت پرستیم

اللہ اکبر۔ یوں تو ہم شراب الست سے پہلے ہی سے مخمور ہیں۔ مگر ایک

جام ساقی اور دے تاکہ ہم بالکل بے خبر ہو جائیں۔ ہم کو ہماری خودی سے چھوڑ دے کہ جبتک ہم اس قید میں پھنسے رہینگے۔ خدا پرستی سے دور رہینگے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ درویش دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعضے ریاضتیں اور مجاہدے کر کے نتائج مانگتے ہیں۔ اور بالآخر پالیتے ہیں اور اپنے مقصد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض فضلی ہیں۔ جو محض فضل خدائے بزرگ و برتر کے امیدوار رہتے ہیں۔ اور طاعت و ریاضت کی توفیق کو بھی اُسی کا فضل و کرم سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اَلْحَقِیْقَۃُ تَرْکُ مُلَاحَظَۃِ الْعَمَلِ لَا تَرْکُ الْعَمَلِ اصل بات یہ ہے کہ نیک کاموں کا گھمنڈ بھی نہ کرے نہ یہ بات کہ نیک کاموں کے کرنے کو ترک کر دے۔

شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عمل نیک کو مت چھوڑو مگر اس کو قیمتی چیز مت جانو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ فضل الٰہی سے مجھ کو مقام بے صفتی میں پہنچکر بیس برس گذر گئے ؎

تادر صفتم جملہ ماتیم ہمہ　　　چوں رفت صفت عین حیاتیم ہمہ

ترجمہ۔ جب تک کہ ہم کسی صفت کے پابند ہیں کچھ نہیں ہیں۔ جب یہ بات نہ رہے سب کچھ ہیں، ایک مدت تک دو عقلمندوں باریک نظر اور تیز بینائی والوں کے ساتھ اتفاق ہمراہی کا رہا ہے۔ مگر وہ ہم کو (ہمارے مقام کو) باوجود بڑے میل ملاپ اور محبت اور اخلاص کے پہچان نہ سکے۔ کیونکہ بندہ جب بے صفتی کو پہنچتا ہے تو اس کا پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ خاصکر رسمی درویشوں کیلئے ؎

مردان رہش ہمت دیدہ روند　　　زاں در رہِ او ہیچ اثر پیدا نیست

اللہ اکبر۔ مردانِ خدادید کی ہمت سے سلوک کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ جب کہ اس میں ان کی خودی کا ایک شمہ بھی باقی نہیں رہتا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں کعبہ شریف کے سفر سے واپس آیا تو ملک طوس میں پہنچا۔ خواجہ علاؤالدین معہ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے بخارا سے استقبال کیلئے آئے۔ اور شاہ معزالدین حسین والئے ہرات کا ایک خط ایک قاصد کے ذریعہ سے ہم کو پہنچا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ شرف ملاقات سے مشرف ہوؤں۔ اور میرا آنا مشکل ہے پس بحکم بموجب اس آیت کہ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل کو مت جھڑکو اور بمقتضا اس کے کہ اِذَا رَاَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَّہٗ خَادِمًا جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا، ہم ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہم بادشاہ کے پاس پہنچے تو فقرا کی مراسم تعظیم کی ادائی کے بعد صحبت منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کو درویشی بطور سجادگی کے آپکے بزرگوں سے پہنچی ہے میں نے کہا نہیں پھر کہا کیا آپ سماع سنتے ہیں اور ذکر جہر کرتے ہیں میں نے کہا نہیں بادشاہ نے کہا درویشی تو انہیں کاموں کو کہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ خدائے پاک کا جذبہ عنایت بیغایت جب مجھے پہنچا تو اُس نے بلا ریاضت کے مجھ کو قبول فرمالیا۔ میں بہ اشارۂ الٰہی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ اور اس طریق کے بزرگوں سے فیض پایا۔ اُن کے طریق میں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا ان کے طریقہ میں کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور باطن میں حق کے ساتھ اس نے کہا کہ کیا ایسا

ہوسکتا ہے میں نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ مردانِ خدا وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔

خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ارشاد ہے کہ "خلوت در انجمن اور سفر در وطن اور ہوش در دم اور نظر بر قدم" پھر میں نے کہا کہ جو کچھ کہ حضور خدا اور ذوق سماع میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ مگر وقوفِ قلبی کی مداومت جذبہ تک پہنچاتی ہے۔ اور جذبہ سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ ع

گرمی مجوئے الا ز آتش دردنی

اللہ اکبر۔ گرمی اندرونی آگ کے سوا اور کسی چیز سے مت حاصل کرو۔

ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی سے میسر ہو سکتی ہے۔ اور وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ خود دل بھی یہ نہیں جانتا کہ وہ ذکر میں مشغول ہے۔ اکابر طریقت کا ارشاد ہے کہ خود اگر قلب کو اس کا علم باقی رہے کہ وہ ذکر کر رہا ہے (یعنی محویت نہ ہو) تو جان لے تو کہ وہ ابھی غافل ہے۔ آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً ذکر کر تو پروردگار کا دل میں زاری اور خوف کے ساتھ۔ حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے لَا تُظْهِرْ ذِكْرَكَ لِنَفْسِكَ فَتَطْلُبَ لَهٗ عِوَاضًا تو ذکر کو اپنے نفس پر ظاہر مت کر ورنہ اس کا معاوضہ طلب کریگا، بعض اکابر اولیا نے کہا ہے کہ ذِكْرُ اللِّسَانِ هَذَيَانٌ وَذِكْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ زبان کا ذکر بکواس ہے اور قلب کا ذکر وسواس ہے۔ اور یہ بیت فرمائی ؎

دل را گفتم بیاد او شاد کنم	چوں من ہمہ او شدم کرا یاد کنم

اللہ اکبر۔ میں نے دل سے کہا کہ تجھکو اس کی یاد سے خوش کروں۔ (گویا دل نے جواب دیا) جب میں بالکل اسی میں محو ہوں تو پھر کس کی یاد کروں۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہ پادشاہ کی درخواست پر ہرات تشریف لیگئے۔ اور پادشاہ کے محل میں اترے جس شخص کے پاس سے آپ گذرے اور اس کو دیکھتے وہ خود رفتہ ہوجاتا۔ یعنی دربان اور خدام اور احشام اور سرداران وارکان اور مصاحبین اور وزرا وغیرہ۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی تصوف میں چار طرح کی نسبتیں ہیں۔ ایک حضرت خواجہ خضر علیہ اسلام سے زیادہ کرے اللہ تعالےٰ زیادہ کرے ان کے علم اور حکمت کو، دوسرے شیخ جنید سید الطائفہ قدس سرہٗ سے پاک کرے اللہ تعالےٰ ان کے اسرار کو، تیسرے سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید قدس سرہٗ سے جو حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ان کو ہے، چوتھے امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسی لئے اس طریقہ کے درویشوں کو نمک مشائخ کہتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ وقوف قلبی اور وقوف عددی میں اپنے اختیار سے آنکھیں بند نہ کریں کیونکہ یہ مخلوق کے واقف ہونے کا ذریعہ ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو اپنی گردن جھکائے ہوئے بیٹھا تھا فرمایا کہ یَا اَبَا الْعُنُقِ اِرْفَعْ عُنُقَكَ یا ابا العنق اپنی گردن کو اٹھاؤ، پس ذکر میں اس طرح سے مشغول ہو کہ کوئی شخص اہل مجلس سے اس کے حال سے واقف نہ ہوسکے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اَلذِّکْرُ اِرْتِفَاعُ الْغَفْلَةِ فَاِذَا ارْتَفَعَتِ الْغَفْلَةُ

فَاَنْتَ ذَاکِرُہٗ وَاِنْ سَکَتَّ آپ فرماتے ہیں کہ ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے خواہ تو خاموش رہے تو تو ذاکر ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے۔ کھانے اور پینے، کہنے، سننے۔ چلنے پھرنے۔ خریدنے بیچنے۔ اور عبادت کرنے نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے اور کتابت کرنے۔ سبق پڑھنے اور وعظ کہنے وغیرہ میں۔ چاہیئے کہ پلک مارنے میں بھی خدائے تعالےٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی   شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ترجمہ۔ ایک مرتبہ پلک مارنے کی مقدار بھی اس دوست سے غافل نہ ہو۔ مبادا وہ نظر لطف کرے اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

اکابر طریقت قدس اللہ اسرارہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ غَمَّضَ عَیْنَہٗ عَنِ اللہِ تَعَالیٰ طُرْفَۃَ عَیْنٍ لَا یَصِلُ اِلَیْہِ طُوْلَ عُمْرِہٖ جو شخص بقدر پلک مارنے کے اللہ تعالےٰ سے غافل رہا وہ عمر بھر اس تک نہ پہنچ سکیگا۔ باطن کو نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے مگر حق سبحانہٗ تعالےٰ کی عنایت خاصان حق کی تربیت سے جلد حاصل ہو جاتی ہے ؎

بے عنایاتِ حق وخاصانِ حق   گر ملک باشد سیاہست اش ورق

خدا اور خاصانِ خدا کی عنایت کے بغیر فرشتہ خصلت آدمی کے بھی نامۂ اعمال کی سیاہی دور نہیں ہو سکتی، اور ایسے دوستانِ خدا جو ہم سبق ہوں اور ان میں باہم کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اصول صحبت کے پابند ہو تو ان کی صحبت میں مقصود جلد حاصل ہوتا ہے اور پیر کامل ومکمل کی ایک توجہ کی برکت سے اتنی صفائی باطن کی حاصل ہوتی ہے جو ریاضاتِ کثیرہ سے پیدا نہیں ہو سکتی۔

جب کہ عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین   طعنہ زند بر چلہ تسخرہ کند بر دہے

ترجمہ۔ شمس الدین کی ایک نظر شہر تبریز میں جو کام کر گئی۔ وہ اوروں کی چلہ کشیوں اور ہفتہ بھر کی خلوت نشینیوں پر ہنستی ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ارشاد اور تلقین میں مشغول ہیں انکی تین قسمیں ہیں۔ کامل اور مکمل اور مقلد۔ مکمل کی تعریف حضرت قطب المشائخ خواجہ علی ترمذی قدس سرہٗ نے اپنی بعض تصانیف میں یہ کی ہے۔ کہ اس کو نبی کی ولایت سے چار حصہ ملتے ہیں اور وہ نورانی اور نور بخش ہوتا ہے۔ اور مرد کامل خود نورانی ہوتا ہے۔ مگر اوروں کیلئے نور بخش نہیں ہوتا۔ اور مرد مقلد شیخ کی تقلید سے کام کرتا ہے اور اُس کے اذن سے امیدوار ہوتا ہے۔ مگر مرد کامل کو بڑا فائدہ اس میں ہے کہ کامل مکمل سے تعلیم حاصل کرے تاکہ وجود مکمل کا حکم حاصل کرے اور کہا گیا ہے کہ مرشد قطب ہوگا یا خلیفہ قطب کا بہرحال جو کچھ ہو ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے جس طرح سے کہ اس کو تعلیم دی گئی ہو۔ اور اپنے پورے وقت کو ذکر میں مصروف رکھے۔ خاصکر نماز صبح اور نماز شام کے بعد۔

مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت خواجہؒ نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ جو شخص صبح اور شام ذکر میں مشغول رہے وہ ذاکرین خدا میں داخل ہوتا ہے۔ بامداد و شبانگاہ ذکر گوید او راس کا شمار بموجب آیت شریف غافلوں میں نہ رہے۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں زاری اور خوف کے ساتھ نہ کہ بلند آوازی سے صبح اور شام

اور غافلوں میں سے مت ہو۔

بعض مفسروں نے کہا ہے کہ صبح اور شام سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہو اور غافلوں میں مت ہو۔

دوسری آیت یہ ہے کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اپنے پروردگار کو مسکینی کے ساتھ پوشیدہ پکارو کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام ہمسفر تھے جب بلند جگہ پر پہنچے تو صحابہ نے بلند آواز سے تکبیر اور تہلیل کہی۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ غَائِبًا وَّلَا اَصَمًّا اِنَّكُمْ لَتَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا اے لوگوں ڈرو اپنی جانوں پر کیونکہ تم بہرے اور غائب شخص کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایسے کو پکار رہے ہو جو سُننے والا ہے اور نزدیک ہے، اس پر علما اور مشائخ کا اتفاق ہے کہ ذکر خفی افضل اور اولےٰ ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ فرشتے ذکر بلند آواز سے نہیں کرتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حکیم آتا قدس سرہٗ جو اکابر اولیا میں سے تھے۔ مجھ کو ایک درویش کے سپرد کر رہے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اس درویش کی صورت میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ میری ایک صالحہ دادی تھیں۔ میں نے ان سے اپنی خواب بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ اے فرزند تجھ کو مشائخین ترک سے کچھ فیض پہنچیگا۔ چنانچہ میں ہمیشہ اُس درویش کا جویاں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز بخارا کے بازار میں اُس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس کو پہچانا اس کا نام خلیل تھا۔ مگر اس ملاقات میں

اس کی صحبت میسر نہ ہو سکی۔ جب میں مکان پر پہنچا تو ایک قاصد آیا اور کہا کہ خلیل درویش تم کو بلا رہے ہیں میں فوراً کچھ تحفہ اپنے ساتھ لیکر نہایت شوق اور عقیدت سے اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہا کہ اپنی خواب ان سے بیان کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے ہمارے سامنے ظاہر ہے۔ بیان کرنے کی کیا ضرورت۔ ان کے اس اشراق سے میں بہت متاثر ہوا اور ان کی صحبت کا اشتیاق مجھ کو بہت بڑھ گیا۔ ان کی مجلس میں بہت کچھ عجائب حالات ظاہر ہوئے۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں ان کو سفر درپیش ہوا اور وہ تشریف لیگئے۔ پھر ایک مدت کے بعد مجھ کو خبر ملی کہ درویش خلیل کو مملکت ماوراء النہر کی بادشاہی ملی ہے۔ چند روز گذرنے پائے تھے کہ مجھکو ایک مقدمہ کے مرافعہ کی ضرورت سے ان کی سلطنت میں جانے کا سلسلہ ہوا اس مقدمہ کے ختم ہونے کے بعد انہوں نے مجھ کو اپنی خدمت اور صحبت کی عزت بخشی۔ سلطنت کے زمانہ میں ان سے بڑے بڑے حالات مشاہدہ ہوئے۔ میرے حال پر انہوں نے بڑی مہربانی فرمائی۔ آداب خدمت مجھ کو سکھائے اُن آداب کا حصول اس راہ کی سیر و سلوک میں مجھ کو بڑا کارآمد ہوا۔ چھ برس تک میں اس طریقہ سے ان کی خدمت میں رہا۔ کہ دربار میں ان کے ساتھ سلطنت کے آداب بجا لاتا۔ اور خلوت میں ان کا محرم خاص رہتا تھا۔ اپنے خاصانِ مملکت کے سامنے اکثر وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رضائے خدا کیلئے خدمت کرتا ہے وہ مخلوق میں بزرگ مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ مگر میں یہ نہ سمجھا کہ اس کلام سے اُن کا کیا مقصد تھا اور کیا مراد تھی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یہ ہوا کہ مجھ کو ایک شخص کے ساتھ محبت تھی میں ایک مرتبہ اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور

بکمال توجہ اس سے گفتگو کر رہا تھا کہ ایک روز میرے کان میں یہ آواز آئی کہ اے بہاؤ الدین کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سب سے باز آکر ہماری درگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ سے

عمر یست کہ تا ازانِ خویشی　　　وقت آمد ازان ما باشی

ترجمہ۔ عمر بھر تم اپنے خیال میں پھنسے رہے۔ اب ہماری یاد میں رہنے کا وقت آگیا۔

اس آواز سے میرا حال متغیر ہوا اور بے قرار ہو کر میں وہاں سے نکلا موسم گرمی کا تھا اور وہاں ایک نہر تھی میں پانی میں اترا اور غسل انابت کیا اور کپڑے دھوئے اور اُسی حال میں دو رکعت نماز ادا کی جب سے اس وقت تک اس آرزو میں ہوں۔ کہ پھر کبھی ویسی نماز میسر ہو جائے مگر سالہا سال گذر گئے پھر ویسی نماز نصیب نہیں ہوئی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے جذبہ میں مجھ کو ارشاد ہوا کہ تم اس راستہ کو کس طرح طے کرنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ میں کہوں اور چاہوں وہ ہوا کرے۔ (راہ محبوبیت) خطاب ہوا کہ جو کچھ ہم کہیں وہ تم کو کرنا چاہئے (راہ عاشقیت) میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ میں جو کچھ کہوں اگر وہ ہو جائے تو میں اس راستہ میں قدم رکھ سکونگا۔ ورنہ مجھ سے یہ راستہ قطع نہیں ہو سکتا۔ دوبارا اسی طرح کے سوال و جواب ہوئے۔ اس کے بعد سے مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ پندرہ روز تک میرا حال خراب رہا۔ اور میں بالکل خشک ہو گیا نا امید ہو جانیکے بعد خطاب پہنچا یا کہ آؤ جیسے تم چاہتے ہو۔ ویسے ہی ہو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ارادۂ الٰہی کے مطابق حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گذرا تھا وہ ہم پر بھی گذار۔ آپ کے صاحبزاد

اسی زمانہ میں وفات ہوئی۔ جب کہ آپ کی زبان گوہر فشان سے یہ کلام نکلا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم تک پہنچی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کیساتھ تنور میں روٹی لگائی اور تنور کے منہ کو بند فرما دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تنور کھولا تو سب کی روٹیاں بجز آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روٹی کے پک گئیں اور آپ کی روٹی ویسی ہی خمیر تھی۔ ہم نے بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں تنور میں روٹیاں لگائیں سب فقیروں کی روٹیاں پک گئیں اور ہماری روٹی ویسی ہی خمیر رہی۔

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کے خمیر رہنے کا راز یہ ہے کہ جس روٹی کو سردار کونین شفیع جن وانس صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چھوئے آگ کی کیا مجال کہ اس میں اثر کر سکے۔ اور بغرض اتباع حضرت خواجہ کیلئے بھی ایسا ہی پیش آیا اور حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے آپ کو بھی اُس مرتبہ تک پہنچا یا گیا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابتدار احوال و غلبات اور جذبات وبیقراری کے زمانہ میں راتوں کو میں اطراف بخارا میں پھرا کرتا تھا۔ اور ہر مزار پر جاتا تھا ایک رات متبرک تین مزاروں پر پہنچا اور جس مزار پہ میں جاتا اس پر ایک چراغ روشن نظر آتا۔ اور چراغدان تیل اور بتی سے بھرا ہوا تھا۔ مگر بتی کو تھوڑی حرکت دینی پڑتی تاکہ تیل سے باہر آجائے اور روشنی از سر نو تازہ ہو جائے شروع رات میں حضرت عبدالواسع قدس سرہٗ کے مزار پہ پہنچا وہاں سے اشارہ ہوا کہ مزار خواجہ احمد اجفر نوی قدس سرہٗ پر جانا چاہیے جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں دو تلواریں میری کمر سے باندھی گئیں۔ اور ایک گھوڑے

پر مجھ کو بٹھایا گیا۔ اور گھوڑے کی باگ خواجہ مزداغن قدس سرہٗ کے مزار کی
طرف پھیر کر مجھ کو روانہ کر دیا گیا۔ آخر رات میں اُن بزرگ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں
بھی ویسا ہی چراغ نظر آیا۔ میں نے اس کی بتی بھی اونچی کی اور قبلہ رو ہو کر
بیٹھ گیا۔ اور بے خبر ہو گیا۔ اس بے خودی میں میں نے دیکھا کہ جانب قبلہ
کی دیوار شق ہو گئی اور ایک بڑا تخت نظر آیا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما
تھے۔ ایک سبز پردہ ان کے سامنے کھینچا ہوا تھا۔ اور اس تخت کے گرداگرد
ایک جماعت حاضر تھی اس جماعت میں سے میں نے حضرت بابائے سماسی
قدس سرہٗ کو پہچانا۔ تو میں نے جان لیا کہ یہ سب لوگ انتقال کئے ہوئے ہیں۔
مگر مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ بزرگ کون ہیں اور یہ جماعت کن لوگوں
کی ہے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی
قدس سرہٗ ہیں۔ اور یہ جماعت آپ کے خلفا کی ہے۔ اور ان کے نام مجھکو شمار
کرائے اور ایک کی طرف ان میں سے اشارہ کیا کہ یہ خواجہ محمد صدیق ہیں اور
یہ خواجہ اولیا کبیر ہیں اور یہ خواجہ عارف ریوگری اور یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی
ہیں اور یہ خواجہ رامیتنی ہیں اور جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو کہا کہ تم
نے ان کو حالت زندگی میں دیکھا ہے یہ تمہارے پیر ہیں اور انہوں نے
تجھ کو اپنی ٹوپی بھی عطا کی تھی۔ میں نے کہا کہ میں ان کو پہچانتا ہوں۔ اور ٹوپی
کے قصہ کو ایک مدت گذر گئی میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے انہوں
نے کہا کہ وہ تمہارے گھر میں موجود ہے تم کو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ جو
بلا کہ دنیا میں کسی پر نازل ہو تمہاری برکت سے دفع ہو جائیگی۔ پھر اس جماعت
نے مجھ سے کہا کہ کان لگاؤ اور اچھی طرح سنو کہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس
سرہٗ کچھ تم سے ارشاد فرمائینگے۔ جو سلوک طریق حق میں تمہارے لئے نہایت

ضروری ہیں۔ میں نے کہا کہ میں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ پس وہ سبز پردہ میرے سامنے سے اٹھا لیا گیا میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرت خواجہ نے چند ارشادات ایسے فرمائے جو ہر ایک مرتبہ سلوک ابتدا اور اوسط اور انتہا کیلئے نہایت کار آمد ہیں ان میں سے ایک یہ بات تھی کہ وہ چراغدان جو تیل سے بھرا ہوا تم نے دیکھا تھا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم اس طریقہ کے حصول کی استعداد اور قابلیت کے بموجب عمل کرو کہ مقصود حاصل ہو۔ دوسرا ارشاد یہ تھا جس میں آپ نے مبالغہ سے یہ تاکید فرمائی کہ کسی حالت میں جادہ شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیئے۔ اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیئے اور اخبار رسول اور آثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے متلاشی رہنا لازم ہے اس گفتگو کے ختم ہونیکے بعد خلفائے حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ نے مجھ سے کہا کہ اس حال کی سچائی اور اس گفتگو کی حقیقت پر شاہد یہ امر ہے کہ آپ مولانا شمس الدین ابکتویؒ کے پاس جایئے اور ان سے فرمایئے کہ فلاں ترک نے سقا پر دعویٰ کیا ہے اور حق اس ترک کی طرف ہے مگر آپ سقا سے فرمائے کہ "اے سقائے تشنہ" وہ اس کلام سے سمجھ جائیگا۔ اور دوسرا شاہد یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے۔ اور جب وہ حاملہ ہوئی تو حمل کو ساقط کر دیا۔ اور بچہ کو فلاں موضع میں دفن کر دیا۔ اس پیام کے پہنچانے کے بعد دوسرے دن صبح کے وقت تین عدد مویشی لیجئے اور ریگستان ملک مرو کی راہ سے شہر نسف کیطرف متوجہ ہو جیئے اور جب آپ پشتہ سے پار ہو جائیں۔ تو ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہو گی۔ وہ ایک گرم روٹی آپ کو دیگا آپ اس کو لے لیں اور اس سے

کوئی بات نہ کریں۔ اور ایک قافلہ ملیگا اس میں سے ایک سوار سے آپ کی ملاقات ہوگی آپ اس کو نصیحت کرنا وہ آپ کے ہاتھ پر توبہ کریگا۔ اور حضرت عزیزان کی کلاہ جو آپ کے پاس ہے اس کو آپ سید امیر کلال کی خدمت میں لیجائیں۔ پھر اس جماعت نے مجھ کو حرکت دی۔ اور مجھ کو ہوش میں لے آئی میں اسکی صبح کو عجلت کیساتھ مکان پر گیا۔ اور اپنے متعلقین سے ٹوپی کا قصہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ایک مدت سے وہ کلاہ فلاں مقام پر ہے جب حضرت عزیزانؒ کی کلاہ پر میری نظر پڑی تو میرا حال متغیر ہوا اور میں بہت دیر تک روتا رہا پس صبح کی نماز مولانا شمس الدین ایکنوی قدس سرہٗ کی مسجد میں ادا کرکے مولانا سے سارا قصہ بیان کیا وہ بہت متحیر ہوئے۔ سقہ حاضر خدمت تھا وہ ترک مدعی کے دعوٰی کی حقیقت سے منکر ہوا۔ میں نے سقا سے کہا کہ میرا ایک گواہ یہ ہے کہ تو "سقائے تشنہ ہے" تجھ کو عالم معنی سے کچھ حصہ نہیں ملا ہے پھر میں نے سقا کے زنا کرنے اور حمل کو ساقط کراکے اس کے دفن کرنیکا قصہ بھی موقع سے عرض کیا۔ مولانا اور حضار مسجد اس مقام کو تشریف لے گئے اور جستجو کی تو بچہ اس مقام سے برآمد ہوا۔ سقا نے اپنے قصور پر نادم ہو کر معافی چاہی دوسرے دن اشراق کے وقت میں نے تین عدد مویشی لئے اور میں براہ مرد نسف کی طرف متوجہ ہوا۔ میری روانگی کی خبر پاکر مولانا نے مجھ کو طلب کیا اور بہت کچھ التفات فرمائی اور کہا کہ تجھ میں طلب کا درد پیدا ہوا ہے اور اس درد کی دوا میرے پاس ہے تم یہیں ٹھیر جاؤ تاکہ میں تمہاری تربیت کروں مولانا کے اس ارشاد کے جواب میں میری زبان سے یہ نکلا کہ میں دوسرے کا فرزند ہوں یہ سنکر مولانا خاموش رہے اور مجھ کو جانے کی اجازت دیدی۔

اسی روز صبح کو میں نے اپنی کمر مضبوط باندھی اور دو آدمیوں سے میں

کہا کہ دونوں طرف سے میری کمر کو زور سے کھینچیں۔ اُس کے بعد میں روانہ ہو گیا پشتہ کے پار ہو جانے کے بعد ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی اور اس نے ایک گرم روٹی مجھے دی۔ مینے وہ لے لی اور اُن سے کوئی بات نہ کی وہاں سے روانہ ہوا اور اس کے بعد میں ایک قافلہ سے جا ملا۔ قافلہ والوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا ابکنہ سے انہوں نے پوچھا کہ تم کس وقت وہاں سے چلے ہو۔ میں نے کہا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور جس وقت کہ میں ان لوگوں سے ملا تھا وہ چاشت کا وقت تھا۔ وہ لوگ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہم اس گاؤں سے سر شام نکلے ہیں۔ جب میں ان کے پاس سے آگے بڑھا۔ تو وہ سوار میرے پاس آیا۔ اور اس نے سلام کیا اور کہا کہ آپ کون ہیں مجھے آپ سے خوف معلوم ہوتا ہے میں نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر تجھے توبہ کرنی چاہیئے۔ وہ سنتے ہی فوراً گھوڑے سے اُتر پڑا اور التجا کر کے اُس نے توبہ کی۔ وہ سوار اپنے ساتھ بہت سی شراب کہتا تھا۔ سب شراب پھینکدی۔

میں وہاں سے حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی کلاہ شریف آپ کی خدمت میں گذرانی امیر نے بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ٹوپی حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی ہے میں نے کہا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کلاہ کو درمیان دو پردوں کے محفوظ رکھو میں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔

پھر جناب سید امیر کلال قدس سرہٗ نے مجھ کو ذکر خفی نفی و اثبات میں مشغول فرمایا میں آپکے ارشاد کے مطابق اس ذکر اور عمل بہ عزیمت میں مصروف رہا۔ ذکر جہر ترک کر دیا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ منازل اور مقامات کو طے کرنے کے زمانہ میں دو مرتبہ حضرت منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کا سا حال مجھ میں دو مرتبہ پیدا ہوا اور قریب تھا کہ میری زباں سے وہ صدا نکلے۔ جو حضرت منصورؒ کی زبان سے نکلی تھی۔ وہاں تو ایک ہی دار تھی۔ مگر میں دو مرتبہ اپنے آپ کو اس دار پر لیگیا اور کہا کہ تیری جگہ اسی دار پر ہے فضل الٰہی سے یہ منزل طے ہو گئی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس شوق و ذوق کے غلبہ کے زمانہ میں ایک روز بخارا سے نسف کی طرف جا رہا تھا اور صحبت سید امیر کلال سے مستفید ہو کر جب میں جغرانی کے مسافر خانہ میں پہنچا تو حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کی صورت میں گلہ بانوں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے اور ٹوپی نمدہ کی اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا آیئے تھوڑی دیر ہم اور آپ ہم صحبت رہیں۔ میں نے ان کے اُس کہنے پر کچھ توجہ نہ کی جب میں سید امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے مجھ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم راستہ میں خضر علیہ السلام کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ چونکہ میں آپ کی جناب کی طرف متوجہ تھا۔ اسلئے انکی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان العارفین بایزید قدس سرہٗ کے مقام کی سیر کی اور ان کے سیر کی انتہا تک پہنچا۔ اور شیخ جنید اور شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج قدس اللہ اسرارہم کے مقامات کی سیر کی اور جہاں تک یہ بزرگ پہنچے تھے میں بھی وہاں تک پہنچا۔ یہاں تک کہ ایک بارگاہ بزرگ مجھ کو ملی میں سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے میں نے نہایت ادب سے نیاز اور تعظیم کا سر آپ کے آستانہ عزت اور احترام پر رکھا۔ شیخ بایزید قدس سرہٗ جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت کریں۔ اسلئے ان کے منہ پر اس گستاخی کا طمانچہ لگا۔ پس جوان سے غلطی ہوئی تھی میں نے اس سے پرہیز کیا اور راہ ادب اختیار کی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدے حضرت تعالےٰ و تقدس تک پہنچنے کے ذریعے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک وجود (خودی) کی نفی اور سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ اس کی ضرورت ہے۔ لیکن بغیر اپنے اختیار کے ترک کرنے اور اپنے اعمال کا قصور دیکھنے کے معاملہ درست نہیں ہوتا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نصیبُ اُمَّتِی مِنْ نَارِ جَہَنَّمَ کَنَصِیْبِ اِبْرَاہِیْمَ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدَ میری امت کے حصہ میں نار جہنم ایسی ہوگی جیسے حضرت ابراہیمؑ کے حصہ میں آتش نمرود۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَۃِ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ آپ کی مراد اس امت سے وہ لوگ ہیں جو آپکی پیروی اور متابعت کرتے ہیں۔ نہ وہ لوگ جو صرف ایمان لے آئے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ اَلْفُقَرَاءُ الصَّابِرِیْنَ جُلَسَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیِ الْمُقَرَّبُوْنَ غَایَۃَ الْقُرْبِ فقرا صبر کرنیوالے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے ہم نشیں ہونگے۔ یعنی نہایت درجہ مقرب خدا ہونگے۔ اشارہ اہل ظاہر کے احوال کی طرف ہے۔

فقر کی دو قسمیں ہیں۔ فقر اختیاری۔ اور فقر اضطراری۔ یہ دوسری قسم پہلی سے بہتر ہے کہ بندہ کیلئے خدا کا تجویز کیا ہوا ہے۔ اور حدیث قدسی اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ جو شخص میرا ذکر کرے میں اس کا ہمنشین ہوں۔ اہل باطن کے احوال کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے ولی کو چاہیئے کہ

اپنے آپ کو ولی سمجھے۔ تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کرسکے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے عنایت الٰہی اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتی۔ اور بشریت کی آفت سے اس کو محفوظ رکھتی ہے۔ خوارق اور کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں چاہیئے۔ معاملہ استقامت سے متعلق ہے۔

اولیاے کرام نے فرمایا ہے کُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَۃِ لَاطَالِبَ الْکَرَامَۃِ فَاِنَّ رَبَّکَ یَطْلُبُ مِنْکَ الْاِسْتِقَامَۃَ وَنَفْسُکَ یَطْلُبُ مِنْکَ الْکَرَامَۃَ استقامت کا طالب بن۔ کرامت کا طالب مت بن۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت کا طلبگار ہے۔ اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا طالب ہے۔

بزرگان دین کا ارشاد ہے کہ اگر ولی کسی باغ میں چلا جائے۔ اور درخت کے ہر پتے سے آواز نکلے کہ اے ولی خدا کے تو ظاہر اور باطن ولی اللہ ہے تو اس پر اس کو توجہ نہ ہوگی بلکہ ہر لحظہ اس کی کوشش بندگی اور تضرع اور نیازمندی کی صفت میں زیادتی کرنے کیلئے ہوگی۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ انتہائی کمال تھا کہ جس قدر انعام و اکرام الٰہی جل وعلا آپ پر زیادہ ہوتا۔ اسی قدر آپ کی بندگی اور نیازمندی اور مسکنت زیادہ ہوتی تھی چنانچہ اسی سبب سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ نادر اور عروۃ وثقیٰ ہے۔ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدرجۂ کمال اقتدا کرنا اور آثار صحاب کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا اس راستہ میں ہم کو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا۔ ہمارے طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں۔ مگر اتباع کی رعایت بہت بڑی ہوتی ہے اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ سے جو کوئی روگردانی کرے

اس سے دین کی خرابی کا اندیشہ ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہیئے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اسکے راستہ کا حجاب نہ بنے

اللہ اکبر۔ پیر کو چاہیئے کہ طالب کے گزشتہ و آیندہ حالات سے باخبر رہے کہ اُس کی بموجب اوروں کی تربیت کر سکے۔ شرائط طلب میں سے یہ امر بھی ہے کہ جب کبھی جس دوستان حق سبحانہ کی مصاحبت کا اتفاق ہو اپنے حال سے باخبر ہو اور اس وقت صحبت کو زمانہ گذشتہ سے موازنہ کرے۔ اگر نقصان کی کمی اور کمال کی زیادتی اپنے اندر پائے۔ تو بموجب اس مقولہ کے کہ اچھی بات کو اختیار کرلو۔ اس کی صحبت کو اپنے اوپر فرض عین سمجھے۔

اللہ اکبر۔ سالکین راہ حق خواطر شیطانی اور نفسانی کے دفع کرنے میں متفاوت ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ قبل اس کے کہ نفس اور شیطان اُن کے دل پر اثر کرے اس کو دیکھ لیتے ہیں اور وہیں دفع کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جب خطرہ آتا ہے تو قرار پکڑنے سے پہلے اس کو دفع کر دیتے ہیں مگر یہ زیادہ مفید بات نہیں ہے اگر اس خطرہ کی پیدائش کے سبب کا ادراک اور اس کے دفع کی قوت پیدا کریں تو یہ زیادہ مفید بات ہے۔ خطرہ کا ادراک کرلینا اور حال کی تبدیلی اور ایک صفت سے دوسری صفت کی منتقلی ایک شوار امر ہے

اللہ اکبر۔ خدا کی معرفت کے راستے جن سے عارفوں کو خدا کی معرفت حاصل ہے اور دوسرے اس سے محروم ہیں۔ اس کے تین طریقہ ہیں۔ مراقبہ اور

مشاہدہ اور محاسبہ۔ مراقبہ یہ ہے کہ نِسْیَانُ رُؤْیَۃِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظَرِ اِلَی الْخَالِقِ
خالق کی ہر دم کی حضوری کی وجہ سے مخلوق کی طرف نظر نہ رہے! مراقبہ کی ملازمت
نادر چیز ہے جس کو کما حقہٗ حضراتِ نقشبندیہ نے حاصل فرمایا ہے اور اس کے حصول
کے طریقہ کو معلوم کر لیا ہے یعنی نفس کی مخالفت کرنا مشاہدہ وارادات غیبی کے
معائنہ کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہے۔ اور چونکہ جلدی گذر جاتی
ہے۔ اور قرار نہیں پکڑتی۔ اس لئے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ صفت
جو ہمارا حال بنجاتی ہے۔ ہم اس کو قبض اور بسط سے پہچان لیتے ہیں یعنی حالت
قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور حالتِ بسط میں صفت جمال کا
مطالعہ کرتے ہیں۔

محاسبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گذرتا ہے ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے
ہیں کہ کس طرح گذر رہا ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نقصان کی چیز ہے تو ہم اس
سے بازگشت کرتے ہیں اور از سرِ نو عمل اختیار کرتے ہیں اور اگر دیکھتے ہیں
کہ بہتر چیز ہے تو مشکور ہو کر ہم اس حال میں ٹھیر جاتے ہیں اور اس عمل
میں کوشش کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ
کی توجہ سے ہمارا حال یہ تھا کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف
ہو جاتے تھے۔ اور جب آنحضرت قدس سرہٗ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام
فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق کیساتھ باقی ہو جاتے۔ اُس
وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے کہ ہم صرف واسطہ حصولِ دولت کے ہیں
ہم سے علیحدہ ہو کر مقصودِ حقیقی سے جا ملو۔ اصحاب تکمیل وارشاد کا طریقہ یہ ہے
کہ اس راستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں لٹاتے ہیں اور تربیت

پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصل الٰہی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو دودھ سے روکتے ہیں اور محرم بارگاہِ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلاواسطہ پیر کے براہ راست حضرت عزت وجلت قدرت سے فیض حاصل کرنے لگیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا ؎

تا در جوے ز ہستی ہستی باقیست　　　　ایمن منشین کہ خود پرستی باقیست

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَیْکَ تَبْدِیْلُ الْاَحْوَالِ اگر تو مقام ابدال کا حصول چاہتا ہے تو اپنے حال کی تبدیلی کو لازم پکڑ،، اس قول میں مخالفت نفس اور ترک ہوا و ہوس کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ جس نے خدا کو پہچانا اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ یعنی عارف جب اشیاء کیطرف توجہ کرتا ہے تو وہ اس پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ سب مشائخ کے آئینہ کی دو جہت ہوتی ہیں اور ہمارے آئینہ کی شش جہت ہوتی ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کر رہے ہیں ہمارے وجود کے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں جو خدائے پاک نے انکو عطا کیا ہے اور جو چیز خدائے پاک کی عطا کی ہوئی ہو وہ یقیناً صحیح ہوتی ہے۔

شیخ عبدالقدوس جو قطب اولیاء عزلت ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی سیر تمام آسمانوں اور زمینوں کے طبقات میں جاری ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیزان قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس گروہ کی نظر میں تختہء روئے زمین مثل دسترخوان کے پیش نظر ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بصورت ناخن ہے۔ لہذا کوئی شئے زمین کی انکی نظروں سے غائب نہیں ہے اس ارشاد فرمانیکے وقت حضرت عزیزان قدس سرہ دسترخوان پر تھے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو سلامتی حق سبحانہٗ میں نپ دے اس کی التجا غیر خدائے پاک سے شرک ہے یہ شرک عوام سے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن خواص سے معاف نہیں کیا جاتا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ توکل کرنیوالے کو چاہیئے کہ خود کو توکل کرنے والوں میں شمار نہ کرے۔ اور اپنے توکل کو اسباب کے استعمال میں پوشیدہ کردے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے مجھکو دنیا سے لوگوں کو بچانے کیلئے پیدا کیا ہے۔ مگر لوگ مجھ سے دنیا کی ترقی کے طلب گار ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وجود اس وجود سے زیادہ حالت ویرانی میں ہوتا تو معرفت خدا کے خزانہ کو اوسی میں پوشیدہ کیا جاتا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ تعلقات خلق کا بار صرف اسی لئے اٹھاتے ہیں کہ خلق اللہ کے اخلاق مہذب ہو جائیں یا کسی ولی کی انکو صحبت حاصل ہو جائے کیونکہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے۔ جس کے حال پر اللہ تعالےٰ کی نظر عنایت نہ ہو۔ خواہ اس سے وہ ولی آگاہ ہو یا نہ ہو۔ جو شخص کسی ولی سے ملتا ہے اس نظر الہی کا فیض اس کو پہنچتا ہے ؎

صد سفرۂ دشمن بکشد طالب مقصود   باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت

ترجمہ۔ طالب مقصد سیکڑوں مرتبہ دستر خوان دشمن کیلئے بچھاتا ہے اس امید پر کہ کبھی کوئی دوست بھی آکر شریک ہو جائے۔

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ شمع کی مانند بن- مگر شمع کی طرح مت رہو- یعنی شمع دوسروں کو روشنی دیتی ہے- ایسا بن اور شمع خود تاریک رہتی ہے تو ایسا مت رہو-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی دن ہمارے سامنے اپنے جوتے بھی چھوڑے ہوں تو اس کی بھی ہم شفاعت کرینگے- یعنی خواہ کتنا ہی کم تعلق رکھتا ہو-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ پہلے خستہ آدمی کے اصلی حالت پر لانیکی کوشش کرو- اُس کے بعد دل شکستہ کی اصلاح پہ توجہ کرو-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ اس راستہ میں صاحب پندار کا کام نکلنا نہایت مشکل ہے ؎

گرچہ حجاب تو برون از حد است — ہیچ حجابے تو چو پندار نیست

اللہ اکبر- اگرچہ خدا کے اور تیرے درمیان بہت کچھ حجاب ہیں- لیکن کوئی حجاب تیری خود پسندی سے بڑھکر نہیں ہے-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ کہے درد و حال سے کہے- اگر بغیر حال و درد کے کہیگا تو وہ درد و حال کی سعادت سے محروم رہیگا-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص دوڑا اس نے خدا پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائیگا جو اس راہ میں دوڑتا رہیگا- دوڑتے رہنے سے اسطرف اشارہ ہے کہ ہمیشہ اس راہ میں سعی کرتا رہا ہو-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دیجاتی ہے مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے-

کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے بھید سے واقفیت رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا ہے وہ چلاتا ہے اِخفَاءُ الاَسرَارِ مِن جَمِیعِ الاَبرَارِ اسرار چھپانا ابرار کا طریقہ ہے-

اللہ اکبر- آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے

مسخ صورت یعنی صورت کا بگڑ جانا تو اس امت سے اٹھالیا گیا ہے مگر مسخ باطن یعنی دل کی خرابی باقی رہ گئی ہے ؎

اندریں امت نباشد مسخ تن | لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

اللہ اکبر۔ اس امت میں بدن کا مسخ نہیں ہے۔ مگر دل کا بگڑ جانا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے کبھی خلق کے دلی حالات اور اعمال اور احوال کا اظہار صادر ہو جاتا ہے ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ یا تو الہام ہے اس کی ہم کو خبر دیجاتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے ہم تک پہنچلتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے اس لئے کہ نیت بخشش الٰہی ہے اس کا کسب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بزرگان دین میں سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ بڑے خلوص نیت سے نماز ادا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ لَمْ یَحْضُرْنِی النِّیَّۃُ مجھکو ابھی تک خلوص نیت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو حق پرست کہا جا سکتا ہے۔ تو اس بنا پر کہ وہ حق کو باطل سے جدا کرنے کی نیت رکھتا ہو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا بیضہ قابلیت صحبتہائے فاسد کی وجہ سے خراب ہو جائے تو اسکے کام کی درستی دشوار ہے بجز صحبت اولیاء اللہ کے کہ وہ اس کے صاحب تدبیر ہیں۔ اور وہ مثل گندھک سرخ کے کمیاب ہیں۔ رباعی

جز صحبتِ عاشقاں مستاں مپسند | در دل ہوس قوم فرومایہ مبند

ہر طائفہ ات بجانب خویش کشند | چغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

اللہ اکبر۔ مست عاشقوں کی صحبت کے سوا کچھ اور پسند مت کرو اور اپنے دل میں نا اہل لوگوں سے ملنے کی آرزو مت رکھو۔ ہر گروہ تم کو اپنی طرف کھینچتا

ہے اُتو ویرانہ کی جانب اور طوطی قند کی طرف۔

اللہ اکبر۔ بندہ کا اختیار باقی رہنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی کام رضائے حق سبحانہٗ کے خلاف اس سے سرزد ہو جائے تو وہ شرمندگی اور پشیمانی سے عذر اور توبہ میں مشغول ہو سکے۔ اور اگر رضائے حق کے موافق ہو اور اس کے اختیار سے ہو تو اس کی توفیق کے شکر میں مصروف ہوئے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ غِیَابُ الزِّیَارَۃِ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِّنْ دَوَامِھَا بِلَا حُضُوْرٍ اگر حضوری دل کی کسی کو اُس کے پیر کے ساتھ رہے اور ملاقات جسمی اس سے دیر سے ہو تو وہ اس دائمی جسمی ملاقات سے بہتر ہے جو بلا حضوری قلب کے ہو۔

چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا تم ایکدن آڑ ہم سے ملا کرو کہ اس سے محبت زیادہ ہوگی ایک روز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ستونِ حنانہ کے پیچھے سے گذر رہے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فوراً آپ کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور کہا کہ اے رسول خدا کے میں آپ کی جدائی کی طاقت نہیں رکھ سکتا ہوں۔ اگرچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی محبت کے کمال کا اظہار کیا۔ لیکن اگر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو اور بہتر ہوتا

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام برا معلوم ہو تو چاہیے کہ بقدر طاقت صبر کرے اور کارخانہ اعتقاد کو برہم نہ کرے۔ ممکن ہے کہ اس پر اسکا راز ظاہر کر دیا جائے اور اگر طالب مبتدی ہو اور طاقت صبر کی نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کرے۔ کیونکہ اس کیلئے پوچھ لینا روا ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو وہ اسکے حل کرنیکے لئے لب کشائی نہ کرے۔ کہ اس کیلئے سوال حلال نہیں ہے

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے کرامت طلب کیگئی۔ آپنے فرمایا کہ میری یہ کرامت کچھ کم ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چل سکتا ہوں۔ اور فرمایا کہ مرید میں شیخ کے احوال کا ظہور پیر کی کرامت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس قصاب قدس سرہٗ سے کرامت طلب کیگئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بکری ذبح کرنے والے کا لڑکا ہوں۔ اتنی خلق میرے گرد کیوں جمع ہو گئی ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں قبچاق کی طرف سے ایک لشکر نے شہر بخارا پر حملہ کیا بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا۔ انہی میں میرے بھائی کو بھی قید کر کے لیگئے۔ میرے والد اپنے لڑکے کیلئے بہت پریشان ہوئے۔ اور ہمیشہ مجھسے کہتے تھے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قبچاق جا۔ میں نے یہ ماجرا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی رضامندی حاصل کرو۔ اس میں بہت سی سعادتیں اور برکتیں ہیں۔ اور فرمایا کہ جب تم کو اس سفر میں کوئی مشکل پیش آوے تو ہماری طرف توجہ کرنا۔ پس اس سفر میں مجھکو تھوڑی سی تجارت میں بہت سا نفع حاصل ہوا۔ اور بلا کسی دشواری کے بہت جلدی میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ اور قیدیوں کی ایک جماعت کیساتھ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ کشتی میں لوگ بہت تھے اور ہوا مخالف چلنی شروع ہوئی۔ اور کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اُس ناامیدی اور پریشانی کی حالت میں میرے کانوں میں کسی شخص کی حضرت خواجہ کو یاد کرنے کی آواز آئی۔ اُس کے سنتے ہی حضرت خواجہ کا وہ ارشاد

مجھ کو یاد آیا۔ کہ جب تجھ کو کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا پس میں حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی وقت حضرت خواجہ حاضر اور موجود ہو گئے۔ اور میں نے آپکو سلام کیا۔ حضرت کی برکت سے ہوا ٹھیر گئی اور دریا کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں ہم دونو بھائی بخارا پہنچ گئے۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں شرف قدمبوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ ہم نے سلام کیا تو حضرت خواجہ مسکرائے اور فرمایا کہ جس وقت تم نے کشتی میں ہم کو سلام کیا تھا۔ ہم نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا۔ لیکن تم نے نہ سنا تھا ان بڑی بڑی کرامتوں کے دیکھنے سے میرا اعتقاد حضرت خواجہ کے ساتھ اور زیادہ ہو گیا۔

اللہ اکبر۔ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ابر تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے میں نے کہا کہ ابھی نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو بالکل ابر نہ تھا اور تمام ملائکہ آسمان نماز ظہر کی ادائی میں مصروف تھے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم تو یہ کہہ رہے تھے۔ کہ ابھی وقت نہیں ہوا میں اپنے اس کہنے سے نادم ہو کر استغفار کی۔ ایک مدت تک مجھ پر اسکی ندامت رہی۔

اللہ اکبر۔ جب کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ زیارت بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ حاجی عید قربان کے دن قربانی کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے چاہئے کہ اسی کو ہم قربان کر دیں۔ واپسی کے بعد جب بخارا پہنچے تو معلوم ہوا کہ عید کے دن ہی حضرت کے لڑکے نے بخارا میں انتقال کیا تھا۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویشوں کی ایک جماعت کیساتھ ایک درویش کے

حجرے میں تھے۔ ان درویشوں میں سے ایک جماعت سفر کے سامان کی تیاری کیلئے نکلی۔ اور دو فریق ہو گئے ایک فریق صرافوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوراہہ کیطرف روانہ ہوا تھا اس نے بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو چوراہہ میں پایا۔ انہوں نے بھی آپکی نسبت وہی خیال کیا کہ آپ حجرہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ یہ درویش بازار میں اخی محمد زاہد سے ملے۔ اور ان سے اپنی سرگذشت بیان کی اس نے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ ایک طرف کو تشریف لے جارہے تھے۔ فقیروں کو تردد ہوا کہ حضرت سے کہاں جاکر ملاقات کریں وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش اُن کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی۔ درویشوں نے اس سے سب قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ کے پاس سے باہر نکلے ہو میں اور حجرہ والا درویش برابر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضرت نے حجرہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اور اس وقت جلدی کرکے تمہارے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔ درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ سے بیان کی حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایک رات درویش محمد زاہد زیور تونی شیخ شادی کے مکان میں تھے ایک دوسرے کے ساتھ ہم جلیس ہوئے اور صفت ایثار اور فدا ان پر طاری ہوئی اور بیخود ہو کر فانی ہو گئے۔ بہت دیر اسی طرح گذری۔ اور ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ ان کی روح بدن سے پرواز کر گئی۔ اُسیوقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ قصر عارفان سے نکلے اور دونوں درویشوں کو اپنے تصرف سے اس صفت سے نکالا۔ اور فرمایا کہ جب آپ دونوں اس صفت میں آئے۔

۔ یہ حالت آپ پر طاری ہوئی۔ مجھ کو حکم ہو کہ جاؤ ہمارے بندوں کی دستگیری کرو۔
اس وجہ سے اس رات کو میں قصر عارفان سے نکل کر آیا۔
اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نہر کے اس کنارہ پر جو مزار شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کے برابر ہے۔ درویشوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور صحبت گرم تھی اتنے میں ایک شخص کی زبان سے یہ نکلا کہ پہلے بزرگوں کو کرامت اور تصرفات حاصل تھے اس زمانہ میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے جس سے اس قسم کے ایسے امور سرزد ہوتے ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے لوگ ہیں اور رہیں گے اگر اس نہر کو اشارہ کر دیں کہ الٹی بہے تو اسی وقت الٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ نہر کا پانی اُلٹا بہنے لگا۔ ایک جماعت کثیر اور جم غفیر نے اس کرامت کو دیکھا اور مخلوق کا اعتقاد حضرت کی نسبت اور بھی زیادہ ہو گیا۔
اللہ اکبر۔ ایک درویش حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت میں آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ ماخان کے لوگوں کو تیری وجہ سے نقصان پہنچا۔ اور تو بغیر ہماری اجازت کے بخارا سے نکلا۔ اور ہیبت اور جلال کے ساتھ اس کی طرف نظر کی۔ اس درویش کی حالت متغیر ہو گئی۔ اور وہ بے ہوش کر زمین پر گر پڑا۔ اور اس کے سانس کی آمد رفت رک گئی حاضرین میں سے کسی کو بھی اس کی سفارش کی مجال نہ تھی۔ آخر کار سب لوگ حضرت خواجہ کے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے وہ بہت احتیاط کیساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں گئے۔ اور کہا کہ سب درویش اس کی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک کہ وہ آفاق میں نہ جائیگا اور آفاق کو راضی نہ کریگا۔ اور وہ اس کی ایذا رسانی سے رہائی نہ

پائیں گے اس وقت تک اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر حضرت نے اس کے سینہ پر قدم مبارک رکھا۔ اور کہا کہ اٹھ وہ فوراً ہوش میں آگیا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ غدیوت میں ایک درویش کے مکان میں تنور سلگا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت پر کیفیت اور خوش وقتی طاری ہوئی۔ آپنے اپنا دست مبارک سلگتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ اور بہت دیر تک اس میں رکھے رہے جب آپنے ہاتھ نکالا تو آپ کے ایک بال کو بھی آگ کا کچھ اثر نہ ہوا تھا ؎

خلیل اللہ در آتش ہمی گفت　　　　اگر موئے زمن باقیست مے سوز

اللہ اکبر۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آگ میں گرتے وقت فرماتے تھے کہ اگر ایک بال بھی مجھ میں میرا باقی ہے تو جل جائے۔ حاضرین پر اس کرامت کے مشاہدہ سے حالت عظیم طاری ہوئی۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش امیر تاج نامی کا یہ حال تھا کہ جب درویش اس کو کسی کام کیلئے بھیجتے تو وہ اس کام کو اسی وقت پورا کرکے آجاتا تھا۔ اور اکثر اوقات پرندوں کی طرح بلا پروں کے اڑا کرتا تھا۔ ایک روز درویشوں نے اس کو بخارا روانہ کیا وہ ہوا میں اڑ کر جا رہا تھا۔ اتنے میں حضرت تشریف لائے۔ اور آپکے اس حال کو دیکھا نگاہ پڑنے کیساتھ ہی اُسکا یہ حال سلب ہوگیا اور زمین پر گر پڑا اسکے بعد پھر کبھی ہوا پر نہ اڑ سکا

اللہ اکبر۔ ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ ایک دن کسی کے ساتھ مجھ کو میل خاطر غالب ہوا۔ اس طرح کہ میں اپنے کو روک نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً میں نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو یکایک حضرت خواجہ قدس سرہٗ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اور مجھ کو اس عصا سے مارنا چاہا۔ اس واقعہ کو دیکھکر دہشت مجھ پر غالب ہوئی۔ اور دونو ہاتھ منہ پر رکھ کر آنکھیں بند کرکے وہاں سے اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ ایک مدت تک

میرا یہ حال رہا کہ میں کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا تھا۔ اس مقام سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ بارہ روز کے راستہ پر رہا کرتے تھے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ قصر عارفان میں اقامت گزین تھے۔ امیر برہان الدین پسر امیر سید کلال قدس سرہٗ آٹا بے کر تنور میں روٹی پکانے لگے۔ اتنے میں ابر عظیم پیدا ہوا اور بارش شروع ہوئی۔ سب لوگ حیران ہو گئے۔ اس حالت کو دیکھکر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ پانی سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین نے بہت عاجزی کی اور کہا کہ میری کیا مجال جو ایسی بات کہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہو اور وقت کو محفوظ رکھو۔ امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں جس طرح کہ حضرتؒ نے فرمایا تھا کہا۔ قدرت قادر لایزال سے جہاں کہ حضرت تھے ایک قطرہ پانی نہ برسا۔ اور باہر خوب بارش ہوئی۔ اسی طرح نسف میں بھی جس وقت کہ حضرت نے بخارا کا ارادہ کیا چاروں طرف سے بارش شروع ہو گئی۔ حضرت نے خواجہ پارسا سے فرمایا کہ پانی بہت ہو گیا ہے دعا کرو تاکہ پانی موقوف ہو جائے پس کہو کہ اے پانی ٹھیر جا۔ خواجہ پارسا قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین کی طرح عاجزی سے وہی کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا ہم کہتے ہیں تم کہو خواجہ پارسا نے کہا۔ کہ اے پانی ٹھیر جا۔ پانی ٹھیر گیا اور ہوا چلنے لگی اور آفتاب نکل آیا۔

اللہ اکبر۔ شیخ شادی علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نظر قبولیت سے مشرف ہوا تو فدائیت اور ایثار یعنی بخشش کا عالم مجھ پر آسان ہو گیا۔ میرے پاس ننانوے دینار عدلی تھے۔ ایک روز میری اہلیہ نے مجھسے

کہا کہ اس کو چھپا کر رکھ چھوڑو۔ یقین کی کمزوری کی وجہ سے میں نے بھی اس بارے سے انفاق کر لیا اور بخارا چلا گیا۔ اور ان دیناروں سے موزہ کیمخت اور دیگر ہر قسم کی چیزیں خریدیں۔ کچھ ایسی وجہ پیش آئی۔ کہ قصر عارفان سے غدیوت جانیکا اتفاق ہوا۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شادی شہر بخارا کو کیوں گئے تھے۔ میں نے کہا کہ کچھ کام تھا۔ حضرت نے کہا کہ موزہ کیمخت اور جو کچھ کہ تم نے خریدا ہے حاضر کرو۔ میں نے سب چیزیں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ سَو دینار عدلی بھی حاضر کرو۔ میں نے وہ بھی پیش کر دئیے۔ پھر آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تو دینار چاہتا ہے تو عنایت الٰہی سے پہاڑ کو تیرے لئے سونا بنا دوں لیکن ہم عالم فقر میں ایسی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتے ہیں۔ فقیروں کی جماعت کا کارخانہ اس عالم سے الگ ہے تم کو کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔ پھر کیوں جمع کرتے ہو۔

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا سعدی فرشوی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے باغ میں تشریف لائے۔ اتفاقاً وہ موسم خزاں کا تھا میری نظروں میں باغ بہت ویران تھا۔ گویا کہ ایک خارستان اور شورستان تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے باغ کو سرسبز اور تازہ کر دیتے ہیں تاکہ تمہارا یقین زیادہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب دیکھو۔ میں نے دیکھا تو باغ پھولوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ باغ میرا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی باغ ہے جب ایک زمانہ دراز اسی بہار کے عالم میں گذر گیا۔ تو باغ اسی حالت سابقہ پر نظر آیا۔ یہ کرامت آپ کے کمال ولایت کی بابت میرے یقین کے زیادتی کا سبب ہوئی۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز

حضرت خواجہ قدس سرہٗ حضرت معشوق طوسی قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے
طوس تشریف لائے۔ جب آپ ان کی مزار پر پہنچے تو فرمایا سلام ہو تم پر اے معشوق
طوسی تم اچھے ہو۔ ان کی قبر سے آواز آئی کہ تم پر بھی سلام ہو۔ اے خواجہ بہاؤالدین
نقشبند ہم اچھے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت نے جو حضرت خواجہ کے ہمراہ
تھی۔ اس کلام کو سنا۔ اور منکرین خواجہ نے اس کرامت کو دیکھکر حضرت خواجہ کی
ولایت کا اقرار اور اعتراف کیا۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک دفعہ بخارا کے ایک گاؤں میں مقیم تھے
حضرت نے فرمایا کہ مولانا عارف دیگرانی نسف میں اور قشلاقی میں خواجہ مبارک
مولانا بہاؤالدین کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور ہم کو طلب کر رہے ہیں۔ یہ فرماکر
فوراً نسف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ اور مولانا سے ملاقات ہوئی
تو مولانا نے حضرت خواجہؒ سے کہا کہ جبتک ہم آپکو تین بار طلب کریں۔ تشریف نہ لایا کیجئے

اللہ اکبر۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ امیر برہان الدین فرزند سید امیر
کلال قدس سرہٗ کے گھر قریہ سوخار میں تھے۔ امیر موصوف نے حضرت خواجہ سے
التماس کیا کہ مجھ کو مولانا عارف کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔ اور وہ نسف میں ہیں
آپ توجہ فرمائیے تاکہ مولانا جلد تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم مولانا کو
بہت جلد طلب کرتے ہیں۔ یہ فرماکر حضرت خواجہ امیر کی خانقاہ کی چھت پر
تشریف لے گئے۔ اور تین بار فرمایا کہ اے مولانا عارف پھر آپ نیچے اتر آئے
اور فرمایا کہ مولانا عارف نے میری آواز سن لی ہے۔ اور اس طرف روانہ ہوگئے
جب مولانا عارف حضرت خواجہ کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں فلاں روز فلاں وقت
نسف میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کانوں
میں آئی کہ آپ مجھ کو طلب کر رہے ہیں اسلئے میں فوراً نسف سے بخارا کو روانہ ہوگیا۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک درویش بخارا میں مولانا نجم الدین داورک نامی ہے۔ میں اُسکو طلب کرتا ہوں وہ کل ظہر کے وقت تک آجائیگا۔ دوسرے دن مولانا نجم الدین ظہر کے وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں مقام قصر عارفاں میں پہنچ گئے۔ اور کہا کہ کل حضرت خواجہ کے طلب کرنیکی آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں بے قرار ہوگیا۔ اور تاخیر نہ کرسکا۔ اسی وقت بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوگیا۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ میں ایک صحرا میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تہا۔ اور بہار کا موسم تھا۔ اور میرے دل میں خربوزہ کی آرزو پیدا ہوئی۔ میں نے حضرت خواجہ سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ ایک نہر پانی کی وہاں سے نزدیک تھی۔ حضرت خواجہؒ نے اس نہر کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ نہر کے کنارہ جاؤ۔ تم کو خربوزہ مل جائیگا۔ میں نہر کے کنارہ گیا۔ ایک خربوزہ تازہ بہتا ہوا میرے سامنے آیا۔ مینے اسکو لے لیا اور میرا یقین خواجہ کی نسبت اور زیادہ ہوا

اللہ اکبر۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ میرے مکان پر تشریف لائے۔ میں خوش دل اور شاداں ہوا۔ میرے گھر میں آٹا موجود نہ تھا اسی دن آٹے کا ایک تھیلہ میں لایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس آٹے کو محفوظ رکھو اور اس میں سے خرچ کرو اور اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو حضرت خواجہ دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ کی ملاقات کیلئے آتے رہے۔ اور وہی آٹا پکتا رہا۔ مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جب حضرت خواجہ تشریف لے گئے۔ تو ہم ایک مدت دراز تک اسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے۔ اور آٹا مطلق ختم نہ ہوا جب مینے حضرت کے ارشاد کیخلاف کیا اور اپنے اہل و عیال سے اس واقعہ کا اظہار کردیا تو برکت جاتی رہی

اللہ اکبر۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ میں شروع زمانہ میں دکان داری کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ میری دکان پر تشریف لائے اور حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ سلطان العارفین نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنے رومال کا کونہ کسی شخص تک پہنچکر دوں تو وہ میرا فریفتہ اور شیدا ہوکر میری جستجو میں نکل جائیگا۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستین ہلا دوں تو تمام اہل بخارا میرے فریفتہ اور حیران ہو جائیں اور گھر بار کو چھوڑ کر میرے پیچھے ہو جائیں اثنائے کلام میں حضرت نے اپنی آستیں ہلائی اور میری آنکھ حضرت کی آستین کے کونہ پر پڑ گئی پس بے خود ہو گیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی اور جب میری حالت درست ہو گئی۔ اور اپنی حالت پر لوٹا تو حضرت خواجہ کا عشق میری رگ و پے میں اثر کر گیا۔ میں نے اپنا گھر بار دکان و پونجی اور تمام چیزیں جو میرے پاس تھیں سب کو لٹا دیا۔ اور حضرت خواجہؒ کے عاشقوں میں شامل ہو گیا۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے موسم زمستان میں ایک درویش سے فرمایا کہ بہت سی لکڑیاں جمع کرو۔ پس جب اتنی لکڑیاں جتنی کا آپ نے حکم دیا تھا۔ جمع ہو گئیں۔ تو دوسرے دن سے برف باری شروع ہو گئی۔ اور برابر چالیس روز تک لگاتار ہوتی رہی۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ نے خوارزم کا ارادہ کیا اور شیخ شادی نامی درویش ہمرکاب تھے۔ جب آپ کنارہ آب حرام کام پر پہنچے۔ تو شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی کے اوپر قدم رکھ کر گذر جاؤ۔ شیخ شادی غرق ہونے کے خوف سے پانی پر چلنے کی جرأت نہ کر سکے۔ حضرت نے تاکیداً فرمایا کہ چلو اور نظر ہیبت سے شیخ شادی کیطرف دیکھا وہ بیہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھا اور چلنے لگے۔ اور حضرت خواجہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اُس

ندی سے گذر جانے کے بعد حضرت نے شیخ شادی سے فرمایا دیکھو تمہارا موزہ تر ہوا یا نہیں شیخ نے دیکھا تو ان کے موزہ پر پانی کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تھا۔

اللہ اکبر۔ ایک دفعہ نسف میں امساک باراں ہوا اور حضرت خواجہؒ کے مخلصین نے جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ ایک درویش کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اس درویش کو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اصحاب نسف خیریت سے ہیں اور انہوں نے طلب باراں کیلئے تم کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔ درویش نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے بخارا سے پانی بھیجتے ہیں۔ پھر آپ نے اس درویش کو تھوڑی دیر ٹھیرنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور پھیل کر برسنے لگا۔ اور دن بھر لگاتار برستا رہا۔ دوسرے دن آپ نے ان کو جانے کی اجازت دی۔ اور وہ اسی بارش کی حالت میں نسف روانہ ہوئے۔ اور تین رات دن تک یہ بارش لگاتار ہوتی رہی اور حضرت خواجہ کی اس کرامت سے تمام ملک سیراب ہوگیا۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ مجھ کو اولاد ترینہ نہ ہوتی تھی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں دعا کیلئے التماس کیا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو ایک لڑکا عطا کیا۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لڑکے کیلئے آپ کا ملبوس کرتا طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں کرتا نہیں بھیج سکتا۔ میں گھر واپس آیا اور دیکھا تو وہ لڑکا فوت ہو چکا تھا۔ میں پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تو نے ہم سے لڑکا مانگا وہ ہوا۔ اب خدائے تعالیٰ تجھ کو دو لڑکے عطا کریگا۔ جن کی عمر بہت ہوگی اور وہ تجھ کو کافی ہونگے۔ اس کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ایک زمانہ کے بعد وہ بیمار ہوگیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارا فرزند ہے تم کو اس کی علالت سے کیا علاقہ بہت

مرتبہ بیمار اور صحت یاب ہوگا۔ اس کے بعد اور دوسرا لڑکا تولد ہوا۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے مجھ کو ایک کام کیلئے کسی جگہ روانہ کیا۔ اور ہوا نہایت گرم تھی۔ واپسی میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور اس درخت سے تکیہ لگا کر سو رہا۔ میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے اٹھو میں بے قرار ہو کر خواب سے اٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ دو بھیڑیئے خونخوار میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ میں فوراً قصر عارفان کو روانہ ہوگیا جب میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ راستہ پر کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں۔ کہ کوئی شخص یہاں سو رہا ہے۔

اللہ اکبر۔ خواجہ علاؤ الدین غجدوانی قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کے مرض الموت کے زمانہ میں حاضر تھا۔ حضرت حالت نزع میں تھے۔ جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے غلام دسترخوان لا اور کھانا کھا۔ حضرت ہمیشہ مجھ کو غلام کہا کرتے تھے تعمیل ارشاد کی اور میں دسترخوان لایا اور چند لقمے کھائے۔ اس حالت میں میں کھانا نہ کھا سکتا تھا اسلئے دسترخوان کو اٹھا دیا۔ حضرت نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ میں نے دسترخوان اٹھا دیا ہے پس فرمایا کہ اے غلام دسترخوان بچھا اور کھانا کھا۔ میں نے پھر چند لقمے کھا کر دسترخوان اٹھا دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ دسترخوان بچھاؤ اور کھانا کھاؤ کیونکہ کھانا اچھی طرح کھانا چاہیئے۔ اور کام اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ آپ نے چار مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا۔

اللہ اکبر۔ خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت سورہ یٰسین پڑھ رہا تھا۔ جب سورۃ نصف ہوئی تو انوار ظاہر

ہونے لگے ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہو گیا حضرت کی عمر شریف پورے تہتر سال کی تھی۔ اور چوہترویں سال میں دوشنبہ کے دن تیسری ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ ہجری یا ۷۹۲ھ میں وفات پائی۔

چنانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

بہاؤ الدین طالب مثواہ | امام سنت شیخ جماعت
چو میرفت از جہاں ایں بیت میخواند | بر اہل فضل ارباب بلاغت
بطاعت قرب یزداں میتواں یافت | قدم درنہ گرت ہست استطاعت
بدیں دستور تاریخ وفاتش | بروں آر از حروف قرب طاعت

مزار شریف بخارا میں ہے فقیر مولف نے اس صاحب کمال کی تاریخ وفات قول اول کی بنا پر "عجائب الکرامات بود" اور قول ثانی کی بنا پر "اوبہار امت بودہ" اور "اور ہین سنت بودہ" سے پائی ہے۔

واضح ہو کہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چار فرزند اور چار خلیفہ تھے سب کے سب اصحاب حال تھے۔ حضرت نے اپنے ہر ایک فرزند کی تربیت اپنے ایک ایک خلیفہ کے سپرد کی تھی۔ امیر برہان الدین قدس سرہٗ حضرت امیر کلال کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اور ان کی تربیت حضرت خواجہ بہار الحق والدین نقشبند قدس سرہٗ کے سپرد تھی۔ اور فرمایا تھا کہ جب استاد شاگرد کی تربیت کرے تو چاہئے کہ اپنی تربیت کا اثر شاگرد میں مطالعہ کرے۔ تاکہ اس پر بھروسہ ہو جائے کہ تربیت اس میں قایم ہو گئی ہے۔ اور اگر اس میں خلل دیکھے تو اس کی اصلاح کرے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نقشبند سے فرمایا کہ میرے فرزند امیر برہان الدین موجود ہیں۔ کسی کا دست تصرف ان پر نہیں پہنچا ہے تم میرے سامنے ان کی تربیت میں مشغول ہو جاؤ تاکہ

میں تمہاری تربیت کا اثر دیکھوں۔ اور مجھ کو تمہاری کاریگری پر اعتماد ہو جائے۔ حضرت خواجہ نے ادب کی وجہ سے کچھ توقف کیا۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ تامل نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت خواجہ بہ تعمیل ارشاد حضرت امیر برہان الدین کے باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس سے ان میں حالت عظیم پیدا ہوئی۔ اور سکر حقیقی کا اثر ظاہر ہوا۔ اس کے بعد امیر برہان الدین حضرت خواجہ کے تربیت میں مرتبۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے۔ اور صاحب تصرف و کرامت ہوئے۔ حضرت امیر برہان الدین کا طریقہ خلق سے انقطاع کا تھا۔ آپ ہرگز کسی سے نسبت نہیں رکھتے تھے۔ اور کسی کو آپکے اطوار باطن پر اطلاع نہ ہوتی تھی۔ آپ کی قوت باطن اس درجہ تھی کہ حضرت خواجہ کے بعض مریدوں کا حال کم کر دیتے تھے اللہ اکبر۔ شیخ نیک روز بخاری جو حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ نقل کرتے ہیں کہ جب مجھ کو راستہ میں امیر برہان الدین سے اتفاق ملاقات کا ہوتا۔ تو میرے احوال باطنی مجھ سے غائب ہو جاتے تھے۔ ایک روز میں حضرت خواجہ کی خدمت میں امیر برہان الدین کی شکایت کرنے کیلئے آیا۔ حضرت خواجہ نے مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس وقت امیر برہان الدین کی شکایت کے لئے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کے ضمیر خورشید نظیر پر نور روشن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ تم میری طرف اس طرح متوجہ ہو جایا کرو کہ میں میں نہیں ہوں جو کچھ ہیں حضرت خواجہ ہیں۔ اس کے بعد جب امیر برہان الدین سے اتفاق ملاقات کا ہوا تو انہوں نے چاہا کہ میری طرف متوجہ ہوں۔ میں نے فوراً حضرت خواجہ کی صورت کا تصور کیا۔ اور کہا کہ میں نہیں ہوں حضرت خواجہ ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ امیر برہان الدین کا حال متغیر ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اس

بعد سے انہوں نے کبھی مجھ میں تصرف نہیں کیا۔

اللہ اکبر۔ امیر برہان الدین قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عید قربان کے موقعہ پر جب کہ لوگ عید گاہ سے نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے۔ حضرت خواجہ کے پاس مخلوق کا بہت کچھ ہجوم تھا۔ اس طرح کہ میں بہت فاصلہ پر ہوگیا تھا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت خواجہ کا یہ ابتدائی زمانہ ہے۔ اور آپ کے تصرفات و کرامات کے ظہور کا اب آغاز ہو رہا ہے۔ اس لئے مخلوق کا ہجوم حضرت کے اوقات میں مخل ہوگا حضرت خواجہ نے میرا گریبان پکڑ کے تھوڑی حرکت دی۔ اس سے ایک صفت نہایت بزرگ میرے باطن میں پیدا ہوئی کہ اس کے عظمت اور صولت سے میری طاقت جاتی رہی اور میں قریب مرنے کے ہوگیا۔ مگر حضرت خواجہ نے مجھ کو بچا لیا۔ اور ایک زمانہ اسی حالت پر گزر گیا جب مجھ کو افاقہ اور ہوش پیدا ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کہتے ہو اب بھی وہ تصرفات ہیں یا نہیں۔ میں ندامت سے حضرت کے قدموں پر گر گیا۔

مولانا عارف دیگ گرانی قدس سرہٗ آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے دوسرے خلیفہ ہیں۔ اور آپ کا مولد و مرقد قریہ دیگ گران ہے۔ جو قصبہ ہزارہ سے کنارہ کوہک پر واقع ہے۔ جہاں سے بخارا نو فرسنگ شرعی ہے۔ آپ کا مزار پرانوار اسی قریہ کے باہر ہزارہ کے راستہ پر واقع ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب ہم ذکر خفی میں مشغول ہوئے اور ہم میں نشان آگاہی پیدا ہوئی تو ہم اس کی اصل کے طالب ہوئے۔ اور تیس برس تک اصل کی تلاش اور جستجو کرتے رہے۔ دو مرتبہ سفر حجاز کا کیا۔ ہر ایک گوشہ اور زاویہ میں پھرے۔ اس تلاش میں مولانا عارف کے مماثل کوئی شخص بھی ملجاتا تو ہم ہرگز واپس نہ آتے ایسا شخص چاہیئے جو ہم زانو ہو

اور سیر میں آسمانوں سے آگے بڑھ گیا ہو اور ظاہر اور باطن میں وہیں مشغول ہو۔

اللہ اکبر۔ مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی تدبیر میں ہے وہ خاص دوزخ میں ہے۔ اور جو شخص تقدیر الٰہی جل و علا کی تعمیل میں مصروف ہے وہ خالص بہشت میں ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز مولانا نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کھانے کے وقت ہر ایک عضو اپنے ایک کام میں مشغول رہتا ہے۔ دل کس کام میں مشغول رہتا ہے مریدوں نے عرض کیا۔ کہ ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا ذکر نہیں ہے بلکہ اس وقت کا ذکر نعمت کو منعم کی طرف سے دیکھنا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں کام میرا آپ کی دعا سے سر انجام پائیگا۔ مولانا نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ ذمہ لینا اُس شخص کا کام ہے کہ صاحب مقصد کا کام اسکی مبارک ہمت سے پورا ہو سکے اور مجھ میں یہ ہمت نہیں ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک دفعہ قریہ دیگ گران میں طوفان آب آیا۔ چنانچہ گاؤں کے بہ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ لوگ خوف کے مارے فریاد کرنے لگے۔ مولانا یہ شور سنکر باہر نکلے اور اپنے آپ کو طوفان میں اس مقام پر جہاں پانی کا زور تھا ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اے پانی اگر تجھ سے ہو سکتا ہے تو مجھ کو بہالے فوراً طوفان بیٹھ گیا اور تسکین ہو گئی۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مولانا بہاؤ الدین قشلاقی قدس سرہٗ کی صحبت میں تھے (جو علوم ظاہری اور باطنی کے عالم اور صاحب آیات و کرامات تھے اور حضرت خواجہ کے پیر صحبت اور شیخ الحدیث تھے) اثنائے کلام میں مولانا نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ مرغ بلند پرواز آپ

ہیں یا مولانا عارف دیگ گرانی ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کاش کہ صحبت مولانا کی آج ہی میسر ہو جاتی۔ پس مولانا کی صحبت کا شوق حضرت خواجہ پر غالب ہوا۔ اور اس وقت مولانا عارف اپنے گاؤں میں اپنے مریدوں کے ساتھ کاشت کے کام میں مشغول تھے۔ مولانا بہاؤ الدین قشلاقی نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ اگر تم کو مولانا عارف کے دیدار کا شوق بہت ہے تو میں ان کو آواز دیتا ہوں وہ ضرور آجائینگے پس آپ بام پر چڑھے۔ اور تین بار آواز دی۔ کہ اے مولانا عارف۔ مولانا عارف اُسی وقت کاشت کے کام سے رُک گئے۔ اور مریدوں سے فرمایا کہ تم لوگ قیام گاہ پر جاؤ۔ مجھ کو مولانا بہاؤ الدین قشلاقی طلب کرتے ہیں۔ پس عجلت کے ساتھ روانہ ہو گئے اور اسی دوپہر میں قبل اس کے کہ دیگ آتشدان سے اتاری جائے اور آتش استعمال میں لایا جائے ان کی صحبت میں پہنچگئے۔ اور قریہ دیگ گران اور قشلاق میں بیس فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ حضرت خواجہ اور مولانا عارف کی پہلی ملاقات اسی صحبت میں ہوئی۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

آپ کا انتساب اس طریقہ عالیہ میں آستان عرش نشان شاہ ولایت پناہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند سے ہے آپ کی اصل قریہ چرخ ہے جو ولایت غزنین میں ایک گاؤں ہے آپ کا مرقد منور ایک گاؤں میں ہے۔ منجملہ مواضعات حصار کے ابتدائے احوال میں اکثر اوقات جامع ہرات میں اور اکثر دیار مصر میں تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ اور شیخ زین الدین خوافی قدس سرہٗ کے ساتھ مصر میں ہم سبق رہے۔ یہ دونوں صاحب مولانا شہاب الدین

سیرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو اس دیار کے اکابر علماء سے ہیں ہم سبق تھے اور ایک دوسرے کیساتھ اتحاد اور خلوص رکھتے تھے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے سلسلہ میں منسلک ہونے سے پہلے مجھ کو حضرت کے ساتھ اعتقاد اور خلوص تھا اور اکابر علماء سے اجازت فتوے حاصل کرنے سے پہلے میں نے اپنے وطن مالوف کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ ایک روز مجھ کو حضرت خواجہ سے اتفاق ملاقات کا ہوا۔ میں نے بطریق معتقدین تواضع اور نیازمندی کی اور حضرت سے عرض کیا۔ کہ اس عاجز کی طرف بھی گوشۂ عنایت ملحوظ رکھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت ارادہ کرکے ہمارے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں آرزومند خدمت ہوں حضرت نے فرمایا کہ جس وجہ سے میں نے کہا کہ آپ بزرگ ہیں۔ اور مقبول خلائق۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ کہ یہ قول شیطانی ہو۔ میں نے کہا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو دوستی کیلئے منتخب فرماتا ہے تو اس کی دوستی بندگان خدا کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے یہ سنکر تبسم فرمایا اور کہا کہ ہم عزیزان ہیں۔ پس یہ ارشاد سنکر میری یہ حالت اس لئے متغیر ہوئی کہ میں اس سے ایک ماہ پہلے خواب میں دیکھ چکا تھا کہ کوئی صاحب مجھ سے فرمارہے ہیں کہ عزیزان کا مرید ہو مجھ کو اسی وقت وہ خواب یاد آئی اور حضرت خواجہ سے میں نے التماس کی کہ خاطر شریف میرے حال پر منعطف رکھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عزیزان علیہ الرضوان سے عرض کیا تھا کہ مجھ کو آپ یاد رکھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہیں رہتا ہے۔ تم کوئی چیز ہمارے پاس چھوڑ دو۔ تاکہ جب ہم

اس کو دیکھیں تم یاد آجاؤ۔ لیکن تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس کو
تم ہمارے پاس چھوڑ سکو۔ یہ کہکر حضرت نے اپنی ٹوپی مجھ کو عنایت فرمائی
اور فرمایا کہ اس کو احتیاط سے رکھو۔ جب تم اس کو دیکھو گے تو ہم کو یاد کروگے
اور جب ہماری یاد کروگے تو ہماری حضور میں آجاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا
کہ اس سفر میں مولانا تاج الدین سے کولکی کے جنگل میں ضرور ملاقات کرنا۔
کیونکہ وہ اولیائے وقت سے ہیں میرے دل میں خیال گذرا کہ میرا ارادہ بلخ
جانے کا ہے۔ پھر وہاں سے اپنے وطن جاؤنگا بلخ کہاں اور دشت کولکی
کہاں میں حضرت سے رخصت ہوکر بلخ روانہ ہوا۔ اتفاقاً ایسی ضرورت پیش
آئی جس کی وجہ سے دشتِ کولکی میں جانا پڑا۔ اس وقت حضرت خواجہ کا
ارشاد مجھ کو یاد آیا۔ اور بہت تعجب ہوا۔ میں نے یہاں مولانا تاج الدین سے
ملاقات کی۔ اور مولانا سے ملاقات ہونے کے بعد سے حضرت خواجہ کیساتھ
رابطۂ محبت اور زیادہ ہوگیا۔ اور کچھ سبب ایسا پیش آیا کہ حضرت خواجہ کی
ملاقات کیلئے پھر بخارا واپس آنا پڑا۔ اور میرے دل میں یہ خیال مضبوط
ہوگیا۔ کہ دستِ ارادت حضرت خواجہ کے دست شریف میں دے دوں
بخارا میں ایک مجذوب تھا۔ اور اس کے ساتھ مجھ کو بہت اعتقاد تھا چلتے
وقت میں نے اس کو راستہ پر بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ
کیا میں بخارا کو جاؤں اس نے کہا کہ جلدی جاؤ اور بہت سی لکیریں زمین
پر کھینچیں۔ میں نے دل میں کہا کہ ان لکیروں کو شمار کرنا چاہیئے۔ اگر وہ طاق
نکلیں تو اس خیال کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ
کیونکہ اللہ تعالےٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔
جب میں نے ان کو گنا تو وہ طاق ہی نکلیں۔ میں پوری طرح یقین کیسا

حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور حضرت سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم خود کسی کو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر بارگاہِ ایزدی میں تجھ کو قبول کر لیا جائے تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ پس وہ رات میرے لئے میری عمر میں سخت ترین رات تھی۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے آیا مجھکو قبول کیا جاتا ہے یا رد کر دیتے ہیں۔ جب صبح ہوئی اور میں صبح کی نماز حضرت کے ساتھ پڑھ چکا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو قبولیت کے لئے اشارہ کیا گیا ہے لوگوں کو بہت کم قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی کسی نیت سے آتا ہے۔ کوئی کیسے وقت آتا ہے۔

اس کے بعد حضرت نے اپنے مشائخوں کا سلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ تک بیان فرمایا ہے۔ اور فقیر کو وقف عددی میں مشغول فرما دیا اور فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے عدد طاق کی شمار کا لحاظ رکھو۔ گویا ان خطوط کی طرف اشارہ فرمایا جو میں نے کھینچے اور اپنا رہبر بنایا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے جو حضرت خضر علےٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کو پہنچا ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا نے اپنی کتاب مناقب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب خدائے پاک کی عنایت بے غایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی تو فیض نامتناہی کی کشش اور فضل الٰہی کے قاصد نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت کی طرف کھینچا۔ میں بخارا میں آپ کی ملازمت کرتا اور حضرت کے کرم عمیم سے توجہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہدایت صمدیت سے مجھ کو یقین حاصل ہوا کہ آپ مخصوص اولیاء اللہ سے ہیں۔ اور کامل و مکمل ہیں۔ ارشادات غیبی

اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام الٰہی سے تفاول کیا۔ تو یہ آیت نکلی
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ
تعالےٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایتوں کی پیروی کر۔
ایک روز سہ پہر کے وقت مقام فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا۔ مزار
حضرت شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔
کہ قبولِ الٰہی کا قاصد پہنچا۔ اور میرے باطن کو بے قرار کر دیا۔ پس میں نے
حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ میں قصرِ عارفان تک جو حضرت
خواجہ کا قیام گاہ تھا پہنچا تو حضرت کو راستہ میں منتظر کھڑے ہوئے پایا۔
حضرت نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور نماز شام کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔
حضرت کی ہیبت مجھ پر ایسی طاری ہوئی کہ کلام کرنے کی طاقت باقی نہ رہی
اثنارِ کلام میں حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔
اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَهِيَ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
علم دو طرح کا ہے۔ پہلا علم قلب اور یہ علم نفع دیتا ہے اور یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے
اور عِلْمُ اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ دوسرا علم
زبان یہ اللہ کی حجت ہے آدم کی اولاد پر۔
مجھ کو امید ہے کہ علمِ باطنی کا حصہ تم کو ملے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث میں
آیا ہے اِذَا جَالَسْتُمْ اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ
جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى هِمَمِكُمْ
جب اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو سچائی کیساتھ بیٹھو۔ کیونکہ وہ قلب کے جاسوس
ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں کو دیکھتے ہیں۔
اس کے بعد ایک مدت تک حضرت خواجہ کی صحبت میں رہا۔ یہاں تک کہ

حضرت نے فقیر کو بخارا سے رخصت ہونے کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے تو بندگان خدا کو پہنچا تاکہ سعادت کا سبب ہو۔ اور رخصت کے وقت حضرت نے تین بار فرمایا کہ تجھ کو ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں اور اس سپرد کرنے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا اسْتُوْدِعَ لَهُ شَيْءٌ حَفِظَهُ جب کوئی شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے، میں بخارا سے نکل کر شہر کیش میں پہنچا۔ اور کچھ دنوں وہاں قیام کیا۔

اس عرصہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے وفات کی خبر میرے سننے میں آئی۔ میرے دل پر اس واقعہ کا بہت رنج وصدمہ ہوا۔ اور یہ خوف عظیم غالب ہوا کہ مبادا کہ عالم کیطرف میری طبیعت کا میل ہو جائے۔ اور طلب باقی نہ رہے میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اور یہ آیت آپ نے پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ محمدؐ نہیں ہیں مگر ایک رسول، ان کے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ بالفرض اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔

جب حضرت کی صحبت شریف سے ناامید ہونے کے بعد خیال ہوا کہ اس زمانہ کے دوسرے درویشوں کے گروہ میں ملجاؤں۔ پھر میں نے حضرت کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ قَالَ زَيْدُ بْنُ الْحَارِثَةِ اَلدِّيْنُ وَاحِدٌ زید بن حارثہ نے کہا ہے کہ دین ایک ہی ہے۔ اس ارشاد سے مینے سمجھا کہ اجازت نہیں ہے حضرت قدس سرہٗ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں سے زید بن حارثہ

رضی اللہ عنہ کی اس لئے تخصیص فرمائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے منہ بولے صاحبزادے تھے۔ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم بھی
طالبوں کو فرزندی میں قبول کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے اصحاب بھی
دوسروں سے ممتاز ہیں۔

دوبارہ پھر میں نے آنحضرت قدس سرہ کو دیکھا۔ اور پوچھا کہ قیامت میں
میں آپ کو کس چیز سے پاؤں گا حضرت نے فرمایا کہ تشرع سے یعنی شریعت پر
عمل کرنے سے اس بشارۃ میں اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے جو آپ عالم
حیات میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ فضل الٰہی سے اور آیات
قرآنی واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کی برکت سے
اور عمل سے نتیجہ طلب کرنے اور تقوے اور حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ
رکھنے اور شریعت اور طریقہ سنت والجماعت پر چلنے اور بدعت سے پرہیز کرنیسے پایا ہے۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فقیر کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت
مرحمت فرمائی۔ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ کی طلب پر ان کے پاس
بھیجا تھا۔ ان کی متابعت کیلئے اشارۃً حکم دیا تھا۔ پس جب میں بخارا سے
کیش پہنچا۔ اور کیش سے ولایت بدخشان کو گیا تا کہ وہاں سے چرخ کو جاکر
علوم میں مشغولی کیجائے۔ تو عنایت حق سبحانہ سے علاؤالدین عطار بخارا
سے تشریف لائے۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک خط اس فقیر کے پاس بھیجا۔ اور
اس اشارۂ متابعت کو یاد دلایا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
آپ کی نظرِ الطاف فقیر کے حال پر سب اصحاب سے زیادہ تھی۔ میں نے
آپ کی صحبت میں ایک مدت صرف کی۔ جب ان کا وصال ہوگیا۔ تو میں نے
چاہا کہ حضرت خواجہ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں۔ کہ جو کچھ ہم سے تجھکو پہنچا ہے

تو اس کو بندگانِ خدا کو پہنچا۔ اور بقدر امکان اس امر میں کوشش کر۔ فقیر اپنے آپ کو اس خدمت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ مگر فقیر کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت خواجہ کا اشارہ خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایکروز مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم خراسان میں رہ چکے ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی مریدوں کے خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں اور خواب کا اعتبار کرتے ہیں، یہ بات صحیح ہے میں نے کہا کہ ہاں درست ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ لئے اس فرمانے کے بعد آپ پر بے خودی طاری ہوئی۔ ہمیشہ آپ کی یہ عادت تھی کہ تھوڑی دیر میں بے خودی ہوتی رہتی تھی۔ اس روز بیخودی کی حالت میں آپکا سر مبارک سینہ بے کینہ پر گر گیا۔ اور دو تین بال ریش مبارک کے آپکے ہاتھ کی انگلیوں کی گھائی میں رہ گئے تھوڑی دیر کے بعد آپنے سر اٹھا کر یہ شعر پڑھا

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم　　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک سوداگر سے جو مولانا یعقوب قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے تھا۔ میں نے مولانا کی تعریف سُنی اور بجانب ہُلغتُو حضرت مولانا کی ملازمت کیلئے روانہ ہوا۔ اور ولایت چغانیاں میں پہنچا۔ یہاں میں بعارضۂ تپ ولرزہ بیس دن تک بیمار رہا۔ اس کے ضعف اور نقاہت کی وجہ سے وہاں سے جلد روانہ نہ ہو سکا۔ اس مدت میں یہاں کے بعض لوگوں نے حضرت مولانا یعقوب کی مجھ سے بہت غیبتیں کیں۔ اور بیماری کے زمانہ میں ان باتوں کے سننے سے میری طلب میں بہت بڑا فتور پیدا ہو گیا۔ آخر کار میں نے خیال کیا

کہ اتنے دور دراز کی مسافت قطع کرنے کے بعد یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میں مولانا کی خدمت میں نہ پہنچوں۔ اس کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے لطف و مرحمت کو دیکھا۔ اور آپ کی دلاویز باتیں سنیں۔ دوسرے دن جو میں گیا تو بہت غصہ میں آئے۔ اور سختی و خشونت ظاہر کی۔ میں نے سمجھ لیا کہ مولانا کا یہ غصہ بسبب میری غیبتوں کو سننے اور طلب میں کمی پیدا کرنے کے ہے۔ اگرچہ حضرت نے اس کی تصریح نہیں فرمائی۔ لیکن اتنا فرمایا کہ کیا آسان ہے کہ کسی کی ملاقات کیلئے کوئی شخص دو ماہ پہلے آئے اور نہ دیکھے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کے غصہ کی وجہ میرا اس غیبت کو سننا اور آپ کی ملازمت کے ارادہ میں کمی پیدا کرنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ اور انہوں نے حضرت خواجہ علاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ سے اپنی ملازمت کی سعادت کے قصہ کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے دست مبارک دراز کیا۔ اور فرمایا کہ آؤ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرو اس وقت میری طبیعت نے کراہت کی۔ کیونکہ حضرت کی پیشانی پر ایک سفیدی کا داغ برص کی سفیدی سے مشابہ تھا۔ آپ از روئے اشراق میری طبیعت کی کراہت سے فوراً واقف ہو گئے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ کو فوراً کھینچ لیا اور اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی شکل میں ظاہر ہوئے کہ میں اختیار سے باہر ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ بیخود ہو کر حضرت سے لپٹ جاؤں۔ پھر آپ نے ہاتھ دراز کیا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اور جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اس نے بیشک میرا (خواجہ بہاؤ الدین کا) ہاتھ پکڑا۔ میں نے فوراً مولانا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت نے مجھ کو

وقوف عددی میں مشغول کیا۔ اور حضرت مولانا یعقوب صاحب تفسیر اور دیگر تصانیف شریفہ تھے۔ ۸۳۸ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ مقام ھلغتور میں مدفون ہوئے۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے خلفا مولانا یعقوب چرخی کے سوا اور بھی ہیں ان میں سے بعض کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہٗ

آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے جلیل القدر مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کا مولد مقام غجدوان ہے اور آپ کی قبر شریف مرزہ میں ہے جو بخارا سے سمت جنوب قریب عیدگاہ ایک موضع ہے۔ واضح ہو کہ اس موضع میں ایک ٹیلہ ہے۔ اور آپ اسی ٹیلہ پر مدفون ہیں۔

بعض نے یہ بیان کیا کہ آپ سولہ سال کی عمر میں حضرت امیر کلال دشتی کی صحبت میں پہنچے۔ جو سید امیر کلال قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ اور انہیں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ آپ نے عمر جوانی میں حضرت علاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کی شرف صحبت و قبولیت حاصل کی اور حضرت خواجہ کی وفات کے بعد حضرت کے اشارہ پر بقیہ عمر حضرت خواجہ محمد پارسا اور خواجہ برہان الدین ابی نصر کے ہم صحبت رہے۔ اور یہ دونو بزرگ آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

خواجہ علاؤ الدین بہت شیریں کلام تھے اور استغراق و استہلاک بدرجۂ کمال رکھتے تھے۔ اور باتیں کرتے کرتے بیخود ہو جاتے تھے۔ اور مشغولی پر بہت حریص تھے اور اس کثرت مشغولیت کی وجہ سے آپ گویا عین نسبت

ہو گئے تھے۔ آپ ایک ہی جلسہ میں بلا نشست بدلے ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ اس طرح کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں آپکی عمر نوّے سال کی تھی اور بہت ضعیف ہو گئے تھے۔

اللہ اکبر۔ خواجہ علاؤ الدین فرماتے ہیں کہ جب سے میں سن شعور کو پہنچا ہوں۔ میں نے اتنی دیر کیلئے بھی یاد خدا سے غفلت نہیں کی کہ چڑیا جتنی دیر پانی پینے میں اپنی چونچ کو پانی میں رکھتی ہے۔ اور نہ مینے خواب میں غفلت کی نہ بیداری میں۔

شیخ سراج الدین پیر مستی قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دوسرے خلیفہ ہیں آپ کی جائے پیدائش موضع پیر مست ہے جو مواضعات وابکند سے ہے۔ اور بخارا سے چار فرسنگ شرعی کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ ابتدائے احوال میں حضرت امیر حمزہ فرزند امیر کلال قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اور آخر زمانہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اصحاب کے سلسلہ میں شامل ہو گئے اور منقول ہے کہ مولنا سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ نے شروع زمانہ میں طریقہ نقشبندیہ کے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم (کہ لا کے الف کو ناف سے خیال کریں اور کرسی لا کو پستانِ راست پر اور سر الف کو قلب صنوبری پر اور اِلٰہ کو متصل کرسی لا کے جو پستانِ راست پر واقع ہے اور اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو متصل قلب کے اعتبار کریں۔ اور اس شکل کو اس کیفیت سے نگاہ رکھیں اور طریق مقررہ کے بموجب ذکر میں مشغول ہوں) شیخ سراج الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت امیر حمزہ قدس سرہٗ کی ابتدائی صحبت کے

زمانہ میں بہت ریاضتیں اور محنتیں اٹھائیں ایک دفعہ آپ کو ایسی بے خودی کی حالت پیدا ہوئی کہ تین دن رات تک مدہوش پڑے رہے۔ اس حال کی حضرت امیر حمزہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے کان میں کہدو کہ امیر حمزہ کہتا ہے کہ تم جہاں پہنچے ہو وہاں سے واپس ہو جاؤ۔ جب حضرتؒ کا یہ کلام ان کے کان میں پہنچا تو متنبہ ہوئے۔ اور اس میں حس و حرکت پیدا ہو گئی۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے نقل کیا ہے کہ شیخ سراج الدین کا طریقہ یہ تھا کہ روزانہ کلالی یعنی مٹی کے برتن بنانے میں مشغول رہتے تھے۔ اور شب میں بسا اوقات اسطرح بیٹھتے کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے۔ آپ کتب متداولہ علمیہ کا شغل بہت کم رکھتے تھے۔ مگر آپ کے کلام میں اتنی نمکینی اور شیرینی تھی کہ اس زمانہ کے بہت سے عقلمندوں کی مجالس میں نہ تھی۔

اللہ اکبر۔ جب کوئی مہمان آپ کے گھر آنیوالا ہوتا تو آپ تھوڑی دیر پہلے سے جھاڑو دینے لگتے تھے۔ اس کا راز آپ سے پوچھا گیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ ایک جن میرا تابع ہے وہ مہمان کے آنے سے پہلے مجھ کو خبر دیتا ہے۔ یہ بات محض اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے آپ نے فرمائی تھی۔

اللہ اکبر۔ ایک روز شیخ ابی الحسن عشقی قدس سرہٗ کے مریدوں سے آپکی ملاقات ہوئی۔ ان درویشوں نے یہ خیال کر کے کہ آپ ان کو اپنا مرید کرنا چاہتے ہیں کہا کہ اے شیخ آپ اپنا وقت ضائع نہ کیجئے ہم شیخ ابی الحسن کی محبت اور تصرف سے تابحلق پر ہو چکے ہیں اب کسی اور کی ہم میں گنجائش باقی نہیں ہے آپ کی ہم میں سمائی نہیں ہو سکتی ہے۔ ان کے اس کلام سے غیرت نے آپکو آمادہ کیا۔ اور آپ نے ان کے بطون میں کچھ ایسا تصرف کیا کہ جس سے وہ زمین پر لوٹنے لگے۔ اور انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کر دیا۔ اور ایک

عرصہ تک بیہوش پڑے رہے۔ پھر جب آپ نے تصرف کیا۔ تو وہ ہوش میں آئے اس وقت انہوں نے نیازمندی اور ارادت کا اظہار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے ہم اور شیخ ابی الحسن ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔

خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا تھا حضرت خواجہ آپ کے حال پر بہت توجہ مبذول رکھتے تھے۔ آپ کو اپنے پاس بٹھلاتے اور گھڑی گھڑی آپ کے حال کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ کو کمال و تکمیل کے درجہ تک پہنچایا تھا۔ اور اپنے زمانۂ حیات میں ہی طالبان خدا کی تربیت آپ کے حوالہ کر دی تھی۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ علاؤالدین نے ہمارے بار کو بہت ہلکا کر دیا ہے۔ بہت سے طالبین آپکی بابرکت توجہ سے دوری اور نقصان کے درجہ سے قرب کی پیشگاہ میں پہنچے اور قرب اور وصل اور مرتبہ تکمیل و ارشاد کو پالیا۔ اور بعد وفات حضرت خواجہ قدس سرہٗ حضرت کے تمام اصحاب نے محض آپ کی رفعتِ شان کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی یہانتک کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے بھی بیعت کی کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو توجہ اور مراقبہ میں بیخودی اور سکر بہت پیدا ہوتا تھا۔ اور خواجہ علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کو صحو اور ہوش رہتا تھا۔ اور شعور و صحو کو سکر اور غیبت سے افضل کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ حضرت خواجہ کے خلیفہ اول اور نائب مطلق تھے۔ آپ طریقہ خاص کے مالک تھے جس کو طریقہ علائیہ کہتے ہیں آپ کے مناقب اور کمالات اور کلمات قدسیہ اور کرامات علیہ جو شمار سے

زیادہ ہیں۔ یہاں بطور اجمال کے ان کا تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز علما میں دیدار الٰہی کے ہونے نہ ہونے کی بابت مباحثہ ہوا سب اہل عقل نے بالاتفاق خواجہ علاؤ الدین عطار کو فیصلہ کے لئے ثالث قرار دیا۔ حضرت نے منکرین دیدار سے فرمایا کہ تم تین روز تک باوضو ہماری صحبت میں رہو۔ انہوں نے ارشاد کے بموجب تعمیل کی تیسرے روز ان میں ایسی کیفیت ظاہر ہوئی کہ بے خود ہوگئے۔ نہ معلوم اس حال میں انہوں نے کیا دیکھا۔ جس سے وہ ہوش میں آنے کے بعد نیاز مندی کرنے لگے۔ اور کہا کہ ہم کو یقین ہوگیا کہ رویت حق ہے۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی حضرت قدس سرہٗ کی ملازمت سے علیحدہ نہ ہوئے۔

اللہ اکبر۔ آپ اپنی مرض الموت میں فرماتے تھے کہ عنایت خداوندی اور نظر خواجہ بزرگ سے یہ مرتبہ اس وقت مجھ کو حاصل ہوا ہے کہ اگر چاہوں تو تمام عالم واصل مقصود حقیقی ہو جائے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ملک و ملکوت طالب سے چھپ جائے اور وہ سب کو بھول جائے تو یہ مرتبہ فنا کا ہے۔ اگر سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فنا ر فنا کا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے ساتھ تعلق رکھنا بھی اگرچہ ایک قسم کی غیریت ہے۔ اس لئے آخر میں اس تعلق کی بھی نفی کرتے ہیں۔ مگر ابتدا میں وصول کا یہی سبب ہے۔ اور اس کے ماسوا کے تعلقات کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے اور سب باتوں میں اسکی پوری پوری رضامندی طلب کرنی چاہیئے

اللہ اکبر۔ ریاضت سے مقصود یہ ہے۔ کہ تعلقات جسمیہ کی پورے طور پر نفی ہو۔ اور عالم ارواح اور عالم حقیقت کی طرف پوری طرح سے توجہ ہو جائے

سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے ان تعلقات کو جو حصولِ راہ میں مانع ہیں۔ چھوڑ دے۔ اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرتا جائے۔ اور چھوڑتا جائے۔ اور اگر کسی تعلق میں ٹھیر جائے اور اس میں اپنی دلبستگی پائے تو معلوم کرلے کہ وہی تعلق اس کیلئے مانع راہ تق ہے۔ پس اس کے قطع کرنے کی تدبیر کرے۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے کہ یہ فلاں شخص کا حصہ ہے۔ اور اس کو بطور رعایت آپ پہنتے تھے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشائخین طریقت نے (پاک کرے اللہ اُن کے اسرار کو) کہا ہے کہ التوفیق مع السعی توفیق کوشش کیساتھ ہوتی ہے، اسی طرح مرشد سے روحانیت کی مدد بھی اس حد تک ہوتی ہے کہ مرید بھو جب مرشد کے سعی کرتا رہے اور بغیر اس کوشش کے اس کی بقا نہیں ہوسکتی ہے

آپ فرماتے ہیں کہ صفتِ جباری کے مشاہدہ کرنے سے مقصود تضرع اور زاری کی صفت کا ظہور رہا ہے۔ اور حق تعالےٰ کی طرف رجوع اور توبہ کرنا ہے اس صفت کے مشاہدہ کی صحیح علامت مناجات کی طرف مائل ہونا ہے نہ خرابات کی طرف سب نیک و بد خیال اسی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ جب رضا کی طرف خواہش ہو تو اس کا شکر ادا کرے۔ اور اس پر قایم ہو جائے۔ اور اگر رضا کی طرف اس کی خواہش نہ ہو تو تضرع کرے۔ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف رجوع ہو جائے۔

اللہ اکبر۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ انکو کوئی رنج و غم۔ یعنی یہ خوف کہ سالک پھر اپنی سابقہ حیوانی صفات کی طرف رجوع

کر جائے کیونکہ اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلٰی اَوْصَافِہٖ فنا شدہ شخص پھر اپنے اوصاف کی طرف عود نہیں کرتا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارتوں سے اسی قدر فیض حاصل کرنا چاہیئے کہ ان بزرگوں کی نسبت کو پہچان سکے۔ اور اس میں توجہ کرے۔ اور اس میں داخل ہو۔ اگرچہ زیارات مقدسہ میں قرب صوری کا بہت بڑا اعتبار ہے۔ مگر حقیقت میں روحی توجہ کیلئے بُعد صوری مانع ہے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ اس کی دلیل ہے۔ مشاہدہ میں اہل قبور کی صُور مثالیہ کا زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ بمقابلہ ان کی باطنی حالت کی پہچان کے۔

باوجود اس کے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی قربت بہ نسبت خلق کیطرف متوجہ ہونیکے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے ؎

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی　　بگردِ کارِ مرداں گر درستی

تو قبور کے خیال سے گزر جائے اگر تجھ کو صاحب قبر کے مقام تک رسائی ہو جائے۔

قبور اولیا کی زیارات سے مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ان کے توسط سے توجہ بحق سبحانہٗ قایم ہو جائے۔ پس ان کی ارواح کو کمال توجہ کا وسیلہ بنائے اسی طرح تواضع باخلق میں بھی چاہیئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع باخلق ہو مگر حقیقت میں یہ تواضع حق سبحانہٗ کی طرف ہونی چاہیئے۔ کیونکہ خلق کے ساتھ تواضع اسی وقت بہتر ہے جب کہ خاص خدا کیلئے ہو اسی طرح سے کہ مخلوق کو مظاہر قدرت اور حکمت دیکھے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ایک قسم کی تصنع کی سی حالت ہو گی تواضع نہ ہو گی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ طریق نفی و اثبات کے مراقبہ کرنا مقام جذبہ کیلئے اعلےٰ و اقرب ہے کہ طریق مراقبہ سے مقام نورانیت اور ملک وملکوت کے تصرف میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور خطرات سے آگاہی اور طالبوں پر بخشش کی نظر اور ان کے بطون کو منور کرنا دوام مراقبہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور مراقبہ کی قوت سے دائمی جمعیت دل اور ہمیشہ کیلئے قلوب میں قبولیت پیدا ہوتی ہے اور اس حالت کو جمع اور قبول کہتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں چاہئے کہ آدمی کی خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہو یا اس میں نگاہ داشت خطرات سے ہو یا دل کے ذکر کا مطالعہ ہو یا ان حالات کا مشاہدہ ہو۔ جو دل میں گذرتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں اہل اللہ کی صحبت کا دوام عقل معاد کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ صحبت سنت موکدہ ہے ہر روز یا ایک روز کے فاصلہ سے اولیا کی صحبت میں رہنا چاہئے۔ اور اگر ظاہرہ دوری کا اتفاق ہو تو ماہانہ ہر دوسرے مہینہ اپنے ظاہری اور باطنی حالات کو خطوں کے ذریعہ سے عرض کیا کرے۔

اللہ اکبر۔ آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھ کو کسی چیز کا خیال نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب دوست آئینگے اور مجھ کو نہ پائینگے۔ تو شکستہ خاطر ہونگے۔ اور واپس ہو جائینگے۔ اسی غرض سے آپنے فرمایا کہ رسم اور عادات کو چھوڑ دو۔ اور جو خلق کا طریقہ ہے۔ اس کے خلاف کیا کرو اور آپس میں اتفاق رکھو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کے رسوم اور عادات کو اٹھا دینے اور سنت کی عادت ڈالنے کیلئے بھی۔ تمام کاموں میں احتیاط اور عزیمت پر عمل کرو۔ اور بزرگوں کی صحبت پر جو

سنت موکدہ ہے۔ ہمیشگی کرو۔ ان باتوں کے کرتے کرتے بلند آواز سے آپنے کلمہ طیبب پڑھنا شروع کیا۔ اور رحلت فرمائی۔

اللہ اکبر۔ آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کو موجود دیکھتے تھے۔ اوران سے باتیں کرتے اوران کی باتوں کو سنتے تھے۔ آپ کی وفات شب چہار شنبہ بعد نماز عشا ماہ رجب کی بیسویں تاریخ ۸۰۲ھ میں واقع ہوئی خدا کی آپ پر بے حساب رحمت نازل ہو۔

واقعہ۔ ایک درویش نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بڑی شاندار بارگاہ ہے اور حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ اسرارہم اس بارگاہ کے قریب ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ اس بارگاہ عرش اشتباہ میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے داخل ہوئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد نہایت بشاشت کیساتھ واپس ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ دیا گیا کہ جس شخص کی قبر تمہاری قبر کے سو کوس کے فاصلہ پر ہوئے۔ حکم الٰہی سے تم اس کی شفاعت کروگے اور خواجہ علاؤالدین عطار کو ان کی قبر سے چالیس فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا اور میرے ادنےٰ دوستوں اور طریقہ کی پیروی کرنے والوں کو ان کی قبور سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا۔ بعضوں نے اس واقعہ کو اور دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں طریقوں سے ہوا ہو۔

اللہ اکبر۔ محمد پارسا قدس سرہٗ۔ آپ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور خاندان خواجگان میں اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور زاہد اور برگزیدہ تھے۔ ابتدائے احوال میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت

اختیار کی۔ ایک روز اثنائے مجاہدات میں آپ حضرت خواجہ بزرگ کے مکان پر آئے اور حضرت کے انتظار میں دروازہ پر کھڑے رہے۔ اتنے میں ایک خادمہ باہر سے اندر آئی۔ حضرت خواجہؒ نے اس سے پوچھا کہ باہر کون شخص ہے۔ خادمہ نے کہا کہ ایک جوان آپ کا منتظر کھڑا ہے۔ حضرت خواجہ باہر تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد کو دیکھکر فرمایا کہ تو پارسا ہے۔ جس وقت کہ حضرت خواجہ نے پارسا فرمایا اُسی وقت سے عوام میں آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کو اجازت مرید ہونے کی دی تو آپ کے بارہ میں یہ فرمایا کہ تم جو کچھ کہو گے وہی ہو گا۔ اور جس کسی پر اپنا اثر ڈالو گے وہ متاثر ہو جائیگا دوسرے وقت یہ فرمایا کہ جو کچھ خواجہ پارسا کہے گا حق سبحانہٗ تعالیٰ وہی کرے گا میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ کچھ کہے مگر وہ کچھ نہیں کہتے۔ پھر حضرت نے دوسرے موقع پر آپ کو صفت بُرخ عطا اور رحمت فرمائی۔

واضح ہو کہ بُرخ ایک ولی کا نام ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ جیسے اویس قرنی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہوئے ہیں۔ پہلی امتوں میں برخ اس جماعت کیلئے استعمال ہوتا تھا جو بلا زبانی تعلیم کے محض صحبت سے اور کبھی بغیر صحبت کے معارف حقیقی کو آپس کی ہم نشینی سے حاصل کرتے تھے ان لوگوں کو برخیان کہتے تھے۔ اور وہ لوگ جو دین محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسی صفت پر ہیں ان کو اویسی کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سفر حجاز میں خواجہ پارسا سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ جو امانت اور حق خلفاء خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم سے اس ضعیف کو پہنچا ہے۔ اور جو کچھ اس راہ میں ہم نے کسب سے حاصل کیا ہے اس کو ہم تمہیں سونپتے ہیں۔ جیسا کہ برادر دینی مولانا عارف

قدس سرہ نے تم کو سونپا۔ تم اس امانت کو قبول کرو۔ اور اس کو خلق خدا تک پہنچاؤ۔ خواجہ پارسا نے بہت کچھ عاجزی کی۔ اور اس کو قبول کیا۔ نیز حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ تھا وہ تم لے گئے۔

نیز حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ ہمارے ظہور سے مقصود خواجہ محمدؒ کا وجود ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے اسطرح سے فرمایا کہ مقصود ہمارے وجود سے خواجہ پارساؒ کا ظہور ہے۔ اس کو ہمنے جذبہ اور سلوک دونوں طریقوں کی تعلیم دی ہے۔ اگر وہ مشغول ہو تو ایک عالم اس سے منور ہو گا۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ باغ میرزا کے حوض کے کنارہ پر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ پانی میں پاؤں لٹکائے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں اور بے خود ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فوراً لنگی باندہی اور پانی میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے چہرہ کو ان کے پاؤں کی پشت پر رکھکر فرمانے لگے کہ اے خدا ان پاؤں کی حرمت میں بہاؤالدین پر رحم کر۔

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا ہے۔ کہ خواجہ محمد پارسا نے حضرت خواجہ بزرگ کی تربیت سے جذبہ اور سلوک کے راستوں کو طے کیا۔ اور حقیقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہوئے۔ اور درجاتِ ولایت میں عروج کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فردیت کی نسبت حضرت مولانا عارف قدس سرہٗ سے حاصل کی اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے توسط سے فردیت کے راستہ سے مرتبۂ غیب ہویت تک پہنچے۔ اس نسبت کا غلبہ جو عالم سے بے تعلقی کا باعث ہوتی ہے ان کے ارشاد کی تکمیل کا مانع ہوا۔ ورنہ مقام تکمیل پورے طور پر ان کو حاصل ہوتا۔

اللہ اکبر۔ میرزا خلیل نامی سمرقند کا بادشاہ تھا۔ اور میرزا شاہ رُخ خراسان کا بادشاہ تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے خلائق کی حل مشکلات کے لئے ایک رقعہ میرزا شاہ رُخ کو لکھا۔ میرزا خلیل کو آپ سے اس وجہ سے آزردگی پیدا ہو گئی۔ آخر کار مفسدوں کی بدگوئی سے یہاں تک نوبت پہنچگئی کہ اس نے حضرت کی خدمت میں کسی کی معرفت یہ کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے جنگل کی طرف تشریف لے جائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا مزارات اولیا کی زیارت کر کے چلے جائینگے اسی وقت آپ نے گھوڑا منگایا۔ اور قصر عارفان کو تشریف لے گئے۔ اور مزار پُر انوار حضرت خواجہ بزرگوار کی زیارت کی۔ جب آپ مزار حضرت سے باہر نکلے تو ہیبت اور عظمت کے آثار آپ کے چہرہ سے نمودار تھے۔ پھر وہاں سے آپ سوخار تشریف شریف لیگئے۔ اور تھوڑی دیر مزار حضرت امیر کلال قدس سرہٗ پر توقف فرمایا۔ جب آپ ان پیشوائے اولیا کی زیارت سے فارغ ہو کر نکلے تو گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور خراسان کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ شعر پڑھا ؎

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند نہ زیر تا بدانند کہ امروز دریں میدان کیست

آپ وہاں سے روانہ ہو کر بخارا کو تشریف لائے اسی وقت میرزا شاہ رُخ کا ایک خط میرزا خلیل کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ ہم آگئے ہیں تم کو چاہیئے کہ میدان جنگ مقرر کرو۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اسکو مسجد جامع کے منبر پر پڑھیں۔ پھر اس خط کو میرزا خلیل کے پاس سمرقند بھیجا گیا۔ اور میرزا شاہ رُخ خط کے بعد ہی پہنچا اور میرزا خلیل کو قتل کر دیا۔

اللہ اکبر۔ خواجہ ابو نصر پارسا بن خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ راوی ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کمال کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اور جب آپکا

انتقال ہوگیا تو میں آیا۔ میں نے آخری دیدار کیلئے آپ کے چہرہ کو کھولا۔ آپ نے آنکھ کھولی اور مُسکرائے۔ اس سے میرا قلق اور اضطراب اور زیادہ ہوگیا۔ میں آپ کے پاؤں کی طرف آیا۔ اور اپنے منہ کو آپ کے پاؤں سے ملا۔ آپ نے پاؤں اوپر کو کھینچ لیا۔

آپ کی عمر شریف تہتر سال کی تھی۔ آپ کی وفات مدینہ طیبہ میں جمعرات کے دن چھبیس جمادی الثانی کو ہوئی۔ مولانا شمس الدین مناری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل مدینہ اور تمام قافلہ والوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ آپکا مزار پرانوار قریب مزار شریف امیر المومنین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقع ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

سبحان اللہ۔ آپ کا انتساب اس سلسلہ شریفہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ سے ہے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اس ارشاد میں جو مولانا یعقوب چرخی سے آپ نے فرمایا تھا۔ کہ ہم سے جو کچھ تمہیں پہنچا ہے تم بندگانِ خدا کو پہنچاؤ۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی طرف اشارا تھا۔ کیونکہ عبید کے معنی بندۂ خدا کے ہیں۔ اور مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ کا قول جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی تعریف میں آپ نے فرمایا ہے کہ ع

امانت دار او یعقوب چرخی

ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے۔ حضرت خواجہ کا مولانا سے رخصت کے وقت فرمانا کہ ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امانت کو اس کے اہل تک پہنچاؤ۔ کیونکہ جو امانت خدا کو سونپی جاتی ہے خدا اُس کا محافظ رہتا ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں بہت رہے ہیں۔ اور ان کی خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ اپنے وقت میں صاحب آیات عظمیٰ اور کراماتِ کبرےٰ اور قطب الاقطاب تھے۔ آپکے زمانہ میں طالبانِ خدا کا سفر اس بارگاہِ ولایت وارشاد مآب کی طرف ہوتا تھا۔

حضرت مولانا یعقوب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب کوئی طالب کسی بزرگ کی خدمت میں جائے تو عبید اللہ کی طرح جانا چاہیئے۔ چراغ مہیا اور فتیلہ تیار کئے ہوئے صرف آگ کا محتاج ہو۔ جس وقت حضرت مولانا نے خواجہ احرار کو وقوف عددی کی تعلیم دی تو فرمایا کہ جو کچھ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے ہم کو پہنچا ہے وہ یہی ہے اور اگر تم طریقہ جذبہ سے طالبوں کی تعلیم کرنا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ مولانا کے بعض مریدوں کو آپ کے اس ارشاد پر غیرت آئی۔ مولانا نے فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ میں قوت تصرف جیسی کہ ویسی موجود تھی۔ صرف اجازت کی ضرورت تھی۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت مولانا سے اجازت طلب کی تو حضرت نے طریقہ حضراتِ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا تمام وکمال بیان فرمادیا جب رابطہ کے طریقہ کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اس طریقہ کے بیان کرنے میں دہشت مت کرو۔ اور مستعد لوگوں کو پہنچاؤ۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک شخص سے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہوگئی ہے۔ اور اس کے بعد پھر کسی اور کی صحبت میں تو جائیگا۔ اور اس سے بھی تو وہی نسبت حاصل کرے تو کیا کریگا کیا خواجہ بہاؤ الدین کو چھوڑ دیگا۔ پھر آپ نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا کہ جہاں سے تو اس نسبت کو پائے۔ خواجہ

بہاؤالدین سے ہی اس کا پانا تسلیم کر۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ زندگانی کا پھل اس شخص کو ملا جس کا دنیا سے دل سرد ہو گیا۔ اور ذکر خدا کی گرمی اس کے دل میں اتنی پیدا ہو جائے کہ دنیا کی محبت اس کے دل میں نہ پھٹک سکے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا آئینہ اور روح حقیقتِ انسانیہ کا آئینہ حقیقت انسانیہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کا آئینہ حقائق غیبیہ غیب ذات سے اتنی دور کی مسافتیں قطع کر کے زبان پر آتی ہیں اور یہاں صورت لفظی اختیار کر کے مستعد لوگوں کے حقائق کے سماعتوں تک پہنچتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اکابر اولیا کی صحبت اختیار کی اور انہوں نے دو چیزیں مجھ کو عطا کیں اول یہ کہ جو کچھ میں کہوں نئی بات ہو پرانی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ میں جو کہوں وہ مقبول ہو مردود نہ ہو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ پیر کون شخص ہے پیر وہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیزیں پسند نہ تھیں وہ اسکو بھی پسند نہ ہوں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبول باتیں اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اس کا وجود اسکی تمام خواہشیں اس سے کم ہو جائیں اور اس کی ذات ایسا آئینہ ہو جائے۔ جس میں سوائے اخلاق و اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہ رہے اس مقام میں اوصاف نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موصوف ہونے کی وجہ سے تصرف حق سبحانہٗ کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے طالبوں کے باطنوں میں تصرف کرتا ہے اور اپنی مرضی سے بالکل خالی ہو کر مرضی حق پر پورے طور سے کھڑا رہتا ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے کہ ارادت کی تاثیر سے اس کا وجود سوختہ ہو جائے اور اس کی کوئی آرزو باقی نہ رہے۔ اور دل کے آئینہ کی

بصیرت میں اپنے پیر کے جمال کو دیکھکر اپنی توجہ کا منہ اور تمام توجہات سے پھیرلیتا ہے اوراس کا قبلۂ جمال پیر ہوجاتا ہے اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہوکر نیاز اور تواضع کا سر سوائے پیر کے آستانہ کے اور کہیں نہیں ڈالتا بلکہ نیستی کا خط اپنے وجود کی پیشانی پہ کھینچ دیتا ہے اور وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے کبھی رہائی پالیتا ہے

آں راکہ در سرائے نگاریست فارغ است　　از باغ و بوستان تماشائے لالہ زار

اللہ اکبر۔ بلند ہمت وہ شخص ہے کہ اپنی قوت دراکہ کو حق سبحانہ تعالےٰ کی طرف مشغول کرے۔ اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ کھودے اور اپنے خدا کے ساتھ ہر سانس میں مشغول رہے۔ اور اگر وہ جانتا ہے کہ اُس میں اتنی قوت نہیں ہے تو چاہیئے کہ اسکو ایسی چیز میں صرف کرے جو خدائے پاک کیساتھ مشغولی کا سبب ہو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کی صحبت میں آئے اس کو چاہیئے کہ اپنے کو نہایت مفلس و محتاج ظاہر کرے تاکہ ان کو اس پر رحم آئے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی درویش کی تصویر کسی دیوار پر کھینچدیجائے تو اس دیوار کے پاس سے ادب کے ساتھ گزرے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابردین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے بیان کیا ہے کہ نماز ظہر کے بعد ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اس میں بہترین اعمال میں مشغول رہنا چاہیئے۔ بعض اولیاء نے کہا ہے کہ اس ساعت میں بہترین عمل محاسبہ ہے کہ اس کے دن کا پورا وقت عبادت میں گذرا ہے یا معصیت میں اگر عبادت میں گزرا ہے تو شکر کرے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو توبہ کرے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ بہترین عمل یہ ہے کہ اپنے کو ایسے شخص کی صحبت میں پہنچائے۔ کہ اُس کی تاثیر سے وہ غیر حق سبحانہ سے کشیدہ ہوجائے اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو اور اس کی طرف کو کھچ جائے۔

اہل تحقیق نے کہا ہے کہ بہترین عمل یہی صحبت ہے کہ اس میں مشغولیت کی وجہ سے غیر حق سے ملول ہو۔ اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ جمادات کی تاثیر لوگوں کے اخلاق اور اعمال میں ارباب تحقیق کے نزدیک مقرر ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اس بارہ میں عجیب تحقیقات رکھتے ہیں کہ جمادات کی یہ تاثیر یہاں تک ہے کہ اگر کوئی شخص افضل عبادات یعنی نماز کو ایسی جگہ ادا کرے جو کسی جماعت کے اعمال واخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو تو اس نماز کا جمال اور اثر اتنا نہیں ہو سکتا جتنا کہ ایسی جگہ پر ادا کرنے سے ہوگا کہ وہ جگہ ارباب جمعیت کی برکات سے متاثر ہو۔ اسی لئے دو رکعت نماز حرم کعبہ میں پڑھنا دوسری جگہ کی ستر رکعتوں کے برابر ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوطالب مکی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اتنی کوشش کرو کہ مرضی حق کے سوا اور کچھ تم میں باقی نہ رہے۔ جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو تمہارا کام پورا ہو جائیگا۔ اس حالت میں اگر تم سے احوال و مواجید و کرامات صادر نہ ہوں تو بھی کوئی غم کی بات نہیں ہے:

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں کو جاتے ہیں اور اُمردان پر نظر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جمال لایزال کا مشاہدہ کرتے ہیں خدا کی پناہ ایسے مشاہدہ سے۔ ایک جماعت مریدان سید قاسم تبریزی قدس سرہٗ کی امرد لڑکوں کا نظارہ کیا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ ہم جن صورتوں میں جمال حق سبحانہٗ کا مطالعہ کیا کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں حضرت سید قاسم رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سور کدھر گئے۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت سید کی نظر بصیرت میں سور کی صورت میں نظر آتے تھے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ قدس سرہ نے کہا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک کوئی برائی اس کی کاتب شمال نہ لکھ سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرید معصوم ہو جائے اور اس مدت میں اس سے کوئی جرم سرزد نہ ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ فرشتے اس کا گناہ لکھنے پائیں وہ اس کی مکافات میں مشغول ہو جائے اور کسی طریقہ سے اس گناہ کو اپنے اوپر سے دور کر دے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہ کی خدمت میں گیا۔ مولانا اس وقت مباحثہ علمی میں ایک جماعت علما کیساتھ مشغول تھے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ سکوت اور خاموشی بہتر ہے یا یہ بات چیت۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اگر یہ شخص اپنی ہستی کی قید سے چھوٹ گیا ہے تو جو کچھ کرے گناہ نہیں ہے اور اگر ہستی میں گرفتار ہے تو جو کچھ کرے وہ نادانی ہے حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مولانا نظام الدین خاموش علیہ الرحمتہ سے اس سے بہتر کبھی کوئی اور کلام نہیں سنا تھا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت و طریقت و حقیقت کو ہر چیز میں بیان کر سکتے ہیں مثلاً جھوٹ کہنا امر ممنوع ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو کوشش اور مجاہدہ سے جو کہ استقامت کا طریقہ ہے زبان سے دور کرے اس طرح کہ اس کے اختیار سے اور بے اختیاری سے اس کی زبان پر جاری نہ ہو تو یہ شریعت ہے۔ باوجود اس کے ممکن ہے کہ اس کے باطن میں جھوٹ کی خواہش باقی رہے۔ پس اگر اس کو بھی کوشش اور مجاہدہ سے دفع کر دے اس طرح کہ اس کا باطن کذب کی خواہش سے پاک ہو جائے تو یہ طریقت ہے۔ اور اگر ایسا ہو جائے اس

اختیار یا بلا اختیار کے اس کا دل اور زبان سے جھوٹ نہ سرزد ہو سکے۔ تو یہ حقیقت ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مولانا علیہ الرحمتہ کے اس ارشاد کو بارہا نقل فرما کر اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح کسی مناسب صورت میں متمثل ہو جائے اور صاحب کشف دیدۂ بصیرت سے اس صورت کو دیکھے مگر چونکہ شیاطین کو بھی مختلف صورتوں اور شکلوں کے اختیار کرنے کی قوت ہے اس لئے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ ان کے نزدیک اصحاب قبور کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی بزرگ کی قبر پر جاتے ہیں تو اپنے آپ کو تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کرتے ہیں پھر نسبت کے ظہور کے منتظر ہو کر بیٹھتے ہیں۔ پس جو نسبت پیدا ہوتی ہے اسی سے صاحب قبر کا حال معلوم کرتے ہیں۔ بیگانہ اشخاص کی صحبت میں بھی ان بزرگوں کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص ان کے سامنے آئے وہ اپنے باطن میں نظر کرتے ہیں اس کے آنے کے بعد ان کے باطن میں جو نئی کیفیت پیدا ہوئی ہو وہ اس کو اسی کا اثر جانتے ہیں۔ اس جدید کیفیت میں ان بزرگوں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کیفیت کے لحاظ سے اُسکے ساتھ نرمی یا سختی سے زندگانی بسر کرتے ہیں۔ شیخ ابن عربی قدس سرہٗ اس کو تجلی قابلہ کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ اس کے ظہور کا سبب عرفا کے باطن کی جلا اور صفائی ہے جو نورانی باطن سے پیدا ہوتی ہے اور اُن کے آئینہ حقیقت میں جو نقوش کونیہ سے پاک اور صاف ہو گیا ہے۔ بسبب کمال محاذات کے کہ جو بے کم و کیف ذات کیساتھ رکھتا ہے اور اس میں سوائے تجلی ذاتیہ کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ پس جب ایسے نورانی آئینہ کو اس کی حالت پر

چھوڑ دینگے تو سوائے امر بے کیف کے اور کچھ نہ رہیگا۔ تو اب جو چیز اس آئینہ میں پیدا ہوئی وہ اس کی ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے تقابل کی وجہ سے ہے جو اس میں منعکس ہوا ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک بعد موت کے ترقی ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس نے فرمایا ہے کہ منجملہ تجلیات کے ایک تجلی میں میں اور ابو الحسن نوری جمع ہوئے انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ کیا تم مجھ سے سیراب ہوئے میں نے کہا کہ نہیں کیونکہ توحید کا پیاسا غیر سے سیراب نہیں ہوسکتا۔ میرے اس جواب سے وہ شرمندہ ہوئے۔ مینے کہا کہ ادنیٰ اعلیٰ سے حاصل کرتا ہے اور غیر سے حاصل نہیں کرتا۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ دوسرے مقام میں فتوحات کے فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی موت کے بعد ترقی کے واقعوں میں سے ایک واقع شیخ ابو الحسن نوری قدس سرہٗ کا بھی ہے۔ پس شیخ نوری کی حالت بعد موت کے دو کیفیتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو انہوں نے علم یقین سے جان لیا کہ ترقی ہوتی ہے یا یہ جانا کہ نہیں ہوتی۔ پس اگر ترقی ہونے کے متعلق ان کو علم حاصل ہوا تو اس سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اگر نہ ہونے کے متعلق علم ہوا تو یہ دوسرا علم ہے جو ان کو موت کے بعد حاصل ہوا۔ اس لئے ہر حالت میں ترقی بعد موت کے ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ترک ادب کے بعد بھی سالک کے حال کا باقی رہنا مکر الٰہی ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی نسبت کو خلوت میں اول تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نسبت نقشبندیہ محبوبیت کی نسبت ہے۔ اور محبوب کو جب خلوت میں بلاؤ گے تو اسکو حجاب ہوتا ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی لطافت اس درجہ ہے کہ اس کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے ظہور کو مانع ہوتا ہے۔ چنانچہ حسینوں کی صورتوں میں بھی یہ بات ہے کہ جب اُنکی طرف زیادہ توجہ کیجاتی ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر چیز اپنے مخالف چیز سے ظاہر ہوتی ہے پس مخلوق کیطرف مشغول ہونا حق سبحانہٗ کی طرف مشغول ہونے کے مخالف ہے اور چونکہ مخالف کو اپنے مخالف سے کراہت ہوتی ہے اسلئے اگر جاننے والا شخص ہو تو وہ خلاف چیز سے موافق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ والے بازاروں میں اور مجمعوں میں جاتے ہیں۔ اور وہاں بیٹھتے ہیں تاکہ مخلوق کی ضدیت سے اور ان کے کاموں کی کراہیت سے ان کا دل خدائے پاک کی طرف متوجہ ہو جائے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لطیفۂ مدرکہ کی توجہ خدائے پاک کی طرف ہمیشہ قایم ہو جائے۔ تمہاری کوشش اس امر کی ہونی چاہئے کہ یہ توجہ تم میں ہمیشہ باقی رہے تاکہ تمہارا شمار مقبلین میں ہو سکے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں مردانِ غیب اس نیک شخص کی صحبت اختیار کرتے ہیں جو کہ عزیمت پر عمل کرتا ہو اور رخصت سے پرہیز کرتا ہو ان کی جماعت رخصت والوں سے علیحدہ رہتی ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ عزیمت پر عمل کا ہے

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ فنارِ مطلق کے معنی یہ ہیں کہ سالک اپنے افعال اور اوصاف کی نسبت کو بطریق ذوق آپ سے نفی کرے اور انکو فاعل حقیقی جل ذکرہ کیلئے ثابت کرے۔ حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے اس قول کا کہ نفی اثبات سے جنگ نہیں رکھتی ہے۔ مطلب یہی ہے۔ اسکی مثال

ایسی ہے کہ مثلاً یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں - وہ عاریتی ہے - اور مجھ کو اس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں ہے اس لئے میں اس کو اپنی ملکیت جان کر اس سے اپنا تعلق رکھتا ہوں اتنے میں مجھ کو اس کے عاریتی ہونے کا علم ہوا - فوراً میرا تعلق اس کپڑے سے منقطع ہو گیا - حالانکہ وہ میرا لباس ہے اور تمام صفات کو اسی کپڑے پر قیاس کرنا چاہئے - تاکہ دل کا تعلق ماسوائے حق تعالے سے منقطع اور آزاد ہو جائے - درویشی یہی ہے مگر لوگوں نے اسکو بہت لمبا چوڑا سمجھ رکھا ہے

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں وصل یہ ہے کہ دل خدائے پاک کیساتھ بر سبیل ذوق جمع ہو جائے اور جب یہ حالت ہمیشگی اختیار کرے تو اس کو دوام وصل کہتے ہیں - انتہیٰ یہی ہے -

اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اس ارشاد کا کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں - مطلب یہی ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے - کہ ہم واسطہ سے زیادہ نہیں ہیں - اس لئے ہم سے منقطع ہونا چاہئے اور مقصود حقیقی سے ملنا چاہئے یہی وصل ہے -

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں اگر ذکر کا ملکہ ایسا ہو جائے - کہ ہمیشہ دل حاضر رہے اور وہ اس حضور سے وابستہ ہو جائے تو اس کا شمار ابرار میں ہو گا - اور حاضر مع اللہ کہ سکتے ہیں مگر واصل مع اللہ نہیں کہہ سکتے - واصل اس وقت ہو گا - جب کہ اس حضور کی نسبت بھی اس سے منتفی ہو جائے اور حق سبحانہ کو بذات خود حاضر سمجھے -

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ انتہائی مرتبہ جہاں تک اولیاء اللہ کی رسائی ہوتی ہے یہ ہے کہ شاہد حقیقی میں غایت استغراق کی وجہ سے مشاہدہ ان سے غائب ہو جائے

اللہ اکبر - آپ فرماتے ہیں کہ تجلی سے مراد کشف ہے اور یہ دو طرح سے ہوتا ہے - پہلا کشف اعیانی یعنی چشم ظاہری سے یہ کشف آخرت میں ہو گا =

دوسرا کشف یہ کہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے۔ کیونکہ محبت کی خاصیت یہ ہے کہ غائب کو محسوس کی طرح بنا دیتی ہے۔ یہ تجلی ارباب کمال کے قدم کی دنیا میں انتہا ہے یعنی اس سے آگے انہیں رسائی نہیں ہو سکتی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا اطمینان ہے۔ کسی ایک امر پر اس طرح کہ اس کے خلاف کچھ دل میں نہ گزرے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر کافر شخص بھی ہمیشہ اپنے دل کو کسی امر پر اور اپنی ہمت کو کسی چیز پر مقرر کرے تو وہ کام ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے ایمان اور عمل صالح بھی کچھ شرط نہیں ہے ارباب تجربہ کو چاہئے کہ کبھی کبھی اپنے مریدوں کی ہمتوں کا امتحان لیتے رہیں اور معلوم کریں کہ اُن کی مناسبت حضرات اسما کس مرتبہ تک پہنچی ہے اور ان کی ہمت کی تاثیر کیسی ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابتدا جوانی میں ہم حضرت مولانا سعدالدین [illegible]ی قدس سرہٗ کے ساتھ ہرات میں تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں تفریح کیلئے [illegible]ہے تھے ہمارا گزر کشتی گیروں کے اکھاڑہ میں ہوا وہاں ہم نے اپنی قوت [illegible]ت کا امتحان لیا۔ اور دو شخصوں میں سے ایک کے غالب ہونے پر ہم نے [illegible]ں کو لگایا تو وہی شخص غالب ہوا پھر دوسرے شخص کیلئے خیال کیا گیا تو [illegible] غالب آیا۔ پھر پہلے کیلئے خیال کیا گیا تو وہ غالب آیا۔ اسیطرح چند مرتبہ [illegible] خیال کیا گیا۔ اِس سے مقصود یہ معلوم کرنا تھا کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ تک [illegible] ہے تاکہ اس پر اعتماد ہو سکے۔

اللہ اکبر۔ [illegible] قدس سرہٗ چونکہ واقع میں ترویج شریعت اور تجدید ملت اور سلاطین [illegible] اخلاط رکھنے کیلئے مامور کئے گئے تھے۔ اس لئے آپ سمرقند تشریف فرما [illegible] کہ پادشاہ وقت سے ملاقات کریں۔

اس زمانہ میں میرزا عبداللہ بن میرزا ابراہیم بن مرزا شاہ رُخ ولایت سمرقند کا پادشاہ تھا۔ میرزا عبداللہ کا ایک مصاحب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے اس سے کہا کہ اس ولایت میں آنے سے مقصود ہمارا تمہارے پادشاہ سے ملاقات کرنا ہے۔ اگر تم اس کی ملاقات کا واسطہ بنو تو امر بزرگ اور ثواب کثیر کو حاصل کروگے۔ اس امیر نے بے ادبی کیساتھ جواب دیا کہ پادشاہ ہمارا بے پرواہ شخص ہے اس سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہے ماسوا اسکے درویشوں کو ان کاموں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حضرت کو اس کلام سے غیرت پیدا ہوئی۔ اور فرمایا کہ ہم کو پادشاہوں کی ملاقات کا حکم دیا گیا ہے ہم اپنے آپ نہیں آئے ہیں۔ اگر تمہارا پادشاہ پرواہ نہ کریگا تو ایسا پادشاہ بنایا جائیگا جو پرواکرے۔ جب وہ امیر چلا گیا۔ تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس کا نام سیاہی سے دیوار پر لکھا اور پھر اپنے لعاب دہن سے اس کو مٹا دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارا کام اس پادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا ہے۔ یہ فرماکر اسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ کے بعد اس امیر کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک ماہ کے بعد سلطان ابوسعید مرزا نے اطراف ترکستان سے ظہور کیا اور میرزا عبداللہ پر حملہ کرکے اُسکو قتل کر دیا۔

اللہ اکبر۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ بہت لوگوں کے نام کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھے۔ اور سلطان ابوسعید کا نام جس ٹکڑے پر لکھا تھا اس کو اپنی دستار میں رکھ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا نام ہے جس کے ہم اور آپ اور اہل تاشقند اور سمرقند و خراسان رعایا ہونگے اس زمانہ میں وہاں سلطان ابو سعید کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر چند روز کے بعد ہی سلطان ابوسعید مرزا کی شہرت ترکستان کی طرف سے بلند ہو گئی۔

اللہ اکبر۔ منقول ہے کہ سلطان ابو سعید نے خواب میں حضرت کو دیکھا تھا
اور حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ کے ارشاد سے حضرت خواجہ کا نام اُس کو
معلوم ہوا اس نے حضرت خواجہؒ کی صورت کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا جب
بیدار ہوا تو اپنے مصاحبوں سے دریافت کیا کہ اس حلیہ کا کوئی درویش خواجہ
عبید اللہ نامی اس ملک میں ہے۔ لوگوں نے خبر دی کہ وہ درویش صاحب
اس زمانہ میں تاشقند میں رہتے ہیں۔ سلطان اسی وقت سوار ہوا اور تاشقند
پہنچا۔ حضرت خواجہ کو جب اس کے آنے کی خبر پہنچی۔ تو فوراً جانب مقام فرکت
روانہ ہو گئے۔ سلطان کو حضرت کے فرکت میں قیام فرمانے کی خبر پہنچی تو وہ
بھی فرکت پہنچا جب پادشاہ حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوا اور اس کی نظر
حضرت کے چہرۂ زیبا پر پڑی تو کہا قسم خدا کی یہ وہی بزرگ ہیں جن کو میں نے
خواب میں دیکھا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور نیازمندی بجالایا۔ حضرت
خواجہ قدس سرہٗ نے اس کے حال پر بہت کچھ توجہ فرمائی۔ اور اس کو اپنی
طرف جذب فرمایا۔ بادشاہ نے آخر مجلس میں فتح کی دعا کیلئے التماس کی حضرت
خواجہؒ نے فرمایا کہ فتح کی دعا ایک دفعہ ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد بادشاہ
کے ساتھ ایک بڑا لشکر جمع ہوا۔ اور بادشاہ کے دل میں سمرقند کے فتح کا
ارادہ پیدا ہوا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور توجہ کیلئے عرض کیا۔
حضرت نے فرمایا کہ تم کس نیت سے جاتے ہو۔ اگر تمہاری نیت یہ ہے۔
کہ روشن شریعت کی تقویت اور دین متین کو رواج دینے اور رعیت کے
انتظام کرنے کی ہے تو تمہارا یہ سفر تمہارے لئے مبارک ہوگا اور فتح تمہاری
ہو گی اس نے عرض کیا کہ روشن شریعت کی تقویت میں جان و دل سے
کوشش کرونگا۔ اور انتظام رعایا میں پوری محنت کرونگا۔ حضرت نے فرمایا

جب ایسا ہے تو شریعت کی پناہ میں جاؤ مراد حاصل ہوگی۔

اللہ اکبر۔ نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہؒ نے سلطان میرزا سعید سے فرمایا کہ جب دشمن سے تمہارا مقابلہ شروع ہو۔ تو جب تک تمہاری پشت سے کوؤں کی ایک جماعت ظاہر نہ ہو تم دشمن پر حملہ نہ کرنا۔ پس جب دونوں لشکروں میں مقابلہ شروع ہوا تو میرزا عبداللہ کے لشکر نے گھوڑوں کو بڑھایا اور میرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے میسرہ کے قدم اکھاڑ دیئے۔ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ یکایک کوؤں کی ایک جماعت میرزا سلطان ابو سعید کے لشکر کے پیچھے سے ظاہر ہوئی۔ سلطان ابوسعید کے لشکر نے جب حضرت کی اس بشارت کو دیکھا تو ان کے دلوں میں قوت پیدا ہوئی اور یکبارگی میرزا عبداللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ پہلے ہی حملہ میں میرزا عبداللہ کے لشکر کو شکست دے دی اور میرزا عبداللہ کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔ اسی وقت اسکو پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ سلطان ظالم تھا! ور اللہ والونکو حقیر نظر سے دیکھتا تھا

اللہ اکبر۔ سلطان ابوسعید کے مصاحبوں میں سے ایک شخص میر حسن بہادر روایت کرتے ہیں کہ جب ان کے سلطان اور میرزا عبداللہ میں مقابلہ شروع ہوا۔ تو یہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہمارا کل لشکر اندازاً سات ہزار ہوگا۔ اور میرزا عبداللہ کی فوج بہت مسلح اور مکمل تھی۔ میرزا سلطان ابوسعید کو میرزا عبداللہ کا غلبہ اپنی فوج پر دیکھکر بیقراری ہوئی اور خوف اس پر غالب ہوا اور بطور جلدی کے کہا کہ اے حسن بہادر کیا دیکھتا ہے میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اس وقت میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ قسم خدا کی میں یہی دیکھ رہا ہوں میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اب مطمئن رہو۔ ہم دشمن پر ضرور فتح پائینگے

میری زبان سے یہ کلمہ نکل ہی رہا تہا کہ دشمن نے شکست پائی۔ پس سارے لشکر نے اسی کلمہ کو دہرایا۔ اور دشمن پر سخت حملہ کیا۔ آدہی گھڑی یعنی دس منٹ میں میرزا عبد اللہ کے لشکر نے شکست کھائی۔ اور وہ خود گرفتار ہو گیا۔ اور مارا گیا سمرقند فتح ہو گیا اللہ اکبر حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرزا عبد اللہ مارا گیا میں اسوقت تاشقند کی طرف متوجہ تہا۔ میں نے دیکہا کہ ایک فوج ہوا میں سے زمین پر اُتری اور اس نے میرزا عبد اللہ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مجہے معلوم ہو گیا کہ میرزا عبد اللہ مارا گیا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

اللہ اکبر۔ ایک مرتبہ بابر ایک لاکھ جرار سوار ہمراہ لیکر سمرقند پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ میرزا سلطان ابو سعید حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھ کو بابر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ کیا کروں مصاحبوں نے اسکو یہ رائے دی۔ کہ سمرقند سے بھاگ کر ترکستان چلے جاؤ۔ اور وہاں قلعہ بند ہو کر لڑو۔ اور سلطان نے اس رائے کو پسند کر کے اپنا کل سامان اونٹوں پر لدوادیا حضرت اس کے ارادہ سے آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے تمہاری اس مہم کو اپنے ذمے لیا ہے۔ اور بابر کی شکست میرے ذمہ ہے تم اطمینان رکہو میرزا نے کمال اعتقاد کے ساتھ اپنے چلے جانے کے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔ اور سمرقند ہی میں ٹھیر گیا۔ جب میرزا بابر سمرقند کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور طرفین کی فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ میرزا خلیل جو میرزا بابر کا سپہ سالار تھا گرفتار ہوا کہ اس سے زیادہ بہادر بابر کے لشکر میں اور کوئی شخص نہ تہا۔ میرزا بابر کے لوگوں کو جو سامان معیشت لانے کیلئے سمرقند چلے گئے تھے۔ میرزا ابو سعید کے علاقہ داروں نے ناک کان کاٹ کر نکال دیا۔ چند ہی روز میں وبائے عظیم بابر کے لشکر کے گھوڑوں میں پھیلی اور کثرت سے گھوڑے ہلاک

ہوگئے۔ آخر کار میرزا بابر کو صلح کرنی پڑی۔ حضرت مولانا قاسم نے جو حضرت خواجہ
کے خاص مریدوں میں سے تھے باہر آکر فریقین میں صلح کرادی۔ حضرت خواجہ
قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب میرزا بابر ملحدوں کے ایک گروہ کیساتھ سمرقند
کے محاصرہ کے لئے آیا۔ کہ رعایائے سمرقند کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلے
اہل سمرقند میں بہت سے صالحین اور غربا تھے۔ اس لئے ہم کو ان پر رحم آیا۔
اور دو تین روز ہم نے ان کی مصیبتوں کے ٹالنے میں صرف کئے کیونکہ مصائب
کو ٹالنا اور دشمنوں کو دفع کرنا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے میرزا
بابر کہا کرتا تھا کہ ہم اگرچہ سمرقند کو فتح نہ کر سکے لیکن ہم کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ حضرت
خواجہ عارف نہ تھے۔ کیونکہ عارف میں ہمت نہیں ہوتی ہے۔ اور حضرت نے
ہمت سے ہم کو خراب کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بابر نے شاید اس کلام کے
معنی نہیں سمجھے مطلب اس کا یہ ہے کہ عارف ایسی فنا سے مشرف ہوجاتا ہے
کہ عارف اور اس کے تمام اوصاف مٹ جاتے ہیں کہ نہ ان کا نام باقی رہتا
ہے اور نہ نشان۔ اور جو کچھ اس سے صادر ہو وہ اس کا فعل نہیں ہے یہ آیت
کریمہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى
(پس نہیں قتل کیا تم نے ان کو لیکن اللہ نے قتل کیا اور تم نے ان پر خاک
مٹھی بھر کر نہیں ماری۔ جب کہ تم نے ماری تھی بلکہ وہ اللہ نے ماری تھی)
اس معنی پر شاہد ہے اگر ایسا نہ ہو تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
باب میں مشکل ہوجائیگی کیونکہ انہوں نے ایک عالم کو اپنی مضبوط قوت
سے درہم وبرہم کردیا تھا جیسے حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام۔
اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پیری مریدی کرنا چاہتے تو اس زمانہ
کے کسی پیر کو ایک آدمی بھی مریدی کیلئے نہ ملتا۔ لیکن ہم کو دوسرے کام کیلئے

حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ظالموں کے شر سے حفاظت کریں اور شریعت قویہ کو ترویج دیں۔ اسی لئے ہم بادشاہوں پر مسلط ہوتے ہیں اور ان کو مسخر کرتے ہیں اور انہی ذرائع سے مسلمانوں کے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے محض اپنی عنایت سے کرامت کی قوت عطا کی ہے اگر ہم چاہیں تو ایک ہی خط میں بادشاہ خطا کو جو خدائی کا مدعی ہے ایسا بنا دیں کہ ننگے پاؤں خس و خاشاک میں دوڑتا ہوا ہمارے آستانہ پر حاضر ہو جائے مگر باوجود اس قدرت کے ہم ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ جو چاہے وہ حکم دے گا۔ پورا ہو جائیگا۔ اس مقام میں ادب ضروری ہے۔ اور ادب یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو خدائے پاک کا ارادہ بنا دے۔ نہ یہ کہ اس کے ارادے کو اپنا تابع کرے۔ حضرت کا ایسے تین بادشاہوں کی جو باہم مخالف تھے ایک معرکہ میں صلح کرا دینے کا واقعہ مشہور ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک بزرگ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دوستوں میں سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک غلام سمرقند میں گم ہو گیا۔ میں چار ماہ تک سمرقند کے اطراف و اکناف میں اس کی جستجو میں سرگردان پھرتا رہا۔ مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ ایک دفعہ جنگل میں اس کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ حضرت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ میں نے حضرت کے گھوڑے کی باگ تھامی اور نیازمندی کے ساتھ عرض حال کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم دہقانی آدمی ہیں ہم ان باتوں کو کیا جانیں میں نے بہت زاری اور اصرار کیا۔ حضرت میری زاری و بکا کو دیکھکر بہت مہربان ہوئے۔ اور تھوڑی دیر سکوت کیا اس کے بعد فرمایا کہ اس سامنے والے گاؤں میں بھی تم نے اس کی تلاش کی۔ میں نے عرض کیا کہ متعدد بار یہاں بھی گیا ہوں۔ اور محروم واپس آیا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پھر تلاش کرو۔ اب کے

ضرور پاؤ گے۔ آپ نے یہ ارشاد فرما کر اپنا گھوڑا تیز دوڑایا۔ اور میں اس گاؤں کو روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرا غلام گم گشتہ پانی کا بھرا ہوا برتن سامنے رکھے ہوئے متحیر کھڑا ہے۔ میں نے اس کو دیکھتے ہی بے اختیار فریاد کی۔ اے غلام اتنی مدت تک تو کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ میں جب آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص بہکا کر مجھ کو خوارزم لے گیا۔ اور دوسرے شخص کے ہاتھ مجھ کو فروخت کر دیا۔ میں اس کی خدمت میں ہوں۔ آج اتفاقاً اس کے گھر میں مہمان آیا اس نے مجھ سے کہا کہ پانی برتن میں بھر لا۔ تاکہ کھانا تیار کراؤں میں پانی کا گھڑا بھر کر اٹھا کر لے چلا تھا کہ اب میں اپنے آپ کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔ میں حیرت وفکر میں ہوں کہ یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں۔

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہؒ نے مجھ سے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ کے صورتوں اور لباس بشری کے بدلنے کا قصہ بیان فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت ایک بزرگ کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوئے۔ جس سے مجھ کو کمال درجہ محبت والفت تھی۔ اور اس کو دنیا سے انتقال کئے ہوئے تھوڑے دن گذر چکے تھے۔ میری نظر پڑتے ہی حضرت نے فوراً اس شکل کو بدل دیا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ شاید وہ شکل میرے خیال میں تھی۔ مگر میں نے اپنے ہمراہیوں سے بھی سنا کہ انہوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت کے صورتوں اور شکلوں کے بدلنے کے واقعات اکثر وقوع میں آئے ہیں۔ چنانچہ مولانا حاجی مزاریؒ اور حافظ اسمٰعیل روحیؒ جو مولانا سعدالدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ہیں نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مولانا سعدالدین کی صورت میں دیکھا ہے

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ایک خادم ایک مرتبہ سمرقند کو جارہا تھا

حضرت نے اس سے فرمایا کہ سمرقند سے چند ڈبے صاف شہد کے ہمارے لئے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی ڈبے شہد سے بھر کر اور ان کے منہ پر مضبوط مہر لگا کر سمرقند سے روانہ ہوا اتفاقاً کسی کام کیلئے بازار میں ایک بزاز کی دکان پر تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر گیا۔ اور شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ اتنے میں ایک حسینہ عورت جو اس بزاز کی آشنا تھی دوکان پر آئی اور ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی۔ اس خادم نے دو تین بار نظر حرام سے اس عورت کو دیکھا اور پھر نظر پھیر کر ڈبوں کو اٹھا کر تاشقند کو روانہ ہو گیا۔ اور ڈبے لاکر حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت ڈبوں کو دیکھتے ہی خشم آلود ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بو آ رہی ہے۔ اے بدبخت میں نے تجھ کو شہد کے لانے کو کہا تھا۔ اور تو شراب لیکر آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں شہد ہی لیکر آیا ہوں۔ ان میں شراب نہیں ہے ڈبوں کو کھولنے کیلئے ارشاد ہوا جب کھول کر دیکھا گیا تو حقیقت میں شراب سے بھرے ہوئے تھے۔

اللہ اکبر۔ ایک معتبر بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ کی ہمراہی میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ موسم سردی کا تھا۔ اور دن بہت چھوٹا۔ ہم نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ آفتاب زرد ہوا شام ہونے آئی۔ منزل تک پہنچنے کیلئے دو کوس باقی تھے۔ اور راستہ میں کوئی جگہ پناہ اور آرام کی نہ تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ دن ختم ہو گیا اور راستہ خوفناک ہے۔ ہوا سرد اور فاصلہ زیادہ اب آگے کیسے گزرے گی۔ پھر مجھے مکرر یہی خیال گزرا۔ حضرت منہ پھیر کر میری طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ڈرو مت اور راستہ کی نسبت دل میں کوئی خیال نہ لاؤ ممکن ہے کہ آفتاب غروب ہونے نہ پائے کہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔ پس میں پلٹ پلٹ کر

آفتاب کو دیکھتا جاتا تھا۔ اسی طرح اس کا کنارہ آسمان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ اور غروب ہونے کے کوئی آثار نہ پائے جاتے تھے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس میں میخ لگادی گئی ہے جس سے وہ ایک جگہ ٹھیرا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ہم گاؤں کی آبادی میں پہنچ گئے اس وقت آفتاب یک بہ یک ایسا غائب ہوگیا کہ اسکا کوئی نام ونشان باقی نہ تھا۔ اور غروب کے بعد شفق کی جو سرخی وسفیدی ہوا کرتی ہے وہ بھی بالکل نہ تھی۔ عالم میں دفعتہً ایسی تاریکی پھیل گئی کہ صورتوں اور رنگتوں کا نظر آنا ناممکن تھا۔ جس سے لوگوں پر ہیبت وحیرت چھاگئی۔ اور سب نے یقین کیا کہ حضرت خواجہ کا اس میں تصرف واقع ہوا۔ آخر کار بے اختیار ہوکر سب نے حضرت سے اس کا راز دریافت کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی طریقت کے شعبدوں میں سے ایک شعبدہ ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمدؒ جو بڑے عالم اور عارف اور صاحب کرامات تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایکروز میری پھوپھی نے چاہا کہ ایک ضعیفہ بی بی کی عیادت کیلئے جو آپ کی عزیز تھیں اور پڑوس میں رہتی تھیں۔ جائیں۔ آپ نے ان کو منع فرمایا۔ پھر دو تین روز بعد جب آپ مقام فرکت کو تشریف لیگئے پھر پھوپی صاحبہ نے اس کی عیادت کے لئے گھر سے نکلنا چاہا کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوار ہوکر ظاہر ہوئے اور کھڑے ہوئے فرمارہے ہیں کہ عیادت کیلئے جاتی ہو واپس ہوجاؤ نہیں تو جانتی ہو کہ تم بھی بیمار ہو جاؤ گی اور تم کو کسی کی عیادت نہیں کرنی چاہیئے۔ مجبوراً وہ واپس ہوگئیں۔ اور گھر میں قدم رکھتے ہی بیمار ہوئیں۔ تپ محرقہ میں مبتلا ہوکر فرش ہوگئیں جب آپ فراکت سے واپس تشریف لائے تو پھوپی صاحبہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ

بیمار کے پوچھنے کیلئے جانے اور بیمار ہونے کی کیا ضرورت ہے

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ محمد قدس سرہٗ کی پھوپی صاحبہ نقل کرتی ہیں کہ جب خواجہ پر قبض کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ گھڑی گھڑی گھر سے باہر جاتے اور باہر سے اندر آتے۔ اور جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو تبدیل صورت کے قاعدے سے نئی صورت میں تشریف لاتے اگر بالفرض دس مرتبہ بھی آتے تو ہر بار نئی صورت میں تشریف لاتے۔ چنانچہ مکان میں رہنے والی بوڑھی عورتیں غیر آدمی کی شکل کی وجہ سے غلطی میں پڑکر شور کرنے لگتیں۔ آپ اس صورت کو چھوڑ کر ہنس پڑتے اور کیفیت قبض جاتی رہتی تھی۔

اللہ اکبر۔ دو درویش بہت دور سے حضرت خواجہ کی ملاقات کے شوق میں آپ کی خانقاہ میں آئے۔ خادموں سے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ ہیں خدام نے کہا کہ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں یہ سنکر وہ اپنے آنے پر پشیمان اور وقت کے ضائع ہونے سے پریشان ہوئے اور کہا کہ عجب شیخ ہیں جو سلاطین کے دربار میں جاتے ہیں۔ حالانکہ بہت بُرا ہے۔ وہ فقیر جو امرا کے دروازہ پر ہو۔ اتفاقاً دو چور بادشاہی مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ اور سپاہی ان کی تلاش میں گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ ان دونوں درویشوں کو بجائے چوروں کے پکڑ کر دربار بادشاہ میں لے گئے۔ اور کہا کہ یہ وہی چور ہیں جو جیل سے بھاگ گئے تھے۔ اب ان کے بارے میں جو حکم ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شریعت غرا کے احکام کے بموجب ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ حضرت خواجہ پہلوئے سلطان میں تشریف فرما تھے۔ اس واقعہ کو دیکھکر مسکرائے اور کہا کہ یہ دونو درویش ہیں

اور ہماری ملاقات کے لئے دور دراز سے آئے ہیں اس کے بعد حضرت خواجہ اٹھے اور دونوں درویشوں کو ہمراہ لیکر اپنے مسکن پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ ہم دربار شاہی میں اس لئے گئے تھے کہ ہاتھ کاٹے جانے سے تم کو بچائیں۔ اور امیروں کے دروازہ پر وہ درویش بُرا معلوم ہوتا ہے جو طمع کی وجہ سے دولتمندوں کے پاس جاتا ہو۔ وہ درویش بُرا نہیں ہے جو خلق اللہ کے مظالم رفع کرنے اور شرع متین کو رواج دینے کے لئے جاتا ہو۔ اس واقعہ سے انہوں نے اپنی بدگمانی کی توبہ کی۔ اور حضرت کے مخلصین اور معتقدین میں داخل ہوئے۔

اللہ اکبر۔ ایک عالم حضرت کے فضائل و کمالات کا شہرہ سُنکر حضرت کی ملاقات کے ارادہ سے سمرقند روانہ ہوا اور شہر میں داخل ہوا۔ اور شہر کے راستوں میں اونٹوں کی قطار پر از غلہ جاتے ہوئے دیکھکر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ اتنا بہت سا غلہ کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا ہے عالم کے دل میں خطرہ گزرا کہ فقیری کو اس دنیا داری سے کیا نسبت یہاں سے واپس ہو جانا چاہئے۔ پھر اس نے سوچا کہ اتنی مسافت طے کر کے آیا ہوں۔ ایک بار تو خود ان سے مل لوں۔ اور آپ کی خانقاہ میں آیا۔ اور بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس وقت زنانہ مکان میں تھے۔ اس اثنار میں اس کو غنودگی ہو گئی اور اس میں اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور ایک قرضدار اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور اپنے ساتھ اس کو دوزخ میں لیجانا چاہتا ہے۔ اتنے میں حضرت خواجہ آئے اور قرضدار سے دریافت فرمایا کہ اس کے ذمہ تیرا کتنا قرضہ ہے۔ اس نے مقدار بتلائی آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنا بقایا مجھ سے لے لے۔ اور اس بیچارے کو چھوڑ دے۔

پھر آپ نے اس کا مطالبہ ادا کر دیا۔ اور اس کو چھوڑ لیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اور آپ اندر سے باہر تشریف لے آئے۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ اتنی دولت ہم نے اسی لئے جمع کی ہے۔ کہ تم کو اور تمہارے مماثل لوگوں کو قرضداروں سے چھڑائیں۔

اس صاحب تکمیل و کمال کی وفات ۳۰ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہجری شب شنبہ میں ہوئی۔ اور محلہ خواجہ کفسیر میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد امجاد نے آپ کے مزار شریف پر عالیشان عمارت تعمیر کی ہے۔

اللہ اکبر۔ جب حضرت قدس سرہٗ کا نفس شریف منقطع ہوا تو اسوقت چونکہ رات زیادہ گزر چکی تھی کثرت سے شمع روشن کئے گئے تھے۔ جن سے مکان روشن ہو گیا تھا۔ اسی حال میں دیکھا گیا کہ حضرت کے دونوں ابروؤں کے بیچ سے ایک نور چمکدار بجلی کی طرح پھیلا اور اس کی شعاعیں شمع پر پڑیں اور کل شمعوں کی روشنی سلب ہو گئی۔ جو لوگ اس گھر میں اسوقت موجود تھے۔ انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا۔

حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ کے حالات

جب حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے ارشاد کا آوازہ مولانا محمد زاہدؒ کے گوش ہوش میں پہنچا تو آپ حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے اور سمرقند پہنچنے کے بعد محلہ وانسرائیں جو دلپسند اور بہت سرسبز مقام ہے اترے اور حضرت احرار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کپڑے پہنے محلہ وانسرائیں اور حضرت خواجہ کی جائے سکونت کے مابین تین کوس کا فاصلہ ہے۔ اتفاقاً حضرت خواجہ پر ظاہر ہوا کہ مولانا زاہد کمالات اور مقامات

عالیات سے موصوف ہیں۔ اور اس میں ہماری ملاقات کے لئے آتے ہیں
آپ کے دل میں گذرا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں ٹھیک دوپہر
اور سخت گرمی کا وقت تھا۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ سواری کے
اونٹ کو لائیں۔ پس حضرت اس پر سوار ہو گئے۔ اور تمام مریدین آپ کے
ہمراہ رکاب روانہ ہوئے۔ اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جارہے
ہیں۔ اس لئے اونٹ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ کہ جہاں کو چاہے
چلے۔ جب حضرت محلہ وانسرائے میں پہنچے جہاں کہ مولانا اترے ہوئے
تھے۔ اونٹ خود بخود رک گیا۔ اور حضرت خواجہ اونٹ سے اُترے۔
مولانا کو حضرت خواجہ کے تشریف لانے کی خبر ہوئی تو وہ بے اختیار
دوڑے آئے اور حضرت کا استقبال کیا اور حضرت کے پیروں کو بوسہ
دیا۔ حضرت خواجہ نے مولانا کے ساتھ اسی مقام پر خلوت کی۔ اور مولانا
نے اپنے واردات اور معاملات و مقامات کو حضرت کے سامنے پیش
کیا۔ اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت خواجہؒ نے مولانا کا التماس قبول
کیا اور جو کچھ بتلانا تھا بتلا دیا۔ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی نعمت مولانا کو
عطا فرمائی۔ اس پر بعض اصحاب حضرت خواجہ کے جو اس وقت وہاں
موجود تھے۔ آتش غیرت میں جلنے لگے کہ مولانا محمد زاہد کو حضرتؒ نے پہلی
ہی صحبت میں خلافت دے دی۔ حالانکہ ہم برسوں سے حضرت کی خدمت
کر رہے ہیں۔ مگر حضرتؒ نے ہمارے حال پر یہ التفات نہیں فرمائی۔ حضرت
خواجہؒ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ اور تیل۔ بتی تیار کر کے
ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نے اس کو روشن کر کے ان کو رخصت کر دیا۔
اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کسی راستہ سے

تشریف لیجارہے تھے۔ اور آپ کے حالات اس وقت متلون تھے۔ اور سُکر آپ پر غالب تھا۔ اسی حالت میں آفتاب قریب غروب کے ہوگیا۔ اور کسی ہمراہی کی یہ جرأت نہ ہوسکی کہ حضرت خواجہؒ سے نمازِ عصر ادا کرنے کے لئے عرض کرے۔ غروب آفتاب کے بعد حضرت خواجہ کا سُکر کم ہوا اور آپ ہوش میں آئے۔ دیکھا کہ آفتاب غروب ہوا اور عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ اس وقت آپ آفتاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے آفتاب ہمارے لئے پھر نکل آ۔ آفتاب اُسی وقت نکل آیا اور حضرتؒ نے نمازِ عصر ادا کی نماز سے فراغت پانے کے بعد آفتاب غروب ہوگیا اور عالم میں تاریکی پھیل گئی۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو سلطان محمود میرزا کی بابت یہ خبر پہنچی۔ کہ اُس نے اپنے بھائی سلطان احمد میرزا سے جنگ کرنے کی غرض سے محاصرۂ سمرقند کا ارادہ کیا ہے۔ تو آپ نے میرزا سلطان محمود کو یہ رقعہ تحریر فرمایا:۔

رقعہ۔ اس عرضداشت کے ذریعہ یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ کے ملازمین کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ نے شہر سمرقند کو بلدہ محفوظہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ کا فتح سمرقند کا ارادہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور جب خدائے پاک نے اس کا حکم نہیں دیا نہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کوئی ایسی ہدایت وارد ہوئی۔ تو پھر آپ کا اپنے بھائی پر تلوار اٹھانا کس حد تک آپ کے لئے مناسب ہے۔ یہ فقیر آپ کی خیر خواہی کے لئے کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض معروض کر چکا ہے۔ مگر قبولیت کی حد تک

نہیں پہنچا۔ لوگوں کی باتوں میں آکر آپ کا اس ملک کی فتح کا قصد کرنا اور
اس فقیر کے معروضہ کو قبول نہ کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔
حالانکہ میں آپ کی خدمت میں خیر خواہی کی عرض کرتا ہوں اور لوگ
جو کچھ کہتے ہیں محض اپنی نفسانیت سے معلوم ہے کہ سمرقند میں بہت
سے بزرگان دین اور فقراء مساکین ہیں۔ ان کو اور زیادہ تنگ کرنا مناسب
نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل کو صدمہ پہنچے۔ اور دردمندوں کی
آہ جو کچھ کر سکتی ہے وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ خدا کے نیک بندوں
اور عام طور سے سب مسلمانوں کے دلوں کو ضرور اس سے تکلیف ہوگی
آپ اس ارادہ سے باز آئیں اور ڈریں۔ اور فقیر کی اس بات کو جو بے
غرض اور محض للہیت کی وجہ سے ہے مان لیں اور دونوں بھائی
آپس میں اتفاق کر کے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تاکہ خدائے تعالیٰ
راضی رہے۔ پھر ایک دل اور متفق ہو کر ان کاموں کو جو ادھورے
پڑے ہوں پورا کرو۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بھی بعض بندے
ہیں جن پر وہ اپنی بہت کچھ عنایت رکھتا ہے۔ اور ان کی عدول حکمی
اور لڑائی کے ارادہ کو اپنے ساتھ جنگ کا ارادہ اور ظلم کرنا فرماتا ہے
چنانچہ صحاح کی حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے ؎

بہ پیش چشم چو خاکسترم میا گستاخ
کہ ہست در تہِ او آتشے و دریائے

لوگوں کی نظر میں اگرچہ میں خاک کی مانند ہوں لیکن تو ارادہ گستاخی
کو دور رکھ کہ اس راکھ کے نیچے آگ اور پانی کا ایک دریا موجود ہے۔
اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر مزید سے جو سلطان محمود کے

دربار کا امیر کبیر تھا کہلا بھیجا کہ جنگ اور مخالفت کے طریقہ سے باز آؤ۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہزاروں آدمی عبدالخالقؒ کے ایک تابعدار سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اور اگر کرینگے تو مغلوب ہونگے۔ خاندان نقشبند کا خانوادہ بڑے تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کی خاطر شریف کی بموجب پورا کر دیتا ہے۔ اور خانوادۂ مذکور کسی کا مطیع نہیں ہے۔

میرزا سلطان محمود باوجود اس نامہ و پیام کے اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ اور سمرقند کے محاصرہ کے لئے متوجہ اور فوج بیکران اور لشکر بے عدد ہمراہ لیکر روانہ ہوا علاوہ چغتائی فوج کے چودہ ہزار ترک ہمرکاب تھے۔ بیچارہ میرزا سلطان احمد مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور فرار کا ارادہ کیا۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت میں بیقرار اور مضطر ہو کر حاضر ہوا۔ کہ بھاگ جانے کی اجازت چاہی۔ آپ اس وقت شہر کے مدرسہ میں تھے فرمایا کہ اگر تم بھاگو گے تو سب شہر والے قید ہو جائینگے۔ پس تم ٹھیرو اور اپنے دل کو مضبوط کرو۔ میں تمہارا کفیل و ذمہ وار ہوتا ہوں۔ بعدہٗ آپ نے مرزا سلطان احمد کو مدرسہ کے ایک حجرہ میں جس کا ایک ہی دروازہ تہا۔ لے جا کر بٹھا دیا۔ اور خود اس حجرہ کی دہلیز پر تشریف فرما رہے۔ اور حکم دیا کہ ایک سانڈنی ہر دم تیار رہے کہ اس پر کجاوہ بندھا ہوا اور چند روز کا توشہ اس میں رکھا ہوا ہو۔ چنانچہ اس کو تیار کر کے سلطان احمد کے حجرہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرزا سلطان محمود سمرقند کو فتح کر لے اور جس دروازہ پر جنگ ہو رہی ہے۔ وہ اس میں داخل ہو جاوے تو تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر اپنے

خاص لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازہ سے نکل جانا۔ آپ نے اِس طرح سے میرزا سلطان احمد کو تسکین دی۔

اس کے بعد آپ نے مولانا سید حسن اور مولانا سید قاسم اور میر عبدالاول اور مولانا جعفر قدس اللہ اسرارہم کو جو آپ کے بڑے بڑے مرید تھے طلب کر کے حکم دیا کہ جلد جاؤ اور اس کے دروازہ پر جہاں کہ سلطان محمود مصروف جنگ ہے ٹھیرو اور خدا کی طرف مشغول ہو جاؤ اور جب وہ بھاگ جائے تو تم ہمارے پاس آؤ اور اگر بالفرض اسکا لشکر شکست نہ کھائے۔ تو ہمارے پاس تمہارے لئے راستہ نہیں ہے وہ چاروں بزرگ اس دروازہ کے برج پر چڑھے ہے۔ اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم مراقبہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتے تھے۔ جو کچھ تھے حضرت خواجہ ہی تھے۔ اور ایسا نظر آتا تھا کہ تمام عالم پر حضرت خواجہ کا وجود چھایا ہوا ہے۔ اس اثنار میں مولانا زاہد قدس سرہٗ کو سلطان محمود کے سمرقند پر حملہ کرنے اور حضرت خواجہ کے خط کو قبول نہ کرنے اور اپنے بھائی اور سلطان احمد سے جنگ کرنے کی خبر ملی تو مولانا پر اس خبر کے سننے سے غیرت طاری ہوئی۔ اور اسکی ہزیمت کے لئے آپ متوجہ ہوئے اثنار مشغولی میں مولانا پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت خواجہ کی تیغ باطن نے میرزا سلطان محمود کو مقہور اور مغلوب کر دیا۔ اور شکست دے دی۔ مولانا سے یہ مشاہدہ بے اختیار ظاہر ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس کی خبر حاکم وخش کو جو سلطان محمود کا دوست تھا پہنچی۔ وہ یہ سنکر مولانا پر بے حد بگڑا۔ اور بے انتہا عتاب کیا۔ اور ایک

خط میں مولانا کی شکایت لکھہ کر سلطان محمود کے پاس روانہ کی۔ تقدیر سے قاصد کا اس خط کو لیکر پہنچنا۔ اور میرزا سلطان محمود کا شکست کہانا ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔

کہتے ہیں کہ میرزا سلطان محمود اور میرزا سلطان احمد کی فوجوں میں صبح سے دوپہر تک جنگ ترقی پر رہی۔ اور قریب تھا کہ سلطان محمود کا لشکر غالب ہو جائے اور سلطان احمد کی فوج بہت گھبرائی ہوئی تھی ناگاہ قبچاق کی طرف سے ایک آندہی ہولناک اٹھی اور اس میں سلطان محمود کا لشکرگاہ اس طرح سے پھنس گیا کہ کسی شخص کو آنکھہ کہولنے کی مجال نہ رہی۔ اس آندہی نے گھوڑوں اور آدمیوں کو اٹہاکر پھینکدیا۔ اور پیادوں اور سواروں کو زمین پر پٹک دیا۔ خیموں اور سراپردے اور شامیانوں کو اکھاڑ کر اوپر لے گئی۔ اور زمین پر پھینک دیا۔ الحاصل ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور قیامت قایم ہوگئی۔

اس حالت میں سلطان محمود امیروں اور ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ بلند دیوار کے پشتہ کے نیچے ایک بڑے تالاب کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ کہ زمین تڑخی اور اس کا ایک ٹکڑا بہت بڑا پھٹا اور اس تالاب کا کنارہ ٹوٹ کر گرا جس سے ایک آواز نہایت مہیب پیدا ہوئی۔ اور قریب چار سو سواروں اور گھوڑوں کے جو اس کی آڑ میں کھڑے تھے دبکر ہلاک ہوگئے۔ اور ادہر اس کی آواز کی دہشت سے ترکوں کے گھوڑے بھڑک کر جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ آراستہ لشکر میں یکبارگی پھوٹ پڑ گئی۔ اور ٹکریں ہو ہو کر بھاگ نکلے۔ اور خوف اور رعب سلطان محمود اور لشکریوں اور اس کے تمام وزیروں پر چھا گیا۔ اُس نے

معہ تمام امراء کے سرنگوں و ذلیل ہو کر گھوڑوں کو بڑھایا۔ اور جتنی جلدی ہو سکا شہر سے بھاگ گیا۔ اور میرزا سلطان احمد کا لشکر اور شہر کے لوگ ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور تقریباً پانچ کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ اور گھوڑے اور قیدی پکڑ لائے۔ اور بہت کچھ سامان غنیمت اور ہتھیار لوٹ لائے۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلام کا اثر اور حضرت کے چاروں مریدوں کی قوت مراقبہ اور مولانا محمد زاہد کے کشف کی سچائی پوری طرح سے ظاہر ہو گئی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی وفات بتاریخ غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ ہجری موضع وخش میں واقع ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ جس کی لوگ زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندان کامل و مکمل اور صاحب کمال و تکمیل حد تک سے زیادہ ہیں۔ جن کا انحصار اور شمار کرنا اس کتاب میں ناممکن ہے ان کے مختصر حالات رشحات کی فصل سوم میں مذکور ہیں۔ جس میں حضرت کی اولاد اور اصحاب کاملین کے کرامات اور مقامات کا خود ان سے مشاہدہ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر نقل کے دوران میں ناقل کا مجملاً حال بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا درویش قدس سرہٗ

سبحان اللہ۔ آپ کو اپنے ماموں مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ سے خلافت ہے اس دار فانی سے ان کے انتقال فرمانے کے بعد آپ ان کے مستقل نائب ہوئے۔ آپ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ اور

عزیمت اور احتیاط پر عمل فرماتے تھے۔ اور آپ کی نسبت نہایت صحیح اور محفوظ تھی اور اپنے زمانہ میں مرجع طالبان تھے۔ کرامات ظاہرا اور تصرفات روشن رکھتے تھے۔ اور طریق گمنامی اور حالات کے چھپانے کا بڑا التزام فرماتے تھے۔ اور اسی چھپانے کے لئے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے اس طائفہ عالیہ کے بزرگوں نے علم ظاہری کے پڑھنے پڑھانے کے مشغلہ کو طریقہ تعلیم اطفال کو باطن کی پوشیدگی کے لئے بہترین پردہ قرار دیا ہے۔ آپ اپنی عمر اسی پردہ میں چھپائے رہتے تھے۔ کہ کسی کو آپکے حال اور کمال سے آگاہی نہ ہونے پائے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز ایک درویش کا جو ترک تھا۔ آپ کے شہر میں گزر ہوا۔ اس نے کہا کہ یہاں سے ایک مرد خدا کی بو آتی ہے اور مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا خواجگی امکنگی فرزند عزیز مولانا درویش محمد قدس سرہٗ سے مروی ہے کہ ہمارے والد بزرگوار کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز آپ کے رُوبرُو ایک درویش نے شیخ نورالدین خوانی قدس سرہٗ کے کمالات کا جو شیخ حاجی میتو شانی قدس سرہٗ کے اکمل خلیفہ تھے۔ ذکر کیا انہوں نے میری طرف کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے فرزند یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ ان حدود سے گزر ہوگا تو میں بھی ان کی صحبت شریف میں پہنچو نگا۔ چنانچہ آپ کے اس ارشاد سے چند روز کے بعد شیخ نورالدین مذکور کا اطراف امکنہ میں گزر ہوا۔ ہمارے والد علیہ الرحمۃ نے جب شیخ کے آنے کی خبر سُنی۔ تو فرمایا کہ آج دہی اور ملائی زیادہ تیار کرو کل ہم شیخ کی ملاقات کیلئے جائینگے۔ اسی طرح کیا گیا۔ آپ صبح کے وقت

انہیں کپڑوں کے ساتھ جو آپ کے بدن پر تھے، اُٹھے۔ اور ان تیار کرائی ہوئی چیزوں کو ساتھ لیکر شیخ کی ملاقات کیلئے روانہ ہوئے۔ میں بھی اسوقت آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب ہم پہنچے۔ تو اس وقت جناب شیخ ٹوپی اور کرتہ پہنے ہوئے بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد ماجد کو دیکھتے ہی وہ اٹھے اور سخت معانقہ کیا۔ اور بہت دیر تک بغلگیر رہے۔ پھر اپنی دستار اور عبا طلب کرکے پہنکر اور ادب کے ساتھ دوزانو مراقب ہوکر بیٹھ گئے۔ میرے والد ماجد ان کے مراقب رہنے تک بیٹھے رہے پھر والد نے جانے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے چند قدم تک پہنچا کر والد کو رخصت کیا۔ اس کے بعد شیخ مذکور مراقب رہے۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ طالبان طریقت کی ان بزرگ کے پاس بہت کچھ آمد و رفت ہوا کرتی ہوگی لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ملا ہیں۔ اور لڑکوں کو تعلیم قرآن دینے میں مصروف رہتے ہیں یہ سنکر شیخ نورالدین مذکور نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ عجیب نابینا اور مردہ دل ہیں۔ ایسے درویش کامل و مکمل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے۔

جب شیخ کا یہ کلام مشہور ہوا تو ہر طرف سے طالبان طریقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے۔ مگر آپ ہمیشہ اپنی گوشہ نشینی اور پوشیدگی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور خلق اللہ کی کثرت آمد و رفت سے دل تنگ ہوتے تھے۔

اللہ اکبر۔ بعض معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ شیخ حسین خوارزمی کُبرَوی قدس سرہٗ اپنے وقت کے مقتدا تھے۔ جہاں کہیں وہ تشریف لیجاتے تھے وہاں کے مشائخین کی ان کے تصرفات کے سامنے کوئی ہستی نہ رہتی تھی۔

جو درویش ان سے ملاقات کرتے۔ وہ اس کی نسبت کو سلب کر لیتے تھے
رفتہ رفتہ مولانا درویش محمدؒ کے شہر میں بھی ان کا گزر ہوا۔ تو وہاں کے مشائخ
ان کی ملاقات کیلئے گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات
کے لئے چلنا چاہیئے۔ یہ فرما کر مولانا نے شیخ مذکور کی نسبت اپنے باطن
میں اندر کے اندر سلب فرمالی۔ ادھر شیخ حسین قدس سرہٗ اپنے آپکو نسبت
سے خالی پاکر حیران اور پریشان ہوئے۔ اور بے قرار و بے طاقت ہوگئے
جب حضرت مولانا شیخ کی ملاقات کیلئے سوار ہوئے تو اس وقت شیخ ؒ نے
اپنے باطن میں نسبت کی بُو پائی۔ جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام
کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بو پہنچی تھی۔ جب کہ حضرت یوسف
علیہ السلام کا قمیص مصر سے روانہ ہوا تھا۔ شیخ اونٹ پر بیٹھ کر نسبت کی
بو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ مولانا سے قریب ہوتے
جاتے تھے۔ اسی قدر اپنی گم شدہ نسبت کی بو کو زیادہ پاتے تھے جب
اثنائے راہ میں شیخ اور مولانا میں باہم ملاقات ہوئی۔ تو وہ بو بھی وہیں
منقطع ہوگئی اور اسی وقت شیخ نے جانا کہ میری نسبت کو مولانے اپنے
تصرف سے سلب کر لیا تھا۔ پس شیخ نے نہایت انکسار اور بے حد تواضع
کی۔ اور بہت مسکینی اور عاجزی سے کہا کہ مجھ کو یہ علم نہ تھا۔ کہ یہ اقلیم آپکے
زیر حکومت ہے۔ اب میں یہاں سے چلا جاتا ہوں مولانا کو شیخ کے اس
عجز و انکسار اور نیازمندی کے اظہار اور گریہ وزاری پر رحم آگیا اور اسی
وقت شیخ کی سلب شدہ نسبت کو واپس دے دیا۔ چنانچہ شیخ نے اسیوقت
اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا۔ اور اس کو غنیمت سمجھ کر اسی سواری پر
واپس ہوئے۔ اور اپنے قیام گاہ پر پہنچکر اپنے وطن کو واپس ہوگئے۔

حضرت مولانا درویش محمدؒ کی تاریخ وفات ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ ہجری میں بروز پنجشنبہ ہے۔ مزار شریف قریہ الفزار میں ہے۔ جو شہر سبز کا مشہور موضع ہے آپ کے مزار شریف کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ

آپ کا طریقت میں انتساب اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہما سے ہے۔ انہیں سے اس راستہ کے کمالات آپ نے حاصل فرمائے۔ اور مرتبۂ تکمیل وارشاد کو پہنچے۔ اور تیس برس تک اپنے والد کے مسند مشیخت پر جلوہ افروز رہے۔ آنے جانے والے مہمانوں کی خدمت آپ اپنی ذات سے کیا کرتے تھے۔ حالانکہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کے مبارک ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ خود مہمانوں کے پاس دسترخوان بچھاتے تھے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ مہمانوں کی سواری اور ان کے گھوڑے اور سامان اور نوکروں چاکروں کی بھی خود ہی خبرگیری فرماتے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کے اصل طریقہ کی پابندی کرتے تھے۔ آپکے وقت میں طالبان طریقت کی بڑی رجوعات آپ ہی کی طرف تھی۔ طالبان طریقت کے گروہ کے گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور علما وفضلا اور امرا وفقرا افائدہ وفیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں جوق در جوق دوڑے چلے آتے تھے۔ آپ کے خوارق وکرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ قلوب کے تصفیہ اور بصیرت کے انجلا اور طالبوں کے بطون میں تصرف کرنے میں آپ بڑا کمال رکھتے تھے۔ ظاہر میں بھی شان عظیم اور دولت آپ کو حاصل تھی۔ ملوک اور سلاطین آپ کے آستانہ

کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے تھے۔ اور آپ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے۔
اللہ اکبر۔ عبداللہ خان والئے توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ استادہ ہے۔ اور اس میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما ہیں ایک بزرگ بارگاہ کے دروازہ پر عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اور خلائق کے معروضات اور درخواستیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی حضور میں پہنچا رہے ہیں اور ان کا جواب آپکے پاس سے لاکر دیتے ہیں
چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تلوار ان کے ذریعہ سے بھیجی۔ اور انہوں نے اس تلوار کو میری کمر میں باندھ دیا۔ اور میرے حال پر بہت کچھ مہربانی کی اور الطاف فرمائے۔ اس کے بعد بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ اور اس نے اس بزرگ کے حلیہ کو ذہن میں محفوظ کر لیا۔
اور اس بزرگ کی تلاش اور تحقیقات میں مصروف رہا۔ ہر چند کہ اپنے مقربوں اور درباریوں سے اس بزرگ کا حلیہ بیان کر کے انکی نسبت دریافت کرتا تھا۔ مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ کا ایک مصاحب مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا تھا۔ اس نے وہاں سے جاکر بادشاہ سے کہا کہ اس حلیہ کے بزرگ جن کو آپ نے بیان کیا ہے حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ ہیں۔ بادشاہ اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوا۔ اور آپ کا نام اور مقام اور طرز و اطوار تفصیل کے ساتھ دریافت کئے۔ اس نے پورے پورے سب باتوں کے جواب دئے
پھر بادشاہ نے حضرت قدس سرہٗ کے ملک کا ارادہ کیا۔ اور اس مخزن اسرار کے دیدار فیض انوار سے مشرف ہوا۔ تو دیکھا کہ آپ کا حلیہ بعینہ وہی ہے۔ جو خواب میں دیکھا تھا۔ بادشاہ نہایت تواضع اور نیازمندی بجالایا۔

اور نذرانہ قبول کرنے کیلئے التماس کیا۔ مولانا نے نذرانہ قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور قناعت میں ہے بادشاہ نے کہا کہ بموجب مضمون آیۂ شریفہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حاکموں کی عمل فرمایئے اور جو کچھ میں حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس کو قبول کیجئے۔ یہ سنکر آپ نے ان تحفوں اور نذور کو مجبوراً قبول فرمایا۔ اس کے بعد خان مذکور روزانہ صبح کے وقت نہایت نیازمندی اور انکساری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

اللہ اکبر۔ سنا گیا ہے کہ پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ باقی محمد خاں پر جس کے پاس کل چودہ ہزار پیادے اور سوار تھے حملہ کیا باقی محمد خاں نے حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ سے امداد کے لئے عرض کیا۔ آپ خود پیر محمد خاں کے پاس تشریف لیگئے اور اس کو نصیحت فرمائی کہ تو اس ارادے سے باز آ۔ مسلمانوں کو آپس میں جنگ کرنا ناجائز ہے۔ چونکہ فوج اور خزانہ کا اس کے دماغ میں غرور بھرا ہوا تھا۔ اس نے حضرت کے ارشاد کو قبول نہ کیا۔ آپ خشم آلود ہوکر واپس آگئے۔ اور باقی محمد خاں سے فرمایا کہ اے فرزند فوج کی کمی کا کوئی خیال نہ کرو۔ اور شیرِ دلیر کی طرح دشمن پر حملہ کرو۔ ملک ماوراء النہر کی سلطنت تجھ کو مبارک ہو۔ یہ فرماکر دستِ شفقت اس کی پشت پر رکھا۔ اور اپنے قرص مبارک کو اس کی کمر میں باندھ دیا۔ باقی محمد خاں آپ سے دعا لیکر روانہ ہوا۔ اور جناب مولانا اس کے جاتے ہی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کے کنارہ ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو

مراقب اور متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی محمد خاں نے فتح پائی۔ اور پیر محمد خاں مارا گیا۔ اس وقت جناب مولانا مراقبہ سے اٹھے اور اپنے قیام گاہ کو تشریف لائے۔ یہ سلطان بڑا ظالم منکر ولایت تھا۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش مولانا کے مریدوں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت مولانا کہیں تشریف لیجا رہے تھے۔ اور میں بہت سے خادموں کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کے ہمرکاب تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے اتفاقاً میرے پاؤں میں ایک کانٹا چبھا۔ جس کی تکلیف سے میں بیقرار ہو گیا۔ اور مجھ کو خیال آیا کہ اگر حضرت مجھ کو جوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا کہ اے برادر جب تک پیر میں کانٹا نہیں چبھتا ہے پھول ہاتھ نہیں آتا ہے۔

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بڑے بڑے مریدوں سے سنا گیا ہے کہ تین طالب علم جیسے کہ ان کی عادت ہوتی ہے مختلف ارادوں کے ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں آئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بیشک آپ صاحب کرامت ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مجھ کو عطا کریں تو آپ صاحب عظمت ہیں تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کریں تو صاحب خوارق ہیں مولانا نے پہلے دونو طالب علموں کو ان کے خیال کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے کہا کہ درویشوں نے جو کچھ کمالات اور حالات حاصل کئے ہیں وہ صاحب شریعت علیہ السلام کی اتباع

سے کئے ہیں۔ لہذا درویشوں سے کوئی کام خلافِ شریعت صادر نہیں
ہو سکتا۔ اس کے بعد تینوں طالب علموں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امر
مباح کی نیت سے بھی اس جماعت کے پاس نہیں آنا چاہیے۔ بسا اوقات
درویش ان کاموں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔ اور آنے والے
آدمی اعتقاد سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ اور فقرا کی صحبت کے برکات سے
محروم رہ جاتے ہیں۔ جماعت فقرا کے نزدیک کرامتوں کا کوئی اعتبار
نہیں ہے۔ اس قوم کے پاس محض للہیت کی نیت سے آنا چاہیے تاکہ
ان سے فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔ ایسے طالبعلم فیض باطنی سے محروم رہتے ہیں
اللہ اکبر۔ جناب مولانا قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پہلے ایک
خط ہمارے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو جو حضرت مولانا کے خلیفہ
اکمل تھے۔ لکھا تھا۔ جس میں آپ نے بعد اظہار اشفاق و اشتیاق
یہ دو شعر لکھے تھے ؎

زجاں تا زماں مرگ یاد آمدم ندانم کنوں تا چہ پیش آمدم
جدائی مبادا مرا از خدائی وگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

اللہ اکبر۔ مجھ کو ہر گھڑی موت یاد آتی ہے نہیں معلوم کہ اب کیا
بات پیش آئے۔ مجھ کو ہر دم وصل خدا رہے۔ اور جو کچھ پیش آنا ہے پیش آئے۔
اس خط کے پہنچنے کے بعد ہی حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی وفات
کی خبر حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو پہنچی۔
آپ کی عمر نو دسال کی تھی کہ ۱۰۰۸ھ ہجری میں رحلت فرما ہوئے۔ آپ کا
مولد و مرقد قریۂ ابکنہ ہے جو اطراف سمرقند میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کے
مزار مبارک کی زیارت کیجاتی ہے۔ اور اس سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے حالات

سبحان اللہ۔ اس طریقہ شریفہ میں آپ کا انتساب حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ سے ہے آپ کی تربیت روحانیت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ سے ہوئی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کی کتاب کا ہم مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ ہم پر ایک تجلی کی گئی۔ اور ہم کو ہم سے بھلادیا گیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ بہاؤالحق والدین کی روحانیت متبرکہ کی کشش ذکر کی تلقین اور انتقار جذبات سے ہم کو نوازتی رہی۔ پس ہم نے ہمت کی آستین کو ہر طرف سے چھڑالیا۔ اور طلب کا دامن چیکر اہل اللہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اور بزرگان طریقت کی تلاش شروع کی۔

نیز آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی روح مبارک سے بھی ہوئی ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے شیرمادر تک سے بھی مجھ سے دریغ نہیں فرمایا۔

ہمارے حضرت امامِ ربّانی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں قائم مقام اکابر اولیا کے اور سجادہ نشین بزرگانِ نقشبندیہ کے اَلْوَاصِلُ اِلٰی نِھَایَۃِ النِّھَایَۃِ اَلْبَالِغُ اِلٰی اَقْصٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَۃِ قُطْبُ دَائِرَۃِ دَارِ الْخَلَائِقِ۔ اَلْکَاشِفُ اَسْرَارِ اَھْلِ الْحَقَائِقِ۔ اَلْفَرْدُ الْکَامِلُ فِی الْمَحَبَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ الْمُحَقِّقُ الْجَامِعُ لِکَمَالَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ مُسْتَنَدِ اَھْلِ الْاِرْشَادِ وَالْھِدَایَۃِ۔ زُبْدَۃُ الْعَارِفِیْنَ قُدْوَۃُ الْمُحَقِّقِیْنَ نہایت النہایت

یعنی ابتدائی مقامات معرفت تک واصل اور آخری مراتب ولایت تک فائض دائرہ دار الخلائق کے قطب، اسرار اہل حقائق کے کاشف، محبت ذاتیہ میں فرد کامل، کمالات محمدیہ کے محقق۔ جامع اصحاب ارشاد و ہدایت کے شیخ مستند۔ طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے مرشد۔ عارفوں کا خلاصہ محققین کے بزرگ

مثنوی۔ شرح او حیف است با اہل جہاں ۔۔۔ ہمچو راز عشق باید در نہاں

لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند ۔۔۔ پیش اں کز فوتِ او حسرت خورند

(ترجمہ) آپ کے اوصاف کی تفصیل مخلوق پر ظاہر کرنے کے بجائے رازِ عشق کے مانند اس کا مخفی رکھنا بہتر ہے۔ مگر میں آپ کے حالات مخلوق کی رہنمائی کیلئے کچھ بیان کرتا ہوں۔ تاکہ ان کو حسرت باقی نہ رہ جائے۔

ہمارے شیخ اور امام ہمارے جائے پناہ اور قبلہ حقائق کے واضح عارف اکمل شیخ محمد باقی اللہ تعالےٰ آپ کو باقی اور سلامت رکھے۔

آپ ابتدا رحال میں تعلیم پانے سے پہلے بغیر اس کے کہ کسی شیخ ظاہر کے حضور میں حاضر ہوں۔ اول خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور ان کے مقام جذبہ تک پہنچے۔ اور اس میں استہلاک اور اضمحلال یعنی فنا ء تام حاصل کی۔ اور ایک قسم کی بقا اور شہود اور کثرت میں وحدت پیدا کی۔ آپ کا باطنی نور نہایت النہایہ میں جس سے مقام قطبیت متعلق ہے۔ پُر اور منور ہوا۔ چنانچہ اسی نور سے بعد اجازت شیخ ظاہر شہود وحدت و کثرت کے ساتھ آپ سلوک کے طالبوں کو ارشاد و ہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مقام ارشاد اور تکمیل میں ایک شان عظیم پیدا کی ہے۔ آپ کی ایک صحبت میں طالبوں کو اتنے فوائد حاصل ہوئے تھے جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی کسی کو نہ حاصل ہو سکتے

اس کیساتھ ہی آپ نے مقام دوازدہ اقطاب سے پورا حصہ حاصل فرمایاتھا۔
آپ بزمانۂ طفولیت ہی سے تجرید تفرید اور شوق وخلوت کے آشنا۔ غالب تھے۔ اور آپ اس طریقۂ عزیزان نقشبندیہ کے مطابق مغلوب الحال تھے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ گوشۂ خلوت میں صحبت خلق سے علیحدہ سر بزانو مراقب ہوکر تمام دن متوجہ الی اللہ رہتے تھے۔ اور سارا سارا دن اسی عالم مدہوشی میں گذار دیتے تھے۔ اور ہوش میں نہ آتے تھے۔ اور جب آپ عالم شباب کو پہنچے تو حصول علم کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور مولانا صادق حلوائی علیہ الرحمتہ سے جو اکابر علما سے تھے تلمذ اختیار کیا۔ اور ان کے ساتھ کابل سے ماورار النہر تشریف لیگئے۔ تھوڑی مدت میں علو فطرت کی وجہ سے آپ کے ہمعصر لوگوں میں آپ کو پورا امتیاز حاصل ہوگیا۔ اور فضائل علمی کے پورے مراتب کی تکمیل ہوگئی۔
آپ کی علمیت کی حالت یہ تھی کہ آپ کے احباب مشکل سے مشکل کتاب اور دقیق سے دقیق سبق کو جو کسی فن کا ہوتا۔ آپ کے پاس لاتے اور آپ سے اس کے اشکال کا حل کرتے۔ تو آپ فوراً وضاحت کے ساتھ اس کو سمجھا دیتے۔ علوم متعارفہ کی تحصیل سے فراغت پانے کے بعد سلوک راہ کی ابتدا فرمائی۔
آپ نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو واقعہ میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا۔ کہ مولانا خواجگی املنگی قدس سرہٗ کے پاس جاؤ اور خود حضرت مولانا املنگی بھی ایک واقعہ میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے فرزند ہماری آنکھیں تمہاری انتظار میں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس وقت یہ شعر فرمایا ؎

من گذشتم زغم آسودہ کہ ناگاہ زکین　　عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

اللہ اکبر۔ میں غم کی انتہا کو پہنچگیا تھا۔ کہ معشوق نے چھپ کر مجھ پر نظر کی۔ اور میں راہ میں بیٹھ گیا۔

فقیر مؤلف نے حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ کو دو مشکل مسئلے اس راستہ کے پیش آئے تھے۔ جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو آپ نے واقعہ میں فرماتے ہوئے دیکھا کہ جو شخص ان دو مسئلوں کو حل کر دے گا وہی تمہارا پیر ظاہری ہے۔ اس بنا پر آپ جس بزرگ کی خبر سنتے اس کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اکثر مشائخین ہندوستان سے اسی وجہ سے ملاقات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا حل کسی ارباب کمال سے نہ ہو سکا۔ اس لئے آپ بلخ اور بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں تمام بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ جب مولانا کہ شیر غانی سے حضرت قدس سرہٗ کی ملاقات ہوئی تو مولانا سے دونوں مسئلوں کو دریافت فرمایا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں انتہا میں حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان کے جواب میں آپ نے کچھ لب کشائی نہ فرمائی۔ آخر کار مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں جب آپ پہنچے۔ تو انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ بیعت کریں۔ اور ان دونوں مسائل کو بغیر آپ کی استدعا کے انہوں نے حل کر دیا۔

اللہ اکبر۔ جس زمانہ میں حضرت خواجہ نے ملازمت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کا ارادہ کیا اور امکنہ ایک منزل کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو حضرت مولانا پر مکشوف ہوا کہ خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ ہمارے پاس آرہے ہیں

آپ ان کے استقبال کے لئے نکلے۔ اثنا راہ میں ملاقات ہوئی مولانا نے آپ پر بہت شفقت اور مہربانیاں فرمائیں۔ اور آپ کو اپنے قیام گاہ پر لے گئے اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ خواجہ کے لئے جاڑے کا انتظام کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں جاڑے کا انتظام اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم ہر چیز رکھتے ہو۔ چراغ مہیا کرکے اور روغن فتیلہ تیار کرکے لائے ہو۔ بلکہ روشن کرکے۔ حضرت نے آپ کو تین رات دن تک اپنے پاس رکھا۔ اور اس مدت میں آپ بالکل خلوت میں رہے۔ جو احوال اور مقامات کہ حضرت خواجہ کو حاصل تھے ان کو آپ نے سنا اور بہت پسند فرمایا اور دوسرے فوائد سے نوازش کی اس کے بعد خلافت سے مشرف کیا۔ اور ہندوستان جانے کی اجازت فرمائی۔ حضرت نے انکسار اور تواضع سے عذر کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ استخارہ کرو۔ استخارہ میں بھی اہل ہند کی ہدایت اور ارشاد کی آپ کو بشارت ملی۔

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کے بعض اصحاب قدیم کو جب اس کی خبر ملی کہ حضرت خواجہ کو دو تین دن کی مدت میں خلافت دیکر ملک ہندوستان کی اجازت عطا فرمائی گئی ہے۔ تو غیرت سے جلنے لگے حضرت مولانا کو جب اس کی خبر ملی تو فرمایا کہ اے دوستو تم نہیں جانتے ہو کہ یہ جوان کام پورا کرکے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس نے ہمارے پاس صرف اپنے حالات کی تصحیح کی ہے۔ پس جو شخص ایسا تیار ہو کر آئے گا۔ وہ اسی طرح خیر اور برکت کے ساتھ رخصت کیا جائیگا۔

(ان عادات اور احوال میں جو حضور عام مخلوقات کے حق میں برتتے تھے)

حضور کا طریقہ مبارک خلق اللہ کے ساتھ یہ تھا۔ کہ جب کوئی شخص حضور کی

خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا۔ حضور اُسی کے موافق اس کیساتھ سلوک کرتے۔ اُسکی
عزت وقدر کے مطابق اپنی بارگاہ میں اسکو جگہ دیتے۔ علماء وسادات کی بڑی تعظیم
بجا لاتے۔ زیادہ خاموش رہتے۔ مگر نو وارد کی دلجوئی کیلئے جس قدر کہ جواب کیلئے
کافی ہوتا۔ کلام فرماتے۔ لیکن جب تصوف اور وحدت وجود یا کسی اور اختلافی امر
کی نسبت گفتگو شروع ہوتی۔ تو نہایت واضح طور پر اور کھول کر بیان فرماتے
کیونکہ ایسے موقعوں پر عقل وفہم کے پھسلنے کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی
اُلٹا سمجھ لے۔ اور مذہب صحیح کے مخالف چل پڑے۔ اگر کوئی دنیادار یا
تکلف والا حاضر ہوتا۔ تو اس کی ذاتی حیثیت کو مدنظر رکھ کر ایک دو باتیں
تکلف کے ساتھ فرماتے۔ اور اس طرح خندہ پیشانی سے اس کے ساتھ
پیش آتے۔ کہ کسی قسم کا تکلف یا کراہت معلوم نہ ہوتی۔ حضور کی بارگاہ
میں دنیا یا دنیاداروں یا جہان کی خبروں کا ذکر تک نہ ہوتا تھا۔ ہاں جب
کوئی حاجتمند دنیادار اپنی حاجت بیان کرتا یا کوئی دنیا کا کام اس کے متعلق
ہوتا تو اس کے مطابق بقدر ضرورت دنیاوی بات چیت کرتے۔ مسلمانوں
کی ضروری حاجتوں کے پورا کرنے میں حتی المقدور کوشش فرماتے۔ اور
قول وفعل کے ساتھ حاجتمندوں کی حاجتوں کو پورا کرتے۔ حضور سے
کوئی ایسی بات سننے میں نہیں آئی۔ جو وجود قدرت پر دلالت کرتی ہو۔
(یعنی ایسی بات جس سے پایا جائے کہ میں ایسا کرونگا یا ویسا کرونگا علیٰ
ہذا القیاس) مگر ایک دفعہ جب کہ ایک مخلص نے جو بظاہر اپنی مشغولی یعنی
ذکر ومراقبہ میں مست تھا۔ اور بعض اصحاب نے اس پر طعن کیا۔ اور اس
نے بڑی عاجزی اور حسرت کے ساتھ اپنی کم توفیقی اور دوستوں کے
طعن کی نسبت عرض کیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ جس طرح تو چاہتا ہے۔

اسی طرح رہ۔ اور طعن لگانے والوں کی اندرونی کدورت اور اس مخلص کی دلی نورانیت کا ملاحظہ کرکے فرمایا۔ کہ دل میں آتا ہے۔ کہ متوجہ ہو کر ایک ساعت میں اس شخص کو بلند مرتبہ پہ پہنچایا جائے لیکن ضعف کے سبب کچھ ہو نہیں سکتا۔ ورنہ ابتدا سے لیکر انتہا تک کسی دوست نے حضور سے جو سراسر دریائے نیستی اور فنا میں غرق تھے۔ اس قسم کی بات نہیں سُنی۔ ایک دفعہ کسی حکمت کے لئے کسی خاص دوست کو فرمایا۔ کہ جب میں اپنے یقین کا تصور کرتا ہوں۔ تو حق تعالےٰ کے بحر وجود سے ایک قطرہ کی طرح معلوم کرتا ہوں۔ اور اسی یقین پر زندگانی بسر کرتا ہوں غرض ظاہر باطن اور خلوت وجلوت میں دوام آگاہی اور حق تعالےٰ کے حضور اور شہود میں رہتے۔ اگر کسی شخص سے غیر شرع کام صادر ہوتے دیکھتے۔ تو اس کو سختی کے ساتھ امر معروف نہ کرتے۔ اور اگر ضروری معلوم ہوتا۔ تو اشارہ یا مثال کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے۔ کہ اس کے دلنشین ہو جاتا۔ اور امر معروف کے نہ کرنے کا باعث یہ تھا۔ کہ اپنے آپ کو عام انسانوں کی طرح جانتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ امر معروف علماء اور قاضیوں پر ضروری ہے۔ اور آپ اگر کوئی کام کرتے۔ تو اس میں اس قدر حقوق شرعیہ کی رعایت کرتے۔ کہ جب تک اس کی حقیقت نہ کھلتی۔ اس عمل کے اسرار پر اطلاع نہ ہوتی۔ اور معلوم ہوتا کہ رعایت کا نہایت درجہ یہیں تک ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ مثلاً ایک دن بیٹھے بیٹھے نماز کا وقت آگیا۔ حضور نے مصلا طلب فرمایا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اپنا کمربند بچھا دیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ تمہارے کپڑے پر نماز کا ادا کرنا بے ادبی ہے۔ اور نماز زمین پر ادا فرمائی۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ اس شخص نے

وضو کر چکنے کے بعد اپنے دہوئے ہوئے اعضا کو اس کپڑے کیساتھ صاف کیا تھا۔ اگر کوئی شخص حضور کی خدمت میں غیبت کا تو کیا ذکر کسی مسلمان کو حقارت یا بُرائی سے یاد کرتا۔ تو حضور فوراً اس مسلمان کی تعریف اور توصیف شروع کر دیتے۔ حتیٰ کہ وہ شخص بھی اس مسلمان کی تخفیف اور تحقیر کو چھوڑ کر حضور کی طرح اس کی تعریف و توصیف کرنے لگ جاتا ایک شخص سے ایسے ایسے بُرے افعال صادر ہوئے تھے۔ کہ اس کے باپ دادا نے اُس کے حق میں شہادت لکھدی تھی۔ کہ اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔ لیکن قاضی نے اس کے قتل کا حکم نہ کیا تہا۔ ایک عزیز نے اس شخص کی برائیوں کو بڑے تعجب اور عیب چینی کے خیال پر حضور کی خدمت میں بیان کرنا شروع کیا۔ حضور نے سنکر کچھہ تعجب نہ کیا۔ بلکہ اس کے حق میں ہر طرح کی شفقت اور مہربانی فرمائی۔ اس حال کو دیکھکر وہ بیان کرنے والا شخص وجد میں آگیا اور کہنے لگا۔ سبحان اللہ حضور جو کہ مخلوق ہیں۔ ان کی شفقت اور رحمت اس قدر ظاہر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو کہ ارحم الراحمین ہے۔ اس کی رحمت کس قدر وسیع ہو گی۔ اس نے اس نظر کے غلبہ سے ہنس کر عرض کی۔ کہ اس بات سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسا گناہ نہیں ہو گا۔ جس کا کرنے والا دوزخ کے لائق ہو جائے۔ حضور نے اس عزیز کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تم عزیز آدمی ہو۔ اس لئے تم کو اس کی برائیوں سے تعجب آتا ہے۔ اور ہم چونکہ اس کو اپنے نفس کے مقابل خیال کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی تعجب کی جگہ نہیں۔ کسی شخص نے ظاہر کیا۔ کہ حضور کے صوفی کام بہت کرتے ہیں۔ اور اپنی مشغولی اور وظائف میں مشقت اور ریاضت بجا نہیں لاتے۔ حضور نے فرمایا۔

کہ یہ بیچارے کیا کریں ہم نے بھی اس امر میں کوئی مشقت و تکلیف نہیں اٹھائی۔ جس طرح ہم نے یہ دولت مفت پائی ہے۔ یہ بھی مفت لینا چاہتے ہیں۔ اگر حضور کسی مرید سے برا کام صادر ہوتا دیکھتے یا سنتے تو تہمت اپنے اوپر لگاتے اور فرماتے کہ یہ سب ہماری ہی بد صفتی کا اثر ہے۔ جب ہم میں برائیاں موجود ہیں۔ تو یہ فقیر کیا کریں۔ جو کچھ ہم میں موجود ہے وہی ان پر پرتو ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ میاں شیخ تاج نے جو حضور کے خلفاء میں سے ہیں۔ اور سنبھل میں بود و باش رکھتے ہیں۔ سنبھل کے ایک دوست کی نسبت جو بہت جذبہ اور جنون والا تھا شکایت لکھی۔ کہ سنبھل کے لوگ اس کے اوضاع و احوال کو دیکھکر طعن و ملامت کرتے ہیں۔ حضور نے میاں شیخ تاج کے عریضہ کا جواب یوں لکھا کہ تمہارے دماغ کی خشکی کو جو تم نے شیخ ابابکر کے بارہ میں ظاہر کی ہے پڑھا۔ اس قسم کی باتیں شفقت اور کارشناسی کے مقام کے مناسب نہیں ہیں۔ جب اولیا کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ تو وہ نامراد بیچارہ جس نے صرف چند دن ہی طریق تصفیہ کا سلوک کیا ہو۔ کہاں محفوظ اور معصوم ہوسکتا ہے تاکہ اس سے کوئی کام امید کے برخلاف صادر نہ ہوسکے۔ خاصکر جب کہ اصل میں دیوانہ اور بے عقل ہو۔ تو پھر اس سے صفات و افعال کی استقامت کی امید نہ رکھنی چاہئے خواہ وہ ولایت ہی کے درجہ پر پہنچا ہو۔ خدا معلوم اس کو اُس وقت نامعقول کام کیسا معقول معلوم ہوا ہوگا۔ اور صواب کی صورت اس کی نظر سے دور ہوگئی ہوگی۔ دیوانہ کا کارخانہ الگ ہے۔ کیا نہیں دیکھتے۔ کہ شرعی تکلیفیں عقل پر وابستہ ہیں۔ غرض سب کو اپنے اپنے مرتبہ پر معذور سمجھنا چاہئے۔ اور فاعل حقیقی پر نظر رکھنی چاہئے۔ بلکہ وجود کی معیت

کو دیکھنا چاہیئے۔ شناخت اور معرفت کا ادب یہی ہے۔ انسانی نفوس مختلف ہیں یعنی امارہ اور بعض مطمئنہ اور بعض ان دونوں کے درمیان ہیں۔ جنکو لوامہ کہتے ہیں۔ وہ بھی اگر ذوی العقول کے ہوں۔ مطمئنہ تو اولیاء کے نفوس ہیں۔ نفس امارہ والوں کو بھی معذور سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ لطف کی نظر سے ان کو دیکھنا چاہیئے۔ اور ہر کام میں جمیل مطلق کی حکمت و قدرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ سنبھل والوں کے طعن کا بھی انکار نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ رحم کی نظر سے ان کو دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ عقل کی استقامت سے نکلے ہوئے ہیں۔ اور نفوس کے شیوہ اور طریقہ کو بھول گئے ہیں۔ اگر کوئی عاجز ایک گناہ کر بیٹھے۔ تو اس کے بطلان پر کیوں حکم کریں۔ اور تمام امور کا تلبیس پر کیوں حکم لگائیں۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ملامت اولیاء کا حصہ ہے۔ ہم خود کو جب کوئی ملامت پہنچتی ہے تو اپنے آپ میں دیکھتے ہیں۔ اور ایک نہ ایک بدصفتی اپنے آپ میں ضرور پاتے ہیں۔ اور اس اشارہ کو غیبی نصیحت جانتے ہیں۔ چنانچہ اس طرز میں بھی اپنے آپ میں بڑے نفاق اور مکر معلوم کئے۔ اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ پھر انشاء اللہ تعالےٰ وہ بدصفتی دور ہوئی بھلا بتلاؤ کہ سنبھل والوں کی ملامت سے کیا نقصان ہوگا۔ اسکی عبادت قبول نہ ہوگی یا توجہ کی صفائی دور ہو جائے گی یا درگاہ الٰہی سے مردود ہو جائے گا۔ کچھ نہیں ہوگا ؎

غلام یار کا بن اور جہاں پہ ڈال تو خاک

ایک دن ایک عزیز مخلص نے حضور کی خدمت میں اپنے حال کی شکایت کی۔ کہ مجھے ایک حال پیش آیا ہے۔ اگرچہ جانتا ہوں۔ کہ دوسرے

دوستوں کے حال اس سے بہتر ہیں لیکن میہ انفس اس پر مغرور ہو رہا ہے حالانکہ استغفار اور توبہ بھی کرتا ہوں۔ لیکن وہ عجب اور غرور دور نہیں ہوتا۔ ایک اور صوفی خدمت عالیہ میں بیٹھا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ یہ مرد بھی تمہاری طرح اسی حال میں گرفتار ہے۔ اس سے علاج پوچھو۔ اس عزیز نے عرض کی۔ کہ ہم دونوں بیمار ہیں۔ بھلا بیمار بیمار کا علاج کیا کریگا۔ حضور نے فرمایا کہ تم دونو عزیز آدمی ہو۔ اور بہت کچھ حاصل رکھتے ہو۔ اس لئے تم اپنے آپ میں بہت کچھ دیکھتے ہو۔ ہم چونکہ کچھ نہیں رکھتے۔ اس لئے کچھ نہیں دیکھتے۔ کس چیز پر ہم عجب اور غرور کریں۔ وہ عزیز کہتا ہے کہ اس بات کو سن کر قریب تھا۔ کہ میری ہستی کا تانا بانا ٹوٹ جائے۔ پھر عجب اور خود بینی کا کیا کہنا۔ اس کے بعد میں پھر کبھی اسطرح کے عجب اور غرور میں گرفتار نہیں ہوا

کہ بحر عرفاں کے ساقی جس دم شراب دیتے ہیں پیالے بھر بھر
تو ہوش کانوں کو یوں ہے کہتی بنو ہمہ تن بشکل ساغر

ایک دن ایک بے خبر عالم نے جو آپ شریعت کے امور کا چنداں پابند نہ تھا۔ حضور پر اعتراض کی زبان دراز کی اور حضور کی اوضاع اور لباس مبارک پر بے جا اعتراض کرنے لگا۔ حضور نے اس کی بڑی تحسین و آفرین کی۔ اور فرمایا کہ آپ جیسا عالم جہاں میں نایاب اور بے مثل ہے۔ آپ کو تو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ بہت خوب آدمی ہو۔ اتنی مدت ہوئی ہے آپ جیسا عالم ابھی تک ہمیں نہیں ملا۔ جوں جوں حضور تواضع اور فروتنی کرتے تھے۔ توں توں وہ اعتراض میں بڑھتا جاتا تھا۔ حضور نے کسی قسم کا ملال ظاہر نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی قسم کی بدخلقی اور بدسلوکی فرمائی۔ حالانکہ اس کی داڑھی کٹی ہوئی تھی۔ اور نہ ہی کچھ ایسا معتبر عالم آدمی تھا جبکی

لوگوں کے ہاں کچھ عزت و توقیر ہو۔ ایک بزرگ دانا نے اس کو کہا کہ اے خدا سے بے خبر تو کیا جانتا ہے۔ کہ شریعت کا علم کیا ہے۔ جا ابھی کتابیں پڑھ اور دیکھ۔ اولیاء اللہ سے کوئی کام کتاب کے برخلاف صادر نہیں ہوتا خصوصاً حضور جیسے کامل شخص سے جو کہ ارباب صحو میں سے ہیں۔ نہ کہ اصحاب سکر سے حضور نے فرمایا۔ چھوڑ دو۔ اس گئے گذرے زمانہ میں ایسے آدمیوں کا وجود بھی غنیمت ہے۔ اسی اثنا میں کھانے کا وقت آگیا۔ اس کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ اور اس کے حال پر بڑی شفقت اور مہربانی فرمائی۔ جب اس کے سب اعتراض ہو لئے۔ تو مفتی بہ کتابوں سے ہر ایک کا جواب باصواب بیان فرمایا۔ اس دن سے لیکر آج تک پھر اس کا حال معلوم نہیں ہوا۔ سنا ہے کہ شہر سے نکل گیا تھا اور اس گستاخی کے باعث پاگل بنگیا تھا۔

اور حضور کا طریقہ مبارک یہ تھا۔ کہ رات کو عشا کی نماز ادا کر چکنے کے بعد جب مسجد سے تشریف لے آتے۔ تھوڑی دیر مراقب ہو کر بیٹھے رہتے۔ جب اعضا زیادہ تھک جاتے۔ حضور لیٹ جاتے۔ اور جونہی کہ آنکھ خواب کے ساتھ گرم ہوتی۔ اور خادم بھی سو جاتے۔ حضور اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور وضو کی جگہ پر جاکر نیا وضو کرتے۔ اور وضو کے نفل ادا کر کے پھر مراقب ہو جاتے۔ پھر جب اعضاء تھک جاتے۔ پھر لیٹ جاتے۔ اسی طرح پانچ چھ بار جاگتے اور نیا وضو کر کے سوتے۔ اور بڑی احتیاط فرماتے کہ خادموں سے کوئی بیدار نہ ہو۔ اور آپ نماز شام کے سوا دوسرے اوقات میں وضو کے بعد وضو کے نفل ادا کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ اور اثنائے راہ میں اکثر حاجتمند لوگ اپنی اپنی حاجتیں عرض کرتے۔ حضور تھوڑا سا وقت ٹھیر کر ہر شخص کی حاجت کو سنتے۔ اور بڑی مہربانی سے ہر ایک کو جواب

شافی دیتے۔ پھر مسجد میں تشریف لاتے۔ اگر وقت میں گنجائش ہوتی۔ تو تحیۃ
مسجد بھی ادا فرماتے ورنہ فرضوں اور مؤکدہ سنتوں پہ کفایت فرماتے۔ اسی
طرح مسجد سے باہر نکلنے کے وقت بھی حاجتمندوں سے چشم پوشی نہ فرماتے
بلکہ خوشی خوشی ان سے باتیں کرتے۔ اور اپنی جگہ پر تشریف لے جاتے۔
چونکہ اسی نیک خصلت کے باعث بڑی بڑی فتوحات اور کشائش حاصل
کی تھیں۔ اس لئے خلق اللہ کی حاجتیں برلانے میں بڑی توجہ فرماتے۔
غرض حضور کی ذات مبارک سے ظاہری باطنی فائدے لوگوں کو پہنچتے تھے
مریدوں کو بھی باطنی طور پہ تادیب اور تنبیہ فرماتے یعنی حال کو سلب فرمالیتے
یا قلق اور درد میں ڈال دیتے۔ اس طرح اس شخص کو بہت ہی تنبیہ اور
فتوح حاصل ہو جاتی۔ ایک مخلص کو اس کی بہتری کے لئے قلق میں ڈالا
یہ شخص لاہور کا باشندہ تہا۔ لاہور سے ایک شخص کے ہمراہ دہلی آیا تھا۔
جب خدمات عالیہ میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ تو اس شخص کیساتھ
کیوں نہیں گیا۔ اس نامراد پر عجیب حال گذرا۔ تمام رات ماہی بے آب کی
طرح تڑپتا رہا۔ اور بیقرار ہو کر نعرے مارتا رہا۔ اور ایسا دردناک روتا رہا۔
کہ یاروں کو ساری رات نیند نہ آئی۔ بلکہ اس کی کثرت گریہ کے باعث عشا
اور فجر کی نماز بھی اچھی طرح ادا نہ کر سکے۔ ماہ رمضان کا اخیر عشرہ تہا۔ تمام
یار صبح کی نماز کے بعد حلقہ بنا کر حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے تھے۔
کہ وہ نامراد اس مجلس میں آگیا۔ اور کہنے لگا۔ اے مسلمانو۔ خدا کیلئے میرے
درد دل کا حال سنو۔ لیکن کسی شخص نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی کیونکہ
تمام رات اس کے واویلا سے کان بھرے ہوئے تھے۔ ہر ایک دوست
اپنے ذوق میں مست ہوا بیٹھا تہا۔ پھر اس نے رو رو کر یوں کہنا شروع

کیا۔ کہ میں ہمیشہ درویشوں کا طالب اور ان کا خادم اور معتقد تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ابلق گھوڑے پر سوار جا رہا ہے۔ اور لوگ اُس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اپنے زمانہ کا قطب ہے۔ میں بھی دوڑ کر اس کے راہ پر آکھڑا ہوا۔ اس سوار نے مجھ سے کہا۔ کہ میرا نوکر ہو جا۔ میں نے قبول کر لیا۔ اور چند قدم اس کی خدمت میں چلا۔ آخر کار وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ پانچ چھ سال اسی انتظاری میں گذر گئے۔ ایک دن حضور کسی موقعہ پر اس کوچہ سے جس میں میرا گھر تھا اسی طرز پر جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا گذرے۔ جونہی کہ میری نظر حضور کے جمال باکمال پر پڑی۔ میں نے پہچان لیا۔ اور پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اور اپنے اس واقعہ کو بیان کر کے حضور کی خدمت میں داخل ہوا۔ اور مشغولی اختیار کی۔ اب پانچ چھ سال ہوئے۔ کہ ان کی محبت سے سیراب ہوں۔ اب فرماتے ہیں کہ اس شیخ کے ہمراہ تو کیوں نہیں گیا۔ اے مسلمانو! خدا کے لئے بتاؤ۔ کہ میں اب کیا کروں۔ جب وہ اپنا درد دل کہہ چکا۔ تمام اہل حلقہ کو ایسا وجد ہوا۔ کہ سر اور پاؤں کی سدھ بدھ نہ رہی۔ اور بیہوش ہو گئے۔ اور ان دوستوں سے جو ستر کے قریب تھے۔ ایک بھی ہوشیار نہ رہا۔ بعض مسجد کے پتھروں سے ٹکرا کر زخمی ہو گئے۔ تمام قلعہ فیروزآباد میں شور مچ گیا۔ تماشائیوں کا بہت ہجوم ہو گیا۔ جب یہ شور حضور کے مبارک کانوں تک پہنچا۔ مسجد میں تشریف لائے۔ حضور کے فرمانے سے دوستوں نے ایک دوسرے کو پکڑا۔ اور ان کی مستی دور ہوئی۔ بعد ازاں اس لاہوری آگ بھڑکانے والے کو بلایا۔ اور اس کے قلق کو دور کیا۔ غرض حضور کی ذات سراسر رحمت کا مظہر تھی۔

حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا۔ فائدہ ہی فائدہ پہنچتا رہا ہے
واقعی جو فائدے ان دو تین سالوں میں حضور کی ذات سے مریدوں کو حاصل ہوئے
گذشتہ زمانہ میں کئی سالوں میں بھی نہیں پہنچے تھے۔ انکی تفصیل حد بیان سے باہر ہے

اگر آسماں کے برابر دہاں ہو | تو پھر بھی نہ تعریف انکی بیاں ہو
ثنا اسکی دلمیں سماتی نہیں ہے | یہ دلہن تو حجلہ میں آتی نہیں ہے

حضور کی ذات مبارک پر مہربانی اس قدر غالب تھی۔ کہ اگر بلی حضور کے
دامن پر سو جاتی۔ تو ہر گز اس کو بیدار نہ کرتے۔ اور جبتک وہ سوئی رہتی۔ کوئی
حرکت نہ فرماتے۔ اور اسی طرح بیٹھے رہتے۔ اکثر اوقات اسی طرح سردی کی
تکلیف برداشت کرتے۔ لیکن بلی کے نیچے سے لحاف نہ کھینچتے۔ دوستوں کے
ساتھ جیسی پہلے دوستی کرتے اخیر تک اس طرح ان کیساتھ سلوک فرماتے
چنانچہ اکثر پہلے دوست اپنے آپکو حضور سے متمیز نہ کر سکتے تھے۔

ایک دن اپنی والدہ ماجدہ کے ضعف اور کمزوری کو دیکھکر کھانے پکانے کا
کام بعض صوفیوں کے حوالہ کر دیا۔ حضور کی والدہ ماجدہ دیر تک روتی رہیں
کہ مجھ سے کونسا قصور ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس سعادت سے
محروم رکھا ہے۔ مجھ سے نیک کام اگر ہو سکتا تھا۔ تو یہی تھا۔ کہ فقرا کے لئے
کھانا پکایا کرتی تھی۔ یہ کام بھی مجھ سے چھین لیا گیا۔ کچھ مدت اسی طرح گذر گئی
اور جب یہ خبر حضور کو پہنچی۔ کھانے پکانے کا کام پھر انہی کے حوالہ کر دیا۔
تب ان کے دل کی بیقراری اور اضطراری دور ہوئی۔ اور حضور نے اپنے
سالے محمد صادق کی بیوی بی بی بانو اور شیخ محمد صدیق کشمیری کی بیوی
بی بی آغا کو خمیر کرنے اور بعض امور میں مدد دینے کیلئے مقرر کیا۔ اور
حضور کی ذات سے اختیار اس قدر نکل چکا تہا۔ کہ باوجود ضعف اور دائمی

بیماری کے کسی خاص کھانے کے عادی نہ تھے۔ اگر طبیعت کے ناموافق ہوتا۔ تو بھی ظاہر نہ فرماتے کھانے کی طرف زیادہ رغبت اور توجہ کے نہ ہونے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف دوام مشغولی کے باعث حضور کا بدن شریف اور عنصر لطیف بہت ہی لاغر اور کمزور ہو گیا تھا۔ لیکن باوجود اس ضعف اور کمزوری کے چہرہ مبارک نہایت ہی بارونق اور تروتازہ دکھائی دیتا تھا ؎

خط ترا سبز ہے لب سرخ ہے چہرہ پیارا
سارے محبوبوں کی ہیں خوبیاں تجھ میں پیدا

قلق اور بیقراری کے غلبہ کے وقت باوجود اس قدر ظہور اور مقتدا ہونے کے کوچوں اور بازاروں میں تن تنہا ادھر ادھر پھرتے رہتے۔ اور دیواروں کے سایہ میں زمین پر بیٹھ جاتے۔ گویا حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرِیْ سَبِیْلٍ (دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو غریب یا مسافر ہے) کا مضمون ظاہر ہوتا تھا۔ حضور کے وجود مبارک سے حق تعالےٰ کا حضور اور شہود ٹپکتا تھا۔ اور ثابت ہوتا تھا۔ کہ تمام اعضا الگ الگ خاص طور پر حق تعالےٰ کیطرف متوجہ ہیں۔ اور خاص خاص فیض حاصل کر رہے ہیں۔ باوجود اس قدر فتوح اور کشائش کے جو ہر گھڑی اور ہر لحظہ دیکھتے تھے۔ پھر بھی ہمیشہ انتظار اور تفکر اور حزن میں رہتے تھے ؎

جو پی جائے دم میں ہزاروں ہی دریا
رہے خشک لب پھر بھی عاشق پیاسا

ایک دفعہ کسی موقعہ پر ایک دوست کو فرمایا۔ کہ اگرچہ ہم نے بڑی بڑی سخت محنتیں اور ریاضتیں برداشت نہیں کیں۔ جیسے سلوک والے لوگ کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے بڑے انتظار اور قلق اٹھائے ہیں۔ جو ہمیں بڑی بڑی ریاضتوں اور محنتوں کا کام دے گئے ہیں۔ غرض ابتدا سے انتہا تک انتظار ہی میں رہے۔ حضور کے اطوار اور اخلاق اور اوقات کے معمولات کا پورے

طور پر بیان کرنا طالبوں کی تربیت میں حضور کی عادت مبارک اس طرح تھی۔ کہ جب کوئی طالب خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا۔ اور طریقہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کرتا۔ اگر اہل شہر میں سے ہوتا۔ تو کچھ مدت اس کی طرف توجہ نہ فرماتے۔ اور اگر طالب مسافر اور روٹی کا محتاج ہوتا۔ تو کچھ دنوں تک جبکہ ارشاد کے کام میں متوجہ ہوتے۔ اس کو روٹی نہ دیتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ محض روٹی کیلئے جمع ہو جاویں۔ اور دکانداری بنالیں۔ اور جب کوئی دنیادار فقرا کیلئے نذرانہ بھیجتا تو اپنے مخلصوں کو نہ دیتے۔ پہلے بیگانہ فقراکو دیتے اگر کچھ باقی رہ جاتا۔ تو تحقیق کرتے۔ پھر جو دوست سچی طلب اور غرض والا ہوتا۔ اس کو بقدرت ضرورت جو اس کے گذارہ کے لئے کافی ہوتا عنایت فرماتے۔ اور دوستوں کو مالی امداد بہت ہی کم فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ جس دوست کی ہم مالی امداد کرتے ہیں۔ وہ یقین کرلے کہ اس کے ساتھ ہماری محبت بہت کم ہے۔ اس امداد کے نہ کرنے میں حضور کو صوفیوں اور طالبوں کی تربیت منظور تھی۔ نہ کہ عدم مہربانی۔ بلکہ جو لوگ حرص و آرزو میں گرفتار ہیں۔ ان کے حق میں نہایت مہربانی یہی ہے۔ جن دنوں میں مشیخت اور ارشاد کا کام ترک کر دیا تھا۔ حضور نے فرما دیا تھا۔ کہ آنیوالے طالبوں کو تین دن تک روٹی دیں کیونکہ ضیافت تین دن تک مسنون ہے۔ اس عرصہ میں بعض سست طلب والے نہیں ٹھیرتے تھے۔ اور اس امتحان کی تاب نہ لاکر چلے جاتے مگر وہ طالب جو طلب قوی رکھتے تھے۔ اور اس کام میں بڑی کوشش سے مشغول ہوتے۔ ان کو طریقہ میں داخل فرماتے۔ اور ذکر و فکر میں مشغول کرنیکے بعد اگر یومیہ خوراک کے محتاج ہوتے۔ تو ان کیلئے قوت لایموت مقرر فرماتے لیکن یہ بات مسافروں کیساتھ ہی مخصوص تھی۔ نہ کہ اہل شہر کے ساتھ۔ اور جو شخص

حضور کے پڑوس میں ہمیشہ رہتا۔ اور اس کی احتیاج حضور کو معلوم ہوتی۔ تو وہ بھی روزینہ دار مسافروں میں شامل ہوتا۔ طریقت میں مشغول کرنے کا طریقہ اسطرح تھا کہ پہلے استخارہ فرماتے۔ پھر اس کو خلوت میں بلاتے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شغلوں میں سے جیسے کہ اس سلسلہ کے بزرگوں کے رسالوں میں لکھے ہیں۔ کوئی شغل فرماتے۔ اور بعض کی نسبت ان شغلوں کے علاوہ بعض کیفیتیں اپنی طرف سے زیادہ بتلاتے۔ جن کو حضور نے اپنے رسالہ میں جو طریقوں کے بیان میں لکھا ہے۔ تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بارہ میں توجہ فرماتے اور ہمت صرف کرتے۔ اکثر طالب پہلی ہی صحبت میں بیخود ہوکر اپنی جگہ پر گر پڑتے۔ اور ان میں حرکت و شعور کا کوئی اثر باقی نہ رہتا۔ اور اتنی دیر تک کہ جس میں اس کے حال کی بہتری دیکھتے۔ اسی بے خودی میں رہنے دیتے یہ حالت بعض پر اسطرح گذری کہ حاضرین ان کو مردہ خیال کرتے۔ پھر جب اس کے برعکس تصرف کرتے تو ہوش میں آجاتے۔ گویا اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) کا مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ اس حالت بیخودی اور بے شعوری کے طاری ہونے کے بعد طالب کے بہت سے برے اخلاق درست ہوجاتے۔ اور اس کے وجود کا کارخانہ زیر و زبر ہوجاتا۔ چنانچہ لوگوں کو اس کے چہرہ ہی سے ان حاصل ہوئی ہوئی باتوں کا پتہ لگ جاتا۔ اور پہلے ہی اس کو اپنی وضع کے تغیر و تبدل کرنے کا حکم نہ کرتے۔ بلکہ بیخودی کی لذت چکھنے کے بعد وہ خود ہی حضور کی پسندیدہ وضع کے موافق اپنی حالت بدل لیتا۔ اسی طرح جس پر زیادہ مہربانی اور شفقت فرمانی ہوتی تھی یا اس کی استعداد ناقص ہوتی۔ تو کئی بار اس پر تصرف فرماتے اور بیخودی کی حالت اسپر طاری کرتے۔ اور اسقدر قدرت رکھتے تھے۔ کہ اگر کسی کو چاہتے۔ تو ایک ہی دن میں فنار اور فنار فنا تک جو رتبہ ولایت کے

قریب ہے۔ پہنچا دیتے تھے۔ دو تین آدمیوں کی نسبت ایسا واقعہ معلوم ہو چکا ہے اور ہر ایک کو خاص خاص طریق حاصل ہو جاتا۔ بعض کو کشف اور بعض کو مقام قرب میں ترقیاں حاصل ہوتیں۔ اور بعض کا حال بدل جاتا۔ پھر کشف کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ کشف حقائق اشیاء کشف توحید اور کشف قبور۔ چنانچہ حضور کا یہ مبارک نامہ جو برادر میاں شیخ احمد سرہندی اور ان کے فرزند ارجمند کی طرف اس بارہ میں لکھا گیا ہے۔ اسی امر کی تائید میں ہے۔

رُقعہ۔ قرۃ العین محمد صادق۔ اللہ تعالےٰ انہیں ظاہری باطنی سعادتوں سے مستفید فرمائے۔ تمہارے احوال جیسے کہ ظاہر ہیں۔ حمد کے لائق ہیں۔ اپنے اسی حضور پر رہیں۔ اور غیبت و استغراق کا اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ سکر۔ صحو میں اور فنا شعور میں مل جائیگا۔ مولانا محمد مسعود کو کشف قبور پر چنداں اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ ظاہری اور صوری کشف میں خطا اور لغزش کا اندیشہ ہے۔ اسے کوشش کرنا چاہئے۔ تاکہ حضور مع اللہ ظاہر ہو جائے۔ اور دائمی طور پر حاصل ہو جائے۔ اگرچہ عالم صاف ہو گیا ہو۔ اور نورانیت کے معنی بھی نظر بصیرت سے گر گئے ہوں۔ پھر بھی کوشش سے کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ حضرات خواجگان قدس سرہم کا جذبہ اور حضور اور ہی ہے۔ اس مقام میں ماسوی کا نام ونشان بھی نہیں۔ وہاں چھ طرفوں سے خالی اور معرا توجہ ہے۔ کبھی بالکلیہ اور اکثر بالا صالۃ۔ کبھی فوق کی جہت اس خصوصیت کے باعث جو عرش مجید کیلئے ہے اس توجہ میں آجاتی ہے۔ کبھی تمام جہات کو یا اکثر کو گھر لیتی ہے۔ اور وَاللّٰہُ مِن وَّرَائِھِم مُّحِیطٌ (اللہ تعالےٰ ان سب باتوں کا احاطہ کرنیوالا ہے) کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اگر معنوی صورتیں اور صوری شکلیں محو نہ ہوئیں اور سراب و خیال کی طرح بے اعتبار پڑی ہیں۔ تو خیالیہ صورتوں کے دریافت ہونے کے وقت

هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (وہی اول ہے اور وہی آخر ہے) کے معنی درمیان آجاتے ہیں
اور اگر وہ توجہہ جہات کو یا اکثر کو گھیر لے اور صورتیں اور شکلیں بالکل محو ہو جائیں
اور کامل اور تمام صفائی ظاہر ہو جائے۔ تو لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں
سوائے گھر والے کے کوئی نہیں) کے معنی جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ہوش کرنی چاہیئے
کہ ابھی کس وقت معنویہ یعنی باطنی پردہ یا حجاب کم از کم صفت حیات اور ہستی درمیان
ہیں۔ اب ایک بات اور سمجھ لیں۔ کہ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِہِمْ مُّحِیْطٌ کے ظہور کے وقت
بھی ہو سکتا ہے کہ یہی کسوت (پردہ یا حجاب) درمیان ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ اس کی محبت کی نظر بالکل مجرد ہو گئی ہو۔ غرض مقصود کی حقیقت
دریافت اور ادراک میں نہیں آسکتی۔ وہاں صرف عشق و محبت اور ماسوی سے
سر اور باطن کا تصفیہ ہے۔ اور وہ تحقیقات جو رسالہ سلسلۃ الاحرار میں لکھی ہیں۔
نہایت ہی دقیق اور باریک ہیں۔ اس بحث میں ان کو چھوڑ دیں۔ اور مشہور و
متعارف ادراک پر مدار رکھیں۔ حضرت خواجہ نقشبند سہ

خواجۂ پاک نفس و پاک نفس قدس اللّٰہ روحہ الا قدس

فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو کچھ دیکھا گیا۔ اور جانا گیا وہ سب غیر ہے۔ کلمہ لا سے
اس کی نفی کرنی چاہیئے۔ میاں شیخ احمد بھی اسی مکتوب میں اپنے حال کا مطالعہ
فرمائیں۔ اور جان لیں۔ کہ جب تک حضور ذاتی اور وحدت صرف میں استغراق
ظاہر نہ ہو۔ اس سلسلہ والے فنار کا اسم اس پر نہیں بولتے۔ اور یہ جو ہم نے
کہا تھا۔ کہ ایک درجہ اور درمیان ہے وہ یہی ہے۔ ان باتوں کی حقیقت
متشابہ اور مشکل معلوم ہوتی ہے صرف تمہاری خاطر لکھی گئی ہیں۔ والسلام والاکرام۔
غرض ہر ایک طالب اپنی واردات و احوال خلوت میں حاضر ہو کر عرض کرتا
حضور اپنی دقیق نظر اور حکمت بالغہ سے جو اللّٰہ تعالےٰ نے بخشی تھی۔ جو کچھ انکے

احوال اور اوقات کے مطابق بہتر ہوتا امر فرماتے۔ اگر کوئی دوست اپنی خواب یا واقعہ
بیان کرتا۔ تو سن لیتے اور کبھی خواب کے بارہ میں فرماتے۔ کہ کہنے کی حاجت نہیں
جو کچھ ہونے والا ہے۔ ضرور ہو رہیگا۔ اور اگر کوئی دوست اپنا حال اور واقعہ اور
خواب بیان کرتا۔ تو اس کی موجودگی میں اس کی تحسین و آفرین اور تعبیر ظاہر
نہ فرماتے۔ مگر جس دوست کا حال عالی دیکھتے۔ اس وقت اتنا فرماتے۔ کہ کوشش
کر۔ تاکہ ہاتھ سے نہ جائے۔ اور قدم اوپر رکھے۔ ایک دفعہ حضور نے ایک دوست
کو جبکہ اس نے اپنے احوال عرض کئے۔ یوں فرمایا ہے

ملا ہے بہانہ سے وہ جانور خبردار جانے نہ پائے وہ اڑ کر

ایک طالب کو اس کی بہتری کے لئے اپنی خدمت سے دور کر دیا۔ اور فرمایا۔
کہ اس کی استعداد دوسرے سلسلوں کے مناسب ہے۔ وہ زیادہ سرگرم ہو گیا
پھر چار پانچ ماہ کے بعد اس کو فرمایا۔ کہ اپنے کسی طالب کو فرمائینگے۔ وہ تمہیں
طریقہ بتلا دے گا۔ وہ اسی بات پر راضی ہو کر پیرو ہو گیا۔ اور امیدوار بن گیا۔
ایک دن میاں شیخ تاج الدین جو حضور کے خلفاء میں سے ہیں۔ دہلی سے
سنبھل کیطرف جہاں کہ وہ بود و باش رکھتے تھے۔ جا رہے تھے۔ راستہ
میں اس مرد کے گھر ایک رات رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس کی اہلیہ طلب
قوی رکھتی تھی۔ خاوند کی اجازت سے شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور طریقت میں
داخل ہو گئی۔ پہلی ہی مجلس میں اس کی استعداد کے موافق اس پر بےخودی طاری
ہوئی۔ اور بڑی کیفیت حاصل ہوئی۔ اس کیفیت میں ساتوں آسمانوں کی خبریں
بیان کرنے لگی۔ یہ حال دیکھ کر اس مرد کی سرگرمی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ شیخ
سے اپنے مطلب کی کوئی بات نہ سنی۔ حیران ہو کر حضور کی خدمت عالیہ کیطرف
متوجہ ہوا۔ اور کثرت شوق کے باعث مستوں کی طرح اس طرح گرتا پڑتا دوڑا

کہ اس کے گھٹنے اور ٹخنے اور ہاتھ پاؤں سب چھل گئے۔ جب اس کی نظر حضور کے جمال باکمال پر پڑی۔ حضور کو اس نے پھول کی طرح بغل میں لے لیا۔ اور گھر کے صحن میں لڑھکنے لگا۔ حضور نے اپنے آپ کو اس کی مرضی کے موافق چھوڑ دیا۔

ہلا ہند قبا اسکے تن نازک کو دکھ دو گی   تو اے باد صبا ان بن مری تجھ سی بڑی ہو گی

آخر کار حضور نے فرمایا۔ کہ تیرا کیا کام ہے۔ اس نے کہا میرا جو کام ہے تجھ ہی سے ہے اور میرا مقصد و مقصود تو ہی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ میرے منہ کیطرف دیکھ۔ جونہی کہ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھا۔ جگہ سے کودا۔ اور زمین پر ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور اس جرارت اور دلیری سے بڑا شرمندہ ہوا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے اس دن حضور کی آنکھوں میں وہ کچھ دیکھا۔ جس کو میں کسی اشارہ اور عبارت سے بیان نہیں کر سکتا۔ اور ابھی تک اس کی لذت نہیں بھولی۔ اگر حضور تصرف کرنا چاہتے یا خرق عبادت اور کرامت دکھانا چاہتے۔ تو اس کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے۔ بلکہ اس کو کسی کتاب یا قصہ کے حوالہ کرتے۔ مثلاً اگر بیماری میں کسی بیمار پر تصرف کرنا چاہتے تاکہ اس کی بیماری دور کریں۔ تو طب کی کتاب منگواتے اور اس کو دیکھکر کوئی دوائی تجویز کرتے اور اس کی طرف باطنی ہمت اور توجہ سے تصرف کرتے۔ کبھی اس دوائی کے استعمال سے پہلے کبھی اسکے استعمال کے بعد بیمار کو صحت حاصل ہو جاتی۔

ایک دفعہ ایک لڑکا قلعہ فیروز آباد سے دریا کی طرف جس کی بلندی انسان کے نو قدموں سے زیادہ تھی۔ گر پڑا۔ اس کے کان و ناک سے خون بہ رہا تھا اس کا سانس گھٹتا جاتا تھا۔ اس کی ماں اس کو اٹھا کر حضور کی خدمت میں لے آئی۔ اس کے حال پر مہربانی فرما کر کچھ دیر اپنے باطن کی طرف متوجہ

رہے۔ پھر کتاب ہاتھ میں لیکر فرمایا۔ کہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ لڑکا زندہ رہیگا حالانکہ اس کے حال کو دیکھکر کوئی عاقل نہیں کہتا تھا۔ کہ یہ لڑکا بچ رہیگا۔ چنانچہ برسوں تک زندہ رہا۔

ایک صوفی نے بیان کیا۔ کہ ایک دن میرے دل میں آیا۔ کہ حضور مجھے کوئی خدمت فرمائیں۔ اور بازار سے کوئی کھانے کی چیز منگوائیں۔ اسی اثنا میں مجھے ایک آدمی بلانے کے لئے آیا۔ جب میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ جاؤ بازار سے ہمارے لئے تربوز لاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے اچھی طرح تربوز کی پہچان نہیں ہے۔ فرمایا جونسا تیرے خیال میں اچھا معلوم ہو لے آؤ اور حضور کی عادت مبارک اس طرح تھی۔ کہ ان خادموں کے سوا جو بعض خاص کاموں اور خدمتوں کے لئے مقرر تھے۔ اور دن کو کوئی کار خدمت نہ فرمایا کرتے تھے۔ خاصکر ان لوگوں کو جو طریق میں نئے داخل ہوتے تھے یہ شخص بھی اس وقت طریقت میں نئے داخل ہوئے ہوئے دوستوں میں سے تھا۔ نیز اسی صوفی نے بیان کیا کہ جاڑے کا موسم تھا۔ میرے پاس کوئی لحاف نہ تھا۔ صرف ایک کپڑا تھا جو میں اور میری بیوی رات کو اوڑھتے تھے اور گذارہ کی تنگی اور مفلسی کے باعث لحاف بنانے کی طاقت نہ تھی۔ ایک رات میں اپنی بیوی سے بڑا شرمندہ ہوا۔ کہ شاید اس کے دل میں گذرتا ہوگا۔ کہ عجب بے حمیت اور بے حیا سے واسطہ پڑا ہے۔ صبح جب حضور کی خدمت میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ تو نماز میں بھی رات کا خیال دل میں آتا رہا۔ اور میں اس کو دور کرتا رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب حضور کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ ایک مخلص کو جس کے متعلق خرچ اخراجات کا معاملہ تھا۔ فرمایا کہ ہمارے یاروں سے پوچھو۔ کہ جس شخص کے پاس یا اس کی بیوی

کے پاس لحاف یا کپڑا نہ ہو۔ اس کو بنا کر دیدو۔ اور بھی دو تین دوست میری طرح
حاجتمند نکل آئے۔ اور ہم سب کی ضروریات پوری ہو گئیں۔ اس دوست نے کہا
کہ اس کے بعد میں ہمیشہ ڈرتا رہا کہ ایسا نہ ہو۔ پھر کوئی ایسا خطرہ دل میں گذرے
جو حضور کے مبارک دل پہ گراں معلوم ہو۔ اور مقصد سعادت سے روک دے۔
حضور میں ہر قسم کی گفتگو خاص کر علم تصوف میں اس قدر علمی قوت اور قدرت
تھی کہ زمانہ کے بڑے بڑے عالم و فاضل جو کئی سالوں تک علوم پڑھتے پڑھاتے
رہے۔ حضور سے عمدہ عمدہ فائدے حاصل کرتے رہے اور اپنے سینوں کو
گنجینۂ معرفت بناتے رہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ یاد کرو کا مطلب زبان سے ذکر خدا کرنا۔ اور
بازگشت یہ کہنا کہ اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے۔ اور نگہداشت دلکو خطرات
سے نگاہ رکھنا اور یادداشت حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری کا غلبہ حُب ذاتی کیساتھ۔

اللہ اکبر۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرو ذکر حق کرنا حضوری دل
کے ساتھ اور بازگشت تفرید یعنی سب سے یکسوئی ہونا۔ اور اخلاص خدا
کے ساتھ ہونا۔ اور نگہداشت نسبت کی حفاظت کرنا۔ جس طرح سے ہو سکے
اور یادداشت باقی باللہ ہونا۔ اور کیفیت سُکر سے حالت صحو میں آنا۔ فقط

اللہ اکبر۔ نیز آپ لکھتے ہیں۔ کہ یاد کرو حفظ آگاہی میں کوشش کرنا اور یاد
داشت محفوظ ہو جانا۔ اس آگاہی کا۔ جس کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں
کہ اس میں نسبتِ آگاہی کا تواتر بلا کسی کوشش نگہداشت آگاہی کے حاصل
ہو جاتا ہے اور جب نسبت آگاہی کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے تو سالک
غیبت کے خلل سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو حضور بے غیبت
کہتے ہیں۔ نگہداشت نسبت یادداشت کی بقدر امکان ظہور صفات نفسانیہ

اور توجہاتِ مختلفہ سے جو حجاب وغفلت کی موروث ہیں۔ حفاظت کرنا۔ بازگشت یعنی سعی اور کوشش کی طرف رجوع کرنا جب کہ نور کم ہو جائے۔ اور بیٹھ جائے اور یادداشت وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ اور یاد کر تو اپنے پروردگار کو۔ جب تو اس کو بھول جائے۔

اللہ اکبر۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرد حضور و شہود ہے۔ اور بازگشت اپنے عدمِ اصلی کی طرف رجوع کرنا غلبۂ نور حضوری سے یادِ حق سبحانہٗ تعالےٰ کی صفتِ حضوری کو دیکھنے سے اور نگہداشت یعنی اس مقام کی حفاظت کرنا اور اس کو اپنے دل میں تازہ کرتے رہنا اور یادداشت اس فنا میں سالک کا متمکن ہو جانا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خدایا تو ہم کو بھی یہ روزی نصیب کر۔

اللہ اکبر۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے پس کمالِ توبہ خلق سے منقطع ہونے میں ہے۔ جو خدا سے ملنے کو مستلزم ہے۔

اور زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے۔ اور چونکہ رغبت متاعِ دنیوی کیساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے کمال زہد نامرادی میں ہے جو مراد حقیقی سے پیوستہ ہے۔ مصرعہ جو پیوندہا بگسلی واصلی

اللہ اکبر۔ اگر دنیا سے تعلق شکستہ کرلوگے تو خدا سے واصل ہو جاؤ گے۔ اور توکل خدا پر بھروسہ کر کے اسباب سے نکل جانے کو کہتے ہیں اور کمال توکل اس میں ہے۔ کہ عالم پر نظر نہ رہے۔ جو شہودِ حق مطلق کی فرع ہے۔

قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدر حاجت پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کرنیکو کہتے ہیں اسکا کمال یہ ہے کہ ہستی حق سبحانہٗ تعالےٰ پہ اکتفا کریں اور اسکی خالص محبت سے آرام پائیں

عزلت خلق کے میل جول سے کنارہ کشی کو کہتے ہیں۔ اس کا کمال یہ ہے۔ کہ رویت خلق سے نکل جائیں۔

ذکر یعنی ماسوائے خدائے جل وعلا کی یاد سے باز آنے اور ماسوا کو بھول جانے کو کہتے ہیں۔ اور کمال ذکر کا یہ ہے۔ کہ اپنی بھی یاد باقی نہ رہے۔ اور ہو الذاکر والمذکور کا راز اس پر ظاہر ہو جائے۔

توجہ تمام خواہشوں سے نکل جانے اور پورے طور پر حق سبحانہٗ کیطرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

صبر لذات نفس سے نکل جانے اور مرغوب محبوب اشیا سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔

مراقبہ اپنے فعل وقدرت اور اپنے اوصاف واحوال سے منقطع ہو کر فیضان الٰہی کے منتظر ہونے اور حق جل ذکرہ کے دریائے محبت میں ڈوب جانیکو کہتے ہیں۔

رضا اپنے نفس کی مرضیات سے باز آنے اور رضا الٰہی میں داخل ہو جانے اور احکامِ ازلیہ کو تسلیم کرنے اور سرِ ذاتِ ابدیہ کے تفویض کرنے کو کہتے ہیں پس جو شخص کہ معصیت میں پھنس گیا ہے۔ یا دنیا کی رغبت میں گرفتار ہے یا سبب کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یا بقدر ضروری معاش پر اکتفا نہیں کرتا ہے یا خلق سے میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات ذکر الٰہی سے معمور نہیں ہیں۔ یا خدا سے غیر خدا کو چاہتا ہے۔ یا نفس کے ساتھ مقام مجاہدہ میں نہیں ہے۔ یا اپنی ذات اور اپنے افعال پر نظر رکھتا ہے۔ یا اپنی قوت اور طاقت پر تکیہ کرتا ہے۔ یا احکامِ ازلیہ آلہیہ کے خود کو حوالہ نہیں کرتا ہے تو وہ شخص یقیناً سلوک میں ناقص ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض منتہی درویش جو کہ اپنی خواہشوں اور اپنی مرضیات سے نکل چکے ہیں۔ اور تھوڑی پر اکتفا نہیں کرتے۔ اور مخلوق کے اختلاط سے

پرہیز نہیں کرتے اور مجاہدہ میں مشغول نہیں ہیں۔ اس کی کوئی خاص اندرونی وجہ اور نیت ہوتی ہے جو انہیں کو معلوم رہتی ہے۔

اکابر خانوادۂ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ جس کو اس راستہ کا درد دامنگیر ہو۔ تو اس کو چاہیئے کہ توبۂ نصوح کے بعد بقدرِ طاقت زہد و توکل و قناعت و عزلت و صبر سب مقامات مذکورہ پورے کر کے ذکر الٰہی میں اپنے اوقات کو مصروف رکھے۔ اس کو سفر در وطن کہتے ہیں سب سے زیادہ اہتمام ذکر اور توجہ کا کرے جس کو بازگشت کہتے ہیں۔

اکابر طریق قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریق کا ذکر جذبہ کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جذبہ کی مدد سے تمام مقامات سہولت اور استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت توجہ اور مراقبہ مذکورہ سے جو کہ یادداشت کی وجہوں میں سے ایک وجہ ہے سالک میں رضا کی صفت نسبتِ جذبہ کی تقویت اور اسکے کمال سے بآسانی ظاہر ہو جاتی ہے

رقعہ (۱)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

رات کے درمیان خواہ آخری تیسرے حصہ میں خواہ آخری نصف حصہ میں خواہ پچھلی دو تہائی میں خواہ درمیانی دو چوتھائی رات میں خواب سے بیدار ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر مل کر کسی ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ خواہ تسبیح میں۔ خواہ تہلیل میں۔ خواہ تکبیر میں (یعنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر) خواہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھنے میں مشغول ہو جائیں اگر اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ اخیر تک

پڑھیں۔ تو یہ بھی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا پڑھنا سنت ہے۔ اس کے بعد دو رکعت شکرانہ وضو ادا کریں۔ اور دعائے جامعہ مثل رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا دوسرے ماثورہ اور منقولہ دعاؤں سے کوئی دعا پڑھیں۔ لیکن دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثنا اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور صلوٰۃ بھیج لیں۔ بعد ازاں بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام کے ساتھ ادا کریں۔ نماز تہجد کے نفلوں کی نہایت تعداد اتنی ہی ہے۔ اور کم درجہ دو رکعت یا چار رکعت ہے۔ اگر بڑھاپا یا کمزوری لاحق ہو تو بیٹھ کر ادا کریں۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اس طرح آہستہ آہستہ ذکر کریں۔ کہ آپ بھی نہ سنیں۔ اور ذکر کے وقت حق جل جلالہ کو حاضر جانیں۔ گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ انسان کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ اور کلمہ لا مُتصرف الا اللہ کے معنی سوچیں۔ اور جس قدر ہو سکے اس سبق کا تکرار کریں۔ اور ایسا اعتقاد کریں کہ ہر سانس میں از سرِ نو ایمان لا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا (اے ایمان والو پھر ایمان لاؤ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنے ایمان کو تازہ کرو) جب فجر کی نماز ہو چکے۔ پھر اسی تکرار میں مشغول ہو جائیں۔ جب سورج ایک نیزہ بھر چڑھ آئے۔ چار رکعت اشراق دو سلام کے ساتھ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ تو اپنے تمام اوقات کو اسی کام میں بسر کریں۔ کہ امید ہے کہ بڑے بڑے فیض حاصل ہونگے مَنْ قَرَعَ بَابَ الْکَرِیْمِ وَ لَجَّ وَلَجَ (جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اصرار

کیا وہ داخل ہو گیا) ؎

اگر ہر سانس کی ہر دم کریگا تو نگہبانی   تجھے دونو جہاں کی بخشدینگے یار سلطانی

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰے (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

رقعہ (۲)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالے آپ کے لئے کرم کا دروازہ اور سعادت کا راستہ کھلا رکھے۔ دونو جہاں کی سعادت شرعی احکام کے بجالانے میں ہے۔ اور فرمانبرداری اور متابعت کے حاصل ہونے کا بڑا بھاری سبب خدا تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اور خدا تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تب حاصل ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالے کے دوستوں کی محبت اور خدمت حاصل ہو ؎

خدا اور خاصان حق کی عنایت   نہ ہو گر نہیں ہوتی حاصل ہدایت

رقعہ (۳)

وقت کے طالبوں میں سے ایک طالب یعنی نواب مرتضی خاں کیطرف لکھا ہے

اللہ تعالے آپ کو اعلے مطلب اور بلند درجہ تک پہنچائے۔ دانا اور محقق لوگ کہتے ہیں کہ مدرک کے آئینہ کے دو منہ ہیں ایک خلق کیطرف ہے دوسرا خالق کی طرف۔ جب اس کا منہ خالق کی طرف ہو تو مقصود حاصل ہے۔ یہ حالت ہر ایک وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ سالک مجذوبوں کا یہی حال ہے۔ غرض کسی وقت بھی امید کا رشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

بیت نہ ہو نگا یار سے غافل کبھی میں ایک لحظہ بھر — کہ شاید کس گھڑی اسکی نظر پڑ جائے عاصی پر

رقعہ (۴)

ایک مرید کی طرف لکھا۔

اللہ تعالےٰ ہم کو ہستی کی قید اور خود پرستی کے حجاب سے خلاصی بخشے۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا بڑا بھاری سبب یہی ہے کہ اہل دل یعنی اللہ والے لوگوں کی دل آزاری اور ناراضگی سے بچتے رہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص عرش سے گر جائے۔ تو اس کا اس قدر ڈر نہیں جتنا کہ کسی اہل دل کے دل سے گر جائے۔ اس راہ میں خون جگر کھانا پڑتا ہے۔ اور ہمہ تن ادب بننا پڑتا ہے۔ جب تک عجز و نیاز کا بچہ پیدا نہ ہو۔ تب تک مکرمت اور عزت کے پستان سے تربیت کا دودھ جوش میں نہیں آتا۔ خود سری اور خود پرستی سے کچھ نہیں بنتا۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ (قاصد پر کہدینا ہی ہے ہمارا کام کہدینا ہی ہے۔ چونکہ تمہارے ولی نعمت کا دل تمہاری واپسی پر لگا ہوا ہے۔ اسلئے تم اپنے ارادہ کی باگ ادہر موڑ لو۔ جب تک تم نہ آؤ گے ہمیشہ آرام نہ لینے دینگے۔ ہمیشہ تمہارے بلانے کی تکلیف اٹھانی پڑیگی مصرعہ

آ میرے دل سے غم کو دور کرو

زیادہ کیا لکھا جائے۔ وَالدُّعاء

رقعہ (۵)

ایک سپاہی کی طرف سے جس نے اخلاص کو ظاہر کیا تھا۔ اس بارہ میں کہ نامناسب باتوں سے بچیں اور شریعت کے موافق خلق پر شفقت کریں۔

تحریر فرمایا ہے۔

حق جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اپنے فضل وکرم کے موافق معاملہ کرے۔ اور محتاجوں کو اپنے روشن کیئے ہوئے چراغ کی روشنی میں مقصود کا راستہ دکھائے۔ ارحم ترحم (رحم کر تجھ پر بھی رحم ہوگا) مشہور بات ہے۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (جو شخص ایک ذرہ بھر نیکی کریگا وہ اس کو دیکھ لیگا) مثل مشہور ہے۔ کہ جو کچھ تو بوئیگا وہی کاٹیگا۔ بیت

دو کام سے ہے حاصل آرام دو جہاں کا　　رکھ دوستوں پہ شفقت دشمن پہ رکھ مدارا

لیکن وہ سیاست جو حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن شریعت اور نورانی ملت کے موافق مقرر ہو چکی ہے۔ وہ ان دونوں باتوں کے برخلاف ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے۔ جو دوست و دشمن اور اپنے پرائے کے ساتھ یکساں برتنا پڑتا ہے۔ وہ سیاست حقیقت میں مروت اور احسان ہے ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق کی قرآن مجید میں ان لفظوں میں تعریف فرمائی ہے۔ کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (تحقیق تو یا رسول اللہ بڑے خلق پر ہے) وہ خلق کیا تھا اس پر صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ (آپ کا خلق سراسر قرآن تھا) یعنی جہاں قرآن مجید میں نرمی اور لطف کرنے کا حکم آیا ہے وہاں نرمی کرتے تھے اور جہاں سختی کرنے کا حکم آیا ہے وہاں سختی کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن اخلاق الٰہی کا نمونہ تھے ؎

تھے وہ شیشہ جہاں وجود کا نور　　اصلی صورت میں کر چکا تھا ظہور

الغرض مسلمان بننا چاہیئے۔ اور ہمہ تن اللہ تعالےٰ کے حکم کے تابع ہونا چاہیئے

مصرعہ　　یہ نہ ہو وہ نہ ہو مسلمان ہو

رقعہ (۶)

ایک مسافر طالب علم نے نصیحت کی التماس کی تھی۔ اس کے لئے یہ چند کلمے لکھے گئے۔ یہ طالب علم حرمین شریفین (کہ اللہ تعالےٰ ان کی شرافت وکرامت کو زیادہ کرے) کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ ہی میں فوت ہو گیا۔ نیاز نامہ میں اس درسگاہ عالیہ کے خادموں کی نسبت بڑی نیازمندی ظاہر کی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس سفر مبارک کی نورانیت اور حضرت ارشاد پناہی قدس سرہٗ کے ساتھ خلوص اعتقاد کے باعث اس طالب علم کو اس درگاہ کے ساتھ بڑا قوی رابطہ حاصل ہو چکا تھا

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْہُ (یا اللہ تو اس کو اس کا نفع دے)

ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں۔ جس کا کوئی نفع نہ ہو۔ عاقبت کے پہچاننے والے عقلمند کو لازم ہے۔ کہ ان علموں کو حاصل کرے۔ جن کے مطابق عمل کرنا فرض ہے۔ اس کے بعد باقی عمر کو دل کے صفا اور نفس کے پاک کرنے میں صرف کرے۔ کیونکہ نفسانی وسوسے اور خطرے اور موجودات کی صورتوں کی طرف توجہ رکھنا اور نفسانی خواہشوں اور بیہودہ آرزوؤں میں گرفتار رہنا بندہ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان بڑا بھاری حجاب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کی نسبت سب چیزوں سے نزدیک تر ہے ؎

ہے خدا ہم سے ہماری رگ سے بھی نزدیک تر جانتا ہے وہ جسے ہو جائے کچھ اپنی خبر

انہی گوناگوں اندیشوں اور رنگارنگ فکروں کے باعث انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دور اور پیچھے ہٹا رہتا ہے۔ اور یہ سب اندیشے اور خطرے صفات بشری سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان اندھیروں اور سیاہیوں سے

باطن کے صاف اور نورانی ہونے کا بڑا بھاری ذریعہ اس برگزیدہ اور جلے ہوئے دل والے کی توجہ اور التفات ہے۔ جو اپنے آپ سے فانی ہو۔ اور رد و قبول کا مظہر بن گیا ہو۔ اس کا مقبول اللہ تعالےٰ کا مقبول اور اس کا مردود اللہ تعالےٰ کا مردود ہوتا ہے۔ پس تجھے چاہیئے۔ کہ ایسے دل والوں کا گدا بنا رہے۔ اور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ اپنے دل کا درد ظاہر کرے ؎

تو ہر درویش کی کرے زیارت　　دل و جاں سے تو کرے اسکی خدمت
تری جب چشم باطن میں نہیں ہے　　سمجھ لے گنج وحدت بس یہیں ہے

دوسری وصیت یہ ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں معرفت الٰہی کی طلب نہ ہو۔ تو اس کے ساتھ صحبت نہ رکھے۔ اور دنیا کے عالموں سے جنہوں نے علم کو جاہ و مرتبہ اور فخر و شہرت کا وسیلہ بنایا ہے۔ ایسا بھاگے۔ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔ ہمیشہ تو قربات و عبادات کو اپنا وسیلہ بنائے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجکر خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا مانگے۔ تاکہ اپنے سوا اور تمام خواہشوں کو تیرے دل سے دور کردے اور لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (آج یہ ملک کس کا ہے۔ اسی واحد قہار کا ہے) کی صورت ظہور میں آئے ؎

ہو فائدہ نہ جس میں وہ کام تو نہ کرنا　　ہو معرفت نہ جس میں اسکا نہ یار بننا

رقعہ (۷)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

رباعی

تو نے اے یار جو دیکھا سب ہیچ　　جو کچھ کہ کہا اور سنا سب ہیچ
یہ جو ساری دنیا میں پھرا سب ہیچ　　اور جو گوشہ میں رہا تنہا سب ہیچ

یہ رباعی کس بلند فطرت اور لطیف استعداد سے ظاہر ہوئی ہے۔ شاعر اس مطلب کے ادا کرنے میں اصیل تھا۔ یا اصیل کے ساتھ اس کا رابطہ ہوگا۔ اسکے باطن سے حالت تفرید اس طرح شعلہ مارتی ہے جیسے کاتب وحی کے باطن میں کلام الٰہی کا ظہور۔ بہرحال اس کے لئے مبارک ہو۔ جو تفرید جمال پاک کے دیکھنے کے بغیر ہو وہ جمال کی قسم سے ہے۔ کیونکہ یہ نعمت دید کی نسبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ میں صاف کہتا ہوں۔ کہ جب تک حقیقت ذات کی تجلی نہ ہو۔ تب تک یہ حالت متصور نہیں ہوتی۔ خبردار۔ ایسا نکما خیال نہ کرنا۔ اس سعادت کا نشان یہ ہے۔ کہ دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے دل سرد ہو جائے۔ اور تمام احوال و مشاہدات اور جناب احدیت کی طرف انجذاب اور دائمی قلق سے بے نیازی اور بے پروائی حاصل ہو جائے۔ حالت تفرید کے حاصل ہو چکنے کے بعد پھر بھی مشاہدات کی خواہش کا باقی رہنا بے وقوفی اور بے سمجھی ہے۔ انسانی محبت اور ظلم اور جہل سے اس قسم سے حیلے اور بہانے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی شاید میری مراد اس دروازہ سے حاصل ہوگی یا میرا بند ہوا ہوا دروازہ اس طرف سے کھلیگا۔ یا محبوب اپنے لطف و برگزیدگی کی نظر ڈالے گا یا امور کی حقیقتوں پر اطلاع نہ پانے کے باعث ایسی باتیں کرگذرتے ہیں۔ غرض عارف مفرد کے لئے اس حالت سے کہ جس میں وہ ہوتا ہے۔ منزہ اور منقطع ہونا ضروری ہے اب ہم اس سعادت عظمیٰ کے حاصل ہونے کا طریق بتلاتے ہیں۔ سب سے اقرب اور بہتر طریق یہ ہے۔ کہ ایسے شخص کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جس کی باطنی توجہ کامل طور پر جناب الٰہی کی طرف لگی ہو۔ اور اس نے اس توجہ میں اپنے آپ کو برباد کر دیا ہو اور پھر اس توجہ سے بھی مفلس ہو گیا

ہو۔ ایسے شخص کے حضور میں بڑی نیازمندی اور عاجزی کے ساتھ رہیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اس کے ساتھ بڑے ادب سے پیش آئیں۔ پھر اس متمکن عزیز الوجود سے ذکر یا مراقبہ سیکھیں۔ والسلام والاکرام۔

رقعہ (۸)

ایک مخلص نے اللہ تعالےٰ کی عنایت اور حضور قدس سرہٗ کی صحبت عالی کی برکت سے کسب اور معیشت کو چھوڑ دیا تھا۔ لیکن بادشاہ وقت کے حکم اور کسی ضروری کام کے باعث شرف صحبت سے دور پڑا تھا۔ یہ رقعہ اس کی طرف لکھا گیا:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (عمل نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر شخص کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو۔ پس اس کی ہجرت اللہ تعالےٰ اور رسول کی طرف ہے) آپ کو مبارک ہو۔ جس کی جیب زیادہ خالی ہوگی۔ وہی زیادہ آرام میں رہیگا۔ خاصکر اس وقت جبکہ دنیا کا طلب کرنا اور عزت کا ڈھونڈھنا سراسر بے دینی اور آخرت کی طرف سے چشم پوشی اور روگردانی کا باعث ہے۔ جو کچھ پہلے لکھا گیا تھا۔ اس میں ہمارا اختیار نہ تھا۔ خلق کی شکستہ دلی نے دفعۃً ہمارے دل کو کھینچ لیا۔ اور شفقت کے غلبہ میں التعظیم لامر اللہ (اللہ تعالےٰ کے امر کے لئے تعظیم ہے) کے علم نے اپنے جمال کو ہم سے پوشیدہ کر دیا۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ الْاَصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ (مومن آدمی کا دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے

درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے پلٹا دیتا ہے) اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں۔ کہ والدہ کے حکم کی تعظیم جن امور میں علماء دین نے جائز قرار دی ہے نہایت ہی ضروری ہے۔ بڑی تحقیق اور تفتیش کر کے اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ آپ کے دلی نعمت کی مرضی یہ ہے کہ خود کابل کی طرف جائے۔ اور اس طرف کے دوستوں کی مدد سے آپ کے لئے وجہ معاش مقرر کرے۔ چنانچہ مرزا کو کہ اور اس کی والدہ اور بعض اور عورتوں کے آگے اس بات کو ظاہر کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جو کچھ اللہ تعالےٰ کو منظور ہوگا وہی ظہور میں آئے گا۔ خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ کا کلام ہے۔ کہ جب تو نہیں مانگتا تھا تو دیتے تھے۔ اور اب تو مانگتا ہے تو نہیں دیتے (بن مانگے موتی ملیں مانگی ملے نہ بھیک) غرض اس راہ میں کئی ناز و ادا اور کرشمے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی خواہش ہے۔ مثنوی

عجب دلبروں کی ہیں ناز و ادائیں — کبھی جاں نکالیں کبھی دل لبھائیں

نگاہ ایک سے سو کرشمے دکھائیں — نظر دوسری سے بہانے بنائیں

اگر تو اچھی طرح غور کرے۔ تو تجھے معلوم ہو جائیگا۔ کہ تیرے پیدا کرنے سے مقصود یہی طلب اور نیازمندی اور بے آرامی ہے۔ محبت کا اعلےٰ مرتبہ یہی ہے۔ کہ محبت کے سوا اور کوئی طلب نہ رہے۔ مثنوی

عشق عاشق کا جب ہوا کامل — ہو گیا ہر طرف سے وہ غافل

بن گیا عشق قبلہ گاہ اس کا — ہو گیا یار سے بھی بے پروا

یہی وصال ہے کہ تو عین مراد کے وقت اپنی مراد سے نامراد رہے ؎

ماجرا ذات کی تجلی کا — کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا

انہی دنوں میں ولایت کی سیر کا پختہ ارادہ ہے۔ امید ہے کہ چند روز کے

بعد متوجہ ہو نگے۔ میاں شیخ الہ داد نے خویشتن داری کر کے رہنے سہنے سے
اپنے آپ کو قرار و آرام دیا ہے وہ شخص بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے
جو ان کی صحبت میں رہکر ظاہری باطنی فائدے حاصل کرے۔ بیت

بے دلی کا درد بے یاری کا داغ　　　اس جہاں سے ساتھ اپنے لیچلے

غرض جس شخص کو ان کی صحبت و خدمت نصیب ہو جائے بڑی غنیمت
ہے۔ بخدا میں سچ کہتا ہوں۔ اس میں ذرا بھی تکلف نہیں ہے

تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے　　　ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے۔ والسّلام

رقعہ (۹)

ایک مرید کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ اس انسانی لطیفہ کو سیدھے راستہ پر رکھے۔ توجہ راست
جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ زانی غیب کے گرفتار ہو جائیں۔ اور توحید کی
حقیقت اور اس کی روشنی سے آگاہ ہو جائیں۔ بڑی اعلیٰ درجہ کی سعادت
ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس کی صفائی اور استقامت حاصل ہو جائیگی۔

رقعہ (۱۰)

یہ رقعہ ایک امیر کی طرف جو بڑا اخلاص و وثوق ظاہر کرتا تھا ایک
مخلص کے التماس اور مبالغہ پر جو اپنے آپ کو صالحین میں
سے سمجھتا تھا۔ تحریر فرمایا ہے:۔

اللہ تعالےٰ ہم کو اعلیٰ درجہ کے مقصد اور مطلب تک پہنچائے۔ یعنی اسکے
حکموں کے آگے ہمہ تن امر اور فرمان بن جائیں۔ مناسب تو یہی ہے۔ کہ ہم

اور ہماری خواہش درمیان سے دور ہو جائے۔ اور اس کی بجائے شرع اور اس کی مرضی آجائے۔ انسانی حقیقت کو جو محققین کے نزدیک مجرد روح سے مراد ہے۔ اپنے معبود کی مخالفت کی مجال نہیں۔ کیونکہ وہ عالم امر سے ہے۔ اور عالم امر اس عالم کو کہتے ہیں۔ جس میں ناجائز اور ناپسندیدہ فعل سے نہی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس میں نافرمانی کی قدرت اور طاقت ہی نہیں۔ لیکن جب اس مادی شکل کے ساتھ اس کا حسی تعلق ہو گیا۔ تو اس نے اپنے آپکو اس میں گم کر دیا۔ اور اسی کے احکام کے رنگ میں رنگا گیا۔ اور اسی کی صفت سے موصوف ہو گیا۔ حتیٰ کہ بہت سے تو اپنے وجود کے بھی منکر ہو گئے۔ اور اس ہیکل محسوس کو خود بخود پیدا ہوا خیال کر لیا۔ اور اپنے آپ سے فانی اور دائمی بقا کے ساتھ جیتے رہے۔ بعض ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور ان سے زیادہ ظلمت اور سیاہی حاصل کی۔ انہوں نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ اور ہمہ تن اسی کے حکم کے تابع بنے رہے۔ غرض اصلی مقصود یہی ہے کہ آدمی بن جائیں۔ انسان بننے کے لئے پوری پوری فرمانبرداری اور تسلیم ضروری ہے۔ اور جب تک نفس اور ارواح کو فنا حاصل نہ ہو۔ یہ فرمانبرداری اور تسلیم حاصل نہیں ہوتی۔ یہ فنا اگرچہ محض اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ لیکن اس کی بہت سی شرطیں ہیں۔ وہ سبق بھی جو بعض بزرگوں کے سلسلہ عالیہ میں پایا جاتا ہے مجمل طور پر انہی شرائط میں داخل ہے۔ جن کے بغیر سلوک کے طور پر مقصود کا حاصل ہونا بہت مشکل اور محال ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اصلی مقصود انسان بننا ہے۔ وہ اس لئے کہا ہے کہ باقی جو احوال و مقامات ہیں۔ وہ سب اسی کے نتیجے ہیں۔ اگر اس جہان میں ظاہر نہ ہونگے۔ تو عالم آخرت میں جو نتیجوں کے ظاہر ہونے کا مقام ہے

پورے طور پر ظاہر ہو نگے۔

سبحان اللہ! احوال و مقامات کا کیا ذکر ہے جو صاحب دولت نفس اور روح کے فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اس کا باطن ہمیشہ وجہ مطلق کے شہود کے غلبہ میں مغلوب رہتا ہے اور اس رباعی کی حقیقت جسکا پہلا مصرعہ یہ ہی۔ کہ مصرعہ

آج اس گھر میں صرف ایک ہی ہے

اس کے روح کی غذا بن جاتی ہے۔ باطنی حیثیت سے نہ اس کو اپنی خبر ہوتی ہے نہ ماسوا کی اگرچہ ظاہری بہت سے جو کچھ کہ اس پر گذرتا ہے۔ اس سے واقف اور حاضر ہوتا ہے جیسے کہ اہل اللہ لوگوں کے نزدیک مقرر ہے۔ فنار روح کا نشان یہ ہے کہ دنیا اور آخرت اس کی ہمت کی نظر میں نہیں آتے۔ اور حق تعالےٰ کی عظمت اور کبریائی کے کشف کے وقت کرامات و مقامات اس کے دل سے محو ہو جاتے ہیں۔ راہ حق کے طالبوں اور سالکوں کا پہلا قدم طریقت میں توبہ خالص ہے۔ کیونکہ دل کے جوہر کو جو مقصود کے جمال ظاہر ہونے کا آئینہ ہے۔ گناہ اور نافرمانی اور غفلت و پریشانی کے اندازہ کے موافق سیاہی اور زنگار لگ جاتا ہے۔ اور جوں جوں سیاہی اور زنگار بڑھتا جاتا ہے۔ نابینائی اور تردد زیادہ ظہور کرتے ہیں۔ سب خرابیوں کی جڑ یہی بات ہے۔ یہ لوگ گناہوں کے دھوئیں سے سیاہ ہوئے ہوئے چراغ کے ساتھ اپنے مطلب اور مقصد کو ڈھونڈھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسم مضل کے مظہروں کے پیچھے پڑ کر حیرانی اور بیکاری اور بیہودگی کے جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ عارف ربانی حضرت ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ راستے دو ہیں۔ ایک وہ ہے جو بندہ کی طرف سے حق کی طرف جاتا ہے۔ دوسرا وہ

جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندہ کی طرف آتا ہے۔ پہلے راستے میں گمراہی ہی گمراہی ہے۔ اور دوسرا راستہ سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے۔ ہاں جب دل کا آئینہ خوب صاف ہو جاتا ہے۔ اور حق تعالےٰ کی ہستی کے ظہور کا نور چمکتا ہے۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے) کے معنی روشن ہو جاتے ہیں۔ اور ایمان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس وقت دل کے ساتھ جس چیز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ گویا حق تعالےٰ کے ساتھ کرتا ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ (مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے) یہی وجہ ہے کہ یہ دل ہزار ہا اسرار اور انوار کا خزانہ ہے۔ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطاب اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ (اپنے دل سے فتوےٰ لے) ایسے ہی صاحبِ دولت کے ساتھ ہے۔ الغرض جب اسم ہادی کی تاثیر سے کسی صاحبِ دولت کے دل میں مقصود حقیقی تک پہنچنے اور ایمان حقیقی کے ساتھ مشرف ہونے کا ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس کا پہلا قدم یہ ہے۔ کہ وہ نور ایمان اور معرفت کی روشنی سے دیکھ لیتا ہے۔ کہ گناہ زہر قاتل ہے۔ اور اس قسم کے زہر اس نے بہت کھائے ہیں۔ اور اب وہ مرنے کے قریب ہے۔ تو وہ ضرور پشیمان ہوتا ہے۔ اور اس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا کوئی تدارک کرتا ہے اور علاج کے درپے ہوتا ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص زہر قاتل کھا کر پشیمان ہوتا ہے۔ اور موت کے ڈر سے انگلی گلے میں ڈالتا ہے یا کوئی دارو کھاتا ہے تاکہ اس زہر کا اثر دور ہو جائے۔ اسی طرح وہ توبہ کرنے والا بھی یہ دیکھتا ہے کہ جس شہوت و حرص کا وہ مرتکب ہوا ہے وہ اس شہد کی طرح

تھے جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ اس وقت تو میٹھا معلوم ہوا تھا۔ مگر آخر کار زہر نے اپنا
اثر ظاہر کر دکھایا ہو گا۔ تو اس کو ضرور اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمانی حاصل ہو گی
اور خوف اور پشیمانی کی آگ شہوت گناہ کی حرص کو جلا دے گی - اور وہ حرص
حسرت سے بدل جائے گی۔ اور وہ ارادہ کریگا۔ کہ گذشتہ کا تدارک کر کے آیندہ
کے لئے ایسا نہ کریگا۔ اس کے تمام حرکات و سکنات بدل جاتے ہیں۔ اس سے
پہلے اگر وہ رنج و راحت والوں میں سے ہوتا ہے۔ تو پھر معرفت والوں میں
سے ہو جاتا ہے۔ پس اصل توبہ پشیمانی ہے۔ اور اس کا اصل نور معرفت
و ایمان۔ اور اس نور کی روشنی کا نشان یہ ہے۔ کہ اس کے احوال بدل
جاتے ہیں۔ اور اس کے تمام ظاہری باطنی اعضاء اللہ تعالے کی معصیت
اور مخالفت سے ہٹ کر اللہ تعالے کی طاعت اور موافقت کی طرف
آجاتے ہیں۔ پس جب تک کسی صاحب نفس سے یہ باتیں ظاہر نہ ہوں۔
تب تک جو رنج اور محنت اٹھاتا ہے سب ضائع اور بیہودہ ہے۔ اسے
آگاہ ہونا چاہئے۔ کہ ابھی وہ طالب بھی نہیں بنا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی حقیقی
طلب معرفت اور ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کا نور اس مطلب کو
ضرور ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اگر طلب کی صورت اس کی نظر میں آتی ہے
تو وہ اس کی اپنی طبیعت سے پیدا ہوتی ہے۔ جو نفسانی اور روحانی
حظوظ سے خوگر ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس گروہ کے مقامات و احوال اور انکے
شان کی بزرگی سن کر اپنے آپ کو اور اپنے احوال کو ناقص اور ناچیز معلوم
کرتا ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک یا حق تعالے کی بارگاہ میں جاہ و مرتبہ
والا بننے کی محبت حرکت میں آکر اس میں قلق و درد پیدا کر دیتی ہے لیکن
اس کا کوئی ثمرہ اور فائدہ نہیں۔ ثمرہ اور فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے

جب اپنے یقین سے جان لے کہ یہ احوال و مقامات محض شریعت حقہ کی متابعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ بھی شریعت کے احکام بجالائے۔ اور شریعت کے مخالف کاموں سے ہٹ کر شریعت کے موافق اپنا عمل درست کرلے تب اس کو توبہ کی صورت حاصل ہو گی۔ ہاں سچ ہے۔ توبہ کی صورت کے سوا طلب کی صورت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور شریعت کے ساتھ نور ایمان حاصل کرنے کے سوا توبہ کی صورت بھی بیفائدہ ہے۔ ان مقدمات سے ظاہر ہوا کہ توبہ بھی حق تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ نور ایمان و معرفت کا ظہور بھی حق تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اس بیان سے قطب وقت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے کلام کے اور معنی حاصل ہوئے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ توبہ کے بھی بہت درجے ہیں۔ پہلا درجہ کفر سے توبہ کرنا پھر ایمان تقلیدی سے پھر گناہوں سے۔ پھر ان صفات سے جن سے یہ گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کھانے کی حرص۔ کلام کی خواہش مال و جاہ کی دوستی۔ حسد۔ کبر۔ ریا وغیرہ وغیرہ جو سب کی سب ہلاک کرنے والی ہیں۔ پھر نفسانی وسوسوں اور خطروں اور ناجائز اور بیہودہ اندیشوں سے۔ پھر ذکر الٰہی کی غفلت سے خواہ ایک ہی دم ہو۔ چونکہ ذکر (جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے) کے درجات بے نہایت ہیں۔ اس لئے توبہ کے درجات بھی بے شمار ہیں۔ کیونکہ ہر ناقص امر سے توبہ کرنا واجب و لازم ہے۔ پس پہلے قدم میں اپنے گذشتہ گناہوں سے پشیمان ہونا۔ اور اس بات کا ارادہ کرنا۔ کہ حتی المقدور ایسا کام پھر نہ کروں گا۔ طلب کی ضروریات میں سے ہے۔ ایسی توبہ اگرچہ پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی ہے لیکن کسی وقت بھی سالک سے دور نہیں ہو سکتی۔ حضرت سہل تستری رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں۔ کہ توبہ یہ ہے کہ تو گناہ کو نہ بھولے۔ یہ بات بھی مذکورہ بالا کلام کی
تائید کرتی ہے۔ کیونکہ جب تمام حجابات اور منازل سے پشیمانی ہوگی۔ تو توبہ
بھی ہرگز ختم نہ ہوگی۔ اَلْمُرِیْدُ هُوَالرَّامِیْ بِاَوَّلِ قَصْدِهٖ اِلَی اللّٰہ
(مرید وہ ہے جو اپنے پہلے ہی ارادہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا ہو)
چونکہ یہ انجذاب مسدر حقیقی سے اس کو حاصل ہوکر اس کی باطنی نظر وہاں پڑتی
ہے۔ اس لئے جو کچھ درمیان ہے۔ اس کو گناہ جانتا ہے۔ اسی بات پر نظر
کر کے اکثر بزرگوں نے مشاہدہ کو مجاہدہ پر مقدم سمجھا ہے۔ اور نصوح جو توبہ کی
صفت واقع ہوئی ہے فعول بمعنی فاعل یعنی کَثِیْرَۃُ النُّصْحِ (ماڑی نصیحت
والی) اسی اعتبار سے ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس کے اور بھی معانی ہیں۔ جن
میں سے ایک یہ ہے۔ کہ توبہ کی حسرت اور پشیمانی اس طرح توبہ کرنیوالے
کی دامنگیر ہو جاتی ہے۔ کہ گناہ کرنے کے ارادہ پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ اور یہ
جو اس بزرگ نے کہا ہے۔ کہ توبہ یہ ہے کہ گناہ فراموش نہ ہوں۔ اسی کے
مطابق ہے۔ اور وہ جو سید الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ توبہ
یہ ہے۔ کہ گناہ بھول جائیں۔ یہ بھی اسی کے موافق ہے۔ وہاں حسرت کی
یادداشت ہے۔ اور یہاں حلاوت کی فراموشی۔ پس نصوح کے یہ معنی ہوئے
کہ بڑے مبالغہ سے نصیحت کرنے والی توبہ یا زیادہ نصیحت کرنے والی توبہ۔
اس طرح پر کہ توبہ کرنے والے کو ہر گھڑی اور ہر لحظہ نصیحت کرتی ہے جس
کے باعث اس کو نصیحت کی باتیں سننے کی حاجت نہیں رہتی۔ اور شیطان
کے مکر اور وسوسہ سے بچ جاتا ہے۔ جو اچھی اچھی صورتوں میں جلوہ گر
ہو کر ہلاک کرنیوالے کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کا باعث ہوتا ہے۔

رقعہ (۱۱)

ایک خلیفہ کی طرف اس کے عریضہ کے جواب میں لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ دن بدن اپنی عنایت کے آثار اور ہدایت کے انوار زیادہ زیادہ نازل فرمائے آپ نے ایک درویش کے بارہ میں جو رابطہ کے طریق میں مشغول تھا۔ اور اس کے غلبہ میں مغلوب اور غائب تھا۔ کچھ لکھا تھا۔ ہم سے اس قسم کی باتیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے صاف اوقات میں مشائخ طریقت یا فقیر کی روحانیت سے تحقیق کر لیا کریں۔ اور اگر اس طرح تحقیق نہ ہو۔ تو اس طرح پوشیدہ لکھا کریں۔ کہ دوسرے طالبوں کو خبر نہ ہو۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب اس طرح کے مشغول درویش کا علاج یہ ہے۔ کہ وہ چند دن کے لئے دنیاوی کاموں کو چھوڑ دے۔ اور بڑی کوشش سے اپنے تمام اوقات کو اسی شغل میں صرف کرے۔ تاکہ صورتوں اور شکلوں کے مراتب سے گذر کر حضور کے شرف سے مشرف ہو۔ اور اس میں تمکن حاصل کرے۔ اور ایک شخص کو مقرر کر دیں تاکہ اس کو خاص اوقات میں حاضر کر دیا کرے۔ اور اگر اسکی مشغولی کے وقت بار بار توجہ اس کے حال پر پہنچائی جائے۔ تو امید ہے کہ جلدی عبور کریگا۔ بشرطیکہ اہل وعیال کے حقوق اس کے دامنگیر نہ ہوں ورنہ وہی پہلی توجہ ہی کافی ہے۔ لیکن اثنائے شغل میں اگر کشف کا دروازہ اس پر کھول دیں۔ اور اس کو عالم مثال کی سیر کرائیں۔ تو اس حال میں اُس کے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ اس کو کہیں کہ ان واقعات واحوال کی نفی کرتا رہے اور اپنی نظر کو اپنے وجود کے دائرہ سے باہر نہ جانے دے اور ہمیشہ اپنی صفا اور فنا میں کوشش کرتا رہے۔ ہاں جب غیبت حاصل ہو جائے۔ تب

اپنے آپ کو اس بے شعوری میں رہنے دے۔ اور اگر اس بے شعوری کی حالت میں بھی مثالی صورتیں ظاہر ہوں۔ تو پھر اس نفی سے ان کو دور کرے۔ کلمہ بازگشت کو (یعنی خداوندا تو اور تیری رضا میرا مقصود ہے) واقعات کے دُور کرنے میں بہت دخل ہے۔ اگر فنا سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خاص خاص اولیائے کرام کے ارواح ظاہر ہوں۔ تو سمجھے کہ اکثر ان کے لطیفے ان کی شکلوں میں ظہور کرتے ہیں۔ اور ثابت ہو چکا ہے۔ کہ انسان کامل میں سات لطیفے ہیں (۱) لطیفہ قالب (۲) لطیفہ نفس (۳) لطیفہ قلب (۴) لطیفہ روح (۵) لطیفہ سر (۶) لطیفہ خفی (۷) لطیفہ اخفی۔ ان سب لطائف سے زیادہ معتبر لطیفہ روح ہے جو انسان کا مظہر اور تمام لطیفوں کا جامع ہے ہر لطیفہ کے احکام و آثار کا الگ الگ حاصل ہونا چنداں معتبر نہیں۔ اگرچہ ان کا ظہور بھی سعادت کا موجب ہے۔ والدعا۔

رقعہ (۱۲)

اس مبارک خط سے ایک شخص کے حق میں طرح طرح کی ہدایت اور برکت کے دروازے کھل گئے۔

کرنا نہ کام ایسا جو رشک کو بڑھائے مجھ سا شکار تیرے ہاتھوں سے یونہی جائے

تمہارا ہاتھ کا سکھایا ہوا جانور بہت ہی نازک مزاج ہے۔ واللہ کہ اس مسکین کے ہاتھ میں بھی نہیں۔ بہت ہی کم پرواز ہے۔ اس نے اس میدان کی گرمی اور سردی نہیں دیکھی۔ جہاں تک ہو سکے۔ اس کو نیاز میں رکھنا چاہیئے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے۔ کہ واسطہ اور وسیلہ کی عزت و تعظیم کا بجا لانا بے شمار فیض کا باعث ہے۔ بیت

چھوڑ کر ہم کو غیر سے تو ملے　　　خوف غیرت کا تو ذرا نہ کرے

زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اپنی پانچ چھ دنوں تک تمہاری طرف متوجہ ہونگی اس سے پہلے بھی ایک دن اشارہ ہوا۔ کہ تمہاری طرف توجہ کرنے میں سستی نہ کریں۔ اور یہیں سے تمہاری ترقی کے لئے غائبانہ توجہ سے کام لیں اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق بخشی۔ تو دریغ نہ کرینگے۔ خیر ظاہر ہوا۔ کہ ابھی تمہارا کچھ لڑائی جھگڑا درمیان ہے۔ ایسے وقت میں یہ بات مناسب نہیں۔ کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچ جاؤ اور بقا باللہ کی بلندی میں نزول کرو۔ تاکہ عاشق میں معشوق کے سیر کے آثار ظاہر ہوں۔ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (نہیں مارا تو نے جس وقت کہ مارا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے مارا) کا ذوق حاصل ہو۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (ذات الٰہی کے سوا سب شے فانی ہے) کا راز کھل جائے۔ جب تک اس مقام پر نہ پہنچیں۔ خلافت الٰہیہ حاصل نہیں ہوتی۔ سلطنت تحقیق کے بادشاہ خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کا عکس باطن میں نہ پڑے۔ تب تک واصل نہیں کہہ سکتے۔ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے۔ کہ یہ بات توحید کے انوار ظاہر ہونے پر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ سب کو کثرت کے طور پر دیکھنا اور ہے اور سب کو واحد کے طور پر دیکھنا اور۔ جاننے والے جانتے ہیں۔ یہ بات کَانَ اللّٰہُ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ (اللہ تعالےٰ موجود تھا اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی) کا ظہور ہے جیسے کہ ازل میں تھا۔ ابھی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ تھا) کا راز اور ہے۔ وہ بہت ہی دقیق ہے۔ جو تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتا۔ والسلام والاکرام۔

رقعہ ۱۳

ایک خلیفہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اس برگزیدہ دوست کا محبت نامہ صادر ہوا۔ احوال و آثار معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نہایت اعلیٰ درجہ اور مقصد تک پہنچائے۔ آپ کو یاد ہے کہ وقت بہت ہی نازک ہے۔ اب تمام کاموں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور تمام ظاہری باطنی باتوں اور طاقتوں کے ساتھ اس رابطۂ مقصود کو قلب صنوبری تک پہنچانا چاہیئے۔ تاکہ حق الیقین کا کمال ظاہر ہو۔ اب بھی ان پانچ چھ دنوں تک آپ کی طرف متوجہ ہونگے۔ خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کا حکم یہی ہے۔ کہ ہم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں۔ گو ہم یہاں بھی آپ کے حال سے غافل نہیں ہیں لیکن کیا کریں۔ ہمیں آپ کا خادم بنا دیا ہے۔ یَا دَاوٗدُ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَهٗ خَادِمًا (اے داؤد جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ ؕ

رقعہ (۱۴)

ایک عالم کی سفارش میں جس کو ایک دولتمند نے بلایا تھا۔ تحریر فرمایا ہے یہ دولتمند نہایت ہی عابد اور صالحین کے زمرہ میں شامل تھا۔ اور ضروریات کے باعث بادشاہ کا ملازم ہو گیا تھا تادم تحریر سُنا جاتا ہے۔ کہ اس کے احوال و اوضاع اچھے ہیں اور کثیر العبادت ہے:۔

اللہ تعالےٰ اپنے پسندیدہ اور اچھے کاموں میں ہمارا انجام بخیر کرے۔ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یا اللہ تو ہی

دنیا آخرت میں میرا دوست ہے۔ مجھے مسلم بنا کر مار اور صالحین کے ساتھ ملا۔ بیت

تو نے کرم سے اتنے مسلم کئے مسلمان ۔۔۔ کیا ہوا گر بنائے مجھ کو بھی ایک مسلمان

اصلی مقصد یہی ہے۔ امید ہے کہ آپ دعا و توجہ کرینگے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس گرے ہوئے عاجز کو اس اعلیٰ مطلب تک پہنچائے۔ باقی مقصود یہ ہے۔ کہ جناب مخدومی اخوندی نے آپ کے ارادہ کے موافق اس قدر مسافت کو طے کر کے آپ کی رضا اور خوشنودی کو اپنے آرام اور فراغت پر اختیار کیا ہے۔ اس عمل کی جزا یہی ہے۔ کہ آپ بھی اپنی مراد کے موافق ان کی خوشنودی اور رضامندی اختیار کریں۔ اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (احسان کر جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے) مانی ہوئی بات ہے۔ والدعا مع الاخلاص

رقعہ (۱۵)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے۔

بیت

میں ہیچ ہوں ہیچ مقدار ۔۔۔ کیا ہیچ سے ہو سکے کار

مجھ بے سعادت۔ بدنصیب۔ عمر ضائع کردہ کو شرم آتی ہے۔ کہ اپنے بزرگوں کا نام لوں۔ چہ جائیکہ ان کی نسبت گفتگو کروں۔ لیکن چونکہ بعض مومن بھائیوں کا اس فقیر پر حسن ظن ہے کہ اس نے بزرگوں کی خدمت اور ملازمت کی ہے اور حضرات خواجگان قدس سرہم کی مزارات کی زیارت سے فیضیاب ہے اس لئے التماس کرتے ہیں۔ اور مجبوراً ان کا کہا ماننا پڑتا ہے۔ حضرت ایشاں قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بیت

خدا کے ماسوا اگر ذرہ بھی مقصود ہے تیرا ۔۔۔ اسے کر قتل تیغ لا سے وہ معبود ہے تیرا

ہمہ تن اسباب پر ہمت لگانی چاہیئے۔ کہ تیرے دل میں حق تعالیٰ کے سوا

اور کوئی خواہش باقی نہ رہے اللہ تعالیٰ کے سوا اور جو چیز تیرے دل کو اپنی
طرف مشغول کرے۔ لا الہ الا اللہ کہنے سے اس چیز کو اپنے دل سے اسطرح
دور کرے۔ کہ اس چیز کو اپنا دشمن جانے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
بڑی عاجزی اور نیاز سے دعا مانگتا رہے۔ کہ اپنے سوا کسی اور چیز کا گرفتار نہ کرے۔

بیت یہی بات کافی ہے تیرے لئے کہ اکدم بھی غافل نہ حق سے رہے

پس اگر مبتدی مشغول ہونا چاہے تو اسے چاہیئے۔ کہ اپنی امیدوں کو کم کردے
اور جان لے کہ میری زندگی بس یہی ایک سانس ہے۔ جو آجا رہا ہے۔ اور
اسی سانس کو آخری سانس سمجھ کر لا الہ الا اللہ کے ذکر میں اس طرح مشغول
ہو جائے۔ کہ لا الہ کے کہنے کے وقت جو کچھ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے سب دل
سے دور کرے۔ اور الا اللہ کے وقت حق تعالیٰ کو معبود اور محبوب ملاحظہ کرے
چنانچہ جتنی دفعہ لا الہ الا اللہ کہے اتنی دفعہ دل سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا
کوئی معبود نہیں ہے۔ اس ذکر میں ہمیشہ مشغول رہے۔ کبھی ترک نہ کرے۔
پہلا قدم طریقت میں یہی ہے کہ خالص توبہ کرے۔ اور اہل سنت وجماعت
کے عقائد کے موافق اپنے عقیدہ کو درست کرے۔ اور کتاب وسنت کے
مطابق عمل کرے اور شریعت نے جس بات سے منع کیا ہے ہٹ جائے
فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے کے بعد نفل تحیۃ الوضو۔ اشراق۔ چاشت۔
تہجد بھی ادا کیا کرے۔ جیسے کہ کتابوں میں لکھے ہیں۔ حضرت ایشاں قدس سرہ
فرمایا کرتے تھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندہ پر ارادہ کی صفت میں تجلی نہ
کرے۔ تب تک وہ بندہ اہل اللہ کا سلوک نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کسی کا مرید
ہو سکتا ہے۔ اہل اللہ کے رسالوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ جب ارادت
اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ تو یہ بہت ہی اعلیٰ نعمت ہے اور ان بزرگوار دنکی

روحوں سے ہمت واستقامت طلب کرتا رہے۔ بیت

خدا اور خاصانِ حق کی عنایت نہ ہو گر نہیں ملتی راہ ہدایت
تجھے گنجِ مقصود بتلایا ہم نے ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

اللہ تعالےٰ اپنی رضامندی کے کاموں میں ہمارا انجام بخیر کرے۔ اور یہ جو ہم نے اپنی قرابت کی نسبت کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ قریبی رشتہ داروں خاصکر اسی طرح کے قرابت والوں کے لئے طلب اپنے پاس ہی ہے نفس امارہ کو اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ کہ طلب کی خواری اٹھائے۔ سب کام اللہ تعالےٰ کے حوالہ کر دیں۔ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافی مہمات اور کارساز ہے۔ اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف توجہ ہے۔

رقعہ (۱۶)

ایک دوست کیطرف لکھا ہے:۔

سرہند میں شیخ احمد نام ایک آدمی بڑے علم والا اور قوی عمل والا ہے۔ چند دن فقیر کی مجلس میں رہا۔ فقیر نے اس کے روزگار اور اوقات سے بہت عجیب عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ امید ہے کہ وہ ایسا چراغ روشن ہوگا۔ جس سے تمام جہان روشن ہو جائیگا۔ اس کے احوال کاملہ یقینی ہیں۔ اسکے کامل احوال دیکھ کر میرا پختہ یقین ہے۔ کہ وہ ایسا ہی ہوگا۔ الحمد للہ۔ شیخ مذکور کے جتنے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ سب کے سب نیک اور عالم آدمی ہیں۔ اس دعاگو نے بعض کی ملاقات کی ہے۔ سب بیش قیمت موتی ہیں اور بڑی عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے فرزند جو اپنے بچے ہیں اللہ تعالےٰ کے اسرار ہیں۔ غرض سب کے سب شجرہ طیبہ یعنی پاک درخت کیطرح

ہیں۔ جس سے پاک ہی شاخیں نکلی ہیں۔ لیکن عیال کی کثرت اور فقر اور تنگدستی کی زیادتی اور وجہ معاش کے نہ ہونے کے باعث ان سب کے اوقات میں پراگندگی آرہی ہے۔ اگر ہر سال چالیسویں حصہ کے طور پر ان لوگوں کیلئے کچھ معین ہو جائے۔ اور تقسیم کرنے والا منتظم ان کے درمیان مناسب طور پر بانٹ دیا کرے۔ تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور بہت ہی نیکی اور اجر کا باعث ہے۔ تھوڑا بہت جس قدر بھی مقرر ہو جائے۔ خیرات اور نیکیوں کا رکن عظیم ہوگا۔ فقرا اللہ تعالیٰ کے دروازے ہوتے ہیں۔ اور بہت ہی عجب دل رکھتے ہیں۔ زیادہ لکھنا بے ادبی ہے۔

رقعہ (۱۷)

اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل جو دل بیار اور دست بکار ہونے سے مراد ہے ہمارے نصیب کرے۔ اگرچہ ان دونوں خزانوں کے درجے بیشمار ہیں۔ اور ان کے کمال تک پہنچنا بہت مشکل ہے لیکن اپنی ہمت اور طاقت کے بموجب ان سے باز رہنا بڑے خسارے اور نقصان کا باعث ہے شریعت اور طریقت کے عالموں نے ان دونوں کلموں کی شرح بہت اچھی طرح بیان کی ہے۔ مختصر یہ کہ دوسرا کلمہ جو شریعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور جس پر پہلے کلمہ کا مدار ہے۔ تمام سعادتوں کی جڑ اور تمام عقل والوں کے نزدیک ضروری اور واجب العمل ہے۔ یعنی احکام شرعی کے ساتھ اپنے آپکو مکلف کرنا۔ شریعت کی جائز باتوں پر آپ عمل کرنا۔ اوروں کو بھی ترغیب دینا ناجائز باتوں سے آپ بھی بچنا اور غیروں کو بھی ان کے کرنے سے منع کرنا۔ اور قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہو یا رسول اللہ اگر تم اللہ تعالیٰ

سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میری متابعت کرو۔ اللہ تعالےٰ تم کو اپنا دوست بنالیگا) کی حکمت اور بصیرت کے موافق عمل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

رقعہ (۱۸)

ایک خط کے حاشیہ پر جو حاضرین یاروں میں سے ایک یار نے جناب مخدومی میاں تاج الدین کیطرف لکھا تھا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں:۔

دوستوں اور مخلصوں کا دل آپ کی فیض کی برکتوں والی ملاقات کا خواہاں رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اچھی طرح نصیب کرے۔ میں نے ضعف اور سستی کے باعث خط علیحدہ نہیں لکھا۔ میں چنداں بیمار رہا ہوں۔ ابھی کچھ بیماری باقی ہے۔ خلق کی گرفتاری اور حق تعالےٰ کی غیرت دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے باطن سے شفقت کی صورت ظاہر کی ہے۔ بندہ بن کر اس کا بوجھ اٹھانا چاہیئے۔ اس جہاں میں انسان پر جو کچھ ضروری ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مخلوقات پر شفقت کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعظیم بجالائے۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

رقعہ ۱۹

شیخ تاج الدین کی طرف لکھا گیا ہے:۔

میرے بھائی سعادتمند شیخ تاج الدین مخلصانہ دعا اور مشتاقانہ سلام قبول کریں۔ اور تعلق اور گرفتاری کے جنگل میں حیران و پریشان پھرنے والوں کی طرف توجہ اور التفات فرمائیں۔ بیت

سو ملک دل کے ملتے ہیں یونہی اک نظر سے　　پر نازنین ایک سودا انہیں ہیں کرتے

میرے عزیز- ہدایت مطلق مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ (نہ آنکھ نے کجی کی نہ سرکشی) کے پرتو میں ہے- جبکہ سالک کا باطن ذات بحت کا گرفتار ہو- اس کا نشان یہ ہے- کہ درد دوری کے باوجود تمام مقامات اور مشاہدات اور ظہور کے مراتب اس کی نظر ہمت میں حقیر دکھائی دیتے ہیں- بیت

ہیں چند رند ایسے مخفی ہے جنکی حالت بھاتی نہیں ہے انکو دونوں جہاں کی نعمت

ایسی حالت والا شخص بشرطیکہ اس حالت کا سر سے قطع تعلق کرے- بندگی کے مقام میں پہنچکر اسم غنی کا مظہر بن جاتا ہے- اور اس کا فقر نہایت تک پہنچ جاتا ہے اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللهُ (فقر جب تمام ہوا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے) کے یہی معنی ہیں- یہ مقام کشش الٰہی کے استغراق اور اسبات کے جاننے کے بغیر کہ یہ کشش بھی اسی کی طرف سے ہے- حاصل نہیں ہوتا- موجودات کی صورتیں اور جہان کی شکلیں محض سراب ہی سراب ہیں- والدعار-

رقعہ (۲۰)

ایک بلند طبیعت والے سید کی طرف جو حضرت ارشاد پناہ قدس سرہٗ کی درگاہ کا مقبول تھا- مگر مرتبہ وجاہ کی بلندی کے باعث خادموں اور خانقاہیوں کے گروہ میں داخل ہوا- لیکن نشست و برخاست اور صحبت سے جو اس کو حاصل ہو چکی تھی اس کو بہت فائدے حاصل ہوئے- اگرچہ اس کو خود ان کا علم نہیں اور یہ بھی احتمال ہے- کہ بعض بیہودہ صحبتوں کے باعث کچھ فائدے دور ہو گئے ہونگے- مگر بعض میں مستقیم رہا- بہرحال دنیا میں گرفتار ہونے کے باعث نصیحت اور شفقت کا مستحق تھا-

اللہ تعالیٰ آپ کو کامل میراث سے بہرہ مند کرے- آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی میراث علم وحال ومقام ہے۔ آپ کو جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ یگانہ اور یکتا
حاظر وناظر۔ کامل قدرت والا۔ بندوں کا وکیل۔ فرمانبرداروں اور مطیعوں کے حق میں
لطیف اور رؤف یعنی لطف اور نرمی کرنیوالا۔ سرکشوں اور نافرمانوں کے حق میں
قہار اور جبار یعنی قہر اور جبر کرنیوالا۔ عاجزوں اور نادموں اور عذر خواہوں کے
حق میں غفور اور رحیم ہے۔

آپ کو یہ بھی جاننا چاہیئے۔ کہ دونوں جہاں کی سعادت اس بات میں
ہے کہ شریعت پر چلیں۔ سنت کے موافق عمل درست کریں۔ حال آپکا
یہ ہونا چاہیئے۔ کہ خدا اور رسول اور ان کے فرمانبرداروں اور نیازمندوں کے ساتھ
محبت رکھیں۔ اور جس بات میں خدا اور رسول راضی ہوں۔ ان کو خوشی سے
بجالائیں۔ شریعت اور اہل شریعت کی تعظیم اور ادب کریں۔ مقامات میں
سے مقام رضا۔ جود وسخاوت۔ بندوں پر شفقت۔ اپنی طاقت کے بموجب
لطف وقہر سے شریعت کو رواج دینا وغیرہ وغیرہ حاصل کریں۔ اور جو کچھ
ضروری ہے مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً (جو شخص میری طرف
پیادہ آئے میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں) کے موافق عمل کرتا ہے۔
انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو بے نہایت علوم واحوال ومقامات حاصل ہونگے

رقعہ (۲۱)

ایک عالیشان امیر کی طرف لکھا ہے۔ جس نے حضرت مغفرت پناہ ارشاد
دستگاہ قدس سرہٗ کی برکت سے بہت اچھی صنعتیں حاصل کرلی تھیں۔
اللہ تعالےٰ اپنی بے علت عنایت سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ اصل بات
یہی ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے عنایت کا دروازہ کھل جاتا ہے بس یعنی

باطن اللہ تعالےٰ کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے۔ روح اس کی محبت سے چمک اٹھتی ہے۔ دل کتاب وسنت کے احکام کو مان لیتا ہے۔ تن استقامت کے مقام میں قائم ہوجاتا ہے۔ انسان کی پیدائش سے مقصود یہی ہے۔ باقی رہے معارف وکمالات۔ اگر وہ اس طرح پر حاصل ہوں۔ کہ ان اصول میں خلل نہ ڈالیں۔ تو نُوْرٌ عَلیٰ نُوْرٍ ہیں۔ ورنہ ہیچ وبے سود۔ پس جو شخص غایت اور نہایت کمال کے ظہور کا طالب ہے۔ اس کو اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں دوست بنالیگا) کے موافق ہمیشہ متابعت میں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اگر بشریت کے باعث اس سعادت میں کسی قسم کا نقصان ہوجائے۔ تو ہمیشہ نیاز مند ہوکر اہل اللہ کے دلوں سے دعا کا طالب رہے۔ شاید کوئی دعا اس کے حق میں کارگر اور مفید ہوجائے۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ آپ اس طریقہ پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔ اور بہت سے پاک دلوں کو اپنا خیر خواہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ نصیب کرے۔ کاتب کا حال بہت ہی شورہ اور پریشان اور بے سرانجام ہے۔ اب جو بات اس سے نکلتی ہے۔ اچھی نہیں نکلتی۔ صرف اپنے علم کے موافق کہ جس پر ایمان رکھتا ہے۔ کوئی بات لکھدیتا ہے۔ کیا کیا جائے۔ چونکہ آپ نے اس قسم کی باتوں کے لکھنے کے لئے اشارہ کیا ہوا تھا۔ اس لئے جرأت کی گئی۔ ورنہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں میں کون ہوں جو ایسی نصیحتیں کرسکوں۔ میرے لئے تو یہ ضروری ہے۔ کہ میں اپنے پہلے بُرے بھلے حال سے کہ جس پر رہا ہوں توبہ کروں۔ اور ہمیشہ عام مسلمانوں کی طرح کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے از سرِ نو ایمان لاؤں۔ تاکہ اسی طرح

دم نکل جائے۔ اور اس شیطانی چال سے ایمان کی صورت سلامت لے جاؤں لیکن ہائے افسوس جسمانی کمزوری اور نفس سرکش کی نافرمانی کے باعث مجھ سے یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ دیکھیئے انجام کیا ہوتا ہے۔ صرف اتنا جانتا ہوں۔ کہ اس ارحم الراحمین کے ساتھ معاملہ ہے۔ مصرعہ

کسی نے تیرا نہ کچھ بگاڑا تو مجھ سے کیسے یہ ہوسکیگا

اول آخر ظاہر باطن اللہ تعالےٰ کی حمد ہے۔

رقعہ (۲۲)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو اپنی مرضی کے موافق سرانجام دے۔ بیت

کوئی مراد نہیں مانگتا ہوں میں تجھ سے　　مگر یہی کہ تو مجھ کو کبھی جدا نہ کرے

الغرض دل بیار تن بکار رہنا چاہیئے۔ تصوف کا مقصود یکسو دیکھنا اور یکساں جینا ہے۔ اللہ تعالےٰ کامل توفیق کرے۔

رقعہ (۲۳)

ایک امیر کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ ظاہر کو کرم کے ساتھ اور باطن کو نور کے ساتھ محفوظ رکھے اور شکستہ دل اور مشتاق جان عطا فرمائے۔ غرض وجود کے تمام لطائف کو بندگی کے سیدھے راستہ پر ثابت و قائم رکھے۔ اور اپنے فضل و کرم سے اس گرفتار کو قیامت کے دن آزاد لوگوں کے گروہ میں اٹھائے۔

رقعہ (۲۴)

اسی امیر مذکور کی طرف لکھا ہے:۔

شیخ حیدر کے بڑی عزت والے خادم جنہوں نے اپنی عمر طریقت کے درویشوں اور مقتداؤں کی خدمت میں صرف کی ہے۔ اور مشائخ ترک کے طریقہ میں صاحب اجازت بھی ہیں۔ حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کر رہے ہیں۔ چونکہ اس ملک کے حالات سے ناواقف اور ناآشنا ہیں۔ غریب اور تنگدست بھی ہیں۔ اس لئے بہت متفکر اور متردد ہیں چونکہ آپ کی عزت و شرافت والی بارگاہ کہ اللہ تعالےٰ اس کو زیادہ زیادہ پاک و صاف کرے) فقراکی جائے پناہ۔ غریبوں کی مشفق۔ بیچاروں کی چارہ ساز ہے۔ اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ ان سے اچھی طرح ملاقات کر کے ان کو اپنی عزت و سخاوت سے محظوظ فرمائیں گے۔

رقعہ (۲۵)

ایک مخلص کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ اعلیٰ مطلب تک پہنچائے۔ بیت

نہ ہو ایک دم بھی کبھی اس سے دور   کہ دوری سے ہوتا ہے پیدا فتور
تو جس حال میں ہو نہ کر حق سے غفلت   کہ نزدیک رہنے سے بڑھتی ہے الفت

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ کُنْتُ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ۔ الی آخر الحدیث یعنی ہمیشہ بندہ فرضوں کے علاوہ نفلی عبادت کے ساتھ میرا تقرب ڈھونڈھتا ہے اور چاہتا ہے۔ کہ میرا مقبول اور محبوب

ہو جائے۔ حتیٰ کہ اس کوشش وسعی کے باعث میں اس کو دوست بنالیتا ہوں
جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں۔ تو میری عنایت کا جذبہ اُس کو
اپنے آپ سے کھینچ لیتا ہے۔ اور میں اس کی عین قوتیں اور اعضا بن جاتا ہوں
میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے۔ میرے ہی ساتھ پکڑتا ہے۔ میرے ساتھ ہی
چلتا ہے۔ الغرض حتی المقدور حق تعالے کی طرف مراقب اور متوجہ رہنا چاہیئے
اور تمام امور میں اللہ تعالے کو حاضر و ناظر سمجھنا چاہیئے۔ اور تمام خیرات اور
مبرات یعنی نیک اور اچھے کاموں میں اللہ تعالے کا دیدار اور اس کی رضا
مقصود ہونا چاہیئے۔ تاکہ بلند ہمت والے لوگوں کے درجہ تک پہنچ جائیں
اللہ تعالے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل بزرگ کی طفیل
اس عاجز بیکس کی دلی مراد برلائے۔

رقعہ (۲۶)

ایک مخلص کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالے آپ کو ان عملوں کی توفیق بخشے۔ جن کو وہ چاہتا اور پسند
کرتا ہے۔ جن کاموں کو اللہ تعالے پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے۔ وہ
حقیقت کے جاننے والے داناؤں کی کتابوں میں لکھے ہیں۔ ان کا خلاصہ
یہ ہے۔ کہ اپنے عقیدے کو سلف صالحین یعنی گذشتہ نیک لوگوں کے
عقیدوں کے مطابق کریں۔ اور امامان حق یعنی مجتہد اماموں میں سے کسی
ایک امام کے مذہب کے موافق عمل کریں۔ یہ سعادت تب حاصل ہوتی ہے
جب ان لوگوں کے ساتھ جو دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب
اور مقبول ہیں۔ یعنی دینی عالم اور سادات اور سچے فقرا کے ساتھ جو اپنے

قول و فعل میں بدعت اور الحاد سے بچتے ہوں۔ محبت رکھیں۔ اور ان کے مخالفوں کی تحقیر اور ان کے عقیدوں کی تردید کریں۔ اسی طرح اس نور کی روشنی میں مظلوموں کی مدد کریں۔ محتاجوں کی حاجت پوری کریں۔ مجرموں کے قصور معاف کریں۔ عاجزوں کے حساب اور لین دین میں نرمی اور فروگذاشت سے پیش آئیں۔ مگر خیال رہے کہ شریعت کا کوئی حق فوت نہ ہو جائے۔ ان سب باتوں میں سے جس قدر بھی حاصل ہو سکیں غنیمت اور سعادت ہیں۔ بعض کے ترک ہونے سے سب کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا)۔

رقعہ (۲۷)

ایک سید دوست کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ اپنے کرم اور احسان سے اس سیادت اور طہارت کے درخت کو اصلیہ ثمروں اور پھلوں سے سرسبز اور پھلا پھولا بنائے۔ اگر بخشش اور کرم کا چشمہ جوش میں آئے۔ تو لاحق یعنی خلف سابقین یعنی خلف کیساتھ مل جائیں۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس سعادت کے حاصل کرنے کا بہتر ذریعہ نیک اور عام خاص لوگوں کے ساتھ نیازمندی اور عاجزی اور دلجوئی سے پیش آنا ہے۔ آپ کی نسبت اس قسم کی باتوں کا لکھنا فضول اور بے فائدہ ہے۔ لیکن نصیحت اور یاد دلانے کی خاطر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

رقعہ (۲۸)

اللہ اکبر۔ ایک عورت کی طرف لکھا ہے۔ جس کے باطن میں طلب کا ارادہ

غالب تھا۔ چونکہ صحبت کا شرف اس کو حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہی طریقت میں داخل ہوئی۔ عورتوں سے کچھ فائدہ اٹھا سکتی۔ کیونکہ اس قسم کی عورتیں جو صحبت کے لائق ہوں یا دوسری عورتوں کو فائدہ پہنچا سکتی ہوں۔ اس شہر میں نہ تھیں اسلئے شفقت اور محبت سے یہ چند سطریں اس کی طرف لکھیں۔

اللہ تعالےٰ اپنی کامل توفیق تمہاری رفیق بنائے۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حکموں کو بجالاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔ اور جن باتوں کا کرنا ناجائز ہے۔ ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کسی پر غم وغصہ نہ کرو۔ کسی مسلمان کے حق میں برائی نہ سوچو۔ دنیا کے بے وفا مال ومتاع پر نظر نہ ڈالو۔ اپنے آپ کو تمام مخلوقات سے بزرگ نہ جانو۔ اور آخرت کے سفر کو نہ بھولو۔ ان صفتوں کے حاصل ہونیکے بعد اگر اللہ تعالےٰ فضل فرمائے۔ اور توفیق بخشے۔ تو کلمہ لا الہ الا اللہ کا آہستہ آہستہ تکرار کرتے رہو۔ اور دل کے حضور اور فراغت سے تکرار کے وقت جہان اور جہان والوں کو اعتبار کی نظر سے ہٹا رکھو۔ اس سے بہت عمدہ فائدے اور نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام ظاہری اور باطنی احوال میں ہمیشہ حاضر وناظر رہے۔ طالب صادق کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ مخلوقات کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ہمیشہ خدا کی نظر رحمت کا منتظر رہے۔ بیت

نہ ہونگا یار سے غافل کبھی میں ایک لحظہ بھر ۔۔۔ کہ شاید کس گھڑی اسکی نظر پڑجائے عاصی پر

تمہیں جاننا چاہیئے۔ کہ دل کو اطمینان اور فراغت اور حضور تب حاصل ہوتا ہے۔ جب بقدر حاجت پاک اور حلال کھانا کھایا جائے۔ اور بیہودہ گو اور دنیا کے طالبوں کا ملنا جلنا چھوڑ دیا جائے۔ اگر ہزار سال ذکر کرتے رہو

مگر تمہارا کھانا حلال نہیں۔ تو تمہیں کبھی مقصود حاصل نہ ہوگا۔ بیت

بھوک خاموشی و تنہائی و بس ذکر مدام   ناقصوں کا ان سے بنجاتا ہے اچھا سارا کام

والسّلام والاکرام۔

رقعہ (۲۹)

ایک طالب کی طرف لکھا ہے:۔

تمام سعادتوں کا سرمایہ۔ اللہ تعالےٰ کی ذاتی محبت ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اچھی طرح حاصل ہو جائیگی اگر کرم اور فیض کا چشمہ جوش مارے۔ تو پچھلے لوگ بھی پہلے لوگوں کی طرح بن جائیں۔ بیت

نہ ہو ہرگز تو اس درگاہ سے ناکام   کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں امیدوار اور منتظر رہنا چاہیئے۔ اور کسی کام کو اسکی نگرانی اور توجہ کا مانع نہیں بنانا چاہیئے۔ غرض اور کسی چیز کا غم نہ کرنا چاہیئے۔ اس کے سوا اور جتنے کام ہیں ان میں نقصان ہوتا ہو تو ہونے دو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ جمعیت یہی ہے۔ کہ سب کی طرف سے ہٹکر تو واحد حقیقی کے مشاہدہ میں لگا رہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے کلمات میں لکھا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے۔ کہ جمعیت اسباب کے جمع کرنے میں ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ تفرقہ میں رہے۔ اور جنہوں نے یقیناً جان لیا۔ کہ اسباب کا جمع ہونا سراسر تفرقہ کا موجب ہے۔ تو انہوں نے سب اسباب سے ہاتھ اٹھا لئے۔ اللہ تعالےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ اور ان کے محبوں اور دوستوں کی طفیل اس گرفتار کو اس جمعیت کے کمال تک پہنچائے۔ ایمان کی حقیقت کندن (توڑنا) اور پیوستن (ملنا

اور جوڑنا) ہے۔ مصرعہ

غیروں سے توڑ کر دل کو تو لگائے حق سے

ہر کام کا انجام اس کے سپرد ہے۔ بیت

گر آجائیگا تو خوشی سے تو بہتر　　　دگرنہ بلا لیں گے خود تجھ کو آکر

رقعہ (۳۰)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرمانبرداری کے اعلےٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ ایک بزرگ اپنے دوست کو کہا کرتا تھا۔ کہ صوفی۔ مُلّا۔ یہ وہ نہ بن۔ صرف مسلمان بنجا۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یا اللہ تو مجھے مسلمان بنا کر مار۔ اور نیکوں کے ساتھ ملا) غرض کبھی کبھی ہمارے لئے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے دعا مانگتے رہا کریں۔ اس بات کو بالکل تکلف اور بناوٹ نہ جانیں۔ کیونکہ مسلمان بننا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ کی محض مہربانی اور بخشش کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ کسب کا وہاں کچھ دخل نہیں۔ تصوّف کی حقیقت صرف مسلمان بننا ہے۔ تصوّف کا مقصود یکسو دیکھنا اور یکساں جینا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

رقعہ (۳۱)

اپنے وقت کے کسی درویش کی طرف لکھا ہے:۔

سبحان اللہ! میں نہیں جانتا کیا لکھوں۔ اس بارگاہ عالی کا پایہ کمال اس سے

کئی گنا بلند ہے کہ کسی پست کی دانائی کی نظر میں اس کا سراغ آسکے یا کسی وقت اس کی کیفیت کی تعریف اور بیان کر کے اپنے وقت کو آباد کر سکے۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ (میں تیری پوری ثنا نہیں کر سکتا) تو آپ ہی اپنی زبان حال سے اپنے وجود کے خلوتخانہ میں اپنی زیبائی کی داستان اپنے ساتھ بیان کرتا ہے۔

ہاں تجھے ہی لائق ہے۔ کہ عزت کے خیمہ کے پردہ نشین کا نظارہ کرے لَا یَحْمِلُ عَطَایَاہُ اِلَّا مَطَایَاہُ (اس کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) اگر تو نے کوتاہ نظروں میں فضل و کرم فرما کر ان کی استعداد کے موافق اپنے آپ کو ان پر ظاہر فرمایا ہے۔ تو ان کو بھی تیرے ساتھ نہیں گن سکتے۔ اس لئے اپنی عاجزی ظاہر کر کے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ جامعہ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (تو ویسا ہی ہے جیسے کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے) پر کفایت کریں۔ کیونکہ عاجزی کا ظاہر کرنا بھی جو اصل میں اپنے جمال کا اظہار ہے۔ ثنار کی حقیقت ہے۔ بیشک یہی بات اچھی ہے۔ جب تو اس راز کو جو تیری ذات کے لائق ہے اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ تو ہم بھی اس راز کو جو ہمارے لائق ہے بیان نہیں کرتے۔ بیت

جو نہیں ہمرنگ اپنے یار کا　　عشق کا اس کو نہیں ہے کچھ پتا

ہائے افسوس! میں کیا کہوں۔ یہ وہ امانت ہے۔ جو تو نے ہمیں عنایت فرمائی تھی۔ جس کو ہم نے نَسْیًا مَّنْسِیًّا کر دیا۔ اور بھلا دیا ہے۔ اور حق کو چھوڑ کر ظلومی اور جہولی کے داغ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ شاید اسی واسطے فرمایا ہے کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ (جو امانتدار نہیں وہ ایماندار بھی نہیں) اس مقام میں مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ (ہم نے تجھے نہیں پہچانا

جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے) ہمارا کافی گواہ ہے۔ وہ شخص بہت ہی اچھا ہے۔
جو کذب اور جھوٹ کے ننگ سے پاک ہے۔ بیت

جس کا فنا ہو شیوہ اور فقر جس کی حالت — لئے کشف و دین عرفان نہ یقین کی ہے حاجت

اگر اس مقام والا ثنار کے شمار کو اس نسبت مائی اور منی سے سلب کرے
یعنی ثنار جمالی سے منسوب نہیں۔ تو کوئی تعجب نہیں۔ اگرچہ یہ کلمہ مقصود کے
ساتھ کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ کلام کا سلسلہ اسی طرف شروع ہو گیا
تھا۔ اور حدیث کے معانی کی تحقیق میں دخل رکھتا تھا۔ اس لئے قلم کی باگ
ہاتھ سے نکل گئی۔ اب رجوع اور بازگشت کا وقت ہے۔ مصرعہ

ہم سے ہے عجز و نیستی مطلوب

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ (تیرے سوا کوئی معبود نہیں
تو پاک ہے میں ظالموں میں سے ہوں) اس صحیفہ میں حدیث
لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ تاویل کے طور پر پانچ طرح
بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ کافی تامل کے بعد معلوم ہو جائیگا تمام جہان کے
مخدوم زادے جو سراپا نیک اخلاق کا مجموعہ ہیں۔ آداب بندگی قبول فرمائیں
ان کے حق میں یہی بات کافی ہے۔ بیت

کرتی ثنا ہے اسکی ہر آدمی کی سیرت — اس سے زیادہ بڑھکر کیا ہے ثنا کی حاجت

رقعہ (۳۲)

عقائد کے بیان میں ایک طالب کیطرف لکھا ہے:۔

واضح ہو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی تھے۔ مگر آدمیوں کی
نسبت زیادہ پاک تھے۔ اَن پڑھ تھے۔ جس ملک میں پیدا ہو کر بڑے ہوئے
اس ملک کے لوگ بھی اَن پڑھ تھے۔ لیکن ان کے پہلے باپ دادا سب

چیزوں میں جو آدمیوں کے لئے درکار ہیں دانا تو تھے اور روئے زمین کے تمام
لوگوں سے بہتر تھے۔ مگر رفتہ رفتہ علم ان سے جاتا رہا۔ پس خدا تعالیٰ نے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اور اپنا دوست بنایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے خدا تعالیٰ کو اچھی طرح پہچانا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو بھیجا۔ کہ حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہدو۔ کہ میری صفتیں جنوں اور انسانوں کو بتلائیں۔ اور
جن کاموں سے میں راضی نہیں ہوں ان سے منع کریں۔ اور ان کو نماز۔ روزہ
حج۔ زکوٰۃ اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرنے کی تعلیم دیں۔ پہلے پہل فرشتہ
نے ان سب باتوں کو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ حضرت محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں
کو جو آپ کے دیدار پاک سے مشرف تھے۔ یہ باتیں بتلائیں۔ اسی غرض کیلئے
اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذریعے انسانوں اور جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجی۔ اب بندہ مومن کو
لازم ہے کہ دل کے ساتھ یقین کرے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے۔ اور
جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدا تعالیٰ کے پیغمبر اور برگزیدہ ہیں۔ فرمایا ہے
سب سچ ہے۔ اور زبان سے بھی اقرار کرے۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
اس قدر جان لینے کے بعد ضروری ہے کہ عالموں اور داناؤں سے تحقیق کرے
کہ ہمارے لئے اس کتاب میں کیا فرمایا ہے کہ کیا جاننا چاہئے کیا کرنا چاہئے
اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں فرمایا ہے۔ کہ میں زندہ ہوں۔ ہمیشہ سے ہوں
ہمیشہ رہونگا۔ سب کچھ جانتا ہوں۔ سب چیز پر قادر ہوں جو چاہوں کرتا
ہوں۔ سب کچھ سنتا ہوں۔ سب کچھ دیکھتا ہوں۔ ہر شخص کے ساتھ اُس کی

رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہوں۔ جبار و قہار ہوں۔ رحیم کریم بھی ہوں۔
تمام جہان کو اور جو کچھ کہ اس میں ہے انسان۔ پری۔ فرشتہ۔ زمین آسمان۔
پتھر۔ لکڑی وغیرہ سب کچھ میں نے ہی بنایا ہے۔ اور میں ہی بناتا ہوں۔
جو چیز پیدا ہوتی ہے۔ اسے میں ہی پیدا کرتا ہوں۔ جو چیز فنا ہوتی ہے
اسے میں ہی فنا کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بنانے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ
بنایا ہے۔ تاکہ دنیا میں ہر شخص اسکو پہچان لے۔ اور اس کے کام کو نہ دیکھے
نیز جان لو کہ وہ یگانہ ہے۔ ان کاموں میں اس کا کوئی شریک۔ وزیر۔ کارکن
مددگار نہیں ہے۔ جو کچھ اس کے ماسوا ہے۔ سب کو اسی نے پیدا کیا اور بنایا
ہے۔ نیز اللہ تعالے نے اس کتاب میں فرمایا ہے۔ کہ میری بندگی کرو۔
وہ بندگی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اور کافروں کے ساتھ لڑائی کرنا ہے۔ نیز
حقداروں یعنی ماں باپ وغیرہ کے حق ادا کرو۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ ان باتوں کا
علم بہت ہے۔ عالموں سے تحقیق کر لو۔ نیز جان لو۔ کہ حضرت محمد مصطفے صلی
اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں سے زیادہ خوبصورت۔ خوش رو۔ خوش خلق تھے
ان کی ذات سب انسانوں کی ذات سے زیادہ پاک تھی۔ ان کا دل سب
لوگوں کے دلوں سے زیادہ روشن تھا۔ تمام اولیا انہی کے کوچہ کے گدا
ہیں۔ جو صفتیں اور کمال تمام انسانوں میں ہونے ممکن ہیں۔ سب سے
زیادہ ان میں موجود تھے۔ اسی طرح اللہ تعالے نے ان کے دل کو اپنا گھر
بنایا ہوا تھا۔ جو کچھ کہتے تھے۔ خدا سے کہتے تھے جو کچھ جانتے تھے۔ خدا
سے جانتے تھے۔ جو کچھ کرتے تھے۔ خدا کی قدرت سے کرتے تھے۔ اب
بھی ویسے ہی ہیں جیسے کہ تھے۔ اور ویسے ہی رہینگے۔ جس طرح کسی کو
جن پکڑ لیتا ہے۔ تو اس وقت جو کچھ وہ کہتا ہے یا کرتا ہے۔ جن ہی کہتا اور

کرتا ہے۔ یہ مثال بعینہ نہیں ہے۔ یہ مثال اس لئے ہے تاکہ جان لو۔ کہ اسکا قرب کسی قرب کے مانند نہیں ہے۔

رقعہ (۳۳)

مشیخت کے ترک کرنے اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے کے بعد بعض خاص دوستوں کے سوا تمام حاضرین دوستوں کو پہلے فرما دیا تھا۔ کہ میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں جائیں۔ چونکہ ایسے مخلصوں کا دفعۃً اس درگاہ سے قطع تعلق کرنا نہایت ہی مشکل تھا۔ اس لئے سب ملول اور رنجیدہ خاطر ہوئے۔ آخر کار بعض دوستوں کو بڑی مہربانی اور ترغیب سے راضی کرکے بھیجدیا۔ اور وہ دوست جو بغیر رضا کے محض امر عالی سے جاتے تھے۔ ان کو منع کردیا۔ اس وقت یہ عنایت نامہ دیکھا گیا کہ جو سراسر نیستی سے پُر ہے۔ اللہ تعالےٰ کمال صفا نصیب کرے۔ وہ دوست جو ہمارے بار وجود کے گرفتار تھے۔ چونکہ ہم وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (ہم میں سے ہر ایک کا مقام معلوم ہے) کی تنگی میں ہیں۔ اس لئے ہماری عقل و فکر نے ان کے حق میں یہ بہتر معلوم کیا۔ کہ اس موسم برسات میں اس بُوقلموں (گرگٹ) کے مقابلہ سے دور ہوکر آفتاب شہود کی شعاعوں میں زندگی بسر کریں۔ انشاء اللہ العزیز نیکی و پاکی سے انجام ہوگا۔ جماعت و صحبت کے فائدے ثابت اور روشن ہیں۔ ان کے بیان کی حاجت نہیں۔ بیت

ہم گرفتاروں کو اپنے ظلم کے تو تیر مار   سنبل و گل کیجیو آزاد مردوں پر نثار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ جَمِیْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ (ان تمام باتوں سے جن سے اللہ تعالےٰ ناراض ہے۔ توبہ کرتا ہوں) دیر ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے

احوال شریف کچھ نہیں لکھے۔ امید ہے کہ وہ بخیریت ہوگی۔ موسم برسات کے بعد اگر استخارہ سے اجازت ہوئی۔ تو آجائیں ورنہ خیر۔ لیکن جو کچھ استخارہ بینا ظاہر ہو۔ ہماری طرف لکھیں۔ اور اگر تعبیر بھی آپ ہی لکھیں۔ تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اور بہت ہی بہتر ہے۔ والدُّعاء۔

سبحان اللہ یہ ہے فقیری کہ باوجود آفتاب ہونے کے کس قدر انکساری فرما رہے ہیں خدایا میرے دل کو حضرت خواجہؒ کی محبت سے ہمیشہ لبریز رکھ۔

رقعہ (۳۴)

ایک دوست کی طرف لکھا ہے ؛۔

اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ اور نیک لوگوں کی برکت سے ان بیمار فقرا اور مساکین کا علاج فرمائے۔ مدت گذری ہے۔ کہ ہم نے اپنی نیازمندی اس بارگاہ ولایت میں عرض نہیں کی۔ ہاں صرف اسی ایک کلمہ کو سچے قاصد اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے۔ کہ اس قسم کی بات خود بخود حاصل ہو سکتی ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی طرف لکھنا بہت بے شرمی ہے اور ظاہری حالات کا بیان کرنا بہت بے جا ہے۔ غرض ہم کو اپنی حدِ نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اور فضول باتوں سے بچنا چاہیئے۔

رقعہ (۳۵)

جن دنوں حضور قدس سرہٗ نے مشیخت کو ترک کر دیا تھا۔ اور گوشہ نشینی اور تنہائی ترقی پر تھی۔ اور تمام یار پرانے دستور کے موافق تعظیم و تکریم بجالایا کرتے تھے۔ گھر سے مسجد والے دوستوں کی طرف یہ رقعہ تحریر فرما کر مسجد

میں بھیجدیا۔ تاکہ مریدانہ تعظیم کو ترک کردیں۔

بندہ مخدوموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ کہ بندہ چند دن اپنی بہتری اس بات میں دیکھتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی پاک کلام کے موافق عمل کیا جائے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ اب شیخی کے دروازہ کو بند کردو۔ اور یاری کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اب مسجد میں تواضع اور تعظیم کو بھی چھوڑدیں۔ اور مسجد میں نشست و برخاست اور آمدورفت کے وقت فقیر کے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ کریں۔ جیسے کہ مرزا حسام الدین اور مولنا یوسف وغیرہ دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ دلہ سے میاں شیخ الہ داد تک چھوٹے بڑے دوست اسی طرح عمل کریں اللہ تعالےٰ آپ کو انشاء اللہ تعالےٰ اجر اور ثواب دیگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)۔

رقعہ ۳۶

ایک مستعد حضور کی بارگاہ میں کبھی کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور بارگاہ کے خادموں اور دوستوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنے کے باعث قاصر اور کم ہمت رہتا تھا۔ اور امیدواروں اور فرزندوں کی کثرت کے باعث فقر کی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور وجہ معاش کے اسباب اختیار کرنے میں بھی اُس کی بہتری متصور نہ تھی۔ وہ مستعد ناچار ہوکر وجہ معاش کے حاصل کرنے کیلئے چلا گیا تھا۔ ایک بزرگ عالم نے جو باطنی نور اور بہتری رکھتے تھے۔ اور اس مستعد درویش کے رشتہ دار تھے۔ درگاہ عالیہ میں عرض کی۔ کہ وہ مستعد اس سفر سے واپس آکر کمال حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ اس لئے اس عالم

مذکور کے خط کی پشت پر جو اس نے اس مستعد کی طرف لکھا تھا۔ اس کی واپسی کے لئے یہ چند سطریں تحریر فرمائیں۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (اللہ تعالےٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ان کو اندھیرے سے نکالکر نور اور روشنی میں لے آتا ہے) جو کچھ لکھنے کے مناسب تھا۔ وہ حضرت مخدومی کے خط میں لکھا جا چکا ہے۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ (فرصت وقوت بلکہ وقت اور نفس کو غنیمت جان کر اس کے موافق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ افسوس کہ اس عاجز گرفتار میں اب کام کی طاقت نہیں رہی۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس دو روزہ عمر میں اپنی کم ہمتی کا ماتم کرتا۔ اور کیمیاء مقصود کی تلاش میں ہاتھ پاؤں مارتا۔ اور اس راہ میں اپنی زندگی قربان کرتا۔ اللہ تعالےٰ اس گئی گذری حالت میں بھی درد اور شوق عطا فرمائے۔ تاکہ اپنے دونوں جہاں کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار میں رکھ کر تمام تعلقات اور گرفتاریوں سے آزاد ہو جاؤں آمین! یارب العالمین۔ اس بھائی سے امید ہے۔ کہ عاجزی کا منہ خاک پر رکھ کر فقیر کی اس آرزو کے حاصل ہونے کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگینگے کیونکہ غائب کی دعاء غائب بھائی کیلئے بہت جلدی قبول ہوتی ہے۔ والدّعاء

آپ نے ۲۵ رجمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو ہفتہ کے دن پچھلے پہر اس دنیائے فانی سے دار القرار کی طرف رحلت فرمائی ہے خدا کی آپ کی اوپر بے حساب رحمت نازل ہو۔

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے بیان میں

آپ حضرت قطب الاقطاب خواجہ غریب نواز عارفوں کے سرتاج خواجہ

باقی باللہ قدس سرہ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔

سبحان اللہ آپ کی وہ شان تھی کہ جو شخص آپ کو دیکھتا بے اختیار مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ کہتا۔ یعنی یہ انسان نہیں ہیں بلکہ کوئی بزرگ فرشتے ہیں۔ کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور هٰذَا وَلِيُّ اللّٰہ اس کی زبان پر جاری ہوجاتا تھا۔ حدیث اِذَا رُأُوا ذُکِرَ اللّٰہُ گویا آپ کی شان میں وارد ہوئی تھی۔ یعنی اولیاء اللہ کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ باوجود ضعفِ اسلام اور غلبۂ کفر ہزاروں کافر آپ کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے۔ اور جماعت کثیر فساق و فجار آپ کے اخلاق کے مطالعہ سے تائب ہوگئی۔ اور صلاح و تقویٰ اور خداترسی و حق پرستی میں مشغول ہوگئی۔

ایک جم غفیر اطراف واکناف عالم سے واقعات اور خوابوں میں آپ کی صورت دیکھکر اور رابطہ حاصل کرکے آپ کی خدمت شریف میں آتی تھی۔ اور ملازمت کے بعد مطابق پاتی تھی۔ بہت سے علماو صلحاو فقرا اور تونگروں نے آپ کا حلیہ مبارک عالم خواب میں معائنہ کرکے ذکر اور شغل آنجناب سے حاصل کیا۔ اور ان کے قلوب ذاکر ہوگئے۔ پھر بکمال شوق آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اور طریق حاصل کیا۔ تو اس کو وہی شغل پایا جو خواب میں آپ سے حاصل کیا تھا۔

یہ بھی آپ کی ایک کرامت تھی کہ مریدین کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور آپ ہر فرد پر توجہ کرکے حال عطا فرماتے۔ اور اس حال سے گذار کر اس کی بجائے دوسرا حال عطا فرماتے۔ اور پھر اسی طرح سے جہاں تک کہ اللہ تعالےٰ چاہتا۔ عطا فرماتے۔

ہر شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ علیحدہ اور اسرار جداگانہ تھے۔ ہر ایک مرید

اور ملازم یہی جانتا تھا کہ حضرت کی شفقت و مرحمت جتنی مجھ پر ہے اتنی کسی پر نہیں ہے۔ آپ کا معاملہ مریدوں کے ساتھ مرید کرنے اور تعلیم شروع کرنے کے دن سے درجۂ ولایت پر واصل کرنے تک ہر روز اور ہر ساعت ایسا ہی ہوتا تھا۔
اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آنجناب کے بارہ میں فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اس تین چار سالہ مدت میں مشیخت کی خدمت انجام نہیں دی۔ بلکہ کھیل کرتے رہے مگر خدا کا شکر و احسان ہے کہ ہماری یہ کھیل اور دکانداری بیکار نہ گئی۔ کیونکہ آپ جیسے بزرگ ہم کو مل گئے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آنجناب کے بارہ میں فرمایا کہ ہم اس تخم کو بخارا و سمرقند سے لائے اور زمین برکت آئین ہند میں اس کی کاشت کی۔ طالبانِ طریق کے ساتھ ہماری سرگرمی اسی وقت تک تھی۔ جب تک کہ آپ کا معاملہ انتہا تک نہ پہنچا تھا۔ جب ہم آپ کے کام سے فارغ ہو گئے تو ہم نے اپنے کو کاروبار مشیخت سے الگ کر لیا۔ اور طالبوں کو آپکے حوالہ کر دیا۔
اللہ اکبر۔ جب آنجنابؒ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک مرتبہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ جب ہم تمہارے شہر میں مقیم ہوئے تو ہم نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مشعل سر بفلک کشیدہ روشن ہے۔ اور اس سے تمام عالم از شرق تا غرب روشن ہو گیا ہے اور اس کی روشنی لحظہ بلحظہ بڑھتی جاتی ہے۔ خلق خدا نے اس مشعل سے بہت سے چراغ روشن کئے ہیں۔ میں اس واقعہ کو تمہارے معاملہ سے متعلق پاتا ہوں
اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہمیشہ اس نعمت کے شکر میں کہ خدائے پاک نے آپ جیسا مرید بلند استعداد آپ کی صحبت میں پہنچایا اور ان کی صحبت کے برکات سے مراتب کمال و تکمیل تک واصل کیا۔ رَطْبُ اللِّسَان رہتے تھے۔

وہ اس امر پر فخر و مباہات فرماتے تھے۔ ایک روز اپنے سامنے آپ کو اپنے سب مریدین کا سر حلقہ بنایا اور خود اس حلقہ میں تشریف لائے۔ اور ایک گوشہ میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کی نور پاشی کا ملاحظہ فرمانے لگے۔ سچ ہے کہ پیر کی شفقت سب سے بڑھکر ہے۔

اللہ اکبر۔ جس زمانہ میں کہ آنجناب قدس سرہٗ بعد وصال حضرت خواجہ قدس سرہٗ بغرض تعزیت دہلی تشریف لے گئے۔ اصحاب مریدین حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ سے بیعت کی تجدید کی۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں۔ اور آنجناب قدس سرہٗ کی مدح و ستائش میں خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ اور فقرات فصیحہ و کلمات ملیحہ میں آپ کی تعریف فرما رہے ہیں۔ اور فخر و مباہات سے فرماتے ہیں کہ میں اس پر ناز کرتا ہوں کہ میری امت میں شیخ احمد سا بزرگ ظاہر اور میرے دین متین کا مجدد ہوا ہے۔

اللہ اکبر۔ آنجناب قدس سرہٗ کے ایک مخلص نے جو ایک نیک اور حافظ قرآن بزرگ تھے بیان کیا کہ آنجناب ایک بار عشرۂ اخیرۂ ماہ رمضان میں کسی قدر علیل ہو گئے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک رات انہوں نے واقعہ میں دیکھا کہ لوگ گروہ گروہ اور جوق جوق ہر طرف سے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جستجو کی کیا وجہ ہے کہا گیا کہ قطب الاقطاب وقت حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ بیمار ہیں اور قلعہ سنگین مسجد جامع میں تشریف فرما ہیں اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان کی مزاج پرسی کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ لوگ ان کی زیارت کے لئے دوڑے جا رہے ہیں۔ میں بھی دوڑا اور شوق دیدار پر انوار حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غالب ہوا

کہ اللہ تعالےٰ نے خلیفہ برحق کو آنجناب کی عیادت کیلئے زندہ فرمایا۔ اور اس جہاں میں بھیجا ہے۔ پس آپ کا دیدار غنیمت ہے۔ دیکھا تو وہ قلعہ سراپا سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے اور نہایت بلند اور مستحکم ہے۔ اور بلند مقام پر واقع ہے جس طرح کہ پہاڑوں پر بناتے ہیں۔ لوگ اس قلعہ میں جارہے تھے۔ میں قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ خلائق کے دوڑ دھوپ کا شور وغل کم ہو گیا۔ اور لوگ راستہ کے دونوں طرف صف بستہ کھڑے ہو گئے کچھ دیر کے بعد شور ہوا کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت شیخ احمدؒ کی عیادت فرما کر واپس تشریف لے جارہے ہیں۔ اس اثناء میں تین شخص گھوڑوں پر سوار ظاہر ہوئے۔ ان میں حضرت ذی النورین اپنے ہمراہی دونوں سواروں سے کسی قدر آگے تھے۔ میں بھی صف کے برابر دست بستہ کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ حضرت رضی اللہ عنہ میرے سامنے سے گذرے۔ میں نے آپ کے زانو پر ہاتھ پہنچا کر بوسہ لیا۔ اور گریہ وشوق مجھ میں پیدا ہوا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو مجھے یاد کریگا مجھ سے ملاقات ہو جائے گی۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اس وقت میری آنکھ سے چشمہ کی طرح آنسو جاری تھے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ محمد اشرفؒ نے جو ایک فاضل زمانہ اور حضرتؒ کے مخلص تھے۔ بیان کیا۔ کہ میں نے ابتدائے شرف قدمبوسی آنجناب قدس سرہٗ کے لئے استخارہ کیا۔ تو دیکھا کہ ایک جنگل نہایت وسیع ہے اور ایک جماعت کسی بزرگ کی زیارت کیلئے دوڑتی ہوئی جارہی ہے۔ میں بھی شوق کے ساتھ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان سے دریافت کیا کہ کس بزرگ کی زیارت کے لئے جارہے ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ اے بے خبر!

یہاں حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ تشریف فرما ہیں۔ اس خبر مسرت اثر و فرحت شر کو سن کر نہایت شوق کے ساتھ اس مجمع میں پہنچا۔ دیکھا کہ لوگ حلقہ کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ جب ایک دورہ پورا ہو گیا اور دوسرا دور حلقہ کا شروع ہوا تو میں کوشش کر کے حلقہ اول و دوم کے وسط میں پہنچ گیا۔ اس اثنا میں خلق کا ہجوم بڑھ گیا چنانچہ تیسرا حلقہ بھی پورا ہو گیا۔ اس وقت خیال ہوا کہ ان لوگوں سے اچھی طرح تحقیق کر لینا چاہیئے تاکہ اطمینان کامل حاصل ہو پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کس بزرگ کی زیارت کے لئے یہ سعی بلیغ ہو رہی ہے۔ سب نے لفظاً و معناً متفق ہو کر کہا کہ تم ابھی تک نہیں جان سکے کہ حضرت خاتم المرسلین علیہ السلام والتحیۃ تشریف فرما ہیں۔ اس سے مجھ میں شوق کا غلبہ ہوا۔ اور کوتاہی قد و قامت کی وجہ سے بعد محنت پیروں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر دیکھا۔ جب میری نظر حضرتؒ کے جمال پُر انوار پر پڑی تو دیکھا کہ حضرت شیخ احمد ہیں جس میں یہ اشارہ تھا کہ حضرت شیخ احمد سرور عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں فنا ہیں اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ ایک کیفیت ایسی پیدا ہوئی۔ جس سے میں بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں ہوا تو گریہ عظیم مجھ پر غالب ہوا۔ اس کے بعد میں حضرت قدس سرہ کی عقیدت و قدمبوسی کے لئے تیار ہو گیا۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش بلخی نے بیان کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ گویا ایک جنازہ با عظمت و جلال لایا گیا ہے۔ اور ایک جماعت کثیر و گروہ عظیم اولیاء سلف و خلف خصوصاً اکابر ماوراء النہر مثلاً قطب ربانی خواجہ عبد الخالق غجدوانی اور غوث افراد خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور قدوۃ الابرار خواجہ عبید اللہ احرار اور ان کے ہم عصر اور مماثل اولیاء اللہ قدس اسرارہم اس جنازہ پر تشریف

فرما ہیں۔ اور کسی بزرگ کے منتظر ہیں۔ ان میں کے ایک بزرگ سے میں نے
کہا کہ یہ لاش کن بزرگ کی ہے۔ اور یہ اولیاء کبار کس بزرگ کے انتظار میں
کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ لاش ایک قطب کی ہے اور یہ سب بزرگ
منتظر قطب الاقطاب کی تشریف آوری کے ہیں تاکہ وہ نماز جنازہ ادا کریں
اس اثنا میں ایک بزرگ تشریف لائے اور امامت کی پھر جبکہ جنازہ اٹھایا گیا
تو میں نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے اور مقام
ان کا کہاں ہے انہوں نے کہا ان کا نام حضرت میاں شیخ احمدؒ ہے اور ان کا
مقام سرہند ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور ان کی زیارت کے لئے بیقرار ہو کر
علے الصباح بلخ سے اس قطب الاقطاب کی خدمت میں روانہ ہوا۔ جب میں
سرہند پہنچا۔ اور حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ آپؒ کا حلیہ مبارک وہی
پایا۔ جو میں نے واقعہ میں دیکھا تھا۔ میں نے روئے نیاز آپ کی درگاہ عرش
اشتباہ پر ملا۔ اور کچھ مدت تک آپ کی خانقاہ ملائک پناہ کے اطراف پھرا اور
دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔ اور پایا جو کچھ کہ پایا۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش نے جس کی پیشانی پر آثار نیستی و علامات مستی
ہویدا تھے۔ اپنا ابتدائے حال اور آنجنابؒ کے ساتھ اپنی عقیدت کا سبب
اس طرح سے بیان کیا کہ ایک رات نماز تہجد کے بعد روح پر فتوح خلیفہ
صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جو خواجہ محمد زاہد بلخیؒ کے خلفا سے تھے
اور مدت دراز تک مسند مشیخت اور راہبری طلاب سلسلۂ کبرویہ میں مشغول
رہے تھے۔ اور میرے والد مجھے کم عمری ہی میں ان کی خدمت میں لے گئے
تھے۔ میں نے توجہ کی اور کہا کہ اب مجھ کو کسی بزرگ کا جو اپنے زمانہ کا ولی
اکمل ہو پتہ بتائیے۔

اس کے بعد مجھے نیند آگئی میں نے دیکھا کہ خلیفہ صدر الدینؒ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تجھ کو میاں شیخ احمد سرہندی کی خدمت میں بھیجتا ہوں کہ اس زمانہ میں کوئی بزرگ ان سے زیادہ کامل نہیں ہے۔ میں فوراً علی الصباح اس قطب آفاق کی خدمت میں روانہ ہوگیا اور قبولیت حاصل کی۔

اللہ اکبر۔ ایک تاجر صالح نامی نے جو پنجاب کے کسی گاؤں کے باشندے ہیں۔ بیان کیا کہ مجھے حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی محبت غالب تھی۔ اور ہمیشہ بعد نماز پنجگانہ آپ کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔

ایک رات میں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ العزیز کو خواب بیداری کے درمیان دیکھا اور دوڑ کر حضرتؒ کے قدم مبارک چوم لئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس زمانہ کے ولی اکمل کا پتہ بتلایئے تاکہ اس کی خدمت میں جاؤں۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سرہند میں ایک بزرگ جامع علمِ ظاہر و معرفتِ باطن و اعمالِ صوری و کمالِ معنوی شیخ احمد نامی ہیں۔ انکے پاس جاؤ۔ کہ اس زمانہ میں کوئی اور اس کا ہم مثل نہیں ہے۔

میں علی الصبح اس قطب الاقطاب کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور آنجناب کے آستانۂ فلک نشان پر پہنچا اور حقیقتِ معاملہ عرض کی۔ حضرت نے عنایات بے غایات اور الطاف بے شمار میرے حال پر فرمائے۔ اور جذبہ وسلوک سے مجھے نوازا۔ اور مدت قلیل میں میرے کام کو پورا فرما دیا۔

اللہ اکبر۔ آنجناب کے مخلص ایک سید زادہ صالح خدا پرست نے بیان کیا کہ ایک روز اس طائفہ کے ایک منکر نے کہا کہ آنجنابؒ کہتے ہیں کہ اگر خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ اس وقت ہوتے تو میری خدمت

کرے مجھے اس کلام کے سننے سے حیرت ہوئی۔ اور میں نے کہا کہ معاذ اللہ حضرت نے ایسا نہ فرمایا ہوگا آپ کا طریق یہ ہے کہ ایسے کلمات زبان سے نہ نکالیں۔ اتفاقاً اس زمانہ میں میں مرض طاعون میں گرفتار ہوا۔ اور شدت مرض کی حالت میں ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ملائکہ میری قبض روح کیلئے آسمان سے اُتر رہے ہیں۔

اس اثنار میں حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ ظاہر ہوئے اور ملائکہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اس سیدزادہ کو زندگی بخشی گئی ہے۔ تم واپس ہوجاؤ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اگرچہ آنجناب نے کبھی ایسا نہیں کہا جیسا کہ یہ معترض کہتا ہے مگر آپ بہت بڑے کاملین میں سے ہیں۔

اللہ اکبر۔ اسی سیدزادہ کا بیان ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا ایک راستہ سے کہیں تشریف لے جارہے ہیں۔ اور آپؐ کے سامنے ایک فوج ہے۔ اور علمہائے شاہانہ آگے آگے جارہے ہیں۔ اور آپ کے پیچھے بھی ایک فوج ہے اور بادشاہوں کی طرح آپ جاہ وجلال وحشمت وعظمت کے ساتھ تشریف لے جارہے ہیں۔ اور میں آپ سے قریب چل رہا ہوں۔ اس اثنا میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تیرے باپ دادا سلسلہ چشتیہ میں ارادت رکھتے تھے تو نے کیوں سلسلۂ نقشبندیہ اختیار کیا۔ تب حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ نے اس سے عتاب کے ساتھ خطاب کر کے فرمایا کہ اُس سے کچھ مت کہو کہ اس کا پیر عظیم البرکت ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ الہامی علم۔ اور عرفان مقبولیت کی بڑی علامتوں اور بلند کرامتوں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ معجزۂ قرآنی سب

معجزوں سے اقویٰ اور باقی رہنے والا ہوا۔

اور ارباب ارشاد کے لئے یہ کرامت ضروری ہے کہ مریدانِ رشید کو ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہچانے۔ اور ایک حال سے دوسرے حال پر اس کا گذر کرائے سعادتمند مرید ہر دم اپنے پیر سے کرامات و خوارقِ عادات کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور اپنے میں اس کے آثار تصرفات کا معائنہ کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ عامۂ خلق اللہ پر اظہار خوارق کریں۔ بلکہ معاملۂ ولایت پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے۔

حدیث قدسی اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ میرے اولیاء میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ کوئی ان کو میرے سوا نہیں پہچان سکتا۔" اس پر شاہد عادل ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے خواجہ بدر الدینؒ سے فرمایا کہ والد بزرگوار پر حروف مُقَطَّعَات کے رموز منکشف کئے گئے ہیں مگر آپ بیان فرمانے سے انکار فرماتے ہیں چنانچہ بہت اصرار کے بعد فقط لفظ حٰق کے جب کہ رموز بیان فرمائے تو دونوں صاحب اپنے آپے سے باہر ہو گئے کہ تھامنا مشکل ہو گیا۔

اللہ اللہ کیا اللہ والوں کی شان ہے کہ کسقدر معدنِ اسرار بنے ہوئے ہیں مگر زبان پر ایک حرف بھی نہیں لاتے اور جب کہ کبھی لاتے ہیں تو اسکے قبل ایسا ساغر پلاتے ہیں کہ مدہوش بنا دیتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اذان کے بعد میں دعا کر رہا تھا اور ہاتھ زانو پر تھے اس اثنا میں خیال آیا کہ یہ روش ادب سے دور ہے۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہیئے۔ میں نے ہاتھ اٹھائے۔ اور دعا میں مشغول ہوا۔

اس ادب کے صلہ میں بارگاہِ ستار و غفار سے ندا آئی کہ ہم تم پر کسی طرح کا ہرگز عذاب نہ کریں گے۔

مکاشفہ۔ حضرت مخدوم زادۂ عالیمقام خواجہ محمد معصومؒ نے روایت فرمائی ہے۔ کہ آنجنابؒ یہ فرماتے تھے کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو یا حقِ عبادا اس پر باقی ہو تو اس کی روح کو ترقی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اس کی طرف سے ادا نہ کر دیا جائے۔ اور اس کی روح محبوس رہتی ہے بالائے آسمان نہیں جاتی آنجناب قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا کہ یہ حکم اس کیلئے مخصوص ہے۔ جس کو کس عالم میں ترقی نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر اس عالم میں باوجود ان تعلقات کے ترقی ہوئی ہو تو بعد مرنے کے بھی اس کو ترقی دیجاتی ہے مگر جو خالی ہاتھ اس دنیا سے گیا ہو اس کو موت کے بعد ترقی نہیں ہوتی۔ اللہ اللہ غافلوں کے لئے کسقدر عبرت کی جگہ ہے۔ ہر روز اور کچھ نہیں تو پنج وقتہ نماز ضرور پڑھ لیا کریں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے وقتِ ظلمت میں ایک پیغمبر اولی العزم مبعوث کیا جاتا تھا۔ اور شریعت جدیدہ کی تعلیم دیتا تھا۔ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خیر الامم ہے اور اسکے پیغمبر جناب خاتم الرسل علیہ وعلٰے آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس لئے اسکے علما کو مرتبہ انبیا بنی اسرائیل دیا گیا ہے۔ اور بجائے انبیا کے اولیا پر اکتفا کیا گیا ہے۔ لہذا ابتدائے ہر صدی میں علمار امت سے ایک کو مجدد کا رتبہ دیا جاتا ہے۔ تاکہ احیار شریعت کریں۔ علی الخصوص ہزار سال کے بعد کہ امم سابقہ میں نبی اولی العزم کی بعثت ہوا کرتی تھی۔ اور عام پیغمبروں پر

اکتفا نہیں کی جاتی تھی۔ا- ایسے وقت میں ایک عالم عارف کامل المعرفتہ کی اس امت میں ضرورت ہے جو امم سابقہ کے نبی اولی العزم کا قائم مقام ہو سکے۔

اللہ اکبر آپ نے اپنے کمالات کی اس طرح خبر دی ہے کہ قطب ارشاد جو جامع کمالِ فردیت بھی ہو بہت نادر الوجود ہے۔ قرونِ بسیار و ازمنۂ بیشمار کے بعد ایسا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ عالمِ تاریک اس کے نور ظہور سے منور ہو جاتا ہے۔ اس کا نور ارشاد و ہدایت تمام عالم کو شامل ہوتا ہے۔ محیط عرش سے مرکز فرش تک جو کچھ رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہوتی ہے اسی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور اسی سے مُستفاد ہوتی ہے بے واسطہ اس کے کوئی شخص اس دولت کو نہیں پہنچ سکتا گو اس کا نور ہدایت ایک دریا ہے کہ تمام کو محیط اور منجمد ہے۔ کہ اصلا حرکت نہیں رکھتا۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا خود وہ بزرگ متوجہ حال طالب ہو تو اس کی توجہ کے وقت ایک روزن طالب کے دل میں کشادہ ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس راہ سے بقدر توجہ و اخلاص سیراب ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اور اس بزرگ کی طرف عدم واقفیت کی وجہ سے بالکل متوجہ نہیں ہے نہ انکار کی وجہ سے۔ تو ایسا ہی افادہ اس کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن پہلی صورت میں دوسری سے زیادہ افادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص کہ منکر اس بزرگ کا ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے تو ہر چند ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مشغول رہے۔ مگر حقیقت میں وہ رشد و ہدایت سے محروم رہے گا کہ اس کا یہ انکار و آزار راہ فیض کو مسدود کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس کو فیض دینے کا قصد کرے حقیقت ہدایت اس سے مفقود ہو جاتی ہے۔ صرف صورت رشد

باقی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ صورت بے معنی قلیل النفع ہے جو جماعت کہ اس بزرگ سے اخلاص و محبت رکھتی ہے ہر چند کہ توجہ مذکور اور ذکر سے خالی ہو مگر ان کو بواسطۂ مجردِ محبت نور ہدایت پہنچتا ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک رات آنجناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اصحاب عالی درجات اور درویشان ارباب مقامات کے ہمراہ زیارت مزار پر انوار امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تشریف لے گئے۔ امام صاحب موصوف آپ کے اجداد امجاد اور خلفائے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے تھے۔ آپ بہت دیر تک امام صاحب علیہ الرحمۃ کی قبر کے مقابل مراقب اور متوجہ رہے۔ اور وہاں سے واپسی میں اصحاب اسرار سے فرمایا کہ میں جب مقابل مزار امام صاحب کھڑا ہوا اور بارگاہ بیچوں جلت عظمتہٗ میں عرض کی کہ خدایا اس قبرستان میں جسقدر بھی مردے ہیں ان سب کو بخشدے ارشاد ہوا کہ ہم نے تمہاری دعا کی برکت سے سب کو بخشدیا۔

اللہ اکبر۔ ایک روز لاہور سے ایک ترکاری فروش حضور کی خدمت میں آیا آپ نے اسکا بہت احترام کیا اور اس کے تشریف لیجانے کے بعد فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا ابدال ہے مگر اس کسب کو اپنا برقع بنا رکھا ہے۔ سچ ہے سچا موتی سیپ میں رہتا ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ زیارت امام رفیع الدین علیہ الرحمتہ کے لئے گئے تھے۔ اور اس مقبرہ میں ایک عورت حضرت کی قرابت دار اور ذی حقوق بھی مدفون تھی۔ حضرت زیارتِ امام سے فارغ ہو کر اس عورت کی زیارت کے لئے آئے اور اس کی قبر کے مقابل دیر تک کھڑے رہے۔ اس وقت آثار خضوع و خشوع رخسارۂ آنجناب قدس سرہٗ پر پیدا

تھے۔ اور کچھ دیر کے بعد تازگی اور سرور روئے مبارک پر ظاہر ہوا۔ جب مکان پر تشریف لائے۔ تو بعض محرمانِ اسرار نے دریافت کیا۔ کہ اتنی دیر تک قبر پر ٹھیرنے اور رخسارۂ مبارک پر اولاً آثار الم و زردی ظاہر ہونے اور پھر دیر کے بعد آثار مسرت اور سرخی ہویدا ہونے کا سبب کیا تھا۔ فرمایا کہ جب میں اس قبر پر پہنچا اور اس کو معذب دیکھا تو متوجہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دفع عذاب کی کوئی صورت نہیں ہے۔ میں اپنے آبا واجداد کی روحوں کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ سب تشریف لائے۔ مگر رفع عذاب نہ ہوا۔ اس لئے میں نے ارواح عالیات حضرات خواجگان قدس اللہ تعالے اسرارہم کی طرف توجہ کی وہ بھی تشریف لائے۔ مگر رفع عذاب حاصل نہ ہوا۔ پس میں بصد ہزار نیاز متوجہ بارگاہِ محمدی علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت علیہ السلام والتحیۃ تختِ نبوت پر سوار تشریف لائے اب تختِ محمدؐی کا جلوہ افروز ہونا ہی تھا کہ قبر رحمت کے پھولوں سے بھر گئی پھر آپ نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالے تجھے راحت پہنچائے کہ میرے ایک نام لیوا نے عذاب سے نجات پائی۔

اللہ اکبر۔ ایک روز آنجناب قدس سرہ نے برسبیل تذکرہ فرمایا کہ جب نظر کشفی دوڑائی جاتی ہے۔ تو مشائخ سلسلہ علیہ قادریہ میں بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالے عنہ کے مثل شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ اور کوئی شخص نظر نہیں آتا ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ صبح کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ اور استغراق و توجہ اور مراقبہ میں مشغول تھے۔ کہ شاہ سکندر

قدس سرہٗ تشریف لائے۔ اور خرقۂ متبرکۂ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ دوش آنجناب پر ڈالا۔ آنحضرت رضؓ نے آنکھہ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھہ کر اسکٹھے اور نہایت تواضع کے ساتھ معانقہ کیا۔ شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے بوقت وصال یہ جبۂ متبرکہ میرے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ میری امانت تمہارے پاس رہے گی۔ میں تم کو جن کا پتہ بتلاؤں۔ یہ ان کو پہنچا دینا۔ اب چند مرتبہ حضرت رحؒ نے معاملہ میں مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ میں آپ کے سپرد کر دوں۔ مجھ پر نہایت شاق ہوا کہ جد بزرگوار کا خرقۂ متبرکہ اور اپنے گھر کی نعمت باہر والوں کو کس طرح دے دوں۔ لیکن چونکہ نہایت تاکید اور سختی سے حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے بے اختیار لے کر آیا ہوں آنجنابؒ نے وہ جبۂ متبرکہ پہن لیا اور خلوت میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کو یہ خیال گذرا کہ مشائخین میں یہ ایک رسم قرار پاگئی ہے۔ کہ جو کسی کو چاہتے ہیں کچھ لباس عطا کر کے اس کو اپنا خلیفہ بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر ضروری تھا۔ کہ اولاً خلعت معنوی پہناتے اور احوال و کمال کا آب زلال پلاتے۔ تب کہیں اسکو اپنا خلیفہ بناتے۔

اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہمراہے جمیع خلفاء سلسلہ مع شاہ کمال قدس سرہٗ تشریف لائے اور میرے کام میں تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنے تصرف میں لائے۔ اور اپنی نسبتِ خاصہ کے اسرار و انوار عطا فرمائے۔ اور میں اس دریائے انوار میں غرق ہو گیا۔ اور غواصی میں مصروف ہوا۔ اسی حالت میں ایک ساعت گذر گئی۔ عین ان غلبات احوال میں مجھے

خیال ہوا کہ تو تربیت یافتہ اکابر نقشبندیہ کا تھا۔ اب یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔ بجبرد اس خیال کے میں نے دیکھا کہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی قدس سرہٗ سے لیکر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ اسرارہم تک تشریف لائے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ سید بہاؤالدین قدس سرہٗ نہایت ادب کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے پہلو میں بیٹھے۔ اس کے بعد اکابر اولیاء نقشبندیہؒ نے میری بابت یہ فرمایا کہ یہ ہمارا پروردہ ہے اور ہماری تربیت سے مراتب کمال و اکمال کو پہنچا ہے آپ کو اس سے کیا کام ہے۔ اکابر اولیا قادریہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا کہ اس کی طفولیت کے زمانہ سے ہماری نظر اس پر رہی ہے۔ اور اس نے ہمارے خوان نعمات سے چاشنی لی ہے اس لئے اب ہمارا خرقہ اس نے پہنا ہے۔

ابھی یہی مباحثہ ہو رہا تھا کہ ایک جماعت مشائخین کبرویہ و چشتیہ کی اور دیگر بہت سے اولیاء اللہ کی آئی۔ اور اجتماع عظیم ہو گیا یہاں تک کہ وہاں کے جنگل و بیابان انوار باطنی سے چمک اٹھے آخر کو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو زمین سے آسمان تک نور کی قندیلیں روشن ہو گئیں اب چونکہ حضرت امام ربانیؒ نے درجہ کمال نقشبندیہ سے حاصل کیا تھا لہٰذا خلافت نقشبندیہ کی دی گئی اور باقی خانوادوں کی بھی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔

اللہ اکبر۔ حاجی حبیب جو آنجناب کے خادمان خاص سے تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اجمیر شریف میں آنحضرت

کے ہمراہ تھا۔ ستر ہزار مرتبہ ختم کلمۂ طیبہ کر کے آنجنابؒ کی خدمت میں گیا
اور عرض کیا کہ میں نے ستر ہزار دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا ہے اس کا ثواب آپکی
خدمت میں گذرانتا ہوں۔ آنجنابؒ نے فوراً اپنے مبارک ہاتھ اٹھاکر
دعا دی۔ اور دوسرے دن فرمایا کہ جس وقت میں تم کو دعا پڑھتا تھا
تب فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اس کلمہ کا ثواب لیکر آرہی تھیں۔
اس قدر کہ زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ اور اس ختم نے میرے
معاملہ میں بہت کچھ امداد کی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہزار دانہ کی تسبیح
تیار کریں۔ اور ہمیشہ آپ خلوت میں ذکر کلمہ طیبہ زبانی بموافقت دل
کیا کرتے۔ جمعہ کی رات میں حلقۂ احباب میں یہ تسبیح حاضر کی جاتی تھی
اور اس جلسہ میں ہزار مرتبہ درود شریف حضرت سید کائنات علیہ وآلہ
الصلوٰۃ والتسلیمات پر پڑھا جاتا تھا۔ آپ کی یہ نسبت روشن اب تک
آپ کے اصحاب میں جاری ہے آپ کے تسبیح لینے کی ابتدا ر یہ تھی۔ پھر
آپ نے خطاب کر کے مجھ سے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا اس پر تعجب
مت کرو۔ میں خود اپنا حال بیان کرتا ہوں۔ کہ ہر شب وقت سحر نماز
تہجد کے بعد پانسو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھکر ارواح محمد عیسیٰ و محمد فرخ اور
اُمّ کلثوم اپنے فرزندوں کو جو وفات کر گئے تھے بخشتا تھا۔ اس کے
بعد ہر روز محمد عیسےٰ کی روح سحر کے وقت آتی اور مجھ کو بیدار کرتی۔ تاکہ
ختم کلمہ طیبہ کروں۔ اور بیدار کر کے چلی جاتی اور اپنے بھائی محمد فرخ
اور اپنی بہن ام کلثوم کی ارواح کو بلاکر لاتی۔ کہ پدر بزرگوار بیدار ہو گئے
ہیں۔ جب تک کہ میں وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتا اور ختم کلمہ طیبہ کرتا
وہ میرے گرد و پیش رہتے جس طرح کہ ماں روٹی پکاتی ہے اور اسکے

چھوٹے بچے اس کے گرد رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روٹی ان کو دے۔ پس میں ثواب کلمۂ طیبہ کا ان کو بخشتا اس کے بعد وہ چلے جاتے۔ مگر اب کثرت سے ثواب پانے کی وجہ سے معمور ہو گئے ہیں۔ اور نہیں آتے ہیں اللہ اللہ اللہ والوں کی کیا بلند شان ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ بلا تکلف و تعصب میں کہتا ہوں کہ نورانیت مذہب حنفی نظر کشفی میں دریائے عظیم کے طرح ہے اور دوسرے اور مذہب مثل حوضوں اور نہروں کے دکھائی دیتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے ایک فرزند مرحوم کی فاتحہ کے لئے فقرار اور درویشوں کے واسطے کھانا تیار کرایا تھا۔ اس اثنا میں میری زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا کہ ہماری یہ فاتحہ کیوں کر قبول ہوگی کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ترجمہ۔ (اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں سے قبول فرماتا ہے) میں اسی تردد میں تھا کہ بارگاہ حق تعالےٰ شانہ سے ندا آئی کہ إِنَّكَ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۞ تم پرہیزگاروں میں سے ہو۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر مکشوف ہوا کہ ہندوستان میں کئی نبی گذرے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو بعثت انبیار کے مقامات اور دیہات اور اُنکے مساکن بیان کر سکتا ہوں جو کہ مجھ پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور ان کے مقابر بھی بتا سکتا ہوں کہ ان مقابر پر انوار حق اب تک تابان و درخشان دکھائی دیتے ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالےٰ نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں بہت کم کسی

اور پر ظاہر ہوں گے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ کسی مقام خلوت میں جا کر گوشہ نشین ہو جاؤں۔ اور سب سے خلوت اختیار کر لوں۔ میں نے استخارہ کیا اور بارگاہ رب العزت سے اجازت طلب کی۔ خطاب مستطاب آیا کہ طریقۂ محبوب و پسندیدہ و مناسب و لائق یہی ہے جس پر اب قائم ہو۔ نہ طریق گوشہ نشینی و تنہائی۔

اور آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو میرے فرزند اعظم خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر کے مقابل دفن کیا جائے گا کہ وہاں ایک باغ جنت کے باغوں میں سے میں نے دیکھا ہے۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ آفتاب کی طرف بے تکلف دیکھ سکتے ہیں مگر شاہ سکندر نبیرۂ شاہ کمال کے دل کی طرف غلبہ شعاع انوار کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے کہ رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ نے ایک روز فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف و حقائق تحریر کردہ نظر اقدس والور حضرت مہدی موعود سے گذرینگے اور ان کی بارگاہ میں مقبول ہونگے۔

اللہ اکبر۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی نسبت علیہ پر ہونگے۔ اس میں آپ نے اپنی نسبت خاصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ رسائل اور مکتوبات میں اس کی تفصیل بخوبی فرمائی ہے۔

اللہ اکبر۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک رات ہم پر منکشف کیا گیا کہ اگر کوئی نمازی نماز وتر کو دیر سے ادا کرنے کے ارادہ سے وقت تہجد تک

سو جائے اور یہ نیت رکھے کہ آخر شب میں وتر پڑھوں گا تو کاتبین اعمال تمام شب اس کے نام پر نیکیاں لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وتر ادا کرے پس جس قدر ادائے وتر میں تاخیر کیجائے بہتر ہے۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ کشفاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو بدعت کی تاریکیوں نے گھیر لیا ہے اور نور سنت اس میں کرمکِ شب افروز کی طرح بعض جگہ خال خال معلوم ہوتا ہے۔

اللہ اکبر۔ اور ایک روز بتقریب تکرار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اے کاش تمام عالم بمقابلہ اس کلمۂ طیبہ کے دریائے محیط کے ساتھ قطرہ ہی کی مناسبت رکھتا۔ یہ کلمۂ مقدسہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے۔ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمۂ طیبہ کہنے والا کیونکر جنت میں داخل ہو جائے گا اور جہنم کے خلود سے کیونکر رہائی پائے گا۔ مجھ کو ایسا محسوس اور مشہود ہوتا ہے کہ تمام عالم اگر صرف ایک دفعہ کلمۂ طیبہ کہنے پر بخشدیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو ممکن ہے۔ اگر اس کلمہ طیبہ کی برکات تقسیم کی جائیں تو اس کے تمام عالم ابدالآخر تک معمور اور سیراب رہ سکیگا

اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ داخل طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بواسطہ یا بے واسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں۔

اور آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے محض کرم و عنایت اور لطف و مرحمت خالص سے مجھے بشارت دی کہ ہم نے تمہاری دنیا کو

بھی آخرت بنادیا ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گئے۔ دیکھا کہ ایک پیالہ سفالی شکستہ کہ جس سے مہتر نجاست اوٹھاتا تھا۔ اور اس پر اسم اللہ منقوش تھا۔ اور نجاستوں میں آلودہ تھا۔ آنجناب نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور وہاں سے نکلے۔ اور خادم سے فرمایا کہ آفتابہ لا۔ اور پیالہ کو خاص اپنے دست مبارک سے آپ نے پاک کیا۔ ہر چند خدام نے التماس کیا کہ ہم اس کو پاک کرتے ہیں۔ مگر قبول نہ فرمایا اور پاک کر کے اس کو ایک اونچے طاق پر سفید کپڑے میں لپیٹ کر تعظیم کے ساتھ رکھدیا۔ اور جب پانی پینا چاہتے تو اسی پیالہ میں پیتے۔ اس اثنا میں بارگاہ رب الارباب سے خطاب مستطاب آیا کہ جس طرح تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی۔ اسی طرح ہم نے بھی تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں معظم بنایا ہے آپ فرماتے تھے کہ اس عمل نے جس قدر فیوض و برکات پہونچائے وہ صد سالہ ریاضت و مجاہدہ سے بھی ناممکن تھے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز صبح کے حلقہ میں آنجناب مراقب تھے۔ اور قصور اعمال کی دید غالب ہو گئی تھی اور انکسار و تضرع کا غلبہ تھا کہ بمصداق حدیث مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (ترجمہ) جو خدا کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالے اسے بلند کرتا ہے۔ بارگاہ غفار الذنوب ستار العیوب جل شانہٗ و عم احسانہٗ سے خطاب مستطاب پہنچا۔

غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ میں نے تجھ کو بخشدیا۔ اور اس کو بھی جو

تمہارا وسیلہ اختیار کرے بواسطہ یا بلا واسطہ قیامت تک سب کو بخشدیا اور اس بشارت کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

اللہ اکبر۔ ایک دفعہ حضرت اجمیر شریف زیارت روضۂ شریفہ قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور بہت دیر تک اس بدر اولیاء کے مزار پر انوار پر مراقب رہے۔ جب باہر نکلے تو محرمان اسرار سے فرمایا کہ حضرت خواجہؒ نے بہت کچھ اعطاف اور الطاف فرمایا۔ اور اپنے برکات خاصہ کی ضیافت کی اور سخنان اسرار کی گفتگو فرمائی۔ اور ہم کو جو یہ کوشش تھی۔ کہ لشکر سلطانی کی ہمراہی سے علیحدگی ہو جائے۔ آپنے اس سے منع فرمایا۔ اور اس کو رضائے حق تعالےٰ پر تفویض کرنے کے لئے حکم دیا۔ اتنے میں مجاوران مرقد منور حضرت خواجہ قدس سرہٗ چادر غلاف قبر شریف حضرت خواجہ کی کہ ہر سال تازہ آپ کی قبر قرب اثر پر ڈالی جاتی ہے اور قدیم چادر کسی مشہور بزرگ وقت کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ یا سلاطین وقت اس کو تبرکاً لے لیتے ہیں۔ اور لعل وزمرد کی طرح صندوق میں کامل تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں۔ بطور تحفہ کے آنجنابؒ کے پاس لائے۔ اور کہا کہ آپ سے بڑھ کر اس تبرک کا سزاوار اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس کو ادب کے ساتھ لے لیا۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ کا یہ تبرک ہمارے کفن کے لئے رکھا جائے۔

اور آنجناب نے اپنے آخری مرض کے زمانہ میں فرمایا کہ جو کمال کہ کسی بشر کے لئے ممکن الحصول ہو سکتا ہے بطفیل آنحضرت

علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ہم کو اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا۔

اور آنجناب قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ ملامت خلق کی اللہ والوں کی جماعت کا حسن اور ان کے زنگار کے لئے صیقل ہے نہ کہ باعث قبض و کدورت ابتدائے حال میں جب کہ فقیر قلعہ میں محبوس ہوا تو محسوس ہوتا تھا کہ انوار ملامت خلق شہروں اور دیہات سے نورانی بادلوں کی طرح لگاتار پہونچتے ہیں۔ اور کام کو پستی سے بلندی پر لیجاتے ہیں۔ برسوں تک تربیت جمالی سے قطع مسافت کی جاتی رہی مگراب تربیت جلالی سے قطع مسافت کرتے ہیں۔ اور مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہتے ہیں۔ اور جمال و جلال کو مساوی جانتے ہیں کہ جفائے محبوب اس کی وفا سے زیادہ لذت بخش ہے۔

اور آپ فرماتے تھے کہ شیخ ابن عربی گروہ مقبولین حق اور صفِ اولیاءِ عظام میں نظر آتے ہیں۔

اللہ اکبر۔ آنحضرت قدس سرہٗ کا یہ دستور تھا کہ نماز صبح کے بعد متوجہ ہوکر بیٹھتے تھے۔ اور بعد نماز کے دعا مانگنے کے بعد مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔

ایک مرتبہ عرفہ کی صبح میں نماز فجر کا سلام پھیرنے کے بعد اسیطرح رو بقبلہ بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا اس وقت آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا۔ اپنے خاص خاص مریدوں سے راز میں یہ فرمایا کہ آج زیارتِ کعبہ معظمہ کا شوق پیدا ہوا اور حرم محترم کا اشتیاق ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کعبہ مکرمہ آیا۔ اور میرا طواف کیا تعجب ہے کہ

اصحاب ارباب کشف اس واقعہ سے غافل رہ گئے۔ ورنہ وہ بھی ضرور میرے گرد پھرتے۔ اور میرا طواف کرتے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اس نبی الرحمت کی امت کی۔

اللہ اکبر۔ ایک دفعہ شب ستائیسویں ماہ رمضان المبارک میں آپ نے فرمایا کہ آج شب قدر ہے اور تراویح سے فراغت پانے کے بعد فرمایا کہ لیلۃ القدر کی ساعت شریفہ میں مجھ میں غیبت پیدا ہوئی۔ اور اس ساعت کا آخری حصہ نصیب ہوا۔ جس طرح کہ ایک لشکر آگے چلا جائے اور بچے ہوئے لوگ آہستہ پیچھے چلتے رہ جاتے ہیں ایسا ہی میں نے اسے دیکھا۔

میرے۔ آنجناب قدس سرہٗ کو یاد آیا۔ پس التجا اور تضرع ومناجات فرمائی۔ کہ خدایا جب تو نے اپنے برگزیدہ بندے کو اس دولت سے مشرف فرمایا تو اگر اس فقیر کو بھی اس سے ممتاز فرمایا جائے۔ تو تیری عنایت سے دور نہیں ہے۔ آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی۔ اور معلوم ہوا کہ قضا کی ایک قسم لوح محفوظ میں مبرم ہے۔ مگر عند اللہ معلق ہے۔ بنا بر شفاعت یا بامرِ دیگر اخص خواص کو اس قضا میں تصرف کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر جو قضا علم الٰہی میں بھی مبرم ہے اس میں کچھ تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں بدلا جا سکتا وہ قول جو میرے پاس ہے، اس کے یہی معنی ہیں۔

اللہ اکبر۔ آنجناب قدس سرہٗ نے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنے والے لوگوں کے احوال اخروی اور مشرکین زمانۂ فترت رسل کے متعلق فرمایا اور منکشف کیا کہ یہ جماعت نہ بہشت میں ہمیشہ رہیگی۔ اور نہ ہمیشہ

دوزخ میں بلکہ نقبتِ انبیا کے بعد اوران کے احیار اخروی کا حساب کر کے بقدر جرائم ان پر عذاب کریں گے۔ اور تکمیل حقوق کر کے مثل حیوانات غیر مکلف کے ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشئے محض کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہمیشگی نہیں ہو سکتی۔ اس معرفت غریبہ کو بینے بارگاہ انبیار علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں عرض کیا۔ سب نے اس کی تصدیق فرمائی اور قبول کیا۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم پر منکشف کیا گیا ہے کہ حضرت رحمٰن کے خزائن رحمت کی حقیقت وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کوئی رحمت اس خزانہ سے الگ نہیں ہے۔ عام ازین کہ دنیاوی رحمتیں ہوں یا اخروی۔ ننانویں رحمتیں کہ آخرت کے لئے رکھی گئی ہیں۔ ان کا مستقر ایک چشمہ ہے اور دنیا میں جو رحمتیں پھیلائی گئی گئی ہیں۔ ان کا خزانہ دوسرا چشمہ ہے۔

اللہ اکبر۔ ایک مرتبہ آنجناب قدس سرہٗ نے اپنے ان صاحبزادگان کی فاتحہ کے لئے کھانا تیار کرایا۔ جو آپ کے روبرو وفات فرما چکے تھے۔ بعد توجہ کثیر کے وہ کھانا مقبول ہوا۔ اور ایسا مکشوف ہوا کہ ملائکہ کرام کھانے کے خوان لے جارہے ہیں۔ اور ان کی قبور میں پہنچا رہے ہیں۔ اور بہشت کے ایک چمن میں اس کھانے کو جمع کر رہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے فرزند اس کھانے کے پاس گئے اور کھانا ان کے اندر چلا گیا۔ اور پھر ان میں استعداد فوق کی پیدا ہوئی۔ اور عروج میں مصروف ہوئے۔ اور عروج کثیر کے بعد ایک بہشت ظاہر ہوئی۔ جو نہایت رفیع المنزلت اور تر و تازہ تھی۔ پس وہ

اس میں داخل ہو گئے۔ چونکہ آنجناب قدس سرہ نے بوقت فاتحہ دینے کے سب مومنین اور مومنات اور ملائکہ عالیات کو بھی شریک فرمایا تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی مومن اور مومنہ کی قبر ایسی نہ پائی جس میں وہ کھانا نہ گیا ہو۔ اور کوئی بہشت ایسی نہ تھی جو اس ضیافت سے خالی ہو۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ملائکہ میں بھی خوانہائے گوناگون بھیجے گئے۔ اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی گئی۔ اسی طرح جب کبھی آنجناب قدس سرہٗ مردوں کی روحانیت کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ دلاتے۔ اسی طرح کے مکاشفات معائنہ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ ایک ایسے بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جو قریب مرگ تھا۔ آپ اس کے حال کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ اس کا قلب نہایت تاریک ہے۔ ہرچند آپ نے تاریکی دفع کرنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بہت دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تاریکیاں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ ہیں۔ اور منشا ان کدورتوں کا کفار کے ساتھ موالات رکھنا ہے۔ ان تاریکیوں کا دفعیہ عذاب دوزخ پر موقوف ہے۔ کہ کفر کا بدلہ یہی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دل میں ایک ذرہ ایمان کا بھی داخل ہے کہ آخر میں اسی کی برکت سے اس کو دوزخ سے نجات دینگے اس حالت کے مشاہدہ کے بعد آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایسی حالت میں اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں۔ توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ نماز پڑھنی چاہیئے۔

اللہ اکبر۔ حضرت خواجہ احرار (طاب ثراہ) کے پاس کوئی نسبت

ان کے نسبت خاصہ سے ایسی نہ تھی کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ہم کو عنایت نہ فرمائی ہو۔ مگر ایک نسبتِ عالیہ عظیم عطیات حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے باقی رہ گئی تھی۔ اور اس کو ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنی وفات کے بعد کہ ایک روز فقیر آپ کے روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے گیا تھا مرحمت فرمائی۔

سبحان اللہ یہ وہ عالی نسبت اور ناپیدا کنار دولت تھی کہ جس کے بعد فیض کا سمندر ہمیشہ کے لئے موج زن ہو گیا۔ خدایا ہم روسیاہوں کو وہ روزِ سعید کب نصیب ہوگا کہ اس نورانی شیریں سمندر سے ایک چلو بھر پی لیں اور دنیا کے حرص اور ہوس کے خرمن کو جلا کر خاک کر دیں۔

ملفوظ۔ برکت و عظمت کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ظہور و حصول بلحاظ مراتب قائل کے ہے۔ قائل جتنا بزرگ ہو برکت و عظمت بھی زیادہ ہو گی اور آپ نے یہ عربی مصرع پڑھا۔ ع

یَزِیْدُ وَجْھُهٗ حُسْنًا اِذَا مَا زِدْتَّهٗ نَظَرًا

ترجمہ۔ اس کے چہرہ میں اور حسن بڑھ جاتا ہے۔ جب میں اُسکی ملاقات کے وقت نظر کرتا ہوں۔

اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آرزو اس آرزو کے برابر نہیں رہی کہ گوشۂ خلوت میں کلمہ طیبہ کی تکرار سے لذت حاصل کیجائے مگر کیا کریں کہ تمام آرزوئیں حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ ان امور میں سے جو کہ عارف کو ملکیت سے بشریت کی طرف لاتے ہیں کھانا کھانا سب سے زیادہ بڑا ہے۔ کبھی کبھی تہجد کے وقت کھانے کی کدورتیں نظر آتی ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ وہ محض

کرم حق ہے۔ اگر اس کے لئے کوئی بہانہ ہوا ہے۔ تو وہ متابعت حضرت سید الانبیا علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات ہے کہ ہم اپنا مدار کار اسی پر جانتے ہیں۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کچھ دینے سے رہ گیا ہوگا۔ تو اس کی وجہ یہ ہوگی۔ کہ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم سے بتقاضائے بشریت کچھ فتور ہو گیا ہوگا۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ ایک روز ہم نے سہواً پائخانہ جاتے وقت سیدھا پانوں رکھ دیا۔ اس روز احوال کے دروازے مجھ پر بند رہے۔ پھر ندامت اور استغفار کے بعد وہ حال ظہور پذیر ہوا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھ پر استنجا کرنے کی ضرورت نے سخت غلبہ کیا۔ میں تیزی کے ساتھ استنجا کرنے کی جگہ پر آیا۔ میری نظر ایک ناخن پر پڑی کہ ایک نقطۂ سیاہی کسی کے قلم سے اس پر گر پڑا تھا۔ چونکہ سیاہی اس باب کتابت حروف قرآنی سے ہے۔ اس لئے میں نے وہاں بیٹھنا ادب کے خلاف پایا فوراً وہاں سے پلٹا اور اس کو دھویا اس کے بعد استنجا کرنے کے لئے گیا۔ باوجودیکہ تقاضا حاجت کا غالب تھا۔ مگر میں نے استنجے کے روکنے کی تکلیف گوارا کی اور ادب کو متروک نہ ہونے دیا۔

اور ایک بار آپ نفلی روزے رکھ رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ روزے آپ کس نیت سے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قضاءِ احتیاطی۔ رمضان کے بعض دنوں میں دن کو استنجا کرنے کا اتفاق ہوا تو اس احتمال پر کہ تری جوف میں پہنچی ہو۔ قضائے احتیاطی رکھ رہا ہوں اور آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرت ذکر و دوام حضور و لزوم

مراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ دنیا دار عمل اور مزرعۂ آخرت ہے حضور باطن کو رعایت آداب و اعمال ظاہر کیساتھ جمع کر کے کام میں لگے رہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ریاضت کو بھوکا رہنے اور روزہ رکھنے میں منحصر کر دیا ہے۔ لیکن متوسط مقدار میں کھانا کھانا دوام روزہ سے زیادہ مفید ہے۔ جب کہ لذیذ کھانے سامنے رکھے ہوئے ہوں تو نصف بھوک کھانا اور نصف بقیہ سے ہاتھ اٹھا لینا سخت ریاضت ہے۔ اور ان ریاضتوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ کھانے کو نہ دیکھ کر کھانے سے باز رہے ہیں۔ اور یہ اس میں سے چکھ کر باز رہے ہیں۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ شرم آتی ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے میں باوجود قوت و استطاعت کے رکوع اور سجود میں کم تعداد میں تسبیح پڑھی جائے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نماز میں سنن و مندوبات و آداب کی رعایت کرنا حضوری قلب کا کام کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام رعایتیں ذکر ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ لوگ ریاضات و مجاہدات کی ہوس کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ رعایت آداب شریعت کے برابر نہیں ہے۔ خصوصاً فرض واجب و سنت نمازیں حسب اصول شریعت ادا کرنا بہت مشکل ہے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر۔

آپ فرماتے ہیں کہ احوال تابع شریعت ہیں۔ اور شریعت تابع

احوال نہیں ہے۔ کہ شریعت قطعی ہے اور وحی الٰہی سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور احوال ظنی امور ہیں۔ جو کشف اور الہام سے ثابت ہوئے ہیں

اور فرماتے ہیں کہ بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت کلیم اللہ بھی عہد نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتے تو بجز اتباع شریعت مصطفوی کے ان کو بھی کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا۔ پھر ان کور باطنوں کو مخالفت کا کیا حق ہے۔

اور فرماتے ہیں حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہماری سنت تمام نسبتوں سے فوق ہے"۔ چونکہ انکا طریق اتباع سنت سنیہ اور رعایت عزیمت قویہ میں اور طریقوں سے فوق ہے اس لئے ان کی نسبت بھی افضل نسب ہے۔

فرماتے ہیں کہ تکبر عمل صالح کو ایسا ناکارہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ آگ لکڑی کو منشا عجب کا یہ ہے کہ عامل کی نظر میں اس کا عمل زیبا معلوم ہوتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ اپنی پوشیدہ برائیوں کو بھی یاد کیا کرے۔ اور اپنی نیکیوں کو متہم کرتا رہے۔ بلکہ ادائے عبادات سے شرمندہ رہے۔

فرماتے ہیں کہ جب تک کہ کسی کو علم ظاہر میں پوری پوری مہارت نہ حاصل ہو جائے۔ اس وقت تک اسرارِ صوفیہ سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم کے طریقہ میں اسم ذات اور نفی و اثبات دونوں کی تعلیم دیجاتی ہے۔ مگر ہمارا

انکشاف یہ ہے کہ اسم ذات کو جذبہ سے زیادہ مناسبت ہے۔ اور نفی و اثبات کو سلوک سے اس طریقہ کی ابتدا میں چونکہ جذبہ کا مقدم ہونا مبتدی کے حال کے مناسب ہے۔ اس لئے اُس کے لئے تکرارِ اسم ذات ہی اولے ہے اور جب سلوک میں قدم رکھے تو اسکے حال کے لائق ذکر نفی و اثبات ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگرچہ صوفیہ سے ملت محمدیہ علیہ وعلے آلہ والصلوٰۃ والتسلیمات کو بہت سے نفع پہنچے ہیں کہ امت کے بہت سے فاجران کے برکات اضافات سے درجہ کمال پر واصل ہوئے۔ اوران کے انوارِ صحبت سے ظلمت بدعت دفع ہوئی۔ اور اسرار کتاب وسنت ان کے کشف کی وجہ سے ظاہر ہوئے۔ لیکن اس طبقہ کے ارباب سُکر سے بہت کچھ نقصان بھی دین متین پر عاید ہوئے اور بے باک ناقصوں کے لئے تکیہ گاہ بن گئے۔ اوران کے سُکریات جمع کثیر کے لئے باعث گمراہی ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے آپ کو بالکل شریعت کے سپرد کردیا ہے۔ اور خدمت سنت سنیہ صفویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے لئے تیار کھڑے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارے قلم کی زبان سے بھی بعض کلمات سُکریہ صادر ہوئے ہیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَّ یُمْسِیْ کَافِرًا اَوْ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ کَافِرًا قیامت کے قریب ایسے فتنے ہونگے

جیسے اندھیری رات کا ٹکڑا۔ پس صبح کو جو مرد مومن ہوگا وہ شام تک کافر ہو جائیگا اور جو شخص شام کو مومن تھا وہ صبح تک کافر ہو جائیگا۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ اس نعمت عظمےٰ کا حصول یعنی طالبان طریق کا ابتداء تعلیم میں ذکر سے دل کا گویا ہو جانا اور جذبہ کا حاصل ہو جانا۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ہی برکات میں سے ہے۔ اگرچہ اکابر سابقین کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ مگر ابتداء تعلیم میں کسی کو اتنی عمومیت حاصل نہ تھی۔ اللہ اکبر۔ ایک روز میں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ شروع تعلیم میں عام طور سے اس کمال کے حصول کا راز کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بمقابلہ زمانہ سابق کے زمانۂ حال میں اہل ارادت کی طلب اور ہمت میں نقصان اور فتور کثیر پھیل گیا ہے۔ اور مقاصد طلبہ میں کمی آگئی۔ اس لئے شفقت کا تقاضا یہ ہوا کہ بغیر مجاہدہ اور سعی کے ان کو مقصود کی رہنمائی کر دی جائے۔ تاکہ ان کی برودت حرارت سے مبدل ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کی کمال عنایت مجھ کمترین کے حق میں یہ ہے کہ کوئی کوچہ اس راستہ کا باقی نہ رہا۔ جس پر کہ اس فقیر کا عبور نہ کرایا گیا ہو۔ جس مرید نے اپنی استعداد کے موافق جس سلوک کے طے کرنے کی خواہش کی۔ مجھ پر وہی طریق ادا کیا گیا۔ اور اسی طریق میں مرتبۂ کمال و تکمیل پر میں نے پہنچا دیا۔

اور اللہ تعالےٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے اس درویش کو اتنی قوت بخشی ہے۔ کہ اگر اس سوکھی ہوئی لکڑی پر اپنی ہمت صرف کروں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائیگا۔ مگر اس آخر زمانہ میں اسکی

مرضی اقدس اس ہمت کے اظہار کے لئے نہیں پاتا ہوں۔

مولانا یوسفؒ ایک عالم علمار وقت سے تھے۔ اور حضرت خواجہؒ نے ان کی تربیت آنجنابؒ کے حوالہ فرمائی تھی۔ اثنار سلوک میں جذبہ نے ان کو گھیر لیا۔ اور وقت نزاع کا تھا۔ کہ آنجنابؒ ان کے پاس آئے اور ان کا سلوک پورا کرنے کے لئے توجہ فرمائی اور اپنی توجہ کی مولانا کو اطلاع فرمائی۔ اور ہر ساعت ان سے حال دریافت فرماتے تھے۔ اور مولانا اپنی ترقیات و تلقیات کہ توجہ آنجناب سے حاصل ہو رہی تھی عرض کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا کام اپنے تصرف سے پورا فرمادیا۔ اور انہوں نے بھی اپنے حصول کمال اور اتمام سلوک کی خبر دی۔ اور اسیوقت راہی عالم قدس ہو گئے۔ سبحان اللہ مجھے فخر ہے قوتِ تصرف پر کہ برسوں کا کام آن واحد میں پورا کر گئی۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست ترجمہ ع کریموں پر نہیں کچھ کام دشوار

یک لحظہ عنایتِ تو اے بندہ نواز

بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

ترجمہ۔ ایک لحظہ آپ کی عنایت اے بندہ نواز، ہزار سال کی تسبیح اور نماز سے بہتر ہے۔

اللہ اکبر۔ مولانا محمد امین کہ ابتدار میں خواجہ سورتی کے مرید تھے مرض شدید میں مبتلا ہوئے۔ کہ دعا اور دوا نے اثر کرنا چھوڑ دیا۔ ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور بصد نیاز و انکسار ایک عرض داشت ارسال کر کے توجہ فرمائی کے لئے التماس کی۔ اور کچھ کپڑا تبرکاً طلب کیا۔ حضرت کو ان پر رحم آیا عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ضعف کی

شدت سے اندیشہ نہ کرو۔ ہمارا دل تمہاری طرف سے مطمئن ہے انشاء اللہ تعالےٰ ضرور صحت پاؤ گے۔ فقیر کا کپڑا تم نے طلب کیا تھا اسلئے ایک پیراہن بھیجا جاتا ہے۔ پہنو اور اس کے نتائج و ثمرات کے امیدوار رہو کہ کثیر البرکت ہے۔ بیت

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است　　　　وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

جو شخص کسی قصہ کو بطور کہانی کے پڑھ کر چھوڑ دیتا ہے وہ اُسکے لئے قصہ اور کہانی ہے اور اگر کوئی شخص اس سے اپنے لئے کچھ نتیجہ نکالتا ہے۔ وہ جوانمرد ہے۔

مولانا نے پیراہن پہنا اور برسوں کی بیماری سے فوراً رہائی پائی۔ اور مرید صادق عقیدہ بنے اور تمام عمر جمعیت اور استقامت سے حضرت کی خدمت میں بسر کی اور حضرت کے فیوض و برکات سے بہرہ حاصل کیا۔ اور اصحاب خاص میں داخل ہوئے اور میرا خیال ہے کہ اجازت تعلیم طریقہ بھی حضرت ہی سے لی تھی۔

اللہ اکبر۔ ایک درویش نے کہ آثار جذبہ و علامات آزادی اور وارستگی کے اس میں پیدا تھے۔ بیان کیا۔ کہ میں بنگالے سے اکبر آباد آیا تھا۔ اور آنجنابؒ اس شہر میں تشریف فرما تھے۔ ایک رات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تعلیم ذکر کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے اجازت دی اور تلقین فرمائی۔ اس اثناء میں مجھ پر ایسا تصرف فرمایا جس سے ایسی حالت غالب ہوئی۔ کہ اسی رات کو دیوانہ وار وہاں سے نکلا۔ اور جانب دشت روانہ ہوگیا اور مدتوں کوہ و بیابان میں پھرتا رہا۔ اپنے سونے اور کھانے اور سکون و آرام کی مجھے خبر نہ تھی۔ میں کیا کہوں

کہ اس اثنا میں میں نے کیا کیا دیکھا اور کیا کیا حاصل کیا۔

اللہ اکبر۔ ایک سید صاحب نے جو بظاہر تاجر اور بمعنی ولی کامل تھے نقل کیا کہ میں اکثر مشائخ وقت کی خدمت میں گیا اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ شدہ شدہ سرہند پہنچا اور آستانۂ عرش نشان آنجناب قدس سرہٗ پر حاضر ہوا اور موردِ عنایت و الطاف بنا۔ میں نے آپؒ سے طلب راہِ خدا کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر تم کو دیا جائیگا۔ میں نے تنگ دلی کے ساتھ عرض کیا کہ میں نے صورت اذکار اکثر مشائخین سے حاصل کی ہے۔ مگر اس کے ثمرات و برکات کی امید آپ کی بارگاہ سے ہے۔ پس حضرت تھوڑی دیر تک مراقب ہوئے اور توجہ خاص سے سرفرازی فرمائی۔ استغراق و سکر اور عظیم مدہوشی نے مجھ پر غلبہ کیا جس سے صبح تک مجھے اپنی خبر نہ رہی علی الصباح جب مجھ کو افاقہ ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ترک و تجرید کی آپ سے تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تجارت میں حصول لقمۂ حلال اور نفقۂ عیال ہے۔ اسے مت چھوڑو جو کچھ تم کو پہنچا ہے۔ اُسے مضبوط پکڑو۔ اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ ایسے بھی مردان خدا ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کے ذکر سے غافل نہیں کرسکتی پھر مجھ کو رخصت فرما دیا۔

اللہ اکبر۔ ایک سید صحیح النسب سعادتمند نے کہ حضرت کے تصرف کی برکت سے طبقات ارض و سماان پر کھل گئے تھے۔ اور احوالِ نادرہ رونما ہوا کرتے تھے بیان کیا کہ ایک روز مجھ کو یہ خیال گذرا کہ آجکل

آنجناب سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ بمجرد اس خیال کے میں نے اپنے احوال میں کمی پائی۔ تو میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ قبض اُسی خیال بد کا نتیجہ ہے۔ پس معافیٔ گناہ کے لئے دستار گردن میں ڈال کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور گریہ وزاری شروع کی۔ مگر اس خیال کو چھپائے رہا۔ اور زبان پر نہ لایا۔ حضرت رحؒ نے ایک لمحہ کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے مجھ سے کرامت طلب کی تھی۔ اور یہ خطرہ فلاں کی صحبت سے پیدا ہوا تھا۔ آپؒ نے یہ فرما کے اس شخص کا نام بھی بتا دیا جس کی صحبت میں یہ بُرا خطرہ پیدا ہوا تھا۔

اللہ اکبر۔ ایک مرتبہ زمانۂ مرض میں حضرت پر ضعف کا غلبہ ہوا اور تناول فرمانے کے لئے دس پندرہ دانے منقا کے آپ نے طلب فرمائے۔ خادم نے حاضر کئے۔ حضرت نے مراقبہ فرمایا کہ ان دانوں کا کھانا مفید ہوگا یا نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوئے اور فرمایا کہ عجیب چیز ظاہر ہوئی۔ ان تمام دانوں نے مناجات اور دعا کی کہ خداوندا تیرے دوست نے تناول کرنے کے لئے ہم کو منگوایا ہے تاثیر نفع اور صحت ہم میں عطا فرما۔ کہ جو شخص ایک دانہ ہم میں کا کھائے اس کا ہر مرض صحت سے مبدل ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔ یہ واقعہ بخوبی محسوس ومشہود ہوا ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر چند دانے اس کے آنجنابؒ نے تناول فرمائے۔ فوراً آپ کی بیماری صحت سے مبدل ہو گئی۔ اور جس بیمار نے ایک دانہ بھی ان میں کا کھایا صحت پائی۔

اللہ اکبر۔ ایک صوفی نے بیان کیا کہ شروع زمانۂ طلب خدا میں

ایک روز میرے دلی جوش وخروش نے بیقرار اور بے آرام اور بے خور وخواب کر دیا تھا۔ میں دیوانہ وار پھرتا اور اپنی بے نصیبی پر افسوس کرتا تھا۔ میرے اس اضطراب میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی تھی۔ اگر صحرا میں جاتا۔ تو جنون زیادہ ہوتا۔ اور خلوت میں رہتا تو اضطراب بڑھتا تھا ایک روز خانقاہ ملائک پناہ آنجناب علیہ الرضوان میں آیا۔ حضرت اسوقت دروازہ پر تشریف فرما تھے اور اصحاب حلقہ کیئے دست بستہ باادب تمام سر جھکائے ہوئے کہ گویا ان کے بدن میں جان ہی نہیں ہے کھڑے ہوئے تھے میں ابھی دروازہ پر نہیں پہنچا تھا کہ حضرت میرے آنے سے مطلع ہو گئے۔ اور سر مبارک کو دروازہ سے نکال کر فرمایا کہ اے فلاں جلدی آؤ۔ جلدی۔ میں دوڑ کر آپ کے قریب گیا کمال بندہ نوازی وسرافرازی سے میرے گریبان میں دست مبارک ڈالکر فرمایا کہ فلاں نعمت جو تم کو پہنچی ہے تمہارے ہمعصروں میں کسی کو نہیں ملی۔ حضرت کا یہ ارشاد آب زلال تھا۔ جس نے میری آتش طلب کو بجھا دیا۔ اور بے قراری وبیدلی وبے آرامی وجوش وخروش سب سکون اور آرام سے بدل گیا۔

اللہ اکبر۔ حضرت کے ایک مخلص سید صحیح النسب نے بیان کیا کہ میں ملک دکن کے شہر اجین میں لشکر کے ساتھ تھا۔ ایک روز حال کے قبض نے مجھ پر غلبہ کیا۔ میں تفریح خاطر کے لئے خیمہ سے نکلا۔ اور بازار میں ایک دکان پر بیٹھ گیا۔ اس اثنار میں ایک درویش نے کہ آثار ریاضت وعلاماتِ جذبہ اس سے ظاہر تھے۔ مجھ سے ملاقات کی اور سلام کیا میں نے جواب دیا۔ اس نے کہا کہ میں یہاں کے

پہاڑوں میں گوشہ نشین رہا کرتا ہوں اور اپنا وقت خلق سے علیحدگی اور دوری اور خلوت وعزلت میں گذارتا ہوں اور وہاں سے باہر نہیں نکلتا ہوں۔ میں حضرت کا مرید ہوں۔ اور اس وقت حضرت کی خوشبو میری مشامِ جان میں آئی۔ میں اس کی جستجو میں روانہ ہوا۔ اور اب وہ خوشبو تم میں پا رہا ہوں میں نے کہا کہ میں بھی حضرت کا مرید ہوں۔ اور نسبت کی کشش آپ کو کھینچ لائی۔ ہماری باہمی ملاقات دیر تک رہی۔ اور ہر طرح کے تذکرے ہوتے رہے۔ اور اثنا تذکرہ میں اس نے یہ بھی کہا کہ میں مدتوں تک حضرت کی خدمت میں رہا کرتا ہوں۔

اللہ اکبر۔ ایک سید صاحب نے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے ان لوگوں سے جو حضرت علی رضؓ سے لڑے تھے۔ خصوصاً حضرت معاویہ سے بہت نفرت تھی۔ ایک رات حضرت کے مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں آپ کی ایک تحریر یہ نظر آئی کہ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو برا کہنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برا کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کے دیکھتے ہی آپ سے آزردہ ہوگیا۔ اور آپؒ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال دیا۔ اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں۔ اور میرے دونوں کان پکڑ کر فرما رہے ہیں۔ کہ اے طفل نادان ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے۔ اور ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں ہے۔ تو میں تجھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لے چلتا ہوں آپ اسیطرح کشاں کشاں مجھ کو ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک عمارت عالیشان تھی۔ ایک

بزرگ اس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ان بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی۔ اور انہوں نے بشاشت کے ساتھ آپ کو لیا۔ اس کے بعد مجھے فرمایا کہ اس وقت حضرت امیر تشریف فرما ہیں۔ سُنو کیا فرماتے ہیں میںنے سلام کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ "خبردار ہزار بار خبردار اصحاب سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہرگز کدورت مت رکھو۔ اور ان کے عیوب بھی مت بیان کرو کہ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کونسی حقانی نیتوں نے ہم میں اور ان میں جھگڑا ڈالا۔ پھر حضرت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی انکار نہ کرو۔

اللہ اکبر۔ جس زمانہ میں کہ حضرت اجمیر شریف میں تشریف فرما تھے ماہ مبارک رمضان عین برسات میں آیا۔ بارش بکثرت ہو رہی تھی اور شب و روز اس سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ نقصِ ہوا اور غلبۂ حرارت سے آپ کو اور آپ کے درویشوں کو بہت تکلیف پہنچی۔ ایک رات تراویح کے بعد حضرت مسجد سے نکلے اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اگر تین ختم قرآن تک جو ہماری سنت دائی ہے بارش شب میں فرصت دے تو کیا اچھا ہو۔ ایسا ہی ہوا۔ کہ ستائیسویں شب تک کہ تین ختم قرآن تمام ہو گئے تھے۔ پانی شب میں نہ برستا تھا ستائیسویں رات کو اتنا پانی یکبارگی برسا کہ گویا دہانۂ مشک بند تھا۔ اور اب اسے کھول دیا گیا ہے

آپ فرماتے ہیں کہ وہ طریق کہ جس سے حضرت حق سبحانہٗ نے حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ ابتدا سے انتہا تک اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے کہ اندراج نہایت در بدایت کو شامل ہے اسی بنیاد پر عمارتیں بنائی گئیں اور

محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ تخم بخارا اور سمرقند سے لایا گیا۔ اور زمین ہندوستان میں جس کا خمیر خاک یثرب بطحا سے ہے بویا گیا اور آب فضل سے برسوں سیراب کیا گیا۔ اور تربیت احسان سے تیار کیا گیا۔ اور جب کاشتکاری کمال کو پہنچی تو اس کو خدا کی معرفت کا پھل لگا۔

فرماتے ہیں کہ علوم و معارف میں کہ ترجمان احوال و مواجید ہیں اکثر تناقض اور اختلاف مفہوم ہوتا ہے۔ اس کو اختلافِ اوقات و اوضاع پر محمول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال و مواجید علیحدہ اور ہر مقام کے علوم و معارف نئے ہوتے ہیں۔ پس حقیقت میں نہ کوئی تناقض ہے۔ اور نہ اختلاف اس کا احکام شرعیہ کا سا حال ہے کہ نسخ و تبدیل کے بعد احکام متناقض معلوم ہوتے ہیں۔ اور جب اختلاف اوقات و اوضاع کو ملاحظہ کیا جائے تو تناقض اور اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ یَعْلَمُ الْحِکَمَ وَالْمَصَالِحَ فِیْ ذٰلِکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ خدائے پاک حکمتوں اور مصلحتوں کو جانتا ہے۔ پس تو شک کرنیوالوں میں سے مت ہو

اللہ اکبر۔ ایک درویش صفا کیش نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرض سنپات نے مجھ پر سخت حملہ کیا۔ کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ زندگی کی امید نہ رہی تھی اس حال میں میں حضرت کی روح پرفتوح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس توجہ میں میں اپنے سے غائب ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ اٹھ اس عیسوی دم کے اتنا فرماتے ہی وہ میری مدہوشی سب جاتی رہی اور میں ہوش میں آگیا۔ اور اپنی آنکھوں سے اس قدوۂ اولیا کے جمال

جہاں آرا کا مشاہدہ کیا۔ اور میں نے اپنے اندر طاقت اور قدرت پائی۔ اور تیزی کیساتھ اٹھا آپ نے فرمایا کہ کیا تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا کہ اخلاص فرمایا کہ پھر سب چیزیں لے آئے ہو۔ اور یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ میں نے غور کیا تو مرض کا مطلقاً اثر باقی نہ تھا۔

اللہ اکبر۔ ایک صوفی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حج کرنیکا ارادہ مجھ پر غالب ہو گیا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں اپنا حال عرض کیا۔ اور رخصت کیلئے اجازت چاہی۔ آپؒ نے ایک لحظہ سکوت فرمایا اور مراقب ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم کو حج کے میدان میں نہیں پاتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس ارشاد کو آج تیس برس گذر گئے ہیں۔ جب کبھی ارادہ سفر کا کیا عزیمت فسخ ہو گئی اور جانے کا سامان نہ ہو سکا۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت کی زبان الہام ترجمان سے نکلا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مزمل ایک ہولناک گڑھے میں گر گئے ہیں اور وہاں سے نکلنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ شیخ مزمل اطراف سرہند کے پہاڑوں میں تفریحاً گئے تھے اور ایک غار کے کنارہ سے گذر رہے تھے کہ ان کا پاؤں پھسلا اور غار میں گر پڑے کہ باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ وہاں سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ ایک دہقان نے دور سے دیکھا اور لوگوں کو خبر دی۔ لوگ جمع ہو کر اس غار کے کنارہ آئے اور شیخ کو اس سے نکالا۔ شیخ موصوف حضرتؒ کے صحابی قدیم اور صاحب اجازت تھے۔

اللہ اکبر۔ جس زمانہ میں کہ حضرت لاہور میں تشریف فرما تھے عالم معنوی مولانا جمال تلوی حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور خلوت میں

آپ سے پوچھا کہ آج آپ کا ثانی جامع علوم ظاہر و باطن صفحۂ روزگار پہ پیدا نہیں ہے۔ مسئلہ وحدت وجود کہ بظاہر شریعت کے مخالف ہے۔ مگر اولیاء اللہ کثرت سے اس کے قائل ہیں۔ اس کے متعلق آپکا کیا خیال ہے۔ حضرت نے توجہ و تصرف فرماکر وہ حال مولانا کو عطا فرمایا۔ اور کان میں چند کلمات فرمائے۔ مولانا کو طاقت نہ رہی کہ ابر نیسان کی طرح آنسو آپ کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ اور آپ کے بشرہ میں ایک تغیر مثل ارباب سکر و وجد کے پیدا ہوا۔ مولانا بے طاقت ہو گئے اور بتواضع و انکسار تمام قدمبوسی کر کے رخصت ہوئے۔ مجھے اس تصرف پر ناز ہے۔ عالم زبردست مثل مولانا جمال جن کو دلائل سے معقول کرنا دشوار تھا۔ ایک لمحہ میں ان کو آپ نے حال عطا فرمایا۔ اور ان کو اس مقام پر کہ جس سے وہ خوف کرتے تھے پہنچا دیا اور ان کے شکوک و شبہات کو حال وارد کر کے دور کر دیا۔

کرامت۔ ایک درویش خادم حضرت نے بیان کیا کہ میں قلعہ گوالیار میں بخدمت آنجناب مقیم تھا۔ ایک بزرگ اس راستہ سے گذرے اور انہوں نے بصد افسوس و حیرت کہلا بھیجا کہ آپ کی رہائی یہاں سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ باعث اس تکلیف کے روافض ہیں اور یہ قلعہ بالفعل انہی سے متعلق ہے۔ اگر وہ کہلا بھیجیں کہ قلعہ کے اوپر سے گرادیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ حضرتؒ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ قید سے میری رہائی یقیناً ہو گی۔ کیونکہ بعض لوگوں کو جن کے نصیب مجھ سے متعلق ہیں۔ ان کا حصہ پہنچنا باقی ہے۔ اور یہ بات بغیر میری رہائی کے ناممکن ہے۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس قلعہ

سے آپ کی رہائی ہوئی۔ اور آپکا وہ ارشاد جلد سے جلد ظاہر ہوگیا۔

کرامت۔ حضرت کے ایک مخلص بیان کرتے تھے کہ حضرت کا طریقہ یہ تہا کہ ہر خورد و کلاں و یگانہ اور بیگانہ کو پہلے سلام کیا کرتے تھے ایک روز مجھے خیال ہوا کہ آج حضرت کی خدمت میں اچانک پہنچکر سلام میں ابتدا کرونگا۔ پس اس نیت سے آپکی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور حضرت سے اتنے فاصلہ پر پہنچگیا کہ اگر دو تین قدم آگے بڑہتا تو آپکے روبرو پہنچ جاتا اور ابھی تک آپنے نہ مجھ کو دیکہا تہا۔ اور نہ میں نے آپکو مگر آپنے اندر ہی سے آواز دی کہ السلام علیکم یا فلاں! مجبوراً میں سامنے گیا اور وعلیکم السلام کہا۔ اور سلام میں سبقت کرنیکے ارادہ کو بیان کیا حضرت سنکر مسکرائے۔

کرامت۔ ایک روز ایک طالب نے حضرت سے نسبت قادریہ کیلئے التماس کیا حضرتؒ نے طریقہ عالیہ قادریہ میں اس کو مرید کر کے فرمایا کہ صحبت میں اکثر حاضر رہا کرو۔ حضرت بوجہ اس کی تمنا کے دو تین روز نسبت قادریہ میں مشغول رہے اور اس کے برکات طالب مذکور کو عطا فرمائے۔ جو لوگ کہ حضرت سے حصول نسبت نقشبندیہ کرتے تھے اس زمانہ میں انہوں نے اپنے کو بیکار اور اپنے کام میں انقباض دیکہا۔ حقیقت کار سے مطلع نہ تھے۔ اس لئے حضرت سے عرض کی حضرت نے تبسم فرمایا اور کہا کہ دو تین روز سے ہم فلاں شخص کو نسبت قادریہ کے افاضہ کرنے میں مشغول تھے۔ اس لئے تمہارے کام میں بستگی واقع ہوئی۔ پھر ان لوگوں کے احوال کی طرف متوجہ ہوئے اور تلافی ایام سابقہ کی فرمائی۔ جو ابواب فتوح کہ چلوّں میں نہ کھلتے وہ چند روز میں ان کو عطا فرمادیے۔ عجیب تصرف تہا کہ ایک توجہ میں طالب کا

سینہ نور سے بھر دیا جاتا تھا۔

اللہ اکبر۔ ایک آپ کے خاص خادم جان محمد نامی تاجر کہتے ہیں کہ جب کبھی معنوی طور پر میں آپ کو دیکھتا ہوں تو آپ کی پیشانی اور ہر دو رخسار پر لفظ اللہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں چنانچہ یہ تاجر اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے قریب شام کے مجھ سے فرمایا کہ ایک کام کے لئے کہتا ہوں اس کو کر سکو گے۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہ کر سکونگا۔ آپ نے ایک جوز بدیں ارشاد عطا فرمایا کہ فلاں باغ میں چند درویش فرد کش ہیں ان کے پاس جاؤ۔ ان میں ایک فقیر چیچک رو سب سے الگ بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو ہماری دعا کہو اور یہ جوز اس کو دے دو۔ اور اصرار کر کے اس کو ہمارے پاس لے آؤ۔ میں حسب الحکم گیا اور دیکھا کہ ایک جماعت قلندروں کی بیٹھی ہوئی ہے اور ایک فقیر چیچک رو تھوڑے فاصلہ سے بیٹھا ہوا ہے اس نے مجھ کو دیکھتے ہی پوچھا کہ کیا حضرت رح نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اس کو وہ جوز دے دیا اور دعا پہنچائی اس نے کہا کہ حضرت نے ہم کو بلایا اور خود نہ آئے۔ پس وہ میرے ہمراہ روانہ ہوگیا۔ حضرت محراب میں تشریف فرما تھے۔ وہ درویش دوسری طرف بیٹھ گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ قہوہ لاؤ۔ میں دوڑا ہوا گیا قہوہ خانہ سے پیالی قہوہ کی لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ درویش کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں درویش کی طرف متوجہ ہوا دیکھا تو وہ درویش بھی آنجناب رح ہی ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ آنجناب کی خدمت میں پیش کرو۔ میں اس طرف مڑا تو دیکھا کہ ادھر بھی ہمارے حضرت ہی تشریف فرما ہیں۔ درویش نے حضرت سے میرے حالات

دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص جلندر کا رہنے والا ہے۔ اور جان محمد اس کا نام ہے اور فلاں شخص کا لڑکا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کے والد میرے دوست تھے۔ اس کو کس سلسلہ میں آپؒ نے مرید کیا ہے۔ فرمایا کہ سلسلہ قادریہ ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ اس کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔

اس اثنار میں حضرت اٹھے فرمایا کہ جان محمد ستارۂ قطب کو تم جانتے ہو یہی ہے یا اور ہے۔ قطب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ خوب دیکھو میں نے دیکھا کہ ایک عالیشان بزرگ سیاہ لباس والے اس میں سے نکلے۔ اور تیر کی طرح ایک لمحہ میں اس مقام پر اتر کے آگئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ان کی قدمبوسی کرو کہ حضرت غوث الثقلین یہی ہیں۔ حسب الحکم میں نے قدمبوسی کی۔ پھر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ رخصت ہوئے۔ اور ستارۂ قطب کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں غائب ہوگئے جب کہ حضرت وضو سے فراغت پاکر مسجد میں تشریف لائے۔ اس درویش نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تو نے زیارت کی۔ میں نے کہا کہ ہاں پھر ایک شخص نے جان محمد سے کہا کہ تم باوجود ان کرامتوں کے مشاہدہ کرنے کے سوداگری میں کیوں پھنسے ہوئے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ ایک قصۂ عجیب ہے۔ میرے اقربا حضرتؒ کی خدمت میں آئے اور التماس کیا کہ جان محمد کو ہمیں دے دیجئے۔ ہم اس کی شادی کردینگے۔ حضرتؒ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ شادی کرلو۔ میں نہ گیا وہ لوگ پھر آئے الغرض میرے اقربا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر

اصرار کیا کرتے تھے۔ اور حضرت مجھ کو اجازت دیدیتے تھے۔ اور میں نہ
جاتا تھا۔ آخر کار آپ اقربا کی تکلیف دہی سے تنگ آ گئے۔ اور ایک روز
آپ پان کھا رہے تھے۔ اس کو منہ سے نکال کر مجھے دیا۔ وہ پان کھاتے
ہی میرا سارا حال سلب ہو گیا۔ گویا کہ میں مست تہا۔ اور اب ہوشیار ہو گیا
اور کاروبار دنیا نظر آنے لگے۔ عزیزوں کی رفاقت اختیار کی شادی کر لی۔
اور تجارت میں مشغول ہوا۔ مگر حضرت کے ساتھ محبت کا تعلق بدستور قایم
ہے۔ جب متوجہ ہوتا ہوں تو حضرت کی ملاقات کر لیتا ہوں۔

اللہ اکبر۔ علامۂ فہامی مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی نے کہا ہے کہ میری
آپ کے ساتھ عقیدت کا سبب اس کرامت کا مشاہدہ تھا کہ ایک رات
حضرت کو میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہے ہیں قُلِ اللّٰہُ
ثُمَّ ذَرْهُمْ اور اثناء تلاوت میں یہ تصرف فرمایا کہ میرے دل میں
جذبہ پیدا کر دیا کہ میں نے اپنے دل کو ذاکر پایا۔ علامۂ موصوف ایک
مدت تک اسی نسبت کے ساتھ حضرت کے باطن سے استفادہ فرماتے
تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں اویسی حضرت شیخ احمد کا ہوں پھر حضوری
میں حاضر ہوئے۔ اور ظاہر میں بھی تعلیم ذکر کی حاصل کی۔

اللہ اکبر۔ حضرت کے ایک درویش مخلص نے بیان کیا کہ ایک روز
مجھ سے فرمایا کہ تم اور فلاں شخص ولایت ابراہیمی رکھتے ہو۔ مجھ کو خیال
ہوا کہ اگرچہ حضرت کا ارشاد اس بارہ میں کافی ہے۔ لیکن اگر مجھ کو بھی علم
اس کا ہو جاتا تو بہتر ہوتا۔ اسی رات میں نے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ
السلام کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ دیکھا۔ آپ بھی وہاں موجود ہیں
اور میں اور وہ شخص بھی کھڑے ہیں۔ آپ نے ہم کو حضرت خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدموں میں گرادیا اور صبح کو فرمایا کہ کیا اب بھی کسی قسم کا شک باقی رہا۔ خوب یاد رکھو کہ اس قسم کا باطنی کمال بہت تھوڑے لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے لہذا اس نعمت کی قدر کرو اور اپنے آپ کو ہمہ تن خدا کی یاد میں ڈوبادو۔

اللہ اکبر۔ حضرت کے ایک مرید نے نقل کیا ہے کہ میں تپ محرقہ میں ایک مدت سے مبتلا تھا۔ ایسا ضعف و ناتوانی پیدا ہوئی کہ زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ سب اقربا شب بیداری میں مصروف تھے کہ وقت نزع موجود رہیں۔ میں نے حضرت کی خدمت میں توجہ کی۔ اور دیکھا کہ ایک شخص از سرتا پا چادر سفید اوڑھے ہوئے آیا۔ اور مجھ سے کہا کہ اس چادر کو حضرت سرور کائنات علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے قطب وقت شیخ احمد فاروقی نقشبندیؒ کو عطا فرمایا ہے۔ اور انہوں نے تمہارے پاس بھیجی ہے تم اسے اوڑھو۔ اس کی برکت سے شفا پاؤگے پس مجھے اس نے سر سے پاؤں تک وہ چادر اُڑھادی۔ میں نے ہاتھ سے اس چادر کو چھونا چاہا۔ تو چادر ہاتھ میں نہ آئی بجائے اس کے برودت نے پاؤں کی طرف سے سرایت کی اور سر تک آگئی۔ میری ہمشیرہ نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ وہ یہ سمجھی کہ اس کا وقت آخر ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے پکڑا اور بغل میں لیکر رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ میں اس کے شوروغل سے بیدار ہوا۔ اور میں نے کہا کہ غم نکرو میں تندرست ہوں۔ پس میں نے شوربا مانگ کر پیا۔ اور ایسا تندرست ہو گیا کہ صبح کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی۔ قربان جاؤں ایسے کامل پیر کے۔

صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے اور ایک میرے دوست

نے کہ وہ بھی آپؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ امساک کیلئے ایک دوا اپنے مکان میں تیار کی تھی۔ جس میں افیون شریک تھی اور سوا ہمارے اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔

ہم نماز ظہر میں حلقہ کی شرکت کیلئے آپ کی خدمت میں گئے اور یہ خیال تھا کہ واپس ہو کر دوا کھائینگے۔ آنجناب حلقہ سے فارغ ہونیکے بعد محل میں تشریف فرما ہونے کے لئے اٹھے۔ اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور ہم دونوں کو طلب کر کے بہشت اور حور و قصور کا تذکرہ آغاز فرمایا۔ اور دنیوی لذتوں کی بے وقعتی بیان فرمائی اور آخرت کی نعمتوں کی رغبت دلا کر فرمایا کہ دوائے افیون جو تم نے تیار کی ہے اس کو مت کھاؤ۔ ہم حیران ہوئے اور آپ کا حکم قبول کیا۔ اور اس دوا کو حوض میں ڈالدیا۔

سبحان اللہ ایسے ہی پاک نفسوں کا طفیل تھا کہ جو لاکھوں بلکہ کروڑوں کو شرک کی نجاست سے پاک کر کے توحید کے نور کا نورانی چشمہ انکے جسموں اور روحوں میں جاری کر دیا۔

اللہ اکبر۔ ایک مرید نے بیان کیا کہ ایک ملا ایک خواجہ زادہ کے لڑکونکو تعلیم دیتا تھا۔ وہ خواجہ زادہ سفر میں گیا ہوا تھا۔ اور ملا صاحب کو مکان کے دروازہ میں مکتب کیلئے جگہ دی گئی تھی۔ کبھی کبھی ان میں سے ایک لڑکے کی ماں لڑکے کو دیکھنے کے لئے آکر کھڑی ہو جاتی تھی۔ اور ناگاہ مُلا کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اور دل ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ آپنے اسکے حال سے اطلاع پاکر فرمایا کہ اس سے کہدو کہ کل بعد نماز صبح کے وہ حلقہ ذکر میں ہمارے سامنے بیٹھے کہ توجہ کی جائیگی۔ اور ابتلاء مذکور انشاء اللہ تعالےٰ دفع ہو جائیگا۔ مُلا صاحب علی الصباح خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور نماز فجر حضرت

کیساتھ ادا کی۔ اور حلقہ ذکر میں حضرت کے روبرو بیٹھے۔ حضرتؒ نے اُس پر توجہ فرمائی۔ اور خار محبت مجازی اسکے دل سے نکال دیا۔ اور بعد برخاست حلقہ کے ملا صاحب سے ان کا حال دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے کہا کہ بخدا میرا دل اب اس کے عشق سے بالکل سرد ہو گیا۔ پھر اسی وقت حضرت سے اجازت لیکر وہ اپنے وطن کو چلے گئے۔ اور اس بلا و ابتلا سے بتوجہ حضرت رہائی پائی

اللہ اکبر۔ ایک امیر نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ میں جوانی سے گذر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا۔ مگر کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ جو میرے بعد صفحۂ روزگار پر میری یادگار رہتا۔ اس بارہ میں آپ توجہ فرمائیں۔ حضرت کچھ دیر تک مراقب رہے اور فرمایا کہ لوح محفوظ میں اس موجودہ بی بی سے تمہاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کرو تو اولاد ہو گی۔ اور بعد تمہارے تمہاری یادگار رہیگی۔ اتفاقاً اس کی بی بی نے وفات پائی اور دوسری بی بی سے اس کی شادی ہوئی۔ اور اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ جو بعد اس کے یادگار رہے۔

اللہ اکبر۔ حضرتؒ کے ایک عزیز کا بیان ہے کہ مجھے ہمیشہ حضرت سے بیعت کرنے کی خواہش رہتی تھی۔ مگر بعض موانعات کے سبب سے اس سعادت سے محروم رہتا تھا۔ ایک رات میں عزم بالجزم کر کے نکلا۔ کہ کل حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کرونگا کہ مجھ کو اپنے مریدوں کے حلقہ میں داخل کریں۔ اور تعلیم ذکر فرمائیں۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک دریائے عمیق ہے اور میں اس کے کنارہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص جلد آؤ جلد آؤ۔ حضرت کے یہ فرماتے ہی میرا قلب ذاکر ہو گیا۔ میں بیدار ہوا تو میرا دل مطابق طریقہ نقشبندیہ

کے ذاکر ہوگیا۔ حالانکہ میں نے نہ کسی سے سُنا تھا کہ طریقہ شغل حضرت کا کیا ہے
صبح کو خدمتِ والا میں حاضر ہوا۔ اور شب کی کرامت عرض کی۔ اور طریقہ شغل
جو شب میں تعلیم پایا تھا عرض کیا۔ فرمایا کہ طریقۂ ذکر یہی ہے اسپر مداومت کرو
اللہ اکبر۔ ایک مرتبہ آنجناب نے ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ
میں ارشاد فرمایا کہ آج عجیب معاملہ معائنہ ہوا۔ آنکھیں مراقبہ میں بند تھیں
ایک صاحب کو میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ غور کیا تو معلوم
ہوا کہ وہ حضرت اقدس سید الاولین والآخرین علیہ وعلےٰ آلہ افضل الصلوٰۃ
والتسلیمات ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ اس عالم
دنیا کے متعلق ایک خیر اور برکت سے بھرا ہوا اجازت نامہ عطا کروں
چنانچہ ایسا اجازت نامہ عطا کیا گیا کہ جس سے آنکھوں میں نور اور
دل میں سرور حاصل ہوگیا۔ الحمد للہ علےٰ ذالک۔
اللہ اکبر۔ آپ فرماتے کہ میں نے شریعت کو دیکھا کہ ہمارے اس
مقام میں اتری ہے جیسا کہ قافلہ کسی مکان میں اترتا ہے۔ اس میں
آپ نے اپنی مسجد اور خانقاہ کی طرف اشارہ فرمایا۔
اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ
میں ایک شب ادائے تراویح کے بعد بستر خواب پر لیٹ گیا۔ اور خادم میرے
پاؤں دبا رہا تھا۔ میں بھولے سے پہلوئے چپ پر لیٹ گیا تھا۔ پھر مجھے
یاد آیا کہ سونے میں ابتدا پہلوئے راست سے کرنا سنتِ اجماعی ہے
وہ اس وقت متروک ہوگئی۔ نفس نے کاہلی سے ظاہر کیا کہ سہو اور
نسیان سے جو چیز سرزد ہو جائے وہ معاف ہے۔ لیکن میں فوراً اٹھا۔
اور پھر لیٹا۔ اور ابتدا پہلوئے راست سے کی۔ اس کے بعد عنایات اور

فیوض اور برکات واسرار بہت کچھ مجھ پر ظاہر ہوئے اور ندا دی گئی کہ اس رعایت سنت کی وجہ سے آخرت میں تجھ کو کسی طرح کا عذاب نہ دیا جائیگا اور تمہارے خادم کو بھی جو پاؤں دبا رہا تھا ہم نے بخشدیا۔

ایک باخدا کا بیان ہے کہ انتقال کے وقت میرے والد نے یہ وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضرت کی خدمت میں لیجا کر عرض کرنا کہ مجھکو اپنے طریق میں داخل کرلیں۔ حضرت کا طریق یہ تہا کہ اموات کو بھی اعطاء نسبت فرماتے تھے میں نے والد کی وفات کے بعد حسب وصیت عمل کیا۔ اور جنازہ نماز کے لئے حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ اور مرحوم کا التماس مذکور بھی عرض خدمت کیا۔ آپنے فرمایا کہ کل حلقۂ ذکر میں تم کو معلوم ہو جائیگا۔ میں جب دوسرے دن آپکے حلقۂ ذکر میں بیٹھا ایک مدہوشی پیدا ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ اور والد مرحوم حلقۂ ذکر میں آپکی خدمت میں تھوڑے فاصلہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور شغل میں سرگرم ہیں۔ میں شکر خدا بجالایا اللہ اکبر۔ انہی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جس زمانہ میں کہ حضرت قلعۂ گوالیار میں یوسف وار نگرانی میں رہتے تھے۔ سرہند میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔ میں مغموم ومہموم ہوا۔ اور فاتحہ پڑہی۔ اسی رات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چند درویشوں کے ساتھ حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ کیا فرماتے ہیں کہ ہماری خبر وفات بالکل غلط ہے۔ میں بیدار ہوا اور ہر طرف تحقیق کی پے در پے خیر عافیت آنحضرت ہر طرف سے موصول ہوئی۔ پھر اس کے بعد آپ برسوں زندہ رہے۔

اللہ اکبر۔ ایک روز مولانا محمد امینؒ نے حضرت قدس سرہ سے عرض کیا کہ نواب شیر خواجہ باپ کی طرف سے سید ہیں اور ماں کی جانب سے

خواجہ زادہ ان کے اباو اجداد ولایت سے بزرگ مرتبہ کیساتھ آئے تھے۔
حضرت ان کے بارہ میں توجہ کریں۔ کہ شراب نوشی اور بدکاری کی بیماری انکے
دامنگیر ہوگئی ہے اور ان کو اس ورطہ ہلاکت سے نکال دیں۔ اور توفیق صلاح
عطا فرمائیں کہ وہ امرا عظیم الشان سے ہیں۔ اگر وہ راہ راست پر آجائینگے
تو ایک گروہ کثیر اور ایک جم غفیر ان کے متعلقین کا بھی مائل بہ صلاح و تقوےٰ
ہو جائیگا۔ چونکہ ان کے حقوق میرے ذمہ بہت کچھ ہیں۔ اسلئے عرض کیا
گیا ہے۔ حضرت نے یہ سنکر سکوت فرمایا مولانا نے دوبارہ التماس کیا اور
بہت کچھ عجز و الحاح کی۔ حضرت نے ایک روز توجہ کر کے فرمایا کہ "مولانا
اس وقت ہم احوال شیر خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ فسق و فجور کے
دلدل میں دور تک دھنس گیا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس کو نکالوں
مگر میرا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ لیکن آخر کار ہم اسکو اپنی طرف کھینچ لینگے۔
اس ارشاد کو ایک مدت دراز گذر گئی اور اللہ تعالےٰ نے شیر خواجہ کو
توفیق رفیق عطا فرمائی کہ تمام مناہی سے تائب ہو گئے۔ اور طاعت و عبادت
میں مشغول ہو گئے۔ اور حدودِ سرہند میں ہی رحمتِ حق سے واصل ہو گئے
ان کے لڑکے جنازہ روضۂ منورۂ حضرت میں لائے اور وہیں ان کو دفن
کیا گیا۔ اور حضرت کا وہ ارشاد کہ آخر ہم اس کو اپنی طرف کھینچ لینگے ظاہر ہوا۔
اللہ اکبر۔ مولانا محمد حنیف کابلی رحؒ نے کہ مخدوم زادۂ عالی قدر خواجہ محمد معصوم
سلمہ اللہ سبحانہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ اور ملک کابل میں ہدایت
وارشاد طلاب میں مشغول ہیں۔ بیان کیا کہ ارشاد مآب شیخ محمد صدیق فرزند
ارجمند شیخ بادشاہ کولابی فرماتے تھے کہ میں بروضع تجرید و تفرید متوجہ برہان
پور ہوا۔ جب سرہند پہنچا تو حضرت کی تعریف و توصیف پہلے سے بھی زیادہ

سننے میں آئی۔ لوگوں نے کہا کہ اگر دنیا بھر میں پھرو گے تو حضرت کی صحبت
شریف کا ایک شمہ نہ پا سکو گے۔ میں اس خبر کو سنکر خوش ہوا اور بلا توقف
متوجہ آستانۂ فلک نشان ہوا۔ اور خانقاہ ملائک پناہ میں پہنچا دیکھا کہ نماز
ظہر ادا فرماکر اصحاب خاص کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں۔ میں بھی ایک
طرف کو بیٹھ گیا اور آپ کے حلقہ سے فراغت پانے کے بعد سلام کیا۔ اور
قدمبوس ہوا۔ آپؒ نے میرے حالات دریافت کیے اور فرمایا کہ لے
درویش اپنا خیال ظاہر کرو۔ اور انکار کا راستہ مت چلو۔ میں نے اپنے حال
کی بابت انکار کیا۔ اور کہا کہ سرکار میں کچھ بھی حال نہیں رکھتا ہوں حضرتؒ نے
میرے ابتدا ر حال سے اس مقام تک کہ جس پر میرا عبور ہوا تھا کما حقہٗ بیان
فرمادیا اس بات کے سننے اور اس کرامت کے ظاہر ہونے سے مجھ کو بڑی
حیرت ہوئی۔ پھر حضرت خلوت میں تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ
کل بعد اشراق کے آئیو۔ دوسرے دن میں وقت مقررہ پر حاضر ہوا حضرت
نماز اشراق ادا کرکے خلوت میں داخل ہو چکے تھے۔ میں تھوڑی دیر کھڑا
رہا اور دیکھا کہ ایک صوفی مسجد میں بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ جب
حضرت برآمد ہوں تو کہدینا کہ ایک درویش خدمت میں آیا تھا۔ چونکہ آپ
باہر تشریف فرما نہ تھے اسلئے دعا کہکر عازم برہان پور ہو گیا۔ اس نے
کہا کہ حضرت نے مجھ کو تمہارے لئے بٹھا دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ایک
درویش محمد صدیق نام آئے تو ہم کو اطلاع کر دینا۔ حالانکہ میں نے آپ
سے اپنا نام بیان نہیں کیا تھا۔ پس صوفی آپ کی خدمت میں گیا اور میری
دعا پہنچائی۔ حضرت نے مجھ کو بلایا۔ اور خود اٹھے اور وضو کیا اور نماز تحیت
الوضو پڑھی۔ تھوڑی دیر مراقب رہے۔ اور پھر مجھ کو حکم دیا کہ سامنے آؤ۔

میں سامنے گیا اور آپ کے قریب بیٹھا۔ حضرت پھر مراقب ہوئے اور ذکر قلبی فرمایا۔ اور متوجہ رہے اور میرے احوال کو ہر ساعت بدل رہے تھے ایک ہی ساعت میں اس قدر احوال مجھ کو عطا فرمائے کہ برسوں کی عبادت میں اس کا ایک شمہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور جو حال مجھ پر وارد ہوتا تھا۔ آپ اسکی خبر دیتے تھے۔ اسی طرح تمام احوال وارده کی خبر دی اور پھر برہان پور کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اللہ اکبر۔ مولانا مذکور نے بیان کیا کہ ایک درویش صفا کیش کہتا تھا کہ میں حرمین شریفین زادہما اللہ سبحانہ، شرفاً و تعظیماً کی طرف متوجہ ہوا۔ جب سرہند شریف پہنچا تو شرفِ آستانہ بوسی خادمانِ حضرت سے بھی مشرف ہوا۔ اس وقت حضرت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور خلوت گاہ میں تشریف لیجانا چاہتے تھے۔ اتنے میں میں نے آپ کو سلام کیا۔ اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ ہمارے گھر سے روٹی لے آؤ۔ خادم ایک روٹی لے آیا۔ حضرت نے خادم سے وہ لے لی اور اپنے ہاتھ سے میری بغل میں ڈال دی۔ اور فرمایا کہ اے درویش وقت اچھا ہے یہی پارچۂ نان تمہارا پیر ہے اور تربیت کیلئے کافی ہے۔ پھر میں حضرت سے رخصت ہوا۔ اور گھڑی پہ گھڑی میرا حال ترقی پاتا تھا! اور ایک حال کے بجائے دوسرا حال پیدا ہوتا رہتا۔ جو کچھ کہ اس ایک ساعت میں پایا اپنی بیس سال کی ریاضت میں اس کی بو بھی نہ پائی تھی۔

اللہ اکبر۔ حضرت رح کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں حضرت کا مرید تو ہو گیا تھا۔ مگر ترک سپاہگری نہ کی تھی۔ ایک رات میرا ایک جوڑی دار شراب لایا اور مجھ سے اس کے پینے کیلئے اصرار کیا۔ میں نے انکار کیا۔ وہ چاہتا

تھا کہ مجھے زور اور زبردستی سے پلائے۔ اتنے میں آپ انگشت بدندان تشریف لائے۔ اور مجھ کو اس سے منع فرمایا۔ مجھ کو جذبہ نے گھیر لیا۔ اور جنون غالب ہوا۔ چار مہینہ تک یہ جذبہ قائم رہا۔ اور اس میں اپنے روبرو حضرت کو بچشم سر دیکھتا تہا۔

اللہ اکبر۔ ایک مخلص عقیدت کیش نے نقل کیا کہ مجھے ایک فاحشہ سے محبت و شیفتگی تھی اور میں اس تعلق میں بے اختیار تہا۔ ایک دن اس کو اپنے خلوت خانہ میں طلب کیا اور مجلس بزم آراستہ کی اور چاہا کہ اس سے قربت کروں۔ اتنے میں آنحضرت علیہ الرحمتہ ظاہر ہوئے۔ اور آپؒ نے ایک طمانچہ میرے منہ پر مارا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور لرزہ و رعشہ میرے بدن میں پڑ گیا۔ جس سے اس عمل بد کی قدرت سلب ہو گئی۔ اور میں اپنے ارادہ سے تائب اور نادم ہوا۔

اللہ اکبر۔ حضرتؒ کے مرید میر شرف الدین حسین حسنی ملقب بہ ہمت خاں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز مجھے یہ خیال ہوا کہ چند کپڑے نفیس سیلر و کنی اور کسی قدر پکانے کے مصالحہ حضرت کی خدمت میں بہیجوں پس کپڑے اور مصالحہ علیحدہ علیحدہ اپنے دودھ بھائی الہ یار نامی کے ذریعہ روانہ کئے۔ ایک عورت نے جو میری سسرالی رشتہ دار آئی تھی کہا کہ ایسے بیش قیمت کپڑے کیوں فقرا کی نذر کرتے ہو۔ وہ ان کو استعمال نہ کرینگے میں نے کہا کہ اگر وہ استعمال نہ کریں تو انکے کسی اور گھر والے کے کام آئینگے الہٰ یار نے کپڑے اور مصالحہ آپ کے ملاحظہ میں پیش کیا آپ نے فرمایا کہ مصالحہ تو لے لیا جائے۔ اور کپڑوں کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ میر شرف الدین حسین سے کہو کہ یہ نفیس کپڑے درویشوں کے کام نہیں آتے ہیں۔ تمہارے گھر میں جو ایک

عورت آئی ہے اُس کو دے دو۔ یہ اُس کے لائق ہیں۔ اور کپڑوں کو واپس فرمادیا اس کرامت سے وہ عورت جس نے وہ بات کہی تھی بہت نادم ہوئی اور توبہ کی کہ حضرت کی نسبت پھر کبھی ایسی باتیں نہ کہوں گی۔

اللہ اکبر۔ میر صاحب مذکور بیان کرتے تھے۔ کہ جب کہ فرزند شمس الدین احمد دو سالہ تھا وبائے عظیم دہلی میں پھیلی۔ اور وہ بھی سخت بیمار تھا تین دن تک دودھ نہ پیا۔ اور بے ہوش رہا۔ اور آثار جانکندنی ظاہر ہونے لگے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ روح اس کے پاؤں سے کمر تک نکل گئی ہے۔ اور کمر سے سینہ تک حاضرین گریہ وزاری میں مشغول ہو گئے۔ اور میں بارگاہ حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے یہ نذر مانی کہ جب یہ لڑکا پانچ چھ برس کا ہو جائیگا تو اُس کو مع اُس کی دایہ کے حضرت کی خدمت میں بھیجدونگا کہ وہیں پڑا رہے۔ اور اس بارگاہ کی غلامی کیا کرے اور عبادت حق میں مشغول رہے۔ اس نذر کے مانتے ہی یہ معلوم ہوا کہ روح اسکے بدن میں واپس آگئی۔ آنکھ کھولی اور دودھ مانگا اور صحت پائی۔

اللہ اکبر۔ ایک روز حضرت خلوت میں بیٹھے تھے اور عبدالمومن نومسلم بھی وہیں موجود تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے جو تو مانگے گا ملیگا۔ اس نے کہا سرکار میرے بھائی اور ماں کافر متعصب ہیں میں نے ہرچند کوشش کی کہ مسلمان ہو جائیں مگر وہ نہیں ہوئے آپ توجہ فرمائیں کہ مسلمان ہو جائیں حضرت نے فرمایا کہ کچھ اور بھی چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت کی توجہ سے مجھے سب حاصل ہو جائیگا۔ مگر بالفعل اُن کے اسلام کی تمنا ہے۔ فرمایا کہ بہت خوب وہ جلد مسلمان ہو جائیں گے۔ حضرت کے اس ارشاد کے تیسرے دن اس کے بھائی اور اماں سامانہ سے سرہند آئے۔ اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔

اللہ اکبر۔ آپ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں سب سے پوشیدہ افیون

کھایا کرتا تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ ایک روز میں ہمراہ رکاب سعادت آنحضرت جا رہا تھا۔ حضرت نے ایک توجہ مجھ پر ڈالی اور فرمایا کہ میں تیرے دل میں ایک ظلمت پاتا ہوں اس کی وجہ کیا ہے۔ مجبوراً میں نے اقرار کیا کہ میں پوشیدہ طور سے افیون کھایا کرتا تھا۔ مگر آج سے توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے لا کی نفی سے اس عادت کی نفی فرمادی

اللہ اکبر۔ حضرت کی عمر گرامی جب پچاس سال کی ہوگئی تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اپنی عمر کے پچاس اور ساٹھ سال کے درمیانی زمانہ میں ایک حادثۂ عظیم اپنے اوپر پاتا ہوں اور اُس وقت میں قضاء معلق میرے اس جہان سے ارتحال کی نسبت مشہود ہوتی ہے۔ مگر ساٹھ سال کے بعد جس کو اب بارہ برس باقی ہیں میرے انتقال کی بابت قضاء مبرم وقطعی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ کہ پچاس و ساٹھ سال کے درمیانی زمانہ عمر میں جبکہ فرمایا تھا حادثۂ عظیم سلطان وقت سے بسبب شماتت بعض اعداء دین کے اور بادشاہ وقت کو سجدۂ تحیت دستور وقت نہ کرنے کے ظاہر ہوا۔ اور جب آپ کی عمر تریسٹھ سال کو پہونچی تو چونکہ قضا مبرم بعد ساٹھ سال کے آپ مشاہدہ فرماچکے تھے۔ ارتحال فرمایا۔

اللہ اکبر۔ ۱۰۳۲ھ میں حضرت قدس سرہٗ درگاہ خواجہ اجمیر میں حاضر تھے فرمایا ہمارے انتقال کا زمانہ قریب ہے۔ اور جناب خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے بشارتیں اور کرامتیں عطا ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادوں کو ایک خط تحریر فرمایا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمکو دنیا کے اجازت نامہ کے بجائے آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا۔ اور مقام شفاعت سے حصّہ عطا کیا گیا ہے یہ بھی تحریر فرمایا کہ سب سے بڑی اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حضور میں بعض خدمات کے اہتمام کیلئے مجھکو حکم فرما رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم تمہارے منتظر تھے اس اس طرح سے کام کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ

بالکل سرانجام آخرت میں مشغول ہو گئے۔ ہرچند کہ آپ کی عشرت ارشاد و تکمیل طالبان تھی۔ مگر چونکہ وصلِ محبوبِ حقیقی نے پرتو ڈالا تھا اس لئے عزلت اختیار فرمائی۔ اِس خط کے پہنچتے ہی صاحبزادے آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ اور اجمیر شریف پہنچے۔ حضرت ان کو خلوت میں لے گئے اور فرمایا کہ اب مجھکو اس جہان سے کوئی وابستگی نہیں رہی ہے۔ اُس عالم میں جانا ہے بس وصیتیں فرمائیں اور وطن مالوف تشریف لائے۔ اور ایک خلوت خانہ الگ مقرر فرمالیا۔ اور اس میں خلوت گزین ہوگئے۔ مدتِ قلیل میں رحلت آخرت فرمائی۔

اللہ اکبر۔ حضرت نے ماہ شعبان ۲۳ھ میں شب برات کو خلوت اختیار فرمائی شب بیدار تھے آدھی رات گذرنے کے بعد آپ گھر میں آئے اور آپ کی اہلیہ صاحبہ مُصلے پر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ اور اُن کی زبانِ عصمت پناہ سے یہ بات نکلی۔ کہ آج کی رات لوگوں کی موت اور حیات اور تقدیریں مقرر کی جاتی ہیں۔ خدا جانے کس کا نام ورق ہستی سے محو کیا گیا۔ اور کس کا ثابت رکھا گیا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ تو بطور شک و تردد کے کہہ رہی ہیں اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اچھی طرح سے دیکھ رہا ہے کہ اُس کا نام نامہ وجود سے محو کیا گیا ہے اور اشارہ اپنی طرف فرمایا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اِس بات کے چھ ماہ بعد آپؒ نے وفات فرمائی۔

اللہ اکبر۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی اُس وقت وسوسوں کا بہت ہجوم ہونے لگا۔ تب میں متفکر ہوا کہ نفس مطمئنہ ہو چکا ہے اور ذکر الٰہی سے تمام جسم معمور ہے۔ پھر یہ وسوسے کہاں سے آئے ہیں۔ دیکھا کہ ایک مرغ بہت ہی بڑا میرے سینہ سے نکلا اور اُڑ کر چلا گیا۔ اور غیب سے آواز دی گئی کہ یہ خناس تھا کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ چنانچہ دین کے معاملہ میں جو وسوسہ گذرتا ہے وہ اِسی خناس کا نامبارک کام ہوا کرتا ہے۔ جس کا مقام لوگوں کے سینوں

میں رہتا ہے جو ہمیشہ نیش مارتا رہتا ہے۔ مگر جب تک کہ دِل یادِ الٰہی میں رہتا ہے تب تک دور الگ کھڑا رہتا ہے۔ اور جب کہ دِل یادِ الٰہی سے غافل ہوجاتا ہے تب فوراً حاضر ہوکر نیش مارنے لگتا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ کہ جن کے دل یادِ الٰہی میں ہمیشہ ڈوبے ہوئے رہتے ہیں۔ اور خناس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ نے سورۂ ناس میں اِسی خناس سے پناہ مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جس مبارک سورت کی تفسیر آگے بیان ہوتی ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ ہم سب کے سینوں سے خناس کو دور فرماکر ہمارے سینوں کو گنجینۂ معرفت بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

اللہ اکبر۔ آپ نے اپنے مرض سے ایک روز پہلے فرمایا کہ دو روپے کے کوئلے انگیٹھی کے لئے لاؤ۔ پھر فرمایا کہ ایک روپیہ کے کافی ہوجائیں گے۔ ابھی واعظِ الٰہی نے میرے دِل میں کہا ہے کہ دو روپیے کے کوئلے جلانے کی فرصت نہیں رہی ہے۔ عرض کیا گیا کہ موسمِ سرما ہے زنانہ کے کام آجائیں گے۔ فرمایا کہ ایسا ہی کرو مگر احباب طویل امیدیں رکھتے ہیں۔ وقت نہیں رہا۔ پس دو روپے کے کوئلے لائے گئے آدھے کوئلے آپ نے اپنے لئے الگ کرلئے۔ اور فرمایا کہ ہمارے لئے اتنے ہی کافی ہیں باقی گھر میں بھیجدئے۔ جتنی مقدار کہ حضرت نے اپنے لئے بتائی تھی وہی وقت وصال تک پوری ہوئی۔

معلوم ہو کہ دِل کی نورانیت اور خدا کی معرفت میں سورۂ فلق اور سورۂ ناس کو بہت بڑا دخل ہے لہٰذا مختصر طور پر اُن کی تفسیر نقل کی جاتی ہے سو حق تبارک وتعالیٰ ہمارے سینوں کو اِن مبارک سورتوں کے انوار سے ہمیشہ کے لئے منور فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔

سورۂ فلق مدینہ میں نازل ہوئی ہے اِس میں پانچ آیتیں اور تیئیس کلمے اور

چودہ حرف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

اے نبی یوں دعا کرو۔ کہ میں تمام مخلوق کے شر سے صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں اندھیرے کے شر سے کہ جب وہ پھیل پڑے اور میں پناہ مانگتا ہوں گرہوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور میں پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔

قُلْ کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہ پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی کہ جو رات کی ظلمت کو دور کر کے روشنی کو پھیلاتا ہے۔

فلق کے لغوی معنیٰ صبح کے ہیں مگر حقیقت میں فلق اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جو چیز پھٹے اور اس میں سے دوسری چیز نکل آوے۔ تاکہ اس نکلی ہوئی چیز سے عجیب اور غریب نشانیاں ظاہر میں آویں جیسے غلہ کا دانہ اور کھجور کی گٹھلی۔ کہ جب وہ زمین سے پھٹ کر نکلتی ہے تو عجیب ہی قدرت کی نشانیاں اُس سے ظاہر میں آتی ہیں۔ وغیرہ۔ اِس جگہ فلق سے مراد صبح ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کر کے نور کو روشن کرنے والا وہی اپنا پروردگار ہے۔ اب تاریکی کے چند اقسام ہیں۔ اوّل عدم کی تاریکی کہ تمام عالم اُس تاریکی کی رات میں تھا سو اسی نے ہستی کی صبح پیدا کی۔ اور تمام مخلوق کو وجود کی روشنی بخشی۔ جس سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ مخلوق کو نیست سے ہست میں لانے والا وہی وحدہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے دوسری جہل اور شہوات اور لذات اور حیوانی عادتوں کی تاریکی سو اسی کی قدرت کاملہ سے اُسی میں ملکیت اور روحانیت کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اندھیری رات سے

نور کی صبح ظاہر ہو جاتی ہے۔ تیسری ظاہری رات کی سیاہی کہ جس میں شیاطین اور چور اور موذی جانور نکلتے اور اپنا شر پھیلاتے ہیں۔ سو وہی رات کی سیاہی سے صبح کی روشنی کو ظاہر میں لانے والا ہے۔

سو جب کہ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا وہی وحدہٗ لا شریک لہٗ ٹھیرا تو اس کی مخلوق کو شر سے بچنے کے لئے اسی ذات پاک کیطرف رجوع کرنا ضروری ہوا۔ چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتا ہے کہ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے شر سے چونکہ حق تعالیٰ نے جو ہستی کا باغ لگایا ہے اس باغ میں اُس نے سب قسم کے بوٹے لگائے ہیں۔ جو میٹھے بھی ہیں اور کڑوے بھی ہیں اور خاردار بھی ہیں۔ اور ثمردار بھی ہیں۔ پھر شر عام ہے روحانی شر ہو یا کہ جسمانی شر ہو۔ روحانی شر بُرے عقیدے اور بری چیزوں کی طرف میلان ہے۔ جسمانی شر مال میں خسارت اور جسم میں بیماریوں کا غلبہ وغیرہ ہے۔ پھر شر کی بہت سی قسمیں ہیں۔ آسمان کا شر زمین کا شر دنیا کا شر آخرت کا شر ہے۔ اور اسی طرح عبادت کا شر ہے۔ جو ریا کاری اور دکھاؤ ہے۔ اور علم کا شر ہے جو علم پر عمل کی محرومی ہے۔ اور ایمان کا شر ہے۔ جو منافق اور مرتد ہو جانا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا شر ہے جو ان کو جھٹلانا اور ان کی عظمت میں قصور کا کرنا ہے۔ اور اولیاء اللہ کا شر ہے جو ان کی فیض صحبت اور ان کے ذکر الٰہی کے انوار سے محروم رہنا ہے غرض کہ پھول کا شر کانٹا ہے۔ اور خزانے کا شر سانپ ہے۔ وغیرہ وغیرہ سو ان تمام شروں سے پناہ مانگنی چاہئے۔ اور یہ تین شر جو بیان ہوتے ہیں ان سے بھی پناہ مانگنی چاہئے۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیری کے شر سے جب کہ پھیل جاوے۔ سو اول تو رات کی اندھیری ہے جس میں موذی اور درندے جانور نکلتے ہیں اور چور اور قزاق بھی نکلکر لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اسی طرح جن اور

خبیث بھی اندھیری رات میں نکلتے ہیں۔ چونکہ اُن کا ظلمانی مادہ ہے لہٰذا نور اور روشنی سے ان کو نفرت ہے۔ پھر خدا کی مخلوق کو بہت قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب رات آوے تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے نہ دو۔ کہ وہ شیطانوں کے پھیل جانے کا وقت ہے اسی طرح اندھیری رات میں جادوگروں اور طلسم والوں کی قوت زور پر رہتی ہے۔ چونکہ آفتاب کی تیز روشنی میں ان کی قوت بیکار ہو جاتی ہے۔ یا برائے نام رہتی ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے گناہوں کے کام اندھیرے میں ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا اندھیری رات کے شر سے پناہ مانگنے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔

دوسری اندھیری حیوان پن اور شیطان پن کی ہے کہ خدا کی پناہ جب یہ اندھیری آکر کسی کو گھیر لیتی ہے تو پھر چاروں طرف شر ہی شر رہتا ہے اس میں غصہ ہے تو وہ ہے کہ جو نہیں کرنا تھا وہ کرا دیتا ہے۔ اور طمع ہے تو وہ ہے کہ جو دارین کے قید خانہ میں قیدی کرا دیتی ہے۔ اور شہوت وہ بلا ہے کہ الٰہی توبہ الٰہی توبہ جس میں عقل کا نور اور ایمان کی چاشنی زائل ہو جاتی ہے۔ سو اس اندھیری سے بھی خدا کی پناہ ہے۔

تیسری اندھیری وہ ہے جو اللہ والوں پر کبھی کسی وجہ سے طاری ہو جاتی ہے۔ جو ان کو مشاہدہ سے محروم کر دیتی ہے۔ سو ان تمام شروں سے اپنے پروردگار کی پناہ طلب کرنی چاہیئے کہ جو ان سب اندھیریوں کو دور کر کے روشنی کو نکالتا ہے اور اسی طرح معنوی اندھیری بھی کئی قسم کی ہے جس میں سب سے بڑھ کر دین کے معاملہ میں وہم اور شک کی ہے۔ جو عقل کے نور پر غالب آکر دین کی خوبی بھری حقیقتوں کو نظر سے چھپا دیتی ہے۔ اسی طرح گناہوں کی اندھیری اور بری عادتوں کی اندھیری اور بری صحبتوں کی اندھیری وغیرہ ہے۔ سو اس آیت

میں اِن سب اندھیریوں سے پناہ واقع ہوئی ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی پناہ مانگنی چاہیئے۔ یعنی خبیث نفسوں کے شر سے بھی پناہ مانگنی چاہیئے۔ کہ جو شیطانوں کے ناپاک نام جپکر اور ان کے ناپاک ناموں کا وسیلہ لے کر لوگوں کے جانوں میں ازار پہنچاتے ہیں۔ اور اس میں اُس مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو عرب کی بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا تھا اس طرح پر کہ ایک رسّی یا کہ بال میں حضور کے متعلق گرہیں لگائی تھیں۔ پھر جادو کے کلمات پڑھ کر ان پر پھونکا تھا۔ پھر اُس کو ایک کنوئیں میں ایک بھاری پتھر کے نیچے دبا یا تھا۔ سو یہ دونوں سورتیں یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس اِن دونوں گانٹھوں کے کھولنے کے لئے نازل ہوئیں۔ کیونکہ ان سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے کسی طرح کھلتی نہ تھیں یہ یاد رہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود خدا نگہبان ہے وہاں جادو جیسی کمزور اور بے وقعت چیز کس شمار میں ہے اور اُس کا اثر کیا کر سکتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو جادوگر ہوتا ہے اُس پر جادو کا اثر نہیں ہوا کرتا ہے۔ اَب کافر لوگ آپ کو جادوگر کہا کرتے تھے لہٰذا اِن کے اِس خیال کو باطل کرنے کے لئے یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ لو اے عقل کے اندھو کیا تمہیں اَب بھی ہمارے محبوب کے نبی برحق ہونے میں کسی قسم کے شک کی گنجایش باقی رہی ہے جو اگر یہ جادوگر ہوتا اور سچّا نبی نہ ہوتا تو جادو کا اثر ہرگز نہ ہوتا۔ مگر جبکہ جادو کا اثر آپ پر ہوا تو ثابت ہو چکا کہ آپ جادوگر نہیں ہیں۔ بلکہ صاحبِ معجزات ہیں۔

اب تیسرے شر سے پناہ مانگنے کا ارشاد ہو رہا ہے۔ جو وہ بھی بڑا ہی شر ہے کہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں صبح کے ربّ کے ساتھ

حاسد کے شر سے جبکہ وہ اپنے حسد کے موافق عمل کرے۔ چونکہ حاسد جب تک کہ اپنی حسد کو چھپائے ہوئے رکھتا ہے تب تک اس کی حسد کا شر نہیں پہنچتا ہے۔ اور جب کہ ظاہر کرتا ہے تب شر کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حسد کا مطلب یہ ہے کہ دوسری کی نعمت اور اس کی اچھی حالت کو دیکھکر جلنا اور اس کے برباد کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اس معاملہ میں طرح طرح کے حیلے اور تدبیروں کو عمل میں لانا۔ اور غبطہ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت دیکھکر اپنے لئے بھی اس کی آرزو کرنا۔ بغیر اس کے کہ برباد کرنا چاہتا ہو۔ اس لئے حسد حرام ہے اور غبطہ جائز ہے۔

دنیا میں جس قدر شر ہیں اُن کی بنیاد حسد پر ہی ہے۔ پھر جب کہ حاسد کے اندر حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لئے اپنی خرابی اور بربادی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اس لئے حسد کا شر بہت بڑا شر ہے۔ چنانچہ پہلا گناہ جو عالم میں ہوا ہے وہ ابلیس کا حسد حضرت آدمؑ سے تھا۔ کہ آپ بھی برباد ہوگیا اور حضرت آدمؑ کو بھی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اور زمین پر بھی جو پہلا گناہ ہوا وہ قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل کے ساتھ تھا۔ کہ ہابیل نے حسد کے باعث اپنی عقبیٰ بھی برباد کی اور اس مظلوم کو بھی قتل کیا۔ یہ یاد رہے کہ حاسد کو کوئی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔ اور اُس کا دِل ملعون ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اس مبارک سورت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اول تو مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ اجمالاً تمام شروں سے پناہ مانگنے کی تعلیم کی اور پناہ بھی کس سے مانگے ربّ الفلق سے پناہ مانگے۔ جو اندھیروں میں سے روشنی نکالنے کا رب ہے۔ اس کے بعد تین شر کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ جو تین شر یہ ہیں (۱) اندھیرے کا شر جب کہ پھیل پڑے۔ اب وہ اندھیرا یا تو رات کا ہو کہ جس میں

سو ہی چیزیں نکلتی ہیں۔ یا تو حیوان پن کا اندھیرا ہو جس میں عقل کے نور پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔

(۲) گرہوں پر پھونک مارنے والیوں کا شر ہے۔ آپ عام ہے کہ تاگے کی گرہوں پر جادو منتر پڑھ کر پھونک مارنا ہو جیسا کہ ڈائنیں اور جادوگرنیاں کیا کرتی ہیں۔ یا وہ عورتیں کہ اپنے حسن و جمال کے منتر انسان کے دل اور دماغ کی گرہوں کو ڈھیلا کر دیتی اور مخبوط بنا دیتی ہوں۔

(۳) حاسد کا شر ہے خواہ کوئی انسان ہو۔ یا کہ اسی کے اندر کا نفس امارہ ہو جب کہ روح پر حسد کر کے اس کی ترقی کو مٹانا چاہتا ہو۔ غرض کہ یہ تینوں شر ایسے ہیں کہ جن میں ظلمت ہی ظلمت ہے۔ سو اول شر میں جو اندھیرے کا شر ہے اس کی ظلمت تو ظاہر ہے اور دوسرے شر میں بھی ظلمت کی انتہا نہیں ہے کہ شہوات کی ظلمت تو اندھا ہی کر دیتی ہے۔ اور تیسرے شر میں بھی ظلمت بے انتہا ہے کہ نفس امّارہ کا حسد جب روح کے مقابلہ میں زور کرتا ہے تو ظلمات کا تلاطم ہونے لگتا ہے۔ اور اسی طرح کوئی انسانی حاسد بھی کھڑا ہو جاتا ہے تو خدا کی پناہ اندھیر ہی مچا دیتا ہے کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھاتا ہے لہٰذا ان ظلمات پر اس ربّ الفلق یعنی ربّ النور کی مدد اور پناہ کی ضرورت تھی کہ وہ اپنے نور کی تجلّی ڈالے کہ جس کے باعث وہ اندھیرا دور ہو جاوے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شر کی بنیاد ظلمت پر ہے۔ اور خیر کی بنیاد نور پر ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ اِن ظلمتوں سے ربّ الفلق کی پناہ میں آنا نور پیدا کرتا ہے۔

خداوندا میں بھی تیری بارگاہِ عالی میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

سورۂ ناس مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں چھ آیات اور بیس کلمے اور اسی حرف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

اے نبیؐ یوں کہا کرو میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ اس خطرہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی بدی سے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے ہو

قُلْ کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کہ میں پناہ مانگتا ہوں آدمیوں کے پروردگار کی۔ چونکہ انسان کا وجود تمام عالم کا نمونہ ہے۔ اور یہ انسان حقتعالیٰ کی صفتوں کا پرتو ہے۔ کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ۔ اور قدرت اور سننا اور دیکھنا اور بولنا وغیرہ تمام اوصاف میں اپنے پروردگار کا سایہ ہے اور اسیطرح غذا اور بڑھنے میں درخت کے مشابہ اور جرأت میں درندہ کی مثل ہے اور شہوت اور حرص میں چوپایہ کی مثل ہے اور مکر اور فریب میں شیطان کی مثل ہے۔ اور خدا کی معرفت اور بندگی میں مقرب فرشتہ کی مثل ہے اور حکومتوں کے جمع کرنے میں لوح محفوظ کی مثل ہے غرضکہ انسان تمام عالم کا نمونہ اور حق تعالیٰ کی صفتوں کا پرتو ہے۔ اگر انسان کی شروع پیدائش سے آخر عمر تک خیال کیا جائے تو حق تعالیٰ کی طرف جو رحم اور کرم اور جود اور فضل کی بارش انسان پر برسائی گئی ہے وہ دوسری کسی مخلوق پر نہیں ہے۔ چنانچہ اسی لئے اس مبارک سورت کو سورۂ ناس کا عظیم الشان خطاب دیا گیا ہے۔

معلوم ہو کہ اس مبارک سورت میں ان شروں سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے جو خاص انسان کے دل پر ہو کر ایمان اور یقین کو نقصان پہنچانے والے ہیں

جس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی تین حالتیں ہیں اول بچپنے کا زمانہ کہ اسوقت
تو ماں باپ کو بھی برابر نہیں پہچان سکتا۔ ایسی حالت میں حق تعالیٰ اپنی شانِ
رَبُوبِیّت کا کس کس طرح سے جلوہ دکھاتا ہے۔ کہ ماں کی چھاتیوں میں سے دودھ
پیدا کرتا ہے اور اِس نادان بچے کو دودھ کا چوسنا سکھاتا ہے۔ سو ایسے زمانہ کے لحاظ
سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ارشاد فرمایا۔ اور پناہ مانگنے میں اپنی قدیم پرورش
کو یاد دلایا۔ پھر اس کے بعد بڑھنے لگتا ہے۔ اور ہزاروں چیزوں سے واقف ہو جاتا
ہے۔ یہ اس کا جوانی کا عالم ہوتا ہے۔ جس میں ایک طرف تو خود کے علم اور کمال
کا زور دوسرے بدن کا زور تیسرے شہوات کی رغبت کا زور گویا بادشاہی کا رنگ
جم جاتا ہے کہ اپنی خاطر میں کسی کو لاتا ہی نہیں ہے۔ اَب مزاج بھی بادشاہانہ
پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ آخرت کی فکر ہے اور نہ یادِ الٰہی کی حلاوت کی طلب ہے۔ سو
اِس زمانہ کے لحاظ سے پناہ مانگنے میں مَلِكِ النَّاسِ ارشاد فرمایا کہ اے جوان
تو کیا ہے اور تیرا زور کیا ہے۔ اور تیرا علم کس شمار میں ہے۔ دیکھ شہنشاہ مُطلَق
تو ہم ہیں۔ ہمارے دیے ہوئے قویٰ کے لشکروں پر تو کیا غرور کرتا ہے۔ ہم جب چاہیں
تب اپنے لشکروں کو تجھسے لے سکتے ہیں اور دوسرے لشکر بھیجکر تجھے پامال کر سکتے
ہیں۔ تو اپنے زوروں پر گھمنڈ نہ کر بلکہ اپنے پروردگار سے جو تمام بادشاہوں
کا بادشاہ ہے اُس سے پناہ مانگ۔

پھر اِس کے بعد جب جوانی کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور چالیس سال کی عمر
پر پہونچتا ہے تب جوانی کا خمار ٹوٹتا ہے۔ اور عقل بھی کمال کے مرتبہ کو پہنچتی ہے
لہٰذا آخرت کی بھی سوجھتی ہے (یہ بھی غنیمت ہے کہ اپنے پروردگار کے سامنے
بالکل خالی ہاتھ تو نجائے) اَب اِس پر شانِ اُلُوہِیّت ظاہر ہوتی ہے۔ سو اِس کمال
اور زمانہ کے لحاظ سے پناہ مانگنے میں اِلٰهِ النَّاسِ ارشاد فرمایا۔ کہ پناہ مانگ لوگوں

کے معبود سے کہ جس میں تمام کمالات اور تمام صفات کاملہ موجود ہیں جس کے سامنے تیرا کمال کسی گنتی کا نہیں ہے۔

اب حق تعالیٰ اپنے ان تینوں اوصاف یعنی ربوبیت اور ملکیت اور الوہیت کو جو انسان کی عمر کے تینوں حصّوں کے مناسب تھے بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ جن سے پناہ مانگنی چاہیئے وہ کونسا شر ہے جو خود ہی ارشاد فرماتا ہے کہ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ یعنی وسوسہ ڈالنے والے کی برائی سے مجھکو محفوظ رکھ۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور تجھ ہی سے پناہ چاہتا ہوں تو مجھکو پناہ دے۔ میں تیرا پرورش کردہ اور تیری رعیت اور تیرا محکوم ہوں میں شروع سے آخر تک تیری ہی عنایات کا خوگر ہوں۔ میرے کئی رابطے تجھسے ہیں۔ اور تو میرا ہمیشہ کا نگہبان اور کرم کا کرنے والا ہے۔

پھر وہ وسوسہ ڈالنے والا کون ہے جس کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے چنانچہ آپ ہی ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اَلۡخَنَّاسِ وہ وسوسہ ڈال کر ہٹ جانیوالا چور داؤگھات والا قزاق ہے۔ خنّاس کا مطلب وسوسہ ڈال کر ہٹ جانے والا ہے۔ جیسے کہ چوروں اور دغابازوں اور بدمعاشوں کی عادت ہوا کرتی ہے کہ ایمان کے خرمن میں وہم اور شک کی چنگاری ڈالدی اور چلدیے یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خنّاس نہایت ہی کمزور اور حقیر ہے۔ اگر ذکرِ الٰہی کی شمشیر دل کی میان سے نکالی جائے تو ایسی حالت میں دود ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کی پیدائشی یہ بات ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ذکر کے وقت اور قرآن کی تلاوت کے وقت اور فرشتوں کے سامنے سے بھاگتا ہے۔ سو ایسے دغاباز شیطان سے بچنا بہت مشکل ہے۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ ربّ النّاس کی پناہ میں آوے پھر حق تعالیٰ اور بھی توضیح کرتا ہے۔ کہ وہ کیا وسوسے کیا کرتا ہے اَلَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ

فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اور برا خطرہ اور ناپاک خیال ڈالا کرتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ آخر وہ ہے کون مِنَ الْجِنَّۃِ وہ جن ہے جیسے شیطان اور اس کی ذریت جو بنی آدم کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالکر بنی آدم کو تباہ کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح پھرتا ہے۔ اور ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان انسان سے پوچھتا ہے کہ یہ چیز کس نے بنائی اور یہ کس نے بنائی جو یہاں تک کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے بنایا۔ پھر جب کہ یہ نوبت پہنچے تو کہدو کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔ اور آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی آدم کے دل پر فرشتہ کا بھی گذر ہوتا ہے اور شیطان کا بھی گذر ہوتا ہے۔ سو شیطان کے گذر سے شر پر آمادگی اور حق کی تکذیب پر تحریک ہوتی ہے اور فرشتے کے گذر سے نیک کام پر آمادگی اور حق کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور پھر جس کو نیک کام پر آمادگی اور حق کی تصدیق نصیب ہو تو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور جس کو یہ بات نصیب نہ ہو بلکہ اس کے برخلاف ہو تو شیطان مردود سے پناہ مانگے۔

معلوم ہو کہ فرشتے اور شیطان چونکہ جسم لطیف رکھتے ہیں لہذا ان کا انسان کے خون کی بہنے کی جگہ میں داخل ہو جانا کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ چنانچہ یہی تو باعث ہے کہ ہمیشہ انسان کے دل پر دریا کی طرح موجیں اٹھا کرتی ہیں۔ جو کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدی کی طرف انسان کے جسم کی کشتی کو جنبش میں لایا کرتی ہیں تو نیکی کی تحریک فرشتہ کا الہام ہے اور بدی کی تحریک شیطان کا وسوسہ ہے۔ جس کی حد اور نہایت نہیں ہے۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ)

وَالنَّاسِ اور آدمی بھی ایسے شیطان ہیں جو ایمان میں یا کار خیر میں وسوسہ اور شبہ ڈال کر آدمی کی تباہی کا باعث بنتے ہیں کہ کہیں پُر فریب تقریر سے تباہ

کرتے ہیں۔ اور کہیں نجاست بھری تحریر سے تباہ کرتے ہیں۔ اور کہیں دوست
بن کر تباہ کرتے ہیں۔ اور کہیں ناصح اور مشفق بنکر تباہ کرتے ہیں۔ اور کہیں پیراور
فقیر بن کر تباہ کرتے ہیں۔ غرضکہ یہ انسانی شیطان ہزاروں بہروپ بدل کر ایسے
ایسے گندے کام کرتے ہیں کہ جنّی شیطان سے بڑھ جاتے ہیں۔ ہم ایسے شیطانوں
سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

معلوم ہو کہ انسانی شیطانوں کا ہر وقت اور ہر زمانہ میں ظہور رہا ہے۔ اور ان
شیطانوں نے قسم قسم کے فریبوں سے لوگوں کو برباد اور تباہ کر دیا ہے۔ خصوصاً اِس
اخیر زمانہ میں کہ جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔ بہت کچھ زور
ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں ایمان اور اسلام کی برکتوں کا محفوظ رکھنا ایسا مشکل ہو گیا
ہے۔ جیسا کہ ہاتھ میں آگ کا تھامنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ کہ ایک طرف تو غیر مذاہب
کے وعظ اِس آزادی کے زمانہ میں ایسے نکل پڑے ہیں جیسے کہ برسات میں
حشرات الارض نکل پڑتے ہیں اور کہیں پادری اور ان کے ساتھ ایمان فروش
لوگ ایسے ظاہر ہو گئے ہیں جو اسلام کو تباہ کرنے کے لئے طرح طرح سے مکر کے
جال پھیلا رہے ہیں۔ اور ایسی ایسی گندی کتابیں اور ناپاک ناپاک رسالے تصنیف
کرتے ہیں کہ جس کے دیکھنے اور پڑھنے سے اسلام کی عظمت اور اسلام کی خوبی
اور اسلام کی صداقت پر دل میں خطرات اور شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ اِسی
طرح اخبارات میں بھی ایسی نجاست پھیلاتے ہیں کہ جس سے اسلام کی چاہت
میں کمی آجاتی ہے۔ اب اس پر بھی بس نہ کر کے اسلام کے نور کو بجھانے کی غرض
سے مدارس بھی قایم کر دئے ہیں۔ پھر عورتوں کے دلوں پر سے اسلام کی خوبیوں
کو مٹانے کی غرض سے اور اپنے باطل دین کے زہریلے تخم کو بونے کی غایت سے
لگاتار کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور بہت سی ملعونہ عورتیں اس ناپاک غرض سے

آمد ورفت بھی رکھتی ہیں اور سادہ لوح ان کی منافقانہ باتوں میں آکر خدا کے رسول کی مبارک روح کو ناراض کرتے ہیں یعنی اپنی لڑکیوں کو تعلیم کی غرض سے ان کے حوالے کئے دیتے ہیں۔ اور کہیں روٹی کھلا کر ان کا ایمان چھین لیتے ہیں۔ اور کہیں خیراتی کاموں میں ایمان سے برگشتہ کر لیتے ہیں۔

پھر جو ان کے مدرسے ہیں اُن میں اسلام اور ایمان اور ارکان اور عقائد کی پہلو بدل کر توہین کی جاتی ہے۔ اور قہقہے اُڑائے جاتے ہیں۔ اور یہ بدنصیب خود بھی قہقہے اُڑاتے ہیں۔ پھر بدکاری اور بدکاری کے اسباب ایسے عام ہوگئے کہ جن سے بچنا مشکل ہوگیا کہ کہیں فاحشہ عورتوں کا بازار گرم ہوگیا تو کہیں شراب کا دریا رواں ہوگیا۔ تو کہیں برہنہ تصاویر اور طرح طرح کے باجے اور لہو لعب اور تماشے نکل پڑے۔ اور پانی کی جگہ شراب ہوگئی کہ دوا میں شراب، اور کھانے میں شراب۔ اور سود کے متعلق ایسی وبا پھیلی کہ جس سے کوئی تجارت اور کوئی معاملہ بچ نہ سکا۔ سو یہ انسانی شیطان کے جنی شیطان سے بڑے ہونے میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں ہے خدا ہر مسلمان کو بچائے۔

پھر اُن کے دیکھا دیکھی دوسرے مذاہب بھی اسلام کی بربادی کے لئے کھڑے ہوگئے۔ کہ جن کی نجاست سے دنیا تنگ آگئی تھی۔ ان بدبختوں نے اسلام کی ایسی بری فرضی تصویر دکھانی شروع کی کہ جس سے دیکھنے والے کو اسلام سے نفرت پیدا ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پر نور چہرہ پر ایسے ایسے بدنما دھبے لگانے شروع کئے کہ جس سے آپ کی عظمت میں فرق آجائے پھر بعض ملحد اسلام کے لباس میں رہکر جو وسوسے پیدا کر کے مسلمانوں کو راہِ راستِ محمدیؐ میں ٹھوکریں کھلا رہے ہیں خدا ان سے بھی محفوظ رکھے کہ اسلام کے حق میں آستین کے سانپ ہیں۔

غرضکہ یہ ہے انسانی خناسوں کے وسوسوں کی تفسیر کہ جن کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے۔

ذکراور فکر میں لگے رہنا کامیابی کا ذریعہ ہے

ذکر میں حضور نہ ہونے کے سبب سے ذکر نہ چھوڑے کیونکہ اثنائے ذکر میں غفلت ہونے کے بہ نسبت نفس ذکر سے غفلت کا ہونا زیادہ سخت ہے۔ اور کچھ بعید نہیں ہے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ ذکر غفلت آمیز سے ذکر بیداری تک۔ اور ذکر بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اس ذکر تک کہ جس میں ماسوئی مذکور حقیقی جل وعلا کے سبب سے غیبت ہو جائے بلند فرما دیوے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

ف بہت سے ذاکرو شاغل لوگ اس بات کی شکایت کیا کرتے ہیں کہ ہمارا ذکر میں دل نہیں لگتا۔ وسوسے آتے ہیں۔ اور اسی پریشانی میں بعض کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ تو ایسے ہی لوگوں کی نسبت حضرت شیخ عطا اللہؒ فرماتے ہیں کہ اے ذاکر ذکر میں حضور قلب نہ ہونے اور دل نہ لگنے کے سبب سے ذکر نہ چھوڑ اس لئے کہ اس وقت تو ایک ہی آفت ہے کہ ذکر کی حالت میں وسوسے آتے ہیں دل نہیں لگتا جس کا حاصل یہ ہے کہ غفلت ہوجاتی ہے اور دل دوسری طرف بٹ جاتا ہے لیکن ذکر کا وجود تو ہے اور اگر ذکر چھوڑ دیا تو ذکر ہی سے غفلت ہو جاوے گی۔ اور اثنائے ذکر میں غفلت ہونے سے ذکر کو بالکل چھوڑ دینے کی غفلت بہت سخت ہے اس لئے کہ ذکر اگرچہ غفلت کے ساتھ ہو اس سے تو بہر حال بدرجہا بہتر ہے کہ بالکل ذکر نہ ہو۔ کہ پہلی صورت میں گو قلب غافل ہے لیکن زبان تو مشغول ہے اور دوسری صورت میں نہ زبان سے ہی ذکر ہوا اور

نہ دل سے۔ اور زبانی ذکر بھی بہت بڑی دولت ہے۔ کہ اگر زبان کو دوزخ سے نجات ہوگئی تو کیا بقیہ اعضار کو نہ ہوگی۔ اور آگے ہمت بڑھانے کے لئے فرماتے ہیں کہ کیا بعید ہے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ اِس غفلت آمیز ذکر سے کہ جس میں دل وساوس میں لگ جاتا ہے بلند فرما دے۔ اور ان وساوس کو دور فرما کر بیداری کا ذکر میسر فرما دے۔ کہ جس میں قلب وساوس نفسانیہ کی طرف نہ جاوے۔ اور ذکرِ زبانی کے وقت قلب بیدار ہو اور ذکرِ زبانی کی طرف اُس کو توجہ ہو یعنی ذکرِ زبانی میں دِل لگنے لگے۔ اور پھر اِس سے آگے اور ترقی عنایت فرما دے۔ کہ ذکرِ بیداری سے اس ذکر کی طرف بلند فرما دے کہ جس کے ساتھ حضور بھی ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ذکر بیداری میں تو صرف اِس قدر امر تھا کہ قلب زبان کے ذکر کی طرف متوجہ تھا اور بیدار تھا وساوس کی طرف جانا چھوڑ دیا۔ اور ذکر حضور میں ذکر قلب کی صفت ہو جاوے۔ کہ جیسے دیکھنا آنکھ کی صفت ہے ایسے ہی ذکر قلب کی صفت لازمہ غیر منفکہ ہو جاوے۔ لیکن اِس صورت میں بھی قلب کو احساس اور ادراک اِس امر کا ہوتا ہے کہ ذکر میری صفت ہے اور میں ذاکر و حاضر ہوں پھر کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ اور ترقی عنایت فرما دے کہ ذکرِ حضور سے ایسے ذکر کی طرف مشغول فرما دے کہ اِس میں سوائے مذکور حقیقی یعنی حق تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے بالکل ہی قلب غائب ہو جاوے۔ یعنی قوائے ادراکیہ اور تمام حواس پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ بس اللہ اللہ رہجاوے اِس کا شعور اور ادراک نہ رہے کہ میں ذاکر ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مذکور ہے۔ اور میں حاضر ہوں اِس لئے کہ اِس ذکر میں بھی ایک قسم کی غفلت ہے کہ اپنے نفس کا ادراک اس میں بھی موجود ہے۔ اور جب اِس قوت ادراک پر بھی ذکر کا غلبہ ہوگا تو یہ علم بھی جاتا رہیگا۔ کہ میں ذاکر ہوں یہ بھی ماسوا میں داخل ہو کر قلب سے فنا ہو جائیگا۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں اِلٰہ میں داخل

ہو کر کلا کے تحت میں داخل ہو جائیگا ۔ اب کسی کو تعجب ہو کہ بھلا ہمکو یہ مرتبہ کہاں نصیب یہ تو بڑا مشکل ہے تو شیخ رحمۃ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ دشوار تو جب ہے جب کہ ہم یہ کہیں کہ تم کوشش کر کے اس مرتبہ کو حاصل کرو ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ۔ اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں ہے اس لئے مایوس نہ ہونا چاہیئے ۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے تجھکو تین طرح سے بزرگی عطا فرمائی اول تجھ کو اپنا ذاکر بنایا ۔ اور اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو تیری زبان و قلب پر اس کے ذکر جاری ہونیکا تو اہل نہ ہوتا دوسرے اپنی نسبت تیری طرف ثابت فرما کر تجھکو اپنی نسبت کے ساتھ خلائق کا مذکور ٹھیرایا ۔ اور ولی اللہ و صفی اللہ وغیرہ القاب سے ذکر کرایا ۔ تیسرے تجھکو اپنے یہاں ذکر کر کے اپنا مذکور بنایا ۔ اور اپنی نعمت کا تجھپر اتمام فرمایا ۔

ف ۔ اس کلام میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب بندۂ ذاکر و مطیع کو ہے ۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بندۂ ذاکر تجھکو حق تعالیٰ شانہ نے تین قسم کی بزرگی عطا فرمائی کہ وہ تینوں قسمیں ملکر تیرے لئے بے انتہا خوبیوں اور کمالات کا ذخیرہ ہوگئیں اور حق تعالیٰ کی رحمت و انعام تجھپر کامل درجہ ہوئی ۔ سب سے پہلے بزرگی تو یہ ہے کہ تجھکو اپنا ذاکر بنایا ۔ کہ زبان سے اور دل سے اور اعضاء و جوارح سے تو اُس کا ذکر اور عبادت بجالا رہا ہے اور اگر اُس کا فضل تیرے حال پر نہ ہوتا تو تیرا قلب اور زبان کب اس قابل تھا کہ احکم الحاکمین اور اُس پاک ذات کا ذکر اس پر جاری ہوا اور تو کیسے اس کا اہل تھا کہ سارے بادشاہوں کے بادشاہ کی عبادت و طاعت کر سکے ۔ اس لئے کہ نقص ، اور کاہلی اور سستی تیری ذات کے اندر داخل ہے ۔ اور پھر تیری طرح بلکہ ظاہری صورت شکل میں تیرے سے اچھے اور آدمی بھی تو ہیں یہ فضل اور رحمت ہی ہے کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق کو غفلت میں ڈالا اور تجھکو اپنے ذکر میں لگایا ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی   منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

دوسری بزرگی تجھکو یہ عطا فرمائی کہ تجھ کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ اپنا دوست تجھکو کہا۔ اور اس نسبت کے ساتھ خلقت کی زبان سے تیرا ذکر کرایا کہ لوگ تجھکو ولی اللہ (اللہ کا دوست) اور صفی اللہ (اللہ کا برگزیدہ) اور اللہ والا کہتے ہیں یہ کتنے بڑے شرف کی بات ہے آج دنیا میں ایک ادنیٰ بادشاہ یا حاکم کسی کو کوئی خطاب یا لقب دیتاہے تو مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا۔ اور اگر کوئی بادشاہ کسی ادنےٰ رعایا کے آدمی کو اپنا دوست کہدے اور اپنے لوگوں کو حکم کردے کہ اس کو ہمارا دوست کہو تو اس کے فخر اور مسرت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی۔ تو جب ادنیٰ بادشاہ کہ جس کی بادشاہی محض خیالی اور وہمی۔ اور مجازی ہے اس کی طرف منسوب ہونے اور تعلق ہو جانے پر یہ حال ہو تو جس کی بادشاہی حقیقی ہے اور جس کے اوپر کوئی بادشاہ نہیں ہے وہ کسی کو اپنا کہے اور اپنی طرف منسوب کرے تو اس کی بزرگی کی کیا انتہا ہے۔ تیسری بزرگی تجھ کو یہ عطا فرمائی کہ اپنی مجلس میں تیرا ذکر کر کے تجھکو اپنا مذکور بنایا۔ کہ وہ بے نیاز ذات تیرا ذکر فرماتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص مجھکو اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں بھی اُس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو مجھکو محفل میں یاد کرتا ہے میں اس کو ایسی محفل میں یاد کرتا ہوں کہ وہ محفل اُس کی محفل سے بہتر ہے یعنی ملائکہ کی محفل۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ ذاکر کو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا اور خود اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ یعنی تم مجھکو یاد کرو میں تمکو یاد کروں گا۔ اور اس سے بڑھ کر کونسی بزرگی ہوگی۔ کہ بندہ جسکی حقیقت ایک مشت خاک ہے اس خاکی پتلہ کو رب الارباب اور شہنشاہ یاد فرمادے پس

اِن تین بزرگیوں سے اے ذاکر تجھپر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کامل و تمام فرمائی۔

ظاہر ذکر بدون باطنی مشاہدہ اور فکر کے نہیں ہوتا ہے۔ ف بندہ سے جو طاعت و عبادت و ذکر اِس عالم میں ظاہر ہوتی ہے وہ بدون اِس کے نہیں ہوتی کہ بندہ کے اِس عالم میں آنے سے پہلے اُس کی روح کو حق تعالیٰ نے اپنی وحدانیت و حقائق کا مشاہدہ نہ کرایا ہو۔ بلکہ جو بندہ طاعت و عبادت و ذکر کرتا ہے اس کی روح پہلے سے باطنی مشاہدہ کر چکی ہے۔ اسی کا اثر اِس عالم میں ظاہر ہوتا ہے گو اِس بندہ کو اُس کی خبر نہ ہو۔ اور وجہ اس خبر نہ ہونے کی یہ ہے کہ اِس عالم میں جب رُوح اِس جسم کی مقید ہوئی تو اِس جسم کے عوارض کا اُس پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور اس عالم کے واقعات سے بیخبر ہو جاتی ہے۔ جس کو حق تعالیٰ اُس کو اِس کا علم بھی عطا فرما دیتا ہے

قلب کا سیر کرنا اغیار یعنی مخلوقات کے وسیع میدانوں میں فکر ہے ف اغیار سے مراد خالق کے سوا جو مخلوقات ہے آسمان سے زمین تک جو مخلوقات کی انواع ہیں ان کو میدان سے تشبیہ دی ہے۔ فکر کی حقیقت قلب کا اِن میدانوں میں گھومنا اور اِن میدانوں میں گھومنے سے یہ مراد ہے کہ مخلوقات الٰہیہ میں حق تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں اور عجیب و غریب تصرفات کا جو ہر وقت ہوتے رہتے ہیں مشاہدہ کرے۔ کہ کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے کوئی فقیر ہے کوئی غنی ہے اور اس عالم کے اِن عجائبات سے عبرت حاصل کرے اور نیز حق تعالیٰ کی صفات کمال و جمال و جلال کا مطالعہ کرے۔ یہ فکر اُس کو خالق تک پہنچائیگا۔ اور اُس کا یقین کامل ہوگا کہ میرا خالق بڑا علیم حکیم اور جلال و عظمت والا ہے۔ ایسے ہی فکر کا ہمکو حکم ہے اور خالق کی ذات میں فکر سے ہمکو منع کیا گیا ہے۔ اِس لئے کہ ہمارے فکر کی وہاں رسائی نہیں۔ اِس میں خوف دائرہ دین سے نکل جانے اور مردود ہونیکا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ خالق کے متعلق بس اس قدر ایمان رکھے جس قدر کہ تبلا دیا گیا ہے ۵

دور بینان بارگاہ الست　　غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

اور طاعت و معاصی میں فکر کرے۔ کہ فلاں طاعت کا یہ ثواب ہے۔ اور فلاں معصیت پر یہ عذاب ہے۔ اور نیز حق تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرے کہ مجھ پر کس قدر نعمتیں اس منعم حقیقی کی ہیں۔ اور دنیا و ما فیہا کے فنا ہونے میں فکر کرے یہ سب فکر کی قسمیں مقصود و محمود و مامور بہ ہیں۔

فکر قلب کا چراغ ہے جب وہ نہ رہیگا تو قلب کی بھی روشنی جاتی رہے گی

ف فکر جس کی حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے قلب کے لئے بمنزلہ چراغ کے ہے اور قلب بدون فکر کے مثل اندھیری کوٹھری کے ہے۔ کہ بدون شمع و چراغ کے کچھ علم نہیں ہوتا۔ کہ اس میں کیا ہے۔ اس طرح بدون فکر کے کسی شے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ اور جب فکر کرے گا تو اس سے حقائق اشیاء قلب پر منکشف ہوں گی۔ اور حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا۔ اور دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا کھلی آنکھوں معلوم ہوگا۔ اور حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کا قہار جبار و منعم حقیقی ہونے کا مشاہدہ ہوگا اور نیز اپنے نفس کے مخفی عیوب اور نفس کے حیلے بہانے اور دنیا کا جائے غرور ہونا مفصل معلوم ہوگا اور اگر فکر جاتا رہا تو قلب مثل اندھیری کوٹھری کے رہجاویگا۔ کہ کسی شئے کی اس کو تمیز نہ رہے گی۔

فکر دو طرح ہے ایک فکر تو تصدیق اور ایمان کی اور دوسری فکر مشاہدہ اور اعیان کی

پہلی تو اہل اعتبار یعنی سالک کیلئے ہے اور دوسری اہل مشاہدہ و معاینہ یعنی مجذوبوں کیلئے

ف جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم پر ہیں۔ سالک و مجذوب سالک وہ ہے جو آثار و احوال سے استدلال کرکے موثر تک پہنچے یعنی مخلوقات و مصنوعات الٰہیہ میں اول اس کا قلب سیر کرتا ہے۔ اور اس سے اس کو اسمائے الٰہیہ و اوصاف الٰہیہ تک راہ ملتی ہے۔ مثلاً مخلوقات کو دیکھا کہ گناہ کررہے ہیں کفر

کررہے ہیں اور سزا نہیں ملتی۔ تو اُس کی جزئیات میں فکر کرنے سے اُسکے قلب کو مشاہدہ ہوا کہ وہ حلیم ہے اور حلم اس کی صفت ہے۔ اور مثلاً اشیاء کے حسن وجمال وموزونیت وصنعت کو دیکھکر اس کے حکم ہونے کا مشاہدہ ہوا پھر اسماء وصفات میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قلب کو ذات پاک تک راہ ملجاتی ہے۔ تو یہ شخص آثار سے استدلال کرکے موثر یعنی ذات تک پہونچا۔ اور مجذوب وہ ہے کہ موثر سے استدلال کرکے آثار پر پہونچے۔ یعنی اوّل اس کے قلب کو ذات پاک کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ پھر اس سے واپس کیا جاتا ہے۔ اور صفات و اسماء کے اندر سیر کرتا ہے۔ اور پھر اس سے مخلوقات ومصنوعات کی سیر میں آتا ہے۔ پس سالک تو نیچے سے اوپر کو لیجاتا ہے۔ مگر یہ حال ان کا ہے جن کے حال کی تکمیل اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے۔ ورنہ بعض جذب ہی کی حالت میں رہتے ہیں۔ اور بعض سالک درمیان ہی میں رہجاتے ہیں۔

اس کے بعد سمجھو کہ شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ فکر جس کی حقیقت مخلوقات کے میدانوں میں گھومنا ہے دو قسم پر ہے۔ اول فکر تصدیق ایمان کی یعنی وہ فکر جس کا منشاء تصدیق اور ایمان ہے اور محض اللہ ورسول کو سچا جاننے اور مومن ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ معائنہ ومشاہدہ سے پیدا نہیں ہوا۔ یہ فکر سالکوں کا ہے کہ مخلوقات ومصنوعات الٰہیہ میں فکر اور استدلال کرکے خالق تک پہونچتے ہیں۔ اور اس فکر کا منشاء ایمان ہے۔ دوسرا فکر مشاہدہ اور معائنہ کا یعنی اُس کا منشاء مشاہدہ اور معائنہ ذات پاک کا ہے۔ صرف ایمان وتصدیق اُسکا سبب نہیں ہے کہ وہ خالق تعالیٰ شانہ کے مشاہدہ ومعائنہ سے فکر کرتے کرتے مخلوقات ومصنوعات تک پہونچتے ہیں۔ سالک کے علم کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ شئے مصنوع اور مخلوق ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس کا خالق وصانع بھی ہے۔ تو اُس کی نظر قلب

اول مخلوق پر ہوئی۔ اس کے بعد خالق و صانع کا مشاہدہ ہوا اور مجذوب کے علم کا خلاصہ یہ ہوگا کہ خالق و صانع رحمٰن و رحیم موجود ہے۔ لہٰذا مخلوق اور مصنوع و مرحوم بھی ہے۔ تو اس کی نظر قلب اول خالق پر ہوتی ہے۔ اور اس سے استدلال کرکے مخلوق تک پہنچتا ہے۔ اسی واسطے سالک ہوش و حواس والا ہوتا ہے اور مجذوب سے اکثر حرکات خلاف عقل ہوتے ہیں۔ لیکن سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سب علوم قلبی ذوقی وجدانی و وہبی ہیں۔ علم ظاہری اور کسب سے اس کا تعلق نہیں ہے

زہد کی فضیلت کے بیان میں

جو عمل تارک الدنیا کے قلب سے ہو وہ تھوڑا نہیں اور جو عمل دنیا کے حریص خدا تعالیٰ سے غافل کے قلب سے ہو وہ زیادہ نہیں

ف جبتک انسان کے اندر حب دنیا اور جاہ کا غلبہ رہتا ہے اس کے نیک اعمال کے اندر اخلاص نہیں پیدا ہوتا۔ اغراض دنیویہ اور نفسانی خواہشیں ہر جگہ اور ہر عمل میں اپنا غلبہ اور زور دکھاتی ہیں۔ اور قبولیت اعمال کی درگاہ الٰہی میں اس وقت ہے کہ جب عمل ان آفتوں سے خالص ہوں ایسا شخص اگر نماز بھی پڑھتا ہے تو اس میں بھی نفس کوئی غرض دنیوی شامل کر دیتا ہے۔ اور جس بندہ پر فضل ہو جاوے اور نفس اسکا حب دنیا و حب جاہ کے غلبہ سے پاک ہو جاوے اس کا جو عمل ہے خواہ دین کا ہو یا دنیا کا وہ اخلاص پر مبنی ہوتا ہے۔ اور منشا اس کا للہیت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دنیا تو دل سے نکل ہی جاتی ہے۔ پس تارک الدنیا جو عمل کرے اگرچہ وہ مقدار میں کم معلوم ہو۔ وہ تھوڑا نہیں ہے۔ اس لئے کہ گو مقدار میں کم ہے۔ مگر چونکہ اس عمل کے اندر مغز اور روح موجود ہے اس لئے اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور بہت ہے اور دنیا کا حریص اور جس کا دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہے اگرچہ ظاہر میں بڑے

بڑے اعمال نیک کرے۔ لیکن چونکہ منشار ان اعمال کا ابھی تک صحیح نہیں ہوا اور قلب کے اندر روگ موجود ہے۔ اس لئے وہ بہت نہیں ہیں۔ اس لئے کہ آفات مثل ریا و تصنع و اغراض نفسانی و شیطانی سے ہرگز خالی نہیں۔ گو یہ شخص خالی سمجھے۔ پس قابل اہتمام اور فکر قلب سے ماسوی اللہ کو نکالنا اور قلب کو تصفیہ و تزکیہ ہوتا تاکہ اس کے بعد جو عمل بھی ہو بامغز اور روح لیا ہوا ہو۔ اگرچہ وہ عمل کم ہی ہو۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان آفات کی وجہ سے عمل نیک کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ نہ کرنے سے تو بہر حال کرنا بہتر ہے اور نیز یہی نیک عمل کشاں کشاں اخلاص تک بھی پہنچا دے گا۔

خوش کرنے والی دنیاوی چیزیں کم ہونی چاہئیں۔ غمگین کرنے والی چیزیں کم ہو جاویں گی۔ ف انسان غم اور رنج کا اکثر سبب دنیا کی چیزوں کا ضائع ہونا ہوتا ہے۔ مثلاً مال جاتا رہا۔ یا کپڑے جاتے رہے۔ یا باغ جل گیا وغیرہ اور فرحت و خوشی کا سبب ان چیزوں کا ملنا ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی یہ چاہے کہ مجھے غم اور رنج کم ہو تو اس کو چاہیئے کہ دنیا کی خوش کرنے والی چیزیں اپنے پاس سے کم کر دے۔ پھر غمگین کرنے والی کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے کہ غم تو دنیا کی چیز کے جانے سے تھا۔ جب وہ چیز ہی نہ رہی تو غم کیسا۔ اور جس قدر دنیا کی چیزیں زیادہ ہوں گی اسی قدر غموم اور افکار بھی قلب پر طاری ہونگے اور قلب کو چین نہ ملے گی چین اور راحت ان چیزوں کے چھوڑنے ہی میں ہے بس عاقل وہ ہے کہ دنیا میں سے قدر ضرورت پر ہی اکتفا کرے۔ اور زوائد کو حذف کرے اور دارین کی راحت حاصل کرے۔

اگر تو چاہے کہ معزولی کے غم سے محفوظ رہے تو بے بقا اور ناپائدار ولایت دنیاوی اختیار نہ کر۔ ف یہ ارشاد شیخ کا پہلے ارشاد کی بطور مثال کے ہے خلاصہ

یہ ہے کہ دنیاوی حکومت اور ولایت ناپائدار ہے اس کو اختیار نہ کرو۔ اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ معزول ہونے کے غم سے تم کو نجات رہے گی۔ اور اگر دنیا کی فانی حکومت اختیار کی تو معزول اور برخاست کیے گئے تو اس کا تمکو غم ہوگا۔ اور اگر فرض کرو معزول نہ ہوئے تو موت تو ضرور ہی آوے گی اس وقت لامحالہ حکومت چھوڑنا پڑے گی اور اس کے چھوٹنے کی حسرت ہوگی۔ تو اگر یہ منظور ہے کہ معزولی کا غم نہ ہو تو اس ولایت و حکومت ہی کو اختیار نہ کرو۔

اگر تجھکو ولایت و حکومت دنیاوی کی ابتدا اس کی طرف رغبت دلاتی ہے تو اس کی انتہا معزولی یا موت کے سبب اس سے بے رغبت کرتی ہے۔ اگر اس کا ظاہر تجھے اس کی طرف بلاتا ہے تو اس کا باطن تجھکو اس سے روکتا ہے

ف دنیوی حکومت و شوکت اور جاہ و جلال کی ابتدا تو بڑی رونق دار اور دلکش ہے۔ کہ جس کو حاصل ہوجاتی ہے وہ لوگوں کی نظروں میں معزز و مکرم ہو جاتا ہے اور خود اس کا نفس بھی خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ اور یہ اس کی ابتدائی حالت ہی لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور بلاتی ہے۔ لیکن اس کی انتہائی حالت یہ ہے کہ یا تو اس شخص کی حیات ہی میں برخاستگی اور معزولی ہوتی ہے یا موت سے وہ چھوٹ جاتی ہے۔ اور اکثر حکومت میں حدود شرعیہ کی رعایت نہیں رہتی ظلم اور جور و تعدی اسکا گویا لازمہ ہے تو معزول ہونیکے وقت اُسکے چھوٹنے کا غم ہوتا ہے اور موت کے چھوٹنے کی حسرت علیحدہ اور جور و ظلم کی وجہ سے ندامت اور غم و حزن کا انبار اور حقوق العباد کا بار جدا ہوتا ہے تو اس کی انتہا اس سے بے رغبت کرتی ہے اور اس طرح دنیوی حکومت کا ظاہر حال کہ عزت ہے اور حکام اور بادشاہ وقت کی نظروں میں اعزاز اور مال ملنے کی وجہ سے حسب دلخواہ کھانا پہننا ہے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن اس کا باطن کہ درحقیقت یہ حکومت اللہ تعالیٰ کی یاد سے

روگردانی کرنے والی اور سراسر ضرر آخرت کا باعث ہے تجھکو اس سے روکنے والا ہے۔ پس عاقل وہ ہے جو عاقبت اندیش ہو اور کسی شئے کے ظاہر حال اور ابتدائی حالت سے دھوکا نہ کھاوے اور اُس کی نظر انجام اور حقیقت پر ہو ؎

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست　　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

خدا تعالیٰ نے دنیا کو اعتبار کا محل اور کدورتوں کا معدن اس لئے بنایا۔ کہ

تجھکو اس سے بے رغبت کرے ف دنیا کو اللہ تعالیٰ نے مقام عبرت اور کدورات و پریشانیوں کا معدن بنایا ہے کہ رات دن ایسے ایسے واقعات عبرتناک ہوتے رہتے ہیں۔ کہ عاقل ان سے عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ اور ایسی بلائیں و مصائب آتی رہتی ہیں کہ جن سے بڑی نصیحت مل سکتی ہے۔ کوئی شخص اپنے مقاصد و مطالب حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ آدمی چاہتا ہے میں تندرست رہوں۔ لیکن امراض اس کو نہیں چھوڑتے۔ چاہتا ہے کہ مال ملے۔ لیکن بجائے اس کے تنگدستی اور افلاس ہوتی ہے۔ چاہتا ہے کہ اولاد ملے لیکن اسی کے غم میں عمر گذر جاتی ہے۔ یا اولاد ہوتی ہے اور سامنے گذر جاتی ہے۔ غرضکہ دنیا تشویشات و کدورتوں سے پُر ہے۔ لیکن اس میں حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ان حوادث و مصائب و عبرتوں سے آدمی اس سے بے رغبت ہو جاتا ہے اور اس کو ایسا بنانے میں یہی حکمت ہے تاکہ اپنے بندوں کو اس مردار سے علیحدہ کرے۔

اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تو صرف نصیحت قبول نہ کرے گا۔ تو اس لئے دنیا

کے مصائب کی چاشنی کا ایسا ذائقہ چکھایا جو تجھپر دنیا کی مفارقت سہل کر دے ف جس شخص کے اندر دنیا اور دنیا کی لذتوں کی محبت نہیں رکھی گئی اور عقل ان کی سلیم ہے۔ اس کے لئے تو نری نصیحت اور قرآن و حدیث و وعظ کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بہت سے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے قلوب میں

لذات دنیوی اور خبائث کی محبت جمی ہوئی ہے۔ اور عقل ان کی کم ہے۔ تو ایسوں کو نری نصیحت کافی نہیں تو ان کو دنیا کے مصائب اور غم ورنج کے ایسے مزے چکھاتا ہے کہ ان کا دل اس مردار سے افسردہ اور پژمردہ ہو جاتا ہے اور اس کو چھوڑ دینا ان کو سہل ہو جاتا ہے۔ اور بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ باوجود ان مصائب کے بھی اُن کو عبرت نہیں ہوتی۔ لیکن بہتیرے مسلمانوں کا حال یہی ہے کہ مصائب اٹھا کر متوجہ الی اللہ ہو جاتے ہیں۔ اور بہ نسبت سابق ان کی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

طے حقیقی (جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کرامت فرماتا ہے) یہ ہے کہ تو دنیا کی مسافت کو اپنی نظر بصیرت سے یہاں تک لپیٹ کر رکھدے کہ آخرت تجھ کو تجھسے قریب تر نظر آنے لگے ف طے ارض تصرف یا کرامت کی اقسام میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ یہ کرامت عطا فرماتا ہے کہ وہ بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں قطع کر لیتے ہیں۔ شیخ ارشاد فرماتے ہیں کہ طے ارض کوئی شئے مقصود نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا مدار ولایت مقبولیت پر نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو طے ارض کا تصرف حاصل ہو وہ مقبول ہی ہو۔ ممکن ہے اور عجب نہیں کہ واقعہ بھی ہو کہ کوئی شخص ریاضت کر کے ایسا تصرف حاصل کر لے اور متبع شریعت نہ ہو اور یا بطور استدراج اور مکر کے کسی کے اندر ایسا وصف عنایت ہو جاوے اور اگر کسی مقبول کے اندر ہو تب بھی کوئی مقصود نہیں ہے۔ حقیقی طے یعنی سچے رستہ کا قطع کرنا تو یہ ہے کہ تم اپنے قلب کے سامنے سے اس دنیا کی مسافت کو قطع کر دو۔ اور بالکل لپیٹ دو۔ یعنی دنیا اور دنیا کی لذتیں۔ اور بیجا خواہشیں قلب کے اندر تو کیا قلب کے سامنے بھی نہ رہیں۔ ایسی حالت ہو جاوے جیسے کسی راستہ کو طے کر لیا ہو۔ اور وہ نظروں کے سامنے نہیں رہتا۔ اور اتنا اس

راستہ کو طے کرو۔ اور دنیا کو دل کے سامنے سے علیحدہ کرو۔ کہ آخرت پیش نظر ہو جاوے۔ اور اتنی قریب ہو جاوے کہ تم کو اپنے وجود سے بھی زیادہ دکھائی دینے لگے۔ اور اپنے وجود سے زیادہ قریب قلب کو اس لئے نظر آوے گی کہ اس سالک کا وجود بھی جب ماسوا میں داخل ہے تو قلب اس کو بھی طے کریگا۔ اب اپنے وجود سے بڑھکر آخرت زیادہ قریب قلب کے ہو جاوے گی اور دنیا کی مسافت اس وقت طے ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں نور یقین القا فرماوے۔ کہ اس کی روشنی سے قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا مضمون ہو جاوے۔ اُس وقت دنیا نظر قلب سے بالکل معدوم ہو جاویگی وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔ رزقنا ھا اللہ تعالیٰ۔ اٰمین۔

اگر یقین کا نور تجھپر روشن ہو جاتا تو آخرت کو اپنے نفس سے آخرت کی طرف کوچ کرنے کی بہ نسبت قریب تر دیکھتا۔ اور دنیا کے محاسن پر فنا کے گہن کو ظاہر دیکھ لیتا۔ ف اے شخص جو کچھ اللہ و رسول نے تجھسے وعدہ فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا فانی اور باطل اور دھوکہ کی جگہ ہے اور آخرت باقی اور حق اور سچا گھر ہے۔ اگر تجھکو اس کا یقین کامل ہو جاتا۔ اور اس یقین کا نور تیرے دل پر چمک جاتا۔ کہ اس کے ذریعہ سے تو اللہ اور رسول کے وعدوں اور فرمائی ہوئی باتوں کو سورج سے زیادہ روشن پاتا۔ تو آخرت تیرے دل کے سامنے ہوتی۔ اور اس قدر قریب ہوتی کہ اُس کی طرف کوچ کر کے جانے سے بھی زیادہ قریب ہوتی۔ اس لئے کہ کوچ کر کے جانا کسی شے کی طرف جب ہوتا ہے جب کہ وہ شے کچھ مسافت پر ہو اور جب اپنے نفس سے بھی زیادہ قریب کوئی شے ہو تو اس کی طرف کوچ کرنا اور جانے کا تہیہ کرنے کی ضرورت نہیں اور

دنیا کی ظاہری خوبیاں اور بناؤ سنگار جو تجھکو سورج کی طرح چمکتی دمکتی دکھائی
دیتی ہیں۔ اُن پر فنا کا گہن اور دھبّہ لگا ہوا کھلی آنکھوں دیکھ لیتا اور وجہ اُس
کی یہ ہے کہ نور یقین وہ چیز ہے کہ جب کسی بندہ کے دل میں ڈالدیا جاتا ہے
تو اُس کو حقائق اشیاء واضح ہوجاتی ہیں۔ اور یہ ہر کوئی جانتا تو ہے کہ دنیا
فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اور اللہ و رسول نے جو کچھ فرمایا ہے
حق ہے۔ اور اس پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ لیکن نور یقین جب حاصل ہوتا
ہے تو اس وقت یہ سب باتیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے آنکھ سے کسی چیز کو دیکھ
لیا جاوے۔ اور اس کے آثار یہ ہوتے ہیں کہ وہ شخص دنیا کو پس پشت ڈالدیتا
ہے۔ اور اس کی تمام تر سعی آخرت کے لئے ہوتی ہے۔ اور اُس کے نفس کی بیجا
خواہشیں سرد ہوجاتی ہیں اور وقت کو غنیمت جانتا ہے۔ رزقنا اللہ تعالیٰ آمین۔

موجودات دنیا کی زیب و زینت ظاہری فریب اور دھوکہ ہے اور اس
کا باطن عبرت انگیز ہے۔ پس نفس تو اس کے ظاہری فریب کو دیکھتا ہے اور

قلب اس کی باطنی عبرت کی طرف نظر کرتا ہے۔ ف دنیا کی تمام چیزوں کی زیب
و زینت ظاہری فریب اور دھوکہ ہے کہ نفس دھوکہ میں آکر ان تمام چیزوں کے
پیچھے پڑتا ہے اور آخرت کو بھول جاتا ہے۔ اور باطن اور حقیقت ان چیزوں
کی عبرتناک ہے۔ اور یہ مضمون دنیا کی ہر شے میں ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھو وہ کھانا
کہ جس کو سروں پر رکھکر لاتے ہیں اور دستر خوان پر چُنا جاتا ہے کیسا اچھا معلوم
ہوتا ہے لیکن جب کھا لیتے ہیں تو اس کی حقیقت ایسی منقلب ہوجاتی ہے کہ
اس کی طرف دیکھا بھی نہیں جاتا۔ علیٰ ہذا ہر شے کو دیکھو کہ ظاہر اس کا چکنا چپڑا
مزین ہے۔ اور انجام اور حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں ہے۔ پس نفس تو اُس کی
ظاہری چمک دمک دیکھکر اس پر فریفتہ اور شیدا ہوجاتا ہے۔ اور اس قدر فریفتگی

اس پر بڑھتی ہے کہ دین اور شریعت کو بھی پس پشت ڈالدیتاہے۔ اور قلب سلیم اس کی حقیقت کہ فنا ہونا ہے تو باطنی عبرت کو دیکھتاہے تو اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے اور عقل سلیم اس بندہ کو عطا ہوئی ہے تو نفس کو اس ظاہری چمک دمک سے روکتاہے اور اس کا فنا ہونا اور لاشی ہونا پیش نظر ہوجاتا ہے اور اس پر اندھوں بہروں کی طرح نہیں ٹوٹ پڑتا۔ بلکہ قدرِ ضرورت پر اکتفا کر کے الگ ہوجاتا ہے۔ اور دائمی اور باقی رہنے والی دولت کے درپے ہوتا ہے۔

اگر تو دائمی عزّت کا خواہاں ہے تو فانی عزت کو اختیار نہ کر۔ ف دنیا کی عزت کی حقیقت اور جاہ ہے اور یہ دونوں چیزیں یا تو زندگی ہی میں آدمی سے جدا ہوجاتی ہیں اور یا آدمی ان سے جدا ہوجاتا ہے۔ غرض یہ عزت فنا ہونے والی ہے۔ تو اگر تو نے ان چیزوں سے عزت حاصل کی یعنی دنیا کا مال اور مرتبہ اختیار کیا اور اپنے مولیٰ سے غافل رہا تو اس تیری عزّت کو بقا نہیں اس لئے کہ جس شے سے عزّت حاصل کی ہے وہ خود فانی ہے اور سچی اور باقی رہنے والی عزت یہ ہے کہ انسان کے قلب کو اسباب دنیوی سے تعلق نہ ہو اور قلب باقی رہنے والی ذاتِ پاک کے تعلق کے ساتھ غنی ہو۔ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دی جائے تو قلب اُس سے بھی بے نیاز ہو۔ کیونکہ ہفت اقلیم کی سلطنت احکم الحاکمین کے تعلق کے سامنے پر پشہ کی برابر بھی نہیں ہے۔ دیکھو اگر بادشاہِ وقت کے سامنے کسی کو تعلق دوستی کا ہوا تو اُس کی نظروں میں اس تعلق کے سامنے مال و دولت کی کچھ بھی قدر نہیں رہتی۔ پس یہ عزت کسی کو درکار ہو تو عزت فانیہ کو چھوڑ دے۔ اور یہ سچی عزّت زندگی میں بھی اس کے ساتھ ہے اور مرنے کے بعد تو اس کا ظہور تام و کامل ہووے ہی گا۔

فقر و فاقہ کے بیان میں

فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے ف عید خوشی اور مسرت کے دن کو کہتے ہیں۔ اور مسرت انسان کو اس کی طبع کے موافق سے ملنے سے ہوتی ہے۔ پس عوام کی عید تو اس دن ہے جس روز ان کو ان کے حسب دلخواہ کھانا اور کپڑا اور دنیوی مال و عزت و آبرو ملے۔ اور جو اللہ کے خاص بندے ہیں جن کا دل حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور سچا تعلق ان کو ذات باقی کے ساتھ پیدا ہو گیا ہے۔ ان کی عید اپنے نفس کے مزے۔ اور آرزوئیں نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ان کی مسرت اور خوشی کا مدار اس پر ہے کہ قلب اغیار اور ماسوی اللہ کی کدورت سے صاف اور پاک رہے اور نفس کو جب اس کی خواہش کے موافق شئے ملتی ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو ان کے صفا وقت میں کدورت آجاتی ہے اور جب خواہش اس کی پوری نہیں ہوتی تو ان کے قلوب حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اسی حالت میں ان کو حلاوت اور چین ہوتا ہے فاقہ بھی نفس کے خلاف ہے۔ اس لئے فاقہ مریدوں اور اللہ والوں کی عید ہے۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حال ان لوگوں کا ہے جن کے قلب کو تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا تو ہو گیا ہے لیکن ابھی اس کو رسوخ اور پختگی نہیں ہوئی اور نفس کے اندر اس کی خواہش کا رگ کسی قدر موجود ہے۔ اور بعد رسوخ اور نفس کے مطمئنہ ہونے کے یہ حال ہوتا ہے۔ کہ جس حالت میں مولیٰ رکھے وہی عید ہے۔ اس لئے ایسے حضرات کو غنی اور فقر ہر حالت اور ہر منٹ بلکہ ہر آن میں عید ہے۔

اکثر اوقات فاقوں میں اس قدر انوار و معارف کی زیادتی حاصل ہوتی

ہے جس قدر نماز روزہ میں وہ زیادتی تجھکو حاصل نہیں ہوتی ۔ف انوار ومعارف واسرار الٰہیہ کے قلب پر وارد ہونے کا مدار نفس کے خلاف خواہش ہونے پر ہے تو نماز روزہ اگر اِس حالت میں ہو کہ نفس کو اس کی خواہشیں سب مل چکی ہیں۔ مثلاً کھانا مزہ دار اور لباسِ فاخرہ اور صحت بدن کی حاصل ہے تو اس نماز روزہ میں اِس قدر اسرار وانوار الٰہی قلب پر وارد نہ ہوں گے جس قدر فاقوں اور نفس کے خلاف حوادث پیش آجانے پر ہوں گے۔

فاقے مواہب الٰہی کے بچھونے ہیں۔ف فاقے حق تعالیٰ کی عطاؤں کے بمنزلہ بچھونوں کے ہیں۔ کہ اللہ والوں کو جب فاقے ملتے ہیں تو عطاؤں کے انبار سے اِن بچھونوں کو بھر دیتے ہیں۔ یعنی فاقوں میں اللہ والوں پر قلبی فتوحات اور معارف واسرار وانوار بکثرت وارد ہوتی ہیں۔ پس وہ حضرات اِس سے گھبراتے نہیں بلکہ بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔

اگر مواہب الٰہی کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر وفاقہ کو اپنے لئے راست کر لے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ صدقے فقراء کے ہی واسطے ہیں ف فقر وفاقہ سے مراد احتیاج اور افتقار کی صفت ہے۔ اور اِس کے راست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے اندر اپنے مولیٰ کی طرف محتاجگی اور افتقار کی صفت پیدا ہو جاوے۔ اور ماسویٰ کی وجہ سے اس کو کسی درجہ کا استغنا وبے نیازی حاصل نہ ہو۔ یعنی اُس کے قلب کو غنیٰ مال ودولت اولاد کے ساتھ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی صفت داد ودہش بلکہ اُس کی ذات سے جو تعلق اُسکے قلب کو ہے اس کے سبب سے اُس کی غنیٰ اور حق تعالیٰ کی طرف سے سر سے پا تک محتاجگی اور فقر کی صفت لئے ہوئے ہو۔ اب ارشاد شیخ کا سمجھو فرماتے ہیں کہ اگر تو چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی داد ودہش یا رشیں مجھپر ہوں یعنی فیوض الٰہیہ کے

دروازے کھل جاویں تو سراپا احتیاج بنجا۔ اور محتاجگی کو اپنے نفس کے اندر خوب
ثابت کرلے۔ پھر دیکھ کہ فیض باطنی کا دریا تجھپر کیسا بہتاہے اور دلیل اس کی یہ
ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ یعنی صدقے فقرا
ہی کے لئے ہیں۔ تو حق تعالیٰ کی طرف سے فیوض کے صدقے تجھکو اسی حالت
میں مل سکتے ہیں جبکہ تو فقر اور احتیاج کی صفت کو لئے ہوئے ہو۔ اور اسی کے
در کا بھک منگا سائل بنجا۔ اور تیرا بال بال ہر وقت اور ہر آن اُسی کے در پر
ہاتھ پھیلائے رہے۔ اور خواہ دنیا کی دولت تیرے پاس کسی قدر ہو لیکن تیرا
فقر اس سے دور نہ ہو۔ اور تیری احتیاج کی صفت اس سے نہ جاوے اور
تجھکو امیری اس سے نہ ہو۔ بلکہ تو ہر وقت اس کے آستانے کا گدا بنا رہے
تیرا فاقہ اور حاجتمندی ذاتی ہے۔ اور اسباب حاجتمندی کے تجھپر نازل
ہونا اس حاجتمندی کو جو تجھپر پوشیدہ ہوگئی تجھے یاد دلانے والے ہیں۔ تو تیری
حاجت مندی کو عوارض زائل نہیں کر سکتے۔ ف اے انسان اپنے وجود
میں اور بعد وجود کے باقی اور قائم رہنے میں اپنے خالق اور رب تعالیٰ شانہٗ
کا محتاج ہے اور ہر آن میں تو اس کی امداد و رحمت کا حاجتمند ہے پس فاقہ
یعنی فقر اور حاجتمندی تیرا امر ذاتی اور اصلی ہوا۔ کہ ایک آن کے لئے تجھسے
جدا اور منفک نہیں ہو سکتا۔ لیکن دنیا میں آکر تجھکو جو نعمت صحت اور تندرستی
کی اور صفت اختیار و قدرت ظاہری کی اور مال و دولت ملا تو اس میں تجھکو
استغنا اپنے مولیٰ سے ہوگیا۔ اور اس اپنی صفت اصلی افتقار اور احتیاج کو بھول
گیا۔ اور وہ صفت ان نعمتوں کیوجہ سے تیری حماقت کی وجہ سے تجھپر چھپ گئی۔ یہ
حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھکو وہ صفت احتیاج کی تجھکو پھر یاد دلاتا ہے۔
اس طور سے کہ تجھپر حاجت مندی اور حق تعالیٰ کی طرف التجا اور بیقرار ہونے

کے اسباب مسلط کر دیئے۔ کہ کبھی تو بھوکا پیاسا ہوتا ہے اور کھانا پانی تجھ کو نہیں ملتا۔ یا دیر سے ملتا ہے مریض ہوتا ہے اور مرض میں امتداد ہو جاتا ہے جاڑے میں کپڑے کا محتاج ہوتا ہے گرمی میں ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈے پانی کی تجھکو ضرورت پڑتی ہے۔ مصائب میں دعا اُن کے رفع ہونے اور زائل ہونے کی کرتا ہے۔ یہ سب اسباب تجھکو تیرے امر اصلی کی یاد دلاتے ہیں۔ اور گویا زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ اے شخص تو اپنی اصلیت کو کیوں بھولگیا۔ اپنی اصلی صفت احتیاج کے ساتھ موصوف ہو جا۔ لیکن جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان کو اپنی صفت اصلی ہر وقت پیش نظر رہتی ہے۔ اِن پر جو مصائب و حوادث آتے ہیں وہ یاد دلانے کے لئے نہیں بلکہ ان کے درجات بڑھانے کے لئے ہیں۔ پس جب احتیاج اور حق تعالیٰ کے در کی گداگری تیرا امر ذاتی اور اصلی ہوا تو جو چیزیں تیرے نزدیک استغناء اور بے نیازی کے اسباب ہیں جیسے صحت و قوت و مال وجاہ و آبرو جن کو تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کے سبب سے میں مستغنی ہوں۔ اور تیرے قلب کے اندر ایک بے پرواہی آرہی ہے۔ اور اپنے مولیٰ کی طرف ہر وقت نگرانی اور حاجت مندی تجھکو نہیں ہے۔ یہ سب امور عارضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت قادر ہے۔ کہ یہ اسباب استغناء کے تجھسے چھین لے۔ چنانچہ بعض وقت جاتے رہتے ہیں تو وہ امر اصل پر ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور اصلی اور ذاتی بات کو عارضی امور دور نہیں کر سکتے۔ تو ان نعمتوں سے وہ تیرا اصلی امر ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتا۔ بس عقل سے کام لے۔ اور اپنی اصلیت کو ہر وقت پیش نظر رکھ۔ کہ تیرے لئے خیر اسی میں ہے۔

تیرے اوقات میں بہتر اور عمدہ وقت وہ ہے جس میں تو اپنی حاجتمندی کا مشاہدہ کرے۔ اور اپنی ذلت و خواری کی طرف لوٹے۔ ف اے طالب

تیری عمر میں سب سے اچھا وقت اور افضل زمانہ وہ ہے جس میں تیرا قلب اپنی اصلی صفت احتیاج کا مشاہدہ کرے اور ذلت وخواری جو اصلی امر ہے اور تیرے قلب سے پوشیدہ ہوگئی ہے۔ اس کی طرف رجوع کرے اور ذلت وخواری انسان کا اصلی امر اس لئے ہے کہ انسان اور سب مخلوق ہر وقت حق تعالیٰ کی صفت قہر و قدرت کے نیچے داخل ہے۔ جس طرف چاہیں ہنکائیں جو چاہیں کام لیں۔ اور اصلی اور حقیقی غلبہ اور عزّت صرف ذات واحد قہار قادر کے لئے ہے۔ پس اگر بندہ کے نفس میں یہ بات ہے کہ عزّت اور غلبہ میرے اندر ہے تو سرکش ہے۔ اور سرکشی پر سزا کا ہونا ظاہر ہے۔ پس اس کے لئے بہتر وقت وہ ہے جس میں یہ اپنی حاجت مندی اور ذلت وخواری کو دیکھے اور دیکھنے کا مطلب اتنا ہی نہیں کہ صرف اس کا علم ہو۔ یہ تو ہر شخص کو ہے مطلب یہ ہے کہ جیسے آنکھ سے دیکھکر کسی بات کا یقین اور اثر ہوتا ہے۔ ایسا یقین اور اثر ہر وقت قلب میں موجود رہے کہ جسمیں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور بدتر اور بُرا وقت وہ ہے جس میں اپنے استغنا اور اپنے صفت کمال اور اپنی عزّت اور ریاست یا کسی قسم کا منصب پیش نظر ہو۔

مخلوق سے لینے کی طرف ہاتھ نہ پھیلا۔ مگر جب ان میں بھی اپنے مولیٰ

حقیقی کو ہی دینے والا مشاہدہ کرے۔ اور جب تو ایسا ہو جاوے تو مخلوق سے لے جو تیرے علم ظاہری و باطنی کے موافق ہو۔ ف اے طالب اور اے اللہ والے مخلوق جو تجھکو روپیہ پیسہ کپڑا دے تو اُس کو دو شرطوں سے قبول کر اول تو یہ کہ تیرا حال اور ذوق قلبی یہ ہو کہ دینے والا حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور مخلوق واسطہ محض ہیں۔ اور ترا علم اُس ذات کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے کہ وہ تو ہر مسلمان بلکہ کافر تک کو ہے کہ دینے والا نہ مشاہدہ کرے اور دل کی نظر

مخلوق سے بالکل علیحدہ ہو۔ دینے والا کھلی آنکھوں معطی حقیقی کو جانے اور
جب تیرے اندر یہ شرط اور صفت پائی گئی اور تو ایسا ہو تو دوسری شرط یہ ہے
کہ وہ ہدیہ قبول کر جو تیرے علم ظاہری و باطنی کے موافق ہو۔ علم ظاہری سے مراد
شریعت ہے یعنی شریعت اگر تجھکو اس کے لینے کی اجازت دے تو لے۔
ورنہ نہ لے۔ مثلاً کوئی ایسا شخص اگر ہدیہ دے کہ اُس کا کسب حرام ہے۔ یا وہ
نابالغ ہے۔ یا سود یا رشوت کی آمدنی سے دینے کا علم ہو تو قبول نہ کر۔ اور
علم باطنی یہ ہے کہ دیکھ کہ تجھکو اس کی ضرورت اور حاجت بھی ہے یا نہیں اگر
ضرورت اور حاجت ہو تو لے۔ اور زائد از حاجت نہ لے۔ ہاں اگر اس لئے لے
کہ دوسرے کو دیدوں گا تو قبول کرلے۔ اور نیز اُس شئے کو بھی نہ لے کہ جس
کی خواہش تو اللہ کے واسطے اور اپنے نفس کے دبانے کے لئے چھوڑ چکا ہے
اور اب وہ تیرے امتحان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور نیز
دیگر احسان جتانے والے اور فخر کرنے والے کا ہدیہ بھی نہ لے۔ اور نہ ایسے
شخص کا ہدیہ لے کہ تیرے قلب پر کسی وجہ سے اس کا ہدیہ ثقیل اور گراں
ہو یہ سب علم باطنی کی فروع ہیں۔

نفس کی ریاضت اور اسکی پنہانی خرابیوں کے بیان میں

اپنے عیوب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا ان اشیاء کے حصول کی نظر کرنے

سے جو تجھسے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے **ف** اے طالب اے مرید
تیرا قلب جو اسرار الٰہیہ اور معارف اور تقدیری امور کے راز معلوم کرنے کی
طرف مائل ہے اور ان کا تجھکو شوق ہے اور یا اچھے خوابوں کو بڑا مقصود
سمجھتا ہے۔ اور اگر کوئی راز یا معرفت کی بات تجھکو معلوم ہو جاتی ہے تو اُس

پر اترآتا اور اسی کو مقصود یا مقصود کا مقدمہ جانتا ہے تو یاد رکھ ان پوشیدہ اور غائب امور کی جستجو اور شوق اور ان کی طرف تیرے قلب کا میلان یہ تیرے لئے نہیں ہے۔ بلکہ مضر ہے اِس سے بہتر تیرے لئے یہ ہے کہ تیرا قلب اپنے عیوب باطنی ریا حسد تکبر وغیرہ کو دیکھے اور ان کے ازالہ کی طرف ہمت کو مصروف کرے اور اگر کوئی راز کی بات یا آیندہ ہونے والی بات تجھکو معلوم ہو جاوے تو وہ تیرے نزدیک باوقعت نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ اصل مقصود تیرا نفس کا رزائل سے پاک کرنا اور نفسانی عیوب کی طرف نگرانی کرنا ہو۔

اپنے بشری اوصاف میں سے ہر ایک اِس وصف سے جو تیری بندگی کے مخالف ہو باہر نکل تاکہ حق تعالیٰ کی ندا کا اجابت کرنے والا اور اسکی بارگاہ عالی سے نزدیک ہونے والا ہو جائے۔ ف اوصاف بشری کی دو قسمیں ہیں محمودہ مذمومہ اوصافِ محمودہ تو جیسے طاعت و ایمان و تواضع قناعت وصبر وغیرہا۔ اور مذمومہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اعضائے ظاہرہ سے تعلّق رکھتے ہیں جیسے غیبت ظلم سرقہ وغیرہ اور دوسرے وہ جن کا تعلق قلب سے ہے۔ جیسے کبر عجب ریا حسد وغیرہا اوصاف مذمومہ بندگی کے خلاف ہیں پس اے مرید وطالب تیرے اوصاف بشری میں جو وصف بندگی اور غلامی کے خلاف ہے اُس سے ریاضت ومجاہدہ کرکے نکل یعنی اپنے اندر سے اِن خبائث ورذائل کو نکال۔ جب رذائل تجھسے نکل جاویں گے اور نفس ان سے مزکی ہو جاویگا تو اوصاف وخصائل حمیدہ سے قلب آراستہ ہوگا۔ تو اس وقت تو اللہ تعالیٰ کی نداء باطنی کا قبول کرنے والا ہوگا یعنی تجھکو جو حق تعالیٰ ہر وقت اپنی طاعت کی طرف بلا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ یعنی اللہ بلا رہا ہے۔ بہشت کی طرف

اِس ندا کا تو سچّا قبول کرنے والا ہوگا۔ اور اس کی بارگاہ عالی کے قریب ہونے والا ہوگا۔ یعنی اس کا قرب تجھکو نصیب ہوگا اور بغیر ان رذائل سے پاک ہوئے اجازت میں سچّا نہ ہوگا۔ اور اس کی بارگاہ عالی سے دور رہیگا اس لئے کہ جو شخص نجاسات سے آلودہ ہو وہ بادشاہی بارگاہ میں حاضری کے قابل نہیں۔

ہر ایک معصیت اور غفلت اور نفسانی شہوت کی جڑ اپنے نفس سے رضامندی ہے۔ اور ہر ایک طاعت اور بیداری اور پاکدامنی کی بیخ اپنے نفس سے ناراضی ہے۔ ف اپنے نفس سے رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنی حالت کو پسند کرے خواہ وہ بری ہو یا بھلی یہ بات ہر گناہ اور غفلت اور نفسانی شہوات کی جڑ ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب آدمی اپنے نفس سے راضی ہوگا اور اس کو پسند کرے گا تو نفس کے عیوب اور برائیاں اس کی نظر سے چھپ جائیں گی۔ اور نفس کی بُری بات بھی اچھی معلوم ہوگی۔ اور اس کے قلب کو نفس کی طرف سے اطمینان ہوگا تو غفلت اللہ تعالیٰ سے اس پر غالب ہو جاویگی۔ اور غفلت جب ہوگی تو وساوس اور نفسانی خواہشیں زور پکڑیں گی۔ اور پھر گناہ ضرور صادر ہوں گے اور ہر طاعت اور بیداری اور پاکدامنی کی جڑ اپنے نفس کے حال کو ناپسند کرنا ہے۔ اس لئے کہ جب اپنے نفس کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا تو ہر وقت اس کو بیداری ہوگی۔ اور اس دشمن کی ہر بات اور ہر خواہش کو سمجھے گا کہ اس میں ضرور اس کی کوئی چال ہے اور اس میں غور کرے گا اور شریعت کی کسوٹی پر اس کو پرکھے گا۔ جو امر خلاف شریعت ہوگا اس کو چھوڑ دے گا گو ابتدا میں اس کو نفس سے بہت مشقت اٹھانا پڑیگی۔ اور کبھی نفس غالب

ہوگا اور کبھی مغلوب لیکن رفتہ رفتہ نفس کا زور گھٹ جاوے گا اور شرعی امور کے ساتھ اس کو اطمینان کی صفت پیدا ہو جاوے گی۔ پھر سرکشی نہ کرے گا۔ اور پاکدامنی اور طاعت اور بیداری اس کی صفت بن جاوے گی۔ اور معصیت اور غفلت جاتی رہے گی تو یہ ثمرات نفس سے ناراضی کے ہیں۔ اور تمام معاصی و غفلت یہ ثمرات نفس سے راضی ہونے کے ہیں۔

خدا کی قسم تیرا ایسے جاہل کا ہمنشین ہونا جو اپنے نفس سے ناراض ہے۔ تیرے لئے اس عالم کی صحبت سے جو اپنے نفس سے رضامند ہے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس عالم کے لئے جو اپنے نفس سے راضی ہو۔ اس کا علم کیا مفید ہے۔ اور اس جاہل کے لئے جو نفس سے ناراض ہے۔ اس کا جہل کیا مضر ہے۔ ف چونکہ عالم کی صحبت نافع اور جاہل کی مضر ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ اس لئے قسم کھا کر شیخؒ فرماتے ہیں جو شخص علوم ظاہرہ سے جاہل لیکن وہ اپنے نفس سے ناراض ہے اور اس کے قلب میں اذعان اور یقین اس امر کا راسخ ہے کہ میرا نفس مجموعہ تمام شرور نقائص کا۔ اور میں سراپا عیب و نقصان ہوں۔ اور اپنی خوبی اور کمال کا بھول کر بھی وہم اور شبہ اس کو نہیں ہوتا۔ تو یہ شخص کامل ہے اس لئے کہ جو شے جڑ ہے تمام طاعات کی اور کمالات کی وہ اس کو حاصل ہے۔ تو اس کی صحبت تیرے لئے بہتر ہے۔ گویا وہ درحقیقت جاہل ہی نہیں۔ اور جو شخص علوم ظاہر کا ماہر ہو لیکن اپنے حال اور اپنے نفس سے راضی ہو اور اس کو پسند کرتا ہو تو خواہ علمی دقائق اس کے اندر رہوں لیکن اس کی صحبت مضر ہے۔ اس لئے کہ جو ہر غفلت اور معصیت کی جڑ ہے وہ اس کے اندر موجود ہے اور گو اس کا علم ظاہری بظاہر اس کو ظاہر شریعت کا پابند بنائے ہوئے ہے۔ لیکن اس کی

حالت خطرناک ہے اور اس پر کسی طرح اطمینان نہیں ہے۔ اور ضرور یہ مرض کبھی نہ کبھی اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہیگا۔ اور جو اس کی صحبت میں رہیگا تو چونکہ صحبت کا اثر مسلمات میں سے ہے اس لئے اُس کے اندر بھی یہ مرض ضرور پیدا ہوگا کہ اپنی تحقیقات علمیہ اور اپنے حال کو پسند کریگا۔ اور یہ عین غفلت ہے حق تعالیٰ سے۔ اور یہ مرض بہت دقیق ہے اِس لئے کہ جس کے اندر ہوتا ہے اُس کو خود اُس کا ادراک نہیں ہوتا۔ اِس لئے اس مرض کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اپنے حال کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا پس جو شخص اپنے سے ناراض ہے اور اپنے ہر حال کو خواہ وہ کتنا ہی حسین نظر آوے اُس کو ناپسند ہو۔ اسکو جہل کچھ مضر نہیں۔ اور جو عالم اپنے سے راضی ہے اور اپنی ہر بات کو پسند کرتا ہے اور اسی سعی میں ہے۔ کہ لوگ میری بات کو پسند کریں اسکو اسکا علم کچھ نافع نہیں

تجھسے خوارق عادات کیونکر ظاہر ہوں۔ اب تک تونے اپنی نفسانی عادتوں کو تو ترک کیا ہی نہیں **ف** خوارق عادات وہ امور ہیں کہ عالم میں کوئی ایسا واقعہ کسی شخص سے ظاہر ہو کہ جو عادات الٰہی کے خلاف ہے۔ مثلاً کئی ماہ کا راستہ ایک منٹ میں طے کرنا۔ یا پانی پر چلنا۔ یا ہوا میں اُڑنا۔ اگر ایسے امور متبع شریعت اور صاحب استقامت اور کامل سے ظاہر ہوں تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ ورنہ استدراج اور مکر کہلاتا ہے۔ بہت سے سالک جن کے اندر حُبِ شہرت موجود ہے کرامات کے بڑے بڑے طالب ہوتے ہیں۔ اِس لئے شیخ فرماتے ہیں اے مرید تو کرامات کے ظہور کی طمع کیسے کرتا ہے حالانکہ ابھی تو نے اپنی نفسانی عادتوں کو اور بُری خصلتوں کو نہیں چھوڑا۔ اور کرامت ولی کے لئے اِس کی ولایت کی خدا کی طرف سے شہادت ہے۔ اور تیرے اندر جب نفسانی شہوتیں موجود ہیں تو ولایت کہاں ہوئی۔ اور جب ولایت

نہیں تو اس کی شہادت کیسے آسکتی ہے۔

خواہش نفسانی کی حلاوت ولذت کا قلب میں مستحکم ہو جانا سخت لاعلاج بیماری ہے۔ف جیسے امراض ظاہری میں جب کوئی بیماری زور پکڑ جاتی ہے اور طبیعت کو مغلوب کر دیتی ہے۔ تو دوا اور علاج نافع نہیں رہتا اسی طرح امراض باطنیہ کا حال ہے خواہش نفسانی دنیا اور اس کی لذات کی طرف سب کو ہے لیکن کسی خواہش کی لذت اور حلاوت جب دل میں گھر کر جائے اور کسی طرح نہ نکلے تو یہ سخت لا علاج بیماری ہے۔ ایمان اور طاعت اور استغفار اس کی دوا ہے۔ لیکن یہ اسی وقت تک کے لئے کارآمد ہیں جب کہ وہ خواہش دل میں پختہ نہ ہو۔ اور پختگی کے بعد اگر فضل الٰہی ہو جاوے تو البتہ اس سے چھوٹ سکتی ہے۔ اس لئے طالب کو اول ہی اس کا فکر ضروری ہے کہ استحکام ہی نہ ہونے پائے۔

تجھ پر طرق بندگی کے ملتبس ومشتبہ ہو جانے کا خوف نہیں ہے۔ ہاں صرف حب نفسانی کے غلبہ کا تجھ پہ اندیشہ ہے ف بندگی کے طرق وہ ہیں جو ہر حال میں بندہ کے لئے حکم الٰہی ہے۔ مثلاً اگر نعمت ہو تو شکر واجب ہے اگر مصیبت ہو تو صبر ضروری ہے معصیت اگر ہو جائے تو استغفار وندامت چاہیئے شیخ فرماتے ہیں کہ بندگی کے طریقے تجھ پر پوشیدہ ہو جانے کا زیادہ خوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف اور احادیث اور کتب فقہ میں یہ طریقے بہت کھول کر بیان کر دیئے گئے اور اس کے بعد علماء نے اور زیادہ سہل کر کے ہر زبان میں چھوٹے بڑے رسالے اور کتابیں لکھدی ہیں تو اب یہ اندیشہ اٹھ گیا کہ احکام الٰہی کسی پر چھپے رہیں۔ بڑا خوف تو اس بات کا ہے کہ کسی حکم الٰہی کی تعمیل کے وقت تجھ پر خواہش نفسانی غالب ہو اور وہ تجھکو اللہ ورسول کے احکام

پر چلنے سے روکدے۔ اور کسی معصیت میں ڈالدے۔ مثلاً کوئی نعمت تجھکو ملی
اور تو اترا جاوے اور منعم حقیقی کو فراموش کردے یا کوئی مصیبت آپڑی۔ اور
نفس غالب ہوا تو اس میں خلاف شریعت کوئی کام کر بیٹھے علیٰ ہذا اور احوال
پس مہتم بالشان اور قابل فکر اس کا علاج ہے کہ جو حال بھی مولیٰ حقیقی کیطرف سے
پیش آوے۔ اس میں مطیع اور فرماں بردار بنا رہے۔ اور اس نفس سرکش
کی سرکشی کو نہ ابھرنے دے۔

لوگ بسبب ان اوصاف حمیدہ کے جو تجھ میں گمان کرتے ہیں تیری

توصیف کرتے ہیں تو بسبب ان بری خصلتوں کے جو اپنے اندر جانتا ہے اپنے

نفس کی مذمت کر ف لوگوں کی مدح کسی صفت کے ساتھ انسان کو بہت دھوکہ
میں ڈالتی ہے۔ اور عجب میں انسان مبتلا ہو کر اپنی اصلیت کو بھول جاتا ہے
اس لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگ تیرے اندر اوصاف حمیدہ گمان کرکے تیری
مدح کرتے ہیں۔ اور واقع کی ان کو خبر نہیں کہ وہ اوصاف جمیلہ تیرے اندر
ہیں یا نہیں۔ صرف اپنے گمان کی بنا پر تیری مدح کرتے ہیں۔ تو اگر تو عاقل
ہے تو ان کی مدح سے دھوکہ میں مت آ۔ اور سمجھ لے کہ یہ ان کا گمان ہے خدا
جانے جھوٹا ہے یا سچا۔ اور تو اپنے ان عیوب باطنی اور بری خصلتوں کی وجہ سے
جن کا تجھے علم یقینی ہے۔ اور ان عیوب کے دلائل اور تجربہ اور مشاہدہ بھی
تجھکو ہے۔ اپنے نفس کی مذمت کر۔ اس لئے کہ ان عیوب کا ہونا یقینی ہے اور
ان اوصاف کا ہونا محتمل ہے۔

مومن حقیقی کی جب مدح ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس پر شرماتا

ہے کہ اس کی ایسے وصف پر تعریف ہوتی ہے جس کا مشاہدہ اپنے نفس
میں نہیں کرتا۔ ف اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو چونکہ ہر دم اپنے مولیٰ حقیقی

کا دِل سے استحضار ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا جلال و عظمت اور صفاتِ کمال و جمال پیشِ نظر ہوتی ہیں۔ اور تمام صفات کمال سے اِس کو ہی موصوف دیکھتا ہے اور اپنے اوصاف اُس کی نظر میں مطلق نہیں رہتے بلکہ اپنے آپ کو نقص در نقص اور معدوم محض دیکھتا ہے تو اگر کوئی اِس کی مدح کرتا ہے تو وہ اِس بات سے اللہ تعالیٰ سے بہت شرماتا اور عرق عرق ہو جاتا ہے کہ میری تعریف ایسے وصف پر ہوتی ہے جو میرے نفس کے اندر نہیں ہے۔ اور ایک لاشئے محض کی ایسے جلیل القدر کے دربار میں تعریف کی جاتی ہے۔ اور جو غافل ہے وہ تعریف سے اتراتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ میرے اندر ضرور کچھ کمال ہے۔ جو یہ لوگ مجھکو سراہتے ہیں۔

سب سے زیادہ جاہل وہ شخص ہے جو اپنی نسبت لوگوں کے خیالی اوصاف گمان کرنے پر اپنے یقینی عیوب کا خیال چھوڑ دے۔ ف لوگ جو کسی کی مدح کرتے ہیں تو اپنے گمان نیک کی بنا پر کیا کرتے ہیں۔ آثار و احوال و افعال سے استدلال کر کے صفات ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو دیکھا کہ نماز بہت سنوار کر پڑھتا ہے۔ تو اس کو بزرگ جاننے لگتے ہیں۔ اگرچہ اس میں بزرگی کے تمام اوصاف جمع نہ ہوں نماز اُس کی وساوس شیطانی و نفسانیہ سے پرہو تو جو شخص لوگوں کے اِن خیالی اوصاف کے گمان اور مدح سے خوش ہو اور اپنے اندر جو یقینی عیب ہیں ان کو پیش نظر نہ رکھے وہ سب سے زیادہ جاہل ہے۔ اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی کے ساتھ تمسخر کرے۔ اور کہے کہ جناب آپ کے پیٹ مبارک سے جو نجاست نکلتی ہے اِس میں سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ اور وہ احمق خوش ہو۔ اور اس کو سچ جانے تو عیوب باطنی کی بو تو واللہ گندگی سے بھی زیادہ بدبودار ہے اِس پر کیا خوش ہو بلکہ اسپر تو رنج ہونا چاہیئے۔

حجب تیرا مولی تیری ایسی تعریف میں خلقت کی زبان کو گویا کردے۔ جس

کے تو لائق نہیں ہے تو اپنے مولی کی تعریف میں جو اس کے لائق ہے تر زبان ہو

ف اللہ تعالیٰ اگر تیری تعریف خلقت سے کرادے۔ اور مخلوق کی زبان کو اس میں گویا فرمادے اور تو اس تعریف کے لائق نہیں ہے تو تجھکو یہ چاہیئے کہ اپنے مولیٰ کی تعریف جو اس کی ذاتِ پاک کے لائق ہے کر۔ اور اس میں اپنی زبان کو تر کر۔ ان مدح کرنے والوں کی تعریف نہ کر اِس لئے کہ اِس ذاتِ پاک کی یہ ستاری ہے کہ تیرے عیوب کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ کردیا۔ اور اِن مدح سرا لوگوں کی باتوں سے دھوکہ مت کھا۔

معصیت میں خط نفس ظاہر کھلم کھلا ہے۔ اور طاعت میں خط نفس پنہانی

اور پوشیدہ ہے۔ اور جو بیماری پنہانی اور مخفی ہے اس کا علاج سخت ہے

ف نفس جب تک مطمئنہ نہ ہو وہ ہر بات میں خواہ وہ طاعت ہو یا معصیت اپنا حصّہ لگا لیتا ہے معصیت بالکل ظاہر ہے کہ سرتاسر نفس کو مزہ آتا ہے اور باوجود وعید اور عذاب الٰہی کی خبر صادق کے جو معصیت کرتا ہے وہ اِس مزہ ہی کے سبب سے کرتا ہے۔ لیکن طاعت میں بھی وہ اپنے مزہ اور حصہ لگانے سے باز نہیں آتا۔ لیکن اِس کو سمجھنا بہت دشوار ہے۔ اور ظاہر نظر میں اُس کو سن کر ہر شخص یہ جانتا ہے کہ طاعت میں نفس کا حصہ کہاں ہے۔ طاعت تو نفس پر بھاری اور ثقیل ہے۔ اور اس کی مرضی کے بالکل خلاف ہے تو اُس کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ باوجود گرانی کے نفس کا مزہ اُس میں موجود ہے۔ بعض کے اندر تو ریا اور حبِ شہرت موجود ہے کہ نفس لوگوں کے نزدیک نیک بننے کے لیئے طاعت کرتا ہے۔ گو کچھ اخلاص بھی اُس میں ہو۔ لیکن نفس کی آمیزش بھی ہے۔ اور بعض کو اِس طرح سے کہ عبادت کے اندر جو حلاوت اور

مزہ رکھا گیا ہے۔ اور وہ کسی کو کچھ حاصل ہونے لگا تو اسی کو مقصود اصلی نفس نے سمجھ لیا۔ اور اسی کے درپے ہو گیا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ جس عبادت کی نوع میں نفس کو مزہ آتا ہے اسی طرف زیادہ دوڑیگا۔ اور دوسری عبادت اگرچہ واجب ہو اس سے بھاگے گا۔ اس لیئے کہ اس میں وہ مزہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص نوافل بہت پڑھتا ہے اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ تو نوافل میں اس کو حظ آنا اور زکوٰۃ بالکل ادا نہ کرنا یہ اس بات کی علامت ہے۔ کہ نوافل میں حظ نفس ہے۔ اور اس شخص کا نفس حظ کا طالب ہے۔ خدا تعالیٰ کی مرضی کا طالب نہیں۔ اگر رضا کا طالب ہوتا تو زکوٰۃ ترک نہ کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ طاعت میں نفس کا حظ موجود ہے۔ اور وہ بہت مخفی ہے کہ اہل بصیرت اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اور جو مرض پوشیدہ ہو اُس کا علاج سخت ہے۔ اِس لیئے کہ علاج تو جب ہو جس وقت مرض کا علم ہو۔ اور جب مرض کا علم نہ ہو بلکہ مرض کو صحت سمجھے تو علاج کیسے ہو۔

اور جب تجھ پر دو امر مشتبہ ہو جائیں کہ کون اولیٰ ہیں اُن میں نفس پر

جو زیادہ شاق ہو۔ اُس کو دیکھ۔ اور اس کی پیروی کر۔ کیونکہ نفس پر وہی شاق ہے جو حق ہوتا ہے۔ ف دو کام مستحب یا جائز ہیں۔ ان میں سے ایک کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً نوافل پڑھنا اور درود شریف پڑھنا یہ دو کام ہیں اِن میں سے ایک کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور اس میں تردد ہے کہ میرے لیئے کونسا اِن میں سے کرنا بہتر ہے۔ تو یہ دیکھنا اور غور کرنا چاہیئے کہ ان میں سے کونسی بات نفس پر زیادہ شاق اور گراں ہے۔ جو زیادہ گراں ہو اس کو اختیار کرنا چاہیئے اِس لیئے کہ نفس پر وہی امر شاق ہوتا ہے جو اس شخص کے لیئے زیادہ بہتر اور نافع ہوتا ہے۔ اِس لیئے کہ نفس جہل پر مخلوق ہوا

ہے یہ ہمیشہ اپنے مزوں کا طالب ہے۔ اور نا فع بات سے بھاگتا ہے۔

مومن کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اپنے نفس کی شکر گذاری اور تعظیم و تکریم سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجا آوری کا خیال اپنے حظوظ نفسانی کی یاد داشت سے باز رکھتا ہے۔ ف اپنے نفس کی شکرگزاری اور تعظیم و تکریم یہ ہے کہ عمدہ خصال اور احوال محمودہ اور طاعت و عبادت جو اس بندہ سے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اُنکو اپنے نفس کی طرف نسبت کرے جو حقیقی خالق و فاعل ہے۔ اس کی طرف سے مشاہدہ نہ کرے۔ اور یہ کام مومن کامل کا نہیں ہے۔ مومن کامل وہ ہے جو ان افعال و احوال کے صدور پر اپنے مولیٰ کی حمد و ثنا کرے اس لئے کہ بندہ کے تمام افعال کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ بندہ تو محض ان افعال کا جائے ظہور ہے پس نفس کی طرف نسبت کیسی۔ اور وہ حمد و ثنا اس کو اتنی مہلت نہ دے کہ ان افعال کو کسی درجہ میں بھی اپنے نفس کا فعل دیکھے بلکہ ہر آن خالق کی حمد و ثنا میں محو ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجا آوری ہی اس کو پیش نظر ہو۔ اور اپنے نفس کے مزہ کی طرف بالکل التفات نہ ہو یعنی عبادات اور طاعات کے ادا کرنے میں قلب کا منظور نظر بجا آوری احکام ہو۔ جنت کی طمع یا دوزخ سے نجات یا طاعت کی حلاوت اُس کا مقصود و ملتفت الیہ نہ ہو اور اگر یہ چیزیں نظر میں ہوئیں تو بندگی اور غلامی میں وہ مخلص نہیں ہے غلام کا کام تو غلامی ہے نہ کہ اپنا مزہ یا اپنا کوئی مطلب و غرض

اگر نفوس کی خواہشات اور شہوات کے میدان اور ان کی عادات و مالوفات کے جولانگاہ نہ ہوتے تو خداوند تعالیٰ کی بارگاہ عالی کی طرف چلنے والوں کی سیر و سلوک ہی نہ ہوتا۔ اس بیچون و بیچگوں تعالیٰ شانہ کے اور تیرے درمیان

یں حسی مسافت نہیں ہے۔ جو تیرے سفر سے طے ہو جاوے۔ اور اس کے
اور تیرے فیمابین جدائی نہیں ہے۔ جو تیرے وصل سے محو ہو جائے ف سیر
اور سلوک کے معنی لغت میں رستہ چلنے کے ہیں۔ اور اصطلاح صوفیہ میں سیر
الی اللہ اور سلوک کے معنی یہ ہیں کہ نفس کی خواہشوں اور طبعی مقتضیات کے
غلبہ کو مجاہدہ و ریاضت و طاعات و ذکر اللہ سے اتنا مغلوب و مضمحل کرنا کہ
اللہ و رسول کے احکام کے مقابلہ میں وہ ابھرنے نہ پاویں۔ اور قلب حق تعالیٰ
کی یاد میں مشغول اور اس کی طاعت میں سرگرم رہے اور احکام شرعیہ اس
کے لئے طبیعت بنجاویں۔ اسی کا نام سلوک ہے۔ اور یہی وصل ہے
اور یہی خدا تعالےٰ تک پہونچنا ہے۔ اب شیخ کے ارشاد کو سمجھو۔ فرماتے
ہیں کہ اگر نفوس کی خواہشات اور شہوات اور نفس کی عادات اور مالوف چیزوں
کے میدان نہ ہوتے (میدان ان خواہشات وغیرہ کو اس لئے فرمایا کہ نفس ان
خواہشات میں دوڑا دوڑا پھرتا ہے) یعنی یہ خواہشات نفسانیہ انسان کے اندر
نہ ہوتیں تو سالکین کا اللہ تعالیٰ کی طرف چلنا اور خدا تعالیٰ کے رستہ کو قطع کرنا
ہی نہ ہوتا۔ اس لئے کہ سلوک اور سیر الی اللہ کا حال ہی یہ ہے کہ نفس کی خواہشات
کو حکم الٰہی کے ماتحت میں رکھنے کے لئے مجاہدہ ریاضت کرنا۔ اور جب
یہ خواہشات کا میدان نہ ہوتا تو سلوک اور سیر الی اللہ کا بھی وجود نہ ہوتا اس
لئے کہ سلوک اور سیر جس کے معنی رستہ چلنے کے ہیں وہ تو یہاں مراد ہو ہی نہیں
سکتے یہ معنی تو جب ہوں جب کہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی مسافت اور
رستہ ہو۔ اور وہ رستہ بندے کے چلنے اور سفر کرنے سے طے ہوتا ہو۔ اور مسافت
یہاں نہیں۔ اس لئے کہ مسافت تو اجسام اور محسوسات کے درمیان میں
ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی اس سے پاک ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ

سے وصل کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ اپنے نفس کے دعوے اور خواہشیں مغلوب کر دی جاویں۔ اور اگر یہ معنی نہ لئے جاویں تو خدا تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان کوئی جدائی نہیں۔ اگر جدائی حسی ہوتی اور سالک رستہ طے کر کے اس جدائی کو اٹھا دیتا اور اس سے جا ملتا تو اس صورت میں وصل کے اصلی معنی کا تحقق ہوتا۔ اور یہاں جدائی حسی ہی نہیں۔ جو وصل سے محو ہو جائے اس لئے کہ حق تعالیٰ بندوں کے نفوس سے بھی قریب تر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی ہم انسان کے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ پس بُعد جو کچھ ہے وہ نفس کا ہے۔ اس کو ہی مٹانا اور مغلوب کرنا ہے۔

معلوم ہو کہ اب اس جگہ تھوڑا سا بیان سلف صالحین کے اخلاقِ پاک کا کیا جاتا ہے۔ سو حق تبارک و تعالیٰ ان بابرکت لوگوں کے طفیل سے ہم کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے صغائر اور کبائر سے درگذر فرمائے۔ آمین۔

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ ہر مرض میں ان کے دل گھبراتے۔ اس خوف سے کہ یہ مرض ان کی اجل کا آخری وقت ہو کہ وہ توبہ بھی نہ کر سکیں اور نہ حقوق کی ادائیگی ہو سکے۔ پس وہ آخرت کو نافرمان بنکر جائیں جیسا وہ غلام جس نے اپنے آقا کے حرم میں بدمعاشی کی ہو۔ اور اسے آقا کی غضبناکی کی حالت میں اس کے سامنے پکڑ لائیں اور یہ اللہ کے لئے اعلیٰ مثال ہے۔ ایک مرتبہ حسان بن سنان رحمتہ اللہ تعالیٰ بیمار ہوئے ان کے دوست عیادت کو آئے اور حالت دریافت کرنے لگے انہوں نے

کہا اگر آگ جہنم سے بچ جاؤں تو اچھا ہو۔ پھر انہوں نے دریافت کیا آپ کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا مرنے سے پہلے ایک لمبی رات ملجاوے۔ جس کو توبہ اور نماز میں ہی تمام کروں۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں میں ایک ہمسایہ کے گھر گیا۔ جو مرض موت میں بتلا تھا اور گناہگار آدمی تھا۔ تو میں نے اس سے کہا کیا تو خدا تعالیٰ سے عہد نہیں کرتا کہ تو کبھی گناہ نہیں کرے گا ممکن ہے کہ تو اسی عہد پر مرجائے۔ مالک کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے اندر سے یہ آواز سنی کہ اگر اس کا عہد تیرے اقرار جیسا ہو۔ جو تو ہمارے ساتھ کرتا ہے اور پھر توڑ دیتا ہے۔ تو سب بے فائدہ ہے۔

پس مالک غش کھاکر گر پڑے۔ ربیع بن خیثم رحمۃ اللہ تعالیٰ جب مرض موت میں گرفتار ہوئے۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ طبیب کیوں نہیں بلواتے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمانے لگے۔ عاد اور ثمود اور اصحاب رس کہاں ہیں۔ اور دیگر ان کے درمیان امتیں ہم نے تمام کے سامنے مثالیں پیش کیں۔ اور تمام کو ہلاک بھی کردیا۔ حالانکہ ان امتوں میں معالج اور حکیم اور ڈاکٹر بھی موجود تھے۔ پھر بھی تمام کے تمام مرگئے۔ اے لوگو اس وقت کسی روحانی طبیب کو بلاؤ۔

مغیرہ خزاز کے پاس ان کی مرض موت میں لوگ گئے۔ اور ان سے حال دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے جواب دیا گناہ سے لدا پڑا ہوں لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی خواہش ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ اللہ تعالیٰ موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے۔ اور احسان کرے۔ حبیب وہیب بن ورد رحمۃ اللہ تعالیٰ بیمار ہوئے تو ان کے پاس شریف مکہ ایک نصرانی طبیب لے کر گئے۔ طبیب نے دریافت کیا کیا تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا

معاذ اللہ۔ میں تجھے کبھی اپنی تکلیف نہیں تبلاؤنگا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ ہمیں تبلائیں ہم اسے تبلادیں گے۔ آپ نے فرمایا مجھسے دور ہوجاؤ سبحان اللہ یہ کیسے عقلوں کے مالک ہیں۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی شکایت اُس کے دشمن کے پاس کرنے کو کہتے ہیں۔ سفیان بن عتبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم فضیل بن عیاض کی عیادت کو گئے تو فرمانے لگے اگر تم میرے پاس نہ آتے تو مجھے تمہارے آنے سے زیادہ پسند تھا میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے پاس میں اللہ کی شکایت کروں۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ ہم ایک دفعہ ایک مریض کی عیادت کو گئے ہمنے اُس سے حالت دریافت کی۔ اس نے کہا جب میں دنیا میں آیا تھا تو ناخوش تھا۔ پھر اس میں ظالمانہ زندگی بسر کی اب اس سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ تو پشیمان ہوں۔ حسن بصری عطا سلمی کے پاس آپ کی بیماری کی حالت میں گئے ان پر صفرا رغالب تھی حسن بصری نے کہا۔ اگر تم صحن میں لیٹو تو اچھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں اللہ کے دیکھنے سے شرماتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اپنے حظ نفس کے لئے کوشش کرتا دیکھے جب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ بیمار ہوئے اور ان کے واسطے حکیم لائے۔ حکیم نے ان کو دیکھا اور کہا کہ اِس کا جگر مارے خوفِ الہٰی کے پھٹ گیا ہے میں اِس کا علاج نہیں کرسکتا۔ جب ابو بکر بن عیاش بیمار ہوئے تو ان کے پاس ایک عیسائی طبیب آیا۔ آپ نے اُسے ہاتھ لگانے سے روکدیا جب وہ واپس چلاگیا آپ نے اُسے دیکھا اور فرمایا اے اللہ جیسے تو نے مجھے کفر کی تکلیف سے نجات دی ایسا ہی جو تیری مرضی ہو کر۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اکابر کے سوا بہت کم مریض ان چار خصلتوں سے بچ سکتے ہیں۔ طمع۔ جھوٹ۔ شکایت۔ ریا۔ شداد بن حکیم جب بیمار ہوتے

تو مرض کے شکرانہ میں سو درہم صدقہ کرتے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیمار ہوتے تو حکیم کے مشورہ کے مطابق عمل نہ کرتے لوگوں نے ایک دفعہ آپ سے کہا آپ حکیم کیوں نہیں بلاتے تو آپ فرمانے لگے۔ بخدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تندرستی میرے کان کو ہاتھ لگانے میں ہے تو میں کان کو کبھی ہاتھ نہ لگاؤں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی عیادت کو لوگ آئے۔ اور آپ سے حالت دریافت کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا میں نے دنیا میں ظالمانہ زندگی بسر کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے حالت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا۔ میں دنیا سے کوچ کر کے اپنی بد اعمالیوں سے ملونگا۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ داؤد طائی کے پاس ان کی بیماری میں ایک امیر آیا۔ اور ایک ہزار دینار ان کے پاس رکھدیئے اور اُسے اُٹھا لینے کو کہا۔ اللہ آپ کو آرام دے پھر دریافت کیا۔ کیا کوئی اور ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ آج کے بعد پھر تم میرے پاس نہ آنا۔ پھر حاضرین کی طرف توجہ کی۔ اور فرمایا یہ برائی کو میری موت سے پہلے بھاری بنانا چاہتا ہے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس لوگ عیادت کو گئے۔ اور ان سے دریافت کرنے لگے تم کیا چاہتے ہو آپ نے فرمایا اپنے دوست یوسف بن اسباط کو موت سے پہلے ایک نظر دیکھ لوں۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ کسی بخیل کو بیماری میں خیرات کرتے دیکھتے تو فرماتے اللہ اسے ہمیشہ بیمار رکھ۔ کیونکہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور فقراء کے لیے مفید ہے۔ محمد بن سیرین سے لوگوں نے مرض موت میں ان کی حالت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں مصیبت میں ہوں اگر بھوکا ہوتا ہوں تو سیر نہیں ہوتا۔ اگر پیاس لگتی ہے تو بجھتی نہیں اور لیٹا رہتا ہوں۔ مگر

نیند نہیں آتی۔ حالانکہ یہ تو اپنے مرض میں بہت کم شکایت کرتے تھے لیکن یہ مرض ان پر بھاری ہوا۔ اس کے جھیلنے کی طاقت نہ پائی۔ اس لئے وہ دوستوں سے کہتے تھے تاکہ دعا کریں۔

ابوبکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ کے پاس عیادت کے واسطے لوگ گئے۔ ابوبکر دو آدمیوں کے سہارے سے باہر آئے تو لوگوں نے دعا کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اس شخص پر جو اپنے رب کی طاعت میں مشغول ہو۔ اس سے پہلے کہ میری جیسی حالت اس پر وارد ہو۔ لوگ مامون کے پاس آخری وقت میں عیادت کے لئے گئے تو مامون اپنے خادموں کو کہہ رہا تھا میرے لئے گھوڑے کی جھول بچھاؤ اور اس پر خاکستر پھیلا دو۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل کی۔ پھر وہ اس پر لوٹنے لگا اور کہنے لگا۔ اے دائمی بادشاہ فانی بادشاہ پر رحم کر۔ عتبۃ الغلام کے پاس انکی مرض موت میں لوگ آئے اور حال پوچھا آپنے اشعار ذیل پڑھے اشعار

خَرَجْتُ مِنَ الدُّنْیَا وَقَامَتْ قِیَامَتِیْ	غَدَاۃَ یُقِلُّ الْحَامِلُوْنَ جَنَازَتِیْ
وَعَجَّلَ اَھْلِیْ حَفْرَ قَبْرِیْ وَصَیَّرُوْا	خُرُوْجِیْ وَتَعْجِیْلِیْ اِلَیْہِ کَرَامَتِیْ
کَاَنَّھُمْ لَمْ یَعْرِفُوْا قَطُّ صُوْرَتِیْ	غَدَاۃَ اَتٰی یَوْمِیْ عَلَیَّ وَلَیْلَتِیْ

ترجمہ میں دنیا سے نکلا اور میری قیامت قائم ہوگئی۔ جس صبح کو جنازہ اٹھانیوالوں نے میرا جنازہ اٹھالیا۔ تو میرے لئے قیامت ہوگئی۔ اور میرے عزیزوں نے قبر کھدوانے میں جلدی کی۔ اور اس کی طرف جلدی لیجانے میں میری عزت خیال کی۔ گویا انہوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا جب میرے مرنے کا دن آگیا۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمانے لگے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب نیزہ مارا گیا تو آپ نے تھوڑا سا دودھ منگوا کر پیا

اور آپ کے زخم سے باہر نکل آیا۔ تو آپ نے اللہ اکبر کہا۔ لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا بخدا مجھے دنیا سے جیسا میں خالی ہاتھ آیا تھا ایسا ہی خالی ہاتھ جانا پسند ہے۔ اگر آج تمام چیزیں جن پر سورج نکلتا ہے اور غروب ہوتا ہے میری ہوتیں تو بھی میں خوف سے صدقہ کر دیتا۔ سلمان فارسی کا جب وقت موت قریب آیا تو رونے لگے اور فرمانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں وصیت کی تھی کہ لِیَکُنْ بُلْغَۃُ اَحَدِکُمْ مِنَ الدُّنْیَا کَزَادِ الرَّاکِبِ یعنی ہماری پونجی دنیا میں سوار کے توشہ کے برابر ہو لیکن افسوس میں نے اتنا مال جمع کر لیا ہے۔ اور اپنے اسباب کی طرف اشارہ کیا جب آپ کا انتقال ہو گیا تو اسباب کی قیمت پندرہ درہم لگائی۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جب وقت موت آیا تو روئے۔ لوگوں نے باعث دریافت کیا تو فرمانے لگے۔ میں اللہ تعالیٰ کے قاصد کا منتظر ہوں دیکھیں وہ جنت کی خوشخبری سناتا ہے یا دوزخ کی۔ جب محمد بن منکدر کا موت کا وقت آیا تو روئے۔ لوگوں نے دریافت کیا آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ان گناہوں پر روتا ہوں جنہیں میں حقیر خیال کرتا تھا۔ مگر وہ اللہ کے ہاں بڑے ہیں۔ محمد بن سیرین کا جب موت کا وقت ہوا تو روئے لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا۔ اپنی زیادتی اور اور دوزخ میں جانے پر روتا ہوں۔ جب عمر بن عبد العزیز کی وفات قریب آئی تو فرمانے لگے۔ اے اللہ میں نے گناہ کئے ہیں اگر معاف کر دے تو تیرا احسان ہے۔ اور اگر عذاب دے تو تیرا عدل ہے۔ لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد رسول اللہ کے ہیں۔ پھر ان کا انتقال ہوا۔ عامر بن قیس کی وفات کا وقت آیا تو روئے اور فرمانے لگے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ اور نہ دنیا سے مجھے حرص ہے۔ بلکہ میں اللہ کی طاعت نہ ہونے

سے ڈرتا ہوں۔ اور سردیوں کی راتوں میں قیام نہ کرنے پر۔ عبد اللہ بن مبارک جب فوت ہونے لگے تو اپنے غلام سے کہا میرا سر مٹی میں رکھ دے غلام رونے لگا۔ آپ نے رونے کا باعث دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا۔ مجھے آپ کا وہ آرام یاد آیا ہے جس میں آپ تھے۔ اور اب آپ وہی ہیں کہ اس حالت میں قضا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میں ایسی ہی حالت میں مروں۔ پھر فرمانے لگے کہ اے بھائی جب حالت بدلجائے تو مجھے کلمہ کی تلقین کیجیو۔ اور دوبارہ نہ کیجیو۔ مگر جب میں اس کے بعد اور کلام کروں۔ عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس شیطان آیا۔ اور کہنے لگا اے احمد تو دنیا سے اس حال میں چلا کہ مجھسے مامون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اب تک تیری عداوت سے مامون نہیں ہوں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کے پاس گئے جو مر رہا تھا تو فرمانے لگے کہ جس کام کا انجام ایسا ہو اس کے شروع میں پرہیز لازم ہے ابوذر کا جب وقت وفات قریب آیا تو فرمانے لگے۔ اے موت جلد ہو کیونکہ میں اللہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ ابودردار مرتے ہوئے کے پاس گئے وہ الحمدللہ کرتا تھا۔ تو انہوں نے کہا بھائی تم نے اچھا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کی قضا کرتا ہے تو بندہ سے اپنی تعریف سننا پسند کرتا ہے۔ سفیان ثوری ایک لڑکے کے پاس گئے جو مر رہا تھا۔ اور اُس کے والدین رو رہے تھے لڑکا بولا مت روؤ۔ میں تم سے زیادہ مہربان کے پاس جاتا ہوں۔ جب معاویہ بن ابی سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا وقت آیا تو فرمانے لگے۔ اے اللہ بڑے گناہگار سخت دل پر رحم کر۔ اور میری خطا معاف کر دے۔ اور غلطیاں مٹا دے۔ اور اس جاہل پر نرمی کر۔ جو تیرے سوا کسی پر بھروسہ

نہیں کرتا۔ اور نہ کسی سے امید رکھتا ہے۔ پھر روئے کہ ان کی آواز زور کی ہو گئی۔ جب ہشام بن عبد الملک کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنی اولاد کو دیکھا۔ جو اس کے پاس رو رہی تھی۔ تو کہنے لگے ہشام نے تمہارے لیئے دنیا بخشدی۔ اور تم اس پر روتے ہو۔ اور اس نے جو جمع کیا تمہارے لیئے چھوڑ دیا۔ اور تم اس کے جرموں کو اسی پر رکھتے ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا تو ہشام کی جائے رجوع کیسی مشکل ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو روئے۔ لوگوں نے دریافت کیا کیوں روتے ہو انہوں نے فرمایا لمبے سفر قلت توشہ کمزوری اعتقاد اور پلصراط سے دوزخ میں گرنے سے ڈرتا ہوں۔ انتہیٰ۔ اے دوست غور کر موت ہر وقت حاضر ہے۔ ایک سانس بھی تیرے قبضہ میں نہیں آئیگا۔ یا نہیں۔ اور روز و شب بکثرت استغفار کر۔ کیونکہ تو آگ کے کنارہ پر کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تیری ہدایت کا مالک ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

باخدا لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو خوب روتے۔ اور عبرت حاصل کرتے۔ اور موت کے لئے تیار ہوتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی جنازے کو دیکھتے تو فرماتے۔ تو اپنے اللہ کے پاس جا۔ ہم بھی تیرے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔ مکحول دمشقی جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کو جاؤ۔ ہم شام کو آئیں گے یہ چھوٹی سی نصیحت نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ اور یہ بڑی غفلت ہے

کہ تمام لوگ آگے پیچھے جا رہے ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے اور آپ
کئی دن تک بدحواس رہتے۔ اسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں جب میں جنازہ
دیکھتا ہوں تو جس (عالم کی) طرف میت جا رہی ہے اس کا خیال مجھ پر غالب
ہو جاتا ہے۔ اور اکثر دفعہ آپ کئی دن تک کھانا پینا چھوڑ دیتے۔ ایک دفعہ آپ
جنازہ کے ساتھ گئے جب گورکن نے میت کو قبر میں اتارا۔ آپ پر غشی
آگئی۔ اور آپ کو گھر چارپائی پر ڈال کر لائے۔ مالک بن دینار اپنے ایک
دوست کے جنازہ کے ساتھ گئے۔ تو رونے لگے اور فرمانے لگے۔ بخدا میری
آنکھیں اس وقت تک ٹھنڈی نہ ہوں گی جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ
میرا بھائی کہاں گیا ہے اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ہم جنازہ کے
ساتھ جاتے تو ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ کس سے ماتم پرسی کریں۔ کیونکہ سب کو
یکساں رنج ہوتا۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہم جنازہ کے ساتھ جاتے
تو ہم تمام کو چادر لپیٹے روتے دیکھتے۔ ابراہیم زیات ایک جماعت کے پاس
سے گذرے جو میت پر افسوس کر رہی تھی۔ تو فرمانے لگے تم اپنے آپ
پر ڈرو۔ تمہارے واسطے اچھا ہے کیونکہ میت تین باتوں سے گذر گئی ہے
اول ملک الموت کی ملاقات۔ دوسری موت کی تلخی تیسری بد انجامی کے
خوف سے عمرو بن ذر ایک مسرف آدمی کے جنازہ پر آئے لوگ اس
کے گناہ گار ہونے کے باعث جنازہ میں آنے سے پرہیز کرتے تھے جب
اس کو قبر میں اتارا تو عمرو نے کہا۔ اے فلاں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو نے
توحید کو تمام کر دیا۔ اپنے منہ کو خاک میں چھپا دیا۔ اگر لوگ تجھ پر یہ الزام
رکھتے ہیں کہ تو گنہگار ہے تو ہم میں سے کون ہے جو گناہ یا خطا نہ کرے۔ پس
جنازے کو اٹھانیوالے رونے لگے اے دوست یہ اسلاف کے حالات ہیں۔ تو

عبرت حاصل کر جیسا انہوں نے نصیحت حاصل کی۔ اور خوب گریہ وزاری کیا کرو کیونکہ تجھے ایسے خطرہ پیش آنے والے ہیں جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۰

توفیق یافتہ لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ لوگوں کو بطور خیر خواہی اس امر سے ڈراتے کہ ہماری زندگی میں یا مرنے کے پیچھے ہمارے ناجائز افعال کی پیروی کریں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کبھی انکے بداعمال ہی جو حالت غفلت میں یا سہواً ان سے سرزد ہو گئے ہیں پیروی کرنے والوں کے سبب سے ان پر گناہ بڑھ جاوے۔ مروی ہے کہ سکندر ذوالقرنین کے زمانہ میں سیلاب نے سونے کی ایک قبر سے مٹی بہالی جس کا طول اور عرض دس دس گز تھا۔ لوگوں نے اس پر سے یہ سارا پردہ اٹھا دیا۔ تو اس میں سے ایک شخص سونے کے پایوں والے تخت پر سویا دیکھا۔ اور ریشمی چادر سے ڈھانپا ہوا ہے۔ اور اس کی گردن میں زبرجد کی تختی پڑی تھی۔ جس پر اللہ کے نام کے بعد لکھا تھا جس کا ابتدا ہے اس کی انتہا بھی ہے۔ ربع مسکون یعنی تمام دنیا پر ایک ہزار سال تک بادشاہ رہا ہوں۔ اور میرا روزانہ خراج میری قبر کے سونے کی برابر ہوتا تھا۔ اور سورج اور چاند اور آسمان وغیرہ میرے ماتحت تھے اور ہوا پانی۔ آگ۔ لوہا وغیرہ میرا حکم مانتے تھے۔ پھر میں انتقال کر گیا۔ اور اپنے فانی جسم کو تمہارے پاس چھوڑ گیا۔ تاکہ میرے بعد لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ کوئی مخلوق نہیں مگر عنقریب فنا ہوگی صرف رب العالمین

باقی رہے گا۔ اِس بیان کو امام غزالی نے نقل کیا ہے۔ اس میں لوگوں
کے بادشاہ مذکور کی طرف نصیحت ہے۔ کہ کبھی موت سے غافل ہو کر
دنیا کے اشغال میں میری اتباع نہ کریں۔ وہیب بن منبہ فرماتے ہیں کہ
داؤد علیہ السلام بیت المقدس کے غاروں میں سے ایک غار میں گئے
تو اس میں ایک تخت پر ایک مردہ پڑا دیکھا۔ اِس کے سر کے پاس ایک
تختی پر لکھا تھا۔ میں فلاں بادشاہ ہوں۔ ایک ہزار سال دنیا کا بادشاہ رہا
ہوں۔ اور میں نے ہزار عورتوں سے شادی کی ہے اور ہزار شہر آباد کئے
ہیں۔ اور ہزار لشکر دشمن کو شکست دی ہے۔ اَب یہ میری جگہ ہے۔ سوائے
دنیا والو عبرت حاصل کرو۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
دشمن کئی دفعہ انسان کو تکلیف دینی چاہتا ہے۔ مگر اللہ روک دیتا ہے اور
انسان کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔
ترجمہ اللہ کے احسان کو یاد کرو کہ جب دشمن نے تم پر ہاتھ اٹھانا چاہا
تو اُس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے انس بن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ دنیا فنا نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو قرآن مجید کے سننے سے شعر کا
سننا زیادہ مرغوب ہو جاوے۔ یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
مجھے لوگوں پر تعجب ہے کہ صالحین کے لئے مباح کو بھی عیب سمجھتے ہیں۔
اور اپنے لئے بڑے گناہوں کو معیوب خیال نہیں کرتے۔ خود غیبت۔ چغلی
حسد۔ کینہ۔ دھوکا بازی۔ تکبر۔ خود پسندی کرتے ہیں۔ اور استغفار نہیں
کرتے۔ اور نیک لوگوں پر مباح شیریں کھانے اور مباح لباس پہننے سے
بھی معترض ہوتے ہیں۔ صالح مری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک دن فرمانے لگے

جو ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہے۔ تو ضرور اس کے لئے دروازہ کھلیگا۔ اس پر ایک عورت بولی کیا خداوند عالم (عزّوجل) بھی دروازہ بند رکھتا ہے صالح کہنے لگے ایک عورت سمجھ گئی اور بوڑھے آدمی نے نہ سمجھا۔ عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ نبی یا نیک مرد کو اس کے شہر والوں کے سوا اور کوئی گالی نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کی خیر خواہی کرتے ہیں اور وہ انکو بُرا جانتے ہیں۔ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عالم کو معیوب جگہ میں دیکھو تو جھٹ اُسے بُرا نہ کہو۔ کیونکہ عالم تم سے زیادہ محتاط ہے۔ اور تیرے سے ملامت کا کم مستحق ہے۔ چنانچہ بعض صالحین ایسے ہوتے ہیں کہ ہمیشہ گناہوں کی جگہ میں رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں شفاعت کرتے اور انکو احاطہ کئے رہتے ہیں۔ کہ کہیں ان پر بلا نہ نازل ہو۔ اس لئے قبل از تحقیق حالات ان کو فی الفور بُرا کہنا اچھا نہیں۔ واللہ اعلم یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر آدمی کو مال ملجاوے تو ایسا ہے کہ جیسے جنگل میں بھیڑیے کو بکری مل گئی۔ ابو درداءؓ فرماتے ہیں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنے پر بلا یا مصیبت نہ بنالو۔ لوگوں نے کہا یہ کیسے آپ نے فرمایا کوئی شخص اپنے ذمے میں کوئی عبادت لازم کر کے پھر پورا نہ کرے۔ عیسیٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی کل کلام کا حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ آخرت دنیا سے اچھی ہے۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص مال کو اپنی ذات کے لئے مفید سمجھتا ہے اس نے گویا مال کو آخرت کے لئے پسند کیا۔ اے دوست اس کو یاد رکھ اور دعا کر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے لئے عبرت نہ بنائے اور ہمارے عیوب ہمیں دکھلادے

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

العلی العظیم - وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؕ

نیک لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ بدانجامی سے ہر وقت ڈرتے رہتے۔ کہ کہیں دوزخ میں جاکر اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم نہ ہوں۔ اور اس فکر میں اس قدر مستغرق ہوتے کہ حاضرین سے غافل ہو جاتے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ جب حدیث سنتے کہ دوزخ میں سب سے پیچھے نکلنے والا شخص ہزار سال کے بعد نکلے گا۔ تو فرماتے کاش یہ آدمی میں ہی ہوں۔ کسی نے اس کے متعلق کچھ کہا تو فرمانے لگے کیا وہ دوزخ سے نکالا نہیں جائیگا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اپنے دین کی پرواہ نہیں کرتا غالباً اسے کھو بیٹھتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ انسان سے ایمان اغلباً موت کے وقت چھینا جاتا ہے۔ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب مومن کی روح کو فرشتے لے کر آسمان کو جاتے ہیں۔ اور وہ بحالت اسلام مرا ہو تو ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ شخص دنیا سے کیونکر نجات پا گیا۔ حالانکہ ہم میں سے اچھے دنیا میں پھنس کر ہلاک ہو گئے ہیں۔ ربیع بن خیثم فرماتے ہیں انسان کی روح اس خلق پر نکلتی ہے جو اس میں قبل از موت غالب ہو نیز فرماتے ہیں کہ میں ایک قریب المرگ کے پاس گیا۔ تو جتنی دفعہ میں لا الٰہ الا اللہ کہتا تھا وہ اپنے درہموں کا حساب کرتا تھا۔ مطرف بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ہلاک ہوتا ہے میں اس کے ہلاک ہونے پر تعجب نہیں کرتا۔ بلکہ جو نجات پاتا ہے اس پر تعجب کرتا ہوں۔ کہ کیونکر بچ گیا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا انسان کو اسلام پر مارنا تمام نعمتوں سے بڑھکر ہے۔
زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر مرنا میرے ہاتھ میں ہوتا تو اپنے
آپ کو موت اس وقت چکھاتا جب مجھے اسلام سے محبت ہوتی لیکن وہ
میرے ہاتھ میں نہیں ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بار خوب روئے کہ غش آگیا۔ لوگوں نے پوچھا
آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم اپنے گناہوں پر روتے تھے لیکن اب اسلام پر روتے
ہیں اس خیال سے کہ کہیں ہم سے رخصت نہ ہو جائے۔ اور فرماتے آدمی بتوں کو پوجتا ہے مگر
اللہ کے نزدیک سعید ہے اور اکثر مطیع ہوتا ہے مگر اللہ کے نزدیک شقی ہوتا ہے۔ اس حدیث
کے مطابق کہ بعض تم میں سے اہل جنت کے عمل کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے اور جنت کے
درمیان گز بھر کا فرق رہجاتا ہے پھر بُرے عمل کرنے لگتا ہے۔ اور دوزخ میں گر پڑتا ہے الحدیث
یہ ایسی حدیث ہے جس میں عقل حیران ہے۔ حدیث میں آیا ہے پکے ایمان
والا مومن وہ ہے جو دنیا میں خوب فکر کرے۔ اور جنت میں زیادہ خوش رہنے
والا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں بکثرت روئے۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں تفکر اور عبرت مومن کے دل سے عمدہ دانائی کی باتیں ظاہر کرتے ہیں
سو تو ان سے ایسی ایسی باتیں سنتا ہے کہ حکماء کو پسند ہوتی ہیں۔ اور علماء کی
گردنیں جھکتی ہیں۔ اور ان سے فقہا خوش ہوتے ہیں۔ اور ادیب ان
کو شوق سے یاد کرتے ہیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومن
کا خوف اور غم اس کی بصیرت کے مطابق ہوتا ہے۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ
تعالیٰ کا چہرہ ایسا تھا جیسے گم شدہ بچے والی عورت کا۔ جو ان کو دیکھتا تھا
نرم دل ہو جاتا۔ اور فرماتے تم لوگوں میں سے ایسے شخص کے پاس بیٹھو
جس کے دیکھتے ہی کلام سننے سے پہلے تم نیک بن جاؤ۔ وہیب بن ورد
فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی طرف وحی نازل فرمائی۔ کہ اپنے دل کو دھو

ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ وہاں تک پانی نہیں پہونچتا
کیسے دھوؤں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا میرے متعلق جو امور تمہارے ہاتھ
سے فوت ہو گئے یا آیندہ فوت ہوں گے انپر مدت تک غم ودر فکر اور افسوس
کر کے اسے دھو۔ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بیماریاں دل کو
پہونچتی ہیں ان کا باعث گناہ ہیں۔ چنانچہ بدن کی تکالیف کا سبب امراض
ہوتے ہیں لیکن ہر ایک مرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوا مقرر کی ہے پس
جب آدمی کا غم بڑھتا ہے تو اس کے آنسو دل کی طرف جاتے ہیں۔ اور
بدن دبلا ہو جاتا ہے۔ کسی نے ابراہیم سے کہا تم اپنی ڈاڑھی کو خضاب کیوں
نہیں لگاتے انہوں نے کہا خضاب زینت ہے۔ اور ہم غم اور رنج میں ہیں۔
لوگوں نے بشیر بن حارث کو کہا ہم تمہیں ہمیشہ رنجیدہ دیکھتے ہیں۔ انہوں
نے جواب دیا میں ایسا آدمی ہوں جس سے حاکم نے حقوق طلب کئے
ہیں اور فرماتے تمام غم دور ہو جائیں گے۔ مگر گناہوں کا غم دم بدم بڑھتا جاتا
ہے۔ حاتم اصم آیت اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ترجمہ اے ایمان والو تم
نہ ڈرو۔ نہ غمگین ہو۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ خطاب ان لوگوں کو ہوگا جو
دنیا میں بکثرت رنجیدہ رہتے ہوں گے۔ اور جو گناہ کرتے رہے اور اتراتا رہے
اور اپنے کئے پر نادم نہ ہو۔ اسے یہ بالکل نہ کہا جائے۔ معاذ بن جبل رحمہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں آدمی کو پلصراط پر گذرنے سے پہلے خوشی کا اظہار کرنا ضرور
مناسب نہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چوپائے
پرندے اور آبی جانور تو چھوٹ جائیں گے۔ حالانکہ میں اپنے بد اعمال کے
بدلے مرہون ہوں۔ صالح بن عبد الجلیل ہر عید کو اپنے عیال کو اکٹھا کرتے
اور سب ملکر بیٹھتے۔ اور روتے۔ لوگوں نے اس بارہ میں دریافت کیا تو فرمانے لگے

میں غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ ہم سے پورا ہو گیا ہے یا نہیں۔ عید کو خوشی اُسے مناسب ہے جو عذاب الٰہی سے امن میں ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس جبرئیل کبھی نہیں آئے۔ مگر وہ مارے خوف کے گھبرائے ہوتے ہیں۔ وہیب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کے سخت خائف ہونے کے سبب اپنا خلیل بنایا تھا۔ اِن کے دل کی حرکت ایک میل سے سنائی دیتی تھی۔ موسیٰ بن مسعود فرماتے ہیں جب ہم سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھتے تو شدت خوف کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آگ ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب اللہ کی عظمت کو یاد کرتے تو ان کے دل پاش پاش ہو جاتے ہیں پھر ملجاتے ہیں پھر ٹوٹتے ہیں۔ غرضکہ جب تک زندہ رہتے ہیں یہی کیفیت رہتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اپنی معرفت کے مقدار ڈرتا ہے ابراہیم بن حارث آسمان کی طرف کبھی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھتے۔ اللہ کے خوف اور حیا کے سبب کیونکہ آسمان دعا کے لئے جہت مقرر ہے۔ مروی ہے کہ خوف اکثر سفیان ثوری۔ فضیل بن عیاض اور مالک بن دینار پر غالب رہتا۔ یہ لوگ گھروں سے نکلتے مگر انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کہاں جاتے ہیں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ واللہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں راکھ ہو جاؤں اور آندھی مجھے اُڑا لے جائے۔ اسحاق بن خلف فرماتے ہیں رونے والا اور آنسوؤں کو پوچھنے والا خائف نہیں ہے۔ بلکہ خوف زدہ وہ ہے جو اِن کو چھوڑ دے۔ جن کے کرنے پر عذاب الٰہی کا ڈر ہے حسن بصری رحمۃ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے آیت کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ترجمہ ہر جان موت کا مزہ چکھے گی۔ پڑھی۔ اور اسے کئی بار دوہرایا۔ تو ہاتف کو کہتے سنا۔ تو کب تک اسے پڑھیگا۔ تو نے چار ہزار جن مار ڈالے۔ جب انہوں نے اس آیت کو سنا تو انہیں آسمان کیطرف دیکھنے کی بھی فرصت نہ ملی۔ کہ مر گئے فضیل بن عیاض عرفہ کے دن اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر زوال سے غروب تک کھڑے روتے رہے۔ اور کہتے رہے کاش میں بخشا جاؤں۔ حماد بن زید ہمیشہ پاؤں کے بل بیٹھتے۔ جب لوگوں نے کہا تو فرمانے لگے آرام سے وہ بیٹھے جو عذاب سے مامون ہو۔ میں تو نزول عذاب سے ہر وقت خائف ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں۔ اگر موت سے غفلت نہ ہوتی تو تمام مخلوق خوف الٰہی سے مر جاتی۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں واللہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے عیال کو کہدوں کہ جب میں مر جاؤں تو آقا سے بھاگے ہوئے غلام کی طرح مجھے باندھ کر گلے میں طوق ڈال کر قبر میں اتارنا۔ تم میں سے کوئی جنت میں جانے کا کیونکر امیدوار ہے۔ اور حوروں کے ساتھ بہشت کے محلوں میں آرام پانے کا کیونکر منتظر ہے۔ حالانکہ وہ دوزخ اور عذاب کا مستحق ہو۔ فرقد السنجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں پانچسو ناکتخدا لڑکیاں گئیں۔ تو ایک احبار نے ان کے سامنے آخرت کی چند باتیں بیان کیں۔ تو سب کی سب یک لخت مر گئیں۔ ان کا لباس ٹاٹ کا تھا۔ عطا سلمی رحمہ اللہ یوں دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالصَّفْحَ ترجمہ اے اللہ میں تجھسے معافی اور درگذر کا سوال کرتا ہوں۔ اور یہ کہنے کی جراءت نہ کر سکتے کہ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ یعنی اے اللہ مجھے جنت میں داخل کر۔ فرقد سنجی فرماتے ہیں ہم ایک دفعہ عطا سلمی کے پاس گئے۔ تو دیکھا انہوں نے دھوپ میں اپنی

گال زمین پر رکھی ہوئی ہے۔ تو ہمنے دیکھا کہ ان کے رخساروں سے آنسو بہنے کی جگہ کا چمڑا رونے کے سبب اتر گیا ہے۔ اور نیچے کی مٹی گارا اور کیچڑ بن گئی ہے۔ آپ عموماً آنسوؤں کو ہاتھ سے پونچھ کر ادھر اُدھر چھڑک دیتے کہ آنے والا وضو کا پانی خیال کرتا۔ نیز مروی ہے کہ آپ نے چالیس سال تک انسان کیطرف نظر نہیں کی۔ ایک دن سہواً دیکھا تو پیٹ کے بل زمین پر گرے جس سے پیٹ میں خلل ہوگیا۔ اور اسی وجہ سے بیمار رہ کر فوت ہو گئے آپ کے شہر والوں پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو فرماتے یہ عطار کے گناہوں کی شامت ہے۔ اگر وہ شہر سے نکل جاتا تو یہ مصیبت نہ آتی۔ نیز آپ رات میں اکثر دفعہ اپنے جسم کو ٹٹولتے کہ کہیں مسخ تو نہ ہوگیا۔ نیز فرماتے ہم ایک دفعہ عتبہ الغلام کے پاس گئے۔ اور ایک مکان کے پاس سے ہوکر گذرے عتبہ بیہوش ہوکر گر گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں میں نے نابالغی میں گناہ کیا تھا۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپ اور آپ کے اصحاب فجر کی نماز عشاء کے وضو سے چالیس سال تک ادا کرچکے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کا جسم دبلا ہوگیا۔ اور رنگ بدل گیا۔ اور ایسے ہوگئے جیسے تربوز کا چھلکا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ٥

قربِ الٰہی حاصل کرنیوالوں کے اخلاق میں سے ایک یہ

کہ سردیوں اور گرمیوں میں برابر شب بیداری کرتے اور یوں سمجھتے گویا ان پر فرض ہے۔ چنانچہ فرماتے جو صوفی بغیر غلبہ نیند سو جائے اُسے طریقت سے

کچھ حاصل نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں آیا ہے تم شب بیداری کو لازم جانو
کیونکہ یہ نیک لوگوں کا طریق ہے۔ اور اس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے
اور اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور انسان گناہ سے رکتا ہے۔ اور
اس سے بیماری زائل ہوتی ہے سلیمان بن داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ
فرمایا کرتی تھیں اے بیٹے تو رات کو نہ سویا کر۔ کیونکہ جو رات کو سویا کرتا ہے
وہ قیامت میں نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوگا۔ نیز اللہ سبحانہ تعالیٰ نے داؤد
علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اے داؤد جو میری محبت کا دعویدار ہے۔ اور جب
رات ہوتی ہے تو سو جاتا ہے۔ وہ کاذب ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اللہ
سبحانہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے جو شخص سردیوں میں تہجد پڑھے اسکا فخر کرتا ہے اور
کہتا ہے۔ دیکھو میرا بندہ لحاف سے نکلا ہے۔ اور اپنی بیوی کو چھوڑا ہے اور
میرا کلام پڑھ کر مجھسے ہمکلام ہوا ہے۔ تم گواہ رہو۔ میں نے اسے معاف کردیا
اس حدیث کو نافع سے نقل کیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کو
قیام فرماتے۔ پھر نافع سے دریافت کرتے سحر ہوگئی۔ وہ کہتے نہیں۔ پھر نماز
میں لگجاتے۔ پھر بعدہٗ دوبارہ دریافت کرتے۔ نافع کہتے ہاں۔ پھر آپ طلوع
فجر تک استغفار کرتے رہتے۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں ایک رات
یحییٰ بن زکریا جو کی روٹی سے سیر ہوکر سو گئے اور وظیفہ نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ
نے وحی فرمائی اے یحییٰ اگر تو جنت الفردوس کی طرف جھانکے تو تیرا جسم پگھل جائے
اور آنسوؤں کے بعد پیپ رونے لگے۔ اور ٹاٹ لباس چھوڑ کر لوہا پہن لے
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تلاوت میں کوئی آیت آجاتی تو غش کھا کر
گر پڑتے۔ یہاں تک کہ کئی دن تک آپ کی عیادت کی جاتی۔ آپ اپنے عہد
حکومت میں نہ دن کو سوتے اور نہ رات کو۔ بلکہ بیٹھے بیٹھے غنودگی سی ہو جاتی

آپ فرماتے اگر میں رات کو سوؤں تو اپنے آپ کو تباہ کروں۔ اور اگر دن کو سوؤں تو رعیت کی تباہی ہو۔ اور مجھے ان کے بارے میں باز پرس ہونی ہے۔ عبداللہ بن مسعود جب تمام لوگ سو جاتے تہجد کے لئے اُٹھتے۔ اور صبح تک ان کی آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی سی سنائی دیتی۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب غفلت سے زیادہ کھا لیتے تو تمام رات قیام کرتے اور فرماتے کہ جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے بستر بچھا کر صبح تک کروٹیں لیتے رہتے اور بالکل نہ سوتے۔ اور بسا اوقات عشا سے صبح تک ٹکٹکی باندھے کھڑے رہتے۔ اور کئی دفعہ سر نیچا کئے بیٹھے رہتے۔ اور فجر تک نہ بولتے۔ اور فرماتے جہنم کا ڈر عابدوں کی نیند اُڑا لے گیا۔ سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ جو شخص تہجد کے لئے نہ اُٹھتا سویا رہتا اس کو چہرہ سے پہچان لیتے۔ اور فرماتے ہم نے تجھے اللہ کے دربار میں نہیں دیکھا۔ حالانکہ فلاں فلاں حاضر تھے۔ پھر ایک دوسرے کی طرف تحائف بھیجتے۔ نیز نرم بستر پر سونا معیوب خیال کرتے ایک بزرگ سفر سے واپس آکر بیٹھے تو تکان کی وجہ سے رات کے ورد سے چوک گئے اس پر قسم کھالی کہ مرتے دم تک بستر پر نہ سوؤں گا۔ عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے فراش بستر بچھاتے تو آپ بستر کو ہاتھ لگا کر فرماتے تو نہایت نرم ہے۔ مگر جنت کے بستر نہایت ہی نرم ہیں۔ پھر نماز پڑھتے تو صبح تک پڑھتے رہتے۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں۔ میں شب کو قیام کرتا ہوں۔ پھر فجر ہوتی ہے تو میرا دل دھڑکتا ہے۔ اور کہتا ہوں دن آیا ہے جس میں بڑی بڑی مصیبتیں ہیں۔ بشر حافی۔ ابو حنیفہ۔ یزید رقاشی۔ مالک بن دینار۔ سفیان ثوری۔ ابراہیم بن ادھم مرتے دم تک تمام رات قیام

کرتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ لوگوں نے بشر حافی سے کہا کہ تو رات ایک گھنٹہ آرام کیوں نہیں کر لیتا۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اتنا قیام فرمایا ہے کہ آپ کے پاؤں سوج گئے۔ اور خون بہنے لگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے تھے بس میں کیونکر سوؤں۔ حالانکہ مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک گناہ بھی معاف کیا ہے یا نہیں حسن بصری فرماتے ہیں جو تہجد کو چھوڑتا ہے وہ کسی نہ کسی گناہ کے باعث چھوڑتا ہے۔ پس ہر روز غروب کے وقت تم اپنے نفسوں کی پڑتال کرو۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرو۔ تاکہ رات کو تہجد کی نماز ادا کر سکو آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رات کا قیام اُس شخص پر بوجھل ہوتا ہے جس کو گناہ نے بوجھل کر رکھا ہے۔ ابوالاحوص فرماتے ہیں ہمنے علماء اور عابدوں کو دیکھا ہے وہ تمام رات نہیں سوتے تھے۔ اور جب میں کسی مکان یا مسجد کے پاس سے گذرتا تو شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھناہٹ کی آواز آتی لیکن ہمارے زمانہ کے لوگوں کی کیا حالت ہے کہ جس بات سے سلف ڈرتے تھے اُس سے یہ امن میں ہیں۔ صلہ بن اشیم رحمہ اللہ تعالیٰ عشا سے فجر تک اپنے پاؤں کو صف باندھے رکھتے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے اے اللہ مجھے آگ سے بچائے کیونکہ میرا جیسا جنت کے سوال کے قابل نہیں ہے ابراہیم بن ادھم سے کسی نے کہا میں رات کو قیام نہیں کر سکتا۔ مجھے اس کا علاج بتلاؤ۔ آپ نے فرمایا دن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر۔ وہ تجھے رات کو اپنے سامنے کھڑا کر لیگا۔ کیونکہ رات میں اس کے سامنے کھڑا ہونا نہایت شرف کی بات ہے۔ اور مجرم اِس شرف کے مستحق نہیں ہیں عتبۃ الغلام جب رات کو نماز کے لئے وضو کرتے تو فرماتے اے اللہ میں نے اپنے نفس پر

گناہوں اور برائیوں کا اتنا بوجھ لادا ہے جس کے اٹھانے کی مجھے طاقت نہیں ہے یہاں تک کہ میں خسف اور مسخ کا مستحق ہو گیا ہوں۔ میں تیرے سامنے تمام عرض اور معروض کرنے والوں کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں۔ اس امید پر کہ شاید ان میں سے کسی کو تو معاف کرے۔ تو مجھے بھی مغفرت کا کچھ حصہ ملجائے۔ حسن بن صالح رحمہ اللہ اور ان کی لونڈی رات کو قیام کیا کرتے پھر آپ نے لونڈی کو ایک قوم کے پاس بیچ دیا۔ تو جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئی تو صبح تک نفل پڑھتی رہی۔ اور ہر گھڑی گھر والوں کو کہتی رہی اٹھو گھر والو۔ اٹھو نماز پڑھ لو۔ انہوں نے کہا ہم صبح تک نہ اٹھیں گے۔ پھر وہ حسن بن صالح کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ تو نے مجھے ایسوں کے ہاتھ فروخت کیا ہے جو تمام رات سوتے ہیں۔ میں ڈرتی ہوں کہ ان کی نیند دیکھکر میں بھی سست ہو جاؤں۔ پس حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کھا کر اور اس کے حق کو وفا کرنے کی غرض سے اسے واپس لے لیا۔ اور رابعہ عدویہ صبح تک نماز پڑھتی رہتیں۔ اور اول رات میں یہ دعا کرتیں اِلٰهِي نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَغَارَتِ النُّجُوْمُ وَ اَغْلَقَتْ مُلُوْكُ الدُّنْيَا اَبْوَابَهَا وَبَابُكَ لَا نُغْلَقُ فَاغْفِرْلِي ترجمہ اے اللہ تمام آنکھیں سو گئیں ہیں۔ اور ستارے نیچے چلے گئے ہیں اور دنیا کے بادشاہوں نے دروازہ بند کر لئے ہیں۔ لیکن تیرا دروازہ ہر وقت کھلا ہے بند نہیں ہوتا۔ تو مجھے بخشدے۔ پھر اپنے پاؤں کو نماز کے لئے درست کرتیں۔ اور کہتیں۔ اے اللہ تیری عزت اور جلال کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تیرے سامنے صبح تک میرے کھڑے ہونے کی یہی جگہ ہے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کم کھایا کرو تا کہ رات کو قیام کر سکو اور ثابت بنانی تمام رات نماز پڑھتے۔ اور اپنے گھر والوں کو کہتے۔ اٹھو

نماز پڑھو۔ کیونکہ رات کی نماز قیامت کی تکلیف سے بہت آسان ہے
ابو جویریہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں چھ ماہ تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
تعالیٰ کے ساتھ رہا۔ اور اُن سے علیحدہ نہیں ہوا۔ میں نے آپ کو ان دنوں
میں کبھی زمین پر پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔ اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا رات کے لئے کوئی بستر نہ ہوتا تھا۔ سفیان ثوری
فرماتے ہیں۔ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عابد زاہد پرہیز گار نہیں
دیکھا۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب رات کو تجلّی فرماتا
ہے۔ تو کہتا ہے کہ کہاں ہیں میری محبت کا دن میں دعویٰ کرنے والے۔ کیا
دوست دوست سے خلوت کرنا نہیں چاہتا ہے۔ دیکھو میں صبح تک اپنے
دوستوں پر جھانکنے والا ہوں۔ اور وہ دربار میں مجھسے بالمشافہ باتیں کرتے
ہیں۔ میں کل جنت سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا۔ مغیرہ بن حبیب
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک رات میری آنکھوں نے مالک بن دینار رحمہ
اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈاڑھی پکڑے عشاء سے صبح تک کھڑا دیکھا آپ رُو
رہے تھے۔ اور فرماتے تھے اے اللہ مالک کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ اور
عبد الواحد بن زید کو میں نے ایک مہینہ بھر دیکھا کہ رات کو ذرا بھر نہ سوتے
تھے۔ اور ہر گھڑی گھر والوں کو کہتے تھے اٹھو یہ سونے کا مقام نہیں ہے۔
عنقریب تم کو کیڑے کھائیں گے۔ صہیب عابد بصرہ کی ایک عورت کے غلام
تھے۔ آپ تمام رات قیام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دِن اِن کے آقا نے کہا
تجھے رات کو قیام کرنا دِن کے کاموں میں تکلیف دیگا۔ تو اُس سے کہنے لگے
میں کیا کروں جب جہنم کو یاد کرتا ہوں تو میری نیند اُڑ جاتی ہے۔ علاء بن زیاد
رحمہ اللہ تعالیٰ تمام رات قیام فرمایا کرتے تھے ایک دن ان کی بیوی نے

کہا۔ کیا آپ کچھ آرام نہیں کرتے۔ انہوں نے اس کا کہنا مان لیا۔ اور سو گئے
پس انکو خواب میں ایک شخص ملا۔ اور پیشانی کے بال پکڑ کر کہنے لگا اٹھ۔ اور
نماز پڑھ۔ اور اللہ کی عبادت کے لطف کو مت کھو۔ آپ فی الفور اٹھے اور
اپنے بال سیدھے کھڑے دیکھے۔ آپ کے یہ بال تا دم مرگ سیدھے کھڑے
رہے۔ ابراہیم بن ادہم ایک رات بیت المقدس میں سوئے تو پتھر کی طرف
سے ایک آواز آئی۔ کہ رات کا قیام جہنم کے شعلہ کو بجھاتا ہے۔ اور پلصراط
پر قدم مضبوط رکھتا ہے۔ لہذا تجھے شب بیداری میں سست نہ ہونا
چاہئے۔ پس آپ نے اس کے بعد تا دم مرگ تہجد کبھی نہیں چھوڑی۔
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ

پاک لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ جائز طریق پر بھوکے رہتے۔ اگر ان کو حلال چیز نہ ملتی تو کئی دن رات
بھوکے رہتے۔ انہوں نے تجربہ کیا تو پوری نورانیت اور خوبی خالی پیٹ
میں پائی۔ یہاں تک کہ لوگوں میں طبل کے بارہ میں مثل مشہور ہے۔ کہ
اس کی آواز سخت اور بلند اس کے پیٹ خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے
علما کہتے ہیں عالم کو مناسب ہے کہ پیٹ بھر کر نہ کھائے۔ خصوصاً تالیف
کے زمانہ میں تاکہ کتاب وسنت وغیرہ کی سمجھ سے رک نہ جائے۔ کیونکہ
پر شکم کا فہم ضعیف اور کمزور ہوتا ہے اگر کسی کو شک ہو تو آزمالے ہمنے
فقراء کے ایک گروہ کو بھوک میں ثابت قدم دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ ان

میں سے بعض بعض تو ہفتہ میں صرف ایک دن پاخانہ جاتے۔ بار بار پاخانہ میں جا کر ننگے ہونے میں اللہ تعالیٰ سے شرماتے۔ شیخ تاج الدین ذاکر تو یہاں تک پہونچ گئے کہ بارہ دن میں ایک دفعہ وضو فرماتے شیخ علی شہاوی المعروف بذویب جو کوئی ملتا اُسے بھوکا رہنے کی تاکید فرماتے۔ اور کہتے کہ یہ مومن کا ہتیار ہے۔ بھوکا مومن اگر اللہ کی طاعت نہ کرے تو نافرمانی بھی نہیں کریگا۔ کیونکہ گناہ کی ترغیب کے اسباب مفقود ہوں گے۔ اور پہلے کے پاک لوگ جب کسی طالب علم کی نیت حصول علم میں خالص نہ معلوم کرتے تو اس کو برابر پڑھاتے رہتے۔ اور اُس کی اصلاح نیت کے واسطے اللہ کی طرف توجہ کرتے۔ اس طرح دونوں ثواب میں شریک رہتے۔ اور ان کی تعلیم کو بند نہ کرتے۔ یہی شارع کا مقصود تھا۔ کیونکہ علم دو باتوں کے لئے سیکھا جاتا ہے عمل اور احیاء شریعت کے لئے۔ اور صاحب علم ہر حالت میں ماجور ہونا چاہئے۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ علی خواص فرماتے ہیں کوئی عالم ایسا نہیں جو اپنے علم پر عامل نہو۔ اور نہیں تو اپنی ذات کے لئے ہی ہی جب وہ گناہ کرے کیونکہ وہ نادم ہوگا اور توبہ کریگا۔ پس گویا اُس نے اسی حیثیت سے ہی اپنے علم پر عمل کیا۔ اگرچہ وہ گناہگار ہے۔ اور لوگوں کی اصلاح کے موافق عامل نہیں ہے۔ اِس میں غور کر۔ پس معلوم ہوا کہ علم عالم کو کو ہر حال میں ہی مفید ہے۔ اور ہر ایک زمانہ میں انسان کا علم اس کے عمل سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور وہ پاک لوگ اگر کسی علم کی کتاب پڑھتے تو اس کا ثواب اس کے مصنف کے لئے گردانتے اور اس میں اس کے مزاحم نہ ہوتے۔ کیونکہ ہر بات کا ثواب اس کے قائل کے لئے ہے اِس میں غور کر۔ یہ کام اسی شخص سے ہوتا ہے جو مومنوں پر بڑا ہی مشفق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے خیال سے۔
اور اِن پاک لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ جو ان سے پوشیدہ عداوت رکھے۔ اور ظاہرا ان کی محبت کا مدعی ہو۔ اِس سے مخالطت کرتے۔ اور اس کو گمان دلاتے۔ کہ اس کے دعویٰ کو سچا خیال کرتے ہیں۔ اور ان کو اس میں بالکل شک نہیں۔ اور اس کو اپنے دعویٰ میں کبھی کاذب نہ کہتے۔ نیز جب وہ نزدیک ہونا چاہے تو اس کو نزدیک کرنے سے کبھی نہ روکتے۔ کیونکہ اِس سے فتنہ اور عداوت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن مخالطت میں ہر قسم کے معاصی سے تمام جوارح کا محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ دشمن کا تقرب کبھی اپنے دشمن کے عیوب پر اطلاع پانے کو ہوتا ہے۔ تاکہ اظہار عداوت کے وقت عام لوگوں میں اِس کی مذمت کرے۔ جیساکہ اکثر واقعات ہوتے ہیں۔ اس لئے دشمن کے ارتباط سے بچنا ہی مناسب ہے۔ اور جس کی دوستی کا یقین نہ ہو اُس سے میل جول نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ جس کو سیاست میں کمال حاصل نہ ہو تو اس کو دشمنی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ اور اِن صالحین کے اخلاق میں سے ہے۔ کہ لوگوں کی خوبیوں کو دیکھتے۔ اور عیوب سے اغماض کرتے یہاں تک کہ کوئی ان میں سے کبھی کسی مسلمان بھائی کا عیب نہ دیکھتا۔ جس سے اس کی ہجو کرتا۔ اِن کے نزدیک تمام مسلمان نیک ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بزرگ کسی سے حظ نفس کے لئے کبھی دشمنی نہ کرتے۔ بلکہ عوام ہی ان سے حسد اور دشمنی کرتے ہیں۔ اگر اعتراض ہو۔ کہ اِس مقام والے شخص سے دوستوں کو نصیحت اور بُرے کاموں سے مناہی کا فائدہ نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ گناہوں میں رہے گا۔ اور وہ ان کاموں سے روک بھی نہ سکیگا۔ کیونکہ

آسے ان کا یقین نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اسے نیکی پر حمل کرتا ہے۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ وہ لوگوں کو صحیح الہام کے ذریعہ سے ان کو روک سکتے تھے یا اپنے
پر قیاس کرتے اور کہتے جیسا میں گناہگار ہوں ویسے میرا دوست بھی گناہ
سے خالی نہ ہوگا۔ اور جو میرے حق میں روا ہے۔ وہ دوسرے کے حق میں
بھی جائز ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ ان کا اپنے دوستوں کے عیوب کا بیان کرنا
نصیحت کے طور پر ہوتا تھا۔ نہ کنبہ کشی کے لئے اس لئے کہ وہ ایسے کام سے
بری ہوتے ہیں۔ اور کامل آدمی کا نام لوگوں نے ابو العیون رکھا ہے۔ اس
کے پاس ہر ایک چیز کے دیکھنے کو آنکھ ہے۔ سو ایک آنکھ سے اپنے دوستوں
کا ریا اور نفاق وغیرہ نقائص سے سلامت رہنا دیکھتا ہے۔ اور اس کے لئے
دوسری آنکھ ہے۔ جس سے احتیاط کرتا ہے۔ گویا اس کے نقائص سے بالفعل
یا تقدیراً متہم جانتا ہے۔ اور اس کو ان نقائص وغیرہ سے ڈراتا ہے اللہ خوب جانتا ہے
اور جبکہ سلف صالحین کے حاسد اور دشمن بڑھ جاتے تو اللہ تعالیٰ کا
بہت شکر ادا کرتے پھر بکثرت استغفار کرتے اور اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر
کرتے جس پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ اس استغفار کا نام استغفار الاکابر ہے
اسی طرح وہ حاسدوں کے لئے بکثرت استغفار کرتے اور ان پر شفقت اور
مہربانی کرتے۔ کیونکہ اس نے اپنے دین کو حسد کے باعث ہلاک کر دیا ہے
بعض دعا کرتے تھے اے اللہ ہمارے حاسدوں کو معاف کر دے۔ کیونکہ وہ
اپنی تنگ ظرفی سے ہماری نعمت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر تو انکو وسعت
دیتا تو ہمارا حسد نہ کرتے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ
أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ
خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

باعمل عالموں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ ان کی عبادت میں نوافل بھی ہیں گو کثرت قیام سے انکے قدموں پر ورم بھی ہوجاتا۔ کیونکہ ان کو یہ خیال رہتا تھا کہ جو عبادات ہم بجالاتے ہیں یہ محض فرائض کے بعض نقصان اور کمی سے جبر کرنیوالی ہیں۔ فی الحقیقت نوافل اس شخص کے ہوتے ہیں جس کے فرائض کامل ہوچکے ہوں۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ ترجمہ رات میں تہجد ادا کر یہ تیرے لئے زیادتی ہوگی۔ میں اشارہ کیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نفل ہیں۔ کیونکہ آپ کے فرائض کامل طور پر ادا ہوچکے ہیں۔ اس لئے کہ آپ اس سے معصوم ہیں۔ کہ آپ کی عبادات میں نقص واقع ہو۔ جیساکہ حافظ جلال الدین سیوطی نے قصاص میں ذکر کیا ہے اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی ولی عبادت علی وجہ کمال پوری بھی کرتا ہے۔ تو یہ بحکم وراثت رسول کے ہے۔ بہت سے باعمل عالموں کا ارشاد ہے کہ فرشتے اللہ کے حضور میں نماز اس وقت پیش کرتے ہیں جب نوافل سے مکمل ہوجائے اللہ تعالیٰ کے ادب کے خیال سے جیسے دنیاوی بادشاہوں کے درباری کرتے ہیں۔ کہ جس شخص کو کوئی سخت بیماری ہو تو اسے بادشاہ کے پیش نہیں کرتے اس خیال سے کہ اس کی نظر اس کے ناقص اور معیوب عضو پر نہ پڑے اور اگر یہ بیماری کسی وزیر یا دفتردار وغیرہ کو ہوجائے تو معزول کردیتے ہیں اور اس کی جگہ اور مقرر کرتے ہیں اور جن باتوں کا لوگ بادشاہوں سے ساتھ ادب کرتے وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ بھی ادب ہوتا ہے۔ کیونکہ مسائل شرعیہ اکثر عرف کے تابع ہیں اس میں غور کرو۔ اور اس پر عمل کرو۔ سبحان

اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

مومنین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ وہ ہر وقت اپنے نفسوں کی پڑتال کرتے رہتے۔ تاکہ منافقوں کی صفات اپنے سے نکال دیں اور مومنین کی خصال پیدا کریں۔ کیونکہ یہ دونوں صفات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مومنین کے اخلاق میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ذکر کئے اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ترجمہ:۔ توبہ کرنیوالے عبادت کرنیوالے تعریف کرنے والے روزہ دار رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے نیکی کا حکم کرنے والے برائی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنیوالے تو مومنین ان صفات سے موصوف کو بشارت دے۔ اور بعض اس آیت میں قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ۔ بیشک فلاح پاگئے مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ افعال و اقوال سے بچتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی اپنی بیبوں اور لونڈیوں کے سوا نگاہداشت کرتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ سرزنش کے مستحق نہیں۔ اور اس کی مثل اور

آیات ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ اپنے دوست کے لئے ایسی بات کو پسند نہ کرے جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ ترجمہ:۔ اس وقت تک تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا ہمسایہ اُس کے دھوکہ اور ظلم سے بےخوف نہ ہو۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی بوائق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم صادر فرمایا کہ جب تم مجھے راہ راست سے بھٹکا دیکھو تو سیدھا کردو۔ کیونکہ ہر مومن دوسرے کا خیرخواہ ہے۔ یحیٰی بن معاذ نے اپنی بعض تصانیف میں مومن کی صفات کا ایک معتدبہ حصّہ جمع کیا ہے اور لکھا ہے کہ مومن کو نہایت باحیا کم ضرر کثیر النفع۔ بے شر راست گو۔ کم سخن کثرت سے کام کرنے والا۔ کم چوکنے والا۔ بوالفضولی سے دور رہنے والا۔ برادر پرور صلہ رحمی کرنے والا۔ باوقار۔ شکر گذار۔ تنگی رزق کے وقت اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے والا۔ بردبار۔ دوستوں پر مہربانی اور شفقت کرنے والا پاک دامن ہونا لازم ہے۔ اور لعنت باز۔ گالی گلوچ بکنے والا عیب چین۔ پس پشت غیبت کرنے والا چغل خور۔ جلد باز۔ حاسد کینہ ور۔ متکبر۔ خود پسند طالب دنیا۔ طویل الامل۔ اکثر سونے والا۔ غافل۔ ریاکار۔ منافق بخیل نہ ہو خوش باش ہو۔ عیب جو نہ ہو۔ اللہ ہی کے واسطے دوستی رکھے۔ اور اسی کے لئے دشمنی اللہ ہی کی خاطر راضی ہو اور اسی کی خاطر خفا ہو۔ اسکا زادِ راہ تقویٰ ہو اسکی ہمت آخرت ہو اور اس کا مونس ذکر الٰہی ہو۔ اس کا محبوب اس کا مولیٰ

ہو۔اس کی تمام کوشش آخرت کے لیئے ہو۔غرضکہ اِس قسم کی تین سو خصلتیں ذکر کی ہیں۔مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں اگر منافقوں کی دمیں پیدا ہونے لگیں تو مومنوں کو اِن کی کثرت کے باعث چلنے کی بھی جگہ نہ ملے۔حذیفہ رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں انسان کے منہ سے ایک بات ایک دفعہ نکلتی تو منافق ہوجاتا۔مگر اب ایک ہی شخص سے ایک ہی مجلس میں ایک بات دس دفعہ سنتا ہوں۔مگر وہ متنبہ نہیں ہوتا۔حدیث میں آیا ہے اَلْمُنَافِقُ ھِمَّتُہٗ فِی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَالْمُؤْمِنُ ھِمَّتُہٗ فِی الصِّیَامِ وَالصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ:۔منافق کی تمام کوشش کھانے پینے میں ہوتی ہے۔اور مومن کی سعی نماز و روزہ میں۔عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں مومن کی قوت دل میں ہوتی ہے۔کافر و منافق کی طاقت ہاتھ میں۔حاتم اصم فرماتے ہیں مومن کی علامت یہ ہے کہ عبادات بجالاوے۔اور باوجود اس کے روتا رہے۔اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ عمل کو بھول جاوے۔اور ہنستا رہے۔فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔مومن درخت خرما لگاتا ہے۔اور ڈرتا ہے کہ کہیں اس کا پھل کانٹا نہ ہو۔اور منافق کانٹے بوتا ہے اور خواہش کرتا ہے کہ اس پر چھوارے لگیں۔اے دوست اِس کو یاد رکھ اور موت سے پہلے اپنی تلاشی لے۔اگر منافقوں کے عادات ہوں تو افسوس کر اور رو۔اور بکثرت استغفار کر۔

اور اُن صالحین کے اخلاق سے ایک یہ ہے کہ اپنی ابتدائی حالت میں درہم و دینار جمع نہ کرتے۔اور منتہی ہونیکی حالت میں ان کو جمع کرتے تاکہ خرچ کریں۔کیونکہ انسان ابتدائے طریقت میں دودھ پینے والے بچہ کی طرح ہے کہ دودھ چھڑاتے وقت ایلوے کی ضرورت ہوتی ہے۔جو پستان پر لگایا

جاتا ہے کہ بچہ اس دودھ سے نفرت کرے۔ جو اُسے مضر ہے پس جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ پستان کے چوسنے سے اُسے نفرت ہوگئی ہے تو وہ بھی اُس کے پینے کو برا جاننے لگتا ہے یہی کیفیت فقیر کے اختتام مراتب میں ہوتی ہے کہ دنیا سے نفرت کرتا ہے۔ اور اس مقام میں مال کا جمع کرنا اس کا کمال ہوتا ہے تاکہ اسکی بدولت سوال سے بچے۔ اور اس کو اللہ کے حکم کے مطابق اسکی راہ میں خرچ کرے یہی عمل اُس شخص کے کلام کا ہے جو دنیا سے نفرت دلاتا ہے اور جو دنیا کے جمع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مسلم نجات رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب درہم و دینار پر مہر لگائی جاتی ہے تو شیطان اس کو ماتھے پر رکھتا ہے اور چومتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو تجھسے محبت کرے وہ میرا سچا غلام ہے۔ مگر ایسا شخص کہ جو مال کو راہ خدا میں خرچ کرنے کی غرض سے جمع کرتا ہے وہ بالضرور اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ کہمس بن حسن درہم و دینار کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ چند امینگینوں سے بھری ہوئی تھیلی مجھے سونے کی تھیلی سے پیاری ہے ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کامل فقیر دنیا کو ترک کرے۔ اور دنیاوی امور میں دوستوں پر سبقت نہ کرنیسے ہوتا ہے ایک آدمی نے ابراہیم بن ادہم کے پاس رہنے کی خواہش کی۔ آپ نے اُس سے کہا ایک شرط پر کہ تیرے مال میں تیرا حق مجھسے زیادہ نہ ہوگا۔ اس نے کہا میں یہ نہیں کر سکتا۔ پھر چلا گیا۔ توراۃ میں مذکور ہے کہ جو دل دنیا کو پسند کرتا ہے اُسے سچ بولنا حرام ہے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے لوگو جان لو کہ درہم بچھو ہیں۔ جو ان کا منتر اچھی طرح نہیں پڑھیگا اُسکو ان کا زہر قتل کر ڈالیگا۔ لوگوں نے پوچھا اس کا منتر کیا ہے۔ آپنے فرمایا ان کو حلال طریق سے حاصل کرے اور برمحل خرچ کرے۔ سمیط بن عجلان فرماتے ہیں درہم منافقوں کی لگامیں ہیں جن کے ذریعہ وہ مسالک تک کھینچے جاتے ہیں

عیسے علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کے نزدیک جب سونا اور مٹی یکساں نہ ہو نیک نہیں ہوتا۔ شقیق بلخی فرماتے ہیں جو شخص حصُولِ دنیا سے خوش ہو۔ وہ منافق ہے۔ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتا ہو لیکن جو اس کا اظہار نہیں کرتا وہ منافق نہیں۔ واللہ اعلم۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ درہم کو ہاتھ میں لیتے تو فرماتے افسوس تو میرے پاس سے جائے بغیر مجھکو نفع نہیں دیسکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس گھر کے ایک دروازہ سے حرام مال داخل ہوتا ہے اس کے دوسرے دروازہ سے سچّائی نکلجاتی ہے علاء بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالم کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک دنیا اور عورتوں سے پرہیز نہ کرے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ شعر

اِنِّی وَجَدْتُ فَلَا تَظُنُّوْا غَیْرَہٗ	اِنَّ التَّوَرُّعَ عِنْدَ ھٰذَا الدِّرْھَمِ
فَاِذَا قَدَرْتَ عَلَیْہِ ثُمَّ تَرَکْتَہٗ	فَاعْلَمْ بِاَنَّ تُقَاکَ تَقْوَی الْمُسْلِمِ

ترجمہ:۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ تو تم بھی اور کچھ خیال نہ کرو۔ یقیناً فقیری اسی حال میں ہے یعنی اگر تو اس کو حاصل کر کے چھوڑ دے تو جان لے کہ تیرا تقویٰ مسلمانوں کا تقویٰ ہے۔ اے دوست دنیا کی بیہودہ باتوں سے پرہیز کر۔ اور اسلاف کی بارغبتی میں تقلید کر۔ دنیاوی مصائب سے بچ جائیگا۔

اور ان فرشتہ صفت لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے بعد اولاد کے ضائع ہونے کا خوف نہ کھاتے۔ اسی لئے جو ان کے ہاتھ میں آتا خرچ کر دیتے اور جمع نہ کرتے۔ اگر ان کو اپنی اولاد کے برباد ہونے کا خیال ہوتا اور حرص بخل اور کنجوسی ان پر بھی غالب ہوتی۔ تو وہ صوفیائے کرام کے مسلک سے خارج ہوجاتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلْوَلَدُ مَبْخَلَۃٌ مَجْبَنَۃٌ یعنی اولاد

بخل اور بزدلی کا سبب ہے یعنی جہاد وغیرہ میں جان و مال خرچ کرنیسے بزدل اور بخیل بنا کر چھوڑتی ہے۔ نیز حدیث میں آیا ہے مَالُكَ مَا قَدَّمْتَ وَ مَالُ وَارِثِكَ مَا أَخَّرْتَ یعنی تیرا مال وہ ہے جو تو آگے بھیج چکا ہے۔ اور جو تو پیچھے چھوڑ جائیگا۔ وہ تیرے وارثوں کا مال ہے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسے ابن آدم فی سبیل اللہ خرچ کر۔ اور یہ حملہ کرنے والے درندے جو تیرے گرد اگرد ہیں۔ مثلاً بیٹے بیبیاں۔ بغیر رشتہ ولادت کے اور وارث اور خادم تجھے دھوکہ میں نہ ڈالیں کیونکہ تیرا بیٹا شیر کی طرح تیرے املاک میں تیرے ساتھ چھین جھپٹ کرتا ہے کہ مال صرف اسی کے قبضہ میں رہے۔ نہ وہ تیری طرف سے اللہ کی راہ میں دیگا۔ اور نہ تجھے اپنے اللہ کی خوشنودی میں خرچ کرنے دیگا۔ اور تیری بیوی کبھی خفا ہوتی ہے اور کبھی چاپلوسی کرتی ہے۔ اور اسی طرح دوسرے وارث سو بخدا ان کو ایک درہم جو تیرے مرے پیچھے ملے گا وہ تیری زندگی سے زیادہ پیارا ہے اور تیرا خادم سو یہ لومڑی کی طرح ہر حیلہ سازی اور چوری میں رہتا ہے۔ سو ان میں سے کسی کے ساتھ محبت کرکے مال کو ان کی خاطر ذخیرہ مت کر اور اپنی پیٹھ کو بوجھل نہ بنا۔ کیونکہ وہ تیرے ساتھ خیانت پر کمربستہ ہیں۔ جب تجھے لحد میں رکھیں گے تو اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر اپنے کپڑوں کو خوشبو لگائیں گے۔ اور عورتوں سے معانقہ کریں گے۔ اور کھائیں پئیں گے اور تو اس کے بدلے محاسبہ میں گرفتار ہوگا۔ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خرچ کرو اور اولاد کا خیال نہ کرو کیونکہ اگر وہ مومن ہوں گے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کو بیحساب دیگا۔ اور اگر وہ فاسق ہوئے تو تم فسق میں انکے مددگار بنتے ہو۔ سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو کچھ آتا خرچ کر دیتے

اس پر ان کی بیوی نے آپکو ملامت کی آپ نے فرمایا مجھے خود نیکی لے کر تمہیں تکلیف میں چھوڑ جانا اس سے زیادہ پسند ہے۔ کہ خود بدی لیجاؤں اور تمہیں خیر (مال متاع) میں چھوڑ جاؤں۔ محمد بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں۔ اپنے نیک دوست پر خرچ کر۔ کیونکہ وہ تیرے وارثوں سے تیرے حق میں زیادہ مفید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تیرا دوست تیرے واسطے دعا کریگا۔ جبکہ تو قبر میں مٹی کی تہوں کے تلے دبا پڑا ہوگا۔ یہانتک کہ ممکن ہے کہ اس کی دعا کی بدولت تو قبر سے بالکل صاف نکلیگا تجھ پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ لیکن وارث مال کو تقسیم کریں گے اور تجھے یاد بھی نہیں کریں گے اور نہ تیرا احسان مانیں گے بلکہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ہمارا حق بنایا ہے۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر میں سوائے چٹائی اور قرآن مجید اور آبخورے کے کچھ بھی ذخیرہ نہ رکھتے ایکدفعہ کسی نے آپکو نیا آب خورہ دیا۔ صبح ہوتے ہی آپ نے ایک دوست کو دیدیا۔ اور کہنے لگے اے دوست تو یہ لیلے اس نے میرے دل کو فکر لگا دیا ہے کہ کہیں میرے گھر سے چرایا نہ جائے حسن بصری فرماتے ہیں میں ایکدفعہ اپنے ایک دوست سے ملنے گیا۔ تو میں نے دو درہم نکالے اور انہیں کہا اپنے کھانے کیلئے کچھ خرید لیں جس سے آپکو عبادت کی طاقت ہو جائے انہوں نے لینے سے انکار کیا اور کہنے لگے اللہ قادر ہے کہ مجھے بغیر کھائے پیئے آج کی رات عبادت کی ہمت دے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ میں ان دونوں کو لے لوں اور وہ میرے پاس رہیں اور میں ان سے کوئی چیز خریدے بغیر مر جاؤں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فوت ہوئے تھے اس وقت آپ کے گھر سے کچھ نہیں ملا تھا نہ درہم اور نہ دینار مروی ہے کہ جب محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ کے موت کا وقت ہوا تو

اپنا تمام مال خرچ کر دیا۔ لوگوں نے کہا آپ نے اپنی اولاد کے لئے کچھ مال کیوں نہ باقی رکھا تو فرمانے لگے مال کا اپنے لئے جمع کرنا اچھا ہے۔ میں نے اولاد کے لئے فضل الٰہی جمع کیا ہے۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں ہم دنیاوی ذلت اور مفلسی سے ڈرتے ہیں۔ لیکن آخرت کی خواری سے خوف نہیں کرتے حالانکہ آخرت میں انسان کا اعمال صالحہ سے خالی ہونا لوگوں میں بڑی شرمندگی کا باعث ہوگا۔ افسوس ہم نہایت برا کر رہے ہیں اور فرماتے نان نفقہ کے فکر نے غافلوں کے دلوں کو نیکی سے روک رکھا ہے۔ اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کیا ہوا موت کے بعد ہزار دینار سے بہتر ہے۔ مدائنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اولاد کو ادب کا ورثہ دیجانا۔ مال کی وراثت سے بہت بہتر ہے کیونکہ ادب سے مال عزت اور دوستوں کی محبت حاصل ہو سکتی ہے اور دین و دنیا کی خوبیاں اکٹھی ہو سکتی ہیں لیکن مال جلد ضائع ہو جاتا ہے اور اولاد نہ دنیا کی رہتی ہے اور نہ آخرت کی۔ ہمنے متروکہ مال اکثر آزمایا ہے۔ اسمیں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ وارث کی کمائی نہیں۔ اور مورث اس کو وارث وغیر کے دینے میں بخل بھی کرتے ہیں۔ اے دوست اسے یاد رکھ اور اپنی اولاد کو علم اور ادب کا ورثہ دے جا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ذاکرین لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ ہر مجلس میں ذکر الٰہی اور صلوٰۃ علی النبی سے نہ چوکتے اس حدیث نبوی پر عمل کی غرض سے کہ لَا یَجْلِسُ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا

عَلٰی نَبِیِّہِمْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ تِرَۃً اَیْ تَبِعَۃً وَّنُقْصَانًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی کوئی قوم کسی جگہ نہیں بیٹھی جس میں اس نے اللہ کا ذکر اور درود نہ پڑھا ہو۔ مگر قیامت کے دن اس پر ہلاکت یعنی نقص اور کمی شمار ہوتی ہے۔ اور نیز اس حدیث پر عمل کرنے کی خاطر لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَّا عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْھَا یعنی اہل جنت محض اس ساعت پر افسوس کریں گے جو بغیر ذکر الٰہی ان پر گذر گئی ہو۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ترجمہ:۔ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا سے ہمیں آسانی کردی ہے۔ کہ ذکر الٰہی کے لئے کوئی جگہ مقرر نہیں فرمائی اگر اللہ سبحانہ تعالیٰ کوئی جگہ مخصوص کردیتا تو تمہیں وہاں جانا ضروری ہوتا۔ خواہ ایک صدی کی مسافت کا راستہ ہوتا۔ جیسا کہ کعبہ میں لوگوں کو بلایا ہے پس اسی کو تعریف اور اسی کی احسان مندی ہے۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جب اپنی مجلسوں میں کسی مخلوق کا ذکر کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا کرو کیونکہ ذکر الٰہی مخلوق کے ذکر کی بیماری کا علاج ہے۔ ابراہیم بن ادہم کے پاس جو بیٹھنا چاہتا اس پر شرط کرتے کہ اللہ کی یاد سے غافل نہ رہنا۔ عطا سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے آپ پر ظلم کرنے والے کو ذکر الٰہی توبہ اور استغفار کے بعد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم کو جب وہ ظلم پر اصرار کرنیکی حالت میں آسے یاد کرے لعنت کرتا ہے۔ لہٰذا ذکر الٰہی کے پہلے توبہ اور استغفار کرے اس کے بعد ذکر الٰہی کرے۔ داؤد طائی فرماتے ہیں ذاکرین کے سوا باقی تمام نفوس دنیا سے پیاسے نکلتے ہیں۔ وہیب بن الورد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا وہ ہے جو مجلس کا افتتاح ذکر الٰہی سے کرے

ثابت بنانی فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ میرا ذکر کرتا ہے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ پوچھا یہ کیوں کر آپ نے فرمایا۔ جب میں اس کا ذکر کرتا ہوں تو وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ ترجمہ:۔ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ ابوالملیح رحمہ اللہ تعالیٰ جب ذکر الٰہی کرتے تو ان کو ایک قسم کی خوشی حاصل ہوتی۔ تو آپ فرماتے میری یہ خوشی اللہ کی مجھکو یاد کرنیکی باعث ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ اگر آپ کسی جگہ جاتے ہوتے اور راستہ میں ذکر سے غافل ہو جاتے تو واپس آجاتے اور پھر اس راستے میں ذکر کرتے جاتے اگرچہ ایک منزل کا فاصلہ ہو جاتا اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ میں جس میدان سے گذروں وہ سارا قیامت میں گواہی دے۔ داؤد پیغمبر علیہ السلام دعا فرمایا کرتے۔ اے اللہ مجھے اپنی یاد کرنیوالوں میں کر۔ اور اگر تو مجھے ذاکرین کی محفل سے اٹھکر غافلوں کی مجلس میں جاتا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے۔ کیونکہ وہ مجھپر تیری نعمت ہے۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے دلوں سے ہر وقت ذکر الٰہی کی بات چیت کرو۔ کیونکہ وہ فی الفور غافل ہونے والے ہیں۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے خوف ہے کہ میں نماز پڑھتا مر جاؤں اور لوگوں کی نماز پریشان ہو۔ لوگوں نے ضد کی۔ تو اس نے کہا میں اس شرط پر پڑھاتا ہوں کہ پھر دوسری نماز نہ پڑھاؤں گا تو معروف کرخی نے اس سے کہا اے دوست پیچھے ہٹ جا۔ تو دیوانہ ہے پہلے تو تو نماز میں مر جانے سے ڈرتا تھا پھر تیرے جی میں خیال آتا ہے کہ تو دوسری نماز تک زندہ رہیگا۔ پھر دوسرے کو امام بنایا اس نے جماعت کرائی داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لمبی امیدوں کے ساتھ ہمیشہ رہے اسے اکثر عمل یاد نہیں رہتا۔ اور توبہ کرنے میں دیر کرتا ہے۔

ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ایک سوتیس سال
ہے۔ اور میری تمام چیزیں تبدیل ہو گئی ہیں۔ مگر امید نہیں کم ہوئی۔ وہ
مجھ میں ویسے ہی ہے۔ سو نہیں۔ پھر ناگناہ سے اور نہ طاقت نیکی کی۔ مگر اللہ
تعالیٰ کی توفیق سے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا زاہدوں کی
مُطلقہ ہے۔ جس کی عدت کبھی ختم نہ ہوگی۔ جو دنیا کو طلاق دیتا ہے۔ اُس سے
آخرت فی الفور نکاح کرلیتی ہے۔ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں دریا میں
مچھلی کے پیٹ پر اور خشکی میں کھجور کی گٹھلی کی پشت پر لکھا ہے کہ یہ فلاں بن
فلاں کا رزق ہے۔ اس کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔ باوجود اس کے پھر بھی
حریص کوشش کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ میرے رزق کو کوئی اور لیلے۔ اے
دوست اسے خوب یاد رکھ۔ اور ذاکرین اور شاکرین لوگوں کی چال کو اختیار
کر۔ کہ فلاح پاوے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اہل بصیرت کے اخلاق میں سے ایک یہ ہی کہ

گناہگار اور مطیع ہر قسم کے مسلمان پر بلکہ حیوانات پر شفقت رکھتے اور ایسے کام
کرتے جن سے دوسروں کے ایمان میں خلل نہ پڑتا۔ یہ سب سے اعلیٰ وصف
ہے۔ اس پر عامل وہی ہوسکتا ہے جسکی بصیرت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منور کیا ہو
تو وہ لوگوں پر بحیثیت وراثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانوں سے
بھی بڑھ کر مشفق ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کے پاس رہنے میں زہد
رغبت کرتے۔ ابومسلم خولانی بہت رحیم تھے۔ بسا اوقات آپ ایک قوم کے
پاس سے گذرتے تو ان کو السلام علیکم نہ کہتے۔ اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں

کہ لوگ مجھے حقیر جانکر میرے سلام کا جواب دیں تو میرے باعث گنہگار ہوں۔
ابو عبداللہ انطاکی فرماتے ہیں جب تجھے یہ معلوم ہو کہ لوگ تجھے دیکھ کر تیری آبرو
میں دست اندازی کریں گے تو سوائے اوقات نماز کے ان کے ساتھ
ملاقات نہ کر۔ ابو عبداللہ مغاربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو گناہگار بنظر
رحمت نہ دیکھے وہ طریق تصوف سے باہر ہے۔ معروف کرخی جب کسی گناہ گار کو
دیکھتے تو اس کے واسطے دعا کرتے۔ اور اس پر رحم کی امید رکھتے اور فرماتے
اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی نجات اور رحم کے لئے بھیجا ہے
اور شیطان لعین کو ان کے برباد کرنے اور ان کی برائی پر خوش ہونے کے واسطے
پیدا کیا ہے۔ ایک دفعہ ایک قوم معروف کرخی کے پاس سے دریائے دجلہ
میں کشتی پر گذری۔ جس کے پاس شراب وغیرہ رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ
سے کہا۔ آپ ان کے واسطے بد دعا کیوں نہیں کرتے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے
اللہ ان کو آخرت میں بھی ایسا ہی خوش وخرم رکھ۔ جیسے یہ دنیا میں خوش ہیں لوگوں
نے عرض کی کہ ہمنے بد دعا کی گذارش کی تھی آپ نے ان کے لئے الٹی دعا
کی۔ آپ نے فرمایا العیاذ باللہ میں کسی مسلمان پر بد دعا کروں۔ بلیشک
اللہ تعالیٰ آخرت میں اسی وقت خوش کریگا۔ جبکہ دنیا میں توبہ کی توفیق دیکر
ان کو معاف کر دے گا۔ یہ اس کی حسن سیاست میں سے ہے ابراہیم تیمی رحمہ
اللہ تعالیٰ جو آپ پر سختی کرتا۔ اس کے حق میں بد دعا نہ کرتے اور فرماتے اس کو اپنے
ظلم کی سزا ہی کافی ہو گی۔ عمر بن عبدالعزیز کے گھر کے نواح میں جب کوئی ساتھ
اترتا۔ اور وہ سو جاتے تو آپ تمام رات صبح تک بیدار رہکر اسکے اسباب کی نگرانی
کرتے اور انہیں معلوم بھی نہ ہوتا۔ مروی ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ
جو تجھے مخلوق سے زیادہ پیارا ہے وہ مجھے بتلا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ مجھے سب سے

زیادہ بیار رادہ ہے جو مومن کے کانٹے لگنے کی خبر پاکر اس طرح غمگین ہو کہ گویا خود اسی کے لگا ہے۔ ابو عبداللہ بن عون فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اس اُمت سے شفقت اٹھائی جائے گی۔ جب کسی مسلمان کو کوئی کام پیش آتا۔ تو سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوشش کرتے یہاں تک کہ بندش کی وجہ سے بعض اوقات خون کا پیشاب کرتے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابدال کی علامت عام مسلمانوں پر نہایت رحیم ہوتا ہے۔ معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جو ہر روز امت محمدیہ کے لئے دعا کرے کہ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر رحم کر۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اصلاح کر اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو کشائش دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ابدال میں لکھ دیتا ہے۔ اے دوست ان باتوں کو یاد رکھ۔ اور رحمدلی میں اپنے بزرگوں کی اقتدا کر اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جو پروردگار ہے تمام جہان والوں کا۔

اور اہل بصیرت کے پاک اخلاق میں سے یہ ہے۔ کہ جب ان کو اپنی خواہش تک پہونچنے میں کوئی رکاوٹ ہو جائے تو خوش ہوتے اور فرماتے اگر اللہ تعالیٰ کو ہمسے محبت نہ ہوتی تو کبھی رکاوٹ پیدا نہ کرتا۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے استاد عبداللہ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تو قرب الٰہی کا مشتاق ہو تو اپنی خواہشات اور اپنے درمیان لوہے کی دیوار بنالے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ جو دل خواہشات کو پسند کرتا ہے اس کا امام المتقین ہونا حرام ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنی آرزوؤں کو دل ہی میں مار ڈالو۔ اور دلوں کو ان میں نہ مرنے

دو۔ کیونکہ جس نے اپنی شہوات کو پاؤں کے نیچے دبایا شیطان اس کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ جیسا کہ وہ شخص جو خواہشات کو دل میں جگہ دے تو شیطان اس پر سوار ہو جاتا ہے اور جدھر چاہتا ہے لیجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اس پر مسلط کیا ہوتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں تمام جنت کا مرجع دو شے ہیں لذات اور آرام جو ان دونوں کو دنیا میں ترک کریگا وہی جنت میں جائیگا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان کی تمام کوشش پیٹ کے لئے ہوگی۔ ان کا دین دلی خواہش ہوگی۔ اور ان کی تلوار زبان ہوگی۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سرکش جانور تیرے نفس سے بڑھکر لگام کا محتاج نہیں ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس سے بڑھکر اور کسی چیز کا علاج نہیں کیا یہ کبھی میرا مددگار ہوتا ہے اور کبھی میرے مخالف (نیز) آپ فرمایا کرتے اپنے نفسوں کو آپس میں عداوت ہونیسے پہلے ہی شہوات سے روکے رکھو۔ اس خصلت کے بارے میں صوفیوں کی ایک دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ ترجمہ جنت کو تکالیف محیط ہیں اور دوزخ کو خواہشات۔ اور ان باطنی بصارت والوں کے مبارک اخلاق میں سے یہ ہے کہ ایک دوسرے کی نصیحت کو سنتے اور شکریہ کرتے معہذا اپنے آپ پر یہ خیال نہ کرتے کہ میں نے اس کی نصیحت کا پورا حق ادا کردیا۔ اگرچہ اس پر دیر تک احسان بھی کرتے رہیں۔ کیونکہ آخرت کے امور دنیاوی ساز و سامان کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ کسی آدمی نے حسن بصری سے کہا آپ مجھے نصیحت کریں۔ آپ نے فرمایا جہاں کہیں ہو اللہ کے حکم کی تعظیم کر۔ اللہ تیری تعظیم کریگا۔ ایک آدمی نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا مجھے نصیحت کرو آپ نے فرمایا اس بات سے ڈر کہ تو صالحین کا ہمنشین ہو۔

اور ان سے فائدہ نہ اٹھائے۔ یا تو گناہ گاروں کو برا کہے۔ اور خود گناہ سے پرہیز نہ کرے۔ یا علانیہ شیطان کو لعنت کرے اور باطن میں اس کا مطیع ہو۔ کسی آدمی نے فضیل بن عیاض سے عرض کی کہ مجھے نصیحت کرو۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہا۔ کیا تیرا والد مر گیا ہے اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا جو والد کی وفات کے بعد بھی وعظ کا محتاج ہو۔ اس کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی۔ ایک آدمی نے محمد بن واسع سے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کریں آپ نے فرمایا تو دنیا اور آخرت میں بادشاہ بن کر رہ۔ اس نے عرض کی کس طرح آپ نے فرمایا دنیا سے بے رغبت ہو جا۔ اس نے عرض کی اور کہہ آپ نے فرمایا اپنے آپ کو کینہ مال اور اور لوگوں کے پاس پڑا نہ بن۔ اور نہ یہ خواہش کر کہ تیرے پاس آئیں۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عابد کے پاس گئے اور اس سے کہنے لگے میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مجھے نصیحت کرو۔ اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہو کہ تم اللہ سے ڈرتے ہو تو میں نصیحت کروں۔ عمر بن عبد العزیز کو یہ سن کر غش آ گئی عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں میں نے ابو العباس خضر علیہ السلام کو مدینہ منورہ میں دیکھا تو میں نے انہیں نصیحت کرنے کو کہا تو انہوں نے مجھے کہا اے عمر اس بات سے ڈر کہ ظاہر میں تو اللہ تعالیٰ کا دوست ہو۔ اور باطن میں دشمن ایک آدمی نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا اے روح اللہ مجھے نصیحت کرو۔ تو آپ نے فرمایا کوئی کب تک نصیحت کرتا رہے تم تو نصیحت لیتے ہی نہیں۔ تم نے واعظوں کو سخت تکلیف دی ہے۔ ایک آدمی نے حسن بصری سے کہا مجھے نصیحت کریں آپ نے فرمایا گناہ مت کر۔ ورنہ تو اپنے آپ کو آگ میں ڈالیگا حالانکہ اگر تو کسی مچھر کو آگ میں جلتا دیکھے تو برا مناتا ہے اور اپنے آپ کو دن میں کئی مرتبہ آگ میں ڈالتا ہے۔ اور برا نہیں جانتا۔ ایک آدمی نے عبد اللہ بن مبارک

سے نصیحت کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا بری نظر چھوڑ دے خشوع کی توفیق ہوگی۔ اور بیہودہ گوئی ترک کر دنا ہوگا۔ اور کم کھا عبادت کی طاقت ہوگی اور لوگوں کے عیوب کی تلاش نہ کر۔ اپنے عیوب پر مطلع ہوگا۔ اللہ کی ذات میں غور و خوض نہ کر۔ نفاق اور شک سے بچیگا۔ ایک آدمی نے محمد بن سیرین سے نصیحت کی عرض کی تو آپ نے فرمایا تو کسی کا حسد نہ کر۔ اگر وہ دوزخی ہے تو تو خالی دنیا پر کیوں حسد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ عنقریب آگ میں جائیگا۔ اور اگر وہ جنتی ہے تو اس کے عمل کی پیروی کر۔ اور رشک کر یہ حسد سے اول ہے ایک شخص نے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصیحت کیلئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا تعجب ہے اُن زبانوں پر جو تعریف کرتی ہیں اور دل جانتے ہیں۔ اور عمل ان کی مخالفت کرتے ہیں کسی نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نصیحت کے لئے عرض کی آپ نے فرمایا اُس دن کو یاد کر جب بھید ظاہر ہونگے۔ ایک آدمی نے سفیان بن عتبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصیحت کو کہا۔ آپ فرمایا تکبر سے بچ۔ اور لوگوں کا مال کھانے سے پرہیز کر جس نے تکبر کیا وہ ذلیل ہوا۔ اور جس نے لوگوں کا مال غنیمت جانا وہ فقیر ہوا۔ ایک دفعہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو سنا وہ کہہ رہا تھا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی جو کسی سے محبت کریگا اسی کے ساتھ اٹھیگا۔ آپ نے فرمایا اے دوست تجھے یہ بات دھوکہ نہ دے تو نیکوں کے ساتھ نہ ہوگا جبتک ان جیسے عمل نہ کریگا۔ کیونکہ یہود اور نصاریٰ اپنے انبیاء سے محبت کرتے تھے لیکن ان کے ساتھ جنت میں نہ جائیں گے۔ کیونکہ اعمال میں اِن کے مخالف ہیں پھر فرمایا تعجب ہے اُس قوم پر جس کو زاد جمع کرنے کا حکم ہو چکا ہے۔ اور جن کیلئے کوچ کا نقارہ بج چکا ہے۔ وہ بیٹھے نہیں رہے ہیں۔ کیونکہ اس کی سواری رات دن آگے لے کر چل رہی ہو۔ مگر ا ُسے معلوم نہیں ہوتا۔ شقیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دستوں

کو ہر وقت موت کے لئے تیاری کا حکم دیتے اور فرماتے ہم میں سے بعض بعض پچاس پچاس سال موت کی تیاری کرتے رہے۔ مگر تیاری نہ ہو سکی۔ تیاری تو اس شخص کے لئے میسر ہوتی ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرے۔ جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیونکہ آپ فرمایا کرتے اے ملک الموت جب چاہے آ جا اس خصلت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت شمار کر جوانی کو بڑھاپے سے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے۔ تونگری کو مفلسی سے پہلے فراغت کو شغل سے پہلے زندگی کو موت سے پہلے اے دوست اس پر غور کر اور اپنے نفس کیلئے ہوشیار ہو جا اور ان حضرات کے نورانی اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ شیطان کی جنگ سے باز نہ آتے۔ اور نہ اس کے فریب اور اسکی گھاتوں کی تلاش میں سستی کرتے۔ اس خصلت سے آجکل اکثر لوگ غافل ہیں۔ چاہئے تو یوں کہ جیسے شیطان ہمیں دھوکے دینے سے غافل نہیں ہوتا۔ ہمیں بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ تو وہ ہر وقت گھات میں لگا ہوا ہے۔ اور اس پر حریص ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب میں ڈالے۔ حدیث میں آیا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے۔ اور اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ اور اس کے نزدیک وہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو زیادہ گمراہی میں ڈالے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں ہمیں خبر ملی ہے کہ شیطان لعین نے پروردگار سے عرض کی اے رب تجھے معلوم ہے کہ تیرے بندے تجھ سے کیسی محبت رکھتے ہیں اور پھر باوجود اس کے تیری نافرمانی کرتے ہیں اور میرے ساتھ کس قدر عداوت رکھتے ہیں پھر باوجود اس کے بہت سے میری طاعت کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا میں نے اپنے بندوں کی نافرمانی کو انکی محبت میرے ساتھ کے باعث

معاف کر دیا۔ اوران کی شیطان کی پیروی کو اس کے عداوت رکھنے کے باعث معاف کیا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب شیطان انسان سے تین باتوں میں سے ایک حاصل کر لیتا ہے تو کہتا ہے۔ مجھے اور کی ضرورت نہیں اوّل اس کا تکبر کرنا۔ دوم اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنا سوم اپنے گناہ کو بھول جانا ایک روایت میں چار باتیں آئی ہیں۔ چہارم پیٹ بھر کر کھانا ہے یہ سبکی جڑ ہے کیونکہ باقی تینوں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اس بات سے بچو کہ ظاہر میں شیطان سے دشمنی رکھو۔ اور باطن میں اُس کے مطیع بن بیٹھو جو رات کو نافرمانی کی حالت میں گذارتا ہے اس کی شیطان دلہن بنکر رہتا ہے محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد کو اندھیرے میں جایا کرتے ایکدن شیطان آپکے سامنے انسان کی صورت میں چراغ لیکر چلنے لگا۔ یہ رات نہایت سرد اور اندھیری تھی ایک عورت نے دریچہ سے دیکھا۔ تو بولی یہ جوان کیسا سخت دل ہے کہ ایسی اندھیری رات میں اس بوڑھے کو چراغ اُٹھانے کی تکلیف دی ہے۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنا تو فرمایا اسکو تکلیف اُٹھانے دے اللہ تعالیٰ نے اُسے بدبخت ہی پیدا کیا ہے۔ شیطان کو معلوم ہو گیا کہ آپنے مجھے پہچان لیا ہے پس چراغ کو بجھا کر بھاگ گیا مروی ہے کہ شیطان یعنی بہ شکل انسان حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا۔ گودڑی پہنے ہوئے گلے میں تسبیح تھی۔ اور خدمتگاروں کیطرح کمر باندھی ہوئی تھی آپکے پاس آکر عرض کرنے لگا یا حضرت آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں شاید میں آپ کی برکات حاصل کر سکوں۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں رہا اور کوئی بیس سال تک وضو وغیرہ کراتا رہا لیکن آپکے بہکانے کا کوئی موقع نہ پایا تو جب جانے لگا آپسے دریافت کرنے لگا۔ کیا آپنے مجھے پہچان لیا ہے۔ آپنے فرمایا میں نے تجھے آتے ہی پہچان لیا تھا۔ تو شیطان ہے۔ کہنے لگا آپ سا ثابت قدم کوئی نہیں دیکھا آپنے

فرمایا دور ہو اے ملعون۔ تو چاہتا ہے کہ کوئی ایسی بات پیدا کئے بغیر نجائے جس سے میرا دین خراب ہو یعنی مجھے عجب (خود پسندی) میں ڈال جاوے محمد بن واسع ہر روز صبح کو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ سَلَّطْتَ عَلَیْنَا عَدُوًّا اَلْنَا بَصِیْرًا بِعُیُوْبِنَا مُطَّلِعًا عَلٰی عَوْرَاتِنَا یَرَانَا ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا نَرَاہُ اَللّٰھُمَّ اٰیِسْہُ مِنَّا کَمَا اٰیَسْتَہٗ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَقَنِّطْہُ مِنَّا کَمَا قَنَّطْتَہٗ مِنْ عَفْوِكَ وَبَاعِدْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَغْفِرَتِكَ وَجَنَّتِكَ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ترجمہ:۔ اے اللہ تو نے ہم پر ایسا دشمن مقرر کیا ہے جو ہمارے عیوب سے واقف ہے اور ہماری پوشیدہ برائیوں کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ اور اس کا لشکر ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ اے اللہ تو اس کو ہماری طرف سے ایسا مایوس کر دے جیسا اپنی رحمت سے اسے مایوس کیا ہے اور اسے ہماری طرف سے اس قدر نا امید کر دے جیسا کہ اپنی معافی سے اسکو نا امید کیا ہے اور اسکو ہم سے اتنا دور کر دے جیسا تو نے اسے اپنی مغفرت اور جنت سے دور کیا ہے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ کہتے ہیں ایک دن شیطان آپ کے پاس متشکل ہو کر آیا اور عرض کرنے لگا آپ کسی اور کو یہ دعا نہ سکھائیں میں آپ کو کبھی برائی سے پیش نہ آونگا آپ نے فرمایا میں اس دعا کو نہیں روکونگا تو جو چاہے کر۔ مروی ہے کہ ایکدن شیطان حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سامنے آیا اور عرض کرنے لگا اے روح اللہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہو۔ عیسٰی علیہ السلام نے جواب دیا یہ سچا کلمہ ہے میں اسے کہتا ہوں مگر تیرے کہنے سے نہیں کہتا۔ حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان لعین نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اپنا شاگرد بنانا چاہا تھا۔ مگر عیسٰی علیہ السلام نے نہ کیا۔ اور آپ کو عصمت نے بچا لیا۔ کعب احبار فرماتے ہیں اللہ کی یاد شیطان کے پہلو میں اس طرح ناگوار ہے جیسے بنی آدم کے پہلو میں ناسور۔ عبد العزیز بن ابی

رہ داد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ساٹھ حج کئے اور دیگر اقسام کے نیک عمل کئے ہیں لیکن پھر بھی جب میں کبھی اپنا حساب کرتا ہوں تو شیطان کا حصہ اللہ کے حصہ سے زیادہ دیکھتا ہوں۔ کاش میں دنیا سے خالی جاؤں کہ نہ میرے ذمہ کچھ ہو۔ اور نہ میرا ہی کچھ ہو۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مفلسی کے خوف سے ہر وقت پرہیز کرو۔ کیونکہ شیطان کے اور ہتیاروں میں سے جن کے ذریعہ وہ ابن آدم سے لڑتا ہے مفلسی کے خیال سے بڑھکر کوئی نہیں کیونکہ انسان جب افلاس سے ڈرنے لگتا ہے تو باطل امور کا مرتکب ہوتا ہے اور نیکی سے رکتا ہے۔ خواہش کی باتیں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بدظن ہوتا ہے جس سے ہر قسم کی برائی پیدا ہوتی ہے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ بھی انعام ہے کہ میں افلاس سے کبھی خائف نہیں ہوا۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اخلاص سے عمل کرنے والے کی طرح کسی نے شیطان کی کمر نہیں توڑی اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط ترجمہ: تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ کون زیادہ عمل کرتا ہے۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر آدمی چالیس سال کی عمر تک پہونچکر بھی گناہ نہ چھوڑے اور اپنی سرکشی سے تائب نہ ہو تو شیطان اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرتا رہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ نجات نہ پانیوالے چہرہ پر میں فدا ہوں۔ اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو طبرانی نے مرفوعاً نقل کی ہے کہ جو شخص چالیس سال کی عمر میں پہونچے اور اس کی حسنات سیئات سے نہ بڑھیں تو وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے بڑھکر میرے پاس شیطان کی کمر توڑنے کو کوئی چیز نہیں کیونکہ اگر اسے لعنت کی جائے تو اسکو کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ کہتا ہے تو نے لعنت کی جگہ لعنت

بھیجی سفیانؒ بن عتبہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے تین سو ساٹھ دفتر ہیں جنہیں بنی آدم کے فریب اور داؤ ہیں۔ پس ہر روز ان میں سے یکے بعد دیگرے انسانوں کے دلوں پر ضرور ڈالتا ہے۔ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں آدمی کا اپنے کو لوگوں سے ممتاز دیکھنے سے بڑھکر شیطان کا کوئی فریب نہیں۔ کیونکہ جب وہ اس حالتمیں مرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں مرا کوئی عمل بھی اُسے مفید نہ ہوگا۔ میمونؒ بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمام دشمنوں سے بڑھکر ایک ایسا دشمن ہے جسے تم نہیں دیکھ سکتے۔ کہ اسکا مقابلہ کرو۔ حبیب عجمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کرکے حکم دیا کہ ایک سجدہ لا جس میں نفس اور شیطان کا حصّہ نہ ہو تو تجھے جنت میں داخل کردوں گا تو میں عرض کرونگا اے پروردگار مجھے ایسا سجدہ نصیب نہیں ہوا تو اے دوست آگاہ ہوجا۔ اور یہ خیال نہ کر کہ شیطان نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ تو برابر عبادت میں لگا ہو۔ بلکہ اپنی عبادت میں ہی غور کر۔ اور کوشش سے دیکھ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

ابرار لوگوں کے اخلاق میں سے یہ ہے

کہ مسجد کے قریب مکانوں میں رہنا پسند کرے تاکہ اکثر اوقات انکو مسجد میں رعایت آداب مسجد بیٹھنا آسان ہو کیونکہ مرفوعاً مروی ہے کہ مسجد پرہیزگاروں کا گھر ہے اور جن لوگوں کے گھر مسجدیں ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ ان کی راحت و آرام اور پلصراط سے عبور کا بھی ضامن ہے۔ ابو صادق ازدی فرماتے ہیں کہ مسجدمیں بیٹھنا لازم پکڑو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے بیٹھنے کی جگہیں مسجدیں

نہیں حکم بن عمیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مسجدوں کو گھر بناؤ۔ ابو ادریس رحمہ اللہ خولانی فرماتے ہیں مسجدیں خدا کے پیارے بندوں کے گھر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شخص کو مسجد میں دیر تک بیٹھنے سے روکتے تھے جو آداب ناواقف ہو۔ ایک دفعہ آپنے ایک شخص کو مسجد میں بیٹھے باتیں کرتے دیکھا۔ تو آپنے اپنی چادر کا کوڑا بنایا اور سب کو مار کر نکال دیا۔ اور فرمایا کیا تم مسجدوں کو دنیاوی بازار سمجھتے ہو۔ یہ تو آخرت کے بازار ہیں۔ چالیس برس تک عطا بن ابی رباح کا گھر مسجد ہی رہی مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر بول و براز کی حاجت نہوتی تو میں مسجد سے باہر قدم بھی نہ رکھتا مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں لوگوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں پس میں مساجد کے آباد رکھنے والے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور مسلمان معصوم بچے دیکھتا ہوں تو میرا غصہ ٹھیر جاتا ہے خلف بن ایوب ایکدن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا نوکر کسی بات کے دریافت کرنے کو آیا۔ آپ اُٹھے اور مسجد سے باہر جاکر اُسکو جواب دیا پھر واپس آگئے اور فرمانے لگے مجھے مسجد میں دنیاوی کلام کرنا بُرا معلوم ہوا تھا۔ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ جب کسی کو مسجد میں بلند آواز سے بولتا سنتے تو دُرّے لگواتے اور فرماتے کہ تم جانتے ہو کہ کہاں بیٹھے ہو۔ جو مسجد میں بیٹھا ہوتا ہے گویا اللہ کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے۔ سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت ہوا آپکو جنازہ میں شامل ہونا پسند ہے یا مسجد میں بیٹھنا آپنے فرمایا مسجد میں بیٹھنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ کیونکہ میں جبتک مسجد میں بیٹھا رہوں گا فرشتے میرے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ یہ مجھے ایک یا دو یا تین قیراط جتنا ثواب لینے سے زیادہ پسند ہے۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جبتک وہ مسجد میں رہتے کوئی گفتگو دنیاوی امور کیمتعلق نہ کرتے۔ اے دوست جو میں نے تیرے سامنے بیان کیا ہے اس میں غور کر۔ اور جبتک تو مسجد میں رہے نیک

نیتی سے ہی بات کر تو مصائب سے بچا رہیگا۔ اور غنیمت حاصل کریگا۔
اور ان کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ جو اُن کے معتقدین میں سے اُن کو نہ ملتا تو اُسے جھڑکتے اُس کے فیضان سے محروم ہونے کے خیال سے جس کا نفع اُنہیں کو تھا۔ اور نہ اپنے حقوق میں خلل کے سبب جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دوستوں کی اصلاح میں کوشاں رہتے تھے۔ اُن کو فقط اپنے ہی مصالح مقصود نہ تھے۔ چنانچہ مرشدی حضرت شاہ ابوالخیرؒ کا بھی ایسا ہی مبارک دستور تھا۔ خدا کی ان پر اور تمام امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے حساب رحمت نازل ہو۔
اور ان کافوری مزاج والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے تقویٰ میں پوری چھان بین کرتے۔ اور کسی کو متقی ہونیکا دعویٰ نہ ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر ذرّہ ذرّہ اعمال شمار کر رکھے ہیں۔ آج کل یہ خصلت بالکل معدوم ہے بلکہ اکثر متقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ میں غور نہیں کرتے صرف صبح شام ذکر کرنا ہی کافی خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے قول فعل کھانا لباس وغیرہ کو مطلق نہیں دیکھتے۔ بلکہ یہ لوگ حیران پھرنے والے مگرمچھ کی طرح ہیں تو اُن کا شملہ اور عمامہ تو فقیروں جیسا ہے اور افعال و اقوال فاسقوں اور منافقوں جیسے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تم میں سے کوئی بھی متقی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اُس کا قول و فعل ایسا نہ ہو جس سے دنیا اور آخرت میں فضیحت ہو ایکدفعہ ایک آدمی نے آپ سے عرض کی کہ انسان تقویٰ کی چوٹی پر کب پہونچ سکتا ہے۔ فرمایا جب اپنے تمام خیالات کو طباق میں رکھکر بازار میں چکر لگائے اور شرمندہ نہ ہو۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں۔ ایمان ننگا ہے اُسکا لباس تقویٰ ہے۔ امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو عمل مع تقویٰ کے ہو وہ کم نہیں۔ کیونکہ وہی تو مقبول ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں تقویٰ یہ نہیں کہ دن بھر روزہ رکھے۔ اور رات کو قیام کرے۔ اور نیک وبد اعمال کو خلط ملط کردے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ محرمات الٰہی کو چھوڑ دے۔ اور فرائض ادا کرے۔ جو اس سے بڑھکر کرے۔ وہ تو اعلیٰ نور ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے متقی کی علامت یہ ہے کہ وہ کلام کرنے سے لگام لگایا گیا ہو۔ جیسے احرام کی حالت میں محرم ہوتا ہے۔ نیز متقی کو تمام شریعت کا عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہ اپنی جہالت سے تقویٰ کی حدود سے نکلجائے گا۔ اور اُسے خبر تک نہ ہوگی۔ ابودرداء فرماتے ہیں۔ پورا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ رائی برابر عمل میں بھی اللہ سے ڈرے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے تقویٰ کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ کانٹے دار راستہ ہے۔ اس میں چلنے والے کو سخت صبر کی ضرورت ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمنے ایسے آدمی دیکھے ہیں جنہیں اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اُسے اچھا جانتے اور اُس سے صحبت کرتے برخلاف آج کل کے لوگوں کے کہ اس باتسے آزردہ خاطر ہوتے ہیں ایکدفعہ ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا اے عمر اللہ تعالیٰ سے ڈر تو آپ خشیت کے باعث غش کھاکر گر پڑے۔ ایک آدمی نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی آپ میرے لئے وطن بنانے کیلئے کونسا شہر پسند کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا کسی شہر میں اور تجھ میں کوئی رشتہ داری نہیں۔ تیرے واسطے وہ شہر اچھا ہے جو تجھے تقویٰ پر باعث ہو سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہمسے کوئی متقی ہو تو اس کی زندگی بھی بھی خوشگوار نہ ہو۔ اور نہ اُسے نیند آئے۔ اے دوست اپنے آپ کی تلاش کر کیا تو ان کی طرح اللہ سے ڈرتا ہے۔ یا ان سے کم وبیش تو استغفار کرتا ہے۔

اور ان کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے عیوب

بالکل پوشیدہ رکھتے۔ اور تقویٰ کے موقع میں اپنی خوب چھان بین کرتے اور کسی
کا عیب ظاہر کرنا نہ چاہتے۔ اور اپنے افعال و اقوال کا حساب لیتے رہتے۔ اور
اپنے تمام اعضاء کے محرمات میں واقعہ ہونے کی جستجو کرتے۔ خصوصاً زبان شکم
فرج۔ اور چشم کا حدیث میں آیا ہے اِنْتَہِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ عَنْهُ تَكُنْ اَوْرَعَ
النَّاسِ ترجمہ: جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس سے رک تمام لوگوں سے
متقی ہو گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر تم روزے رکھو کہ سوکھ کر
تار بنجاؤ۔ اور اتنی نماز بھی پڑھو کہ سوکھ کر تنکا ہو جاؤ۔ تو بھی تمہیں یہ مفید نہ ہو گی جبتک
تمہارے پاس خالص تقویٰ نہ ہو گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ کے جلیس زاہد اور متقی ہوں گے فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں وہ فقاہت کام کی نہیں جس میں تقویٰ نہ ہو۔ جیسے وہ نماز کچھ
نہیں جس میں خشوع نہ ہو۔ یا وہ مال کہ جس میں سخاوت نہ ہو۔ یونس بن عبید رحمہ
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حقیقی تقویٰ شبہات سے نکلنے اور ہر ہر قدم پر اپنے نفس کا معائنہ
کرنے کا نام ہے جو یہ نہیں کرتا وہ متقی نہیں۔ ابو عبداللہ انطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں گناہ صغیرہ کو حقیر نہ جانو۔ کیونکہ گناہ کو حقیر جاننا ترک تقویٰ کی سیڑھی ہے۔ ابن
سماک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے علم کو بغیر عمل کے حاصل کیا اس کا پیشوا
شیطان ہے۔ اور جو حکومت کا طالب ہوا اس کا رہبر فرعون اور جس نے تقویٰ تلاش
کیا اس کے امام انبیاء اور رسول علیہم السلام ہیں ضحاک فرماتے ہیں ہمنے ایسے
لوگ دیکھے جو تقویٰ سیکھا کرتے تھے اور اس کے سیکھنے میں تین تین مہینے یا اس سے
بھی زیادہ عرصہ تک سفر اختیار کرتے آج کل کوئی اس کو طلب نہیں کرتا۔ اگر یہ
تبلایا بھی جائے تو بھی عمل نہیں کرتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ محمد بن
سیرین جب کسی چیز کو مشتبہ دیکھتے تو بالکل ترک کر دیتے اگرچہ سارے بیت المال

میں ہو۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم تو
حلال کے نو حصے چھوڑتے تھے اِس ڈر سے کہ کہیں حرام میں گرفتار نہ ہو جائیں
اسلاف کی عادت تھی اگر کسی کا دینار گر پڑے اور اس کی تلاش میں جائیں اور
دینار کو پڑا دیکھیں تو اُسے نہ اُٹھاتے کہ ممکن ہے کسی اور کا ہو۔ اور میرا کسی نے
اُٹھا لیا ہو۔ رباح القیس سے کہا گیا کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ
کے متعلق جو آپ نے دیکھا ہے سنائیں آپ نے فرمایا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ
نے ایکدن ہمیں ضیافت کیلئے بلایا ہم کھا رہے تھے تو فرمانے لگے ٹھہر جاؤ۔ اِس
چراغ کا تیل عوام کا تیل ہے جسمیں ان کے رجسٹر دیکھتا ہوں طلحہ بن مصرف جب
کوئی دیوار یا ٹٹی کھڑی کرتے تو اس کو اپنی طرف جھکا دیتے تاکہ اُس کی مٹی جس سے
اُس کی بنا کی گئی ہے راستہ میں نہ گرے۔ یونس بن عبید اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کسی تعجب
انگیز چیز کو دیکھکر اللہ تعالیٰ کے جلال کے خیال سے سبحان اللہ نہ کہتے۔ عمر بن عبد
العزیز کا لڑکا اگر مالِ غنیمت میں سے ایک سیب منہ میں ڈال لیتا تو سختی سے نکالدیتے
اور فرماتے خوفِ الٰہی کے باعث نکالتا ہوں گویا میں اپنے دل سے نکالتا ہوں۔ نیز
ہمیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت معلوم ہوا کہ آپ اپنے ایک قرض سے مطالبہ
کے لئے گئے۔ اُس آدمی کے گھر کے پاس درخت تھا آپ نے دھوپ میں کھڑے ہو کر مطالبہ کیا
کسی نے آپ سے کہا آپ سایہ میں کھڑے کیوں نہیں ہوتے آپ نے فرمایا میرا اس کے
مالک پر قرض ہے جو فائدہ قرض سے حاصل کیا جائے وہ سود ہے جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے مغیرہ بن شعبہؓ جب پھیری والوں سے کوئی چیز
خریدتے تو راستہ سے ایک طرف کھڑے ہوتے چلنے والوں کی دقت کے خیال سے قاضی بکار
بن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی والدہ سے چادر مانگی تاکہ اوڑھ کر روٹی پکوالیں تو راستہ میں
ایک شخص نے آپ سے کلام کیا آپ جواب کیلئے کھڑے ہوئے اس شخص نے پوچھا آپ کلام

کیوں نہیں کرتے۔ تو آپنے فرمایا اے دوست میں نے اِس چادر کو روٹی پکوانے کیلئے مستعار لیا ہے۔ نہ اسلئے کہ اسے لیکر بازار میں کھڑا ہوں گا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ کہ تو باتیں کریگا تو میں اجازت لے لیتا۔ بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی چھت کا پرنالہ اپنے گھر کے اندر رکھتے کسی پر گرنے کے خیال سے آپکے پاس ایک بلی مر گئی۔ آپ نے اسے گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا۔ اور ڈھیر پر نہ پھینکا کہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف ہو فضیل بن عیاض فرماتے ہیں تم مکہ کیطرف مشتبہ اور حرام مال لیکر نہ جاؤ۔ کیونکہ حرام مال کا ایک دانق بھی واپس کرنا اللہ کے نزدیک پانچ حج سے جو مشتبہ مال سے ہو بہتر ہے۔ یزید بن وریج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے باپ کا بہت سا مال متروکہ نہ لیا۔ اور فرمانے لگے مجھے اسکے پیشہ کی حلت میں شک ہے کیونکہ وہ امرا کے پاس اشیاء بیچا کرتا تھا عبد اللہ بن مبارک اپنے غلام کی کمائی سے نہ کھاتے جب کہ اُس نے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ کے فروخت کی ہو اور فرماتے تو نے اس کو درود پڑھکر اور اسکی تعریف کر کے بیچا ہے اسی لئے لوگوں نے اسے خریدا ہے پس تجھے مناسب ہے کہ ایسا نہ کیا کرے اور خریدار کو یہ کہنے سے پرہیز کرے کہ یہ ارزاں اور خوبصورت ہے بلکہ تم خاموش رہکر فروخت کرو فضیل ابن عیاض ایک دفعہ بازار میں اپنے عیال کے لئے روٹی لینے گئے تو دیکھا کہ نان بائی روٹی بیچنے کے وقت تسبیح اور کلمہ اور درود وغیرہ پڑھکر گرم بازاری کرتا ہے پس آپ نے اس سے نہ خرید کیا۔ اور آپ معہ بال بچوں کے سب بھوکے سوئے یہانتک کہ دوسرے دن ایک خاموشی سے روٹی فروخت کرنیوالے سے خرید کر لائے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ یہ کام سہل ہے۔ آپنے جواب دیا میں ڈرتا ہوں کہ یہ تمہاری سہل انکاری مجھے جہنم میں نہ ڈالدے۔ یونس بن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ چادریں اور ڈھنی وغیرہ فروخت کیا کرتے لیکن جب آسمان ابر آلود ہوتا تو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لیکر جاتے کسی نے اِس

کا باعث دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ابر کے دن خریدار کو اکثر دفعہ معیوب شے صاف نظر آتی ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے فقہا میں سے مشتبہ امور کی رخصت طلب کی اُس کا علم جہنم کا توشہ ہے۔ ابو علی بخورانی نے ایک کرتہ خریدا اور پہنا تو ایک آدمی نے کہا میں نے اس کرتہ کو خریدا تھا جس میں ایک درہم مشتبہ تھا پس آپ پانی میں گھسکر ننگے ہو گئے اور فرمانے لگے مجھے ایک کرتہ بطور صدقہ کون دیتا ہے کہ میں پانی سے نکلوں۔ لوگوں نے آپ پر کپڑا اڑا دیا۔ انتہا اے دوست اس خصلت کو بغور دیکھ۔ اور اپنی تلاشی لے۔ اور سلف کی تقویٰ میں پیروی کر۔ اور صلاحیت کے دعویٰ کو چھوڑ۔ اگر تو ایسے عمل نہیں کرتا۔ کیونکہ غیر متقی متقیوں کے نزدیک فاسق ہے۔ اس کا ان کے درجہ میں کوئی حصہ نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اہلِ دل کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ اکثر خاموش رہتے۔ اور نہایت دانائی سے مخاطب کی آسانی کیلئے گفتگو کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَاُخْتُصِرَ لِیَ الْکَلَامُ اِخْتِصَارًا ترجمہ:۔ میں جامع کلمات عطا کیا گیا ہوں اور میرے لئے کلام مختصر کی گئی ہے ابو الحسن ہروی فرماتے ہیں دانائی چار باتوں سے ترقی کرتی ہے گناہ پر نادم ہونا۔ موت کے لئے تیاری کرنا۔ کم خوراک کھانا اور دنیا سے بے رغبت لوگوں کی صحبت کرنا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محمد بن یوسف عبادت میں لگے ان کو دانائی مل گئی۔ اور ہم کتابی علم میں مشغول رہے اسلئے جھگڑوں میں پڑ گئے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دانائی آسمان سے اترتی ہے۔ لیکن

جس دل میں یہ چار خصال ہوں۔ اس کے دل میں گھر نہیں کرتی (۱) دنیا کی طرف میلان (۲) کل کا غم کھانا (۳) بھائی کا حسد کرنا (۴) اور لوگوں پر بڑائی کو پسند کرنا جس میں یہ خصلتیں ہوں اس میں دانائی نہیں جاتی منجملہ ان دانائی کی باتوں کے جو سلف سے منقول ہیں ایک حاتم اصم کا یہ مقولہ ہے لَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ۔ وَانْظُرْ اِلٰی مَاقَالَ ترجمہ جو کہے اسکو نہ دیکھو بلکہ جو کچھ کہے اس کو دیکھو۔ اور خُذِ الْحِکْمَۃَ حَیْثُ وَجَدْتَّھَا فَاِنَّھَا ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَاِذَا وَجَدْتَّھَا فَقَیِّدْھَا۔ ثُمَّ ابْتَغِ ضَالَّۃً اُخْرٰی۔ ترجمہ:۔ جہاں کسی سے دانائی پاوے لو۔ کیونکہ وہ مومن کی گم شدہ ہے۔ پھر جب اُسے پالو تو اُسے قید کر لو پھر دوسری گم شدہ کی تلاش کرو۔ اور منجملہ ان کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقولہ ہے جو اپنے قدر سے کم پر خوش ہوگیا اس کو مقصود سے زیادہ رتبہ دیا گیا۔ نیز فرمایا ہے تم دانائی ضرور سیکھو۔ کیونکہ دانائی مسکینوں کو بادشاہوں کے مرتبہ تک پہونچاتی ہے۔ اور منجملہ ان کے اکثم بن صیفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے لوگوں سے بے رُخ رہنا۔ عداوت پیدا کرتا ہے۔ اور ان کو خوشی سے ملنا برے ہمنشین پیدا کرتا ہے۔ لہذا تم دونوں کے درمیان رہو۔ اور منجملہ ان کے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ دنیا میں سب سے کم آرام میں رہنے والا حاسد اور کینہ ور ہے۔ ایک آدمی نے احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا اے احنف تو کانا ہے پھر تجھے قوم نے اپنا سردار کیوں بنا لیا۔ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں لایعنی باتوں کو چھوڑ کر انہیں امور میں مشغول ہوتا تھا جو سراسر مفید ہیں۔ چنانچہ تو ایسے امور میں مشغول ہوا جو کچھ کارآمد نہیں۔ اگر دریافت کیا جائے ضابطہ کیا ہے جس سے غیر مفید باتیں معلوم ہوں تو جواب یہ ہے کہ جن باتوں کی طرف دینی اور دنیوی حاجت نہ ہو وہ غیر مفید ہیں واللہ اعلم یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے کہا علم حلم اور دانائی انسان سے کب چھینی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا جب ان تینوں کے ذریعہ دنیا حاصل کرنی چاہے

نیز فرمایا جب دنیادار تیری تعریف یا مذمت کریں تو اُس کو لغو باتوں میں شمار کر کیونکہ ان کی عقلیں مسخ ہو چکی ہیں۔ اور مخفی نہ رہے کہ آدمی کا دنیا سے باہر ہو کر کوئی پیشہ کرنا اس رند سے اچھا ہے جس میں اسے پیشہ کی طرف توجہ رہے۔ آپ نے فرمایا مریدوں کا خلوت میں بیٹھنا شیطان کے لئے رنجیدہ ہے۔ اور ریاکاروں کیلئے لوگوں کا دیکھنا خوشی ہے۔ نیز فرمایا جس نے تیرے گناہ پوشیدہ رکھے اور تیری ذلت نہیں کی وہ تمام مخلوق سے اچھا ہے کیونکہ تو ہزارہا گناہ اللہ کے کرتا ہے۔ لیکن وہ ان پر پردہ ڈالتا ہے۔ اور اگر کسی شخص کو تیرا ایک عیب بھی معلوم ہو جائے تو تجھے خوار ذلیل کریں۔ اور منجملہ ان کے ابو محمد رد اماری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقولہ ہے اگر تو مال کو جمع کرے تو تو اس کا ذمہ دار ہے اور اگر تو خرچ کرے تو ایلچی ہے پس ذمہ دار خیانت نہیں کرتا۔ اور قاصد احسان نہیں جتاتا۔ نیز فرماتے ہیں جو بخیلوں سے احسان کا طالب ہو اگر اس کی اہانت کی جاوے تو اپنے آپ کو ملامت کرے اور بس۔ اور منجملہ ان کے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے اپنے پر سب سے بڑا ظلم کرنیوالا وہ ہے جو ایسے شخص کو تواضع سے پیش آئے جو اس کی خاطرداری نہیں کرتا۔ اور جس سے کچھ نفع کی امید نہیں۔ اس سے دوستی کر لے۔ اور جو اس کو نہیں جانتا اس کی تعریف سنے۔ نیز آپ فرماتے ہیں جس نے تیرے سامنے کسی کی چغلی کی وہ تیری بھی کریگا۔ اور جو تیرے پاس دوسروں کی باتیں تیرے سامنے نقل کرے وہ تیری باتیں دوسروں کے سامنے بھی نقل کریگا۔ اور جو شخص خوشنودی کیحالت میں ایسی باتوں سے تعریف کرے جو تجھ میں موجود نہیں وہ ناراضگی کی حالتمیں ایسی باتوں سے تیری مذمت کریگا جو تجھ میں موجود نہیں۔ نیز فرماتے ہیں جب آدمی شادی کرتا ہے تو گویا وہ کشتی میں سوار ہو رہی۔ جب اُس کا ایک لڑکا ہوا تو گویا اُسکی کشتی ٹوٹ گئی۔ نیز آپکا مقولہ ہے۔ اہل مروت کے لئے دنیا میں آرام طلب کرنا ٹھیک نہیں۔

کیونکہ ایسے لوگ تمام زمانہ مصیبت میں رہتے ہیں نیز فرمایا جب تیرے دوست کو حکومت ملجاوے تو جس قدر محبت اسکو تیرے ساتھ پہلے سے تھی اسکے دسویں حصّہ پر راضی ہوجا۔ منجملہ اِن کے ابوامامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے جو لوگوں کو بغیر دلیل کے دِق کرے تو اسے آئندہ ذلت پر صبر کرنا چاہیئے۔ نیز فرماتے ہیں جو کسی کی ایذا دہی پر صبر کرے تو اس نے نیکی کے لیئے جگہ آراستہ کرلی۔ نیز آپ کا مقولہ ہے کہ جس نے زندگی میں تیرے ساتھ نیکی نہ کی ہو اس کی موت پر تیری آنکھ کو رونا نہیں چاہیئے۔ نیز فرماتے ہیں اگر بکریوں کے ساتھ بھیڑیے کے سلوک پر چرواہا خوش ہو تو کتے مسافروں پر بھی نہ بھونکیں۔ نیز آپ کا مقولہ ہے قصور کا اقرار گناہ کو گرا دیتا ہے۔ اور اشراف رشتہ دار کے ساتھ آزمائے جاتے ہیں۔ اور منجملہ ان کے عبد اللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقولہ ہے۔ اے اللہ مجھپر دنیا کو فراخ کردے اور مجھے اس سے بے رغبت کرا اور ایسا نہ کر کہ دنیا مجھپر تنگ ہو اور میرے دل میں اسکی رغبت ہو۔ نیز انکا مقولہ ہے اے اللہ آج مجھے ایسے کام میں لگا دے جسکی نسبت کل مجھسے سوال ہوگا۔ نیز آپ فرماتے ہیں تواضع لئیم کو صاحب مرتبہ بنا دیتی ہی اور تکبر شریف کو ذلیل کرتا ہے اور جو حکومت کا طالب ہو تو وہ اسکو ٹھکا دیتی ہی۔ اور جو اس سے بھاگتا ہے وہ اس کے پیچھے آتی ہے۔ نیز ان کا مقولہ ہے کہ کثرت عیال پر خوش نہ ہو۔ وہ مال کیلئے کیڑا ہے۔ اور آدمی کیلئے ذلت۔ اور منجملہ ان کے فضیل بن عیاض کا یہ مقولہ ہے جسکا غصّہ زیادہ ہے اُس کے دوست کم ہیں جس نے بدمعاش پر انعام کیا اُس نے بدمعاشی کی امداد کی۔ اور جس نے لیئم سے سوال کیا اُس نے اپنے کو ذلیل کیا جس نے بے عمل سے علم سیکھا اس نے اس کی جہالت کو ترقی دی اور جس نے بیوقوف کو علم پڑھایا اس نے عمر بے فائدہ ضائع کی۔ اور جس نے ناشکر پر احسان کیا اُس نے اپنی نیکی ضائع کرلی۔ اور منجملہ ان کے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقولہ ہے

محرمات سے باز رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔ مصیبت کے وقت صبر
کی حقیقت کھلتی ہے دیرینہ فراق سے دوستوں کی دوستی معلوم ہوتی ہے ۔
ادب سے علم ذہن نشین ہوتا ہے۔ ترک طمع سے دوستی مضبوط ہوتی ہے نیک
نیتی سے نیکوں کی صحبت دائمی ہوتی ہے۔ نیز ان کا قول ہے جس کی قید قرآن مجید
ہے اس کی رہائی موت ہے جسکو عبادت نے ذبح کردیا۔ اس کو کامیابی زندہ کرے گی
جس نے دنیاوی خواہش بند کردی۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ذکر الہٰی کی خواہش
پیدا کریگا۔ ان کا مقولہ ہے جس نے نرمی کی وہ اپنے ہمعصروں پر سردار بنا۔ اور
جس کا غصہ بڑھا وہ ذلت میں غرق ہوا۔ فرماتے ہیں ملکر رہنے میں اگر کچھ کدورت
بھی ہو تو وہ اس صفائی سے بہتر ہے جو جدائی اور علیحدگی سے حاصل ہو جب قریبی دشمن
ہو تو وہ غیر ہے۔ اور اگر غیر دوست ہو تو وہ قریبی ہے اور منجملہ ان کے بشر حافی رحمہ اللہ
تعالیٰ کا یہ مقولہ ہے جب نوافل فرائض کی جگہ پر سمجھے جاویں تو نوافل کو ترک
کردو۔ نیز ان کا مقولہ ہے جو اچھے کو اچھا نہ جانے وہ بُرے کو بُرا نہیں سمجھتا ان
کا مقولہ اختلاف کیساتھ دوستی نہیں ہوسکتی۔ نیز ان کا مقولہ ہے نعمتوں کی وجہ سے
ہمپر آفت نہیں آئی بلکہ ناشکری کی وجہ سے جیسے ہم قلتِ عمل کے باعث مصیبت
میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ ہمیں صدق اور اخلاص کے کم ہونے کے سبب جیسا کہ
ہم کثرتِ گناہ کے باعث نہیں تباہ ہوئے۔ بلکہ حیا کی کمی کے باعث جیسا کہ ہم قلت
استغفار کے باعث بلا میں گرفتار نہیں ہوتے بلکہ بے وفائی کے باعث گناہ کی طرف
جلدی سے میلان عذاب نہ ہونے کے باعث ہے۔ اور اگر عذاب ہمکو جلدی سے
آجائے تو ہم تمام گناہوں سے بالکل ہٹ جائیں۔ اے دوست اس کو یاد رکھ اور
اپنے باطن کو دنیا کی محبت اور خواہشات سے صاف کر۔ اور اللہ تعم کا بکثرت ذکر کر
جب تیرا اندر صاف ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ تیری گفتگو میں حکمت دیگا۔ اور تو اپنے

زمانہ کا بھیم ہوگا۔ اور دنیا کی محبت کی موجودگی میں یہ ناممکن ہے۔
اور ان حضرات کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرتے اور ہر ایک مسلمان کو بطریق شرعی نصیحت کرتے۔ اسی لیئے وہ لوگوں کے سردار ہوتے اگر ان کو کسی کیساتھ حسد یا کینہ ہوتا تو کبھی سردار نہ ہوتے اور نہ بادشاہ ان کے قدموں کو بوسہ دیتے۔ اے برادر اگر تو بھی ایسا ہونا چاہے تو نہایت خاوص نیت سے ان کے بقدم چل ورنہ بناوٹ کرنے والے شخص کیحالت پر اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کو اطلاع دیتا ہے اس لیۓ اسکا رواج نہیں ہوتا میں نے حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے جو اپنے عمل خالص اللہ کیلیۓ کرے اللہ اسکی محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے لیکن جس کی دیانت میں کچھ آمیزش ہو اپنے بعض برگزیدوں کو اس کے باطن کی اطلاع دیتا ہے لہذا کسی کے دل میں اس کی محبت نہیں ہوتی۔ حدیث میں آیا ہے اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ترجمہ نیکیوں کو حسد ایسے کھاتا ہے جیسے لکڑیوں کو آگ اور جب آدمی کی نیکیاں ضائع ہوجائیں تو اس کی سرداری بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اسوقت گناہگار ہوگا یا اسکی حالت درمیانی ہوگی کہ نہ اسکی نیکی ہوگی نہ بدی۔ اور یہ تو مسلم ہے کہ ریاست اور فوقیت اس شخص کو ہوتی ہے جو اخلاق اور اعمال حسنہ میں تمام سے بہتر ہو۔ احنف بن قیس فرماتے ہیں حاسد کو آرام نہیں اور بدخلق کو سرداری نہیں۔ امیر المومنین عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کسی شخص پر نعمت نہیں پوری ہوتی مگر اسکے حاسد بھی ہوتے ہیں فرقد السنجی فرماتے ہیں حسد کے چھوڑنے کی دوا ترک دنیا ہے۔ لیکن جو دنیا کی طرف راغب ہو اس کو حسد لازم ہے خواہ مانے یا نہ مانے سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حاسد بدفہم ہوتا ہے جسکو خوش فہمی کا شوق چاہیئے حسد نہ کرے میں نے کئی دفعہ نئے کپڑے پہنے اس خوف سے

چھوڑ دے کہ میرے ہمسایہ وغیرہ کو حسد نہ ہو یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کسی نعمت پر محسود اس شخص سے اچھا ہے جس کے پاس کوئی نعمت نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور حاسد کو معذور جانے۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حسد سے بچو۔ کیونکہ آسمانوں میں سب سے پہلے اسی گناہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے۔ اور یہی پہلا گناہ ہے جس سے زمین میں اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تو حاسد کی شرارت سے بچنا چاہے تو اپنے تمام کام اس سے مخفی رکھ۔ مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سلف اپنے دوستوں پر شفقت کر کے ان کو پند و نصیحت کرتے تھے لیکن آجکل نصیحت عداوت ہے میں کسی کو نصیحت نہیں کرتا۔ مگر وہ میرے عیوب کی تلاش کرتا ہے اور میری نصیحت پر عمل کرنا بھولجاتا ہے محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کسی کے دین یا دنیا پر کبھی حسد نہیں کیا یہ مجھپر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے۔ ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو انکے دین کی کمی پر رحم کر کے سب سے بڑھ کر نصیحت کرنیوالے تھے آپ فرمایا کرتے مجھے ان نافرمانوں اللہ سے غافل لوگوں پر رحم آتا ہے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی تو آپ بیمار ہو جاتے اور بیماروں کی طرح آپ کی عیادت کی جاتی پھر جب یہ مصیبت زائل ہوتی تو آپ بھی بالکل تندرست ہو جاتے۔ جو اس مقام کو پالیتا ہے وہ کسی طبیب کا معالجہ نہیں کراتا۔ کیونکہ طبیب کو اس مرض میں مطلقاً دخل نہیں واللہ اعلم۔ ایکدفعہ عبد الملک بن مروان نے حجاج بن یوسف سے پوچھا اے حجاج تمام لوگ اپنے عیوب سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اپنے عیب مجھے بتلا۔ حجاج نے عرض کی اے امیر المومنین اس بات سے مجھے معاف کیجئے عبد الملک نے کہا ضروری ہے اور اسے قسم دی۔ اس نے کہا میرے عیوب میں سے چند یہ ہیں سخت

جھگڑالو ہوں اور کینہ ور اور حاسد ہوں۔ عبدالملک نے کہا اللہ تجھے ہلاک کرے شیطان
میں بھی تیرے بیان کئے ہوئے عیوب سے زیادہ نہیں ہیں۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں میں عالموں کی شہادت عوام کی نسبت قبول کر سکتا ہوں لیکن
ایک کی دوسرے پر قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ تمام کے تمام حاسد ہیں۔ اسی طرح
امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرمایا کرتے۔ اوس بن خارجہ سے پوچھا گیا تمہارا
سردار کون ہے اس نے کہا حاتم طائی۔ اس سے پوچھا گیا تو اس کے مقابلہ میں
کس درجہ کا ہے اس نے جوابدیا میں اس کے خادم ہونے کے بھی قابل نہیں حاتم
طائی سے سوال ہوا کہ تمہارا سردار کون ہے تو اس نے کہا اوس بن خارجہ۔ پھر
پوچھا گیا تو اس کے مقابل میں کیسا ہے۔ اس نے کہا میں اسکے مملوک ہونیکے بھی
قابل نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارے علماء اس امر میں کہاں
پہونچ سکتے ہیں۔ ایکدن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی قبیلہ کے ایک
آدمی سے پوچھا تمہارا سردار کون ہے تو اس نے کہا اے امیرالمومنین میں ہوں۔
امیرالمومنین نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ اگر تو سردار ہوتا تو یہ نہ کہتا۔ ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں حاسد کی علامت یہ ہے کہ وہ طمع کی وجہ سے تیرے قریب ہوتا ہے۔ اور
اپنی بد خلقی اسے تجھ سے دور کرتی ہے تمام لوگوں سے زیادہ حسد کرنیوالے رشتہ دار
اور ہمسایہ ہیں کیونکہ وہ انعامات دیکھتے اور حسد کرتے ہیں اسی لئے امیرالمومنین عمر
بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کیطرف لکھا کہ قرابتیوں کو
کہدو کہ کبھی کبھی مل لیا کریں اور پاس پاس نہ رہیں فضیل بن عیاض رحمہ اللہ
سے سفیان ثوری نے کہا خوب سمجھ لو اگر لوگوں کو اتنی نصیحت کرو وہ تمہارے
جیسے ہو جائیں تو بھی نصیحت کا حق تمسے ادا نہیں ہوگا۔ تو جب وہ تمہاری حالت کو
ہی نہ پہونچیں تو کیونکر نصیحت کا حق ادا ہوگا شقیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر

تجھ میں ایسی عادتیں ہوں جن سے تیرا دشمن تجھسے ڈرے تو تجھ میں نیکی کا نام ونشان نہیں ہے۔ چہ جائیکہ تجھ میں ایسی عادتیں ہوں جن کی وجہ سے تیرا دوست بھی ڈرتا رہے۔ اور یقین جانو کہ جو لوگوں کی برائیوں کی جستجو کرے۔ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا جس سے لوگ محفوظ رہیں اور وہ لوگوں سے محفوظ رہیگا جو لوگوں کی چغلی کرے وہ دین اور دنیا میں محتاج ہوگا۔ اور ابلیس کا خادم ہوگا سوائے دوست تو اپنے آپکی تفتیش کر اور غور کر کہ تو مسلمان بھائی کے انعام پر جو اسپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے حسد تو نہیں کرتا۔ اور کیا توان کیلئے مطابق امر الٰہی کے نصیحت کرتا ہے یا اسکے مخالف ہے اب کثرت سے استغفار کر اور ابلیس کی تابعداری سے پناہ طلب کر اور صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ سخت بھوک کی برداشت کرتے اور شکم سیری نہ کرتے تاکہ ان کی خاموشی زیادہ ہو۔ اور ان کا کلام کم ہو جیساکہ علمائے عاملین کی عادت تھی کہ جو سیر ہوتا اس کا بیہودہ بولنا بڑھ جاتا۔ محمد راہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے اپنے پیٹ میں بیہودہ کھانا بھرا۔ اس کی زبان سے فضول باتیں نکلیں گی۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان کو تیر مارنا اس کی زبان سے اس کو طعن و تشنیع کرنیسے کم ہے۔ کیونکہ زبان کے نشانے کبھی چوکے نہیں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بات تیر کی طرح ہے اگر تیرے پاس سے نکلجائے تو تیری مالک ہو جائیگی۔ اور تو اسکا مالک نہیں ہوگا جابر بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھپر کس سے ڈرتے ہیں۔ آپنے فرمایا اس سے اور زبان کی طرف اشارہ کیا۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو غور کرے وہ تمام اہل مجلس سے اشرف اور زیادہ باہیبت اس شخص کو پائیگا جو اکثر خاموش رہے کیونکہ سکوت عالم کیلئے زینت ہے اور جاہل کا پردہ

وہب بن ورد فرماتے ہیں عاقبت وس حصے ہے نو حصے صرف سکوت میں ہیں
اور ایک حصہ لوگوں سے دور بھاگنے میں ہے منصور بن معتمر رحمہ اللہ تعالیٰ نے
چالیس سال تک بعد نماز عشا کے لغویات نہیں کیں حسن بصری فرماتے ہیں
انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اِس کے پاس ہیں اور اس کی زبان اور قلم اور
اسکی تھوک ان کی سیاہی ہے۔ پھر وہ بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ
تعالیٰ نے موت سے پہلے بیس سال تک دنیاداروں کی سی گفتگو نہیں کی حسان بن
سنان کی نسبت مروی ہے کہ اِن سے ایک بات لغو سرزد ہوئی تو انہوں نے اپنے
آپ کو ایک سال کامل روزے رکھکر سزا دی۔ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب
کوئی لغویات کرتے تو اس کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
پڑھتے اور فرماتے سلف ہر مجلس میں محض دنیاوی باتوں کا کرنا بُرا جانتے جبتک اسکے
ساتھ کوئی نیک بات نہ ملے مورق عجلی بیس سال تک خاموش رہنا سیکھتے رہے
یہانتک کہ سیکھ گئے معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان کا غیر مفید
باتیں کرنا اللہ کے اُسکو بے مدد چھوڑ دینے کے باعث ہوتا ہے مالک بن دینار فرماتے
ہیں انسان کا بیہودہ باتیں کرنا دل کو سخت اور بدن کو سُست بنا دیتا ہے اور تنگی
رزق کا باعث ہے فضیل بن عیاض فرماتے ہیں زبان سے سر کی حفاظت ہو سکتی ہے
بشر حافی نہایت کم گفتگو کرتے اور دوستوں کو فرماتے تم غور کرو کہ اپنے اعمالنامہ
میں کیا لکھوا رہے ہو۔ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے پیش ہوگا۔ سو جو بیہودہ گوئی
کرتا ہے اس پر حیف ہے۔ اگر دوست کو کچھ لکھواتے ہوئے کبھی الفاظ بُرے لکھواؤ تو
یہ تمہاری بیحیائی ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہارا کیسا برتاؤ ہے۔ ربیع بن خثیم
رحمہ اللہ تعالیٰ جب صبح کو اُٹھتے تو کاغذ قلم اپنے پاس رکھتے اور کوئی بیہودہ بات
ان سے سرزد ہوتی۔ مگر شام کو اپنے نفس کا حساب کرتے اور فرماتے کہ ہیں ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ آپ منہ میں پتھر ڈال رکھتے یہ علاج آپ نے کئی سال کیا۔ یہانتک کہ آپ کو کم گوئی کی عادت ہو گئی آپ اس پتھر کو کھانے یا نماز وغیرہ کیلئے نکالتے اور یہ تمام کارروائی غیر مفید باتوں کے روکنے کیلئے ہوئی۔ جب آپ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ زبان نکالتے اور فرماتے اس نے مجھے مصائب میں ڈالا ہے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو بکواس کرتے دیکھتے تو فرماتے کلام قدرے کم کر۔ یونس بن عبید فرماتے ہیں ایک لغو کلمہ کو چھوڑنا نفس کیلئے ایکدن کے روزے سے مشکل ہے۔ کیونکہ انسان بسا اوقات سخت گرمی میں روزہ رکھلیتا ہے مگر لغو کلمہ سے رک نہیں سکتا۔ اے دوست تو اپنی تفتیش کر کہ تو نے اس بات کو پورا کیا ہے یا نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؀

عُلمارعاملین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ اپنی مجلس میں غیبت کا دروازہ بالکل بند کرے۔ تاکہ انکی مجلسیں گناہ کی مجلسیں نہ ہوں اس خیال سے کہ انہوں نے جو درود وظائف پڑھے ہیں یا قرآن اور حدیث اور تفسیر اور فقہ کی تعلیم دی ہے اسکے ثواب سے محروم نہ ہوجائیں۔ سو اے بھائی تجھے بھی لازم ہے کہ اپنے مریدوں کو اور شاگردوں کو چغلی اور غیبت وغیرہ سے سختی کیساتھ روکے اور خاموش رہکر درگذر نہ کرے ورنہ تو بھی انکا شریک ہوگا۔ اور تم سب فاسق ہوگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے لیلۃ المعراج کو جہنم میں دیکھا کہ ایک قوم مردار کھا رہی ہے تو میں نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا یہ کون ہیں اُسنے کہا یہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھاتے تھے ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں غیبت دل کو راستی اور ہدایت سے ویران کر دیتی ہے

ابوعوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک دن محمد بن سیرین کے پاس گیا۔ اور حجاج بن یوسف کی نسبت ذکر کیا۔ تو مجھے کہنے لگے اے ابوعوف اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہے جب وہ حجاج سے بدلہ لیگا تو حجاج کا بدلہ بھی اوروں سے لیگا اور جب تو اللہ تعالیٰ سے ملیگا تو تیرے خیال میں معمولی گناہ تجھپر مشکل ہوگا اور حجاج کے گناہ سے بڑھکر ہوگا۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب معلوم ہوتا کہ میری کسی نے غیبت کی ہے تو آپ اس کی طرف تحفہ ارسال کرتے۔ اور قاصد کی زبانی کہلا بھیجتے میں نے سنا ہے کہ تمنے میرے پاس اپنی نیکیوں کا تحفہ ارسال کیا ہے۔ وہ تحفہ یقیناً میرے تحفہ سے قیمتی ہوگا۔ عبدالعزیز ویرینی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب معلوم ہوتا کہ کسی نے ان کی غیبت کی ہے تو آپ اس کے مکان پر جاتے تو اس سے کہتے کہ اے دوست تیرے اور عبداللہ کے گناہوں کا کیا تعلق ہے کہ تو ان کو برداشت کرتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اس بات سے پرہیز کرو کہ کسی کے ظلم پر اسے گالی یا برا کہو۔ کیونکہ اس نے تجھے ایک دفعہ تکلیف دی سو تو اسے گالی گلوچ دیگا تو اس سے اپنا حق پورا کر لیگا۔ اور بعد ازاں اس کا وبال تجھپر ہوگا۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علماء کا فضل آج کل غیبت ہے اور ایک دوسرے کے نقص اس خیال سے بیان کرتے تاکہ اس کا ہمسر اس سے بڑھ نہ جائے۔ اور علم و تقویٰ میں مشہور ہو جائے۔ اور ان کی شہرت نہ ہو۔ ابراہیم بن ادھم غیبت کرنیوالوں کو سخت سرزنش کرتے۔ ایک دفعہ آپ کو کسی نے ضیافت میں بلایا۔ جب آپ اسکے ہاں گئے تو اسے کسی کی غیبت کرتے سنا تو فرمانے لگے ہم عرصہ سے دیکھتے ہیں کہ لوگ گوشت سے پہلے روٹی کھاتے ہیں۔ مگر تم روٹی سے پہلے گوشت کھاتے ہو۔ پھر آپ اٹھ گئے اور کھانا نہ کھایا۔ وہب بن ورد فرماتے ہیں بخدا میرے نزدیک غیبت کا ترک سونے کے پہاڑ کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالےٰ

فرماتے ہیں۔ غیبت سے بہت ہی کم بچے ہیں۔ سفیانؒ ثوری رحمہ اللہ تعالےٰ
فرماتے ہیں۔ غائبانہ اپنے دوست کا ذکر تو ایسی باتوں سے کر جسکو تو پسند کرے کہ تیرا ذکر
غائبانہ ان سے کرے۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آدمی کو یہی گناہ
کافی ہے کہ وہ نیک بنے۔ پھر وہ نیکوں کی مجلس میں بیٹھکر ان کی عزت خراب کرے
زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے غیبت کی نسبت سوال ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا جس
بات سے تو اپنے دوست کو روبرو خطاب کرنا نہ پسند کرے۔ وہ غیبت ہے۔ ایک رات شقیق
بلخی اپنے وظائف سے غافل ہوکر سو رہے۔ بی بی نے سرزنش کی۔ آپنے فرمایا۔ تو
مجھے ایک رات کے وظیفہ چھوڑنے پر خفا ہوتی ہے۔ کیونکہ بلخ کے اکثر علماء، وزہاد
میرے لئے نماز روزہ کرتے ہیں۔ اُس نے پوچھا یہ کیونکر۔ آپنے فرمایا وہ رات بھر
جاگتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ پھر شقیق کی غیبت کرتے ہیں اور اس کا
گوشت کھاتے ہیں۔ اِس لئے ان کی تمام نیکیاں میرے اعمالنامہ میں ہونگی ابوامامہ
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک آدمی کو قیامت کے دن اعمالنامہ ملیگا وہ ایسی نیکیاں
لکھی دیکھے گا جو اس نے نہ کی ہوں گی۔ وہ عرض کریگا اے پروردگار یہ مجھے کہاں سے
ملیں۔ اُس سے کہا جائیگا یہ غیبت کے بدلے ہیں جو لوگ تیری لاعلمی میں کرتے تھے
عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر میں کسی کی غیبت کروں تو
اپنے ماں باپ کی کروں۔ کیونکہ میری نیکی کے وہ بہت مستحق ہیں۔ محمد بن علی رحمہ
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کسی شخص کی آبرو ریزی کرے گویا اس نے اپنی نیکیوں کے
لئے اپنے سے مقدم جان لیا۔ اور اسے اپنے سے پیار اسمجھا۔ میں کہتا ہوں۔ اُس
شخص کو اِس سے مکدّر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خوش ہونا چاہیئے اگرچہ اسکا حقیقتاً یہ
مقصود نہیں کیونکہ واضح ہے کہ جو نیکیوں کے تحفہ دینے والے پر خفا ہو وہ احمق ہے۔ ہاں اگر اُسکا خفا ہونا
کسی مصلحت شرعی سے ہو تو دوسری بات ہے سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں آدمی بہت سی نیکیاں کریگا اور

اپنے اعمالنامہ میں نہ دیکھیگا تو دریافت کریگا اے پروردگار میری نیکیاں کہاں ہیں۔ تو حکم
ہوگا کہ تو نے اپنی نیکیاں غیبت کے باعث کھو دی ہیں منصور بن المعتمر فرماتے ہیں تم
بادشاہ کو اُس کے ظلم کے بدلہ میں نہ پکڑو۔ بلکہ اسکے لئے بکثرت استغفار کرو۔ کیونکہ
وہ تمہارے گناہوں کے بدلے تمکو سزا دیتا ہے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں منجملہ
حرام غیبت کے جسکو بہت کم لوگ جانتے ہیں آدمی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص بہ نسبت
فلاں شخص کے زیادہ عالم ہے۔ کیونکہ اِس سے بھی مفضول رنجیدہ ہوتا ہے اور یہ
بات ظاہر ہے کہ غیبت اِس کا نام ہے کہ انسان اپنے بھائی مسلمان کا ذکر اِسطرح
کرے جس سے وہ ناخوش ہو۔ مروی ہے کہ دو یہودی طبیب سفیان ثوری رحمہ اللہ
تعالیٰ کے پاس آئے۔ جب واپس ہوئے تو آپنے فرمایا۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ غیبت
ہو جاویگی تو میں کہدیتا کہ ایک ان میں سے فن طبابت میں زیادہ ماہر ہے۔ شیخ
افضل الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب دریافت ہوتا کہ فلاں عالم کس پائے کا ہے
تو فرماتے کہ کسی اور سے پوچھو۔ کیونکہ میں ان کو باکمال اور صلاحیت والا دیکھتا ہوں
اور مجھے کشف نہیں ہوتا۔ جس سے مجھے معلوم ہو کہ فلاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک
کس درجہ کا ہے۔ اور ظنی جھوٹی بات ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ جب ایسے
لوگوں کے پاس سے گذرتے جو غیبت کر رہے ہوں تو فرماتے کہ اٹھو اور وضو کرو۔
کیونکہ تمہارا بعض کلام ممکن ہے کہ حدث سے بھی زیادہ غلیظ ہو۔ ابو تراب نخشی
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں غیبت مولویوں کیلئے ایک میوہ ہے۔ اور متقیوں کے نزدیک
گندگی کی روڑی میمون بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک دفعہ میری محفل
میں کسی کی غیبت ہوئی اور میں خاموش بیٹھا رہا پس اِس رات کو میرے سامنے
ایک مردار رکھا گیا۔ اور کہا گیا کہ اِس کو کھا میں نے کہا معاذ اللہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے
تو کہا گیا کہ یہ اِس بات کا بدلہ ہے کہ تیرے روبرو ایک شخص کی غیبت کیگئی تھی اور

تو خاموش بیٹھا رہا خالد ربعی کہتے ہیں لوگ مسجد میں ایک شخص کی غیبت کرنے
لگے تو میں نے ان کی کچھ امداد کی۔ تو رات کو جب میں سویا میرے سامنے خنزیر
کے گوشت کا ٹکڑا رکھا گیا۔ اور کہا گیا کھا۔ میں نے کہا معاذ اللہ میں کیوں کھاؤں
تو زبردستی میرے منہ میں ٹھونس دیا گیا جب میں جاگا تو اُس کا مزا میرے منہ میں
تھا۔ اور اُس کی بو میرے منہ میں چالیس دن برابر آتی رہی۔ اور لوگوں کو معلوم
ہوتی رہی فضیل بن عیاض فرماتے ہیں غیبت کرنیوالے کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی گوپھیا (منجنیق) لگائے اور اپنی نیکیاں شرقاً غرباً پھینکدے عطا خراسانی رحمہ
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں غیبت کرنیوالے سے خفا نہ ہو۔ کیونکہ اس نے تیری لاعلمی
میں تجھپر احسان کیا ہے ہمنے سنا ہے کہ جس شخص کی ایک دفعہ غیبت کی جائے
اس کے آدھے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے
نزدیک آدمی کی صلاحیت اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ لوگوں کے
منہ میں چھالیا کی طرح نہ ہو۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو
کہے کہ قوم میں جفا کار لوگ موجود ہیں تو غیبت نہیں۔ بلکہ غیبت یہ ہے کہ کہے وہ لوگ
جفا کار ہیں۔ کیونکہ اُس نے جسکی غیبت کرنی چاہتا ہے۔ اُس کو معین کر لیا۔ یونس
بن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے نفس کے سامنے سخت گرمی کے دن
روزہ رکھنا۔ اور غیبت کی ترک کو پیش کیا تو نفس کو روزہ رکھنا آسان معلوم ہوا۔
عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اہل بدعت و اہل ہوا کا بُرا ذکر
نہ کرو۔ مگر اُس شخص کے سامنے جو اِن تک پہونچاوے۔ شاید اپنی برائی سنکر باز
آجائیں۔ ورنہ جو ان تک نہ پہونچاوے تو کچھ فائدہ نہیں معلوم ہو کہ کبھی قائل کا
ان صفات کو بُرا کہنا حاضرین کے دل میں ان کی برائی بٹھانے کیلئے ہوتا ہے
اور بلاشک یہ بھی ایک فائدہ ہے اور حدیث لَاغِیْبَۃَ فِیْ فَاسِقٍ ترجمہ: فاسق کی

غیبت نہیں ہوتی، کی توضیح میں فرماتے ہیں فاسق کی غیبت نکرو اور باز رہو۔ حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تین عادتیں ہیں کہ اگر کسی مجلس میں ہوں تو اس مجلس والے رحمت سے محروم ہوتے ہیں۔ اول جس میں محض دنیاوی امور کا ذکر ہو۔ دوم بکثرت ہنسی۔ سوم لوگوں کی غیبت کرنا۔ اہل علم سے ہمیں پہونچا ہے جھوٹا دوزخ میں کتے کی شکل میں پھر لگیا۔ اور حاسد خنزیر کی شبیہہ میں اور غیبت کرنیوالا اور چغلخور بندر کے روپ میں۔ ابو عبد اللہ انطاکی فرماتے ہیں۔ غیبت محرمہ میں یہ بھی داخل ہے کہ تو بھائی کا عیب اپنے دلمیں بٹھائے اور اس کی دشمنی کے ڈر سے بات نہ کرے نیز فرماتے ہیں جو کسی کی علانیہ غیبت پر جرأت کرتا ہے تو یہ خصلت کشاں کشاں اسے صریح جھوٹ اور لوگوں پر بہتان باندھنے کی جرأت دلائیگی۔ اے دوست ان امور کو اپنے پر پیش کر اور دیکھ کہ تو ان باتوں سے محفوظ ہے۔ تو اللہ کا شکر ادا کر اور اگر انکا مرتکب ہے تو استغفار کر اور نیک عمل بہت کر۔ تاکہ قیامت میں حقداروں کو حق دیا جائے۔ اور اپنے نفس کو فاسق سمجھ اور عوام کالانعام کے نیک کہنے سے کبھی اپنے پر نیکی کا گمان نہ کر۔ اہل اللہ کہتے ہیں کہ جو یقین کو لوگوں کے ظن سے ترک کردے وہ نہایت ہی بیوقوف ہے گوشہ نشینی کیلئے غیبت یا چغلی کی مجلس میں بیٹھنا یا کسی کو ایسی باتوں پر قائم رکھنا نہایت ہی برا ہے۔ آدمی اس سے فاسق ہو جاتا ہے۔ اور آجکل کے لوگوں نے اس کام کو نہایت آسان سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ بھنگ فروشی سے بھی سخت برا ہے۔ پھر بھی لوگ اس کو برا نہیں جانتے۔ سو نہیں پھرنا گناہ سے اور نہ طاقت نیکی کی۔ مگر ساتھ اللہ کے جو برتر اور بزرگی والا ہے۔ اے دوست اسے خوب یاد رکھ۔ اور ان صفات سے اجتناب کر۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

خاشعین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ سائل کو خوشی سے ملتے اور اُسے نہ جھڑکتے اور خیال کرتے کہ ضرور کسی ضرورت
کیلئے سوال کرتا ہے عیسیٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں جو سوالی کو خالی ہاتھ لوٹائے اسکے گھر میں
سات دِن تک فرشتے نہیں گھستے۔ حدیث میں آیا ہے لَوْلَا اَنَّ بَعْضَ الْمَسَاکِیْنَ یَکْذِبُ
مَا اَفْلَحَ مَنْ رَدَّہٗ یعنی اگر بعض مساکین جھوٹے نہوتے تو ان کو خالی واپس کرنیوالے
کبھی فلاح نہ پاتے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندے
کو نعمت دیتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ وہ عباد اللہ سے کیسا برتاؤ کرتا ہے پس اگر جو مانگیں نہیں
دیدے تو خیر ورنہ نعمت چھین لیتا ہے۔ اسی لئے سلف اپنے دوستوں کو مجبور کرتے اور ان
کو سختی سے کہتے کہ جو ان کو دیا ہے اسے واپس نہ کریں عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں
کہ اوّل اوّل جو خواب غفلت سے بیدار ہوا وہ حبیب العجمی ہیں یعنی ان کو ایک دن مچھلی
کی خواہش ہوئی جب آپکے پاس آئی اور اُسے ہنڈیا میں ڈالا تو ایک سائل آ گیا
آپنے اُسے لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو خون کر دیا۔ اس سے حبیب عجمی نے نصیحت
حاصل کی اپنا تمام مال چھوڑ کر چلے گئے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب کسی
سائل کو اپنے دروازہ پر دیکھتے تو نہایت خوش ہوتے۔ اور فرماتے اس شخص کو مرحبا
ہو جو میرے گناہ صاف کرنے آیا ہے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
سائل بہت اچھے ہیں کہ ہمارا زادِ راہ بغیر اجرت کے آخرت تک اُٹھا لیجاتے ہیں
یہانتک کہ اللہ کے سامنے میزان پر رکھدیتے ہیں ابراہیم بن ادھم کی دنیا سے
بے رغبتی سے پہلے یہ حالت تھی کہ جب کوئی سائل آتا تو اپنے گھر جاتے اور کہتے تمہارے
پاس قبروں کا قاصد آیا ہے۔ کیا تم اپنے مردوں کو کچھ دینا چاہتے ہو۔ انس بن مالک
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے زمانہ میں مسجد میں ایک سائل آیا

قوم نے اس کی پرواہ نہ کی۔ وہ مر گیا۔ لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ اور جنازہ
پڑھ کر دفن کیا جب مسجد میں واپس آئے تو کفن کو محراب میں پڑا دیکھا۔ اسپر لکھا
تھا یہ کو واپس دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تم پر ناراض ہے معاذ بن جبل فرماتے ہیں۔ دنیا
میں سب سے برا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں سوال کرنا ہے۔ کیونکہ سائل اللہ
کے گھر میں غیر سے مانگتا ہے۔ اور ان کے نہ دینے کے باعث ان پر غضب الٰہی کا
باعث ہوتا ہے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا گیا فقرا اور مسکین بہت ہو گئے ہیں
ہم کس کو دیا کریں۔ آپ نے فرمایا جس پر تمہارا دل نرم ہو۔ ابو الاسود دیلی فرماتے ہیں اگر
ہر ایک سوالی کا سوال مانیں تو ہماری حالت ان سے بھی بری ہو جائے غرضیکہ خیرات
دینیوالے کو مناسب ہے کہ اپنے اور عیال کیلئے رکھ لے۔ اور جو ضرورت سے زائد ہو اس کا
صدقہ دے۔ ایکدن سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ میں گئے ہشام بن
عبد الملک نے آپ کو دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ اے سالم اپنی ضرورت کے لئے مجھسے مانگ آپ
نے جواب دیا اے امیر المومنین مجھے اللہ کے گھر میں غیر سے سوال کرتے شرم آتی ہے
حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جب کوئی سائل آتا تو اسے دیتے اور دعا کرتے
اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا يَسْاَلُنَا الْقُوْتَ وَنَحْنُ نَسْاَلُكَ الْغُفْرَانَ وَاَنْتَ بِالْمَغْفِرَةِ اَجْوَدُ
مِنَّا بِالْعَطِيَّةِ یعنی اے اللہ اس نے ہمسے قوت مانگی ہے اور ہم تجھسے مغفرت مانگتے
ہیں۔ تو ہمارے خیرات کرنیسے مغفرت کے زیادہ لائق ہے معروف کرخی کے پاس سائل
آیا۔ تو آپنے اُسے دینے کو سوائے جوتی کے اور کچھ نہ دیکھا۔ وہی دیدی۔ بعد ازاں معروف
کرخی کو معلوم ہوا کہ اس نے جوتا بیچ دیا ہے۔ اور اسکی قیمت کا کوئی پھل خریدا ہے تو فرمایا
الحمد للہ شاید اسکا میوہ کو دل چاہتا ہو۔ پس ہمنے اسکی قیمت دیکر غمخواری کی۔ راوی کہتا
ہے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک آدمی کو عرفہ کے دن
مانگتے دیکھا تو اسے جھڑکا اور فرمایا تجھے اللہ سے شرم نہیں آتی کہ اس جگہ اور اس دن

غیر اللہ سے سوال کرتا ہے۔ اے بھائی اِس میں غور کر۔ اور جو تو نے پہلے دنوں میں فقراء کو دیا ہے اور بسا اوقات احسان جتلایا ہوگا۔ اگرچہ دل میں رکھا ہو پس تیرا اجر جاتا رہا اور اکثر تو نے جھڑکا ہوگا۔ اور تیرا ان کو جھڑکنا تکلیف دہی کی نیت سے بخشنے سے برا ہے پس اس سے ڈر۔ اور ان فلاح پانے والوں کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ جوں جوں مقامات میں ترقی کرتے توں توں بکثرت تواضع کرتے۔ برخلاف اُس شخص کے جو جرائم کے قریب ہوتا ہے جتنا وہ قریب ہوتا ہے اتنا ہی اپنے کو بڑا دیکھتا ہے۔ مگر یہ لوگ جوں جوں بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل کرتے ہیں اتنا ہی اللہ کی عظمت دیکھ کر اپنے کو مچھر سے بھی چھوٹا خیال کرتے ہیں۔ اسلئے شیطان نے جب تکبر کیا اور اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں اِس سے اچھا ہوں) بولا تو راندا گیا۔ اے دوست اِس میں غور کر اور جس صوفی کو متکبر دیکھے اُس سے دور بھاگ کیونکہ وہ اللہ کا دشمن ہے جیسا ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی۔ اے موسیٰ مخلوق میں سے میرے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہے جسکا دل متکبر ہو اور زبان ترش۔ ہاتھ بخیل اور ردی اخلاق ہوں۔ ابو مسلم خولانی فرماتے ہیں کہ کمینہ تکبر کرتا ہے۔ اور فخر رذیل سے واقع ہوتا ہے اور باطل امور پر ناقص الاصل ہی تعصب کرتا ہے۔ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں اگر تمام مخلوق اسپر اکٹھی ہو کہ مجھسے اپنے کو حقیر سمجھنا چھوڑا دیں تو بھی نہ کر سکیں گے۔ ایوب سختیانی فرماتے ہیں۔ ایک قوم نے عزت طلب کی اللہ نے انہیں ذلیل کر دیا۔ اور ایک قوم نے تواضع اختیار کی اللہ نے انہیں عزت دی۔ کہتے ہیں سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ جب رملہ میں آئے تو ابراہیم بن ادہم نے انہیں پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں آؤ۔ اور ہمیں حدیث سناؤ۔ ابراہیمؒ سے کسی نے کہا کہ آپ سفیان جیسے کو کہتے ہیں کہ آوے آپنے فرمایا ہاں میں تمہیں اسکی تواضع دکھلانا چاہتا ہوں۔ پھر سفیان آئے اور انکو حدیث سنائی سلیمان خواص ابراہیم خلیل اللہ سے حسن خلق اور سخاوت میں مشابہ تھے۔ سفیان بن عتبہ فرماتے ہیں

جو بلا وجہ تکبر کرے قرآن مجید کے فہم سے محروم ہو جاتا ہے جو ناحق عزت حاصل کرے اس
سے لازمی طور پر آسے ذلت نصیب ہوگی۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ زاہد
بلا تواضع ایسا ہے جیسے بغیر پھل کے درخت جو اپنے آپ میں تواضع نہ کرے وہ لوگوں کے
نزدیک معزز نہیں ہوتا۔ عبد اللہ بن عمر اپنے دستر خوان سے جذامی ابرص وغیرہ مریضوں کو
نہ ہٹاتے بلکہ ان کے ساتھ بیٹھکر کھاتے۔ اور فرماتے اصل تواضع یہ ہے کہ حقیر لوگوں کے پاس
بیٹھیں مگر کسی حظ نفسانی کیلئے نہ ہو بعض لوگ جوتیوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور انکے دل میں
اتنا تکبر ہوتا ہے جسے خدا جانتا ہے۔ اور اس جگہ بیٹھنے پر انکو صرف یہ بات ترغیب دیتی
ہے کہ لوگ انہیں متواضع کہینگے اور فرماتے تیرے متواضع ہونے کی علامت یہ ہے کہ تو
اپنے اچھے ذکر کو برا سمجھے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں بڑھکر تواضع یہ ہے کہ کسی سے اپنے کو
افضل خیال نہ کرو۔ اور جسے تم دیکھو اسے اپنے سے افضل و اعلیٰ سمجھو۔ اسلئے تو ہر ایک معصر
کو افضل خیال کر۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہو۔ اس سے دعا کی التجا کر اور
یقین کر کہ اسکا اسی کی طفیل تیری مصیبت کو دور کریگا یہی کامل تواضع ہے ہمیں خبر ملی
ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں لوگوں کی بڑھ کر خدمت کرنیکا مستحق عالم ہے۔ مالک
بن دینار فرماتے ہیں اگر مسجد کے دروازہ پر منادی کرنیوالا بلائے کہ سب سے برا شخص پہلے
نکل آئے تو دروازہ کے پاس مجھسے پہلے کوئی نہ آئے مگر جو مجھسے طاقت میں بڑھکر ہے۔ حاتم
الاصم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ متکبر کو دنیا سے نہیں نکالتا یہانتک کہ ادنیٰ خدمتگار اور ہمسایوں
سے اسکو ذلت نہ دکھائے اور اپنے پاخانہ اور پیشاب میں لوتانہ پھرے ابو تراب النخشبی
فرماتے ہیں فقیر کو حقیر جاننا بھی تکبر ہے ایسا ہی فقرا کو برا کہنا کتوں کی خصلت ہے ایک
دن ابو ساسان عبد الملک کے پاس گئے اور دور کھڑے ہو گئے عبد الملک نے دریافت کیا اے
ابو ساسان دور کیوں کھڑا ہے آپنے فرمایا مجھے دور سے بلایا جانا نزدیک سے ہٹا دینے
سے اچھا معلوم ہوتا ہے عمر بن عبد العزیز قبل از خلافت ایک ہزار دینار کا لباس پہنتے

تو یہی فرماتے کہ اگر اس میں کرختی نہ ہوتی تو وہ اچھا تھا۔ جب خلیفہ ہوئے تو پانچ درہم کی پوشاک پہنتے۔ اور فرماتے کیسی عمدہ اور نرم ہے کسی نے آپ سے کہا آپ نے فرمایا پہلے میرا دل علو چاہتا تھا۔ اب میں خلیفہ ہوگیا ہوں اور دنیا میں سب سے بڑا درجہ ہے۔ اس لیئے میرا دل اللہ کے ہاں کی چیزوں کا طالب ہوا ہے اور دنیا سے بے رغبت ہوگیا ہے۔ کہتے ہیں آپ فرش پر کبھی سجدہ نہ کرتے بلکہ مٹی پر کرتے عبداللہ الرسمی فرماتے ہیں اللہ نے رکوع اور سجود درحقیقت متکبروں پر فرض کئے ہیں جیسے میں ہوں۔ اور فرعون اور نمرود اور نوشیرواں یحیی بن خالد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شریف جب عبادت کرتا ہے تو تواضع کرتا ہے برخلاف کمینہ کے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب مروان کے زمانہ میں مدینہ کے حاکم تھے لکڑیوں کا گٹھا بازار سے سر پر لاتے اور فرماتے اپنے امیر کیلئے راستہ چھوڑ دو۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیز چلتے اور فرماتے تکبر اور خود پسندی سے یہ رفتار بہت دور ہے۔ اور حاجت کو جلد پورا کرنے والی ہے۔ عمر بن عبد العزیز مہمان کی خدمت بذات خود کرتے۔ اور رات کو خود چراغ درست کرتے۔ اور کسی خادم کو نہ جگاتے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سلیمان بن داؤد نے خشوع کے باعث آسمان کی طرف مرتے تک کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ اس قدر بادشاہت عطا کئے گئے تھے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خادمہ کیساتھ ملکر کھانا کھاتے۔ اور جب وہ تھک جاتی اسکے چکی پیستے۔ اور آپ کو بازار سے کوئی چیز اٹھا کر گھر لانے میں حیا مانع نہ ہوتا اور آپ غنی اور مفلس دونوں سے مصافحہ کرتے جب آپ نے حج کیا اور رمی جمرہ عقبہ کی کی۔ تو آپ کے پیش گاہ کوئی چپراسی لوگوں کو ہٹانیوالا نہ تھا۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں اپنے مال پر مغرور کے سامنے تکبر کرنا اللہ کے نزدیک تواضع ہے بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے بیل پر سوار ہو کر شام سے حج کیا تھا۔ حاتم اصم فرماتے ہیں آجکل علماء اور صوفیا اور فقراء

کی تو ضع صورت نہ دیکھو یہ لوگ ایسے متکبر ہیں کہ بادشاہ اور حاکم بھی نہیں اس خصلت کے متعلق متفرق طور پر انشاء اللہ اسی کتاب میں اور بھی آئیگا۔اے دوست غور کر اور اپنے آپ کو دیکھ۔ اکثر اوقات تو بڑا متکبر ہوتا ہے۔ مگر تجھے علم نہیں ہوتا اور اکثر تو نے موٹا جبہ پہنا ہوتا ہے۔ اور باریک لباس پہننے والوں سے زیادہ متکبر ہوتا ہے۔

اور ان کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ جن افعال کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے۔ ان کو حقیر نہ جانتے۔ اور ان کو اکثر عمل میں لاتے اور خیال کرتے کہ اعمال اگرچہ کثیر التعداد ہیں۔ لیکن ہمکو ایک کا بھی پورا اجر نہیں ملیگا۔ یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی حکم پہونچے اور وہ اللہ پر ایمان رکھکر اس پر عمل کرے تو اُسے ضرور اللہ تعالیٰ بدلہ دیگا اگرچہ اسکو خلافِ واقع پہنچا ہو۔ ایک شخص نے ابراہیم بن ادہم کی عبادت دیکھکر خواہش کی کہ میں بھی ایسا ہو جاؤں یہ خبر ابراہیم بن ادہم کو ملگئی۔ تو آپنے فرمایا اے فلاں تیری وہ گھبراہٹ جو بوجہ عیال کے تجھے پہونچتی ہے۔ میری تمام عبادت سے بڑھکر ہے۔ حسن بصری بکثرت طاعت کرتے اور فرماتے ہمارے جیسوں کے نوافل نہیں ہیں بلکہ نوافل اُن لوگوں کے ہیں جن کے فرائض پورے ہوں سلمان فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس شخص کی مثال جو نوافل بکثرت پڑھے اور فرائض پورے نہ کرے اس تاجر کی سی ہے جسکا راس المال ضائع ہو جائے۔ اور وہ نفع کا خواستگار ہو عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ قرض خواہ تحفہ نہیں قبول کرتا۔ مگر جب قرض پورا وصول کرلے عبید بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کوئی آدمی بستر پر کروٹ کے بل لیٹے اور ذکر کرتا رہے حتیٰ کہ نیند آجائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جاگنے تک ذاکر لکھتا ہے۔ وہیب بن ورد فرماتے ہیں تم اپنی عبادت پر ثواب کی آرزو سے بچتے رہو۔ کیونکہ اس کا مردود ہونا قبول کی نسبت اقرب ہے کیا تم نے خلیل علیہ السلام کے مقولہ میں غور نہیں کیا جب آپنے خانہ کعبہ بنایا۔ تو یہ دعا کی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے اللہ قبول کر اس ڈر سے کہ مبادا نامنظور ہو۔ اے دوست اسے یاد رکھ۔ اور نوافل وغیرہ بکثرت عمل میں لا۔ بعدازاں یہ خیال نہ کر کہ تو ایک نعمت کا بھی شکریہ ادا کر چکا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ نُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مقربین بالاعمال کے اخلاق میں سے ایک یہ،

کہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے۔ اور برائی سے روکتے۔ اگرچہ وہ عمل نہ کریں اور برائی سے نہ رکیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کریں۔ خواہ خود اس پر کاربند ہوں۔ یا نہ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ امر بالمعروف کرو۔ خواہ خود اس پر کاربند نہ ہو۔ اور نہی عن المنکر کرو۔ خواہ خود پورے باز نہ رہ سکو۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو برائی سے روکے اور فاسقوں سے عداوت دلی رکھے۔ اور جب محرمات الٰہی کی پروا نہ کی جائے۔ تو خفا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ناراض ہوتا ہے۔ حفص بن حمید سے کسی نے کہا کہ سفیان ثوری کو کس بات نے اس اعلیٰ درجہ تک پہونچا دیا حالانکہ آپکے زمانہ میں بہت عالم اور عابد تھے۔ جو علم و عبادت میں ان سے کم نہ تھے آپنے فرمایا اللہ ان پر رحم کرے۔ آپ کو اعلیٰ درجہ تک نافرمانوں کو حقیر جاننے اور انکی رعایت نہ کرنے نے پہونچایا ہی۔ بسا اوقات اگر آپ برائی دیکھتے اور اُسے روک نہ سکتے تو مارے غصہ کے خون کا پیشاب کرتے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا کہ ان میں سے نیک وہ ہوگا

جو کسی کو برائی سے نہ روکے۔ اور نہ امر بالمعروف کرے۔ بس لوگ کہیں گے ہمنے اس سے نیکی ہی نیکی دیکھی ہے۔ کیونکہ اس نے بغض للّٰہی نہیں کیا۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ دنیا میں ترقی کیلئے تین مصیبتیں ہیں۔ نماز کا فوت ہونا۔ نیک دوست کا مرنا۔ اسلام میں بدعت کا پیدا ہونا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ اس میں سو برائی کو برا کہنے والے تمام لوگوں کے دسویں حصّہ سے بھی کم ہوں گے۔ پھر بعد اس کے یہ دسواں حصّہ سے بھی کم ہوں گے۔ پھر اس کے بعد یہ دسواں حصّہ بھی چلا جائیگا۔ تو پھر کوئی بھی برائی کو برا نہ کہے گا۔ اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومن کا حق پر قائم ہونا اس کیلئے دنیا میں کوئی دوست نہیں چھوڑتا۔ اگر کوئی لوگوں کو نیک بات تبلائے یا برائی سے روکے تو اس کو بڑی تہمتیں لگاتے ہیں۔ اور اس کی عزت خراب کرتے ہیں۔ کعب الاحبار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جنت الفردوس خاص اس شخص کے لئے ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ وہیب بن ورد آیت وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ ترجمہ:۔ اور جہاں کہیں میں ہوں مجھے مبارک بنایا ہے کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر کوئی سنے کہ فلاں شخص فعل بد کا مرتکب ہے اور پھر اسے نہ روکے۔ تو قیامت میں بہرہ کئے ہوئے کانوں والا پیش ہوگا۔ جریر بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کسی قوم میں ذی عزت لوگ نہیں ہوتے کہ لوگ برائی کو دیکھیں۔ اور باوجود قدرت کے نہ روکیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کر دیتا ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ظالم بادشاہ مسلط کر دیگا۔ جو نہ تمہارے معزز کی عزت کریگا۔ اور نہ چھوٹے پر رحم کرے گا۔ پھر تم میں سے نیک لوگ اس پر بددعا کرینگے

مگر قبول نہ ہوگی۔ اور تم اللہ سے امداد طلب کروگے لیکن تمہاری امداد نہ ہوگی۔
اور استغفار کروگے مگر منظور نہ ہوگی۔ حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں میں عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے انہیں متفکر اور غمگین دیکھا تو آپ سے میں نے
دریافت کیا کہ آپ کو مغموم کس نے کیا۔ آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بھی کوئی
گناہ کر بیٹھوں۔ اور تم میری تعظیم کرتے ہوئے مجھے فعل بد سے نہ روکو تو حذیفہؓ نے
فرمایا بخدا اگر ہم تجھے سچائی سے دور دیکھیں گے تو ضرور کہیں گے۔ تو اگر آپ نہ رکے۔ تو
تلوار سے قتل کرینگے پس حضرت عمر خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے
میرے دوست ایسے بنائے ہیں کہ اگر میں کجروی کرونگا تو مجھے سیدھا کردینگے۔ اللہ
تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں تیری قوم سے
چالیس ہزار نیک آدمی ہلاک کرونگا اور ساٹھ ہزار بدمعاش۔ یوشع علیہ السلام نے عرض
کی اے اللہ بدمعاش تو ہلاک ہوئے مگر نیکوں کا کیا حال ہے تو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کیونکہ وہ میری ناراضگی کے مواضع پر ناراض نہیں ہوتے اور انکے ساتھ کھاتے
پیتے ہیں۔ ابو امامہ فرماتے ہیں۔ اس امت کے بعض لوگ خنزیر اور بندر کی شکل میں قیامت
کو اٹھیں گے۔ کیونکہ وہ نافرمانوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور ان کو روکتے نہیں حالانکہ وہ
انہیں روک سکتے ہیں۔ سو جب نافرمانوں سے مخالطت کرنیوالوں کا یہ حال ہو۔
حالانکہ وہ خود فاعل نہیں ہیں تو جن کے اعضا گناہ سے نہیں رکتے انکا کیا حال
ہوگا۔ ہم اللہ سے اس کی مہربانی طلب کرتے ہیں۔ سفیان ثوری بازار میں جاتے تو امر
بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے پھر اسکو چھوڑ دیا لوگوں نے اس کا باعث دریافت کیا
تو آپ نے فرمایا دین میں ایک رخنہ ہوا تھا جسکو ہمنے بند کرنا چاہا۔ لیکن اب تو سمندر
چل نکلا ہے اس کے روکنے کی کون طاقت رکھتا ہے فضیل بن عیاض سے کسی
نے کہا آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں کرتے تو فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر

میں امر بالمعروف کروں تو مجھے اس کی وجہ سے تکلیف پہنچے جسکو میں برداشت نہ کرسکوں پس اپنے کئے پر نادم اور رنجیدہ ہوں سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو فرماتے تم میری اقتدا نہ کرو ورنہ ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ میں مداہن نیک و بدعمل کو ملانے والا گناہگار ہوں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو بطور نصیحت کہے تو اللہ سے ڈر اور وہ اس کا جواب دے تو اپنے آپ کو سنبھال۔ سفیان بن عتبہ فرماتے ہیں جس کام پر امت کا اتفاق ہو جائے اسی میں امر بالمعروف کرنا لازم ہے اور جس میں علماء کا اختلاف ہو وہاں لازم نہیں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں پر عنقریب ایک وقت آئیگا جس میں لوگوں کی صحبت گدھے کے مردار کیطرح ہوگی۔ بلکہ ان کے نزدیک گدھے کا مردار امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنیوالے مومن کی ہمنشینی سے زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آج کل زمانہ میں کوئی شخص نہیں جس سے لوگ شرمندہ ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیونکر آپ نے فرمایا شرمندہ انسان اس سے ہوتا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اور جو نہ کرے اس کی ہیبت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو مجھے میرے عیب جتلائے میں اسکے لئے اللہ کی رحمت کا طالب ہوتا ہوں۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں منقول ہے بنی اسرائیل میں ایک عالم لوگوں کو وعظ سنایا کرتا تھا لوگ اس کے گھر جمع ہوتے اور وعظ سنتے۔ عالم کا ایک نوجوان لڑکا تھا۔ اس نے ایکدن ایک خوبصورت عورت کیطرف اشارہ کیا جو عالم نے دیکھ لیا۔ اور کہا اے بیٹے صبر کر۔ راوی کہتا ہے کہ بعد ازاں وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا کہ اس کے بعض جوڑ بھی ٹوٹ گئے پس اللہ نے اس وقت نبی کو وحی فرمائی کہ فلاں کو خبر دو کہ میں اسکی نسل سے کبھی صدیق پیدا نہیں کرونگا۔ کیا میرے

سے ناراض ہونا صرف اتنا ہی تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کہے اے بیٹے صبر کر سفیان ثوری
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تم کسی شخص کو ہمسایوں کا محبوب اور لوگوں کے نزدیک
نیک معلوم کرو تو جان لو کہ وہ مداہن یعنی دین میں سستی کرنیوالا ہے۔ مالک ابن دینار
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی
کہ فلاں گاؤں پر عذاب کرو۔ تو فرشتوں نے بڑی عاجزی سے التجا کی کہ اے
اللہ اس میں فلاں عابد تیرا نیک بندہ ہے تو اللہ نے فرمایا اسے عذاب دیکر مجھے
اسکی زاری سناؤ۔ کیونکہ اسکا چہرہ میرے محرمات کو دیکھکر کبھی بھی متغیر نہیں ہوا لقمان
علیہ السلام فرماتے ہیں یہ جھوٹ ہے کہ برائی سے برائی رکتی ہے بلکہ برائی نیکی ہی سے
رکتی ہے۔ جیسے آگ پانی سے۔ کسی نے سفیان ثوری سے کہا کیا وہ شخص بھی
امر بالمعروف کرے جسے یقین ہو کہ اس کی بات مقبول نہیں ہوگی۔ تو آپ نے
فرمایا ہاں۔ تاکہ اللہ کے نزدیک وہ معذور ہو جائے مالک بن دینار فرماتے ہیں۔
نیکی روتی ہوئی چلی گئی۔ اور برائی ہنستی ہوئی آئی۔ پھر اشعار ذیل کو پڑھا شعر۔

ذَهَبَ الرِّجَالُ الْمُقْتَدَى بِفِعَالِهِمْ	وَالْمُنْكِرُوْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُنْكَرٍ
وَبَقِيْتُ فِيْ خَلَفٍ يُزَكِّيْ بَعْضُهُمْ	بَعْضًا لِيَدْفَعَ مُعْوِرٌ عَنْ مُعْوِرٍ

ترجمہ جن لوگوں کے افعال کی پیروی ہوتی تھی اور جو بری بات کو برا سمجھتے تھے سب
گذر گئے۔ ان کے بعد ایسے لوگ رہگئے ہیں جو ایک دوسرے کی صفائی کرتے ہیں تاکہ
ایک بد باطن دوسرے سے رکا رہے اے دوست ان خصلتوں کو اپنے پر جانچ تا تجھے
معلوم ہو کہ تو بھی برائی کو برا جانتا ہے یا نہیں۔ اور کیا تو ان لوگوں میں سے ہے جنکو
اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ یا نہیں۔ اور کیا تو نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی شریعت کی امداد کی ہے یا اسے بلا مدد چھوڑ رکھا ہے حالانکہ تجھے گمان ہے کہ
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہے۔ کہ لوگوں کو دین الٰہی کی طرف پکارتا ہے

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد علماء امت کو امین بنایا ہے
آجکل اکثر لوگوں نے اپنے افعال و اقوال اور برائی پر خاموشی کرنے سے دین کو بے
مدد چھوڑا ہوا ہے اور نہیں پھرنا گناہ سے۔ اور نہ طاقت نیکی کی۔ مگر تائید اللہ کے جو برتر
بزرگ شان والا ہے۔ اور ان بابرکت لوگوں کے پاک اخلاق میں سے یہ ہے
کہ اپنے اعمال پر فخر یا تکبر بالکل نہ کرتے بلکہ وہ اپنے کو اپنے اعمال صالحہ کی تحصیل ہی
کے سبب مستحق عذاب خیال کرتے۔ چہ جائیکہ برائیاں ہوں۔ کیونکہ وہ اپنے
اعمال میں اللہ کی بے ادبی کو جانتے تھے مروی ہے کہ عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں کثر
چراغ کو ہوا گل کرتی ہے۔ اور بہت سی عبادت کو تکبر خراب کرتا ہے۔ وہب بن منبہ
فرماتے ہیں وہ گھڑی جسمیں انسان اپنے کو ذلیل خیال کرے۔ ستر سال کی عبادت سے بہتر
ہے۔ ابو عبد اللہ انطاکی فرماتے ہیں انسان کو عبادت میں سخت نقصان دینے والی
وہ چیز ہے جو بد اعمالیوں کو بھلادے اور عمالحات کو پیش نظر رکھا جائے جس سے وہ
تکبر میں اور غرور میں لوگوں کے درمیان بڑھ جائیگا۔ اور آخرت میں نیکی اور ثواب سے
محروم ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ اپنے کو نیک خیال کرتا تھا شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ مروی ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا کہ جب وہ چلتا تھا تو اس کی بزرگی کے
باعث اسے بادل سایہ کرتے تھے۔ ایک شخص نے اسے دیکھا تو اس نے کہا بخدا
میں بھی اسکے سایہ میں ضرور چلونگا شاید مجھے بھی اسکی برکت حاصل ہو۔ راوی کہتا ہے
اس آدمی نے جب لوگوں کو اپنے سایہ میں چلتے دیکھا تو دلمیں غرور کیا پھر جب دونوں
آپسمیں جدا ہوئے تو سایہ دوسرے شخص کیساتھ چلا گیا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تمہاری توبہ کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ تو خدا کے سامنے گناہ
کا اقرار کرے اور تیرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ تکبر کو چھوڑ دے اور سچا شکر یہ ہے کہ
اپنی کمی کا مقر ہو۔ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب منبر پر خطبہ کہتے تو تکبر سے ڈر

کرا اپنے کلام کو ایسی طرف بدل لیتے کہ جس میں تکبر نہ ہو۔ اور جب کوئی خط لکھتے اور تکبر کا
خیال پیدا ہوتا تو اُسے پھاڑ دیتے۔ اور فرماتے اے اللہ میں تجھسے اپنے نفس کی شرارت
سے پناہ مانگتا ہوں۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ جب اپنے درس کا حلقہ وسیع دیکھتے
تو جھٹ اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور فرماتے کہ ہم اپنی لاعلمی سے گرفتار ہو چلے تھے راوی کہتا
ہے ایک دن لوگ آپ کے پیچھے لگے۔ اور کہنے لگے تیرے جیسے نیک آدمی پر ایسی باتوں
کا خوف نہیں تو آپنے فرمایا ایسی باتوں سے میں دیگر لوگوں کی نسبت ڈرتا ہوں کیونکہ
میں اپنے بد اخلاق کو جانتا ہوں۔ بخدا مجھکو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس
میں بیٹھا دیکھتے تو درہ لگاتے اور اٹھا دیتے اور فرماتے تو اس لائق نہیں ہے مطرف
بن عبد اللہ فرماتے ہیں اگر میں تمام رات سوؤں اور صبح کو اپنے سونے پر نادم ہوں تو یہ
مجھے بہت پسند ہے اِس سے کہ میں رات بھر قیام کروں اور صبح کو سونے والوں پر
اپنے کو فضیلت دوں اسلاف لوگوں پر کثرت صیام اور عبادت کو معیوب خیال کرتے
تکبر کے خوف سے۔ اور فرماتے پہلے تم علم سیکھو۔ پھر عمل کرو۔ کیونکہ ہر عمل میں آداب شرعی بھی
ہیں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر بنی آدم کے تمام اعمال نیک ہوں تو
تکبر انہیں ہلاک کر دیتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کو نقص تبلا دیا ہے رابعہ
عدویہ فرماتی ہیں مجھے ثواب کی اُمید اس وقت ہوتی ہے جب میں اپنے نیک
اعمال کو کم خیال کرتی ہوں۔ یعنی کیونکہ اس وقت اسکا اعتماد محض اللہ کے فضل پر
ہوتا ہے۔ نہ اعمال پر حسان بن سنان رحمہ اللہ تعالیٰ امراء کے ملازموں سے اپنے حق
میں دعا کروایا کرتے تو کسی نے آپ کو اس کے متعلق کہا۔ آپنے فرمایا ممکن ہے کہ کسی
میں کوئی نیک خصلت ہو جو خداوند تعالیٰ کو پسند ہو۔ اور شاید مجھ میں کوئی عادت ایسی
ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ نیز ممکن ہے کہ اس سے میں اپنے کو اچھا سمجھوں لہذا
مجھسے بزرگ ہو عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو لوگوں نے آپکو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چوتھی جگہ میں دفن کرنیکا مشورہ دیا۔ راوی کہتا ہے
آپ اس کی بات سنکر کانپنے لگے۔ اور فرمانے لگے بخدا اگر اللہ تعالیٰ مجھکو دوزخ میں
ڈالے تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ میرے لبمیں یہ خیال ڈالے
کہ میں اپنے کو اس جگہ کے قابل سمجھوں ابن سماک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تکبر کی اصلیت
دریافت کی گئی آپ نے فرمایا تیرا اپنے اعمال کے ذریعہ اپنے سے لوگوں کو بڑا جاننے
اور جس کسی کو عمل میں سست دیکھے اس کو حقیر سمجھنے کا نام تکبر ہے سفیان ثوریؒ
بکثرت عبادت کیا کرتے کسی نے ایک دن آپ سے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بہت عبادت
کرتے ہیں آپ نے فرمایا اپنی عبادت کو وہی زیادہ خیال کرتا ہے جو اللہ سے جاہل ہے۔
کیونکہ فرشتے اللہ کی عبادت میں ایک لمحہ بھی سست نہیں ہوتے تو اگر وہ اپنی عبادت
کو کثیر خیال کرنے لگیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی بارگاہ عالی میں کبھی ان کو جگہ نہ دے
حالانکہ وہ باوجود اس قدر عبادت کے پھر عرض کرتے ہیں سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ
عِبَادَتِکَ ترجمہ: اے اللہ تو پاک ہے ہمنے تیری عبادت کما حقہ نہیں کی ہے میں نے حضرت
علی خواص رحمۃ اللہ کو کہتے سنا ہے کہ اگر تمہیں ڈر نہ ہو کہ تیرے نیک اعمال میں نقص
کے بدلے اللہ تجھے ہلاک کریگا چہ جائیکہ تیرے گناہ ہوں تو تو ہلاک ہوگا۔ یزید بن ہارون
فرماتے ہیں میںنے شب بیداری میں غور کی تو دیکھا کہ چوکیدار تمام رات دو آنہ کے پیسے کے
بدلے نگہبانی کرتے ہیں۔ تو کیا تم ایک رات کی عبادت کے بدلے جنت چاہتے ہو۔ ایسی
عبادت کے ساتھ وہ دو آنے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اور اکثر اللہ پر احسان بھی رکھتے ہو
فضیل ابن عیاض فرماتے ہیں علماء کا نفاق اور ریا سے خالی ہونا کبریت احمر سے
کمیاب ہے۔ کیونکہ وہ کسی کا قول کہ فلاں بہت عالم ہے یا قرآن مجید بہت اچھا پڑھتا ہے
سنتے ہیں۔ تو تکبر اور نخوت سے بھرے جاتے ہیں۔ اور اگر کہے فلاں عالم نہیں ہے یا اسکی آواز
اچھی نہیں تو اس پر بہت شاق گذرتا ہے۔ اور رنج سے قریباً مرگ ہوجاتا ہے یہ ریا کی

بڑی بھاری نشانی ہے۔ پھر اپنی خود تعریف کرتا ہے۔ سری السقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جسکا اپنے متعلق یہ خیال ہو کہ وہ نیک بخت ہے۔ تو وہ ایسے لوگوں سے ہے جن کو انکے اعمال بد ترین کر کے دکھلائے جاتے ہیں اور جو اپنے کو ہلاکت کا مستحق خیال نہ کرے وہ ہلاک ہونیوالا ہے۔ ایک آدمی نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا اے امام میں اپنے آپکو اس شخص سے تو نیک سمجھتا ہوں جس نے میرے سامنے ناحق خون کیا ہو۔ اور عبداللہ نے جواب دیا کہ تیرا اپنے نفس پر مطمئن ہونا خونِ ناحق سے برا ہے۔ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تم کسی کو جھگڑالو اور علم کے سبب بحث کرنیوالا خود پسند دیکھو تو جان لو کہ وہ پورا نقصان اٹھا چکا ہے۔ عطاسلمی کے پاس گھر کا کام کرنے کو مخنث تھے جو آپکو وضو وغیرہ کروایا کرتے تھے تو کسی نے کہا کیا آپ کو اس سے گھن نہیں آتی کہ یہ لوگ آپکے گھر میں ہوں۔ آپنے فرمایا بخدا وہ مجھسے میرے خیال میں زیادہ پاک باز اور گناہوں میں کم۔ اور ریا و نفاق میں مجھسے ادنیٰ درجہ رکھنے والے ہیں۔ تو میں ان سے کیونکر گھن کروں۔ ابان بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عمل میں رخصت کو خود پسند اور متبع الہویٰ کے سوا کوئی برا نہیں سمجھتا کیونکہ رخصت کے فاعل کی کوئی تعریف نہیں کرتا۔ لہٰذا تکبر بھی نہیں ہو سکتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تکبر سے نہایت ہی گھبراتے۔ لوگ جب ان کی تعریف کرتے تو یوں دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ خَیْرًا مِّمَّا یَقُوْلُوْنَ وَاغْفِرْ لِیْ مَا لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ جیسے یہ کہتے ہیں مجھے اس سے بھی اچھا کر دے اور جن امور سے یہ ناواقف ہیں وہ معاف کر دے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب لوگ انپر اچھی ثنا کرتے تو یوں دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَقُوْلُوْنَ وَاَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ مَا لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ جو کچھ یہ کہتے ہیں مجھے اس کی برائی سے بچا اور جو کچھ میرے گناہ وغیرہ یہ نہیں جانتے وہ مجھے بخشدے۔ ایک آدمی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے

کہا۔ اے ام المومنین آدمی کب نیک ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب اسے یقین ہو جائے کہ وہ برے لوگوں میں سے ہے آدمی نے عرض کی اپنے آپ کو برا کب جانے آپ نے فرمایا جب اپنے کو نیک سمجھنے لگے۔ مروی ہے بکر بن عبد اللہ المزنی اور مطرف بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ عرفات میں گئے تو مطرف یوں دعا کرتے تھے اے اللہ میری وجہ سے ان کو نامراد نہ لوٹائیو۔ اور بکر کی دعا تھی۔ یہ جگہ کیا ہی مبارک ہے اور دعا کیلئے کیسی مقبولیت کی امید گاہ ہے۔ اگر میں ان لوگوں میں نہ ہوتا۔ حسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہت سے لوگ اپنی تعریف سنکر ہلاک ہو جاتے ہیں اور بہت سے ان پر احسان کرنے کے باعث برائی میں بڑھتے ہیں۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہت سے صوفیوں کو عجب یہاں تک پہونچا ہے کہ کہنے لگتے ہیں اگر میرے سامنے جنت کی حور بھی لائی جائے تو بھی میں اللہ سے غافل ہو کر اسکی طرف التفات تک نہ کروں اور حقیقت میں اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ دنیا کی کسی لڑکی کو دیکھ لیں تو انکا دل اس کی طرف میلان کی وجہ سے اتنا شور مچائے کہ عرش تک پہونچائے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے وہ گناہ جس میں اللہ سے معافی کی ضرورت پڑے اس نیکی سے اچھا ہے جس سے لوگوں پر فخر کرے۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے معصر عابدوں کو فرماتے ہیں افسوس ہے کہ تمہارے عملوں میں باوجود قلت کے تکبر گھس گیا ہے حالانکہ تم سے پہلے لوگ اپنے کثیر التعداد اعمال پر بھی تکبر نہیں کرتے تھے۔ بخدا تم بمقابلہ متقدمین کے اعمال کے ایسے معلوم ہوتے ہو کہ گویا کھیل کرتے ہو اے دوست اس کو غور کر اور اپنی پوری تلاش کر۔ اکثر وقت ترک عجب میں بھی تکبر کرتا ہے۔ اس وقت اس سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ پس غور کر اور اپنے آپ کو کسی مسلمان سے افضل نہ خیال کر۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

نفی اثبات کرنیوالوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ عبادت میں نہایت محنت برداشت کرتے اور شہوات انسانی چھوڑنے میں بھی کوشش فرماتے اور پھر تادم واپسین ان کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے علما کا مقولہ ہے جس کا یہ گمان ہو کہ بغیر مجاہدۂ نفس کوئی مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے اس نے محال کے حصول کا قصد کیا۔ نیز مروی ہے کہ خرق عادات آدمی سے اسوقت ظہور میں آتی ہیں جب معصروں سے عبادت میں آگے بڑھے۔ کیونکہ کرامت معجزہ کی شاخ ہے تو جیسے نبی عبادات اور معجزات کی کثرت سے ممتاز ہوتا ہے ایسا ہی ولی سے بھی کرامت اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ اپنے ہمعصروں سے عبادات اور مجاہدہ میں سبقت لیجائے حدیث شریف میں آیا ہے اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی مجاہد وہ ہے جو اللہ کیلئے اپنے نفس سے مجاہدہ کرے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اوّل اوّل تم جس جہاد سے انکاری ہوگے وہ جہاد نفس ہوگا۔ ابو مالک اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تیرا دشمن وہ نہیں ہے جس کے قتل کرنے پر تجھے اللہ اجر دے۔ بلکہ تیرا دشمن وہ ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔ یعنی نفس اور بیوی اور تیرا وہ بیٹا جو تیرے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ سب تیرے غالب ترین دشمن ہیں خضر قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پہاڑوں کو ناخنوں سے کرید کرید کر ٹکڑے ٹکڑے کردینا خواہش نفس کی مخالفت سے بہت آسان ہے جب نفس میں جم جائے۔ بشر حافی فرماتے ہیں ساٹھ شیطان اتنا فساد برپا نہیں کرتے جتنا برا دوست ایک لحظہ میں کرتا ہے۔ اور ساٹھ دوست برے وہ نقصان نہیں کرتے جتنا ایک لحظہ میں نفس نقصان کرتا ہے۔ جب تمام کام انسان کی خواہش کے مطابق ہوں تو نفس کی طرف سے خلل ضرور آجاتا ہے۔ تمام مذاہب کا اسمیں اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی رضا نفس کے

مکروہات میں ہے۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا عجائب امور سے بھری ہوئی ہے۔ اور سب سے عجب تر ہمارے اور ہمارے جلیسوں کے نفوس کا نجات پانا ہے۔ وہ شخص آگ سے کیونکر نجات پا سکتا ہے جسکے تمام عمل آگ کی طرف لیجانے والے ہوں ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک زاہد شخص کو تیر لگا جس سے وہ ذبح ہوگیا۔ تو کہنے لگا شکر ہے خداوند کا جس نے میرا بدلہ میرے نفس سے لیا ہے۔ اُس نے مجھے کئی دفعہ ذبح کیا ہے۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اب میری شقاوت معلوم ہوگئی۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیونکر آپنے فرمایا علماء نے کہا ہے کہ آدمی کی سعادت یہ ہے کہ اس کا دشمن عقلمند ہو۔ مگر میرا دشمن بیوقوف ہے سوال ہوا آپکا کون دشمن ہے۔ آپنے فرمایا میرا نفس۔ کسی نے کہا آپ تو بفضلہ عقلمند ہیں آپنے فرمایا میں کیونکر عقلمند ہوں حالانکہ میں جنت کو ایکدفعہ سونے اور ایک لقمہ اور کلمہ کہنے کے عوض فروخت کرتا ہوں۔ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ناجائز خواہش نفس میں مخفی ہے اس کی اتباع سے مامون ہونا نہیں چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ ترجمہ:۔ بھلا کیا تونے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں ہم آجکل کسی کو سنت کے مطابق عمل کرتے نہیں دیکھتے بلکہ کیا عالم کیا جاہل کیا عابد کیا زاہد کیا بوڑھا کیا جوان سب کے سب اسلئے عمل کرتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو۔ خدا کے ہاں یا لوگوں میں ایسے ہی گناہ لوگوں کے خوف سے چھوڑتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہم میں سے ایسا کون ہے کہ اگر لوگوں میں اس کا ذکر بُرا ہوا تو وہ ذکر کرنیوالے کو بُرا نہ جانے واللہ ہمنے مداہنت کے طور پر صلح کر رکھی ہے اور ہم ظاہر زبان سے دوست ہیں اور دل میں عداوت رکھتے ہیں اور علم کو عمل کیلئے نہیں حاصل کرتے بلکہ زینت اور فخر کیلئے اور لوگوں پر سردار بننے کی غرض سے سب سے پہلے ہم ہی دوزخ

میں جلیں گے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کیطرف وحی فرمائی اے
داؤد اگر مجھے دوست بنانا چاہتا ہے تو اپنے نفس سے عداوت کر اور اسکی عداوت
کیساتھ مجھے دوست بنا۔ عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں جب سلف کے احوال
کا تذکرہ ہم میں ہوتا ہے تو ہم سب کے سب کو فضیحت ہونی چاہیئے۔ مالک بن دینار
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واللہ اگر تم کو گنہگار کے پاس سے بدبو آتی ہو تو
تم میں سے کوئی بھی میری بدبو کے باعث میرے پاس نہ بیٹھ سکے عطا ابن سلمی رحمہ اللہ
تعالیٰ کے شہر میں جب وبا یا کوئی اور مصیبت آتی تو فرماتے یہ عطا کے گناہ کی شامت ہے
اگر عطا مر جائے تو لوگوں کو راحت ہو جائے سفیان بن عتبہ فرماتے ہیں انسان
کو مناسب ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے افضل ہووے اور اپنی نظر میں سب سے برا یحییٰ
بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کسی درجہ کا دعویٰ کرے وہ اس درجہ سے
گر جاتا ہے۔ آدمی جب اعلیٰ درجہ میں ہو تو اس کا حق ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل
جانے ابو معاویہ اسود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے دوستوں میں سے جو
مجھے اپنے پر فضیلت دے وہ مجھسے افضل ہے۔ ابو سلیمان دارانی کے پاس جب
کوئی بیٹھتا اور آپ کی طبیعت گھبراتی تو آپ اپنے نفس کو تنبیہ کرتے اور فرماتے
تجھے نیک لوگوں کی صحبت پسند نہیں۔ جب اس کو اپنے آپ سے اچھا دیکھا تو
اس کے پاس بیٹھنا تجھے مشکل ہو گیا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
جو کسی ریاکار کو دیکھنا چاہے تو مجھے دیکھ لے۔ پھر داڑھی ہاتھ سے پکڑتے اور روتے
اور کہتے اے فضیل جوانی میں تو فاسق تھا۔ پھر کہولت میں ریاکار ہو گیا ہے۔
واللہ فسق ریا سے بدرجہا بہتر ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مالک بن دینار کو
یا مرائی کہہ کر پکارا۔ تو آپنے اس کو مخاطب کر کے فرمایا اے دوست تونے میرا اصلی
نام معلوم کر لیا جس کو بصرہ والے بھول گئے تھے۔ یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں جیسے یہ

گمان ہو کہ اسے اللہ سے محبت ہے۔ پھر وہ اپنے نفس کو محبوب جانے تو وہ جھوٹا ہے۔
فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عابد کامل اُس وقت تک نہیں ہو سکتا
جب تک اپنے اخلاص کو ریا نہ سمجھے سجدا اگر مجھے خبر پہونچے کہ ابھی خلیفہ تیرے
پاس آتا ہے۔ پھر میں اپنی ڈاڑھی کو خلیفہ کے آنے کی خاطر اپنے ہاتھ سے درست کروں
تو مجھے ڈر ہے کہ منافقوں میں شمار نہ ہوں۔ اسلاف کا شہوات کو چھوڑنے پر کتاب
اور سنت کی دلیل تھی۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان لعین ایک دفعہ
سلیمان کے روبرو آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ جب تو اُمت محمدیہ دیکھے گا تو
ان کے ساتھ کیا سلوک کریگا۔ شیطان نے جواب دیا میں انکی نظر میں دنیا اور درہم
دینار کو اس قدر مزین کرونگا کہ وہ اس کو کلمۂ توحید سے بھی زیادہ عزیز ہو جائینگے
وہیب بن ورد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو خواہشات نفسانی پر غالب آئے وہ
فرشتوں سے بھی اچھا ہے۔ کیونکہ فرشتہ محض عقل ہے اسکو شہوت نہیں ہے اور
جس پر شہوت غالب آئے وہ جانوروں سے بھی بد ہے کیونکہ وہ محض شہوت میں عقل
نہیں رکھتے۔ احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو خواہش کے مطابق کھائے
پھر فرج کی حفاظت چاہے وہ محال کا خواہاں ہے۔ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ جب قصاب
کی دوکان پر سے گذرتے تو قصاب کہتا گوشت لیجاؤ دام پھر لے لونگا۔ تو آپ فرماتے
مجھے صبر کرنا انسب ہے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زاہدوں کی لڑائی
خواہشات اور امیدوں سے ہوتی ہے۔ اور تائبوں کی گناہوں سے۔ جو اپنے کو
آگ سے بچانا چاہے اسے اپنی تمام آرزوئیں چھوڑ دینی ضروری ہیں عتبہ غلام نے
ایک دن عبد الواحد بن زید سے کہا۔ فلاں شخص اپنے کو چند ایسے اخلاق سے
موصوف بتلاتا ہے جنکو ہم نہیں جانتے اور وہ ہمارے نزدیک سچا بھی ہے ہمارے
نہ سمجھنے کا کیا باعث ہے۔ انہوں نے کہا اس لئے کہ وہ بغیر سالن کے روٹی کھاتا ہے اور

تم سالن سمیت اور روٹی کے سوا جو کچھ بھی کھایا جائے وہ آرزوئے نفس ہے ابوالعباس
موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا یہ گمان ہے کہ خواہش کے مطابق کھانا مضر نہیں
ہے اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان لگایا۔ دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ محال ہے
کہ کسی کو عبادات میں لذت معلوم ہو۔ حالانکہ وہ خواہش کیمطابق کھاتا ہو۔ طاؤس
رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار کو کم کھانے کی نصیحت کرتے۔ اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے بیمار اور
تندرست کے لئے نہ کھانے سے بڑھکر کوئی دوائی پیدا نہیں کی اور بیماری کھانے کی وجہ
ہی سے آتی ہے۔ اسی لئے فرشتے کبھی بیمار نہیں ہوتے کیونکہ وہ کھاتے نہیں۔ ابوسلیمان دارانی
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کسی باغ یا مکان کے پاس سے گذرے اور اسکی تعریف
کرے تو اسکی تعریف کے مطابق اسکی عقل کم ہو جاتی ہے وہیب بن ورد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
جو نفس کی خواہش کے مطابق کھاتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں ذلت کے لئے تیار رہے
یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نفس کی خواہشات نفس کیلئے آگ ہیں
اور لذات ایندھن اور بھوک اُسکے بجھانے کا پانی امیر المومنین عمر بن خطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو بھوکا رکھتے۔ اور نفس کو مارتے اور فرماتے تیری خوراک آگے
چل کے ہے۔ بشر بن السری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر میں اپنے کھانےسے ایک
ذرہ بھی چھوڑوں تو میرے نزدیک عابد کی عبادت اور حاجیوں کے حج اور نمازیوں
کی نماز اور روزے داروں کے روزے اور جہاد سے بہتر ہے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں نیک لوگوں کا مذہب بھوکا رہنا ہے۔ سو جو اس مذہب سے پھرا وہ
فاسق ہے ہمنے علماء کو دیکھا ہے کہ وہ دنیا کے موسم بہار تھے لیکن آجکل وہ دنیا کے
مزابل اور روڑی ہیں جب تم زاہدوں کو دیکھو کہ وہ مطابق طبیعت کے کھانے کی اجازت
دیتا ہے تو یقیناً جان لو کہ اس نے زہد کو ترک کردیا۔ کیونکہ دنیا میں فراخی سے خرچ کرنا
عارفوں کا فسق ہے۔ بخدا آج کل کوئی ایسا زاہد نہیں رہا۔ جسے دیکھکر ہم سمجھ میں

ٹھنڈک ہو جنے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو ترک دنیا کے اِس سے زیادہ حریص تھے
جتنے یہ آجکل اِس کے حصول کے درپے ہیں۔ یاد رہے جس کی سیری کھانے پر موقوف ہو
وہ کبھی سیر نہیں ہوگا۔ اور جسکا تکیہ محض خلقت پر ہو وہ ہمیشہ بے مدد رہتا ہے یزید رقاشی
نے کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔ اور فرماتے میں ڈرتا ہوں کہ اگر آج میں ٹھنڈا پانی
پی لوں تو آخرت میں محروم نہ رہوں۔ مالک بن دینار فرماتے لوگ کہتے ہیں جس
نے چالیس دن تک گوشت نہ کھایا ہو اس کی عقل کم ہو جاتی ہے لیکن میں نے
برسوں سے چھوڑ رکھا ہے۔ پھر بھی بفضلہ تعالیٰ میری عقل میں ذرہ بھر نقصان نہیں
ہوا۔ نیز آپ بصرہ کی خرمانہ کھاتے۔ پھر جب انکی موسم گذر جاتی تو فرماتے اے بصرہ والو
میرا پیٹ کھجوروں کے چھوڑنے سے کم نہیں ہوا۔ اور نہ تمہارا کچھ بڑھ گیا ہے یحییٰ بن
معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خواہش نفس کی تابعداری کرنیوالا دنیا اور آخرت
دونوں میں گرفتار عذاب رہتا ہے۔ دنیا میں بوجہ اسکی تلاش کے اور آخرت میں بوجہ
حساب وکتاب کے۔ یاد رہے جسکی خوراک زیادہ ہے اسکے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہوگا
اور جسکے پیٹ کا گوشت زیادہ ہے اس کی خواہشات بھی بہت ہیں اور جسکی شہوات زیادہ
ہوں اس کے گناہ بھی زیادہ ہونگے۔ اور جس کے گناہ زیادہ ہونگے اسکا دل سخت
ہوگا۔ اور جس کا دل سخت ہو وہ معاصی اور آفات میں غرق ہوگا۔ اور جو گناہ اور آفات
میں غرق ہو وہ آگ میں داخل ہوگا۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرض موت
میں سفید روٹی اور دودھ کی آرزو کی۔ تو جب آپکے پاس لائے تو فرمانے لگے میں
نے اپنے کو تمام عمر خواہشات سے روکے رکھا ہے کیا اسوقت میں اسکی اطاعت کردں
پھر فرمایا اس کو فلاں قبیلہ کے یتیم کے پاس لیجاؤ۔ اور خود نہ کھایا۔ حضرت معروف
کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ تیس سال تک خواہش کرتے رہے کہ گاجر کو شہد اور کھجور کے
شیرہ میں ملا کر کھائیں آخر مر گئے لیکن نہ کھایا۔ امیر المومنین عمر بن خطاب ؓ کے پاس

ایک برتن میں شہد اور دودھ لایا گیا۔ آپنے واپس کر دیا اور نہ کھایا اور فرمایا اسکی لذت تھوڑی دیر میں جاتی رہیگی۔ اور اسکا بد نتیجہ باقی رہیگا آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو روٹی اور مکھن کھاتے دیکھا۔ تو درہ لیکر ان پر لپکے اور فرمایا روٹی اور نمک کھا روغن دوسروں کیلئے رہنے دے۔ اے دوست ان باتوں میں غور کر اور اپنی حالت پر افسوس کر کیونکہ تیرا ظاہر و باطن تمام خواہشات ہیں۔ اور تو عموماً اپنے پروردگار سے محجوب رہتا ہے۔ اور نہ عبادات میں تجھے لذت آتی ہے اور نہ تو خلوت میں اللہ تعالیٰ سے مراقبہ کر سکتا ہے۔ پھر تو نیک ہونے کا کیونکر مدعی ہے حالانکہ تو تمام باتوں میں ان کے مخالف ہے۔ اگر باطنی امور میں انکے موافق نہیں ہے تو ظاہری لباس عمامہ جبہ وغیرہ ترک کر دے۔ ایک شخص اس لباس میں کسی دعوت میں دوسروں کے سامنے سے دائیں بائیں عمدہ کھانوں پر ہاتھ مارتا تھا۔ اور اکثر اوقات وہ ایک لقمہ کیلئے شہر کے باہر دور یا متصل بلایا جاتا تو اس کی طرف بھاگا جاتا۔ اور اکثر کہتا میں صاحب خانہ کی خاطر سے جاتا ہوں نہ حرص کے مارے۔ لیکن باریک بین تاڑ جاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

قرآن شریف کے عاشقوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ کثرت سے استغفار کرتے۔ اور جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو غضب الٰہی سے ڈرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بہت سے لوگ قرآن شریف کو اٹھائے پھرتے ہیں یعنی حافظ ہوتے ہیں کہ قرآن مجید انکو پیٹ میں سے لعنت کرتا ہے۔ حافظ قرآن جب اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو قرآن شریف اسے اندر سے کہتا ہے تجھے کیا ہو گیا تو نے

مجھے کیوں حفظ کیا۔ کہ اپنے پروردگار سے کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ واضح ہو کہ حافظ قرآن کو مناسب ہے کہ کسی سچے پیر کا پیرو ہو جو اس کی کثافت اور عمل بالقرآن کی ممانعت کو دور کرے۔ اور عظمت الٰہی کا پردہ اُٹھاوے۔ کیونکہ اگر وہ عظمت الٰہی کا شاہد کریگا تو نافرمان نہ ہوگا۔ یوسف بن اسباط رحمہ اللہ تعالیٰ جب قرآن مجید ختم کرتے تو سات سو بار استغفار کرتے۔ اور ستر بار یوں کہتے کہ اے اللہ بغیر عمل کے قرأت کرنے کی وجہ سے مجھپر غضب نہ کرنا فضیل بن عیاض فرماتے ہیں حافظ قرآن کا مرتبہ اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرے اسے گناہ کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ حالانکہ قرآن مجید کا مرتبہ اس سے بڑھکر ہے۔ کہ اللہ کی نافرمانی کرے۔ اسے گناہ کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ حالانکہ قرآن مجید کا ہر ایک حرف اسے بلند آواز سے پکارتا ہے کہ تجھے خدا کا واسطہ ہو۔ تو نے مجھے حفظ کیا۔ اسکی مخالفت نہ کر حافظ قرآن کو شایاں نہیں کہ غافلوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو اور لاابالی لوگوں کیساتھ لہو و لعب میں مصروف ہو۔ مالک بن دینار فرماتے تھے اے قرآن والو قرآن مقدس نے تمہارے دلوں میں کیا بویا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے لئے فصل بہار ہے جیسی زمین کیلئے بارش عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے۔ حافظِ قرآن کو مناسب ہے کہ جب لوگ سوئے پڑے ہوں تو اپنی رات کو ممتاز بنائے۔ اور جس دن لوگ افطار کریں یہ اسکو مبارک بنائے اور جب لوگ خوش ہوں تو یہ اس کو غم سے سنوارے۔ اور جب لغو گوئی کریں تو یہ خاموش رہے۔ اور جب لوگ اپنے کپڑے اور رفتار میں فخر کریں تو یہ خشوع کرے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالم اور حافظ قرآن کو لائق نہیں کہ سخت جھگڑالو علم و حدیث سے بلند آوازی کرنیوالا اور دنیا کی طرف راغب ہو۔ کیونکہ قرآنِ مقدس کا ہر ایک کلمہ اُسے دنیا سے بے رغبتی کرنے کو کہتا ہے میں نے حضرت علی خواص کو کہتے سنا ہے کہ جو غور کرے اُسے

معلوم ہوگا۔ کہ کل آسمانی کتابیں اپنے محافظوں کو کہتی ہیں کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ صالح مری فرماتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قرآن مجید پڑھا تو جب میں نے ختم کیا تو فرمانے لگے یہ تو قرآن مجید ہے مگر گریہ زاری کہاں ہے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا میں کوئی مصیبت ہماری مصیبت سے بڑھکر نہیں ہم میں سے ہر ایک دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں کرتا حالانکہ یہ تمام کا تمام ہماری طرف اللہ کا پیغام ہے آپ کے فرزند علی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو تلاوت کے وقت نہ روئے وہ مغرور ہے قرآن مجید سے اصلی مقصود عمل ہے نہ فقط تلاوت آپ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو اسقدر روتے کہ سورت کو ختم نہ کر سکتے اور فرماتے مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو قرآن کو ختم کر کے خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی نصائح اور زواجر اور دھمکیوں میں سے کسی چیز کیساتھ اپنے نفس کا مواخذہ نہیں کرتا۔ ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اکثر دفعہ میں پانچ پانچ رات متواتر ایک ہی آیت کو پڑھتا رہتا ہوں اور اس پر عمل کرنے کیلئے اپنے نفس کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھپر غفلت ڈالکر احسان نکرتا تو میں ایک ہی آیت سے تمام عمر آگے نہ بڑھ سکتا کیونکہ مجھے ہر ایک تدبر میں نیا علم حاصل ہوتا ہے اور قرآن مجید کے عجائب تو ختم نہیں ہوتے۔ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ اگر اللہ تعالیٰ بزرگو کو تلاوت کے وقت قرآن مقدس کے معانی محض اپنی موہبت سے عطا نہ کرتا تو وہ ایک رات میں تمام قرآن کے ختم کرنے پر کبھی بھی قادر نہ ہوتے اسی لئے کاملین کے علوم جو قرآن مجید سے متعلق ہیں وہ فکر سے مستنبط نہیں۔ اور نہ امعان نظر کا نتیجہ ہیں وہ تو محض اللہ کی بخشش ہے۔ جو تلاوت کے وقت اللہ ان کو عنایت کرتا ہے سو انکی تلاوت ہی معانی کا عین ہے اور جب معانی تلاوت الفاظ کے بعد حاصل ہوں تو وہ فکر اور تدبر کا نتیجہ ہونگے سفیان ثوری فرماتے ہیں آدمی جب قرآن مجید پڑھتا پڑھتا لغو گفتگو کرتا ہے اور پھر

قرآن مقدس پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے تجھے میرے کلام سے کیا تعلق ہے
اسی لئے حضرت علی خواص جب تلاوت کرتے تو ان کیساتھ اگر کوئی بات کرتا تو اپنے
دل میں کہتے اے اللہ اجازت ہو کہ میں فلاں شخص سے بات کروں پھر اس سے گفتگو کرتے
فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حافظوں سے قیامت کے دن انہیں باتوں
کا سوال ہوگا۔ جن باتوں سے انبیاء کی پرسش ہوگی یعنی کلام مجید وغیرہ احکام پر عمل
کرنیکے متعلق سوال ہوگا۔ کیونکہ انکو حکم ہے کہ کلام مجید کے ایک حکم میں بھی تقصیر نہ
کریں۔ حدیث میں آیا ہے اَكْثَرُ مُنَافِقِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ قُرَّاءُهَا یعنی اس امت کے
اکثر منافق قرآن خواں ہونگے شیخ ابوالسعود الجارحی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے
شیخ طریقت سید احمد مرحومی کی ملاقات سے پہلے بیس سال تک متواتر ایک ختم دن کو
اور ایک رات میں کرتا رہا ہوں۔ پھر جب انکی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کی خبر
دی تو انہوں نے کہا تو نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا کیونکہ تو ختموں کی تعداد سے
خوش ہوتا رہا۔ اور اپنے نفس سے اس پر عمل کرنیکا مطالبہ نہیں کیا اُسنے کہا ہاں ٹھیک ہے
پھر مجھے حکم دیا کہ ہر ایک آیت میں تدبر کرو۔ اور عمل کرنے کیلئے نفس کو مجبور کرو تو اسکے بعد
میں اسکی نسبت سے دسویں حصہ تک بھی نہیں پڑھ سکتا۔ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ وَصَلَّى
اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

مقربین بالا احوال کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ ہر نماز میں اللہ کے سامنے حاضر ہونے کیلئے اوّل ہی وقت سے تیاریاں کرتے بعض بعض
پر تو وضو کے وقت ہی سے اللہ کی عظمت کے نشان ظاہر ہوتے یا اس وقت سے جب حَیَّ عَلَی
الصَّلٰوۃِ کی آواز آتی تاکہ اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں

خصوصاً جب وہ نماز سے پہلے کسی علم کے مطالعہ یا کسی مقدمہ وغیرہ میں مشغول ہوتے
کیونکہ ایسے وقت حضور وخشوع کا حاصل ہونا سخت مشکل ہوتا ہے۔ مگر جب وقت سے پہلے
تیاری کیجائے چنانچہ شیخ افضل الدینؒ نماز میں حاضر ہونے کیلئے وقت سے بہت ہی پہلے
تیاری کرتے تو ایکدن آپ سے کہا گیا کہ بفضلہ تعالیٰ آپکو دنیاوی علاقہ کوئی نہیں جو آپکو
حضور سے روکے تو آپنے فرمایا ہر انسان کی روکاوٹ حسب درجہ ہوتی ہے سو اگر صلحاء
کیلئے قبل از نماز حجاب نہوتا تو انکا چہرہ نماز میں کھڑا ہوتے وقت زرد ہوتا۔ لہٰذا ہر ایک ولی
کیلئے حجاب کا ہونا ضروری ہے۔ جو نماز کی طرف کھڑا ہونیکے وقت اٹھتا ہے اسکی بدولت
اللہ عزوجل کی تعظیم میں ترقی کرتا ہے اگر نسبتہً غفلت کا پردہ نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم خلیل
علیہ السلام کی نماز کے وقت سینہ کی آواز ایک میل سے سنائی دیتی اور اکابر سے بھی یہی
منقول ہے نماز میں اللہ کی تعظیم میں ترقی کرے۔ کیونکہ وہ اس وقت اللہ کے حضور میں
کھڑے ہوتے جیسے غلام آقا کے سامنے اور اللہ کیلئے تو وہی مثال دیجاتی ہے جو سب سے
اعلیٰ ہو۔ حدیث میں آیا ہے خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى الْعِبَادِ فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ
مِنْهُنَّ شَيْئًا اِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ كَانَ لَهٗ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔ یعنی پانچ نمازوں کو اللہ نے
انسان پر فرض کیا ہے جو انکو پوری طرح ادا کریگا تو اس سے اللہ کا عہد ہے کہ اسے جنت میں داخل کریگا دوسری
حدیث میں آیا ہے اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً قُبِلَتْ مِنْهُ
سَائِرُ اَعْمَالِهٖ وَاِنْ وُجِدَتْ نَاقِصَةً رُدَّتْ عَلَيْهِ سَائِرُ عَمَلِهٖ۔ یعنی قیامت کے دن جس عمل کا سب سے پہلے
حساب ہوگا وہ نماز ہے اگر وہ کامل نکلی تو اس کے تمام اعمال مقبول ہونگے اگر وہ ناقص
ہوئی تو دوسرے عمل بھی مردود ہونگے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے مَنْ لَّمْ يُتِمَّ رُكُوْعَ الصَّلٰوةِ
وَلَا سُجُوْدَهَا وَلَا خُشُوْعَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ لِصَاحِبِهَا ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى
اِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُهٗ۔ یعنی جو شخص نماز
کا رکوع سجود اور خشوع پوری طرح ادا نہ کرے تو وہ سیاہ رنگ شکل میں نکلتی ہے اور

اپنے پڑھنے والے کو کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ایسا ہی ضائع کرے جیسا تو نے مجھے خراب کیا ہے یہاں تک کہ جب وہاں پہونچتی ہے جہاں اللہ چاہتا ہے تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ سعید تنوخی جب نماز پڑھتے تو آنسو آپکے رخسار اور ڈاڑھی پر بہتے۔

اللہ اکبر: اِس روسیاہ کے پیر و مرشد حضرت شاہ ابوالخیر نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر نماز میں کھڑے ہونے سے کچھ پہلے اپنے خادموں کو کچھ توجہ فرماتے اور جبکہ توجّہ کے اثر سے خادموں اور طالبوں کے دِل ذکر کے انوار میں ڈوب جاتے تب آپ خادموں کیساتھ نماز میں کھڑے ہو جاتے اور یہ توجہ اِس واسطے فرماتے کہ نماز میں حضور اور خشوع حاصل ہو۔ اور آپ اپنے خادموں کو اکثر دفعہ فرمایا کرتے۔ کہ اِس ہمارے مراقبہ اور ذکر الٰہی۔ اور فکر الٰہی سے اصل مقصود یہی ہے۔ کہ کسی صورت سے ہماری نمازوں میں حضور اور خشوع کی نعمت حاصل ہو۔ کہ اس سے بڑھکر دنیا اور آخرت میں دوسری نعمت نہیں ہے۔

اَب چونکہ اس ذات پاک نے ہر ایک کی قابلیت اور حوصلہ کی وسعت میں فرق رکھا ہے۔ لہٰذا کئی ایک خادم ایسے بھی ہوا کرتے تھے جو باوجود توجّہ فرمانے کے انہیں نماز میں حضور اور خشوع حاصل نہ ہوتا۔ اور نماز میں وسوسے پیدا کیا کرتے۔ تب اُس کا عکس آپ کے آئینۂ دل میں گرتا۔ تب نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں اُن کے وسوسوں سے آگاہی فرما کر نہایت ہی خلوص اور شفقت کے ساتھ نصیحت فرماتے اور انکی اصلاح کے درپے ہوتے اور فرمایا کرتے کہ نماز خشوع اور حضور کی دولت کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اور ہمیشہ اللہ کی عظمت کو مد نظر رکھو۔

سبحان اللہ۔ آپ جب نماز میں کھڑے ہوتے تب فیض کا دہانہ کھلجاتا تھا اور آپ کی توجہ پاک کا پورا اثر نماز میں ہی ظاہر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ بعض دفعہ

ملکوت کے وہ اسرار جو آپ کو نماز کی حالت میں منکشف ہوتے تھے اس کا اپنے خادموں کے سامنے تذکرہ بھی فرماتے۔ کہ ذوق اور شوق سے ذکرِ الٰہی کریں۔ اور نماز جیسی اعلیٰ عبادت میں اعلیٰ درجہ حاصل کریں۔ اے خدا کے بندو تم اللہ والوں سے نماز پڑھنا سیکھو۔ کہ اس سے بڑھکر اور کوئی نعمت نہیں ہے مسلم بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ جب نماز پڑھتے تو انہیں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان کے گرد کون ہے۔ نیز انہوں نے اپنے عیال کو فرمایا تھا کہ تم شور نہ کیا کرو مگر جب میں نماز میں ہوں۔ کیونکہ جب میں نماز میں ہوتا ہوں تو تمہاری باتیں نہیں سنتا۔ مسجد کا ایک کونہ گر پڑا۔ آپ اُس وقت اس مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے تو سخت شور مچ گیا اور لوگ فی الفور مسجد سے باہر نکل گئے مگر آپ کو اطلاع بھی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ نے سلام پھیرا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ نماز کا وقت آتا تو آپ کی رنگت بدل جاتی۔ اور چہرہ زرد ہو جاتا اور فرماتے یہ امانت ہے۔ اور یہ زمین و آسمان و پہاڑوں پر پیش کیگئی مگر انہوں نے اس بوجھ کو اٹھانے سے انکار کر دیا لیکن میں نے اُسے اپنے ذمہ لیا۔ پس مجھے معلوم نہیں کیا میں اسکے آداب پورے کر سکتا ہوں یا نہیں۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ تو کس شخص کی نماز قبول کرتا ہے۔ اور کس کو تیرے گھر یعنی مسجد میں جانا مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میری کبریائی کے آگے تواضع کرے اور دن بھر میری یاد میں گذارے۔ اور محض میرے لئے شہوات سے بچے۔ اور بھوکے کو کھانا دے مسافر کو مکان دے۔ اور مصیبت زدہ پر رحم کھائے یہ ہے جسے میرے گھر میں آنا چاہئے اور جس کی میں دعا قبول کرتا ہوں۔ حاتم اصم فرماتے ہیں میں نے کبھی نماز نہیں پڑھی مگر میں اس میں اپنی اطاعت سے بے ادبیوں کو زیادہ دیکھتا ہوں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور دل سے دو رکعت ہزار رکعت سے بہتر ہیں۔ علی بن عبداللہ بن عباس

رحمہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سجدہ کی وجہ سے سجاد نام ہو گیا تھا۔ اور فرماتے تھے سجدہ میں خضوع رکوع کے خضوع سے بہتر ہے اسی لیئے میں بکثرت سجدہ کرتا ہوں مروی ہے آپکا روزانہ وظیفہ ہزار رکعت تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ زمین پر سجدہ کرتے نہ چٹائی پر۔ اور فرماتے یہ اللہ کے سامنے بڑی عاجزی ہے سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جب سجد میں جاتے تو کانپنے لگتے اور مارے ہیبت الٰہی کے ان کا رنگ بدلجاتا۔ یہانتک کہ دنیاوی امور کو بالکل بھولجاتے۔ حضرت علی خواص اس وجہ کے آخری لوگوں میں سے ہیں آپ مسجد میں داخل ہونیکی جرأت نہ کر سکتے۔ مگر لوگوں کے پیچھے ہو کر سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو مسجد میں بیٹھا ہے وہ گویا اپنے پروردگار کیساتھ بیٹھا ہے۔ عنقریب ایک زمانہ آئیگا کہ لوگ مسجد میں حلقہ حلقہ ہو کر بیٹھیں گے۔ اور اسمیں دنیاوی باتیں کرینگے تم اُن کے پاس مت بیٹھنا۔ تو جو علمار اور صالحین کی غیبت مسجد میں بیٹھکر کرتے ہیں انکا کیا حال ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں اے دوست اسے خوب یاد رکھ اور خشوع کر ممکن ہے کہ تو بھی خاشعین سے شمار ہو۔

اور ان پاک وجود کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں فنا ہوتے۔ اور جب چاہتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے۔ بلکہ ہر ایک نبی کے پیچھے پڑھتے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انبیار علیہم الصلوات والسلام اذان اور اقامت کیساتھ نماز ادا کرتے ہیں شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ پانچوں نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کرتے چنانچہ انہوں نے خود اس کی خبر دی ہے۔ نیز شیخ افضل الدین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنے دوستوں سے دریافت کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجالست کرتا ہے

اور رات دن میں کبھی آپ سے محجوب نہ ہوتا ہو تو انہوں نے عرض کی ہم میں سے تو کوئی بھی ویسا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے دلوں پر افسوس کر کے روؤ جو ملکوت کے اسرار سے محجوب ہیں۔ بخدا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لحظہ بھی محجوب ہوں تو بھی اپنے آپ کو مسلمان خیال نہ کروں۔

اور ان حضرات کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ روزہ اور حج میں دیگر فرائض شرعیہ سے بڑھ کر پاس ادب رکھتے تاکہ وہ ایک سال سے دوسرے سال تک شیطان کے وسواسوں سے محفوظ رہیں۔ یا حج کے بعد مرنے تک جس نے حضور قلب سے جمعہ کی نماز ادا کی وہ دوسرے جمعہ تک محفوظ رہیگا۔ اور جیسا کسی نے ایک نماز حضور قلب سے ادا کی وہ دوسری نماز تک ابلیس سے بچا رہیگا۔ اور ان باتوں سے وہ لوگ واقف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسرار شریعت سے مطلع فرمایا ہے جو نماز کو موافق شریعت کے ادا کرتے ہیں برعکس ان لوگوں کے جو عادۃً نماز گذارتے ہیں ایک شخص نے حضرت علی خواص سے دریافت کیا آپ نے عصر کی نماز ادا کرلی۔ تو آپ خاموش رہے اور اسکو کچھ دیر تک جواب نہ دیا۔ پھر اس سے فرمایا دوبارہ مجھسے دریافت نہ کرنا۔ ورنہ مجھسے جھوٹ بلوائیگا کیونکہ نماز اس کو کہتے ہیں جسمیں بندہ اول سے آخر تک اپنے پروردگار کیساتھ ایسے طور سے کھڑا ہو کہ اس کے دل میں محبت الٰہی اور اسکے حضور میں کھڑا ہونے کے سوائے یا جو کچھ پڑھتا یا منہ سے بولتا۔ اور رکوع سجود کے اذکار کے علاوہ کوئی خیال نہ آئے تو اس آدمی نے عرض کی کہ اگر مجھے نماز کے متعلق آپ سے دریافت کرنا ہو تو کیا کہا کروں۔ تو آپ نے فرمایا تو یوں کہو کہ لوگوں کے ساتھ میں فلاں وقت میں اٹھ بیٹھ چکے ہیں یا نہیں فضیل ابن عیاض فرماتے ہیں ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جو اپنے روزوں کو ہنسنے سے بھی بچاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مہینہ نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت کرنیکا ہے نہ کھیل غفلت اور ہنسنے کا۔ احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ماہ رمضان بھوک کا مہینہ ہے

جو اس میں اِس قدر کھبو کا نہیں رہا جس سے اس کا رنگ تبدیل ہو جائے تو گویا
اس نے روزہ کا ایک پر بھی حاصل نہیں کیا فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جو اپنے تمام
اعضا کو گناہوں سے نہ روکے وہ اگرچہ کھبوکا رہے پھر بھی روزہ دار نہیں اور جو اپنے اعضا کو روکے
وہ درحقیقت روزہ دار ہے سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علی بن حسن نے
حج کا ارادہ کیا تو جب آپنے احرام باندھا اور اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپ کا رنگ
بدل گیا اور گھبرا گئے رعشہ شروع ہو گیا۔ اور تلبیہ کہنے کی بھی ہمت نہ رہی لوگوں نے
عرض کی تم تلبیہ کیوں نہیں کہتے۔ آپنے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ میں لبیک کہوں تو مجھے
جواب ملے۔ لا لبیک ولا سعدیک یعنی تو حاضر نہیں ہے۔ اور تجھے سعادت نہ ہو پھر
انہیں کہا گیا کہ یہ کہنا تو ضروری ہے۔ تو جب آپنے کہا آپ پر غشی طاری ہو گئی اور اونٹنی
سے گر پڑے غرضکہ حج کے تمام کرنے تک یہی حالت رہی جب آپنے حجر اسود کو بوسہ
دیا تو فرمانے لگے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا
تو میں کبھی بھی تجھے نہ چومتا ابو سلیمان دارانی نے جب حج کا احرام باندھا تو تلبیہ کی
کی ہمت نہ ہوئی حتیٰ کہ ایک میل تک قافلہ چلا گیا۔ اور آپ کو کجاوے میں غشی آگئی پھر
افاقہ ہوا تو احمد بن ابی حواری جو آپکے ساتھ تھے ان کو فرمایا اے احمد اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ کہ بنی اسرائیل کے ظالموں سے کہدو کہ مجھے یاد
نہ کیا کریں کیونکہ ان میں سے جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسکو لعنت کرتا ہوں جبتک وہ یاد
کرتا رہے۔ اے احمد افسوس ہم کیونکر مامون ہیں کہ اللہ سبحانہٗ ہم پر لعنت نہیں کرتا۔ حالانکہ
ہمنے اپنے برادر غیروں پر ظلم کیا ہے مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک نوجوان محرم
کو دیکھا کہ خاموش ہے میں نے کہا تو تلبیہ کیوں نہیں کہتا۔ اس نے کہا اے شیخ مجھے
تلبیہ کیا فائدہ دیگا۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے بہت سے گناہ اور بیشمار جرم گذر چکے ہیں۔
میں ڈرتا ہوں کہ اگر لبیک کہوں تو مجھے یوں نہ کہا جاوے لَا لَبَّیْكَ وَلَا سَعْدَیْكَ کہ ہم

تیری بات نہیں سنتے اور نہ تیری طرف دیکھتے ہیں۔ مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا اے بیٹے اللہ کریم اور غفور ہے تو اس نے دریافت کیا آپ مجھے تلبیہ کہنے کی صلاح دیتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے اپنا ایک پہلو زمین پر لٹکایا اور لبیک کہا اور کھینچ کر سانس لی۔ پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں سلیمان ثوری نے بصرہ سے پیدل چلکر حج کیا کسی نے آپ سے پوچھا کیا آپ کے پاس سواری نہ تھی جسپر آپ سوار ہوتے تو آپنے فرمایا کیا بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے پاس صلح کیلئے سواری ہو کر آنا پسند کرتا ہے۔ بخدا میں اس زمین میں آنے پر سخت شرمندہ ہوں۔ اور سلیمان دارانی فرماتے ہیں مینے ایک نوجوان زرد رنگ کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا اَللّٰھُمَّ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا فَتَصَدَّقْ عَلَیَّ بِھَا وَاِنَّ لِعِبَادِکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا فَتَحَمَّلْھَا عَنِّیْ مِنْ فَضْلِکَ وَقَدْ تَمَّ فَضْلُکَ عَلَیَّ یعنی اے اللہ بیشک تیرے حقوق مجھپر ہیں تو انکو مجھپر تصدق کر دے اور بیشک تیرے بندوں کے حقوق میرے ذمہ میں ہیں سو تو ان کو مجھ سے ہٹا دے۔ اسوقت تیرا پورا فضل ہوگا۔ مینے حضرت علی خواص کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اونٹوں پر بغیر کجاوے اور سایہ بان کے حج کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ محرم بکھرے بال اور خاک آلودہ ہوتے ہیں سائبان وغیرہ ان کے منافی ہیں۔ اسلاف میں سے کوئی حج کرنا چاہتا تو کئی سال تک حلال روپیہ حج میں خرچ کرنے کو حاصل کرتا رہتا۔ اور ان کے مبارک عادات میں سے یہ ہے کہ اللہ سے سخت شرم کرنیکے علاوہ لوگوں سے بھی بڑی شرم کرتے حدیث میں آیا ہے۔

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَلِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ اَلْحَیَاءُ ترجمہ: حیاء ایمان کا جزو ہے اور ہر دین کی ایک خاص عادت ہوتی ہے اور اسلام کی عادت حیا ہے بشر حافی فرماتے ہیں ہر چیز کی ایک خوبصورتی ہے حیا کی خوبصورتی گناہ کا ترک ہے اور ہر ایک چیز کا نتیجہ ہوتا ہے حیا کا نتیجہ نیکی کمانا ہے۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں

اللہ نے اس دل سے بڑھکر کسی کو سزا نہیں دی جس سے حیا چھین لی۔ یوسف بن اسباط رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اللہ سے جنت اور اس کی رضا مانگنے سے شرماتے تھے بلکہ اس کی عفو اور درگذر کے خواہنگار ہوتے۔ امام مالک فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے سفر میں خیمہ لگایا وہ امیر المومنین عثمان بن عفانؓ ہیں۔ آپ نے کہا مجھے لوگوں سے نہایت شرم آتی ہے اسلئے مجھے ان کی نظر سے آڑ میں رہنا پسند ہے۔ آپ ہمیشہ قضاء حاجت کو سر ڈھانپ کر جاتے۔ فرشتوں سے حیا کرکے۔ اسی لئے فرشتوں کا آپ سے حیا کرنا آپ کو اس کا بدلہ ملا جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا اَسْتَحْیِیْ مِمَّنْ تَسْتَحْیِیْ مِنْہُ مَلٰئِکَۃُ السَّمَاءِ یعنی میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں معلوم ہوا ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی چادر بیت الخلاء کے دروازے پر فرشتوں کی خاطر بچھاتے اور فرماتے تم دونوں یہاں بیٹھو جب تک میں باہر آؤں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بزرگان دین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ اعلیٰ درجہ کا اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرتے بعد ازاں کبھی اپنے آپکو متقین سے نہ سمجھتے نیز اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت کرتے۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو مخاطب کرکے فرماتے اے خطاب کے بیٹے اللہ سے ڈر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے عذاب دیگا۔ اور تیری پرواہ نہ کریگا نیز فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ نفس کی ہر خواہش کو پورا نہیں کرتا حدیث میں آیا ہے جس سے کہا

جائے اللہ سے ڈرا اور وہ خفا ہو تو وہ قیامت میں کھڑا کیا جائیگا۔ اور فرشتے اُس کے پاس سے گذرینگے۔ اور اسے عتاب کرینگے۔ اور کہیں گے تو وہی ہے جسے خوف الٰہی کو کہا جاتا تھا۔ اور وہ خفا ہوتا تھا یعنی یہ کہکر اس کو سرزنش کرینگے کسی نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جب تک آپ موجود ہیں لوگ درست رہینگے۔ آپنے فرمایا جب تک لوگ اللہ کو راضی رکھینگے درست رہینگے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ جب یہ آیت پڑھتے وَ اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ترجمہ:۔ اے عقلمند و مجھسے ڈرو تو تو فرماتے اللہ نے میری محبت کے باعث ان کو عتاب کیا ہے عروۃ الرقی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں آدمی کا اللہ سے محبت کرنا قرآن مجید کی محبت اور اس پر عمل کرنیکا نام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کی سنت پر عمل کرنا۔ مطرف بن عبداللہ فرماتے ہیں انسان کی اللہ کیساتھ محبّت یہ ہے کہ اسکی کتاب کی تلاوت سے ملول نہ ہو سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کی مُحبّت کا یہ نشان ہے کہ عبادت میں سخت تکلیف برداشت کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مُحبّت آرام سے حاصل نہیں ہوتی۔ عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں میں ایک آدمی برف پر سوئے ہوئے کے پاس سے گذرا۔ تو میں نے اُس سے کہا کیا تجھے سردی کی تکلیف معلوم نہیں ہوتی اس نے جوابدیا جس نے اللہ کی محبّت کا مزہ چکھ لیا اُسے سردی گرمی کی تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔ اس کی مراد کامل محبت ہے۔ محمد بن واسع فرماتے ہیں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں وہ اللہ کے محب ہیں۔ حالانکہ اللہ اُن سے ناراض ہے اے دوست اسمیں غور کر۔

اور ان بزرگوں کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ واجبات موسعہ اور نوافل سے صنعت اور حرفہ کو مقدم رکھتے۔ تاکہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچ جائیں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے ایک شخص کی نسبت سوال کیا جو

کسب کا محتاج ہو۔ اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز کو جائے تو اُسے اُس دن سوال کی ضرورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا وہ مزدوری کرے اور نماز تنہا پڑھ لے۔ حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہزار قسم کی صنعتیں سکھلائی تھیں۔ اور فرمایا تھا اپنی اولاد کو کہدے کہ ان کو سیکھ لیں اور اپنا پیٹ پالیں اور دین کو بیچکر نہ کھائیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے میرے دلمیں روح القدس نے پھونکا ہے کہ جب تک نفس اپنا اپنا رزق پورا نہ کرلیں گے نہ مریں گے۔ اگرچہ رزق دیر میں ملے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور نیک ذریعہ سے اس کی طلب کرو۔ اور رزق کا دیر میں ملنا تمکو ناجائز طریق سے حاصل کرنے پر مجبور نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیز بذریعہ گناہ حاصل نہیں ہوسکتی امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسب چھوڑ کر مسجد میں مت بیٹھو۔ اور کہو اے اللہ مجھے رزق دے۔ کیونکہ یہ خلاف سنت ہے تمہیں معلوم ہی ہے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا۔ امام احمد بن حنبل رح سے اس شخص کی نسبت دریافت کیا گیا جو گھر میں یا مسجد میں بیٹھ رہے۔ اور کہتا ہو میں کچھ کام نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے خود رزق دیگا۔ آپ نے فرمایا وہ جاہل ہے۔ اس کی تائید حدیث طبرانی بھی کرتی ہے جو پرندوں کے متعلق ہے۔ اِنَّمَا تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔ ترجمہ:۔ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں۔ اور شام کو سیر شکم واپس آتے ہیں۔ تو گویا اس میں آپ نے بیان کیا ہے کہ وہ صبح کو طلب رزق میں نکلتے ہیں صحابہؓ خشکی اور دریا میں تجارت کرتے پھرتے تھے۔ اُن کی اقتدا انسب ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ترجمہ:۔ وہ ایسے آدمی ہیں جنکو نہ تجارت اللہ کے ذکر سے غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔ اللہ نے ان کا نام رجال رکھا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسباب کو قائم رکھا ہے۔ اور ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہوئے یہ بڑا کمال ہے۔ مروی ہے کہ ایک دن عیسیٰؑ ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو بیٹھا ہوا تھا

آپ نے اس سے پوچھا تو کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں عیسیٰؑ نے پوچھا تیری پرورش کون کرتا ہے اس نے کہا میرا بھائی۔ آپ نے فرمایا وہ تجھ سے زیادہ عابد ہے حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے ایک آدمی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کیا اور اس کی تعریف کی اور حضر وسفر میں اسکی عبادت کا بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا اس کو کھلاتا پلاتا کون تھا اور اسکے جانوروں کو گھاس چارہ کون دیتا تھا۔ اور دیگر کاروبار سے اسکو کس نے مستغنی کر رکھا تھا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم لوگوں نے۔ آپ نے فرمایا تم تمام اس سے بہتر ہو۔ حذیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں تم میں سے نیک وہ ہیں جو دین ودنیا دونوں کا کام کرے عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھے وہ شخص برا معلوم ہوتا ہے جو دنیا اور آخرت کے کاروبار سے فارغ بیٹھا رہے ابوقلابہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے معاش کیلئے کوشش کرتا ہے وہ مسجد میں بیٹھنے والے سے افضل ہے۔ ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یہ خوبی نہیں ہے کہ تم اپنے پاؤں کو عبادت کے لئے صف بستہ رکھو۔ اور دوسرا تمہاری خاطر مصیبت اٹھائے۔ بلکہ یہ خوبی ہے کہ اپنی روٹی کو پہلے گھر میں جمع کر اور پھر نماز پڑھ۔ اور پرواہ مت کر کہ کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ برخلاف اس شخص کے جو گھر میں کھڑا نماز پڑھے اور اس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو۔ اور جو دروازہ کھٹکھٹائے تو دل میں خیال کرے کہ روٹی لایا ہے سفیان اپنے دوستوں سے فرماتے ہیں کسب کرو۔ کیونکہ اکثر لوگ جو امراء کے دروازہ پر جاتے ہیں وہ ضرورت کے لئے جاتے ہیں۔ اے دوست اس کو خوب یاد رکھ اور اس پر عمل کر اور سلف کا پیرو ہو۔ اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ فقر وفاقہ سے خوش ہوتے۔ تونگری اور خوش حالی سے گھبراتے یہ خصلت آجکل بالکل مفقود ہے۔ ہاں بعض اُن صوفیاء میں دیکھے جاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ان زاہدوں کے سردار تھے آپ فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا اے اللہ آل محمد کی روزی بقدر قوت کردے اور ایک روایت میں بجائے قوت کفاف کا لفظ آیا ہے۔ یعنی صبح وشام کے کھانے سے کچھ نہ بچے ایک حدیث میں ہے کہ جو اپنے نفس پر مطمئن ہو اور جسم میں تندرست ہو۔ اور اس کے پاس دن کا کھانا بھی ہے۔ گویا اس کیلئے تمام دنیا جمع کردی گئی۔ ایک دفعہ محمد بن واسع سے کسی نے کہا کہ آپ بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر کیوں نہیں کچھ التجا کرتے جو آپ کھائیں۔ ہمیں خوف ہے کہ آپ لاغری کے باعث مرنہ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کو اگر میں لاغر مومن ملوں تو یہ بہت اچھا ہے اس سے کہ فربہ منافق ہوکر ملوں۔ ابراہیم بن ادہمؒ کو کسی نے کہا آپ نے وہ دانائی جو آپ کے کلام سے ٹپکتی ہے کیونکر حاصل کی۔ آپ نے فرمایا پرہیز جسم۔ خائف دل۔ اور خالی پیٹ کے ذریعہ سے ایک روایت ہے کہ میں نے کم سونے اور تھوڑا کھانے اور کم بولنے سے اور دوسرے دن کیلئے چیز جمع نہ کرنے سے حاصل کی۔ ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت ہوا کہ کفر میں جلد کون گرتا ہے آپ نے فرمایا عیالدار محتاج بے صبرہ سو اُس کا کفر میں واقع ہونا اُس سخت کلامی کے باعث ہوتا ہے جو وہ قضا الٰہی کے متعلق کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابودردار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دو درہموں کا مالک ایک درہم والے سے بڑھکر دنیا کا محب ہے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی محتاج ہو تو اسے اپنی

مفلسی کو مشہور نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے اور اللہ کے درمیان رکھے تاکہ لوگوں
کی نظر میں حقیر نہ ہو۔ جب آدمی محتاج ہو۔ تو اگر اللہ تعالیٰ اس کے دل کا حجاب دور
کر دے۔ اور جو کچھ اس کے لیے جنت میں تیار ہے اُسے دکھا دے تو بندہ ضرور
زیادت افلاس اور تنگی کی التجا کرے۔ ایک آدمی ابراہیم بن ادہم کے پاس دس
ہزار درہم لایا۔ آپ نے نہ لیے۔ اور فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے درہموں کے باعث میرے
نام کو فہرستِ فقراء سے خارج کر دے۔ اور تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت
میں داخل نہ ہونے دے۔ جا۔ اللہ تیرا بھلا کرے۔ منقول ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی
طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ اگر دنیا کو اپنی طرف آتا دیکھے تو یقین کر لے کہ
مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے۔ جس کی سزا جلد مل گئی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں تین آدمی جنت میں فی الفور داخل ہوں گے۔ اوّل وہ شخص جو اپنے
کپڑے دھونا چاہے تو اُسے کوئی پرانا کپڑا نہ ملے جس کو پہنکر دھوئے۔ دوئم وہ جس نے
اپنے چولھے پر دو ہانڈیاں نہ چڑھائی ہوں۔ سوئم وہ جو پانی مانگے۔ تو اسے یوں نہ پوچھا
جائے۔ اِن دونوں میں سے کونسا پینا چاہتا ہے فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں
نے خواب میں محمد بن واسع اور یوسف بن اسباط کو جنت کے دروازہ پر کھڑے
ہوئے دیکھا۔ اور میں نے غور سے دیکھا کہ کون پہلے جنت میں داخل ہوتا ہے تو وہ
یوسف بن اسباط تھے۔ تو میں نے ایک فرشتہ کو جو اس جگہ کھڑا تھا پوچھا۔ وہ
پہلے کیوں داخل ہوئے۔ اس نے کہا کیونکہ ان کے ایک کرتہ تھا اور ان کے
دو۔ ایک دفعہ بصرہ میں آگ لگی۔ تو تمام لوگ اپنے اپنے اسباب لے کر باہر آ گئے۔
مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ گلے میں قرآن مجید لٹکائے ہوئے نکلے۔ اور فرمانے لگے
ہم قیامت میں قبروں سے اسطرح اٹھیں گے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے
ہیں جس نے تونگر کی عزت اور فقیر کی ذلت کی وہ ملعون ہے کیونکہ فقراء کی الفت

انبیاء کی خصلت ہے۔ اور ان کی صحبت سے گریز کرنا منافقوں کی صفت ہے ابراہیم
بن ادہم فرماتے ہیں سفیان ثوری کی مجلس میں فقراء امیروں کی طرح ہوتے ایک
دفعہ ایک مفلس آدمی آپ کے پاس آیا اور دور ہٹ کر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اے
دوست قریب ہو جا۔ اگر تو غنی ہوتا تو میں تجھے اپنے پاس نہ بٹھلاتا۔ ابو حازمؒ فرماتے
ہیں جو مفلسی سے گھبراتا ہے اس کا عمل آسمان تک نہیں جاتا۔ کیونکہ فقر سے اللہ
کو متہم کر کے ڈرتا ہے۔ سو اللہ کو تہمت لگانے والا اس کا دشمن ہے۔ حدیث میں
آیا ہے اپنے نفسوں کو بھوک اور پیاس کی تکلیف دو۔ کیونکہ اس میں بھی مجاہد کی
طرح اجر ملتا ہے۔ نیز حدیث میں آیا ہے دل کو کھانے پینے سے مردہ نہ کرو۔ کیونکہ
دل کھیتی ہے کہ جب پانی زیادہ دیا جائے تو سڑ جاتی ہے ایک اور حدیث میں آیا
ہے کہ ذکر الٰہی سے اور ایک روایت میں ہے نماز سے اپنے کھانے کو پگھلاؤ اور کھانے
کے بعد سو مت رہو یعنی بغیر ذکر کے۔ ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ ایک اور
حدیث میں ہے میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میدہ کھاتے ہیں۔ امیر المومنین
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم پُری شکم سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ زندگی
میں بوجھ اور موت کے بعد عفونت ہے شقیق بلخی فرماتے ہیں عبادت کا آلہ بھوک
ہے۔ کیونکہ جب معدہ بھر جاتا ہے تو عبادت میں انسانی اعضاء سست ہو جاتے ہیں
فتح الموصلی کو جب بھوک یا بیماری سخت ہوتی تو بہت خوش ہوتے۔ اور اللہ کا شکر
بجالاتے۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں میں نے محمد بن واسع سے کہا بڑی خوش
قسمتی ہے اس شخص کی جس کے پاس قوت ہو جس کی بدولت لوگوں سے مستغنی ہو تو
آپ نے فرمایا مبارک ہے وہ شخص جو بھوکا ہی صبح کر دے اور شام کو بھی بھوکا ہو۔ اور
پھر اللہ سے راضی ہو۔ بعد ازاں ایک خشک روٹی نکالی اور اُسے پانی میں تر کر کے
نمک سے کھایا۔ اور فرمایا جو دنیا میں اتنے پر راضی رہے وہ لوگوں کا محتاج نہیں ہوتا

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

پہلے کے پاک لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں کبھی پر بکثرت غم کھاتے خصوصاً قبور کو دیکھکر یا قیامت کی تکلیف کو یاد کر کے اور جب تک دنیا میں رہتے امتحان سے خائف رہتے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک شخص ایک قبر پر گذریگا اور کہے گا کاش اس صاحب قبر کی جگہ میں ہوتا۔ لہٰذا بزرگان دین کو خوف ہوا کہ مبادا ہم اس زمانہ کو پاویں اور ہمسے صبر نہ ہو سکے۔ اور ہمپر خدا کی خفگی واقع ہو تو ہلاک ہوجاویں۔ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر دیکھی تو روئے لوگوں نے باعث دریافت کیا تو فرمایا۔ مجھے بیٹوں کی سی رقت آگئی ہے۔ سبحان اللہ حق تعالیٰ نے آپکی دعا سے آپکے والدین کو زندہ فرماکر ایمان کی دولتسے سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی وغیرہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔ کہ آپکے والدین زندہ ہوئے اور ایمان لاکر پھر قبر میں چلے گئے امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس سے گذرتے تو روتے کہ انکی ریش مبارک تر ہوجاتی۔ ایک دفعہ عمر بن عاص رحمہ اللہ تعالیٰ ایک قبرستان کے پاس سے گذرے تو سواری سے اتر کر دو رکعت نفل ادا کئے لوگوں نے باعث دریافت کیا آپنے فرمایا ان کے اور نماز کے درمیان موت حائل ہوگئی ہے۔ اس لئے میں نے عمر کو غنیمت جانکر انکے پاس دو رکعت نفل ادا کر لئے۔ مجاہد فرماتے ہیں سب سے پہلے میت سے جو گفتگو کرتا ہے۔ وہ قبر ہے اس سے کہتی ہے میں تو مسافری اور تنہائی کا گھر ہوں مجھ میں بالکل اندھیرا ہے۔ میں کیڑوں سے پر ہوں۔ یہ چیزیں میں نے تیرے لئے مہیا کی ہیں۔

تو بتا میرے لئے کیا لایا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ہرم
بن حبان فوت ہوئے تو بادل نے آپ کے جنازہ پر سایہ کر دیا۔ پھر جب ہم نے دفن
کیا تو آپ کی قبر پر برسا۔ کہ پانی بہنے لگا۔ اور ان کی قبر کے آس پاس ایک قطرہ
تک نہ برسا۔ ابوذر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لوگو! کیا میں تمہیں اپنی محتاجی کے
دن کی خبر نہ دوں (میری محتاجی کا دن وہ ہے) جس دن اپنی قبر میں رکھا جاؤں گا
ابو درداء رضی اللہ عنہ اکثر قبروں میں بیٹھا کرتے جب دریافت کیا تو کہنے لگے یہ
مجھے آخرت یاد دلاتی ہیں۔ اور جب میں چلا جاتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتیں
جعفر بن محمد قبرستان میں جاتے اور اہل قبور کو پکارتے جب جواب نہ آتا تو اپنے
آپ کو کہتے۔ اے جعفر تو اپنے آپ بھی یوں سمجھ کہ ان کی طرح ہو گیا ہے کہ منادی
کو آواز نہیں دیگا۔ پھر نماز کے لئے اپنے پاؤں کو درست کرتے اور صبح تک اسی طرح
رہتے۔ حدیث میں ہے ہر رات ایک منادی اہل قبور کو پکارتا ہے۔ اے قبروں والو
تم کس کا آج رشک کرتے ہو۔ وہ کہتے ہیں ہم اہل مسجد پر رشک کرتے ہیں۔
کیونکہ وہ نماز روزہ کرتے ہیں۔ ہم نہیں کرتے وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے
عطا سلمی جب رات ہوتی تو قبرستان میں چلے جاتے اور صبح تک اُن سے گفتگو
کرتے رہتے۔ احمد بن حرب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زمین اس شخص پر تعجب کرتی
ہے جو سونے کے لئے بستر بچھاتا ہے۔ اور اس سے کہتی ہے کیا تجھے مجھ میں دیر تک
سونا یاد نہیں جب کہ میرے اور تیرے درمیان بستر نہ ہو گا۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں
میں قبرستان میں گیا۔ تو جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اچانک ایک مغموم سی
آواز آئی۔ کہ اے ثابت تجھے انکا خاموش ہونا دھوکا نہ دے۔ ان میں بہت سے ایسے
ہیں جنکو عذاب ہو رہا ہے۔ ابو سنان اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے
اے اللہ میرا جو حق اس پر تھا میں نے اسکو معاف کیا اے کریم میں تجھ سے التجا کرتا ہوں

کہ اپنے حق کو اس سے معاف کر دے۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں میں نے محمد بن یسار کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور ان سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا پس آپکی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائیں اور کہنے لگے میں نے بہت سی مصیبتیں دیکھی ہیں۔ پھر مالک بن دینار کو غش ہو گیا جب کبھی آپ اس حکایت کو بیان کرتے آپکی یہی حالت ہو جاتی۔ پھر ایک دفعہ جو غشی آئی تو بیمار ہو گئے۔ اور تین دن کے بعد مر گئے۔ جب منصور بن عمار کا انتقال ہوا تو انکے بعض دوستوں نے انکو خواب میں دیکھا اور انکی حالت دریافت کی کہ اللہ نے آپکے ساتھ کیا سلوک کیا تو فرمانے لگے اللہ نے مجھے فرمایا ہے اے منصور میں تجھے باوجود تیری بہت خطاؤں کے معاف کرتا ہوں کیونکہ تو لوگوں کو اکثر میرے ذکر کی ترغیب دیتا تھا۔ حارث المحاسبی ہمیشہ قیامت کے اہوال کا ذکر کرتے۔ اور اپنے دوستوں کو کہتے ان تکالیف کو جو تمہیں پیش آتی ہیں اپنے دل میں جگہ دو۔ شاید تم اپنے مرنے سے پہلے گناہ سے تائب ہو جاؤ۔ کیونکہ کوئی گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا مگر حساب سے غافل ہوتا ہے۔ میں تمکو اور اپنے کو ڈراتا ہوں۔ اس دن کی مصیبت سے جس دن کے متعلق اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں بغیر پرسش کے کیا تھوڑی اور کیا بڑی کسی بات کو نہیں چھوڑونگا۔ پس غور کرو کہ تم کس بدن سے اس مصیبت کے موقف میں کھڑے ہوگے اور کونسی زبان سے جواب دوگے لہٰذا تم جواب کے لئے تیار رہو۔ جواب بھی ٹھیک ہو۔ یحیٰی بن معاذ فرماتے ہیں بہت سی خرابیاں ہیں جو کل حساب کے وقت افشا ہوں گی۔ ابی بن کعب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قیامت کے دن آگ ستر ہزار لگام لگائے ہوئے بصورت ایک بھینسے کے آئیگی اور ہر ہر لگام کو ستر ستر ہزار فرشتے کھینچیں گے۔ اسکے تمام دروازہ بند ہوں گے اور بہت سیاہ رنگ سخت مزاج فرشتے محافظ ہوں گے۔ ان کے پاس لمبی لمبی زنجیریں اور بھاری بھاری بیڑیاں ہوں گی۔ اور قطران کے کرتے ہوں گے اور آگ کے کپڑے

ہوں گے اور ان کی آنکھیں ایسی چمکدار ہوں گی جیسے بجلی اچک لینے والی اور انکے منہ میں آگ کا شعلہ ہوگا۔ اور آنکھیں ٹکٹکی باندھی ہوں گی۔ وہ تعظیماً اللہ تعالیٰ کیطرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں گے۔ آگ جب قریب ہوگی اور آگ میں اور لوگوں میں پانچ سو برس کی مسافت ہوگی۔ اسوقت ایک سانس لیگی جس سے تمام لوگ گھٹنوں کے بل گر جائینگے اور سب کو رعشہ ہو جائیگا۔ ان کے دل حلق میں پہونچینگے نہ باہر نکلیں گے نہ اندر ہونگے آیت اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کَاظِمِیْنَ ترجمہ: جس وقت دل گلوں میں آگئے ہونگے کا یہی مطلب ہے۔ پھر ابراہیم خلیل اور دیگر انبیاء کیا التجا کریں گے۔ اے اللہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے لوگوں کو ہلاک نہ کر۔ پھر بعد از آں آگ عرش کی بائیں طرف رکھی جائیگی۔ اور میزان اللہ تعالیٰ کے سامنے لگایا جائیگا۔ پھر لوگوں کو حساب کے لیے آواز دیجائیگی۔ اور اس دن اگر ایک آدمی کے عمل ستر نبی جیسے بھی ہونگے تو بھی اُسے اس دن کی سختی کے باعث اپنی نجات کا گمان نہ ہوگا۔ عتبۃ الغلام رحمہ اللہ تعالیٰ تیس سال تک پانی کے ساتھ روٹی کھاتے رہے۔ کبھی کبھی نمک اور سرکہ یا سبزی وغیرہ کو سالن بناتے۔ آپ آٹا گوندھتے۔ اور اس کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں کر کے دھوپ میں رکھتے جب خشک ہو جاتی تو کھا لیتے اور فرماتے کھانے سے مطلب یہ ہے کہ بھوک جاتی رہے۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں صدیقوں کیلئے بھوک کرامت ہے اور زاہدوں کیلئے دانائی۔ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں بھوک اللہ کے خزانے میں محفوظ ہے۔ اللہ اسی کو دیتا ہے جو اس کا محبوب ہے اور فرماتے ہیں مجھے عبادت کی لذت اس وقت آتی ہے جب پیٹ کمر سے لگا ہو۔ اور فرماتے اگر میں رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دوں تو وہ میرے نزدیک صبح تک قیام سے زیادہ اچھا ہے۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں چوتھے آسمان میں دو فرشتے آپس میں ملے تو ایک نے دوسرے سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اس نے کہا مجھے حکم ہوتا ہے کہ پہلی کو فلاں

یہودی کے پاس لیجاؤں تاکہ اسے کھالے۔ پھر دوسرے نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اس نے جواب دیا۔ میں روغن زیتون گرائے آیا ہوں جس کو محمد عابد کھانا چاہتے تھے تاکہ آخرت میں ان کا حصہ کم نہ ہو جائے حدیث میں آیا ہے خوش نصیبی ہے اس شخص کیلئے جسکو اسلام کی ہدایت ہوئی۔ اور اسکی زندگی کیلئے فقط روزینہ ہوا اور قانع بھی ہو۔ کسی بادشاہ نے ایک فقیر کو اپنے محل کے سایہ میں بیٹھا دیکھا۔ اور دیکھا کہ اس نے ایک سوکھا ٹکڑا پانی میں ڈالکر کھایا۔ اور پھر سو گیا۔ جب اٹھا تو بادشاہ نے اسے بلوایا۔ اور پوچھا جب تو نے پانی اور ٹکڑا کھایا تھا۔ اور تو سو گیا تھا۔ کیا تو اپنے پروردگار سے خوش تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ یہ لفظ بادشاہ میں کارگر ہوا پھر وہ بادشاہت چھوڑکر اور کمبلی پہن کر جنگل میں چلا گیا۔ ایک شخص عامر بن قیس کے پاس سے گذرا جو نمک اور سبزی کھا رہا تھا۔ تو اس نے پوچھا اے ابن قیس کیا تو دنیا میں اس سے خوش ہے۔ اس نے کہا ہاں لیکن میں تجھے وہ شخص بتلاتا ہوں جو اس سے کم پر خوش ہو گیا اس نے کہا بتلا۔ آپ نے فرمایا جو آخرت کے بدلے دنیا پر خوش ہو گیا ہے وہ بہت ہی ذلیل پر خوش ہے محمد بن واسع خشک روٹی نکالتے اور پانی میں ترکر کے نمک سے کھاتے۔ اور فرماتے جو دنیا پر صرف اسی قدر پر خوش ہے۔ وہ کبھی لوگوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ ہارون رشید جب حج کو گیا تو مکہ میں فضیل بن عیاض کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ فضیل نے نہ کھولا۔ پھر جعفر برمکی نے آواز دی اور کہا اس شخص کے لئے دروازہ کھول جس کی طاعت تجھپر واجب ہے۔ اس سے فضیل نے جان لیا وہ رشید ہے اور دروازہ کھولا۔ اور دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے۔ پھر رشید نے دس ہزار دینار دینے کا حکم دیا فضیل نے انکار کر دیا۔ رشید نے کہا کہ مساکین کو دیدینا فضیل نے جواب دیا۔ جس نے اس کو جمع کیا وہی اس کے خرچ کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر اُس کو

غافل دیکھکر اس کو گھر میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور جب تک رشید مکہ شریفہ سے نہ گیا۔ اس وقت تک ظاہر نہ ہوئے۔ یزید رقاشی کی نظر جب کسی قبر پر پڑتی تو بیل کی طرح چلاتے۔ حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو قبرستان کے پاس سے گذرے اور اپنے نفس میں غور نہ کرے۔ اور نہ اپنے اور ان کیلئے دعا مانگے تو اس نے اپنے اور اہل قبور کے ساتھ خیانت کی۔ یزید بن وبرہ جب کسی قبر کو دیکھتے تو روتے اور فرماتے کاش میری اماں بانجھ ہوتی۔ کیونکہ اس کے بیٹے کو قبر میں دیر تک رہنا ہے۔ پھر قید کے بعد بہت سے حادثہ ہیں جن سے بچے بھی بوڑھے ہوں گے حسن بن صالح رحمہ اللہ جب قبروں کو دیکھتے تو فرماتے تمہارے ظاہر تو اچھے ہیں مگر تمہارے باطنوں میں مصیبتیں ہیں شفیق بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قبر اس شخص کے لئے جو اس کو یاد رکھے جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور جو اس سے غافل رہے اس کے لئے آگ کا گڑھا ہے۔ ربیع بن خیثم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ جب آپ کے دل میں قساوت معلوم ہوتی تو قبر میں اتر جاتے اور اپنی حالت اور مصائب قیامت میں غور کرتے۔ اسی حالت میں صبح تک رہتے۔ ایک دفعہ قبر میں اترے۔ تو آیت رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا ترجمہ:۔ اے پروردگار مجھے دنیا میں واپس کر دے۔ ممکن ہے کہ میں نیک عمل کروں۔ کو بار بار پڑھنے لگے۔ پھر کہنے لگے اے ربیع ہم نے تجھکو واپس دنیا میں بھیجدیا ہے۔ دیکھ تو دنیا میں ہے۔ اٹھ اور نماز پڑھ۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ مرزوق شاعر کی بیوی کے جنازہ پر گئے۔ تو آپ نے مرزوق سے دریافت کیا تو نے اس دن کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میں نے اس کے واسطے کلمہ شہادت۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے مرزوق اگر تو اس پر مرا تو نجات پائیگا

حوشب بن مالک ۔مالک بن دینار کے پاس گئے اور کہنے لگے میں نے رات دیکھا ہے کہ ایک منادی آوازہ دیتا ہے اے لوگو۔ کوچ کوچ ۔ تو میں نے محمد بن واسع کے سوا اور کسی کو جلد جاتے نہیں دیکھا ۔اِس پر مالک بن دینار زور سے چلائے۔ اور بیہوش ہو گئے ۔ سفیان بن عتبہ فرماتے ہیں میرا ایک دوست فوت ہو گیا ۔میں نے اسے خواب میں دیکھا ۔ اور اس سے دریافت کیا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا ۔اس نے کہا جن گناہوں سے میں نے مغفرت مانگی تھی وہ تو معاف کر دیئے ۔ اور باقی کو رہنے دیا ۔صالح بن بشیر فرماتے ہیں ۔میں نے عطا سلمی کو ان کے مرے پیچھے خواب میں دیکھا ۔تو میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے ۔ تو دنیا میں اکثر غمگین رہتا تھا ۔ اللہ نے کیسا معاملہ کیا تو انہوں نے جواب دیا اس غم کے بعد مجھے بخشدیا گیا ۔ اور بڑی بھاری خوشی حاصل ہوئی ۔ نیز فرماتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ۔ اور اللہ تعالیٰ کے سلوک کے متعلق پوچھا آپنے فرمایا میں نے فرائض کی ادائیگی سے بڑھکر کوئی اعلیٰ بات نہیں دیکھی ۔تم بھی اسے ضروری جانو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری آرزو ہے کہ کاش میری نیکیاں گناہوں پر بڑھ جائیں ۔ رائی کے برابر ہی سہی ۔ اور اگر مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیں اور مجھے کہیں کہ کیا چاہتا ہے ۔ تو میں کہہ دوں کہ میں مٹی ہونا چاہتا ہوں فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر مجھے اِن دو باتوں میں اختیار دیا جاوے کہ اٹھایا جاؤں اور حساب وکتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں اور یہ کہ نہ اٹھایا جاؤں تو میں نہ اٹھایا جانے کو اختیار کر دوں ۔ ابوذر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حساب وکتاب کے خوف نے میرے جسم پر گوشت نہیں چھوڑا ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نافرمان

جہنم کی طرف چلائے جائیں گے۔ اور وہ پیاسے ہوں گے جو تحفہ انہیں پہلے ملیگا وہ سانپ اور بچھو کا زہر ہوگا جس سے ان کے جسم گھل جائیں گے۔ العیاذ باللہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ۔ ترجمہ:۔ اہل دوزخ کا کھانا تھوہر ہوگا۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک خار خشک ہے جو جہنمیوں کے گلے میں اٹک جائیگا عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں گناہگاروں کو اللہ رو نا دیگا۔ اگر انکے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو چل سکیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ پہلے گذر چکا ہے کہ بہت خوبصورت شکیل اور فصیح زمین کے نیچے چلا رہے ہیں خوف الٰہی کے متعلق سلف کے بہت سے اقوال ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ٥

کاملین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ اپنے مریدوں کو ان اوصاف کیساتھ موصوف کرنے کیلئے جو اللہ نے اپنے مقدس بندوں مثلاً انبیاء اولیاء وغیرہ کو پہلی کتابوں کے ذریعہ سکھائے ہیں بکثرت تمثیلیں پیش کرتے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ تقویٰ ہر شریعت میں مامور بہ رہا ہے، شیخ علی خواص اکثر اپنی شہادت میں زبور کے وعید اور زجر کو پیش کرتے اور بسا اوقات اللہ سبحانہ و تعالیٰ داؤد علیہ السلام کو خطاب کرتا ہے اور مراد اس سے انکا غیر ہوتا ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا۔ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ترجمہ:۔ بفرض محال اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل بھی ضائع ہو جائینگے اور یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وغیرہ (کہ مراد ان سے آپ کے سوا اور لوگ ہیں)، شیخ علی خواص فرمایا کرتے غیبت کرنیوالوں

اور چغلخوروں کی مخالطت سے بچتے رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تھی کہ اے داؤد خوشی ہے اس شخص کو جو نافرمانوں کی جگہ پر کھڑا نہیں ہوتا۔ اور نہ فاسقوں کے پاس بیٹھتا ہے۔ اور نہ چغلخور اور غیبت کرنیوالوں کو مصاحب بناتا ہے۔ اے داؤد جو لوگوں کے عیوب ظاہر کرتے ہیں یا ظاہر کرنے کا ارادہ کرتے ہیں میں ان کو محشر میں تمام لوگوں کے روبرو خوار کرونگا۔ اے داؤد جس نے آنکھ نیچے کی اور فرج کو محفوظ رکھا اور زبان کی حفاظت کی وہ میرے نزدیک مقرب ہے۔ میں نے آپ کو کسی عالم کو نصیحت کرتے سنا ہے کہ اے دوست امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو لازم جان۔ کیونکہ یہ علم کی زکوٰۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد کی طرف وحی فرمائی۔ اے داؤد ع جب علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں گے تو ان کی ہیبت جاتی رہے گی اور کمینے اور بڑے لوگ باہیبت ہوں گے۔ خوشی ہے لوگوں سے علیحدہ رہنے والے اور لوگوں کے عیوب میں خاموش رہنے والوں کو اور خوشی ہو اس شخص کو جو رات کو اپنا بستر چھوڑ کر سخت سردی میں میرے ساتھ مناجات کرتا ہے حالانکہ تمام لوگ طاقوں پڑے سوتے ہیں اور خوشی ہے ان لوگوں کو جو میری عزت کرتے ہیں اور میرے خوف کے مارے غیر محرم فروج کی طرف نظر نہیں کرتے۔ اے داؤد کم سے کم جو سزا میں زانیوں کو دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے چہرہ کی رونق اور تازگی کھو دیتا ہوں اور انکی عمر کی برکت مٹا دیتا ہوں اے داؤد ع بنی اسرائیل سے کہو تم غافل میرے ذکر سے ہو جاتے ہو۔ مگر قلمیں جاری ہیں وہ غافل نہیں ہوتیں اور جو گناہ کرنے کے وقت دروازے بند کرتے ہیں۔ اور پردہ لٹکا دیتے ہیں ان کو کہدو۔ کہ اگر چاہوں تو تمہیں زمین میں دھسا دوں اور ہلاک کر دوں۔ اے داؤد ع بنی اسرائیل سے کہدو

مجھ سے ڈرتے رہیں میں ان کو ہیبت اور قبولیت عطا کروں گا اور ان کے دشمنوں
کو انکے قدموں کے تلے گراؤنگا جیسے چھری کے نیچے دنبہ اے داؤدؑ اس شخص کی
علامت جو مجھے محبوب ہے یہ ہے کہ کم گو ہو اور بکثرت استغفار کرے اے داؤدؑ
مومنوں کے جرم سے آنکھ کو محفوظ رکھ تیرے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئے گی اے داؤدؑ
میرے غضب نے ان زناکاروں کو گھیر لیا جو مومنین کے حرم میں فساد کرتے
ہیں۔ اے داؤد بنی اسرائیل سے کہو کہ پوشیدہ میری نافرمانی نہ کریں اور مجھکو اپنی
آنکھوں میں بندوں سے بھی ذلیل نہ بتائیں ورنہ میں ان کو آگ سے عذاب دونگا
میں نے انکو اکثر یہ کہتے سنا ہے کہ بسا اوقات انسان کو نعمتیں دیجاتی ہیں استدراج
کیلئے اللہ تعالیٰ نے داؤد کی طرف وحی فرمائی اے داؤدؑ عقلمندوں سے کہو کہ
جب ان پر احسانات بکثرت ہوں تو مجھ سے خائف رہیں اور جوں جوں انعامات
بڑھتے جائیں جوں جوں گریہ اور زاری بھی زیادہ کریں کیونکہ یہ نعمتیں ان کے
واسطے استدراج ہیں اور میں ان کے ساتھ محبت رکھتا تو ان کو دنیا سے بالکل
علیحدہ کر دیتا اے داؤدؑ یتیم کے حق میں مہربان باپ ہو جا میں تیرا رزق بڑھاؤنگا
اور تیرے گناہ معاف کردونگا۔ اے داؤد جس نے میری نافرمانی کی اس نے
میری تعظیم نہیں کی۔ اے داؤد جب تیرے پاس سے کوئی خوبصورت عورت
گذرے تو تو قیامت میں میری حضوری یاد کر۔ اے داؤد جو مجھ سے ملے اور
دوسرے کی رعایت رکھے وہ میری نگہداشت سے نکل گیا۔ اے داؤد اپنی آنکھ کو بچا
اور زبان کی حفاظت کر کیونکہ مجھے فاسق پسند نہیں اے داؤد بنی اسرائیل سے
کہو کہ لوگوں کی عزتیں خراب نہ کریں کیونکہ اس سے دل اندھا اور مردہ ہو جاتا ہے
اس شخص کو مبارک ہو جو اپنے عیوب میں غور کرے اور انکی اصلاح کے درپے ہو
اے داؤد میری طرف جھک جا میں تیرے سامنے بادشاہوں کے سر نیچے کر دوں گا

اور چہرہ پر ہیبت ڈالدونگا۔ اے داؤد اپنے باطن کو پاک کر کیونکہ ظاہری صفائی میرے پاس تجھے کچھ مفید نہ ہوگی۔ اے داؤدؑ قیامت اسوقت تک نہ ہوگی جب تک شریف ذلیل نہ ہوں۔ اور ذلیل شریف اور میری کتاب بیکار چھوڑ دیجائے کہ اسکی تلاوت نہ کی جاوے اور دنیا میں فاجر گنہگار مالدار ہو جائے اور مومن عالم باعمل تنگ دست جب حال ایسا ہو جائیگا تو میں اہل زبان کے نزدیک دنیا پسندیدہ کردونگا اور آخرت سے ان کو روک دونگا جب وہ ایسا کریں گے تو انپر عذاب کی تلوار مسلط کرونگا۔ اور ان پر اشیاء کے نرخ گراں کرونگا اور چھوٹا بڑے کی عزت نہیں کریگا۔ اور لوگ فسق فجور میں پڑ جائینگے۔ یہ میرے نزدیک انکی سزا ہوگی۔ اے داؤدؑ کتنی فصیح زبانیں ہیں کہ میں انکو موت کے وقت کلمہ شہادت سے روکدیتا ہوں۔ کیونکہ وہ لوگوں کی عزت خراب کرتے تھے۔ اے داؤد بنی اسرائیل سے کہدو اگر وہ میرے لئے اپنے بھائی باپ اور اولاد کو نہ چھوڑیں گے۔ تو میں ان کی نماز قبول نہیں کرونگا۔ اے داؤد بنی اسرائیل کو سنادو کہ مرنے سے پہلے حقوق ادا کردیں ورنہ میں نے قسم کھالی ہے کہ جس کے ذمہ لوگوں کے حقوق ہیں اسکو اٹھاؤنگا اور اس کے گلے میں آگ کا ہار ہوگا جو اسے ہر برائی کے بدلے داغ دیگا۔ اے داؤدؑ یہ بات نہیں کہ ہر نمازی کی نماز قبول ہوتی ہے یا ہر عابد کی عبادت آسمان تک پہنچتی ہے۔ اے داؤد بنی اسرائیل سے کہدو کہ رات کے وقت تم میرا مقابلہ گناہ میں پڑ کر کرتے ہو اور دن کو استغفار کرکے مجھے دھوکا دیتے ہو۔ اور گناہ سے بالکل نہیں رکتے گویا تمہارا معاملہ اس شخص سے ہے جو تمہارے مکر اور چالاکی سے واقف نہیں اے داؤد بنی اسرائیل سے کہدو کہ اپنی آنکھیں بچاکر رکھیں بہت لوگ دوستوں کو برائی میں دیکھتے ہیں۔ اور پھر اسے بدنام کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اس سے بڑھ کر برے ہوتے ہیں لیکن میں اسے خوار نہیں کرتا۔ اگر چاہوں تو خوار کردوں۔ اے داؤدؑ

جو میری خوشنودی کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے علم حاصل کرے میں اسے دوزخ میں گراؤنگا۔ اے داؤد جو گناہ کرتا ہے اور لوگوں کی نظر سے چھپاتا ہے کیا وہ مجھ سے بھی چھپا سکتا ہے۔ اے داؤد کیا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو تنہائی میں بھی گناہ کرتے ہیں مجھ سے شرماتے ہیں اے داؤد گریہ زاری کرنے والوں سے صحبت کر اور انکو نکو چھوڑدے اور بنی اسرائیل کے گناہگاروں کو سنادو کہ وہ میرے سوا میرے بندوں سے کیونکر شرم کھاتے ہیں۔ حالانکہ میرا جلال ان کے جلال سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ میں ان سب کا سردار ہوں۔ اے داؤد تو اولاد کی خواہش نہ کر۔ کیونکہ ہر بچہ نفعمند نہیں ہوتا۔ اکثر اولاد اپنے والد کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے اور انکی قبر کو آگ کے شعلوں سے جلاتی ہے۔ اے داؤد غیبوبت میں مجھے نگاہ رکھ میں تجھے لوگوں میں مامون رکھونگا۔ اور بکثرت مجھے یاد کر تیرا رزق بڑھاؤنگا۔ اے داؤد جو تجھ سے سرکشی کرے۔ تو اس سے سرکشی نہ کر ورنہ میری مدد پیچھے ہٹ جائیگی۔ اے داؤد بنی اسرائیل سے کہدو کہ تم دنیا کا فانی ہونا کتنی دفعہ معلوم کر چکے ہو۔ پھر تمہارے اعضا اس کے جمع کرنے میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ اے داؤد بنی اسرائیل سے کہدو کہ نافرمانی کے وقت تمہیں یہ ڈر نہیں ہوتا۔ کہ قبل از توبہ مر جاؤ۔ اور مجھے میرے غصہ کی حالت میں ملو۔ اور میں تمہیں جہنم میں گراؤں۔ جو بری جگہ ہے۔ اے داؤد اگر میری منشا ہو۔ تو گناہ گار پر آسمان کو گرنے کا حکم دوں۔ یا زمین کو اسکے نگل جانے کو کہوں۔ اے داؤد بنی اسرائیل سے کہو جب تم گناہ کرنے لگو۔ تو عذاب کے فرشتوں کی سخت مزاجی اور دوزخ کی تہوں میں بیڑیوں کی تنگی کو یاد کر لیا کرو۔ اے داؤد اگر بندوں کو گناہ کرنے پر میری ناراضگی کی اطلاع ہو۔ تو مر جائیں۔ لیکن میں نے ان پر رحم کر کے اسے پوشیدہ رکھا ہے۔ اے داؤدؑ اپنا چہرہ زمین پر رکھکر میرے ساتھ مناجات کر۔ اے داؤد تیرا باپ آدمؑ میرے

نزدیک تمام لوگوں سے مکرم تہا۔ اس نے غیر محرم فرج کو کبھی نہیں چھوا ۔ اور نہ کسی آدمی کو قتل کیا تہا۔ میں نے اسکو ایک درخت کے کہانے سے منع کیا تھا اس نے غلطی سے کہالیا۔ پس اس کے جسم سے پوشاک اتر گئی اور سر کا تاج گر پڑا۔ اور میں نے اس کو ندامت کی جگہ پر کھڑا کر دیا۔ تو اس شخص کیساتھ کیا ہوگا۔ جس کے فرج نے غیر محرم کو چھوا ہو۔ یا ناحق قتل کیا ہو۔ میں پاک ہوں تمپر کیسا مہربان ہوں۔ اور تم کیسے بے شرم بے غیرت ہو کہ تم میری آنکھوں کے سامنے میری نافرمانی کرتے ہو اگر کوئی تمہیں دیکھہ پائے تو مارے شرم کے پگھل جاؤ۔ حالانکہ مجھ سے شرمندہ ہونا انسب ہے۔ اے داؤد کیا بات ہے کہ تو مطمئن ہے۔ اور زاری کرنیوالوں کیساتھ گریہ نہیں کرتا۔ اگر تو عذاب کے فرشتوں اور آگ کو دیکھہ پائے اور جو میں نے زانیوں کیلئے عذاب مقرر کیا ہے اسکو دیکھے تو اس طرح پگھل جائے جیسے آگ میں قلعی۔ اے داؤد تیرا برف میں منہ کے بل کام کرنا تجھ پر بڑے حساب میں میرے جرح قدح کرنے سے بہت آسان ہے۔ مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے میں مجرموں کو ضرور اپنے پیش کرونگا۔ اور رائی کے برابر باتوں کا بھی سوال کرونگا۔ اے داؤد ؑ تم بنی اسرائیل سے کہو۔ کہ تم دیکھتے ہو اور آنکھوں سے زنا کرتے ہو۔ گو تمہیں خیال ہے کہ میں تم کو دیکھتا نہیں۔ اے داؤد جو پوشیدہ گناہ کرتا ہے میں انکے جرموں کی اطلاع لوگوں کو دونگا اور اسکو رسوا کرکے جہنم میں گراؤنگا زبور کی نصائح ختم ہوئیں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

روشن دل لوگوں کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حالت ابتدائی اور انتہائی میں نہایت خوف کہاتے۔ ابتدائی حالت میں تو اپنے گناہ اور عذاب

الٰہی کے خیال سے اور انتہائی حالت میں اللہ تعالےٰ کے جلال اور تعظیم کے خیال سے ان کے خوف کو ندامت دونوں حالتوں میں لازم تھی۔ حدیث میں آیا ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی صفیہ اور بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا یَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَیَا فَاطِمَۃُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ اَنْقِذَا اَنْفُسَکُمَا مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ ترجمہ۔ یعنے اے صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور اے فاطمہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تم دونوں اپنے آپکو دوزخ سے بچاؤ۔ میں اللہ کے عذاب سے تم کو بچا نہیں سکتا۔ نیز حدیث میں وارد ہے۔ کہ نیکی پرانی نہیں ہوتی۔ اور گناہ ذہن سے نہیں اترتا۔ اور منصف فنا نہیں ہوگا۔ تو جیسا چاہے کر۔ جیسا کرے گا بھرے گا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں چار چیزیں ہیں کہ آدمی جب ان میں زیادتی کرتا ہے تو اسے ہلاک کرتی ہیں۔ جماع۔ شکار۔ جوا۔ اور دیگر گناہ۔ ابو تراب نخشبی رحمتہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جب انسان ترک معصیت کا مصمم ارادہ کرے تو اللہ عز وجل کی امداد اسے ہر طرف سے ملتی ہے۔ سیاہی دل کی تین چیزیں علامت ہیں۔ اول گناہ سے دل نہ گھبرائے۔ دوم اطاعت کی طرف طبیعت مائل نہ ہو۔ سوم وعظ کا اثر دل میں نہ ہو۔ ابو محمد مروزی رحمتہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ابلیس پانچ خصائل کی وجہ سے بدبخت ہوا۔ اول اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہیں کیا (دوم) نہ وہ گناہ پر نادم ہی ہوا (سوم) نہ اس نے اپنے نفس کو ملامت کی (چہارم) اور نہ استغفار نہ توبہ کی۔ (پنجم) اللہ سبحانہ وتعالےٰ کی رحمت سے مایوس ہوگیا۔ اور فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے برعکس کیا۔ اور پانچ خصائل کے باعث سعید ہوگئے (اول) انہوں نے

اپنے گناہ کا اقرار کیا (دوم) گناہ پر ندامت اٹھائی (سوم) اپنے نفس کو ملامت کی۔ (چہارم) فی الفور توبہ کی (پنجم) اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جب تم کوئی قصور کرو۔ تو جلد توبہ کر لو۔ اور لوگوں کے سامنے معذرت پیش نہ کرو۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے معذرت گناہ سے بدتر ہے۔ ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں۔ اگرچہ میں جہنم میں گروں۔ مگر اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ کی اطاعت کرتا رہوں۔ تو یہ میرے لئے نہایت پسند ہے۔ اس بات سے کہ میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کروں اگرچہ جنت میں جاؤں۔ جعفر بن محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جس کو اللہ نے گناہ کی ذلت سے نکال لیا گویا اسے بغیر مال کے غنی کر لیا۔ اور بغیر خاندان کے معزز گردانا اور بغیر آدمی کے اسے مانوس کر دیا۔

محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کو فرمایا کرتے ہم گناہ میں ڈوب چکے ہیں۔ اگر تم گناہ کی بدبو معلوم کر سکو تو کوئی بھی میرے پاس نہ بیٹھے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قاتل اگر جنت میں اللہ کے فضل سے داخل ہو بھی گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس کیونکر جائیں گے۔ انہوں نے آپ کے صاحبزادہ کو قتل کیا ہوا ہے بخدا اگر ان کے قتل میں میرا بھی تعلق ہوتا۔ اور پھر مجھے جنت اور دوزخ میں اختیار دیا جاتا۔ تو میں دوزخ کو پسند کرتا۔ اس خوف سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھے غضب کی نظر سے نہ دیکھیں جس سے مجھے اور آپکو تکلیف ہو۔ ابن سماک رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر طاعت میں صرف چہرہ کی رونق اور رعب۔ اور لوگوں کے دلوں میں محبت اور ہاتھ پاؤں میں طاقت اور شہادت کا جائز ہونا ہی نفع ہو۔ تو بھی ترک گناہ کیلئے کافی باعث ہے۔

اور اگر گناہ میں صرف چہرہ کی بے رونقی دل کی سیاہی اور لعنت سے یاد کیا جانا اور شہادت میں بے اعتباری اور جان کا خطرہ ہو۔ تو بھی گناہ چھوڑنے کے لئے کافی سبب تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے مطیع اور نافرمان میں سے ہر ایک کیلئے دنیا میں علامتیں مقرر کر دی ہیں۔ تاکہ مطیع خوش ہو اور عاصی غمگین حسن بصری رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے مجرموں کو دنیا اور آخرت میں ذلیل کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ انسان رات میں کوئی گناہ بھی کرے صبح کو اسکے چہرہ پر ذلت ہوتی ہے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ آیت لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّا اَحْصَاھَا۔ ترجمہ اعمالنامہ صغائر اور کبائر کو گنے بغیر نہیں چھوڑتا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کبائر سے پہلے صغائر کو چھوڑو۔ عوام بن حوشب رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں گناہ کے بعد چار چیزیں ایسی ہیں جو بری ہیں۔ اول۔ گناہ کو بالکل چھوڑنے کے بغیر توبہ کرنی۔ دوم اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے حکم پر مغرور ہونا۔ سوم گناہ کو بار بار کرنا (چہارم) گناہ کے بعد نیک کام کرنے پر پھر گناہ کی معافی سے خوش ہونا۔ حالانکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ نیکی کے باعث گناہ معاف نہیں کرتا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتا ہے اس نے گویا اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا۔ خواہ اس کا نماز روزہ تلاوت قرآن کم ہی ہو۔ اور جو اس کی نافرمانی کرے اس نے اللہ تعالےٰ کو بھلا دیا۔ علماء عاملین کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کسی نیکی میں لگے رہتے ہوں۔ سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ تعالےٰ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ فرشتے انسان کے خیال اور ارادے کو کیونکر لکھتے ہیں جو کہ ابھی عمل میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا کراماً کاتبین غیب نہیں جانتے۔ ولیکن انسان جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی ہے۔

تو وہ جانتے ہیں کہ اس نے نیکی کا قصد کیا ہے اور اگر برائی کا قصد کرتا ہے تو اس سے بدبو آتی ہے تو جان لیتے ہیں کہ اس نے برا قصد کیا ہے۔ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں متقی لوگ دنیا میں صرف عبادت کی خاطر ہی رہنا پسند کرتے ہیں اور فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے ان کو طاعت سے پہلے ہی جنت میں داخل کر دیا ہے۔ اور گناہ کرنے سے پہلے ہی گناہ کو مقدر کیا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ بشر حافی رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کے عمل پہاڑ جیسے تھے مگر پھر بھی وہ لوگ مغرور نہ تھے۔ اور تم ایسے ہو کہ تمہارے عمل بھی نہیں ہیں پھر تم مغرور رہو۔ اور ہمارے اقوال تو زاہدوں جیسے ہیں اور اعمال منافقوں جیسے حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اگر تم اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کی نافرمانی کرو اور دیکھو کہ اس کے انعام برابر آرہے ہیں۔ اس سے ڈرو۔ کیونکہ یہ استدراج ہے۔ ہم نے اسلاف دیکھے ہیں کہ صغائر کو اتنا بڑا جانتے تھے۔ جتنا تم کبائر کو نہیں جانتے۔ ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالےٰ عیدالضحےٰ میں جب قربانی کرتے تو فرماتے تیری عزت اور جلال کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری خوشنودی اپنے کو ذبح کرنے میں ہے تو میں خود قربان ہو جاؤں۔ اور کہمش بن حسن فرمایا کرتے کہ اکثر تم میں سے جب گناہ پرانا ہو جاتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ گناہ صاف ہو گیا یہ دھوکا ہے۔ مروی ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کو کہدو کہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ میں نے تمہارے گناہ معاف کر دئے ہیں۔ کہ تم نے ندامت بھی چھوڑ دی۔ میری عزت اور جلال کی قسم۔ میں ہر ایک کو قیامت کے دن گناہ دکھلاؤں گا۔ یزید حمیری رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میں نے ایک راہب سے کہا تم نے سیاہ لباس

کو سفید کے مقابلہ میں کیوں ترجیح دی۔ اس نے جواب دیا۔ کیونکہ یہ اہل مصیبت کا نشان ہے۔ اور ہم گناہگار ہیں اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ دینار نے بصرہ سے پاؤں سے چلکر حج کیا تو کسی نے آپ سے سوار ہونے کو کہا آپ فرمانے لگے۔ کیا بھاگا ہوا نافرمان غلام آقا کے پاس بغیر سوار ہوئے آنا پسند نہیں کرتا واللہ اگر میں انگاروں پر چلکر آتا تو بھی کم تھا۔ اے دوست اگر گناہ دیرینہ ہو جائے تو استغفار سے غافل نہ ہو گناہ کا تو تجھے یقین ہے لیکن مغفرت کا یقین نہیں۔ اے بھائی تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو دن رات کثرت سے استغفار کرے اور تسبیح اور تہلیل اور درود شریف کے انوار میں اپنے دل کو ڈوبا ہوا رکھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۃ

رجا اور امید کے بیان میں

حق تبارک وتعالیٰ امید اور توقع کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ یعنی جو لوگ کہ خدا کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے چھپے طور پر اور کھلے طور پر خرچ کرتے ہیں سو وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں کہ جو بگڑیگی نہیں۔ یعنی اللہ تبارک وتعالےٰ نے جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اس کی امید پر عبادت کرتے ہیں تاکہ اللہ انکو اپنے فضل سے ان کا پورا اجر عنایت فرمادے اور زیادہ دے۔ بیشک وہ پاک ذات

بخشنے والا قدر دان ہے۔

پس بندہ جب اپنے دل میں ایمان کا بیج بوتا ہے اور اسکو توبہ کا پانی پلاتا ہے اور دل کو بری چیزوں کے اور بُرے اخلاق کے اور بُرے کاموں کے کانٹوں سے صاف کرتا ہے اور پھر مرتے دم تک خدا کے فضل سے اس پر قائم رہتا ہے اور انجام بخیر ہونیکا منتظر رہتا ہے۔ سو یہ امید اور یہ انتظار حقیقی رجا اور حقیقی امید ہے اور ایسی صفت کا آدمی کامیابی کے قریب جا پہنچا ہے۔ اور اگر ایمان کا بیج دل میں برابر نہیں بویا یا اس کو توبہ کا پانی نہیں پلایا۔ یا دل کو بری چیزوں اور بُرے اخلاقوں کے کانٹوں سے صاف نہیں کیا اور یاد الٰہی کی لذت کو چھوڑ کر دنیا کی لذتوں میں ڈوبا ہوا رہا اور پھر مغفرت اور آخرت کی نعمتوں کا امیدوار رہا تو یہ امید اور یہ انتظار سراسر نادانی اور دھوکہ ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو زیر کیا اور مرنے کے بعد کا سامان تیار کیا اور عمل کا ذخیرہ جمع کرلیا اور عاجز اور نادان وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا تابع بنایا اور پھر اللہ پر امید باندھی۔ غرض جو بندہ طاعات میں کوشاں ہو اور معصیتوں سے مجتنب اسکو زیبا ہے کہ اللہ کے فضل سے کمال نعمت کا منتظر و متوقع ہو اور کمال نعمت یہی ہے کہ دخول جنت نصیب ہو اور جو نافرمان ہے اگر وہ توبہ کرے اور جو قصور ہووے اس کا تدارک بھی کرے تو وہ بھی مستحق ہے کہ قبولیت توبہ کا متوقع ہو۔ باقی جو شخص اللہ کے ناپسند افعال میں منہمک ہو اور نہ اپنے نفس کو اسکی ملامت کرے اور نہ توبہ اور رجوع کا پختہ قصد کرے تو اس کا مغفرت کی توقع رکھنا حماقت ہے جیسے کوئی شخص شور زمین میں بیج بکھیر دے اور اسکا عزم کرلے کہ آبپاشی و صفائی کا دھیان بھی نہ کریگا اور پھر پیداوار کا متوقع ہو۔ حضرت یحییٰ

بن معاذ ؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک بڑا دھوکہ کھانا یہ ہے کہ گناہوں میں بڑھتا چلا جائے اور ندامت بھی نہ ہو اور پھر معافی کا متوقع ہو اور طاعت کے بغیر قرب خداوندی کی توقع ہو۔ اور جہنم کی تخم ریزی سے پیداوار جنت کا انتظار ہو اور معصیتوں سے خائف فرمانبرداران کی طلب ہو اور بغیر عمل کے جزا کا انتظار ہو اور زیادتی کر کر کے اللہ پر تمنا ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ترجوا النجاۃ ولم تسلك مسالكها　　　ان السفينة لا تجري على اليبس

تو نجات کا منتظر ہے حالانکہ راہ نجات پر چلا نہیں۔ کشتی سوکھے پر نہیں چلا کرتی پھر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ رجاء کی ضرورت دو شخصوں کیلئے ہے۔ ایک وہ جسپر نا امیدی کا اتنا غلبہ ہو کہ وہ عبادت چھوڑ بیٹھا ہو۔ دوئم وہ شخص جسپر خوف کا غلبہ ہو اور عبادت میں حد سے زیادہ مشغول ہوا ہو کہ اس کی جان اور متعلقین کو مضرت پہونچنے لگی ہو۔ چونکہ یہ دونوں شخص اعتدال چھوڑ کر افراط اور تفریط کی طرف جھک گئے ہیں لہذا انکو علاج کی ضرورت ہے جو انکو اعتدال پر لے آوے۔ باقی رہا عاصی مغرور جو عبادت سے روگردانی اور معصیتوں میں گر پڑنے کے باوجود اللہ پر توقع رکھتا ہے اسکے حق میں نور رجاء کی دوائیں سم قاتل بنجاتی ہیں۔ لہذا مغرور شخص کو صرف خوف کی دواؤں کا استعمال اور ایسے اسباب مہیا کرنے چاہئیں جو خود کو ہیجان میں لادیں اور یہی وجہ ہے کہ سچے واعظ کو شفیق ہونا ضرور ہے کہ بیماریوں کے محل و موقع پر نظر رکھے اور ہر مرض کا علاج اس کی ضد کیساتھ کرے نہ کہ ان دواؤں سے جو اس کو اور ترقی دیں۔

اب امید کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ کہدو اے محمدؐ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بیشک اللہ سارے گناہ بخشدیگا۔ واقعی وہ غفور رحیم ہے" اور ولسوف يعطيك ربك فترضى

اے محمدؐ عنقریب تمہارا رب تم کو عطا فرمائیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"۔ حضرت ابو جعفر محمد بن علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اے اہل عراق تم تو کہتے ہو کہ سب سے زیادہ امید افزا آیت کتاب الٰہی میں قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوا الخ ہے اور ہم اہل بیت یوں کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید بخش آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہونگے جب تک کہ آپکی امت کا ایک شخص بھی جہنم میں رہیگا"۔ اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تم کو لیجائے اور ایسی قوم کو لائے جو گناہ کریں اور پھر اللہ سے استغفار کریں اور اللہ انکی مغفرت فرمائے"۔ اور شرح السنہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ فرماتا ہے جس نے سمجھا کہ مجکو گناہوں کے بخشنے کی قدرت ہے تو میں اسکے سارے گناہ بخشدونگا اور پرواہ بھی نہ کرونگا بشرطیکہ میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا ہو"۔ اور بیہقی نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حق تعالےٰ کے سامنے حاضر ہو کہ دنیا میں خدا کے برابر کسی شے کو بھی نہ سمجھتا تھا پھر اسپر پہاڑوں کی برابر بھی گناہ ہونگے تب بھی حق تعالےٰ بخشدیگا"۔ حضرت ثوری فرماتے ہیں مجکو یہ پسند نہیں کہ میرا حساب کتاب میرے ماں باپ کے حوالے کردیا جائے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ حق تعالےٰ مجھ پر میرے والدین سے زیادہ رحیم ہے"۔ منقول ہے کہ ایک آتش پرست نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کھانا مانگا آپ نے فرمایا اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تجکو کھانا کھلادوں۔ پس مجوسی چلا گیا۔ حق تعالےٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم تبدیل مذہب کے بغیر تم نے اس کو کھانا نہ دیا اور ہم اسکو ستر برس سے اس کے کفر ہی پر اسکو کھلا رہے ہیں اگر ایک شب تم اس کو مہمان بنا لیتے تو

تمہارا کیا بگڑ جاتا۔ پس ابراہیم علیہ السلام اس مجوسی کے پیچھے لپکے اور اس کو واپس لاکر کھانا کھلایا۔ مجوسی نے وجہ پوچھی کہ اب کیا قصہ پیش آیا تب حضرت ابراہیم نے قصہ بیان فرمایا۔ مجوسی نے کہا او ہو اللہ میاں میرے ساتھ ایسا برتاؤ فرماتا ہے۔ اسکے بعد کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کیجئے اور مسلمان ہو گیا!! کہتے ہیں کہ ایک شخص بڑا شرابی تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے یار دوستوں کا جلسہ کیا اور غلام کو چار درہم دئے اور حکم دیا کہ جلسہ کے لئے کچھ پھل پھول خرید کر لائے۔ پس غلام حضرت منصور بن عمارؒ کی نشست گاہ کے دروازہ پر گذرا درانحالیکہ حضرت منصورؒ کسی فقیر کیلئے کچھ سوال کر رہے اور یوں فرما رہے تھے کہ جو شخص چار درہم اسکے حوالے کرے میں اسکو چار دعائیں دونگا۔ پس غلام نے وہ درہم انکے حوالے کردئے۔ حضرت منصورؒ نے فرمایا بتا کیا دعا کرانی چاہتا ہے؟ غلام نے کہا میرا ایک آقا ہے میں اس سے رہائی چاہتا ہوں۔ پس منصورؒ نے اس کی دعا فرمائی اور فرمایا دوسری بات؟ غلام نے کہا یہ کہ اللہ میرے درہموں کا بدلہ مجکو عطا فرمائے۔ منصورؒ نے یہ دعا بھی دی۔ پھر فرمایا تیسری درخواست؟ غلام نے کہا کہ اللہ میرے آقا کو توبہ کی توفیق دے۔ چنانچہ یہ دعا بھی دی۔ اور فرمایا چوتھی بات؟ غلام نے کہا چوتھی یہ کہ اللہ مجکو اور میرے آقا کو اور تم کو اور سب احباب کو بخشدے۔ پس حضرت منصورؒ نے یہ دعا بھی دی۔ اسکے بعد غلام گھر آیا تو آقا نے کہا دیر کیوں لگائی؟ اس نے سارا قصہ بیان کردیا۔ آقا نے کہا پھر منصورؒ نے دعائیں کیا دیں۔ غلام نے کہا ایک تو میں نے اپنے آزاد ہوجانے کی درخواست کی تھی۔ آقا نے کہا جا تجکو آزاد کیا۔ دوسری بتا کیا تھی؟ غلام نے کہا دوسری یہ تھی کہ اللہ میرے درہموں کا بدلہ دے۔ آقا نے کہا اچھا تجھے چار ہزار درہم دیتا ہوں۔ بتا تیسری کیا تھی؟ غلام نے کہا تیسری یہ تھی کہ اللہ تم کو توبہ کی توفیق بخشے۔ آقا نے کہا میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں (اب کبھی شراب نہ پیونگا)

بتا چوتھی کیا تھی؟ غلام نے کہا چوتھی یہ تھی کہ اللہ مجکو اور تمکو اور سب احباب کو اور خود منصور کو بخشدے۔ آقا نے کہا یہ میرے متعلق نہیں ہے۔ جب رات ہوئی تو آقا نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اس سے کہہ رہا ہے کہ تو نے کردیا جو تیرے اختیاری بات تھی بھلا میں نہ کروں جو میرے متعلق ہے۔ جا میں نے بخشدیا تجکو اور غلام کو اور منصور کو اور تمام حاضرین کو۔ اور مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے اسکی پہچان کیا ہے اور جس کیساتھ بہتری نہیں چاہتا اس کی علامت کیا ہے ارشاد فرمایا کہ اے شخص تیرا حال کیسا ہے عرض کیا کہ حضور میرا یہ حال ہے کہ بھلائی کو اور بھلائی کے کرنے والوں کو دوست رکھتا ہوں اور جب کسی بھلائی کی بات پر قادر ہوتا ہوں تو بہت جلد اس کو بجالاتا ہوں اور اسکے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور اگر کوئی بھلائی مجھ سے جاتی رہی تو اس پر نہایت غم کرتا ہوں اور اسکا اشتیاق کرتا ہوں کہ کب موقع آجائے کہ اس بھلائی کو کرلوں آپنے فرمایا کہ اے شخص جس کیساتھ حق تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کی یہی پہچان ہے جو تم نے اپنی حالت بیان کی۔ اور جسکی حالت اسکے برخلاف ہو سمجھ لو کہ وہ مغرور اور احمق ہے۔ معلوم ہو کہ رجا اور امید کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلیٰ اور عمدہ ہے چونکہ حق تعالیٰ سے زیادہ قریب وہی شخص ہوتا ہے کہ جو سب سے زیادہ محبت اپنے پروردگار سے رکھتا ہو اور محبت الٰہی رجا اور امید اور انتظار سے زیادہ ہوا کرتی ہے مثلاً دو بادشاہ ہوں اب ایک آدمی ایک بادشاہ کی خدمت اسکے ڈر کے سبب سے کرتا ہو اور ایک آدمی دوسرے بادشاہ کی خدمت اسکے احسان اور انعام کی امید پر کرتا ہو تو ظاہر ہے کہ محبت اس دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی۔ اور یہ احسان اور انعام اور انتظار

والا ہی بہت جلد کامیاب ہوگا۔ سبحان اللہ احسان اور انعام کی امید اور انتظار والے ہی ولایت کے نور سے منور کئے جاتے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ باقیؒ فرماتے ہیں کہ ہمنے بہت بڑے مجاہدے تو نہیں کئے مگر انتظار بہت بڑے کھینچے ہیں جس کی برکت سے دل کا دروازہ عالم غیب کی طرف کھل گیا ہے اور توحید کے نور کا نورانی چشمہ دل کی زمین سے پھوٹ نکلا ہے۔ خدایا ہم کو بھی نصیب فرمائیو۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا مگر اسکا یہ دستور تھا کہ مالداروں سے سہولت برتتا تھا اور غریبوں کو معاف کر دیا کرتا تھا اس کے پاس نیک عمل کا ذخیرہ نہ تھا مگر حق تعالیٰ سے اپنی بخشش کی امید اور رجا رکھتا تھا سو حق تعالیٰ نے اس کے انتقال کے بعد اس کیساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا کہ جو غریبوں کیساتھ دنیا میں معاملہ کیا کرتا تھا۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی بھیجی کہ اے داؤدؑ تو مجھ سے محبت کر اور جو مجھسے محبت کرے اس سے بھی محبت کر اور مجھ کو میری مخلوق کے دلونمیں محبوب کر اس طور پر کہ میرا ذکر میری مخلوق کے سامنے نہایت ہی خوبی سے کیا کر اور میری نعمتیں اور میرے احسانات ان کو یاد دلایا کر۔ کہ میری نعمتوں اور میرے احسانو کا سکہ ان کے دلوں پر جما رہے اور میرے احسانوں اور میری نعمتوں کا گیت ان کی زبان پر جاری رہے۔ اور حضرت ابان بن ابی عیاشؒ کو ان کے انتقال کے بعد کسی اللہ والے نے خواب میں دیکھا کہ نہایت ہی خوش ہیں پوچھا کہ اس خوشی کا باعث کیا ہے فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد میرے پروردگار نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا کہ تو میری مخلوق کو جو اکثر رجا اور امید کے کلمات کہا کرتا تھا اس سے تیری کیا غرض تھی میں نے عرض کیا کہ اس سے میری یہ غرض تھی کہ تیری مخلوق کے دلوں میں تیری محبت کا سکہ جما دوں تب ارشاد ہوا کہ

جب میرے متعلق تیرا ایسا مبارک خیال تھا تو ہم نے بھی تجھے ہمیشہ کیلئے مبارک کر دیا۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری زندگی اور میری
موت دونوں تمہارے حق میں بہتر ہیں کہ زندگی میں میں تمہارے لئے شریعت کے
نورانی احکاموں کی تعلیم کرتا ہوں اور مرنے پر تمہارے عمل مجھپر پیش ہونگے سو جو
انمیں سے عمدہ عمل ہوگا اس پر میں خدا کا شکر کرونگا اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمہارے
لئے مغفرت کی دعا کرونگا۔ اور اسی طرح حق تعالیٰ کی بخشش اور کرم پر نظر کیجائے
تو اسکا نام یَاکَرِیْمَ الْعَفْوِ ہے جسکے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ پاک ذات اول تو برائیونکو
اپنی رحمت سے معاف کرتا ہے اور پھر اپنے کرم سے ان برائیوں کو نیکیوں سے
بدل دیتا ہے۔ سبحان اللہ کیا شانِ ایزدی ہے۔ اور حدیث قدسی میں مذکور ہے
کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا تو میں بھی اس کیساتھ اسیقدر
مغفرت سے ملاقات کرونگا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا
ہے تو چھ گھڑی تک فرشتہ نامۂ اعمال میں نہیں لکھتا اب اس عرصہ میں اگر توبہ
اور استغفار کر لیتا ہے تو وہ فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا
ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب اس کی برائی لکھ لیتا ہے پھر اگر وہ
کچھ نیک عمل کر لیتا ہے تو وہ ایک برائی مٹا دیجاتی ہے۔ اور حضرت انسؓ روایت
کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ
گناہ کرتا ہے تو وہ گناہ اسکے ذمہ لکھا جاتا ہے تب ایک اعرابی نے پوچھا کہ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اگر وہ توبہ کرلے تو کیا حکم ہے فرمایا کہ وہ گناہ
مٹا دیا جاتا ہے اس نے پوچھا کہ اگر دوبارہ پھر خطا کرے فرمایا کہ اسکے اوپر
لکھی جاوے گی پھر اس نے عرض کیا کہ اگر وہ توبہ کرے فرمایا کہ نامۂ اعمال سے
محو کر دیجاویگی اسنے عرض کیا کہ یہ معاملہ کب تک رہیگا فرمایا کہ جبتک وہ شخص

توبہ اور استغفار کرتا رہیگا کیونکہ حق تبارک وتعالیٰ مغفرت سے نہیں گھبراتا یہانتک
کہ بندہ توبہ اور استغفار سے گھبرا جاوے پھر جبکہ کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو داہنا
فرشتہ عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھدیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اس نیک
کام کو کرتا بھی ہے تو وہ فرشتہ دس نیکیاں لکھتا ہے پھر اُس نیکی کو حق تعالیٰ سات
سو تک بڑہا دیتا ہے اور جب آدمی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اسوقت وہ گناہ اسپر لکھا
نہیں جاتا مگر جب کر گذرتا ہے تو ایک ہی گناہ اسکے ذمہ لکھا جاتا ہے پھر بھی عجب
نہیں کہ معاف بھی ہو جاوے۔

اور اسی طرح ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں
حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میں ایک مہینے سے زیادہ کے تو روزے نہیں
رکھتا اور پانچ نمازوں سے زیادہ نماز نہیں پڑہتا اور نہ اسقدر میرے پاس
مال ہے کہ صدقہ اور حج اور زکوٰۃ اور خیرات کرسکوں تو جبکہ ایسے حال میں میری
موت آجاوے میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا آپنے فرمایا کہ تیرا ٹھکانہ جنت میں ہوگا یہ
سنکر اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت میں آپکے ساتھ ہوگا یہ سنکر آپنے
تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے ساتھ ہوگا بشرطیکہ تو اپنے دلکو
دو باتوں سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور اسی طرح زبان کو دو باتوں
سے محفوظ رکھے یعنی غیبت اور جھوٹ سے اور اسی طرح اپنی آنکھوں کو بھی دو
چیزوں سے روکے رکھے ایک تو حق تعالےٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھنا
دوسرے کسی مسلمان پر آنکھیں مارنیں اور حقارت سے دیکھنا اگر تو اپنے آپکو
ان سب باتوں سے بچائیگا تو ضرور میرے ساتھ بلکہ میری ان دونوں ہتھیلیوں
پر تو جنت میں جاویگا۔ اور مروی ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز

مخلوق کا حساب کون لیگا فرمایا کہ حق تعالیٰ لیگا تب اس نے تبسم فرمایا آپنے پوچھا کہ تبسم کیوں کیا عرض کیا کہ مجھے اسوجہ سے خوشی پیدا ہوئی کہ جب کریم قدرت پاتا ہے تو معاف کردیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو چشم پوشی کیا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اعرابی سچ کہہ رہا ہے بیشک کوئی کریم حق تعالےٰ سے زیادہ کرم والا نہیں ہے سب سے اکرم وہی ذاتِ پاک ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو مجھکو تمپر ایسی چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بڑی ہے تب لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا کہ وہ عجب اور بڑائی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ عمل کرو اور بشارت لو اور جان لو کہ کسی کو اُسکا عمل ہرگز نجات نہ دیگا یعنی بدون اسکی رحمت کے نجات نہ ہوگی۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا میں حق تعالےٰ اس گناہ کو پوشیدہ رکھے تو اس کا کرم اسبات کو نہیں چاہتا کہ اسکا پردہ آخرت میں کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اسکو دنیا ہی میں سزا ملجاوے تو خدا کا عدل اسبات کو نہیں چاہتا کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت میں سزا دے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی تقصیر فرشتوں کی آنکھ سے چھپا دیتا ہے تاکہ گواہ نہ بنجاویں۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایماندار گناہ نہ کرے تو وہ عالم غیب اور عالم قدس اور اسرارِ آسمانی میں اڑتا پھرے مگر حق تعالیٰ نے گناہوں کے باعث اس کے پرونکو کاٹ دیا ہے۔ اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کی کرم کی نظر ہوگی تو بدونکو نیکوں میں ملا دیگی۔ معلوم ہو کہ جو آدمی گناہ پر اڑا رہے اور اپنے نفس کو ملامت نہ کرے اور عبادت سے روگردان رہے تو اسکے حق میں رجا اور امید کی دوا زہر ہو جاتی ہے لہذا جسپر خوفِ خدا غالب ہو اس کیلئے رجا اور امید کی دوا مفید ثابت ہوتی

ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

سبحان اللہ حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندریؒ رجا اور امید کے متعلق کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں کہ اعتماد کی علامت یہ ہے۔ ف۔ جاننا چاہیئے کہ عارفین کا اعتماد ہر امر میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر نہیں ہوتا حتیٰ کہ اپنے احوال اور علوم اور اعمال نیک کہیں پر اعتماد نہیں ہوتا ان کی نظر ہر وقت اور ہر امر میں اپنے رب کی طرف ہوتی ہے پس ان حضرات سے اگر کوئی طاعت وعمل نیک ہوتا ہے تو یہ عمل ان کی امید کے اندر بیشی نہیں کرتا کہ اس کی وجہ سے ان کو یہ خیال ہو کہ اس عمل کیوجہ سے ہمارے درجات میں زیادتی ہوگی اور اگر کوئی لغزش یا گناہ ان سے ہو جاتا ہے تو یہ ان کی امید میں کمی نہیں آنے دیتا برابر امیدوار رحمت کے رہتے ہیں اسلئے کہ اپنے اعمال کیطرف تو ان کی نظر ہی نہیں خواہ نیک عمل ہو یا بد اور جو لوگ عارف نہیں ہیں وہ چونکہ اپنے نفس کے اوپر معتمد ہیں اسلئے نیک عمل کرکے ان کی امید بڑھتی ہے اور خوش ہوتے ہیں کہ اب ہم لائق مغفرت وجنت کے ہوگئے اور گناہ کرنے کے بعد ان کی امید رحمت کم ہو جاتی ہے اسلئے کہ چونکہ اپنے نفس اور اس کے اعمال کی طرف نظر ہے تو اس گناہ کو رحمت کے اندر دخیل جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ رحمت کو روکنے والا ہے حالانکہ حق الامر یہ ہے کہ بندہ کا عمل نہ مغفرت اور رحمت کرانے والا ہے اور نہ مغفرت کو روکنے والا ہے جس کی مغفرت ہوگی رحمت سے ہوگی لیکن یہ معلوم کرکے نیک عمل کو ترک کرنا اور اعمال بد کو اختیار کرنا حماقت اور جہالت ہے اعمال صالحہ مامور بہا اور اعمال باطلہ منہی عنہا ہیں لیکن مدار کار انپر نہیں ہے مدار محض رحمت پر ہے۔ پس شیخؒ فرماتے ہیں کہ لغزش صادر ہونے کے وقت رحمت کی امید میں کمی آجانا یہ علامت اس کی ہے کہ اس شخص کے نفس میں ابھی اسقدر روگ ہے کہ اسکو

اپنے عمل پر اعتماد ہے چاہیئے کہ آگے بڑھے اور اپنے اعمال کو نظر قلب سے ساقط کرے اور امید و اعتماد اللہ کی رحمت پر رکھے لیکن اس مضمون سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گناہ کے بعد ندامت واستغفار بھی نہ چاہیئے ندامت واستغفار تو ضروری ہے اور مومن ضرور کریگا۔ مگر اسکے ساتھ ہی اسکو مایوسی رحمت سے نہ ہوگی اور امید کی صفت اسکی برقرار رہے گی۔ اگر تجھکو تیرے نفس کی طرف لوٹادیا تو تیری مذمتوں کی نہایت نہیں اور اگر اپنا جود وکرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو تیری خوبیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ ف۔ نفس کی پیدائش بدی اور شرارت پر ہے اور جو کچھ نیک عمل اس سے ہوجاتا ہے وہ حق تعالے کا فضل اور احسان ہے اور اگر حق تعالیٰ نے تجھ کو تیرے نفس کیطرف لوٹادیا یعنی تجھ کو تیرے نفس پر چھوڑدیا اور فضل و توفیق کو روک لیا تو پھر تیری برائیوں کی کوئی انتہا نہیں اسلئے کہ نفس تو تمام برائیوں اور شرارتوں کا مجموعہ ہے جب توفیق الٰہی اس کی رہبر نہ ہوئی تو اس سے بجز برائیوں کے کچھ بھی نہ ہوگا اور اگر حق تعالیٰ نے اپنا جود اور کرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو اسکے جود وکرم کی تو کوئی انتہا نہیں تو تیری خوبیوں کی بھی کوئی نہایت نہ ہوگی۔ غرض یہ ہے کہ نفس کی خرابیوں سے نجات بدون التجاء و توجہ الی اللہ کے ممکن نہیں ہے پس اگر بندہ سے نیک اعمال صادر ہوں تو ان کو محض حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشاہدہ کرے اپنے نفس کی طرف نسبت نکرے اور گناہ و شرارت ہو تو اپنے نفس سے جانے جس نے اپنے کلام کو اپنی نیکوکاری کا نتیجہ ملاحظہ کرکے کلام کیا اس کی بدکرداری اسکو (حیا و خجالت سے) ساکت کردیگی اور جس نے احسان مولیٰ حقیقی تعالیٰ شانہ مشاہدہ کرکے کلام کیا۔ معصیت اس کی زبان بند نہ کرے گی۔ ف۔ جو شخص مریدین اور دیگر عوام کو وعظ و نصیحت کرے یا حقیقت و معرفت کی باتیں بتلاوے اور اسکے قلب کی نظر اسپر ہو کہ یہ علوم و معارف جو میرے قلب میں آرہے ہیں یہ میرے

اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے اور میں جو دوسروں کو نیک باتیں بتلاتا ہوں میرے اندر یہ موجود ہیں تو اس شخص سے اگر کوئی گناہ اور بدکرداری صادر ہو گی تو اسپر حیا کا غلبہ ہوگا کہ میں دوسروں کو کس منہ سے بتلاؤں جب خود ہی مبتلائے معاصی ہوں اور اسکی زبان کو بند کردیگی اسلئے کہ منشا اور محرک اسکے بولنے کا اسکا اپنے آپکو صالح سمجھنا اور اس وعظ و نصیحت سے خود موصوف جاننا تھا جب وہ نہ رہا تو زبان نہ چلے گی اور یہ اس شخص کا حال ہے جس کی نظر اپنے نفس اور اپنے اعمال کی طرف ہو عارف کا یہ حال نہیں اسکا حال یہ ہے کہ اپنے علوم و معارف کو اپنے مولی حقیقی کے فضل سے مشاہدہ کریگا اور اپنے نفس کی طرف کسی درجہ میں بھی نسبت نہ کریگا بلکہ ذوقی طور سے اس پر یہ حال ہوگا کہ میری مثال بالکل منادی کرنیوالے کی ہے کہ بادشاہ کا یہ حکم ہے تو اگر اس شخص سے کوئی گناہ بھی ہوگا تو وہ گناہ اس کی زبان کو بند نہ کرے گا بلکہ اسی بشاشت اور نشاط سے بولیگا جیسا کہ اس گناہ سے پہلے بولتا تھا اس لئے کہ اسکے بولنے کا محرک اسکا اپنے کو صالح اور نیک مشاہدہ کرنا نہ تھا بلکہ اسکے کلام کا منشا حق تعالیٰ کا فضل اور احسان کا مشاہدہ تھا کہ یہ اسکا فضل ہے کہ مجھ نالائق اور لاشئے محض پر یہ علوم القا فرمائے اور فضل و احسان کا دریا ہر وقت جاری ہے اسلئے اسکی کلام بھی کسی وقت بند نہ ہوگی

جب تو یہ چاہے کہ امید کا دروازہ تیرے لئے مفتوح ہو تو اپنی طرف اپنے مولی حقیقی تعالیٰ شانہ کے احسانات کا مشاہدہ کر اور جب چاہیئے کہ خوف کا دروازہ تجھ پر کھلے تو جو کچھ تجھ سے نافرمانیاں اور بے ادبیاں اس کی جناب میں صادر ہوئی ہیں ان کا مشاہدہ کرلے ف جاننا چاہیئے کہ سالک کو اپنے نفس کی حالت اور اسکی برائیاں اور معاصی جو اس سے صادر ہوئے ہیں پیش نظر ہوتے ہیں تو قلب اس سے بہت منقبض اور پریشان ہوتا ہے اور بعض اوقات

ناامیدی اور یاس قلب پر غالب ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی اور مایوس ہو جانا کفر ہے اور نیز بعض اوقات مایوسی زیادہ ہوتی ہے تو نماز روزہ وغیرہ سب چھوٹ جاتا ہے اسلئے ضرورت اسکی ہوتی ہے کہ امید کا پہلو غالب ہو تو اس وقت اس سالک کو چاہئے کہ ہوش سنبھالنے سے لیکر ابتک جو اسپر حقتعالےٰ کے ظاہری اور باطنی احسانات ہیں یاد کرے اور قلب کے پیش نظر کرے اور سمجھے کہ اگر حقتعالیٰ کو مجھے بالکل ہلاک اور ضائع کرنا منظور ہوتا تو میرے حال پر ایسے الطاف کیوں ہوتے دیر تک اسکا مراقبہ کرے امید یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے امید کا دروازہ اسپر کہلیگا اور مایوسی کی کیفیت جو طاری ہو گئی تھی وہ جاتی رہیگی اور بعض مرتبہ اسکے برعکس کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اپنے نیک اعمال مشاہدہ کرکے عجب اور فرح پیدا ہوتا ہے اسوقت اپنی نافرمانیاں اور معاصی اور حقتعالیٰ کی جناب میں جو بے ادبیاں ہوئیں ہیں انکو پیش نظر کرے تو خوف پیدا ہو جائیگا غرض قلب پر نہ یاس کو غلبہ دے اور نہ امید اتنی بڑہا دے کہ نڈر ہو جاوے۔ توسط اختیار کرے سچی رجا اور امید وہ ہے جو اعمال پسندیدہ کیساتھ میں ہو۔ ورنہ اُمنیۃ (جھوٹی میل) ہے۔ ف۔ اللہ تعالیٰ سے امیدوار رحمت کے ہونے کی صفت اصلی اور سچی وہ ہے جسکے ساتھ اعمال صالحہ ہوں یعنی جو اس شخص کو اعمال صالحہ کے محرک ہو اسلئے کہ جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے اسکے اسباب کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کرتا ہے دیکھو جو شخص کھیتی کاٹنے کی امید کرے وہ بونے جوتنے پانی دینے میں پوری کوشش کرلیتا ہے اسوقت امید کرنا اسکا صحیح اور سچا ہوتا ہے اسی طرح جو رحمت اور مغفرت وجنت کی امید کرے تو یہ امید صحیح اور سچی اسوقت ہوگی جبکہ رحمت اور جنت کے جو اسباب عادتاً حقتعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں یعنی اعمال صالحہ اور معاصی سے باز رہنا ان میں پوری کوشش اپنی مقدور

بھر خرچ کرے اور اگر اعمال صالحہ نہیں کرتا ہے اور خلاف شریعت کام کرتا ہے تو اسکی امید صحیح نہیں اور اسکو امید کہنا غلط ہے۔ بلکہ یہ تمنا ایسی ہے جیسے کوئی شخص موسم زراعت میں نہ زمین میں ہل پھراوے نہ پانی دے نہ بیج ڈالے اور کھیتی کاٹنے کی تمنا رکھے۔

اگر تجھکو اپنے مولی حقیقی تعالیٰ شانہ کی نسبت بوجہ اسکی صفات کمالیہ کے حسن ظن نہیں ہے (جو خاصان بارگاہ کیلئے حاصل ہے) تو تو اپنے ساتھ اسکے حسن معاملہ ہی کے سبب سے اسکی نسبت حسن ظن پیدا کر۔ کیا تجھکو اس نے اپنے احسانات کا خوگرفتہ نہیں بنایا اور کیا تیری طرف اس نے صرف اپنے انعامات نہیں بھیجے **ف**۔ مومن وہ ہے جو اپنے رب کیساتھ نیک گمان رکھے کہ میرے ساتھ جو معاملہ ہوگا وہ عین حکمت اور مصلحت اور بہتری کا ہے گو مجھے طبعاً گوارا ہو یا ناگوار اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے تو سوائے کمالات اور صفات جمیلہ کے کوئی صفت نعوذ باللہ بری نہیں ہے تو وہاں سے جو کچھ بھی ظاہر ہوگا۔ وہ عین مصلحت اور حکمت ہے پس اے بندہ اگر تجھ کو اپنے مولی حقیقی کے ساتھ اس کی صفات کمالیہ کیوجہ سے نیک گمان نہیں ہے (اگرچہ اس کے صفات کمال کا مقتضا تو یہ تھا کہ بلا وجہ اس کیساتھ گمان نیک بلکہ یقین کامل بھلائی کا رکھنا چاہئے) تو تو اپنے ساتھ اسکے معاملہ کو غور کر کہ تیرے ساتھ اسکا برتاؤ ابتک کیا رہا ہے کیا تو اسکے بے انتہا احسانات کا خوگر نہیں ہے کہ تجھکو پیدا کیا کان ہاتھ ناک پاؤں آنکھ قسم قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں اور ہر وقت نعمتوں میں غرق ہے۔ اور کیا انعامات کے سوا کچھ اور بھی تو دیکھتا ہے ہر آن میں انعامات تیرے اوپر بھیج رہا ہے تو یہ معاملہ اور برتاؤ بھی اسکو چاہتا ہے کہ آیندہ بھی اسکے ساتھ تو حسن ظن رکھے۔ صفات کمال کی وجہ

سے حسن ظن مولی تعالےٰ شانہ کیساتھ ہونا یہ درجہ تو خاص لوگوں کا ہے اگر یہ کسی
کو میسر نہ ہو تو حق تعالیٰ کے انعامات ہی کا مشاہدہ کر کے حسن ظن رکھے۔

جس نے اس کو عزیب و دشوار جانا کہ مولیٰ حقیقی تعالےٰ شانہ اس کو اسکی
شہوات نفسانیہ کے پنجہ سے چھوڑا دے گا اور قید غفلت سے نکالدیگا تو اس نے
غیر متناہی قدرت الٰہی کو عجز کا دھبہ لگایا۔ اور اللہ ہر شی پر قدرت والا ہے۔ ف
جو لوگ دنیا کے دھندوں اور مشاغل میں مبتلا ہیں اور مولیٰ تعالیٰ شانہ کی یاد سے
غافل ہیں انکو کبھی اللہ والوں کو دیکھکر حرص اور شوق ہوتا ہے کہ ہم بھی
اللہ تعالےٰ کی یاد میں لگیں اور بکھیڑے دنیا کے برطرف کریں لیکن نفس فوراً
راہ مارتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا ہم سے یہ دھندے کیسے چھوٹ سکتے ہیں اور
ہماری کہاں قسمت ہے کہ ہم ایسے ہو جاویں ہم تو بری طرح پھنس رہے
ہیں۔ یا بعض ذاکر شاغل لوگ باوجود ذکر و شغل اور مجاہدہ و ریاضت کے اپنے
نفس کی شہوات کو ویسا ہی دیکھتے ہیں جیسے پہلے تہیں تو ان کو وسوسہ ہوتا
ہے کہ بس جی ہماری یہ شہوات مغلوب نہوں گی ہمارے نفس کا درست ہونا
اور صلاحیت پر آنا بہت دشوار ہے یا وہ لوگ جن کے قلوب میں ذکر اللہ نے
اثر تو کیا ہے لیکن اسکو رسوخ اور پختگی نہیں کبھی غفلت ہو جاتی ہے کبھی
کیفیت ذکر کی طاری ہو جاتی ہے سالہا سال ہو گئے لیکن استقامت نصیب
نہیں ہوتی ان کو خیال ہوتا ہے کہ بس ہم ایسے ہی رہیں گے اور ہماری غفلت
کا جانا دشوار ہے تو ایسے لوگوں کی نسبت شیخ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے
یہ بات دشوار و عجیب جانی کہ قادر حقیقی اس کو اسکے شہوات نفسانیہ کے پنجہ
سے چھڑا دیگا اور قید غفلت سے نکال دیگا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت
غیر متناہی کو گویا عجز کا دھبہ لگایا اور گویا زبان حال سے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر نہیں ہے۔ حالانکہ وہ ہر شی پر قادر ہے اور منجملہ اسکے اس پر بھی قادر ہے کہ تم کو شہوات نفسانیہ و غفلت کے پنجہ سے رہائی دے اور اپنی یاد کی چاشنی نصیب فرماوے اور اپنا بنالے پھر مایوسی کی کیا وجہ۔ دیکھو بہت سے اولیاء اللہ ابتدائی حالت میں کیسے کیسے معاصی میں مبتلا رہے ہیں پھر حق تعالےٰ کا فضل و کرم ہوا اور ان کو ایسے مراتب نصیب فرمائے کہ وہ مقتدا اور صاحب سلسلہ ہو گئے تو مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

شہوت نفسانیہ کو دل میں سے بجز روکنے والے خوف کے (جو مشاہدہ صفات جلال یا قیامت کے اہوال سے پیدا ہو) یا بیقرار کرنے والے شوق کے (جو صفات جمال اور جنت کی لذیذ نعمتوں کے مشاہدہ سے حاصل ہو) کوئی چیز نہیں نکال سکتی ف۔ پہلے یہ مضمون آچکا ہے کہ کوئی شہوت نفسانی جب دل میں جم جاتی ہے تو یہ مرض بہت سخت ہے یہاں اسکا معالجہ ارشاد فرماتے ہیں معالجے اسکے دو ہیں۔ خوف اور شوق۔ خوف یا تو قیامت کے ہولناک واقعات سے ہو یہ قسم خوف کی عام لوگوں کیلئے ہے یا حق تعالیٰ کی صفات جلال جیسے اسکا قہار و جبار منتقم ہونا پیش نظر ہوں اور یہ قسم خوف کی خاص لوگوں کو ہوتی ہے اور تدبیر اس خوف کے حاصل ہونیکی یہ ہے کہ قیامت اور حشر و نشر و جہنم کے ہولناک واقعات اور معاصی کی سزاؤں کو سوچے اور فکر کیا کرے چند روز بعد خوف قلب میں پیدا ہوگا اور رفتہ رفتہ قلب میں راسخ ہو کر شہوات کے غلبۂ محبت کو فنا کر دیگا اور شوق یا جنت کی لذیذ نعمتوں کے پیش نظر ہونے سے ہو یہ شوق کی قسم ابرار اور نیک کار بندوں کو ہوتی ہے اور یا حق تعالےٰ کی صفاتِ جمال جیسے اسکا رحمٰن رحیم ودود ہونا قلب کے سامنے ہونے سے پیدا ہوا اور یہ شوق کی قسم اہل خصوصیت کا حصہ ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ معمولی خوف اور معمولی شوق قلب سے شہوت کی جڑ کو نہیں

اکھاڑسکتا اسلئے کہ جو شی زیادہ جم گئی ہو اسکے زائل کرنے کے لئے بہت قوی سبب کی ضرورت ہے اس لئے خوف شوق کا حال جب نہایت قوی ہوگا کہ قلب کو تمام طرف سے علیحدہ کرکے اپنے میں لگالے اسوقت دوسری شی قلب سے نکلیگی اور یہ بہت ظاہر بات ہے دیکھو کسی چیز کا آدمی پر اگر خوف غالب ہو جاتا ہے یا کسی شی کا بے انتہا شوق ہوتا ہے تو سوائے اس کے سب چیزیں دل سے نکل جاتی ہیں اسی واسطے شیخ نے خوف روکنے والا اور شوق بیقرار کرنے والا فرمایا مطلق خوف اور شوق نہیں فرمایا۔

جس عمل میں تونے لذتِ حضور نہیں پائی اسکے قبول ہونے سے مایوس نہو کیونکہ بسا اوقات جس عمل کا تجھکو ثمرہ دنیاوی (لذت وحلاوت) عطا نہیں ہوا وہ بھی قبول ہوتا ہے۔ **ف**۔ حضور کامل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت میں بندہ کی حالت یہ ہو کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے یعنی اسکے تمام حواس اور اعضاء از سرتا پا متوجہ الی اللہ ہوں شیطانی اور نفسانی اغراض واوہام دوساوس کا نام نہ ہو اور اس حضور کی لذت سر سے پیر تک اس پر طاری ہو اگر حقتعالیٰ کے فضل سے ایسی حضوری عبادت میں کسی کو نصیب ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسکا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں مقبول ہے اور اگر کسی عمل میں ایسی لذت حضور کی نہ پاوے تو اس کے قبول ہونے سے ناامید نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ حضوری کی لذت عمل کے مقبول ہونے کی محض علامت ہے شرط نہیں ہے تو اگر کسی شی کی علامت موجود نہ ہو تو عقلاً یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شی بھی موجود نہ ہو اسلئے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تم کو کسی عمل کا ثمرہ دنیا میں عطا نہیں ہوتا یعنی اس میں لذت وحضور نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتا ہے اور دار آخرت میں اسکا بدلہ ملتا ہے۔

دعا کے آداب کے بیان میں

باد جو گڑگڑانے کے دعا میں عطا کیوقت میں تاخیر کا ہونا مقبولیت دعا سے مایوس نہ کردے کیونکہ وہ تیری اجابت کا کفیل اس امر میں ہوا ہے جسکو وہ تیرے لئے پسند فرماتا ہے نہ جس کو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جس وقت وہ چاہتا ہے نہ جس وقت میں تو خواہش کرتا ہے **ف**۔ بعض عوام کہا کرتے ہیں کہ ہم تو بہت دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی اور بعض جو ذرا نیک کہلاتے ہیں انکا خیال یہ ہے کہ ہم تو گنہگار ہیں ہماری دعا کیا قبول ہوتی گناہ کو مانع قبولیت دعا کا جانتے ہیں بعض ذاکر شاغل بھی اس وسوسہ میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم برسوں سے ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہیں لیکن ہماری حالت درست نہیں ہوتی نفسانیت اسی طرح باقی ہے دل سے دعا بھی کرتے ہیں اور تمنا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو علائق نفس سے خلاصی نصیب کردے اور کشود کار ہوجاوے لیکن نہیں ہوتی اس سے ان کو ایک قسم کی مایوسی ہوتی ہے۔ شیخ رحمتہ اللہ سب کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود گڑگڑانے اور عجز وزاری سے دعا مانگنے کے جو وہ مراد نہیں ملتی تو اس سے تم دعا کے قبول ہونے سے نا امید نہ ہوجاؤ اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے جو دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اسکے ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ جو چیز تم مانگو گے وہ ہم تم کو دینگے اس لئے کہ ہماری عقل اور علم بہت ناکافی ہے بسا اوقات جو شی ہم طلب کرتے ہیں بعینہ اسکا دینا ہمارے لئے بہتر نہیں ہوتا اور حقتعالیٰ ہمپر ماں سے زیادہ رحیم اور شفقت فرمانیوالا ہے اور ہماری مصلحتوں کو ہمسے بہتر جاننے والا ہے اسلئے وہ شی نہیں دیتا دیکھو بچہ اگر مضر شی کی ضد کرے تو ماں ہرگز نہ دیگی اور اس سے بہتر شے جو اسکے لئے نافع ہوگی وہ دیگی تو یوں کہنا

صحیح نہیں ہے کہ ماں نے بچہ کی درخواست کو رد کر دیا۔ پس وعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے لئے ہم پسند کریں اور ہمارے علم میں تمہارے لئے بہتر ہو وہ دینگے خواہ تو وہ ہی شی دیں یا اس سے بہتر آخرت میں دیں یا دنیا ہی میں کسی بلا کو دفع کر دیں اور اسی طرح بعض اوقات وہ شی ملتی ہے۔ لیکن دیر میں ملتی ہے اسکا یہی سبب ہے کہ اسی وقت میں اگر وہ شی ملجائے تو اس بندہ کیلئے دین یا دنیا کیلئے مضر ہوگا اسلئے تاخیر سے ملتی ہے قبولیت کا وعدہ اس وقت میں ہے جبکہ دنیا مصلحت ہو۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ اپنی عقل کو دخل نہ دے اور برابر اپنے مولی سے مانگتا رہے اور قبولیت سے مایوس نہ ہو۔

موعود کا واقع نہ ہونا تجھکو (الہامی) وعدہ کے سچے ہونے میں اگرچہ اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت ہی مقرر کیوں نہ کیا گیا ہو شک پیدا نہ کرے ایسا نہ ہو کہ یہ شک تیری عقل کی آنکھ پھوڑ دے اور چراغ قلب کا نور بجھا دے۔ ف۔ موعود وعدہ کی ہوئی شی۔ اگر کسی اللہ کے بندہ سے خواب میں یا بذریعہ الہام کے یا کسی فرشتہ کی زبانی حقتعالے شانہ کی طرف سے کسی بات کا وعدہ کیا گیا ہو اور اگرچہ اس وعدہ کا وقت بھی مقرر کر دیا گیا ہو مثلاً یہ کہ فلاں تاریخ میں بارش ہوگی یا فلاں ماہ میں قحط جاتا رہیگا اور پھر اسوقت میں وہ بات پوری نہ ہوئی تو اس وعدہ کے سچے ہونے میں شک نہ کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا کہ فلاں ماہ یا فلاں تاریخ میں ایسا ہوگا اسکے کچھ شرایط اور اسباب ایسے ہوں کہ کسی مصلحت اور حکمت کیلئے یا اس بندہ کے ابتلاء اور امتحان کی غرض سے اسکو نہ بتلائے گئے ہوں تو وہ وعدہ سچا ہے اسلئے کہ مطلب اسکا یہ ہوا کہ فلاں شرط یا سبب اگر ہوگا تو یہ بات اس تاریخ میں واقع ہوگی اور وہ شرط پائی نہیں گئی اسلئے وہ واقعہ نہ ہوا تو وعدہ کے سچے ہونے میں اس شخص کو شک نہ کرنا چاہیئے کہ یہ سخت بے ادبی ہے اور جہل و حماقت و کبر کی علامت ہے اور عقل کی آنکھ کو نابینا کرنیوالی ہے اسلئے کہ وعدہ الٰہی میں تخلف نہیں ہوتا خود ارشاد ہو رہا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ اور نیز اس

گستاخی سے اندیشہ ہے کہ قلب کا نور اور دولت باطنی کا چراغ جو اسکو حاصل ہے بجھ جاوے بلکہ چاہئے کہ ادب اور بندگی کی شان کو کسی وقت ہاتھ سے نہ دے اور تمام نقائص و شر کو اپنی طرف منسوب کرے اور اپنی بصیرت و سمجھ کو کوتاہ جانے اور یہ شیخ کا ارشاد کشف و الہام صحیح کے متعلق ہے۔ خیالات واوہام کا اعتبار نہیں۔

اپنے مولی حقتعالی شانہ سے تیرے ان اشیائے کے طلب کرنے میں جنکا وہ خود ضامن ہے اسکی نسبت نہ دینے کا اتہام ہے اور اسکا قرب و مشاہدہ طلب کرنا یہ اس سے غائب ہونیکی علامت ہے اور اسکے اغیار کا طلب کرنا (خواہ وہ اغراض دنیاویہ ہوں یا احوال و مقامات) تیری بیحیائی کے سبب سے ہے اور سوائے اپنے مالک حقیقی کے دوسرے سے تیرا طلب کرنا اسکی بارگاہ عالی سے بعد اور دوری کیوجہ سے ہے۔ ف۔ چند امور ضروری اس مقام پر سمجھہ لینا ضروری ہیں اول تو یہ کہ سالک ذاکر شاغل کیلئے کہ جسکے قلب میں ذکر کا اثر کچھ سرایت کر گیا ہے بڑا اہتم بالشان کام بعد ادائے فرائض و واجبات یہ ہے کہ ہر وقت اپنے قلب کی طرف مشغول رہے اور صوارف و وساوس و خطرات کو قطع کرے اور حقتعالی کی ذات پاک کیطرف اپنے نقطۂ توجہ کو بالکلیہ مصروف رکھے یہانتک کہ یادداشت ملکۂ راسخ ہو جاوے دوسری یہ کہ تصوف و معرفت کا خلاصہ ادب حضرت حق کا ہے اسیواسطے بزرگونکا مقولہ ہے التصوف کلہ ادب تیسرے یہ کہ جبتک سالک کے اندر سے شہوات نفسانیہ نہ جاویں اور فنا نفس نصیب نہ ہو اسکے سب اعمال خواہ دعا ہو یا نماز روزہ ہو نفس کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتے اسیواسطے اسکو بڑا اہم کام شغل قلب ہے تا کہ ذکر کا غلبہ ہو اور نفس کی آمیزش اعمال سے اٹھے اور اخلاص نصیب ہو اب شیخ کے ارشاد کا خلاصہ سمجھئے کہ فرماتے ہیں اے سالک تیرا کچھ طلب کرنا چار قسم پر ہے اور یہ چاروں قسمیں طلب اور دعا کی خداوند بارگاہ کے ادب کے خلاف ہیں اول تو یہ کہ خدا تعالی سے ایسی چیز مانگے کہ جسکے دینے کا اسنے ذمہ لیا ہے جیسے رزق کی وسعت وغیرہ چونکہ نفس تیرا باقی ہے تو اس مانگنے میں ضرور شائبہ اسکا ہوگا کہ اگر مانگونگا تو ملیگا ورنہ شاید نہ ملے تو یہ حقتعالی پر نہ دینے کی تہمت ہے۔ اور جس شی کا

ملنا یقینی ہے اسمیں تردد اور شک ہو تو ایسی طلب سے باز رہ اور جو تیرے لئے اہم کام ہے یعنی اپنے
شغل میں لگنا وہ کر اگر تو عارف ہوتا تو تیرا مانگنا اخلاص سے ہوتا اور اپنے مانگنے کو دینے میں دخیل
نہ سمجھتا اور اسکا مانگنا اس شے کے ملنے کیلئے نہ ہوتا اسلئے کہ وہ لامحالہ ملکر رہیگی اسلئے کہ اسکا وعدہ
ہے۔ بلکہ عارف کا مانگنا اپنے اظہار بندگی اور افتقار و احتیاج کیلئے ہوتا پس تو چونکہ عارف کامل
نہیں ہے اسلئے تیرا یہ مانگنا خالی از کدورت نہیں ہے دوسرے یہ کہ تو اسکے قرب اور مشاہدہ کو
طلب کرے یہ بھی تیرے منصب کے خلاف ہے اسلئے کہ تیرے لئے قرب اور مشاہدہ اپنی حالت
میں مشغول ہونا ہے جب تو قرب اور مشاہدہ کی طلب میں لگا تو قرب اور مشاہدہ جو تجھکو حاصل
تھا اس سے غائب ہو گیا تیرا یہ طلب کرنا بھی مناسب نہیں تجھکو ایک سکنڈ بھی بارگاہ عالی
یعنی اپنے مولی کیطرف توجہ کرنے سے غائب نہ ہونا چاہئے اور تیسرے یہ کہ تو اپنے مولی
سے غیر مولی کو طلب کرے خواہ وہ دنیا کی چیز ہو یا کوئی حال و رتبہ و مقام کی طلب ہو یہ طلب
تیری بیحیائی کے سبب سے ہے اسلئے کہ طالب مولی ہو کر غیر مولی کو طلب کرنا بڑی بیحیائی
ہے اگر تجھکو حیا ہوتی تو اس سے کوئی شی طلب نہ کرتا اور اسکی حضوری میں لگا رہتا۔ چوتھے یہ
کہ سوائے مالک حقیقی کے دوسرے سے کوئی چیز مانگنا یہ اپنے مولی سے دوری اور بُعد کیوجہ سے
ہے اگر تو قریب ہوتا تو غیر سے ہرگز نہ مانگتا اور چھٹی قسم طلب کی عارفین کی ہے کہ وہ اللہ تعالی
سے جو شی بھی طلب کرتے ہیں اسمیں ان کی نظر اس شی پر نہیں ہوتی بلکہ اظہار احتیاج اور
اپنا فقیر اور خالی محض ہونا اور ہر بات میں مولی کریم کے در کا بھیک منگا سائل ہونے کو ظاہر کرنا
انکو مقصود ہے اور نیز اس مانگنے کو بھی وہ اللہ کی مدد سے جانتے ہیں اسکو بھی اپنی طرف
نسبت نہیں فرماتے پس انکی طلب للہ باللہ ہوتی ہے۔

اے سالک اپنی ہمت کو اپنے مولی کریم کے غیر کی طرف نہ بڑھا کیونکہ کریم سے امیدیں تجاوز نہیں
کرتیں۔ ف۔ عالی ہمت شخص اپنی حاجات کو کریم پر پیش کیا کرتا ہے اور جو دنی الہمت اور پست
حوصلہ ہے اسکے پاس نہیں جاتا اور کریم حقیقی سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں ہے اسلئے کہ

کریم اسکو کہتے ہیں کہ جب مجرم پر اسکو قدرت حاصل ہو معاف کردے اور جب وعدہ کرے پورا کرے اور جب دے توامید سے زیادہ دے اور اس کی کچھ پروانہ کرے کہ کتنا دیا اور نہ یہ کہ کس کو دیا اور جو اسکی پناہ میں آوے اسکو ضایع نہ کرے اور وسائل اور سفارشیونکی اسکے یہاں ضرورت نہ ہو اور یہ صفات کامل درجہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں نہیں ہیں تو اسلئے فرماتے ہیں کہ اے سالک اپنی ہمت کو اپنی حاجتیں رفع کرنے کیواسطے اپنے مولیٰ کریم کے سوا دوسرے کیطرف مت بڑھا اسلئے کہ حقتعالیٰ کے سوا کوئی کریم نہیں اسکے سامنے سب دنی الہمت اور پست حوصلہ ہیں توامیدیں اسی سے وابستہ رکھنا چاہئیں اس سے گزر کر دوسرے کیطرف ہاتھ نہ پھیلاؤ اس مقام پر یہ امر سمجھ لینا چاہئے کہ مخلوق سے اپنی حاجت کا طلب کرنا اگر اس طور سے ہو کہ ان پر اعتماد ہو اور حقتعالیٰ سے غفلت ہو تو یہ شان بندگی کے خلاف ہے اور اگر اس طور سے ہو کہ انکو محض اسباب ظاہرہ اور وسائط مجازی جانے اور اعتماد قلب کا حقتعالیٰ ہی پر ہو تو یہ طلب بندگی کے خلاف نہیں ہے اپنی ایسی حاجت جسکو تیرے مولیٰ نے تجھ پر ڈالی ہے اسکو غیر کے پاس نہ لیجا کیونکہ اسکی رکھی ہوئی حاجت غیر کیونکر اٹھا سکتا ہے بھلا جو اپنی حاجت رفع نہیں کرسکتا۔ وہ دوسرے کی حاجت کیونکر رفع کرسکتا ہے۔ ف۔ اے سالک تجھ پر اللہ تعالیٰ جو حادثہ یا حاجت نازل فرماوے تو اسکے دور ہونے کے واسطے اسی کی بارگاہ عالی میں رجوع کر دوسرے کے پاس اسکو مت لیجا۔ اس لئے کہ جو حاجت یا حادثہ اس نے تجھ پر ڈالا ہے اسکو کوئی دوسرا کیسے اٹھا سکتا ہے دیکھو اگر بادشاہ وقت کسی کو کوئی تکلیف پہونچاوے تو اسکو کوئی رعایا کا آدمی کیسے دور کرسکتا ہے اسکی تدبیر تو یہی ہے کہ اس بادشاہ ہی سے التجا کرے۔ اور اسی کی خوشامد کرے اور جس شخص سے تو مدد چاہتا ہے آخر اسکو بھی تو بہت سی حاجتیں درپیش ہیں اگر وہ قادر ہوتا تو ان حوائج کو سب سے پہلے رفع کرتا جو اپنی حاجت دفع نہیں کرسکتا وہ غیر کی حاجت کے دور کرنے پر کیسے قادر ہوسکتا ہے بس تدبیر یہی ہے کہ جو حاجت پیش آوے اسکو اپنے مولیٰ کے آگے اپنے مطلوب کی دیر رسی کے سبب اپنے پروردگار پر اعتراض و مطالبہ نکر ملا ادب کے نہ ہونے

کی اپنے نفس سے باز پرس کرے کسی دین اور دنیا کی حاجت کیلئے جب تم اپنے پروردگار سے دعا کرو اور اس حاجت کے پورا ہونے میں دیر ہو تو اس سے اپنے مولی پر اعتراض نکرو کہ ہم نے دعا کی تھی قبول نہ ہوئی یا مطالبہ جلدی حاجت روائی کا مت کرو کہ یہ امر خلاف ادب ہے اور حدیث شریف میں اس سے ممانعت آئی ہے تمکو کیا معلوم ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوئی ہے یا نہیں ممکن ہے بلکہ یقینی بات ہے کہ قبول ہو گئی مگر تم کو علم نہیں ہے اسلئے کہ دعا کی قبولیت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ بعینہٖ وہی شی ملے جو تمہاری مطلوب تھی جیسا کہ پہلے آچکا ہے اور ممکن ہے کہ اسوقت ملنا اسکا مصلحت نہو۔ بعد میں ملے۔ اور قطع نظر اسکے اسکی شان عالی تو یہ ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ کہ جو کچھ وہ کرے اس سے کوئی سوال نہیں کرسکتا کہ ایسا کیوں ہوا پس نہ جلدی کرو اور نہ اعتراض کرو اور مانگنے میں کمی نکرو اسلیے کہ سائل کا کام یہی ہے اور ادب کو ہاتھ سے نہ دو۔

اپنے مولی سے دعا و سوال کرنا کچھ عمدہ اور معتبر حال نہیں ہے پسندیدہ حال یہ ہے کہ تجھکو حسن ادب عطا ہو جاوے ف حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا اور سوال کرنا اللہ تعالی سے یہ عبادت کا مغز ہے دعا کی اسقدر فضیلت سنکر وہ سالک جسکو ابھی نفس سے خلاصی نصیب نہیں ہوئی دعا اور سوال کرنے ہی کو مقصود سمجھنے لگے تو یہ اسکی خطا ہے وجہ یہ ہے کہ جبتک نفس موجود ہے دعا اور سوال میں بھی نفسانیت موجود ہے کہ نفس اپنے حظوظ اور مزوں کا سوال کریگا اور نیز نظر اور توجہ قلب کی وہ حاجت ہو گی نہ حق تعالی کی بندگی بخلاف عارفین کے کہ انکی دعا البتہ عبادت کا مغز ہے اسلئے کہ عبادت کا مقصود اظہار افتقار و احتیاج ہے اور دعا و سوال کرنا یہ عین افتقار اور احتیاج کا ظاہر کرنا ہے پس عارف کامل کا نفس فنا ہو جاتا ہے نفسانی غرض انکی کچھ نہیں ہوتی اسلئے کہ انکی دعا اپنا افتقار ظاہر کرنے کیلئے اور بندگی اور ربوبیت کے مقتضی سے ہے۔ بخلاف غیر عارف کے کہ اسکا دعا و سوال کرنا اپنے نفس کیلئے ہے اسلئے

فرماتے ہیں کہ دعا و سوال گو اچھا حال ہے لیکن کچھ عمدہ حال نہیں عمدہ حال یہ ہے کہ تم کو ادب نصیب ہو اور ادب اسکے لئے یہ ہے کہ اپنی تمام حاجات کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے اور خود اپنے شغل اور مشاہدہ رب میں مشغول رہے۔

اپنے غنی کریم کیطرف نہ اضطرار و بیقراری سے زیادہ تجھ سے کوئی چیز مطلوب ہے اور نہ ذلت و محتاجگی کے برابر کوئی چیز مواہب خداوندی کو تیری طرف جلد لانیوالی ہے۔ ف۔ اے سالک حقتعالیٰ کیطرف سے تجھ سے بندگی اور عبودیت کی طلب ہے اور عبودیت کے اوصاف میں سب سے کامل درجہ کی صفت اضطرار اور بیقراری کی ہے کہ اسکے برابر کوئی شئی نہیں کہ تیرا قلب ہروقت اپنے مولیٰ کیطرف بیقرار اور مضطر رہے اور تیری حالت وہ ہو جیسے کوئی پانی میں ڈوبتا ہوا اور اسکو اسوقت کوئی سہارا سوائے خدا تعالیٰ کے نظر نہیں آتا یا جیسے کوئی کسی بیابان میں گم ہو جاوے اور کوئی راہ بتانیوالا نہ ہو تو جیسے اسکے قلب کی حالت اسوقت ہوتی ہے ایسی حالت بیقرار کی ہروقت رہنی چاہئے اور قلب میں ذلت و محتاجگی کی حالت کے برابر کوئی شئی خداوند تعالیٰ کی عطاؤں کو جلدی لانیوالی نہیں ہے یعنی جب قلب میں ذلت اور محتاجگی کی صفت ہوگی تو حق تعالیٰ کی ظاہری و باطنی عطاؤں کی بارش ہوگی۔

بسا اوقات حسن ادب عارفین کو ترک سوال کی رہنمائی کرتا ہے اسلئے کہ قسمت ازلی پر بھروسہ ہوتا ہے اور ذکر کی مشغولی سے سوال کی مہلت نہیں ہوتی ف عارفین کی شان مختلف ہوتی ہے بعض پر تسلیم و تفویض اور گمنامی کا غلبہ ہوتا ہے اسوقت ان کی حالت کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ قسمت ازلی ہے وہ ملکر رہیگا اسلئے مانگنا انکو ادب کیخلاف معلوم ہوتا ہے اور شان تسلیم کے منافی سمجھتے ہیں اور نیز ذکر میں اسقدر مشغول ہوتے ہیں کہ انکو سوال اور دعا کی مہلت بھی نہیں ملتی باقی یہ ظاہر ہے کہ اکمل و افضل حالت وہ ہے کہ جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا اور مشابہت ہو حضور کی شان یہ تھی کہ ہر امر میں دعا فرماتے تھے اور رضا و تسلیم بھی اعلیٰ درجہ کی تھی پس اکمل یہی ہے کہ زبان سے اظہار

احتیاج وافتقار وسوال ہو اور دل سے ہر امر پر رضا ہو۔

سوال کیساتھ یاد تو اسکو دلایا جاوے جسپر غفلت و سہو جائز ہو۔ اور طلب کیساتھ متنبہ اسکو کریں جسکو سائل سے بے پروائی ممکن ہو (تعالیٰ عن ذالک) ف۔ یہ ارشاد شیخ کا مضمون سابق کی دلیل کے طور پر ہے خلاصہ یہ ہے کہ ترک دعا و سوال بعض اہل حال کیلئے ادب اسلئے ہی کہ سوال کرنیمیں نفس کے اندر اسکا شائبہ ہوتا ہے کہ ہم اپنی حاجت یاد دلاتے ہیں یا یہ کہ نہیں مانگیں گے تو دیگا نہیں حالانکہ وہاں دونوں باتیں محال ہیں اسلئے کہ یاد تو اسکو دلایا جاوے کہ جسکو غفلت وسہو ہوتا ہو اور اسکی شان عالم الغیب والشہادہ ہے اور طلب کرنے سے متنبہ اسکو کیا کرتے ہیں جسکو سائل سے بے پروائی ہو حالانکہ وہ پہلے ہی اس کیلئے لکھ چکا ہے اور نیز رحمت اسکی ہر شے کیساتھ لامحالہ ہے خواہ کوئی مانگے یا انکار کرے پس ایسے حضرات اپنا سوال حضرت حق میں پیش نہیں کرتے اور سکوت و رضا کو لئے رہتے ہیں اور سوال کرنے کو ادب کے خلاف جانتے ہیں۔

اکثر اوقات عارف اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی مشیت پر اکتفا کر کے اس کیطرف اپنی حاجت پیش کرنے سے حیا کرتا ہے تو بھلا وہ اس کی مخلوق کی طرف حاجت لیجانیمیں کیونکہ حیا نہیں کریگا۔ ف۔ جبکہ یہ معلوم ہے کہ جو واقعات ظاہر ہو رہے ہیں حق تعالیٰ کی مشیت ازل میں انکے متعلق ہو چکی ہے اور اسی کے موافق ظہور واقعات و حوادث کا ہو رہا ہے تو عارف اسی پر اکتفا کرتا ہے اور اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ سے اپنی حاجت پیش کرنے سے اسکو حیا آتی ہے کہ جس امر کے متعلق فیصلہ ہو چکا اب اسکے متعلق عرض معروض کرنا خلاف ادب ہے تو جس شخص کا یہ حال ہو تو مخلوق کے پاس اپنی حاجت پیش کرنے سے کیوں نہ اسکو اپنے رب سے حیا آویگی اسلئے کہ مخلوق تو خود فقیر اور عاجز ہے۔ فقیر عاجز سے کیا کوئی مانگے اب مولیٰ کی بخشش دیر رس خیال نہ کر لیکن اپنے نفس سے توجہ تام اور اقبال کلی کے ہونے میں درنگ اور ڈھیل سمجھ۔ ف۔ نفس کی حالت یہ ہے کہ یہ سب کو اپنے اوپر قیاس

کرتا ہے مشہور ہے کہ المرء یقیس علی نفسہ سالک بعض اوقات جب اپنے نزدیک بہت ریاضت
اور مجاہدہ کرتا ہے اور اسکا کشود کار نہیں ہوتا تو نفس میں اسکی جہالت کیوجہ سے یہ وسوسہ ہوتا
ہے کہ بس مجھے کچھ نہ ملیگا اور یہ اُدہر سے دیر ہو رہی ہے (نعوذ باللہ) تو شیخ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے
مولیٰ کی عطا کو یہ خیال نہ کر کہ اسمیں دیر ہو رہی ہے اسلئے کہ کسی کو دینے میں دیر کرنا یہ تو کام
بخیل کا ہے اور وہاں یہ منتفی ہے تو یہ وسوسہ نہ لانا چاہیئے اسکی عطا کا دریا تو ہر وقت جاری
ہے یہ دیر تیری طرف سے ہے کہ تیرے نفس کے اندر توجہ کامل اسطرف نہیں اور غیر حق کی
صورتیں اسمیں نقش ہو رہی ہیں ان کو اپنے دل سے محو کر کے پوری توجہ اس طرف کر
پھر بخشش کو دیکھ بخشش ہر وقت موجود ہے اس کو کہیں سے آنا نہیں ہے۔

ان اشیاء میں جنکا تو اپنے مولیٰ سے طلبگار ہے عمدہ اور بہتر وہ ہے جسکا وہ تجھ سے
طالب ہے (اور وہ عبودیت میں استقامت ہے) ف۔ اے سالک جو چیزیں تو اپنے مولیٰ سے
طلب کرتا ہے ان سب میں سے سب سے عمدہ اور بہتر وہ شے ہے جسکی طلب تجھ سے مولیٰ
کیطرف سے ہے یعنی جس بات کیلئے تو پیدا ہوا ہے اور وہ اسکی بندگی کے اندر پختگی ہے
چنانچہ ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اور ماسوائے بندگی کے اور چیزیں
خواہ دین کی ہوں یا دنیا کی وہ بہتر نہیں اسلئے کہ اس میں تیرے نفس کیلئے حظ اور مزہ ہے
ہاں غلامی اور بندگی وہ شے ہے کہ اسمیں نفس کو حظ نہیں اور جس شی میں نفس کو مزہ آوے
اس کا طالب ہونا بندگی کے خلاف ہے۔

دعا و عبادت سے تیرا مطلوب حصول بخشش و عطا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ تیرا فہم اسکے حکم دعا
کے اسرار اور حکمت کے سمجھنے سے کوتاہ رہیگا بلکہ تیرا دعا و عبادت کرنا صرف اپنی عبودیت
کے اظہار اور اسکی ربوبیت کے حقوق کو قائم اور برپا کرنے کیلئے ہونا چاہیئے۔ ف۔ اے سالک
دعا اور عبادت میں مشغول ہوتے سے تیرا مقصود یہ نہ ہونا چاہیئے کہ دنیا یا دین کی کوئی
نعمت مولیٰ عطا فرماوے اگر تیرا یہ مقصود ہوا تو تو نے دعا کے حکم ہونیکا مغز اور راز و حکمت

ہی نہیں سمجھا دعا و عبادت کرنے سے تیرا مقصود یہ ہو کہ اپنی بندگی اور غلامی کو ظاہر کرے اور اسکے رب
ہونے اور مالک حقیقی ہونے کے حقوق کو ادا کرے اور اس نے دعا و عبادت کا حکم اسیواسطے فرمایا کہ
کہ بندے اپنا افتقار و احتیاج والتجا ہماری بارگاہ عالی میں ظاہر کریں اور جسکا مقصود دعا سے یہ ہوگا
اس کی دعا کبھی ناغہ نہ ہوگی اگرچہ ہر مطلب اسکا پورا ہوتا ہے اسلئے کہ اسکا مقصود تو اسکی ربوبیت
اور اپنی غلامی ظاہر کرنا ہے اور وہ ہر وقت رب اور یہ بندہ ہے بخلاف اس شخص کے جسکا مقصود دوسری
شے ہو جب وہ شے اسکو ہو جائیگی دعا ہی کرنا چھوڑ دیگا اور یہ بڑی قبیح بات ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ
سے مستغنی ہو کر بیٹھ رہے بندہ تو وہی ہے جو ہر وقت یہ ظاہر کرتا رہے کہ اے میرے مولیٰ میں تیری
عطا سے کسی وقت مستغنی و بے نیاز نہیں ہوں ہر وقت آپ کی نظر رحمت کا محتاج ہوں۔

تیری پہلی طلب اسکی پہلی اور ازلی عطا کا کیونکر سبب ہو سکتی ہے۔ف۔ ارشاد سابق میں یہ بیان
کیا گیا ہے کہ مومن کو یہ مناسب ہے کہ دعا کو اظہار بندگی کیلئے کرے دوسری شی حاصل ہونے کیلئے
نکرے مگر یہاں اسپر تنبیہ ہے کہ دعا کو سبب حصول کا نہ جانے کہ اگر میں دعا کروں گا تو یہ شی ملیگی ورنہ
نہ ملیگی اسلئے کہ جو شے اسکو ملیگی اسکا ملنا روز ازل میں مقدر ہو چکا ہے اور اسکا مانگنا بعد کو ہوا ہے
تو جو شے بعد میں ہو وہ پہلی شی کا سبب کیسے ہو سکتی ہے اسی لئے بطور تعجب فرماتے ہیں کہ اے سالک
ذرا ہوش سنبھال اور تیرے نفس میں جو اسکا شائبہ ہے کہ میری دعا سے شے ملیگی تیری دعا تو پیچھے
آئی ہے اور اسکی عطا ازل میں ہوئی تو پچھلی طلب ازلی عطا کا سبب کیسے بن سکتی ہے سبب کا وجود تو
ہمیشہ سبب سے پہلے ہوتا ہے۔ آگے دوسرے عنوان سے اسی مضمون پر تنبیہ ہے اور اسکی دلیل ہے۔

ازلی حکم اس سے برتر ہے کہ علل اور اسباب کی طرف منسوب ہو۔ف۔ اے سالک تو اپنی دعا اور
طلب کو اسکی عطا کا سبب کیسے جانتا ہے حالانکہ ازلی حکم الٰہی کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ
حکم کسی علت اور سبب کا محتاج ہو حق تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اسکا کوئی سبب اور علت نہیں ہوتی
اسباب اور علل کے محتاج بندے ہیں اور خالق کے افعال اس سے پاک ہیں پس وہ جو کچھ کسیکو
دے اسکا کوئی سبب نہیں ہے اور ازل میں دیچکے ہیں دعا اور طلب بعد میں ہوئی ہے لیکن یہ معلوم

کرکے دعا کو ترک کر دینا شان بندگی کے بالکل خلاف ہی بلکہ عوام کو لازم ہے کہ ہمیشہ دعا کو عبادت کا مغز سمجھکر اپنے مولی سے اپنی حاجتوں کو طلب کریں اور اس جگہ جو ہدایتیں فرمائی گئی ہیں عارفوں کے متعلق ہیں

مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کرنیکے بیان میں

جب تیرے واسطے اسنے اپنی معرفت کا کوئی طریق کھولدیا تو اسکے ساتھ میں قلت عمل کی پرواہ نکر کیونکہ اُسنے تیرے لئے یہ طریق صرف اسلئے کھولا ہے کہ تجھکو معرفت حاصل ہوگیا تو نہیں جانتا کہ نعمت معرفت تو وہ تجھپر پہونچانیوالا ہے اور اپنے اعمال تو اسکے جناب میں پیش کرنیوالا ہی اور جو تو پیش کش کرتا ہی اسکو اس سے کیا نسبت ہی جو وہ تجھکو عطا فرماتا ہی۔ ف۔ جاننا چاہئے کہ تصوف وسلوک کے تمام مقاصد میں بڑا مقصود اور نعمت عظمی حق تعالی کی معرفت ہی اسلئے فرماتے ہیں کہ اے سالک جب اللہ تعالے نے تیرے واسطے اپنی معرفت کے رستوں میں سے کوئی رستہ کھولدیا۔ مثلاً قلب پر یہ منکشف ہوگیا کہ فاعل حقیقی ہر فعل کا اللہ تعالی ہی اور اُس کیساتھ ذوق اور حال نصیب ہوگیا یا یہ کہ اللہ تعالی میرے ساتھ ہی اس مضمون کیساتھ قلب رنگین اور صاحب ذوق ہوگیا تو اس نعمت عظمی کے ہوتے ہوئے اسکی پروانہ کر کہ نوافل عبادات مجھ سے کم ہوتی ہیں اور اسکی وجہ سے غم اور رنج قلب پر غالب ہوا اسلئے کہ عبادات نافلہ اور ذکر لسانی و مراقبات کی کثرت سے اصل مقصود یہی ہی جب یہ حاصل ہوگیا تو ان اعمال میں بوجہ تعجب کے یا کسی اور عذر سے کمی آجاوے تو کچھ حرج نہیں باقی ترقی مدارج معرفت کیلئے اور حصول استقامت کیلئے جسقدر سہولت سے عبادت ہو اسکو کرنا چاہئے آگے اسکی ایک لطیف وجہ ارشاد ہی کہ قلت اعمال سے تو افسوس کر اسلئے کہ اللہ تعالی نے جو یہ دروازہ اپنی معرفت کا تجھپر کھولا ہی اس سے سمجھ لے کہ اللہ تعالی کو یہ منظور ہی کہ تیرے اعمال ظاہرہ ہی میں تجھکو نہ رکھے بلکہ اس سے ترقی دیکر اپنی معرفتِ کاملہ کی نعمت عظمی تجھکو دے اور تجھپر اپنے اسماء وصفات کی تجلی مبذول فرماوے اور یہ نعمت اعمال ظاہرہ کی کثرت سے لاکھوں درجہ زائد ہی اور سمجھ تو سہی کہ یہ نعمت معرفت تو حق تعالی نے تجھ پر بھیجی ہی اور اعمال وعبادات تو اسکی بارگاہ میں پیش کرتا ہی تو تیری وہاں بھیجی ہوئی شے کو اس کی عطا کی ہوئی دولت سے کیا نسبت ہے

جیسے کوئی بادشاہ کسی کے پاس کوئی تحفہ بھیجے اور یہ شخص بادشاہ کیلئے کچھ پیش کرے تو بادشاہ کے تحفہ اور اسکی حقیر شئی میں بڑا فرق ہے تو اعمال تو تیرے بھیجے ہوئے ہیں اور نعمت معرفت اسکی عطا کی ہوئی ہے تو معرفت کی نعمت اعمال ظاہرہ سے بڑھکر ہے۔ اگرچہ حقیقت میں اعمال کی توفیق اور ان کا وجود بھی حقتعالیٰ ہی کی طرف سے ہے لیکن اسمیں بندہ ان افعال کا سبب ہے اور نعمتِ معرفت بلا واسطہ غیب سے قلب پر آتی ہے اس سبب سے اعمال کی نسبت بندہ کیطرف ہے اور نعمت معرفت من کل الوجوہ اللہ کی طرف سے ہے کسب عبد بھی اسمیں واسطہ نہیں ہے۔

جبتک تو اس دار دنیا میں ہے کدورتیں تجھکو پیش آئے کو کچھ عجیب و غریب خیال نہ کر کیونکہ دنیا نے اسی شئے کو ظاہر کیا ہے جو اسکا وصف ضروری اور نعمت لازمی ہے۔ ف۔ اے مومن جبتک تو اس دنیا میں مقید ہے تو مصائب اور حوادث و خلاف طبع واقعات پیش آنیکو عجیب و غریب جان یا اے سالک و ذاکر و شاغل جبتک تو اس دنیا میں ہے اپنے نور قلب پر کدورات کے بادل آجانے کو عجیب جان اسلئے کہ عجیب و غریب تو وہ شئی سمجھی جاتی ہے جس کے واقع ہونیکا خیال نہ ہو حال آنکہ ان کدورات و مصائب و حوادث کے واقع ہونیسے دنیا نے وہ ہی بات ظاہر کی ہے جو اسکی صفت لازمی اور ذاتی ہے اور جو کسی شئی کو لازم ہوتا ہے اسکا تو ظہور ہو کر رہتا ہے اور کدورات دنیا کیلئے اسلئے لازم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو امتحان و ابتلا کا گھر بنایا ہے تو خلاف طبع امور کا واقع ہونا اسمیں ضروری ہے تاکہ امتحان ہو کہ کون ہماری بلا پر صبر کرتا ہے۔ اور کون بے صبری اور موافق طبع واقعات یعنی نعمتوں کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ آزمایش ہو کہ کون شکر کرتا ہے اور کون ناشکری۔ تیرا اس امر کو پیش نظر رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہی مصیبت پہونچانے والا ہے بالضرور تجھپر تیری دادرسی کو ہلکا کر دیگا کیونکہ جسکی طرف سے تجھکو تکالیف مقدرہ پہونچی ہیں وہ ہی ہے کہ جسنے ہمیشہ ہر امر میں تیرے لئے بھلائی اختیار کی ہے۔ ف۔ اے مبتلائے مصائب اگر تو یہ بات قلب کے پیش نظر کرے کہ مجھپر جو یہ مصیبتیں آرہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہی مجھ کو مبتلا کرنیوالا ہے اسباب ظاہرہ کو اس میں مطلق دخل نہیں ہے تو ان مصائب سے جو تجھکو دکھ اور درد پہونچ رہا ہے وہ بہت ہلکا ہو جائیگا اسلئے کہ جس کیطرف سے تجھکو یہ مصیبتیں پہونچ رہی ہیں وہ ہی

ذات تو ہی کہ جسنے ہمیشہ ہر بات میں تیرے ساتھ بھلائی اختیار فرمائی ہو اب یہ مصیبت جو اسکی طرف سے آئی ہو باوجود اسکے کہ تیرے ساتھ اُسکا سلوک ہمیشہ رحمت و شفقت کا رہا ہو تو ذرا سمجھ سے کام لے کہ اب وہ بدل تو نہیں گیا تو اس مصیبت میں ضرور بالضرور یقینی بات ہو کہ مصلحت و حکمت ہو کہ ظاہر اُدہ تجھکو بلا معلوم ہوتی ہو اور حقیقت میں تیری خیر خواہی اور رحمت ہو پس جب یہ علم حال کے درجہ میں تیرے قلب کی صفات ہنچائیگا تو یہ پریشانی جو تجھکو اب ہو یہ نہ رہیگی۔ گو اس مرض یا مصیبت کیوجہ سے ظاہر جسم یا ظاہر قلب کو دکھ ہو لیکن باطن قلب میں انشراح اور قلب باغ باغ رہیگا۔

جس نے یہ گمان کیا کہ مصیبت اور تکالیف میں اسکا لطف و مہربانی جدا رہے تو یہ اسکی نظر عقل کا قصور ہو۔ ف۔ جب بندہ مومن نے یہ سمجھا کہ نعمت اور عیش اور مزہ کی حالت میں خدا تعالیٰ کی مہربانی اور احسان ہو اور مصیبت اور تکالیف میں اسکی مہربانی و لطف ہمسے جدا ہو گئی تو یہ اسکی عقل کی کوتاہی ہو اور کوتاہ بینی ہو کہ اسکی نظر صرف ظاہر پر رہی حالانکہ مصائب میں وہ وہ باطنی نعمتیں مومن پر ہوتی ہیں کہ ظاہری نعمتوں میں نہیں ہو سکتیں بلکہ ظاہری نعمتوں میں بہت آفات ہیں اسلئے کہ جب نفس کو اسکی مرغوب چیزیں ملتی ہیں تو اسکو قوت پہونچتی ہے اور سرکشی اس کی بڑھکر معاصی اور کم از کم غفلت میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے اور مصائب میں نفس کی قوت ٹوٹتی ہو اور چونکہ ایمان ہو اسلئے وہ اس حالت میں حقتعالیٰ کیطرف التجا کرتا ہو اور نیز صبر اور دنیا سے بے رغبتی اور رضا بالقضا کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب اعمال قلب ہیں جو اعمال ظاہرہ سے کہ جنکو وہ فراغت و صحت کی حالت میں کرتا بدرجہا افضل ہیں پس مصائب میں اللہ کی رحمت کو اپنے سے جدا جاننا یہ عقل کی کوتاہی ہو۔

حق سبحانہ کی نہایت مہربانیوں اور اسکے بندوں پر احسانات کے بیان میں

صرف دار آخرت ہی کو اپنے مومن بندوں کے اعمال کیلئے محل جزا (دو وجہ سے) مقرر فرمایا ایک تو اسوجہ سے کہ جو کچھ انکو دینا چاہتا ہو یہ دار دنیا اسکو سما نہیں سکتی دوسرے یہ کہ دار بے بقا میں بدلہ دینے سے انکی قدر کو برتر اور بالا ٹھیرایا۔ ف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے اعمال صالحہ کا

بدلہ دینے کیلئے آخرت کا گھر مخصوص فرما دیا ہے اور دنیا کو مقرر نہ فرمایا تو اسکی دو وجہ ہیں اول تو یہ جو بدلہ ان اعمال کا مومنین کو وہ دینا چاہتا ہے یہ دنیا اسکو کسی طرح نہیں سما سکتی اسلئے کہ بہت چھوٹی ہے اور وہاں ادنیٰ مومن کو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسقدر ملیگا کہ اسکی مسافت سات سو سال میں ختم ہو اور آیا ہے کہ ادنیٰ مومن کو دنیا اور دنیا سے دس حصہ زائد ملیگا یہ تو کمیت کے اعتبار سے ہے اور کیفیت کے اعتبار سے بھی یہ دنیا وہاں کی نعمتوں کو نہیں سما سکتی اسلئے کہ دنیا کدورت کی جگہ ہے اور وہاں جو کچھ عنایت ہوگا وہ پاک صاف ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت کی ایک حور کے کنگن کا نور اگر دنیا میں ظاہر ہو تو چاند سورج کی روشنی ماند پڑ جائے اور مٹ جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے مرتبہ کو بہت بلند بنایا ہے دنیا میں جو کہ فانی اور بے بقا ہے انکو بدلہ دینا یہ انکی مراتب عالیہ کیخلاف ہے انکی منزلت اللہ کے نزدیک اس سے بہت اونچی ہے کہ ایسے فانی اور بے ثبات گھر میں انکو بدلہ دے اسلئے دار آخرت کو بدلہ دینے کیلئے مقرر فرمایا پس مومن کو چاہیئے کہ یہاں کی نعمتوں میں مشغول ہو کر آخرت کو نہ بھولے اور نیز یہاں کی مصیبت کو مصیبت نہ جانے اسلئے کہ اس کیلئے وہاں وہ شئی طیار ہو رہی ہے جو اسکے خیال و وہم سے باہر ہے۔

بسا اوقات تجھکو دنیا دی زخارف عطا فرمائے اور حلاوتِ طاعت سے محروم کیا اور بسا اوقات لذات دنیا سے محروم کیا اور توفیق بندگی عطا فرمائی۔ ف۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ تجھکو اللہ تعالیٰ دنیا کی زیب و زینب اور دنیا کی مزہ دار چیزیں عطا فرماتا ہے اور تو کوتاہی فہم کیوجہ سے انمیں مشغول ہو جاتا ہے اور طاعت کی توفیق اور اسکی حلاوت کی لذت اسکو کیسے آسکتی ہے اور بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی لذتوں سے تجھکو محروم فرما دیتا ہے جسکو ظاہر میں محرومی اور بدنصیبی جانتا ہے لیکن اسکے عوض میں بندگی کی توفیق اور اسکی حلاوت عطا فرماتا ہے پس بندہ کو چاہیئے کہ ظاہری عطا اور حرمان پر اپنی نظر کو نہ رکھے بلکہ حقیقت ہر شئے کی سمجھکر ہر وقت کا حق ادا کرے۔

جب نہ دینے میں تیرے فہم کا دروازہ تیرے لئے کھولدیا تو یہ نہ دینا ہی عین عطا ہو جائیگا۔ ف۔ فہم سلیم اور عقل کامل درحقیقت عارفین ہی کو ملی ہے اور دوسرے اس سے محروم ہیں اور یہ بڑی بھاری

دولت ہے دین اور دنیا کی سعادت یہی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ اے سالک جب تجھکو دنیا یا دین کی کوئی نعمت اللہ تعالیٰ نے نہ دی ہو اور اسکے دینے سے تیرے قلب میں کوئی حسرت اور غم پیدا نہیں بلکہ فہم صحیح سے تو سمجھتا ہے کہ اسی میں حکمت اور رحمت ہے اور اسی پر قلب راضی اور خوش ہے کسی طرح تو یہ نہیں چاہتا کہ میری یہ حالت بدلجاوے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے نہ دینے سے ویسا ہی خوش ہے جیسا دینے میں ہوتا تو اس نہ دینے کو نہ دینا کہنا ہی غلط ہو جائیگا اور یہ نہ دینا عین دینا اور عطا ہو جائیگا اسلئے کہ یہ فہم اور اپنے مولیٰ کی قضا پر راضی ہونا اس نہ دی ہوئی نعمت سے بدرجہا زائد ہے ۔

جب تجھکو دیا تو اپنا جود و کرم دکھلایا اور جب نہ دیا تو اپنا قہر و غلبہ مشاہدہ کرایا پس وہ بہر حال معرفت سے تجھ کو بہرہ در فرماتا ہے اور اپنے لطف و احسان کیساتھ تیری طرف متوجہ ہے ف مقصود انسان کی پیدائش سے یہ ہے کہ آدمی کو اپنے مولیٰ اور اسکی صفات عالیہ کی معرفت حاصل ہو اسیواسطے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کی تفسیر اِلَّا لِيَعْرِفُوْنَ کیساتھ حدیث میں آئی ہے اور اسکی معرفت بدون اسکی عطا کے نہیں ہو سکتی اور معرفت کے حاصل ہونے کی صورت یہی ہے کہ بندہ پر جو حالات قضا و قدر سے آویں انسے اپنے مولیٰ کی معرفت حاصل کرے کہ وہ اسیواسطے اسکے حسب حال پیش آتے ہیں پس جسکی عقل سلیم ہے وہ ہر حال سے معرفت رب سے حصہ لیتا ہے اسی مضمون کو شیخ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے سالک جسوقت اللہ تعالیٰ نے تجھکو کوئی نعمت عطا فرمائی تو اس سے تجھکو اپنی جود و کرم کی صفت کا مشاہدہ کرایا اور جسوقت تجھ سے اپنی نعمت روک لی اور تجھ کو تکلیف اور شدت کی حالت پیش آئی تو اس حالت سے تجھکو اپنے قاہر و غالب ہونے کی صفت دکھلائی تو وہ بڑا خوش نصیب ہے جو ہر حال سے سبق لے اور ہر آن اپنے مولیٰ کی معرفت تازہ بتازہ حاصل کرے اور اسکا قلب ہر وقت اپنے رب کی معرفت کی دولت سے باغ باغ رہے پس وہ ہر حالت میں خواہ تیری طبع کے موافق ہو یا مخالف اپنی معرفت سے تجھکو حصہ پہونچاتا ہے اور معرفت تمام نعمتوں سے بڑھکر ہے اسلئے ہر آن اپنے لطف و احسان کیساتھ تیری طرف متوجہ ہے اور جو بندہ کوڑ مغز ہے اور اپنے نفس کے مزوں کا بندہ بن رہا ہے وہ نعمت کی حالت میں اس نعمت پر متوجہ اور مولیٰ سے غافل اور اس نعمت کا اپنے کو مستحق سمجھنے والا اور اترانے والا ہو جاتا ہے اور مصیبت میں اسکو مصیبت اور سختی ہوتی ہے اور نفس میں رب کی شکایت آتی ہے نعوذ باللہ

نہ دنیا صرف اسوجہ سی تجھکو تکلیف رساں ہی کہ تجھکو نہ دینے میں اللہ تعالیٰ شانہ کی حکمت و لطف کی فہم نہیں
ف۔ اے سالک تجھکو جو حق تعالیٰ نے افلاس و تنگدستی و مصائب میں مبتلا رکھا ہی اور اس سی تیرے قلب کو
تکلیف و دکھ پہونچتا ہی اسکی وجہ صرف جہل ہی کہ تیری قلب کو اس نہ دینے کی حکمت اور اس میں جو لطف و کرم
ہی اسکا مشاہدہ نہیں ہی اور اگر تجھکو اس سی جہل نہ ہوتا تو جیسا دینے سی خوش ہوتا ایسا ہی نہ دینے سی لذت
پاتا بلکہ نہ دینے سی زیادہ لذت حاصل کرتا اسلئے کہ فقر و فاقہ اور سختی و مصائب خاص بندوں کا حصہ ہے۔

خلق کا دنیا تیرے لئے حرمان ہی اور اللہ تعالیٰ شانہ کا نہ دینا ہی احسان ہی۔ ف۔ اے سالک مخلوق اگر
تجھکو کچھ دے تو انکا یہ دینا اگرچہ ظاہراً دینا ہی اور بظاہر تیرا نفع ہی کہ تجھکو بلا تعب ایک شئے ملی لیکن حقیقت
میں یہ ملنا نہیں ہی بلکہ محرومی ہی اسلئے کہ مخلوق پر تیری نظر ہوگی اور جسقدر مخلوق کیطرف نظر ہوگی اتنا
ہی اللہ تعالیٰ کی درگاہ سی تجھکو بعد اور دوری ہوگی اور حقتعالیٰ پر اعتماد کم ہو جائیگا اور اللہ تعالیٰ اگر نہ
دے اور فقر و فاقہ میں تجھکو رکھے تو یہ بظاہر نہ دینا ہے لیکن درحقیقت یہ اسکا احسان اور عطا ہی اسلئے
کہ اس صورت میں جو اصلی دولت ہی اسمیں ترقی ہوگی اور تیری نظر اپنے مولیٰ سے نہ ہٹے گی بلکہ
اس کی جانب التجا اور افتقار و احتیاج زیادہ ہوگی اور یہی مقصود ہے۔

جب تیری یہ حالت ہو کہ عطا سے تجھکو فراخ دلی ہو اور منع سی دلتنگی تو اس سی اپنا بارگاہ خداوندی
میں اہل اللہ کا طفیلی ہونا اور عبودیت میں سچا نہونا سمجھ۔ ف۔ اے سالک اگر تیری یہ حالت ہو کہ جب اللہ
تعالیٰ نعمتیں عطا فرماوے تو تیرا دل کھلے اور عبادت و ذکر و شغل میں خوب متوجہ ہو اور اگر وہ نعمتیں
عطا نہ فرماوے تو اس سی تجھکو دل تنگی پیش آوے اور عبادت میں گھبراوے تو اس علامت سے سمجھ لے
کہ تیرا تو بارگاہ خداوندی میں اہل اللہ میں شمار نہیں ہی بلکہ تو ان حضرات کا محض طفیلی ہی کہ جیسے طفیلی
بغیر بلائے مہمانوں کیساتھ ہو لیتا ہی اور بلا اجازت میزبان کے چلا آتا ہی اور زبان حال سی مدعی اسکا
ہوتا ہی کہ میں بھی بلایا ہوا مہمان ہوں وہ ہی حال تیرا ہے کہ تیرا محض دعوی ہی کہ میں بھی اللہ والوں
میں ہوں اگر اللہ والوں میں سی ہوتا تو تیری حالت یہ نہ ہوتی اور نیز یہ علامت ہی تیرے عبودیت
و بندگی میں سچے نہ ہونے کی اسلئے کہ تیری اس حالت سی یہ معلوم ہوتا ہی کہ نفس میں ابھی تک

اپنے عزیزوں کی طلب اور اپنی مراد حاصل ہونیکا میلان موجود ہی اور یہ غلامی و بندگی کے منافی ہی اس میں تو نفس کی بندگی کا شائبہ موجود ہی۔ ہاں اسلئے دل تنگی ہو کہ اسکو یہ خوف طاری ہو کہ یہ حقتعالی کا امتحان ہی اور اسکی صفت قہر و غلبہ کا ظہور ہے دیکھئے مجھ سے اس حالت میں صبر ہو سکیگا یا نہیں اور میں اس حالت میں مستقیم و ثابت قدم رہوں گا یا نہیں تو بندگی میں سچا نہ ہونے کی علامت نہیں ہی اسلئے کہ یہ دلتنگی و خوف بشریت کا مقتضیٰ ہی اور عارف میں بشریت کے عوارض رہتے ہیں۔

بسا اوقات تجھ پر طاعت کا دروازہ کھولا اور قبولیت کا دروازہ نہ کھولا اور بسا اوقات گناہ تجھپر مسلط کیا اور وہ اسکی بارگاہ عالی میں پہونچنے کا ذریعہ ہو گیا۔ ف۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہی کہ تیرے لئے حقتعالے اپنی طاعت کا دروازہ کشادہ فرما دیتا ہی یعنی تجھکو توفیق عبادات و طاعات کی دیجاتی ہی رات دن تو نوافل اور اذکار و اشغال و تلاوت و دیگر اعمال صالحہ میں مشغول رہتا ہی لیکن چونکہ تیری ان طاعات میں اخلاص کا نور نہیں ہی یا یہ کہ اسکی وجہ سی تیرے اندر خود پسندی آگئی یا دوسرے مسلمان بھائیوں کو حقیر اور اپنے آپکو مقدس و پارسا جاننے لگا اس سبب سے ان طاعات کیلئے قبولیت کا دروازہ نہیں کھولا جاتا ہی اور بہت دفعہ اسکے برعکس ہوتا ہی کہ گناہ کرنا تیرے اوپر مسلط کر دیا یعنی تیری تقدیر میں اس گناہ کا کرنا لکھدیا گیا تو لا محالہ وہ گناہ تجھ سی صادر ہو گا جو بظاہر بارگاہ خداوندی سی مردود کر دینے والا ہی لیکن چونکہ تو نے اس گناہ کے بعد توبہ کی اور نادم ہوا اور خدا تعالی کیطرف التجا کی اور اپنے آپکو حقیر اور ذلیل جانا اور جس سی وہ گناہ نہیں ہوا اسکو اپنے سی بہتر سمجھا تو اس سبب اور واسطہ سے یہ گناہ ہی تیری مغفرت کا سبب اور اللہ تعالی تک پہونچنے کا ذریعہ ہو جاتا ہی پس بندہ کو مناسب یہ ہی کہ ہر شئی کی ظاہری صورت نہ دیکھے بلکہ حقیقت پر نظر لگی رہے اگر طاعت و عبادت کی توفیق ہو تو نہ کرنیوالونکو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھے اور اگر گناہ ہو جاوے۔ تو اس گناہ کے ظاہر کو دیکھکر رحمت سی نا امید نہ ہو۔

اللہ تعالی شانہ کی دو نعمتیں ایسی عام ہیں کہ کوئی شئے اس سی باہر نہیں ہو سکتی اور ہر ایک موجود کیلئے وہ دونوں ضروری ہیں اول نعمت پیدا کرنا اور دوسری نعمت باقی رکھنے کی امداد پے درپے پہنچانا۔ ف۔ اللہ تعالی شانہ کی نعمتیں ہر مخلوق پر بے انتہا ہیں اور ہر ایک پر خاص نعمتیں بھی

بیشمار ہیں لیکن دو نعمتیں ایسی عام ہیں کہ ہر شئے پر ہیں کوئی ادنیٰ شئے بھی ان دو نعمتوں سے خالی نہیں اور ہر مخلوق موجود کیلئے وہ دونوں لازم ہیں اول نعمت تو انہیں سے پیدا کرنا ہے کہ ہر شئی پیدا ہونے سے پہلے کچھ نہیں تھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ وجود بخشا اور پیدا فرمایا اور نہ ہونے کو اس سے دور فرمایا دوسری نعمت یہ ہے کہ بعد پیدا فرمانے کے ہر شئی اپنے باقی رہنے میں اللہ تعالیٰ کی امداد کی ہر وقت و ہر آن محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ ہر شئی پر پے درپے ہر آن اسکے باقی رہنے کیلئے جن اشیاء کی ضرورت ہے ان سے امداد پہنچاتا ہے اگر ایک ان کیلئے بھی امداد منقطع ہو جائے تو ہر شئے پردہ عدم میں بدستور چلی جائے اور ہر شئی کی بقا کی امداد کیلئے مختلف سامان ہیں مثلاً حیوانات کیلئے ہوا پانی غذا وغیرہ اور جمادات و اجرام سماویہ کے لئے انکی شان کے مناسب اور ملائکہ وغیرہ کیلئے جو ان کے باقی رکھنے والی چیز ہے علیٰ ہذا۔

اول تجھ پر ایجاد کی نعمت مبذول فرمائی اور دوسرے ہر لحظہ پے درپے ظاہری و باطنی بقا کی نعمت پہونچائی۔ ف: ارشاد سابق میں ایجاد و امداد کی نعمت کا ہر شئے پر ہونا بیان فرمایا تھا یہاں خاص انسان بلکہ مومن مخاطب ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے مومن تجھ پر اول تو ایجاد کی نعمت مبذول فرمائی یعنی تجھکو عدم سے وجود میں لایا اس سے سمجھ لے کہ میری اصل عدم محض ہے اور وجود میں اپنے مولیٰ کا محتاج ہوں اور احتیاج میرا ذاتی امر ہے اسکو فراموش نہ کروں دوسرے ہر لحظہ اور ہر آن تیری ظاہری بقا اور باطنی بقا کیلئے نعمتیں پہنچا رہا ہے۔ ظاہری بقا تو اس جسم و حیات کا باقی رہنا ہے اسکے لئے تو رزق و دیگر سامان معاش مہیا فرمائے اور باطنی بقا یہ کہ اسکی روحانی اور ایمانی بقا کیلئے پے درپے امداد پہونچائی اور ہر آن پہونچائی جاتی ہے اگر یہ امداد نہ ہو تو مومن گمراہ ہو جائے چنانچہ جو بندوں سے یہ امداد اٹھا لیتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں پس جب تیری یہ حالت ہے کہ کسی آن اپنے مولیٰ سے مستغنی نہیں اور کوئی شئی ایسی نہیں کہ جسکو تو اپنی بتا سکے اور اسکا مستقل مالک ہو سر سے پا تک محتاج محض ہے تو یہ استقلال تیرے اندر کیسا ہے یہ پندار کیسی یہ خود بینی اور خود پسندی کیسی یہ کمالات کے دعوے کیسے صحیح ہوں گے تجھکو چاہیے کہ بندہ بنے اور اپنی اصلیت کو پیش نظر رکھے اور دعوے و پندار کو چھوڑے۔

جب تجھکو ماسوا سے متوحش اور دل برداشتہ کردیا تو تو سمجھ لے کہ وہ تیرے لئے اپنے ساتھ دل لگی اور انس کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔ ف۔ اے سالک اگر تیری حالت یہ ہو کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا کسی شے میں نہ لگتا ہو اور مخلوق سے گھبراتا ہو تو اس علامت سے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ تجھکو دل لگی اور انس عطا فرماویگا اور اپنے ماسوا سے منقطع فرماویگا اور اگر مخلوق سے تیرا دل بہلتا ہو اور خلوت میں اور ذکر میں دل گھبراتا ہو تو سمجھ لے کہ یہ سخت خسارہ اور افلاس ہے۔

جب اپنا فضل واحسان تجھ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے اعمال صالحہ تجھ میں پیدا کرکے مدح کے موقعہ میں تیری طرف نسبت کردیتا ہے۔ ف۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر اپنا فضل و احسان ظاہر فرمانا چاہتا ہے تو اعمال صالحہ و اخلاق حمیدہ اس میں پیدا فرماتا ہے اور مدح کے موقع میں اس بندہ کی طرف ان اعمال کی نسبت فرماتا ہے یہ بندہ کے کمالات کی حقیقت ہے کہ اسکے فعل اور اختیار کو اسمیں کچھ دخل نہیں اللہ تعالیٰ خود ہی اسمیں اعمال پیدا فرماتا ہے اور نسبت اسکی طرف کرتا ہے چنانچہ اسکو مومن متقی محسن کے القاب عطا فرماتا ہے تو بندہ کو اگر عقل سلیم ہو تو اس فضل کو دیکھکر اتراوے نہیں بلکہ شرماوے اور اپنے نفس کیطرف کسی صفت کو منسوب نہ کرے ہاں شرور اور نقائص کو اپنی طرف نسبت کرے اور صفات حسنہ کو مولیٰ کی طرف نسبت کرے۔

جسنے تیری تعظیم و تکریم کی درحقیقت اس نے تیری تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ اسنے تیرے مولیٰ حقیقی تعالیٰ شانہ کی پردہ پوشی کی تعظیم و تکریم کی (کہ اُسنے تیرے عیوب کو چھپایا) تو تیری حمد وثنا کا مستحق تیرا مولیٰ پردہ پوش ہے نہ تیرا تعظیم و تکریم کرنیوالا۔ ف۔ اے سالک جو شخص تیرے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آوے یا کچھ دے یا محبت کا معاملہ کرے تو تو اس سے اترامت اور یہ مت سمجھ کہ میرے اندر کوئی خوبی ہے اس لئے درحقیقت یہ تیری تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ فی الواقع اسنے حق تعالیٰ کی صفت پردہ پوشی اور ستاری کی تعظیم کی اسلئے کہ اگر اس کی پردہ پوشی نہ ہوتی اور تیرے عیوب نفسانی کو ظاہر فرمادیتا تو یہ تعظیم کرنے والا تیری طرف تھوکنا بھی روا نہ رکھتا اور سب تجھ سے نفرت کرتے اسلئے کہ تیرا نفس تو مجموعہ عیوب و شرور کا ہے تو تو اس تعظیم کرنیوالے اور دینے والے و محبت کرنیوالے

کی تعریف مت کر حمد کے لائق تو وہ ذات ہی جس نے تیری پردہ پوشی کی اور وہ نہیں ہی جو تیری تعظیم و
تکریم کرتا ہے اور تیرا شکریہ کرتا ہے پس اس موقع پر دو غلطیوں کا تجھ سی صادر ہونیکا احتمال ہی اول تو
یہ کہ اس تعظیم کرنے والے کیطرف تیری نظر ہو اور اسکو تو محسن سمجھے حالانکہ محسن حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کہ
اسنے پردہ پوشی فرمائی دوسری یہ کہ اس تعظیم و تکریم سے اپنے اندر کوئی خوبی سمجھے یہ بھی غلطی ہی ہاں اگر
اپنے محبت کرنیوالے اور تعظیم کرنیوالے کا شکریہ ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ہاتھوں مجھے خبر پہونچائی
ہے اور حقیقتاً نظر حق تعالیٰ کیطرف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر اسکی خوش آیندہ پردہ پوشی نہ ہوتی تو کوئی عمل قبولیت کے لائق نہ ہوتا۔ ف۔ حقتعالیٰ کی صفت
ستاری و پردہ پوشی کی اگر نہ ہوتی تو کسی کا کوئی عمل قبولیت کے لائق نہ ہوتا اسلئے کہ قبولیت کے
لائق وہ عمل ہی کہ جسمیں نفسانی آمیزش اور غرض نام کو نہ ہو اور بندہ کا نفس خواہ کتنا ہی مزکی و مہذب
ہو جائے لیکن پھر بھی نفس کو اپنی طرف نظر کسی نہ کسی درجہ میں رہتی ہے گو وہ درجہ کم ہو اور گو کسیکو اس کا
ادراک بھی نہ ہو اسلئے کہ نفس خلقتاً شر اور عیوب سی پُر ہی پس یہ حق تعالیٰ کی پردہ پوشی ہی کہ بندہ کے
عیوب پر نظر نہیں فرماتا اور بڑا حلم ہی کہ اسپر سزا نہیں دیتا اور اس سے بڑھکر یہ کہ اسکے اعمال جو کھوٹے
اور عیب دار پونجی ہی قبول فرماتا ہی ورنہ اسکی درگاہ عالی کے قابل کسکا عمل ہو سکتا ہی پس اے سالک
اس پر حد سے زیادہ غم نہ کر کہ میرا عمل خالص نہیں اسمیں ریا ہی یا عجب ہی بالکل خالص ہونا محال ہی
جب قبول فرماویں گے عیب دار ہی کو قبول فرمایں گے اور اسی پر ثواب عطا فرماوینگے۔

پہلے اس سی کہ عالم ظاہر میں تجھہ سی اپنی یکتائی پر گواہی لیوے عالم غیب میں تجھکو اپنی وحدانیت کا
مشاہدہ کرایا تو ظواہر اسکی الوہیت کیساتھہ تو زبان اور قلوب و سرائر اسکی یکتائی کے یقین کناں
ہو گئے ف۔ اے سالک تو جو اس عالم میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔ اور اس کی
عبادت و حمد و ثنا کرتا ہی اسکو یہ مت سمجھہ کہ اسکا کوئی منشا اور علت پہلے سے نہیں ہی قبل اسکے
کہ اس عالم ظاہر میں تجھہ سی وحدانیت پر گواہی طلب کیجاوے عالم ارواح میں تجھ کو اپنی وحدانیت
کا مشاہدہ کرا دیا ہے پھر جب تو اس عالم میں جسم خاکی کیساتھہ مقید ہوا تو اس روحانی مشاہدہ

کیوجہ سے ظواہر یعنے تیرے اعضائے ظاہری اسکی الوہیت اور معبودیت کیساتھ بولنے لگے چنانچہ زبان تو حقیقتاً وحدانیت کیساتھ بولتی ہی اور دوسرے اعضا زبان حال سے خدائے برحق کے معبود ہونے کو بتلاتے ہیں کہ اسی کی بارگاہ میں سجدہ و رکوع کرتے ہیں اور قلوب اور لطیفہ سر اسکی یکتائی کا یقین کرتے ہیں اگر وہ روحانی مشاہدہ نہ ہوتا تو اس عالم میں یہ گواہی اعضا کی اور قلب کا یقین نہ ہوتا اسکی ایسی مثال ہی جیسے کوئی شہر دیکھا یا کسی شخص سے ملے اور مدت کے بعد تم اسکو بھول گئے تو اگر یاد دلانیوالا تم کو یاد دلائے اور پتے و نشان دے تو تمکو وہ یاد آجائیگا۔ اور فوراً دل کو علم یقینی اسکے دیکھنے کا ہو جائے اور اگر دیکھا ہی نہ ہو تو کتنا ہی کوئی پتہ و نشان دے یقین نہ آئیگا اسلئے کہ یقین کس شئے کا آوے متخیلہ میں وہ صورت ہی نہیں ہی اسی طرح اگر روحانی مشاہدہ نہوتا اور محض دلائل حق کے ہوتے تو یقین جو مثل مشاہدہ کے ہی ہرگز نہ ہوتا اسلئے کہ یقین کامل جب آتا ہے تو اسکا سہارا دلائل پر نہیں رہتا یقین کی مثال ایسی ہی جیسے گم شدہ شئی اور بھولی ہوئی شئے کو دیکھ لیتے ہیں اسی طرح وحدانیت و رسالت اور تمام امور معاد کا یقین کامل مومن کامل کے قلب میں اسی درجہ کا ہوتا ہی دلائل سے اسکو کچھ واسطہ نہیں ہوتا تو یہ یقین اس مشاہدہ روحانی کے سبب سے ہی کہ جملہ حقائق کا روح کو مشاہدہ کرادیا گیا جب روح اس جسم خاکی کیساتھ مقید ہوئی تو اس جسم کے عوارض نے اس مشاہدہ کو بھلادیا اسلئے انبیاء کی تعلیم اور قرآن و حدیث نے یاد دلایا پس اگر فضل الٰہی شامل حال ہی تو ان عوارض کا پردہ اٹھ جاتا ہی اور روح پھر اپنے مشاہدۂ اصلی کیطرف مشغول ہو جاتی ہی اور اعضائے ظاہری تو اسکے تابع ہیں وہ بجا آوری احکام میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

گاہے اپنی بادشاہت کی پوشیدگیوں پر تجھکو مطلع کرتا ہی اور اپنے بندوں کے دلوں کے بھیدونکی اطلاع تجھ سے روکدیتا ہے (کیونکہ جو شخص بندونکے بھیدوں پر واقف ہوا اور رحمت الٰہی کو اس نے اپنی عادت نہ بنایا تو اسکی یہ آگاہی اس کیلئے فتنہ اور اسپر وبال کے آنیکا ذریعہ ہو جاتی ہی۔ ف۔ ای سالک کبھی اللہ تعالیٰ تجھکو اپنی بادشاہت کی پوشیدہ چیزوں یعنی زمین و آسمان کی

مخفی اشیا پر بذریعہ کشف والہام کے اطلاع فرما دیتا ہی مثلاً آیندہ کے واقعات یا کسی شہر دور ودراز کے واقعات کا علم عطا فرماتا ہی لیکن اپنے بندونکے دلوں کی باتوں اور بھیدوں کی اطلاع تجھکو نہیں دیتا اور تجھکو اس کی حرص بھی کرنا مناسب نہیں اسلئے کہ اس اطلاع نہ دینے میں تیرے لئے بڑی مصلحت اور حکمت ہی اسلئے کہ بندوں کے اسرار باطنہ پر اطلاع اس شخص کو دیجاتی ہی جو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا مظہر اتم بن گیا ہو۔ جیسے حق تعالیٰ کی صفتِ رحمت عام ہی کہ سب کچھ جانتا ہی اور دلونکے حال سے واقف ہی لیکن پھر حلم اور رحمت سے چھپاتا ہے اور جاہلوں سے درگذر فرماتا ہی۔ اور بدکاروں سے جلدی مواخذہ نہیں فرماتا ہی اور سب کی پردہ پوشی فرماتا ہی۔ ایسی صفت اسکی عادت بنگئی ہو اور جسمیں یہ بات نہ ہو تو یہ اطلاع اسکے لئے فتنہ کا سبب ہو جائیگی اسلئے کہ اس شخص کو اپنے نفس کیطرف نظر ہو گی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا اور دوسرے مسلمانوں کو حقیر جانیگا اسلئے کہ آدمی کے دلمیں بری بھلی باتیں سب قسم کی آتی ہیں ہر شخص پاک اور مہذب نہیں ہی اور اسکو ان خطرات پر اطلاع ہو گی تو اسکو حقیر جانیگا اور اپنے آپکو پاک سمجھے گا تو یہ اس کیلئے بڑا فتنہ ہوگا اور نیز یہ اطلاع اسپر وبال کے آنیکا ذریعہ بنجائیگا۔ اسلئے کہ جب اس نے اپنے آپکو بڑا جانا تو یہ بڑا جاننا سخت وبال ہی کہ بڑائی خاصہ حق تعالیٰ شانہ کا ہی اور جو دوسرا اسکا مدعی ہوتا ہے اسکی گردن توڑی جاتی ہے پس خیر اسی میں ہی کہ اسرار عباد پر اطلاع نہو اور جسکے اندر یہ اندیشہ نہ ہو بلکہ رحمت اور درگذر کرنا اس کی عادت ہو اسکو بندونکے راز پر اطلاع ہو جاتی ہی اور اس کیلئے یہ فتنہ نہیں ہوتا۔

اپنی عنایت خاصہ اور توجہ کے بعید کے طور کیطرح اپنے بندونکو نگراں پایا تو فرمایا اللہ تعالیٰ جسکو چاہے اپنی رحمت کیساتھ مخصوص کرے (اور طمع کی رگ کاٹ ڈالے) اور جب یہ دیکھا کہ اگر ان کو اسی کیساتھ چھوڑ دیا جائیگا کہ سر عنایت وہی ہی تو تقدیر ازلی پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دینگے تب یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکو کاروں کے نزدیک ہی۔ ف۔ جاننا چاہئے کہ حقتعالے کی رحمت دو قسم کی ہی ایک تو رحمتِ عامہ کہ جس کیوجہ سے ہر شئے کو وجود بخشا اور پھر اسکو مدت معینہ تک باقی رکھا یہ رحمت تو کسی شئے کیساتھ مخصوص نہیں ہی ہر شئے پر ہی چنانچہ ارشاد ہے

ورحمتی وسعت کل شیء یعنی میری رحمت ہر شئے کو شامل ہے وہ یہی رحمت ایجاد اور بقا کی ہے اور دوسری
رحمت خاصہ ہے توجہ اور قرب اور عنایت کی یہ عام نہیں ہے اسکا مدار مشیت پر ہے کہ جسکو چاہیں بلا علت و بلا سبب
اسپر رحمت فرماکر اسکو اپنا مقرب بنالیں اسی کی نسبت شیخ کا ارشاد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقتعالیٰ نے اپنے
بندوں کو دیکھا کہ وہ اس عنایت خاصہ اور توجہ خاص کے انکے نگراں اور طالب ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم پر اسکا
ظہور ہو اور ہم اسکی عنایت خاص کے مورد بنیں اور اسکی بارگاہ عالی کے مقرب و رازدار بنجادیں اور اس مطلوب
کیلئے اعمال صالحہ اور دعائیں کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ہم بذریعہ اپنے ان اعمال و دعاؤں و طلب کے
اس رحمت خاصہ کے مستحق ہیں تو انکی اس طمع کے قطع کرنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے یختص برحمتہ من یشاء
یعنی جسکو چاہے اپنی رحمت یعنی قرب و توجہ کیساتھ مخصوص فرمادے یعنی تمہارے اعمال وطلب کو اس میں
اصلا دخل نہیں ہے اس رحمت خاصہ کا مدار ہماری مشیت پر ہے۔ ہم جسکو چاہیں نوازدیں اور جسکو چاہیں
نہ نوازیں اور جسکو نوازا ہے بلا علت نوازا ہے اور جسکو نوازیں گے بلا سبب نوازدینگے لیکن اس کیساتھ
ہی یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ گو اعمال صالحہ و دعا وطلب علت اس عنایت و رحمت کی نہیں ہیں لیکن اس
عنایت ازلیہ کی علامت ضرور ہیں کہ جس شخص سے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صادر فرماتا ہے یہ
اسبات کی علامت ہے کہ اسکے حال پر توجہ و عنایت ہے باقی اس بندہ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اعمال مجھے اس
عنایت تک پہونچادیں گے پس اگر بندوں کو صرف اسی علم پر چھوڑا جاتا کہ عنایت الٰہی کا راز وہی ہے کہ
جسکو وہ چاہے نوازے اور اعمال صالحہ کی ترغیب کے متعلق کچھ نہ بتلایا جاتا تو تقدیر ازلی کے بھروسہ عمل
کرنا چھوڑ دیتے حالانکہ اعمال صالحہ اس عنایت کی علامت ہیں تو اسلئے ارشاد فرمایا ان رحمت اللہ قریب
من المحسنین یعنی اللہ کی رحمت خاصہ نیکوکاروں کے نزدیک ہے پس نیک کاری اور اعمال صالحہ کو چھوڑنا مناسب
نہیں اعمال صالحہ کریں اور امید مشیت الٰہی پر لگائے رکھیں اپنے اعمال پر مطلق نظر نہ رکھیں کہ اسکو سبب قرار دیں
ورنہ یہ اعتماد اپنے نفس پر ہو جائیگا اور نظر اپنی طرف ہو گی اور اسیکو قطع کرنا مقصود ہے پس مدار مشیت پر ہے
ازل میں اسکی عنایت بدون اسکے کہ تجھ سے کوئی امر عنایت کا مقتضی صادر ہو تیری طرف متوجہ ہوئی
اور تو کہاں تھا جب اسکی عنایت کا مواجہہ اور اسکی رعایت کی مڈبھیڑ ہوئی ازل میں نہ عمل کا اخلاص تھا

اور نہ احوال کا وجود تہا بلکہ وہاں بجز محض فضل اور بڑی عظمت والی بخشش کے اور کچھ نہ تہا۔ ف۔ یہ ارشاد سابق کیلئے بمنزلۂ دلیل کے ہی فرماتے ہیں کہ اے سالک تو جو اعمال صالحہ اور اپنے احوال قلبیہ اور اپنی طلب کو عنایت او قرب میں موثر جانتا ہی تو یہ تیرے فہم کی کوتاہی ہی اسلئے کہ ازل میں تجہ سی کونسا عمل ایسا ہوا تہا کہ جو عنایت کو مقتضی ہو حالانکہ عنایت کا تعلق تیرے ساتہ وہاں ہو چکا تہا اور تیرا وجود ہی کہاں تہا جبکہ اس عنایت کا علم باریتعالی میں تجہ سی آمنا سامنا ہوا۔ اور مہربانی و رعایت کی تجہ سی مڈبہیڑ ہوئی ازل میں نہ تیرے اخلاص کا وجود تہا نہ احوال تہے وہاں تو سوائے فضل اور عظمت والی بخشش کے کچھ بہی نہ تہا پس تو اسوقت اپنے اعمال کو اس عنایت ازلیہ میں کیوں دخیل سمجہتا ہی مناسب ہی کہ نظر قلب حق تعالی کی رحمت پر رکھ اور اپنے اعمال سے نظر اٹہا اور اپنے احوال کے مشاہدہ سے کنارہ کر۔

نہ تیری طاعت اسکو کچھ نفع بخشتی ہی اور نہ تیری معصیت اسکو کوئی نقصان پہنچاتی ہی۔ تجہکو صرف اسلئے طاعت کا حکم کیا اور معصیت سے روکا کہ اسکا نفع تیری طرف عود کرے۔ ف۔ ای بندہ تیری طاعت حقتعالی کی ذات پاک کو کوئی نفع نہیں پہونچاتی اسلئے کہ وہ سب سے غنی بالذات ہی۔ اور نہ تیری معصیت اسکا کچھ بگاڑ سکتی ہی اسلئے کہ وہ زبردست قہار ہی طاعت کا حکم اور معصیت سی ممانعت تجہکو صرف اسلئے فرمائی کہ طاعت کرنے اور معصیت سی باز رہنے کا نفع دین اور دنیا میں تجہکو ہی ملے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا پس مقتضی اسکا یہ ہی کہ طاعت کرکے اور معصیت سی رک کر تیرے نفس کے اندر ذرہ برابر اسکا شائبہ نہو کہ میں نے کوئی کام کیا ہی اسلئے کہ یہ تو اسوقت زیبا ہے جبکہ اس کام کا نفع کسی غیر کو ہو اگر کیا ہے تو اپنے واسطے اور نہیں کیا تو اپنا ضرر کیا دوسرے پر اسکا کیا احسان ہی۔ اور کسیکا کیا نقصان ہی۔

کسی متوجہ ہونیوالے کی توجہ نہ اسکی بے پایاں عزت و عظمت کو کچھ بڑہاتی ہی اور نہ کسی روگردانی کرنیوالے کی روگردانی اسکی عزت کو گہٹاتی ہی۔ ف۔ نفس انسانی کا خاصہ ہی کہ اپنے اوپر دوسرے کو قیاس کیا کرتا ہی غیر اپنی جنس کو اگر قیاس کرے تو کسی درجہ میں صحیح بہی ہوسکتا ہی لیکن یہ نفس جاہل حقتعالی کی ذات پاک کو بہی اپنی حماقت وجہالت سی بعض امور میں قیاس کرتا ہی چنانچہ بعض جاہلوں کو اگر کچھ توجہ الی اللہ ہوتی ہے تو اسکے نفس میں شائبہ اسکا موجود ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ کیطرف متوجہ ہوکر اللہ کے دین کو عزت و رونق دیدی

یا کوئی شخص جو پہلے دین کا حامی اور خیر کے کاموں میں شریک ہوتا تھا وہ اگر اس سے روگردانی کر جائے یا مرجاوے تو سمجھتے ہیں کہ اللہ کے دین میں کمی آگئی شیخ رحمۃ اللہ اسکا دفعیہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ کسی متوجہ ہونیوالے کی توجہ اسکی بے انتہا عزت کو نہیں بڑھا سکتی اسلئے کہ اسکی عزت حقیقتاً خود کامل ہے اسمیں بڑھنا محال ہے اور نہ کسیکی روگردانی اسکی عزت کو گھٹا سکتی ہے جو اسکی طرف متوجہ ہو خود اسکا نفع ہے یا اعراض کرے تو اسکا ہی نقصان ہے۔

خلقت کے ہاتھوں تجھکو صرف اسلئے اذیت پہونچائی کہ تیرا دل انمیں تسکین نہ پائے تجھکو مخلوق کی اذیت پہنچاکر ہر ایک سے برداشتہ کیا تاکہ کوئی چیز اس مولی حقیقی تعالی سے تجھکو غافل نہ کرے۔ ف۔ اے سالک اگر مخلوق سے تجھکو کسی قسم کی تکلیف پہونچے بے آبروئی کی یا اور قسم کی جان و مال کی تو اس سے گھبراست اور پریشان مت ہو اس میں تیرے لئے بڑی مصلحت ہے کہ تجھکو یہ تکلیف حق کی طرف سے اسلئے پہونچی ہے کہ اگر تکلیف نہ پہونچتی۔ بلکہ ان سے کوئی راحت پہونچتی تو تجھکو ان سے ایک قسم کی تسلی اور انپر اعتماد ہوتا اب اللہ تعالی یہ چاہتا ہے کہ تیرے قلب کو مخلوق کیساتھ بالکل ٹھیراؤ نہ ہو اسلئے تجھکو مخلوق سے اذیت پہونچاکر ہر ایک چیز سے برداشتہ خاطر کر دیا اسلئے کہ عاقل کو مثلاً دو ایک کے تعلق سے تکلیف پہونچی اور انکی بیوفائی و قلت ثبات ظاہر ہوا خواہ تو اس طرح کہ ان لوگوں ہی نے آزار دہی کا ارادہ کیا اور یا اسطور سے کہ ان سے مفارقت ہو گئی۔ خواہ انکے مرنے سے یا غائب ہونیسے اور اس سے قلب صدمہ زدہ ہوا تو دیگر مخلوق بھی ان ہی جیسی ہے اسلئے سب سے دل برداشتہ ہو جائیگا اور یہ حق تعالی کی بڑی حکمت اور رحمت اس کیلئے ہوگی کہ کوئی شئے اس مولی حقیقی سے اس بندہ کو غافل نہ کریگی اور فنا ہونیکا مشاہدہ ہر شئے میں دیکھے گا اسی لئے کسی سے جی نہ لگاویگا۔

شیطان کو تیرا دشمن اسلئے بنایا کہ تجھ کو اپنی طرف بیقرار کرے اور تیرے نفس کو شہوات کی طلب میں تجھپر اسلئے ابھارا کہ دوامی طور پر تجھکو اپنی طرف متوجہ کرے۔ ف۔ اے بندہ اللہ تعالی نے شیطان کو تیرا دشمن بنا کر اسکی تجھکو اطلاع کر دی چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ؀ تو اسمیں یہ حکمت ہے کہ جب تجھ کو حقتعالی کے ارشاد اور نیز تجربہ سے اسکی عادت ظاہر ہو گی اور خوب کھلی آنکھوں پہچانیگا کہ میرا دشمن میرے نفس سے علیحدہ خارج میں بھی موجود ہے جو میرے دین اور دنیا دونوں کا دشمن ہے اور نیز اپنے ضعف اور عجز کیوجہ سے اسکا بھی علم ہو گا کہ مجھکو اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں اسلئے کہ جو دشمن قوی بھی ہو اور

ظاہری آنکھ سے نظر ہی نہ آوے تو اسکی دشمنی عداوت بہت ہی خطرناک ہی اور نیز دنیا میں کوئی دوست مددگار بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس دشمن کی دشمنی کو دفع کرے تو جب یہ سب علوم حال کے درجہ میں قلب پر وارد ہو نگے تو ایسے وقت خواہ مخواہ تو اللہ تعالی کیطرف ملتجی ہوگا اور اسی کی طرف تیری بیقراری ہوگی اور یہی عین مقصود ہی جو اسکی عداوت سے تجھکو حاصل ہوگا عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد کا مصداق ہو جائیگا اور اللہ تعالی نے تیرے نفس کو شہوات کی طلب میں تجھ پر ابھارا کہ ہر وقت تجھ سے اپنے مرغوبات کی استدعا کرتا رہتا ہی کسی کا نفس گناہ کی خواہش کرتا ہی کسیکا نفس عمدہ عمدہ دنیا کی لذیذ چیزونکی فرمایش کرتا ہی اور سالک اس سے پریشان ہوتا ہی اسلئے کہ اسکی یہ فرمایشیں اور غلبہ کرنا اسکو اصلی مقصود سے روکتا ہی تو اسمیں حقتعالے کی حکمت اور رحمت بندہ کیلئے یہ ہی کہ نفس کیساتھ مجاہدہ اور ریاضت کرے اور جب اس سے عہدہ برآنہ ہو اسلئے کہ بندہ خود اپنی قوت سے اُسپر غالب نہیں آسکتا تو لامحالہ التجا الی اللہ کریگا اور چونکہ یہ دشمن ہر وقت اسکے ساتھ ہی اور اسکی دشمنی بھی ہر آن ہی اسلئے اسکی توجہ بھی حقتعالی کی طرف دائمی ہو جائیگی اور ہر وقت کی حضوری اس دشمن کی دشمنی کی بدولت میسر ہوگی مگر یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ حضوری دائمی جب میسر ہوگی جبکہ نفس کی عداوت کا علم حالی و ذوق ہوگا۔ نرا علم کافی نہیں۔

جب تو یہ جانتا ہی کہ شیطان تجھ سے غافل نہیں ہوتا تو تو بھی اپنے ایسے مولی سے کہ تیری پیشانی اسکے قبضۂ قدرت میں ہی غافل نہو۔ف۔ ای مومن اور ای سالک جب تو حقتعالی کے ارشاد سے یہ جانتا ہی کہ شیطان کسیوقت تیرے گمراہ کرنیسے غافل نہیں ہی اور ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہی چنانچہ ارشاد ہے لَاٰتِیَنَّھُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَائِلِھِمْ یعنی شیطان نے بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ میں ضرور ان کے پاس انکے سامنے سے اور انکے پیچھے سے اور انکے داہنے اور بائیں سے آؤنگا یعنی ہر جہت سے ان کو بہکاؤنگا تو تجھکو اسکی تدبیر یہ کرنی چاہئے کہ تو اپنے مولی سے کہ جسکے قبضۂ قدرت میں تیری پیشانی ہی غافل نہو اور اسی کی بارگاہ میں التجا کرے وہ تجھکو اس دشمن سے بچائیگا۔

تجھکو اپنے عالم شہادت اور عالم غیب کے بین بین اسوجہ سے پیدا کیا کہ تیری جلالت قدر اپنی مخلوقات میں تجھکو معلوم کرادے اور یہ جتلادے کہ تو ایسا یکتا موتی ہی جس پر تمام مخلوقات کی سیپ لپٹے ہوئے ہیں

ف۔ ای انسان تجھکو اللہ تعالیٰ نے عالم شہادت یعنی عالم ظاہر اور عالم غیب کے بین بین پیدا فرمایا۔ یعنی انسان
نہ تو کامل طور سے اس عالم کی مخلوق ہے اور نہ پوری طرح عالم غیب جو ملائکہ کا عالم ہے اسکی مخلوق ہے بلکہ
دونوں کے درمیان ہے عالم ظاہرہ کا حصہ بھی لئے ہوئے ہے اور عالم غیب سے بھی حظ رکھتا ہے اور
اسکا بین بین ہونا ظاہراً وحساً بھی ہے اور باطناً ومعنیً بھی ظاہراً وحساً اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان
اور زمین کے درمیان میں پیدا فرمایا ہے اور تمام روئے زمین کی چیزیں اسی کے نفع کیلئے پیدا فرمائی ہیں
اور سب کو اسکا مسخر بنایا ہے۔ اگر یہ کامل طور سے اس عالم کی مخلوق ہوتا تو مثل دوسری اشیاء کے یہ بھی
ہوتا اور تمام حیوانات واشیاء پر یہ غالب حاوی نہوتا تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا عنصر کوئی اور شی بھی ہے
جسکی وجہ سے اسکو غلبہ تمام روئے زمین کی چیزوں پر حاصل ہے اور وہ عنصر وہی عالم غیب کا تعلق اور لطیفہ
غیبی ہے اسلئے من کل الوجوہ یہ اس عالم کی چیز نہیں ہے اور نہ من کل الوجوہ اُس عالم کی چیز ہے اسلئے کہ
یہاں کی سب چیزوں کا محتاج ہے اور سردی وگرمی یہاں کے جملہ عوارض سے مثل دیگر حیوانات کے
متاثر ہوتا ہے اگر روحانی محض ہوتا تو ان سب عوارض سے منزہ ہوتا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے اور معنیً وباطناً
اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام موجودات علویہ وسفلیہ لطیفہ وکثیفہ کا جامع بنایا ہے روحانی بھی ہے
جسمانی بھی سماوی بھی ہے ارضی بھی دیکھو اسمیں عقل اور معرفت وعبادت ہے یہ صفت فرشتوں کی ہے اور
دوسرے کو گمراہ کرنا اور خود گمراہ ہونا اور سرکشی اور حدود سے بڑھنا بھی ہے یہ صفت حیوانات اور جنات کی
ہے۔ غصہ کی حالت میں یہ شیر ہے اور غلبۂ شہوت کی صورت میں خنزیر ہے اور دنیا کی حرص کے غلبہ کی حالت میں
کتا ہے۔ اور حیلہ گری کی حالت میں یہ لومڑی ہے اور نشو ونما اسکا درختوں کی طرح ہوتا ہے اسلئے درخت بھی
ہے اور آسمان کیطرح اسرار وانوار کا محل ہے اسلئے آسمان ہے اور نرم وسخت کے اگنے کا مورد ہی ہے اسلئے زمین
بھی اسکو کہنا صحیح ہے اور اسکا قلب تجلی گاہ حق ہے اسلئے عرش کے مشابہ ہے اور علوم کے خزانے اسکے
اندر موجود ہیں اسلئے لوح محفوظ سے بھی اسکو تعلق ہے اور جسوقت اسکے اخلاق درست ہوجاویں تو
یہ جنت ہے اور جب اخلاق رذیلہ اسمیں جمع ہوں تو یہ دوزخ ہے غرض تمام موجودات کے نمونے اسمیں
موجود ہیں اسیواسطے اسکو عالم اصغر اور مظہر اتم کہا جاتا ہے اور ایسا جامع بنانے سے مقصود یہ ہے کہ اسکو اپنا

جلیل القدر ہونا تمام مخلوقات میں معلوم ہوجاوے اور واضح ہوجائے کہ انسان ایسا موتی اور در یکتا ہے کہ جسکے اوپر تمام مخلوقات کی سیپ چڑھی ہوئی ہیں یعنی تمام مخلوقات کا نمونہ لئے ہوئے ہے اور جب اپنا جلیل القدر ہونا اسکو واضح ہوجائے تو اپنی کو مولی کی نافرمانیوں میں مبتلا کرکے ضائع نکرے اور جیسا رفیع القدر اللہ تعالیٰ نے اسکو بنایا ہے ویسا ہی بنا دے اور اسکا طریقہ بجز اسکے کچھ نہیں ہے کہ ہر وقت اپنی مولی کی طاعت میں مشغول اور معاصی سے علیحدہ رہے

صحبت و ہمنشینی کے بیان میں

ایسے شخص کی مجالست نکر کہ نہ جسکا حال تجھکو اللہ تعالیٰ کیطرف برانگیختہ کرے اور نہ اسکا کلام تجھکو اللہ تعالیٰ کیطرف رہنمائی کرے۔ ف۔ سالک طالب کیلئے صحبت سے بڑھکر کوئی شئی نافع نہیں ہے جسنے کوئی دولت پائی صحبت ہی کی بدولت پائی اسلئے اس مقام پر شیخ علیہ الرحمۃ ایک قاعدہ کلیہ ارشاد فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ کس شخص کی صحبت سالک کیلئے مفید ہے اور کس کی مضر ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا حال تجھکو اللہ تعالیٰ کیطرف برانگیختہ نکرے اسکی ہمنشینی نہ کر۔ حال سے مراد یہ ہے کہ اسکی تمامتر توجہ اور طلب کے تمام جہات اللہ تعالیٰ کیطرف ہوں اور قلب کی نظر مخلوق سے علیحدہ ہوگئی ہو اپنے تمام حالات میں اللہ ہی کیطرف التجا کرنا اور ہر امر میں اللہ پر توکل کرنا اسکا حال بنگیا ہو مخلوق کی اس کی ہمت علیا کے سامنے کوئی قدر و منزلت نہ رہی ہو اور تمام اعمال میں شریعت کا اتباع اسکی طبیعت بنگیا ہو اور اسکا کلام حقتعالیٰ کے سچے رستہ کی طرف رہنمائی کرے یعنی کلام میں ایسی تاثیر ہو کہ سنکر طالب کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف کشش کرے ایسا شخص قابل صحبت کے ہے اور جسمیں یہ اوصاف نہ ہوں اگرچہ ظاہر میں عابد زاہد ہو اسکی ہمنشینی سے کوئی نفع نہیں بلکہ ضرر کا احتمال غالب ہے اسلئے کہ اسکے نفس میں اغیار کیساتھ تعلق موجود ہے اور صحبت کا موثر ہونا ضروری ہے تو اسی صفت کا اثر اسکے پاس رہنے والوں میں بھی آویگا۔

گاہے تو بدکردار ہوتا ہے لیکن تجھ کو تجھ سے بدتر کی صحبت نیکوکار دکھلاتی ہے۔ ف۔ مومن کو لازم ہے کہ جو شخص دین میں اپنے سے بہتر ہو اسکی صحبت اختیار کرے کہ اسکے پاس رہکر اپنے عیوب پر نظر ہوگی اور اپنی اصلاح کا فکر ہوگا اور اگر اپنے سے بدتر کی صحبت اختیار کی تو اسکا لازمی اثر یہ ہے کہ باوجود اپنی بدکرداری کے اسکی

سمجھتے میں اپنا نفس نیک کا معلوم ہوگا اور نفس میں یہ بات ضرور پیدا ہو گی کہ اس سے تو میں اچھا ہوں اور اس صورت میں عیوب نفس کی ظاہر نہ ہونگے اور عجب میں مبتلا ہو گا اور نیز اپنے حال کو کافی سمجھیگا اور نفس سے راضی ہو گا۔

درحقیقت تیرا واقعی ہمنشین وہ ہی ہے جو تیرا عیب جانکر بھی تیرا ساتھی رہا اور بجز تیرے مولی کریم تعالی کے ایسا اور کوئی نہیں ہے۔ مخلوق کی باہم حالت یہ ہے کہ اگر ایک کا دوسرے کو کوئی عیب معلوم ہو جاتا ہے تو اسکے پاس آنا جانا ترک کر دیتے ہیں اور دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور خالق تعالی شانہ ہر وقت بندوں کے لاکھوں عیب دیکھتا ہے مگر بندہ کا ساتھ نہیں چھوڑتا پس سچا ہمنشین وہ ہی ہے جو عیب جانکر بھی ساتھ نہ چھوڑے اور وہ حقتعالی ہی کی ذات پاک ہے مخلوق کو باوجود اسکے کہ تمام عیوب پر اطلاع بھی نہیں مگر اسپر بھی عیب دیکھکر یا گمان ہی سے ترک تعلق کر دیتے ہیں ہاں جو حضرات اہل اللہ تعالے کے اخلاق سے متخلق ہیں انکی کیفیت بھی یہی ہے کہ بڑے سے بڑا عیب دیکھنے پر بھی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور ترک تعلق نہیں فرماتے تو اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ آدمی کو چاہئے کہ بس اپنے مولی یا مولی والونسے تعلق رکھے اور دوسروں سے قطع کرے

تیرا عمدہ ساتھی وہ ہی ہے جو تیرا خواہاں ہو مگر نہ کسی اپنے ذاتی نفع کی امید پر۔ سب سے بہتر ساتھی تیرا وہ ہے جو تیری نفع کا خواہاں ہو اور اس سے اپنی کوئی غرض ذاتی کی امید نہ ہو اور یہ شان بھی حقتعالی شانہ کی ہے یا حضرات اہل اللہ کی کہ دوسرونکے بلکہ دشمنونکے بھی خواہاں ہوتے ہیں اور اپنے لئے کسی نفع کی امید انکو نہیں ہوتی اسلئے کہ انکے قلوب سے اپنی اغراض نفسانی بالکل نکلجاتی ہیں ان حضرات کا تعلق جسکے ساتھ ہوگا اللہ کیواسطے ہوگا پس عاقل کو لازم ہے کہ اپنے مولی سے اور حضرات اہل اللہ کے دامن سے لگا رہے اور دوسرے ساتھیوں اور دوستوں کو چھوڑے کہ سب کی دوستی اغراض پر مبنی ہوتی ہے۔

ورد و وظیفہ کی اور قلب پر وارد ہونیوالے انوار و برکات کے بیان میں

اعمال و اذکار کی مداومت کو بجز نہایت جاہل کے اور کوئی حقیر نہیں سمجھ سکتا واردات الٰہیہ تو دار آخرت میں بھی موجود ہونگے اور اوراد و وظائف اس دار دنیا کے اختتام پر ختم ہو جائینگے تو زیادہ اہتمام کے قابل وہ ہے جسکا قائم مقام نہ ہو ورد کا تو تیرا مولی تعالی تجھ سے طلبگار ہے اور وارد کا تو اس سے خواہاں ہے

توبھلا تیری مطلوب کو اسکے مطلوب سے کیا نسبت ہے۔ ف۔ بندہ جو عبادت ظاہری جیسے نوافل اذکار وغیرہ یا باطنی جیسے مراقبہ و شغل قلب اپنے اختیار سے کرتا ہے اسکو ورد کہتے ہیں۔ اور جو حق تعالیٰ کیطرف سے انوار و لطائف بندہ کے دل پر بلا اختیار وارد ہوں اسکا نام وارد ہے سالک کو بسا اوقات یہ غلطی ہوتی ہے کہ جو عبادت و اذکار وغیرہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اسکی اتنی وقعت قلب میں نہیں ہوتی جسقدر واردات کی ہوتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ چونکہ عبادات اختیاریہ سب ہی کرتے ہیں اور نیز اپنے اختیار کو بھی اسمیں دخل ہے اسلئے مثل دیگر افعال اختیاریہ کے کچھ وقعت نہیں ہوتی اور وارد بلا اختیار قلب پر آتا ہے اور ہر ایک کے قلب پر آتا نہیں اسلئے نفس کو اسکی وقعت زیادہ ہوتی ہے حالانکہ یہ غلطی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ اسی غلطی کا ازالہ فرماتے ہیں کہ اعمال و اذکار کی مداومت کو واردات قلبیہ سے وہ شخص حقیر جانیگا جو بہت ہی جاہل ہوگا اور اسکی دو وجہیں ہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ واردات تو آخرت میں بھی ہونگے بلکہ دنیا سے بہت زیادہ ہونگے اسلئے کہ یہاں تو کدورات بشریہ اور اس جسم کا تعلق انکا مانع موجود ہے اور وہاں یہ سب موانع مرتفع ہوجائینگے اور ورد و وظائف و عبادت جو اس جسم و قلب سے انسان کرتا ہے وہ دنیا ہی میں ہو سکتی ہے تو عبادت اور اوراد کا قائم مقام مرنیکے بعد کوئی چیز نہیں اور واردات یہاں بھی ہیں اور وہاں یہاں سے زیادہ تو زیادہ اہتمام کے قابل عبادت ظاہرہ ہوئی جسکو ورد کہتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ورد کا طلبگار تو مولیٰ تعالیٰ شانہ ہے اور واردات کا تو خواہاں ہے تو تیری مطلوب اور اسکے مطلوب میں کیا نسبت ہے اسکے مطلوب کا تجھکو بہت زیادہ اہتمام لازم ہے خلاصہ یہ ہے کہ سالک کو چاہیے کہ جو شغل و ورد اس نے مقرر کرلیا ہے اسپر مداومت کرے اور اسکو وارد کے مقابلہ میں حقیر نہ سمجھے اسلئے کہ واردات کے نزول کا سبب عادی بھی ورد ہی ہے۔

جب تو کسی بندہ کو دیکھے کہ امداد غیبی کیساتھ اوراد کا پابند اور انپر مداوم ہے تو اس عطاء مولیٰ کو اسوجہ سے کہ تو نے اسپر عارفین کی ہیئت اور اہل معرفت کی رونق و تازگی نہیں دیکھی۔ حقیر نہ سمجھ کیونکہ اگر تجلیات الٰہیہ کا ورود نہ ہوتا تو ورد کی مداومت بھی نہ ہوتی۔ ف۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم پر ہیں۔ مقربین اور ابرار۔ مقربین وہ ہیں جن کے ارادے اور اختیار اور نفسانی خواہشیں سب فنا ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ و اختیار کیساتھ انکی بقا ہے اور اپنے رب کے حقوق محض بندگی اور غلامی کی راہ سے

ا اکہتے ہیں اُنکو جنت اور دوزخ سے کچھ سروکار نہیں اور ابرار وہ ہیں جنکی نفسانی خواہشیں اور ارادے باقی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت حاصل ہونے اور دوزخ سے نجات ہونے کیواسطے کرتے ہیں جنت میں بڑے بڑے درجے انکا منظور نظر ہے اور دونوں قسموں کا ذکر قرآن مجید کے اندر اشارتاً یا تصریحاً موجود ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ اس کلام میں ابرار کا ذکر فرماتے ہیں خلاصہ ارشاد کا یہ ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ کوئی بندہ اپنے عبادات واوراد کا پابند ہے اور کبھی اسکا ورد ناغہ نہیں ہوتا اور امداد غیبی بھی اسکے ساتھ ہے یعنی عبادات واوراد معمولہ کے ادا میں اسکو کوئی مانع پیش نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے تمام موانع اور مشاغل کو اس سے برطرف کرکے عبادت میں اسکو مشغول کر رکھا ہے لیکن باوجود ان سب باتوں کے عارفین کے اندر جو بات ہوتی ہے وہ اسکے اندر نہیں یعنی نفسانی مزوں اور طبعی خواہشوں کا وہ پابند ہے مثلاً عمدہ کپڑے پہننے کا شوق ہے یا لذیذ کھانوں کا پابند ہے اور دوام ذکر وحضوری اسکو میسر نہیں ہے اور نہ اسکے چہرہ پر اہل معرفت ومحبت کی سی تازگی ورونق وانوار وبرکات معلوم ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اسکو جو یہ دولت عطا فرمائی ہے کہ اپنے معمولات کا پابند ہے انکو تم ان علامات کے نہ ہونیسے حقیر نہ سمجھو اور یہ خیال نہ کرو کہ بغیر ان علامات کے یہ ورد وظائف کوئی چیز نہیں ہیں کہ یہ سخت بے ادبی ہے اسلئے کہ بدون تجلیات آلہیہ کے اسدرجہ کی استقامت اور پابندی ہو نہیں سکتی اسکے قلب پر تجلی آلہی ضرور ہے کہ جسنے اسکو برابر پابند بنا رکھا ہے اسکے قلب نے کوئی تو ذائقہ پایا ہے۔ کہ جسکی وجہ سے یہ دولت پابندی کی اسکو میسر ہے اگر خالی اور خشک محض ہوتا تو پابندی اور استقامت نصیب نہ ہوتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جس درجہ کی عارفین پر تجلیات ہوتی ہیں کہ ان کو اور انکی خواہشوں اور ارادوں اختیار کو بالکل فنا کردیتی ہیں اسدرجہ کی تجلیات اسپر نہیں تو اگر تم نے اسکو حقیر سمجھا تو یہ جہل اور کمی عقل اور بے ادبی کی بات ہے۔

امداد آلہیہ کا ورود بقدر قابلیت اور استعداد کے ہوتا ہے اور انوار کی روشنی بقدر صفائی اسرار باطنی کے ہونے ہیں

ف۔ قلب پر انوار وبرکات کا نزول بندہ کی قابلیت اور استعداد کی موافق ہوتا ہے اگر اس بندہ کی قابلیت کامل ہے اور اپنے اوراد میں اسکو پوری مستعدی ہے کہ دلکو خطرات واغیار وکدورات سے پاک رکھتا ہے اور طہارت ظاہری پر بھی مداومت کی سعی کرتا ہے اور اپنے اوراد معمولہ کا پورا پابند ہے تو واردات اور انوار وبرکات بھی اسی درجہ کی نازل ہونگے اور جسقدر اسمیں کمی ہوگی اسیقدر واردات میں بھی کمی اور نقص واقع ہوگا اور واردات انوار

وبرکات بھی اسی درجہ کی نازل ہونگے اورجسقدر اسمیں کمی ہوگی اسیقدر واردات میں بھی کمی او نقص واقع ہوگا اور واردات وانوار وبرکات ان سب سے مقصود یقین ومعرفت الٰہی ہی اور یقین ومعرفت کے انوار کی روشنی باطن اور لطائف کی صفائی کے موافق ہی اور باطن کی صفائی ظاہری اوراد کی مداومت پر موقوف ہی پس بندہ کو اپنے معمولات ظاہرہ اور طہارت کی مداومت میں سعی بلیغ کرنا چاہیئے اور اسیکو اہم وضروری جانئے۔

وارد ہونیوالے احوال ہی کے اختلاف کے سبب اعمال کی جنسیں مختلف ہوتی ہیں۔ف۔ جاننا چاہیئے کہ اعمال ظاہرہ قلبی حالات کے تابع ہیں قلب پر جس قسم کا حال وارد ہوتا ہی اعمال ظاہری بھی اُسی قسم کے صادر ہونگے اسلئے فرماتے ہیں کہ اعمال ظاہرہ جو مختلف ہوتے ہیں انکا سبب یہ ہی کہ احوال و واردات مختلف ہیں مطلب یہ ہی کہ بعض سالکین کو تو ہم دیکھتے ہیں کہ نوافل سے انکو زیادہ دلچسپی ہی اور بعض کو روزہ سے زیادہ اور وہ اسی میں مشغول ہیں اور بعض دعامیں اپنا وقت زیادہ صرف کرتے ہیں اور بعض صدقات زیادہ دیتے ہیں اور بعض کو حج کا شوق ہی اور بعض کو خلوت نشینی زیادہ پسند ہی تو اس اختلاف کا سبب واردات کا اختلاف ہی جس کے قلب پر جس قسم کا حال من جانب اللہ وارد ہوتا ہی ظاہر میں اس سے اُسی قسم کے اعمال صادر ہوتے ہیں پس اعتراض کسی پر کوئی نہ کرے اسلئے کہ ہر شخص اپنے وارد کے موافق چلنے پر مجبور ہی باقی اسمیں شک نہیں ہی کہ جسکے تمام احوال قلبیہ و اعمال ظاہرہ میں توسط ہی ایسا شخص اکمل وافضل ہی کہ اسمیں اتباع ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ گو توسط کامل تو حضور ہی کا حصہ تہا لیکن جو درجہ اسکا کسی کو نصیب ہو وہ شخص افضل ویکتائے زمانہ ہی مگر ایسے شخص کا وجود بہت نادر وکمیاب ہی لاکھوں کروڑوں میں ایک ہی ہوتا ہے جو نیابت نبویہ سے مشرف ہو ایسے شخص کے احوال و اعمال اور سب امور میں توسط ہوتا ہی اور افراط وتفریط سے دور ہوتا ہے۔

احوال کی خوبیاں احوال کی عمدگیوں کے نتیجے ہیں اور احوال کی خوبیاں مقامات معرفت میں ثابت قدمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ف۔ اعمال سے مراد اعمال ظاہرہ ہیں۔ احوال سے مراد وہ احوال وخصال قلبیہ ہیں جو قلب میں قائم ہیں۔ جیسے زہد۔ قناعت۔ تواضع۔ اخلاص وغیرہ مقامات معرفت سے مراد جو عارفین کے قلب پر حق تعالیٰ کی تمام صفات جلال وجمال یا کسی صفت کا عکس پڑتا ہی یا یوں کہو کہ تجلی ہوتی ہی فرماتے

ہیں کہ اگر احوال عمدہ ہونگے مثلاً قلب خصال حمیدہ تواضع اخلاص قناعت زہد وغیرہ سے آراستہ ہی اور صفات مذمومہ سے پاک ہوگیا تو اعمال ظاہرہ بھی عمدہ ہونگے یعنی جو آفات قبولیت کو روکنے والے ہیں وہ انہیں نہ ہوں گے مثلاً ریا عجب خود پسندی سے خالی ہونگے اور نیز ان اعمال میں حضور وخشوع ہوگا وساوس سے پاک ہونگے اور مقامات معرفت میں اگر ثابت قدمی ہی یعنی تجلیات آلہیہ کے مقامات میں یہ شخص متمکن ہے تو احوال میں بھی کمال ہوگا یعنی تجلی جسدرجہ کی ہوگی اسی درجہ کے احوال بھی ہونگے مثلاً ہیبت وعظمت اگر غالب ہوگی تو نفس کی سرکشی وتکبر مغلوب ہوجائیگا اور تواضع وزہد پیدا ہوگا۔ انس باللہ کا اگر غلبہ ہوگا تو مخلوق سے علیحدگی کو پسند کریگا اور اگر تجلی قوی نہیں تو احوال میں اسیقدر کمی اور نقص ہوگا اور اسی نقص کے موافق ظاہری اعمال میں بھی فتور ونقص ہوگا۔ اور ریا ودیگر آفات کا شائبہ شامل ہوگا۔

تجھ پر معرفت ربانی کا وارد اسلیئے بھیجا کہ تو اسکے سبب سے بارگاہ عالی میں وارد ہونے کے لائق ہوجاے وارد اسلیئے تجھپر بھیجا کہ تجھکو اغیار کے پنجہ سے چھوڑادے اور شہوات نفسانیہ کی غلامی سے آزاد کرے۔ وارد اسلیئے تجھ پر بھیجا کہ تجھکو تیرے وجود کے قیدخانہ سے نکالے اور مشاہدہ مولی کے وسیع میدان میں پہونچاوے۔ ف۔ وارد سے مراد معارف واسرار وعلوم وہبیہ ہیں جو بندہ کے قلب پر بے اختیار وارد ہوں جیساکہ پہلے بھی آچکا ہے۔ یہاں شیخ نے واردات کے نزول کے تین سبب بیان فرمائے ہیں خلاصہ یہ ہی کہ طالب جب اول ذکر وشغل میں مشغول ہوتا ہی تو اول اول اسکا دل پریشان ہوتا ہی اور اپنے آپکو کھینچکر اور تکلف کرکے اسمیں لگاتا ہی چندروز یہی کیفیت رہتی ہی اسکے بعد ذرا دل بستگی ہوتی ہی اور ذکر میں جی لگنے لگتا ہی اور اسی میں ترقی ہوتی ہی اور جی چاہتا ہی کہ رات دن ذکر کیا کرے جب ذکر قلب میں سرایت کرتا ہی تو واردات کا نزول ہوتا ہی۔ مثلاً وہ دل کی آنکھ سے مشاہدہ کرتا ہی کہ تمام افعال کا خالق ایک ہی اسوقت زید عمر بکر کسی کیطرف کسی فعل کو نسبت نہیں کرتا ہی۔ یہ وارد ہی جو بلا اختیار قلب پر آیا مگر اول اول یہ کیفیت ہوگی کہ کبھی مستتر ہوگا اور کبھی ظاہر تو یہ وارد اسلیئے آیا ہی کہ سالک کو طاعات اور ذکر کا شوق بڑھے اور بارگاہ عالی میں وارد ہونے اور متوجہ ہونے کے لائق ہو مگر اس حالت میں نفس اور اسکے شہوات برابر باقی رہتی ہیں اور عبادت میں پورا اخلاص میسر نہیں ہوتا پھر اسکے بعد دوسرا وارد آتا ہی خواہ پہلے ہی وارد میں ترقی ہو

یا دوسری نوع کا وارد ہو اسکا اثر یہ ہوگا کہ سالک کو اغیار کے پنجہ اور شہوات کی غلامی سی چھپڑا دیگا اور اپنی طرف قلب کو منجذب کر لیگا لیکن اس وارد کے بعد بھی نفس کو اپنی طرف نظر رہتی ہو اور اپنی حالت پر ایک قسم کا اعتماد ہوتا ہو اور اپنی حالت کو مستحسن سمجھتا ہو اور وجود کے تنگ و تاریک قید خانہ میں مقید رہتا ہو اسکے بعد تیسرا وارد اور آتا ہے جو نفس کو اپنے وجود سی نکالدیتا ہو یعنی اپنے وجود کا لاشئ ہونا پیش نظر ہوتا ہو۔ اور نفس کی تمام زنجیروں اور بیڑیوں سی رہائی نصیب ہو جاتی ہو اور اپنے مولیٰ کی مشاہدہ کے وسیع میدان میں پہونچ جاتا ہو اور وسیع میدان اسلئے فرمایا کہ نفس کا جب تک ادنی شائبہ بھی رہتا ہو وہ قلب کیلئے مثل قید خانہ کے معلوم ہوتا ہو اور جب سب شوائب سی خلاصی ہو گئی تو گویا قید خانہ سی نکلکر وسیع میدان میں آگیا اور ہر وقت اور ہر حال میں اور ہر جہت اور ہر مکان میں اپنے مولیٰ کی مشاہدہ میں مشغول ہوگیا اس کیلئے کوئی تنگی کوئی انقباض نہیں رہتا ہر وقت مگن ہی خواہ مرض ہو یا صحت فراخی ہو یا تنگدستی مگر یہ سب علوم و معارف ذوقی ہیں جسپر گذرے وہ جانے اللہ تعالیٰ نصیب فرماوے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

واردات الٰہیہ اکثر اوقات اچانک اسلئے پیش آجاتے ہیں تاکہ عباد اپنی قابلیت اور استعداد کے سبب انکے مدعی نہ ہو جائیں۔ ف۔ حق تعالیٰ شانہ کیطرف سی بندہ کے دل پر جو اسرار و معارف وارد ہوتے ہیں پہلے ہی کئی بار گذر چکا ہی کہ انمیں بندہ کے اختیار کو دخل نہیں ہوتا بعض مرتبہ یہ بندہ منتظر اور مستعد ہو کر بیٹھتا ہی لیکن ورود نہیں ہوتا اور اکثر اوقات ایسے وقت ہوتا ہی کہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس وقت کوئی دولت آنیکا وقت ہی اچانک پیش آجاتا ہی اور وجہ اس اچانک آنیکی یہ ہی کہ اگر بندہ کی اختیار سی نزول ہوا کرتا تو بندہ اپنی استعداد و قابلیت کو اسکا سبب سمجھکر انکا مدعی نہ بنجاوے اور یہ خیال کرکے کہ میں بسبب اپنی استعداد کے اسکا اہل ہوں اور یہ دعویٰ و پندار اسکی ہلاکت کا باعث نہ ہو جاوے اور مولیٰ تعالیٰ شانہ سی غافل ہو کر عجب میں مبتلا نہ ہو جائے ان واردات کی مثال تو ہدیہ و تحفہ کی سی ہی حق تعالیٰ جب چاہی اپنے فضل سی متوجہ ہو جاوے اور بندہ کے دل پر یہ ہدایا بھیجے۔

سالک کو اپنی واردات کا بیان کرنا بجز اپنے شیخ مرشد کے نہیں چاہیئے کیونکہ یہ دلمیں اسکی تاثیر کم کر دیگا اور اپنے پروردگار کیساتھ سچائی سی روک دیگا ف۔ سالک کو یہ مناسب نہیں ہی کہ اپنے واردات اور احوال

تعیبہ مبرا اپنی شیخ کے کسی سے بیان کرے اسلئے کہ بیان کرنیسے نفس خوش ہوتا ہے اسلئے کہ اسمیں اس کی بزرگی اور بڑائی ظاہر ہوتی ہے اور نفس جب خوش ہوا تو نفس کی صفات مذمومہ کو قوت پہونچتی ہے اور اس سے اس وارد کی تاثیر کم ہوجاویگی اسلئے کہ اسکی تاثیر کا خلاصہ تو یہی تہا کہ وہ وارد قلب پر غالب ہوکر نفس کی سرکشی اور انانیت کو پارہ پارہ کردے اور جب اسکو قوت پہونچے تو وارد کی تاثیر خود کم ہوجاویگی اور جب نفس کی صفات مذمومہ کو قوت ہوگی تو یہ امر اپنے رب کیساتھ سچائی کے معاملہ کو روک دیگا اسلئے کہ رب کیساتھ سچائی کا معاملہ یہ ہے کہ نفس ہر وقت اپنے رب کے سامنے دبا رہے اور خشوع و عبدیت کی کیفیت کو کسی وقت ہاتھ سے نہ دے اور جب وارد کو بیان کردیا اور اس سے نفس میں اپنی بڑائی دوسرے کے قلب میں معلوم ہوکر انشراح اور خوشی پیدا ہوئی تو وہ عبودیت اور خشوع کی شان جاتی رہی اور جب یہ شان مفقود ہوئی تو رب کیساتھ سچائی کہاں رہی۔

علوم و حقائق تجلی کیوقت مجمل وارد ہوتے ہیں پہر حفظ و نگہداشت کے بعد تفصیل ہوتی ہے (چنانچہ ارشاد ہے) جب ہم قرآن پڑہیں تو چپکا سنتا رہ اسکے پڑہنے کو پہر تجھ سے پڑہوانا ہمارا ذمہ ہے ف عارفین کے نفوس جب اغیار سے خلاصی پا لیتے ہیں اور دعوی اور اپنے ارادہ و اختیار سے نکلکر ہمہ تن متوجہ الی الحق ہوجاتے ہیں تو انکے قلوب پر حقائق و علوم وہبیہ وارد ہوتے ہیں لیکن تجلی کیوقت چونکہ وارد الٰہی کا قلب اور حواس پر غلبہ ہوتا ہے اسلئے وہ علوم و حقائق درجۂ اجمال میں ہوتے ہیں کہ انکے معانی کی تفصیل کا ادراک انکو اسوقت نہیں ہوتا اسلئے کہ تفصیل علوم کا ادراک ہوتا ہے حواس سے اور تجلی کیوقت تمام حواس معطل ہوکر مثل مردہ کے ہوجاتے ہیں باقی وہ اجمالی معنی ان کے باطن میں محفوظ رہتے ہیں اسکے بعد جب انکو اس حالت سے افاقہ ہوتا ہے اور اس اجمالی معنی میں بذریعہ اپنے حواس و ذہن و علوم عقلیہ و نقلیہ کے غور فرماتے ہیں تو اسکی تفصیل ہوتی ہے اور یہ وحی کے مشابہ ہے کہ جب قرآن مجید کا نزول ہوتا تہا تو حضور ساتھ ساتھ جبرئیل علیہ السلام کے یاد ہونے کیلئے پڑہتے تھے اسپر ارشاد ہوا فَاِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ یعنی جب ہم جبرئیل علیہ السلام کی زبانی تمپر قرآن پڑہیں تو اسکے پڑہنے کا اتباع کرو اور سنتے رہو پھر اسکے معانی کا بیان کرنا اور تم سے پڑہوانا ہمارے ذمہ

ہے اسی کو مشابہ عارفین کی یہ علوم ہیں کہ انمیں تجلی کی وقت اجمالی معنے باطن میں محفوظ ہوجاتی ہیں اسکے بعد تفصیل ہوتی ہے
جس وارد کا ثمرہ تجھکو معلوم نہ ہو اسپر خوش نہو کیونکہ بادلوں سے مقصود اصلی بارشیں نہیں ہوتیں بلکہ پہل کا وجود
مقصود ہوتا ہے۔ف سالک کے قلب پر جو واردات کا نزول ہوتا ہے اس سے مقصود اصلی یہ ہے کہ نفس کی سرکشی
اور صفات مذمومہ جاتی رہیں اور طاعات و توجہ الی اللہ میں ترقی ہو اور اگر کوئی وارد ایسا ہو کہ اس سے
قلب متاثر نہ ہو اور نہ اسکا کچھ ثمرہ معلوم ہو نفس اپنی پہلی حالت پر رہا تو ایسے وارد سے خوش نہ ہونا چاہیئے
اسلیئے کہ بادل سے مقصود بارش نہیں بلکہ مقصود پہل کی پیداواری ہے تو اگر بادل آئے اور بارش بھی ہوئی
لیکن پیداواری کچھ نہ ہوئی۔ تو ایسے بادل کی کیا خوشی ہے اسی طرح ایسے وارد سے کیا نتیجہ کہ جس سے
نفس اپنی حالت سابقہ پر رہے اور اسکے خضوع و خشوع و عبودیت میں ترقی نہو بہت سالک واردات
واحوال کے پیچھے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اعمال ظاہرہ میں کمی کر دیتے ہیں یہ سخت دہوکہ میں ہیں۔
جب تجھ پر واردات کے انوار پہیل گئے اور ان کے اسرار تیرے قلب میں ودیعت رکھے گئے تو انکی بقا کا طالب
نہو کیونکہ تو اللہ تعالی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو کر ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے اور اس سے کوئی چیز تجھکو بے نیاز
نہیں کر سکتی ف سالک کو بسا اوقات یہ پیش آتا ہے کہ جب کوئی وارد اسکے قلب پر آتا ہے تو چونکہ ایک نئی شئے
ہوتی ہے اسلیئے اُسکے اور اسکی لذت کیطرف اسکا خیال ملتفت ہوتا ہے اور اسکو بعض مرتبہ یہ خیال کرتا ہے کہ اب
یہ میرا حال لازم ہو گیا اور اسکی لذت میں بے انتہا خوش ہوتا ہے اور جب اسکا غلبہ جاتا رہتا ہے تو محزون ہوتا
ہے اور اسکا طالب ہوتا ہے حالانکہ اس وارد کا جو مقصود تہا وہ اسکو حاصل ہے اور وہ اب بھی موجود ہے مگر اسکو
ادراک اسوجہ سے نہیں ہوتا کہ جسوقت اسکے نزول کا وقت تہا تو اسکی وجہ سے ادراک ہوا اور جب اسکے انوار
تمام بدن پر پھیل گئے یعنی ظاہر اور باطن عبودیت کی کیفیت سے رنگین ہو گیا تو وہ رنگ اسدرجہ کا تو ہوتا
نہیں کہ اسمیں کچھ جدت ہو اور نیز سریان اسکا تمام ظاہر و باطن پر ہو گیا اور کوئی جگہ اس سے خالی
نہ رہی اسلیئے ادراک کیسے ہو خود قوت مدرکہ بھی اسی لون میں متلون ہو گئی اب ادراک کون کرے
اسلیئے اس غلطی کو شیخ رح دفع فرماتے ہیں کہ جسوقت تجھپر واردات کے انوار پہیل جاویں اور ظاہر و باطن میں
عبودیت کی کیفیت کی اندر اس وارد کیوجہ سے ترقی ہو گئی اور ان واردات کے اسرار یعنی حق تعالی کی عظمت

صفات جلال یا جمال قلب میں اور زیادہ ترقی پذیر ہو گئی اور ان واردات کو باقی رہنے کا طالب بن اور اسکی خواہش نکر کہ جو غلبہ حال کا اسوقت تھا وہ بعد میں بھی باقی رہے اور صحو کی حالت سے پریشان مت ہو اور تیری جو حالت راسخہ حق تعالیٰ کیساتھ حضوری کی ہے اس میں مستغرق رہ اسلئے کہ اس غلبہ حال اور اس کی لذت کا طالب بننا یہ تو غیر اللہ کی طلب ہوئی اور تجھکو حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہو کر ہر شئے سے بے نیازی اور بے پروائی ہونی چاہیے اور دوسری شئے حق تعالیٰ سے تجھکو بے نیاز اور مستغنی نہ کریگی تو اس وارد کے غلبہ کو لیکر کیا کرے جو اسکا مقصود اصلی ہے وہ حاصل ہو گیا اب کیوں اسکے پیچھے پڑا ہے اب جو کام اصلی ہے یعنی شغل مع اللہ اس میں مشغول ہو۔

واردات الٰہیہ جب تجھ پر وارد ہونگے تمام عادات کی بنیادیں منہدم کردیں گے کیونکہ جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوں اوراجاڑیں۔ چنانچہ وارد بارگاہ قہاری سے آتا ہے اسلئے جو جبلت اور بشریت اسکے مقابلہ ہوتی ہے اسکو توڑ پھوڑ دیتا ہے ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پاش پاش کر ڈالتا ہے ف اس مقام پر شیخ علیہ الرحمۃ سچے واردات کی علامتیں بیان فرماتے ہیں تاکہ ہر شخص اپنے خیالات اور اوہام ہی کو واردات نہ جاننے لگے فرماتے ہیں کہ واردات الٰہیہ حقہ کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب وہ سالک کے قلب پر وارد ہوتے ہیں تو نفس جن بری خصلتوں اور سرکشیوں کا خوگر اور عادی بن رہا ہے انکو جڑ سے منہدم کردیتے ہیں اور بجائے ان اخلاق رذیلہ کے احوال عالیہ اور خصائل حمیدہ پیدا کردیتے ہیں اسلئے کہ واردات کی مثال اللہ تعالیٰ کے لشکر کی سی ہے اور بادشاہ کا لشکر کسی بستی میں جب داخل ہوا کرتا ہے تو اسکو اجاڑا کرتا ہے اسی طرح واردات بھی نفس کی پہلی آبادی اجاڑ کر اپنا تسلط بٹھلاتے ہیں اور سچا وارد بارگاہ قہاری سے آتا ہے تو اسی لئے ان واردات کے اندر قہر اور غلبہ کی صفت ہوتی ہے اسلئے بشری اوصاف مذمومہ اور بری عادت جب انکے سامنے پڑیگی تو اسکو توڑ پھوڑ دینگے جیسا کہ حق و باطل کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سچ کو یعنی حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں پھر وہ اسکا سر پاش پاش کردیتا ہے یعنی جب حق آتا ہے تو باطل جاتا رہتا ہے اسی طرح نفس کی عادات باطلہ پر جو وارد حق کا غلبہ ہوگا تو وہ عادات پاش پاش ہو جائیں گی۔

انوار اور ان کے مراتب کے بیان میں

عبادت و ریاضت کے انوار قلوب مریدین اور انکے اسرار کی اونٹنیاں ہیں ف۔ قلب سے مراد صوفیہ کے نزدیک ظاہر قلب ہے۔ اور سر سے مراد باطن قلب ہے۔ اور اسکا احساس اہل ادراک اہل بصیرت کو ہوتا ہے کہ قلب کے کئی حصے یا طبقے ہیں۔ خلاصہ ارشاد کا یہ ہے کہ عبادت و مجاہدہ سے جو انوار سالک کو حاصل ہوتے ہیں یہ مریدین و سالک کے ظاہر قلب اور باطن قلب کیلئے اونٹنیوں کے مشابہ ہیں کہ جیسے اونٹنیاں مسافر کو منزل مقصود پر پہونچا دیتی ہیں اسی طرح یہ انوار مرید کو اسکے مقصود یعنی بارگاہ عالی تک پہونچنے کا ذریعہ بنجاتے ہیں پس سالک عبادت و ریاضت کا التزام کرے اور اسکے اندر جو انوار و لذت پیش آویں انکو مقصود نہ سمجھے بلکہ مقصود کا ذریعہ جانے۔ اور مقصود کو اس سے آگے سمجھے جیسے اونٹنیاں عین مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ مقصود تک پہنچانے کی وسیلہ ہیں۔

جیسا کہ ظلمت کا لشکر ہے ایسا ہی نور قلب کا لشکر ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی کسی بندہ کی امداد چاہتا ہے تو انوار کے لشکر سے اسکی مدد کرتا ہے اور اغیار اور تاریکیوں کی مدد قطع کر دیتا ہے ف نفس اصطلاح میں انسان کے اندر وہ قوت ہے جو اخلاق مذمومہ کی محرک ہے۔ اور قلب اخلاق حمیدہ کا محل ہے جاننا چاہئے کہ انسان کا نفس خود بینی و خود پسندی اور جہل اور طبیعت کے عوارض میں اسقدر گھرا ہوا ہے کہ اپنی جہل اور ان صفات کا اسکو خود ہی ادراک نہیں ہوتا اور اسکا میلان اصلی ہمیشہ اسفل اور معاصی کی جانب ہے اور مومن کی قلب میں حقتعالیٰ کیطرف سے نور توحید و ایمان ہے جو انسان کو اخلاق حمیدہ اور طاعات کی طرف کھینچتا ہے پس ظلمت سے مراد نفس کی صفات ہیں اور نور سے مراد نور قلب ہے گویا یہ ظلمت نفس کا لشکر ہے اور نور قلب کا لشکر ہے ان دونوں میں باہم تنازع و مزاحمت رہتی ہے نفس اپنے لشکر ظلمت سے قلب پر حملہ کرتا ہے اور اسکے مقتضیات پر عمل درآمد ہونے کو روکتا ہے اور قلب اپنی نور سے اسپر غالب ہونا چاہتا ہے تو کبھی نفس غالب آجاتا ہے اور بندہ سے معاصی کرا دیتا ہے اور طاعات سے روک دیتا ہے اور کبھی قلب کے نور کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس مغلوب ہو جاتا ہے اگر اس بندہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے سعادت لکھی

ہے تو انوار کے لشکر سے اسکی مدد فرماتا ہے اور دنیا کو اس کی نظر میں خوار اور اسکا فنا ہونا ظاہر فرما دیتا ہے اور نیز نفس کے عیوب اس پر کھل جاتے ہیں اور ظلمت اور اللہ تعالی کے سوا دوسری اشیاء جو قلب میں جاگزیں ہو رہی تھیں اور نفس کیطرف سے ان کو مدد مل رہی تھی وہ قطع فرما دیتے ہیں اور انوار کا غلبہ ہو جاتا ہے اور رشدہ شدہ اصل مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور اگر نعوذ باللہ قسمت میں شقاوت لکھی ہے تو ظلمت کی اندر زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے حتی کہ نور قلب میں کمی آتے آتے وہ نور بالکل معدوم ہو جاتا ہے اور دنیا کا غلبہ ہو جاتا ہے سالک کو چاہئے کہ جسوقت نفس اور قلب میں منازعت ہو تو حق تعالی کیطرف رجوع کرے اور التجا کرے اور ذکر کی کثرت کرے اور اللہ تعالی پر بھروسہ کرے انشاء اللہ نفس کی دواعی کا غلبہ جاتا رہیگا اور قلب کے انوار کا غلبہ ہو جائیگا۔

حقائق اور مغیبات کا مکشوف کر دینا نور کا کام ہے اور اسکا ادراک کرنا دل کی نظر کا کام ہے اور اسکی طرف اقدام کرنا اور اعراض کرنا دل کا کام ہے۔ ف۔ قوت باصرہ ظاہر سے آدمی خارجی نور کی مدد سے دیکھ سکتا ہے مثلاً سورج نکلا ہوا ہو یا شمع و چراغ ہو اور اگر نہ سورج ہو اور نہ شمع وغیرہ ہو تو اس آنکھ سے کچھ نظر نہیں آتا اسی طرح قلب کی نظر کا حال ہے کہ جبتک نور کی مدد اسکو نہ ملے تو اس سے کوئی شئی نظر نہیں آسکتی اور نور سے مراد نور یقین و ایمان ہے جو اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ شیخ رحمہ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ نور یقین سے قلب پر اشیاء کی حقائق اور جو چیزیں دل کی نظر سے پہلے غائب تھیں منکشف ہوتی ہیں مثلاً اس نور یقین کے حاصل ہونیسے پہلے دنیا کا فنا ہونا اور آخرت کا باقی ہونا اور طاعت کا نافع ہونا اور معاصی کا مہلک ہونا درجہ علم اور اعتقاد میں تھا اور بعد اس نور یقین کے یہ علوم نظر قلب کے بالکل سامنے آگئے اور ان امور کا ایسا یقین ہوگیا جیسے آنکھ سے دیکھی شئی کا ہوتا ہے تو یہ انکشاف اور ظہور اس نور کیوجہ سے ہوا جیسا کہ رات کیوقت تاریکی میں کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس کمرہ میں فلاں فلاں شئے رکھی ہیں لیکن بوجہ چراغ یا سورج نہ ہونے کے آنکھ ان چیزوں کو دیکھ نہیں سکتی جب لالٹین آئی تو سب چیزیں صاف نظر آنے لگیں پس نور کا کام تو یہ ہوا کہ ان چیزوں کو کھول دے اور منکشف و ظاہر کردے اور انکا ادراک کرنا یہ دل کی نظر کا کام ہے اگر نظر ہے تو مدرک ہونگی ورنہ نہیں جب ادراک صحیح ہوگیا اب اچھی شئی کیطرف بڑھنا اور بری شئی سے روگردانی کرنا یہ دل کا کام ہے مثلاً دنیا کا ذاتی

ہونا اور آخرت باقی رہنا مکشوف ہوا تو انکشاف تو نور سے ہوگا اور ادراک بصیرت باطنہ سے اور دنیا سے اعراض کرنا اور آخرت کی طرف بڑھنا یہ دل کا کام ہے اور جوارح و اعضاء دل کے تابع ہیں جس طرف وہ بڑھیگا یہ بھی اسکے ساتھ ہیں۔

ظاہری مخلوقات کو اپنے آثار کے نور سے روشن کیا اور قلوب کے باطن کو اپنے اوصاف کے انوار سے منور فرمایا۔ اسلئے ظواہر کے انوار چھپ گئے اور دل کی پوشیدگیوں کے انوار نہیں چھپے شاعر کہتا ہے ؎ خور نہار چھپے رات ہیں بلا انکار * دلوں کے مہر نہ غائب کبھی ہو لیل و نہار ف تمام مخلوقات چاند سورج ستارے وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت و حکمت کے آثار ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کے آثار کے نور یعنی چاند سورج ستاروں سے ظاہری مخلوقات یعنی زمین و آسمان کو روشن فرمایا کہ چاند سورج ستاروں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو دیکھتے ہیں اور جو چیزیں ہمکو نافع ہیں انکو اختیار کرتے ہیں اور جو مضر ہیں انکو چھوڑتے ہیں اور دلوں کے باطن کو اپنے اوصاف جمال و جلال کے انوار سے منور فرمایا تو دلوں کے اندرونی حصے علوم و معارف کے انوار سے عارفین کو مکشوف ہوتے ہیں اور جو اوصاف باطنی ہیں انکا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان میں جو اوصاف حمیدہ ہیں انکو اختیار فرماتے ہیں اور جو مذمومہ ہیں انکو چھوڑتے ہیں چونکہ زمین و آسمان کا نور حادث یعنی چاند سورج سے ہے اسلئے یہ انوار چھپ جاتے ہیں اسلئے کہ حادث کے اندر تغیرات ہوتے ہیں اور دل کے باطن کا نور حق تعالیٰ کی صفات سے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اسلئے یہ نور کبھی نہیں چھپتے ہاں اوصاف بشریہ کا غلبہ جب ہوتا ہے تو ان کا ادراک ضعیف ہوجاتا ہے۔ باقی نور میں کوئی فرق نہیں آتا ہے مقصود یہ ہے کہ عاقل وہ ہے جو باقی رہنے والی شے کو اختیار کرے اور فانی اور متغیر چیز کو چھوڑے۔

انوار کے طلوع ہونے کی جگہ عارفین کے قلوب اور اسرار ہیں۔ ف معرفت اور علوم کے انوار کے طلوع ہونیکی جگہ عارفین کے دل اور دلوں کا باطن ہے کہ ان کا دل بمنزلہ آسمان کے ہے جیسے سورج اور چاند کے طلوع ہونے کی جگہ آسمان ظاہری ہے اور ان کے قلوب کے انوار چاند سورج کے نور سے کہیں بڑھکر ہیں اسیواسطے حدیث میں آیا ہے کہ اگر ادنی مومن کا نور ایمان ظاہر کردیا جائے تو مشرق سے مغرب روشن

ہو جائے اور چاند سورج کا نور ماند پڑ جائے یا مٹ جائے یہ حال تو ادنیٰ مومن کے نور کا ہے۔ عارفین کے انوار کا تو کیا پوچھنا ہے۔

اس نور یقین کی مدد جو عارفین کے قلوب میں ودیعت ہے اس نور سے ہے جو غیب کے خزانوں سے نازل ہوتا ہے ایک تو وہ نور قلب ہے جس سے موثر حقیقی تعالیٰ کے آثار مکشوف ہوتے ہیں دوسرا وہ ہے جس سے اسکے اوصاف کمال تجمیر کھلتے ہیں۔ ف۔ جو نور یقین عارفین کے قلوب میں ودیعت ہے اسکی مدد یعنی اسکی ترقی اور زیادتی اس نور سے ہوتی ہے جو غیب کے خزانوں سے نازل ہوتا ہے خلاصہ ارشاد کا یہ ہے کہ عارف ہر وقت ترقی میں ہے اور اسکا نور ایمان بڑھتا رہتا ہے یعنی مراتب یقین کے بڑھتے رہتے ہیں اسلئے کہ یقین کے مراتب غیر متناہی ہیں اگر ہزار برس کی یا زیادہ کی عمر ہو تو مراتب یقین کے ختم نہ ہونگے اور اس نور کو خزانہ غیب سے مدد ملتی ہے یعنی حق تعالیٰ کی صفات ازلیہ سے نور کا فیضان انکے نور قلب کو ترقی دیتا رہتا ہے جس سے یقین بڑھتا رہتا ہے اور جو نور ان حضرت کے قلوب میں ودیعت ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک وہ نور ہے جس سے موثر حقیقی تعالیٰ شانہ کے آثار اس سے مکشوف ہوتے ہیں۔ یعنی مخلوق کے حالات اس سے معلوم ہوتے ہیں اس کو کشف صوری کہتے ہیں اور دوسرا وہ نور ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کے جلال و جمال کے اوصاف کھلتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا۔ قہار ہونا وغیرہ یہ نور تجلی صفات سے ہوگا اور اس کو کشف معنوی کہتے ہیں۔

خزائن غیب کے انوار میں سے ایک تو وہ انوار ہیں جنکو صرف ظاہر قلب تک پہونچنے کا حکم ملا اور دوسرے وہ ہیں جنکو قلب کے وسط میں داخل ہونیکا حکم ملا۔ ف۔ عارفین کے قلوب پر خزانۂ غیب سے معارف و اسرار الٰہیہ کے انوار وارد ہوتے ہیں جن سے انکے قلوب روشن ہو جاتے ہیں ان انوار کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ انوار ہیں جنکو بارگاہ عالی سے صرف قلب کے اوپر کے حصہ تک پہونچنے کا حکم ملا وہ تو ظاہر قلب ہی تک رہتے ہیں باطن قلب تک نہیں پہونچتے اور دوسرے وہ انوار ہیں جن کو قلب کے اندر داخل ہونیکا حکم ہوا وہ اندر داخل ہوتے ہیں جو انوار ظاہر قلب تک رہتے ہیں انکا اثر یہ ہوتا ہے کہ انکے ذریعہ سے قلب اپنے نفس کا ادراک بھی کرتا ہے اور حقتعالیٰ کی ہستی کا بھی اور دنیا و آخرت دونوں

قلب کے پیش نظر ہوتی ہیں غرض اغیار کا وجود رہتا ہی اور حالت سالک کی یہ ہوتی ہی کہ کبھی تو وہ اپنے نفس کیساتھ ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کی معیت ہوتی ہی اور کبھی آخرت کو چاہتا ہی کبھی دنیا کو اور جو انوار قلب کے داخل ہو گئے ہیں اور جذر قلب میں پیوست ہو کر غالب ہو گئے ان کا اثر یہ ہی کہ سوائے ذات حق کے کوئی شے قلب کے پیش نظر نہیں ہوتی اسلئے سوائے اسکے کسی کو نہیں چاہتا اور سوائے اسکے کسی کی بندگی نہیں کرتا اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہی کہ جب ایمان ظاہر قلب میں ہو تو بندہ دنیا و آخرت دونوں کا محب ہوتا ہے اور کبھی اسکو حق تعالیٰ کیساتھ معیت ہوتی ہے اور کبھی اپنے نفس کیساتھ اور باطن قلب میں جب ایمان داخل ہو جاوے تو اسوقت دنیا کو چھوڑ دیتا ہے۔ گاہی تجھ پر انوار وارد ہوتے ہیں اور تیرے دل کو گاؤ خر کے تصور سے بھرا ہوا پاتے ہیں تو پھر جس جگہ سے آئے ہیں وہیں چلدیتے ہیں اغیار سے دل کو خالی کر اللہ تعالیٰ معارف اور اسرار سے اسکو پُر کر دیگا۔

ف۔ جاننا چاہئے کہ انسان کا قلب لطیفہ غیبی ہی اور اس میں معارف و اسرار و انوار الہیہ کے منعکس ہونے کی استعداد رکھی گئی ہی لیکن انسان کی توجہ اس دنیائے فانی اور اسکی زیب و زینت اور نیز عوارض طبعیہ کیطرف ہوتی ہی اور متخیلہ میں ان اشیاء کی صورتیں منقوش ہوتی ہیں وہی صورتیں دل کے آئینہ پر بھی منعکس ہوتی ہیں اور اس سے اسکی استعداد اصلی بہت کم ہو جاتی ہی اور مثل اُس آئینہ کے ہو جاتا ہی جسپر گرد و غبار آکر انعکاس کی استعداد نہ رہی جب سالک ذکر و شغل کرتا ہی اور خلوت و قلت کلام اور مخلوق سے مخالطت میں کمی کرتا ہی اور قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہی تو حق تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اسکا جلا ہو جاتا ہی اور منور ہو جاتا ہی اور استعداد اس میں انوار الہیہ کی ہو جاتی ہی بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہی کہ ظاہر قلب کے اندر کچھ اشراق پیدا ہوتا ہی اور فی الجملہ استعداد انعکاس انوار کی ہوتی ہی اور انوار غیبیہ سے ایسے قلب کا تقابل ہوتا ہی تو انوار آتے ہیں لیکن چونکہ قلب کے اندرونی حصہ میں گاؤ خر یعنی دنیا کی چیزیں بھری ہوئی ہیں اسلئے وہ قلب ان انوار کو نہیں سما سکتا پس وہ انوار جہاں سے آئے تھے وہاں ہی واپس ہو جاتے ہیں اسلئے تم اپنے دلکو اغیار سے خالی کر لو اور اس آئینہ کا خوب تصفیہ کر لو اللہ تعالیٰ اوسکو معارف و اسرار سے پُر فرما دیگا۔

قلوب اور اسرار کے انوار کی قدر سوائے عالم آخرت کے معلوم نہیں ہو سکتی جیسے آسمانی ستارونکے انوار سوائے دنیا کے ظاہر نہیں ہوتے۔ ف۔ جیسے سورج چاند ستاروں کے انوار ظاہر ہونے کی جگہ دنیا ہی اسیطرح قلوب اور باطن کے انوار کے ظہور کا مقام عالم آخرت ہی دنیا میں وہ سب کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اسیواسطے نہ انکی قدر کوئی جانے اور نہ ہر کسی کو علم ہی تو سالک عاقل اس بے قدری سے محزون نہ ہو اور نہ اسکی پرواکرے اسلئے کہ دنیا ان انوار کے ظہور کا محل ہی نہیں ہی تو اگرچہ یہاں ایسے حضرات زاویۂ خمول گمنامی میں ہوں لیکن آخرت میں انکے انوار چمکینگے اور وہاں انکی قدر ہوگی۔

اللہ تعالی سی بندہ کے قریب ہونے کے بیان میں

اللہ تعالی تک تیرا پہونچنا محض ذوقی اور وجدانی طریق سی نظر بصیرت کیساتھ اسکے مشاہدہ تک پہونچنا ہی ورنہ ہمارا پروردگار اس بات سی کہ کوئی چیز اس سی متصل یا وہ کسی سے متصل ہو برتر اور بالا ہی۔ف۔خلاصہ ارشاد کا یہ ہی کہ بندہ کا اللہ تعالی سی واصل ہونا اور وصول الی اللہ میسر ہونا۔ اسکے معنی ظاہر ہی کہ یہ نہیں ہیں کہ بندہ اللہ سی اس طرح ملجاوے جیسے دو محسوس چیزیں آپس میں ملتی ہیں اسلئے کہ اتصال اور انفصال اس معنے کے اعتبار سی خاصہ اجسام کا ہی اور اللہ تعالی اس سے پاک اور برتر اور بالا ہی پس صوفیہ جس شئے کو وصول کہتے ہیں وہ یہ ہی کہ بندہ ذوقی اور وجدانی طریق سی نظر بصیرت سی اپنے رب کا ایسا مشاہدہ کرے کہ جسپر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہ ہو اور ایسا یقین حاصل ہو جیسے آنکھ سی دیکھی ہوئی شئے کا ہوتا ہی بلکہ اس سی بھی بڑھکر اسلئے کہ آنکھ بسا اوقات دیکھنے میں غلطی کرتی ہی اور اس علم کے اندر اسکا بھی احتمال نہیں اور اسیکا نام مشاہدہ اور وصول اور تجلی اور فیض حقانی ہی اور یہ مشاہدہ دائمی ہمہ وقت صفت لازمہ قلب کی ہو جاوے جیسے دیکھنا آنکھ کی صفت ہے۔

اگر یہ ہوتا کہ تو اس تک بجز اپنی خرابیوں کے نیست کرنے اور دعووں کے مٹانے کے کسی طرح نہ پہونچ سکتا تو کبھی اس تک نہ پہونچ سکتا لیکن جب اس نے تجھکو اپنی تک پہونچانا چاہا تیری وصف کو اپنے وصف کے آغوش میں چھپایا اور تیری نعت کو اپنی نعت کے پردہ میں ڈھانکا پھر تجھکو ان الطاف

کیوجہ سے جو اسکی طرف سے تیری طرف متوجہ ہوئے نہ ان اعمال کیوجہ سے جو تیری طرف سے اسکی بارگاہ میں پیش
ہوئے اپنے تک پہونچا یا۔ف۔ جاننا چاہیئے کہ وصول اور مشاہدہ جسکا ذکر پہلے ارشاد میں ہے یہ اسوقت بندہ کو
میسر ہوتا ہے کہ اسکے نفس کی حالت ایسی ہو جیسے مردہ بیجان اور بے حس وحرکت ہوتا ہے کہ کوئی غرض
اور کوئی ارادہ وخواہش اور کوئی دعوی اور کوئی خلق ذمیم اسمیں نہ رہے بالکل دست حق میں ایسا
ہو جیسے مردہ بدست زندہ اور یہ امر بندہ کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر حق تعالیٰ شانہ کے یہاں یہ مقرر
ہوتا کہ جبتک بندہ اپنے اختیار سے اپنی خرابیوں اور دعووں کو ریاضت اور مجاہدہ سے نہ مٹائیگا تو ہم تک نہ
پہونچ سکیگا تو کوئی واصل الی اللہ نہ ہوتا اسلیئے کہ یہ خرابیاں نفس کے اندر جبلی ہیں ہاں جب اللہ
تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی بندہ کو اپنی بارگاہ عالی تک پہونچا دے تو اپنی صفات عالیہ کی تجلی بندہ پر فرماتا
ہے اور اپنی صفات کو اسپر ظاہر فرماتا ہے کہ جس سے بندہ کی صفات پوشیدہ ہو جاتی ہیں اور اسکی ہی
صفات کاملہ کا ظہور ہوتا ہے تو بندہ کو اپنے الطاف ورحمت سے اپنے تک پہونچاتا ہے اور یہ الطاف
ورحمت اسکی ہی طرف سے ہیں اور اس بندہ کے اعمال ومجاہدات سے وصول نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا
ہے اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی صفات ردیہ اور دعوے محو نہیں ہوتے ہیں بلکہ تجلی صفات الٰہیہ
کیوجہ سے مغلوب اور لاشئے کی طرح ہو جاتے ہیں لیکن بندہ کو ریاضت ومجاہدہ واعمال سے چارہ
نہیں اسلیئے کہ عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جب بندہ مجاہدہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ کا فضل اسکے
حال پر ہوتا ہے باقی اعمال ومجاہدہ وریاضت علت نہیں ہیں اصل شئے فضل ہے تو اعمال صالحہ اور
مجاہدہ میں کمی نہ کرے لیکن اعتماد محض فضل پر کرے اسلیئے کہ اگر اپنے عمل پر اعتماد ہوا تو یہی اسکی
درگاہ سے روکنے والا ہے مقصود تو یہ تہا کہ اعتماد کسی شئے پر نہ رہے۔

تیرا قرب اس سے یہ ہے کہ اسکے قرب کا مشاہدہ کرے ورنہ تو کجا اور اسکا قرب کجا۔ف۔ تمام صفات
کمال کی حقیقتًا حق تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں اور بندہ کیلئے مجازًا منجملہ انکے صفت قرب کی بہی ہے
کہ اصل قرب اللہ تعالیٰ کو بندہ کیساتھ ہے چنانچہ ارشاد ہے اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ
اور بندہ کو جو قرب مولی سے ہوتا ہے اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ بندہ دل کی آنکہہ سے حق تعالیٰ کے

قرب کا مشاہدہ کرے اور اسکا اثر بندہ پر یہ ہوگا کہ وہ بندہ بارگاہ الٰہی کے ادب کی ہر آن عایت رکھیگا۔ اور شریعت اتباع میں مستقیم ہوگا اور اگر قرب کے یہ معنی نہ ہوں بلکہ قرب کے اصلی معنے لئے جاویں کہ جیسے مخلوق میں باہم قرب ہے تو یہ ہاں نہیں ہوسکتا اسلئے کہ یہ قرب کی قسم خاصہ اجسام کا ہے حق تعالیٰ اس سے پاک ہے اور ایسے ہی قرب حقیقی (کہ جسکی کنہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) بھی بندہ کو حاصل نہیں کہ وہ خاص صفت حق تعالیٰ کی ہے۔

اسکی ربوبیت کے اوصاف کیساتھ متعلق ہو اور اپنی عبودیت کے اوصاف کیساتھ حقیقتًا متصف ہو۔ ف۔ ربوبیت یعنی رب ہونے کے اوصاف وخواص حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ ہیں جیسے قدرت غلبہ عزت۔ قوت۔ علم حکمت وغیرہا اور عبودیت یعنی بندہ ہونے کے اوصاف فقر۔ عجز۔ ذلت۔ افلاس جہل وغیرہا ہیں اسکے بعد سمجھو کہ مخلوقات مع اپنی ذات وصفات کے حق تعالیٰ کی صفات کے آثار ہیں وجود حقیقی حق تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور دوسری اشیاء کیلئے وجود مجازی اور عاریتی ہے جیسے روشنی دراصل صفت آفتاب کی ہے اور دیوار کو مجازًا روشن کہا جاتا ہے۔ پس حقیقتًا کسی شے کے اندر کوئی صفت اصلی نہیں ہے صفات حقیقیہ کیساتھ صرف تعلق ہے کہ یہ اشیاء ان صفات کے آثار ہیں لیکن انسان اس سے غافل ہے اور صفات کو اپنے لئے ثابت کرتا ہے چنانچہ سمجھتا ہے کہ میں موجود ہوں میں عالم ہوں میں غنی ہوں میں عزت والا ہوں حالانکہ موجود اور عالم اور غنی اور عزیز صرف ایک ذات ہے پس شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اے مومن ربوبیت کے اوصاف کیساتھ تیرا جس قسم کا تعلق ہے کہ جسکو تو بھول رہا ہے اسکو دیکھ اور جہل کو دور کر یعنی جن صفات کا تو دعوی اپنے اندر کر رہا ہے اسکو چھوڑ اور اپنے آپکو اور اپنی صفات کو ان صفات کا اثر اور محض تابع جان نہ کہ حقیقتًا اور اصالتًا اور عبودیت کے اوصاف کیساتھ حقیقتًا متصف ہو یعنی عبودیت کے اوصاف فی الحقیقت اپنے اندر دیکھ مثلًا عزت حقیقیہ کے مقابلہ میں اپنی ذلت کا معائنہ کر اور غنی کے مقابلہ میں اپنی فقیری پیش نظر رکھ اور قدرت کے مقابلہ میں اپنا عجز مشاہدہ کر اور علم حقیقی کے سامنے اپنے کو جاہل جان۔

جو چیز تیری نہیں دوسرے کی ہے اسکا دعوی تیرے لئے حرام کردیا تو کیا اپنے وصف کا دعوی تیرے

لئے مباح کردیگا۔ حالانکہ وہ تمام عالم کا پروردگار ہے۔ ف۔ پہلے ارشاد کیلئے یہ مضمون بمنزلہ دلیل کے ہے مطلب
یہ ہے کہ جو شئے تمہاری ملک نہیں ہے بلکہ زید کی ملک ہے اسکا دعوی کرنا اوسکو اپنا بتانا تمہارے لئے حرام فرما
دیا ہے۔ حالانکہ درحقیقت وہ زید کی ملک ہی نہیں زید کو مجازاً مالک کہا جاتا ہے حقیقی ملک سب اشیاء پر
اللہ تعالیٰ کی ہے تو جب غیر کی ملک مجازی کے بھی تم مدعی نہیں ہو سکتے تو اپنے اوصاف ربوبیت جیسے
عزت وغنا و قدرت وعلم وغیرہ کا دعوی کرنا تمہارے لئے کیسے مباح کردیگا حالانکہ وہ ہی تمام عالم کا رب ہے
اور رب ہونیکے اوصاف اسی ایک ذات کیساتھ خاص ہیں پس مومن کو چاہئے کہ اپنی حدتک رہے اور
تمام صفات کمالیہ کا موصوف ذات واحد کو مشاہدہ کرے اور اپنے آپکو سب کمالات سے خالی دیکھے
اور بھول کر بھی کسی صفت کا حتی کہ وجود کا بھی اپنے لئے اثبات نہ کرے تاکہ شرک جلی وخفی سے
رہائی ہوکر ایمان خالص نصیب ہو۔

تو اپنی عبودیت کے اوصاف میں پختہ ہو وہ اپنے اوصاف کیساتھ تیری امداد فرمائیگا تو اپنی ذلت میں
پختہ ہو وہ اپنی عزت سے تیری اعانت کریگا۔ تو اپنے عجز میں پختہ ہو وہ اپنی قدرت سے تیری مدد کریگا تو
اپنی ناتوانی میں پختہ ہو وہ اپنی طاقت قوت کیساتھ دستگیری فرمائیگا ف۔ ارشاد سابق میں اپنے جملہ اوصاف
سے خالی ہونیکی ہدایت فرمائی تھی چونکہ نفس کو اپنے خیالی اوصاف سے بہت تعلق ہے اپنی عزت اپنی قدرت اپنی
طاقت پر اسکو ناز ہے اور ان ہی اوصاف کے خیالات اور اوہام میں شب و روز مبتلا اور ان باطل آرزوؤں
سے متلذذ رہتا ہے اور انسے خالی ہوجانے اور مثل مردہ کے ہوجانیکے نام سے بھی گھبراتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ
جب یہ اوصاف اور اسکے عملی مقتضیات چھوٹ جائینگے تو کام کیسے چلیگا اور یہ کہتا ہے کہ بس جی اسکا
مطلب تو یہ ہوا کہ خودکشی کرلو اور تمام دنیا کے سارے مزے چھوڑ دو اسلئے ارشاد ہے کہ تم اپنی عبودیت
کے اوصاف میں اگر پختہ ہوجاؤگے تو یہ نہیں ہوگا کہ حق تعالیٰ تمکو اسی حالت میں چھوڑ دے اور تمہاری مدد
نہ فرمائے بلکہ پہلے تو تم اپنے وہمی اوصاف کی مدد سے کام لیتے تھے اور بسا اوقات ناکام رہتے تھے لو جب
تم ان اوصاف وہمیہ سے خالی ہوجاؤگے تو اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف حقیقیہ سے تمہاری مدد فرمائیگا
آگے اس مضمون کی چند مثالیں بیان فرماتے ہیں تو اپنی ذلت اصلیہ میں پختہ ہوجا یعنے اپنی

جاہ اور عزت جو تمہارے دماغ اور قوت وہمیہ میں سما رہی ہے اسکو بالکل ملیا میٹ کردو اور ذلت (جو کہ تمہارا اصلی امر ہے) اس سے سر سے پا تک نگیں ہوجاؤ اللہ تعالیٰ اپنی صفت عزت وغلبہ سے تمہاری مدد فرمائیگا اور اس وقت تم کو عزت وغلبہ اسکی صفت حقیقیہ سے حاصل ہوگی اور وہ ہی سچی عزت ہے کہ جسکو فنا نہیں ہے اسلئے کہ اسکا مبدا حق تعالیٰ کی صفت ہے اور تم نے جسکو عزت خیال کر رکھا تھا وہ فی الواقع عزت ہی نہ تھی بلکہ تمہارا وہم تھا اسی طرح اپنی صفت عجز کے اندر پختہ ہوجاؤ کہ سرتاپا عجز بنجاؤ اپنے اندر قوت ہونیکا وہم بھی نہ کرو اور یہ جو تمہارے دماغ میں اپنا قادر ہونا اور طاقت ور ہونا آرہا ہے اسکو نکالدو ادنیٰ سے ادنیٰ کام کی بھی اپنے اندر بغیر مدد الٰہی کے طاقت نہ جانو۔ جب اس میں تم پختہ ہوجاؤگے تو وہ اپنی قوت سے کہ دراصل قوت وہی ہے اس سے تمہاری مدد فرمائیگا پھر تمہاری قوت کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور دنیا کا کوئی قوی سے قوی بھی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا اسی طرح تم اپنے ضعف وناتوانی میں پختہ ہوجاؤ کہ بغیر امداد الٰہی کے اٹھنے اور بیٹھنے کی توانائی اپنے اندر نہ دیکھو تو وہ اپنی طاقت کاملہ سے تمہاری اعانت فرمائیگا پس تم اپنے ان اوصاف سے خالی ہوجانے کے تصور سے پریشان نہو اور یہ نہ سمجھو کہ ہمارا کام کس طرح بنے گا بلکہ پہلے سے بہت اچھا بنے گا۔

تجھکو اپنے نفسانی صفات سے بجز مشاہدہ صفات کاملہ مولیٰ حقیقی تعالیٰ کے کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ ف نفسانی صفات وہ ہیں کہ نفس جن صفات کے ہونیکا اپنے اندر وہم کر رہا ہے جیسے اپنے آپکو کسی سے کسی صفت میں بڑا سمجھنا اور دوسرے کو کم جاننا یا اپنے کو غنی یا قدرت والا یا علم والا جاننا حتیٰ کہ اپنے آپکو موجود مستقل جاننا یہ سب صفات نفس کی ہیں اور یہ سب صفات موہوم ہیں ان کا وجود واقعی نہیں ہے اور جب تک یہ ہیں بندہ حضرت قدس میں باریابی نہیں پاسکتا اور یہ صفات عبادت وریاضت سے نہیں نکل سکتیں بلکہ مولیٰ حقیقی اپنے فضل سے اپنی صفات کی تجلی بندہ پر فرماوے اور نفس کو حقیقی صفات کا مشاہدہ ہو اسوقت اپنی ان صفات موہومہ سے اسکی نظر علیحدہ ہوجاتی ہے مثلاً حق تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی صفت کا نفس کو اعتقاد تو ہے مگر نرا اعتقاد اسکے کبر کو نہیں نکال سکتا جبتک کہ صفت کبریائی کا عکس اسکے اوپر نہ پڑے جب اس صفت کی تجلی ہو اور حال کا درجہ

میسر ہوا سوقت کبر نکلجاتا ہی اسی طرح جب حقتعالی کی صفت قدرت کا مشاہدہ ہوگا تو اپنا عجز پیش نظر ہوگا اور علم کی صفت کا جب مشاہدہ کریگا تو اپنا جاہل ہونا اسکو ثابت ہوگا اور ہستی حق جب مشاہدہ ہوگی تو اپنی ہستی و وجود موہوم کو بھولیگا۔ غرض صفات کاملہ کے مشاہدہ کے بعد نفس مضمحل ہوجاتا ہی اور بندہ کو معیت اپنی رب کی نصیب ہوتی ہی۔ عالم سفلی تجھکو باعتبار تیری جسمانیت کو سما سکتا ہی اور تیری روحانیت کی اعتبار سی تجھکو نہیں سما سکتا ف۔ حاصل ارشاد کا یہ ہی کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہی جسم اور روح۔ جسم تو اس عالم کی شے ہی اور روح لطیفہ غیبی ہی اور عالم غیب کی شے ہی لیکن روح کو اس جسم کیساتھ تعلق ہی تو جسم چونکہ اس عالم کی شی ہی اسلئے اس عالم کی چیزوں سی اسکا بقا ہی مثلاً کھانا پینا وغیرہ اور روح اس عالم کی شی ہی اسلئے اسکی قوت اور بقا اس عالم کی چیز سی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ذکر و طاعت سے ہوگی پس انسان کو جسمانیت کے اعتبار سی یہ عالم سما سکتا ہی اور روحانیت کے اعتبار سی نہیں سما سکتا اسلئے کہ روح میں اور اس عالم میں کوئی مناسبت نہیں اور یہ عالم اسی شی کو سما سکتا ہی جس کو اس سی مناسبت ہو روح کیلئے یہ عالم بمنزلہ قیدخانہ کے ہی۔ پس اگر انسان بالکلیہ اس عالم فانی میں مشغول ہوگیا تو روح اول اول تو گھبرائے گی اور بتدریج اس کی قوت کم ہوتے ہوتے بہت ضعیف ہوجائیگی اسکو تو محض جسم کیساتھ تعلق ہی سو ہاں کا کام دے رہا تھا اب جبکہ تمامتر توجہ اس ہی کے موٹا کرنے میں انسان کی ہوگئی اور روح کو قوت نہ دی تو اور بھی ضعیف ہوجائیگی پس مومن کو لازم ہی کہ اس عالم سے صرف اسقدر حصہ لے کہ اسکے جسم کو قائم رکھ سکے اور جسم کیلئے تدبیر اور فکر خود کچھ نہ کری اسلئے کہ مولی تعالی نے خود اسکے قائم رکھنے کی کفالت فرمائی ہی۔ پس اس سی بیفکر ہو کر تمامتر توجہ روح کی تقویت کی طرف کرے اور جسم کی تعلق کیوجہ سی جو کدورات اسکو لاحق ہوگئی ہیں اُن کو ذکر و طاعت و مجاہدہ سی دور کرکے اسکو اس جسم سی خلاصی تام دے تاکہ ہمیشہ کی زندگی نصیب ہو خصوصیت کی ثبوت سی بشری اوصاف کا معدوم ہونا لازم نہیں خصوصیت کی مثال دن کی دہوپ ہی کہ افق میں ظاہر ہوتی ہی اور اسکی خانہ زاد نہیں ہی اسی طرح اسکے اوصاف کی شعاعیں کبھی تیری وجود کی شب تاریک پر چمک جاتی ہیں اور کبھی تجھہ سی روک دیجاتی ہیں۔ پھر تجھکو تیرے

اصلی اوصاف کی طرف لوٹا دیتا ہی تو روشنی تیری ذاتی نہیں لیکن حضرت سبحانہ تعالیٰ سے تجھ پر وارد ہو۔ ف
جاننا چاہئے کہ حضرات اولیاء اللہ کے اوصاف عالیہ کئی قسم کے ہیں بعض اوصاف تو ان کی ذات کو لازم
ہیں مثلاً اخلاق مذمومہ کبر عجب حسد وغیرہ سے خالی ہونا اور افتقار الی اللہ و تواضع وخشوع و دوام ذکر
وغیرہ سے آراستہ ہونا یہ تو ہر آن او رہمہ وقت انکو لازم ہیں اور اوصاف بشری جیسے عجز ضعف کسی صدمہ
یا واقعہ سے متاثر ہونا وغیرہ۔ ان اوصاف کی یہ صورت ہے کہ جسوقت ان پر اوصاف الٰہیہ کی تجلی کا غلبہ
ہوتا ہی تو ان اوصاف بشریہ کا ظہور مغلوب ہو جاتا ہے اور ان سے ایسے امور عظیمہ کا ظہور ہوتا ہے کہ دوسرے
سے نہیں ہو سکتا مثلاً صفت علم کی تجلی ہو گی تو ایسے ایسے علوم کا ظہور ان کی ذات سے ہو گا کہ دوسرے
علماء حیران ہونگے کہ یہ علوم کہاں سے ان کے پاس آ رہے۔ یا مثلاً صفت قدرت کی تجلی ہو گی تو اسکے
مناسب آثار ظاہر ہونگے اور جسوقت تجلی اوصاف کا غلبہ نہ ہو گا تو وہ اوصاف بشریہ موجود ہیں
چنانچہ ان حضرات کے قصے اسپر دال ہیں کہ بعض وقت تو بہت دور دراز کی بات جو نظروں کے سامنے
نہیں ہے بیان فرما دیتے ہیں اور کبھی پاس کی بھی خبر نہیں ہوتی ۔ گہے بر طارم اعلیٰ نشینم۔ گہے بر پشت
پائے خود نہ بینم۔ پس شیخ کے کلام میں لفظ خصوصیت سے مراد یہ آثار عظیمہ ہیں کہ کبھی کبھی ان کا
ظہور ہوتا ہے خلاصہ ارشاد کا یہ ہے کہ حضرات اولیاء اللہ کے اوصاف خاصہ (خاصہ اسلئے کہ بشری اوصاف
میں وہ اور دوسرے برابر ہیں) کے ثبوت سے بشری اوصاف کا معدوم ہو جانا ضروری اور لازم
نہیں ہے یعنی تجلی کے غلبہ کے وقت جو انپر حالت ہوتی ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ اوصاف بشری بالکل
زائل ہو جائیں۔ ہاں انکا ظہور اسوقت تک نہیں ہوتا ان کی اس حالت کی مثال دہوپ کی سی ہے
کہ جو آفاق میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس سے تمام افق روشن ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر نظر میں معلوم ہوتا ہے
کہ روشنی اسکا ذاتی امر ہے حالانکہ وہ روشنی اسکی خانہ زاد اور ذاتی نہیں اسی طرح کبھی کبھی حق تعالیٰ
کی صفات علیہ کی شعاعیں ان حضرات کے وجود خاکی کی رات پر چمک جاتی ہیں تو اسوقت آثار
خاصہ کا ظہور ہوتا ہے کہ ان کی قوت علم۔ قدرت۔ سمع۔ بصر سے ایسے آثار ظاہر ہوتے ہیں کہ
دوسروں سے نہیں ہو سکتے اور جب وہ تجلی کی شعاعیں روک دیجاتی ہیں تو پھر ان حضرات

کو بشری اوصاف کیطرف واپس کردیا جاتا ہے جیسے اور ہیں ویسے ہی وہ بھی عاجز ضعیف مرض میں گھبرانے والے صدمات سے متاثر ہونے والے بھوک پیاس سے مضطر ہو جانیوالے نظر آتے ہیں پس یہ تجلی کا ذاتی اور لازمی اور اختیاری امر نہیں حضرت حق سے کبھی کبھی انیوارد ہوتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا اَبَدًا یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ

علم اور عمل میں خلوص کا ہونا دل کیلئے آبحیات سے بڑھکر ہے

چنانچہ پہلے کے عالم اور صالح لوگ اپنے علم وعمل میں خلوص بہت رکھتے اور ریا کی آمیزش سے سخت ڈرتے اے دوست اس مقام پر ہم اس کی خوب تشریح کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کو اس کی بڑی ضرورت ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالے نے جنتِ عدن کو پیدا کیا اس میں ایسی چیزیں پیدا کیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خیال گذرا۔ تو جنت کو بولنے کا حکم فرمایا۔ اس نے کلام کیا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ تین بار مومن فلاح پاگئے۔ پھر کہا میں بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں۔ جو آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ اور اسکا نام دوزخیوں کے دفتر میں لکھدیتا ہے حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا جو عالم اپنے علم پر عمل کرے وہ یقیناً ولی اللہ ہے سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں مجھے میری والدہ نے کہا اے بیٹا جب تک علم پر عمل کرنے کی نیت نہ کرے پڑھنا شروع نہ کر۔ ورنہ وہ آخرت میں تیرے لئے وبال ہوگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے آپ پر عتاب کرتے۔ اور فرماتے تو باتیں تو نیک پرہیزگاروں اور عابدوں جیسی بناتا ہے مگر تیرے افعال فاسقوں اور منافقوں اور ریاکاروں جیسے ہیں یہ مخلصوں کی صفات نہیں ہیں فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں جو اپنے اعمال میں جادوگر سے زیادہ ہوشیار نہ ہو وہ ضرور ریاکار رہ جائیگا
ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی آدمی نے پوچھا کہ آدمی اپنے کو کب
مخلص جانے جواب دیا جب اپنی تمام کوشش اللہ کے راستہ میں خرچ کر دے۔ اور
دنیا میں ذلت کو پسند کرے۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں میں اپنے دوستوں سے
پسند کرتا ہوں کہ رات میں خوش اخلاقی ظاہر کیا کریں۔ کہ وہ دن کی خوش خوئی
سے افضل ہے۔ کیونکہ دن میں لوگ بھی دیکھتے ہیں اور رات کو جو ہوتا ہے
خالص اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ یونس بن عبید رحمہ اللہ کو کہا گیا کہ
آپ نے حسن بصری جیسا عمل کرنیوالا کوئی شخص دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا
بخدا میں نے ان جیسی باتیں کرتا بھی کوئی نہیں دیکھا۔ تو عمل کرتا کیسے دیکھ سکتا
ان کا وعظ دلوں کو رلاتا تھا۔ اور لوگوں کا وعظ آنکھوں کو بھی رلا نہیں سکتا
یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا آدمی مخلص کب ہوتا ہے انہوں
نے فرمایا جب اس کی عادت شیرخوار بچہ جیسی ہو کہ تعریف اور مذمت میں کچھ فرق
نہ کرے۔ ابوالسائب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب قرآن مجید یا حدیث شریف سننے سے
رونا آتا تو تبسم کی صورت بنا لیتے۔ ابو عبداللہ الظاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ریاکار کو کہے گا جا اپنے اعمال کا بدلہ ان لوگوں
سے لے جن کو تو دکھلاتا تھا۔ ایک روایت ہے کہ ریاکار جب قیامت کو اعمال کی
جزا مانگے گا۔ تو اُسے حکم ہوگا۔ جنکو تو اپنے عمل دکھلاتا تھا اُن سے ثواب لے ایک
روایت ہے اُس سے کہا جائیگا کیا لوگ مجالس میں تیرے علم اور عمل کی خاطر تیرے
لئے جگہ نہیں نکالتے تھے۔ اور کیا دنیا میں تو امیر و رئیس بنا ہوا نہ تھا۔ اور کیا لوگ
خرید و فروخت میں تجھ سے رعایت نہیں کرتے تھے۔ اور کیا تیری عزت نہیں کرتے
تھے۔ وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں کہی جائیں گی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔ آدمی جب تک لوگوں سے انسیت (میل جول) رکھے ریا سے بچ نہیں سکتا۔ اور النطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لوگ تین چیزوں سے زینت حاصل کرتے ہیں۔ کوئی علم سے زینت کرتا ہے کوئی عمل سے کوئی ترک زینت سے اور یہ سب سے زیادہ مخفی شیطان کی بہت پسند ہے۔ ایاس بن معاویہ۔ ابراہیم تیمی کے دوست تھے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے تعریف نہیں کرتے تھے اور کہتے تعریف ایک طرح کا عوض ہے۔ اس لئے میں اپنے بھائی کے ثواب کو کم کرنا نہیں چاہتا۔ ابو عبداللہ النطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اعمال میں خلوص پیدا کرنا چاہے اور دل میں لوگوں کا خیال رکھے وہ محال امر کا طالب ہے۔ کیونکہ اخلاص تو ایسا پانی ہے جس سے دل کی زندگی ہوتی ہے اور ریا اس کی موت ہے۔ یوسف بن اسباط رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی اپنا محاسبہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں محض ریاکار ہوں۔ حسن بصری فرماتے ہیں جس نے محفل میں اپنے آپ کو بُرا کہا اس نے اپنی تعریف کی۔ اور یہ ریا کی علامت ہے ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ریاکار لوگوں کو دل کی بات تبلائے تو لوگ اسے بُرا جانیں اور بیوقوف کہیں۔ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کوئی دوست دوست سے روزہ کے متعلق دریافت نہ کرے۔ کیونکہ اگر اس نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں۔ تو اس کا نفس خوش ہوگا۔ اور اگر انکار کیا تو غمگین اور یہ دونوں ریا کی علامتیں ہیں۔ اس میں مسئول عنہ کی خرابی ہے۔ اور اسکے پوشیدہ بھید پر سائل کا اطلاع پانا ہے۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ ایک آدمی خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور اہل خراسان کو دکھلاتا ہے لوگوں نے پوچھا یہ کیونکر آپ نے فرمایا وہ دل سے پسند کرتا ہے کہ خراسان والے کہیں۔ فلاں شخص مکہ میں سعی اور طواف کیلئے مجاور ہو رہا ہے۔ اسے یہ عمل مبارک ہو فضیل

بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اعمال میں
ریا کرتے تھے۔ مگر اب لوگ ایسے ہیں کہ جو فعل نہیں کرتے اس میں بھی ریا کرتے ہیں نیز جب کبھی آیت
نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ پڑھتے تو فرماتے۔ اے اللہ اگر تو ہمیں آزمائیگا تو ہماری فضیحت
ہوگی۔ اور ہمارا پردہ فاش ہوگا۔ اور تو ارحم الراحمین ہے۔ اور ایوب سختیانی رحمہ
اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ یہ بھی از قسم ریائے عمل کے ہے کہ جو کچھ علم میں تو نے
لوگوں کی باتیں اور ان کے اقوال یاد کر رکھے ہیں ان کو بیان کرکے دوسروں
پر فخر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ جس کے ساتھ وہ فخر کرتا ہے یہ نہ تیرا عمل ہے نہ تیرا استنباط
ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جس کی یہ خواہش ہے کہ لوگ اسے نیکوئی
سے یاد کریں۔ وہ نہ متقی ہے اور نہ مخلص۔ عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نیک
نیت اکثر کیا کرو۔ کیونکہ ریا نیت میں داخل نہیں ہوتی۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
عنہما فرماتے ہیں انسان کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد فروع اسلام میں
علیحدہ نیت کی ضرورت نہیں رہتی۔ نعیم بن حماد فرماتے ہیں پیٹھ پر کوڑوں کی
مار کھانا ہمپر آسان ہے مگر نیت صالحہ مشکل ہے۔ منصور بن معتمر۔ اور ثابت بنانی
فرماتے ہیں ہمنے علم حاصل کیا۔ لیکن اس وقت ہماری کچھ نیت نہ تھی۔ پس اللہ
تعالےٰ نے اس کے بعد ہمیں نیک نیت عطا کی۔ کیونکہ علم عالم کو اخلاص کی ترغیب
دیتا ہے۔ پس اسے تلاش کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ پالیتا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں لوگ اعمال کے بدلہ جنت اور دوزخ میں داخل ہوں گے اور نیت کی طفیل
اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ ابو داؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ عالم جب کوئی کتاب لکھے تو
اُسے مناسب ہے کہ امداد اور نصرت اسلام کی نیت کرے۔ نہ خوبی تالیف پر اپنے ہمعصروں
میں تعریف کی۔ تورات میں لکھا ہے کہ جس عمل کو میں منظور کر لوں اگرچہ تھوڑا
ہو بہت ہے۔ اور جسے میں رد کر دوں اگرچہ کثیر ہو۔ کم ہے فضیل ابن عیاض فرماتے

ہیں جب صادقین سے صدق کے متعلق سوال ہوگا مثلاً اسمٰعیل اور عیسٰی سے تو جھوٹوں سے جیسے ہم لوگ ہیں کیوں نہ سوال ہو۔ ایک دفعہ داؤد طائی نے الٹا کپڑا پہنا۔ تو لوگوں نے اُسے کہا۔ آپ کیوں نہیں اُلٹتے۔ تو آپ نے فرمایا میں نے خدا کے لیئے پہنا ہے۔ اس لیئے میں اسے نہیں بدلتا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ریاکار کی تین علامتیں ہیں۔ اوّل جب اکیلا ہو تو سُستی کرے۔ اور نوافل بیٹھکر ادا کرے (دوم) جب لوگوں میں ہو تو ان سے خوش ہو (سوم) جب لوگ اسکی تعریف کریں تو زیادہ عبادت میں مشغول ہو۔ اور جب مذمت کریں تو چھوڑ دے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرا جو عمل ظاہر ہو جاوے میں اس کو عمل شمار نہیں کرتا۔ کیونکہ جب لوگ دیکھ لیں تو ہمارے جیسوں سے اخلاص نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ غلاموں جیسے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ ان کے دوستوں کے سوا انہیں کوئی عالم نہیں جانتا تھا۔ فرمایا کرتے مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو برائیوں کی طرح مخفی رکھے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں ایسے عالم بہت کم ہیں کہ جن کا حلقہ درس بڑا ہو اور وہ عجب سے بچ رہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر قرآن مجید میں یہ آیت نہ ہوتی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ہمارے واضح احکام اور ہدایت کی باتیں جو ہمنے اتاری ہیں۔ اور کتاب میں خوب بیان کر دیئے بعد چھپاتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ لعنت کرتا ہے اور دیگر لوگ بھی لعنت کرتے ہیں۔ تو میں تمہیں کبھی حدیث نہ سناتا۔ جب سفیان ثوری نے حدیث پڑھانا چھوڑ دیا تو لوگوں نے آپ سے اسکے متعلق عرض کی۔ آپ نے فرمایا بخدا اگر مجھے معلوم ہو کہ تم میں کوئی اللہ کیلئے علم حاصل کرتا ہے تو میں اس کے گھر جاؤں۔ اور اسے آنے کی تکلیف نہ دوں۔ ایک مرتبہ

سفیان بن عیینہ کو کسی نے کہا کہ تم ایک جگہ بیٹھکر ہمکو حدیث کیوں نہیں سناتے تو فرمایا بخدا میں تم میں سے کسی کو بھی حدیث کے سننے کے قابل نہیں دیکھتا اور نہ خود سنانے کے قابل ہوں۔ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کہا ہے اِفْتَضَحُوْا فَاصْطَلَحُوْا یعنی پہلے ذلیل ہوئے پھر اصلاح کر لی۔ حاتم اصم فرماتے ہیں مسجد میں پڑھانے کو وہی بیٹھتا ہے جو دنیا کو اکٹھا کرنا چاہے۔ یا جو اپنے فرائض سے ناواقف ہو۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب تفسیر القرآن سے فارغ ہوتے تو باوجود اس قدر علم و فضل کے فرماتے اپنی اس مجلس کو استغفار سے ختم کرو۔ شداد بن حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس میں یہ تین صفات ہوں وہ لوگوں کو پڑھانے بیٹھے۔ ورنہ نہ اوّل اللہ کے انعام کو ان کے سامنے بیان کرے تاکہ اللہ کا شکر کریں۔ دوم ان کو گناہ یاد دلائے تاکہ وہ توبہ کریں سوم شیطان کی دشمنی بتلائے۔ تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ ابن وہب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے راسخ فی العلم کے متعلق سوال کیا کہ وہ کون ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ عالم باعمل ہے علم سے بڑھکر معزز کوئی چیز نہیں۔ عالم بادشاہوں پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔ ابن مبارک سے میرا سوال ہے کہ آپکے خیال میں نیک کون لوگ ہیں آپنے فرمایا عالم باعمل خالص النیۃ نیز سوال ہوا کہ بادشاہ کون ہیں آپنے فرمایا زاہد لوگ۔ پھر سوال ہوا کہ کمینہ کون ہے۔ آپنے فرمایا جو اپنے علم اور عمل اور دین سے دنیا کماتے ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ عالم لوگ زمانہ کے چراغ ہیں۔ اور ہر عالم اپنے زمانہ کی روشنی ہے۔ کہ اس کے علم سے اس کے اقران روشنی لیتے ہیں اگر عالم نہ ہوتے تو لوگ ڈھوروں کی طرح پھرتے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں علم کے متعلق سوالات ہوتے اور اس پر عمل کرنا علم کی زندگی کا باعث ہے ان دونوں

کو ترک کرنا اس کی موت ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علم ایسے سکھاؤ
جو اس کا حق ادا کرے۔ پوچھا گیا اس کا حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا آدمی علم ایسے
شخص کو دے جو اس پر عمل کرے۔ سالم بن ابی الجعد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے میرے
مالک نے تین سو درہم کے بدلے خریدا تھا۔ پھر میں تحصیل علم میں لگا پس ابھی
ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ بادشاہ میری ملاقات کو میرے پاس آیا۔ اور
میں نے دروازہ نہ کھولا۔ شعبی فرماتے ہیں علماء کے آداب یہ ہیں۔ جو پڑھیں
اس پر عمل کریں۔ اور جب عمل کرنے لگیں تو لوگوں سے رک جاویں۔ اور
جب لوگوں سے رک گئے تو مفقود ہو جاوینگے جب مفقود سمجھے گئے تو تلاش کئے گئے۔ تو اپنے
دین پر فتنوں کے خوف سے بھاگ جائینگے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَشَدُّ النَّاسِ
عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ ترجمہ: قیامت میں سب سے زیادہ
عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ نیز حدیث
میں آیا ہے سَیَاْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ عُبَّادُهُمْ جُهَّالًا وَعُلَمَاءُ هُمْ فُسَّاقًا
عنقریب ایک زمانہ آئیگا کہ تمام عابد جاہل ہوں گے۔ اور عالم فاسق۔ عبد اللہ
بن مسعود فرماتے ہیں جو لوگوں کو مشکل مسائل بغیر تامل اور توقف کے بتلائے
اس نے اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا چاہا۔ اور فرماتے ہیں جو لوگوں کی تمام
باتوں کا جواب دے وہ دیوانہ ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں تم ان لوگوں کی طرح
نہ ہو جو علم تو علماء کا سا حاصل کرتے ہیں اور کام جاہلوں جیسے کرتے ہیں۔ مروی
ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے کہ علوم کی کیا کثرت ہے لیکن سب علم نافع
نہیں ہوتے اور عالم بھی بیشمار ہیں مگر سب ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔ ابراہیم
بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت میں سب سے زیادہ نادم وہ شخص ہو گا جو دنیا
میں علم کے باعث بڑا بنتا ہے۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں اس امت پر سب ڈر کی چیزوں کی نسبت زیادہ تر اس عالم سے خائف ہوں جو زبان کا عالم ہو۔ اور دل کا جاہل ۔سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علم عمل کو بلاتا ہے۔ اگر آ گیا تو بہتر ورنہ خود چلدیتا ہے۔ انتہیٰ۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ آدمی اُس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک اُسے یہ خیال ہو کہ شہر میں اس سے بڑھ کر کوئی اور عالم ہے۔ اور جب یہ خیال ہو کہ سب سے بڑا میں ہی ہوں تو وہ جاہل ہے۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں جب دنیا کو عالم کے ساتھ کھیلتے دیکھتا ہوں تو روتا ہوں۔ اگر حدیث اور قرآن والے دنیا کی بے رغبتی پر صابر ہوں تو لوگ انہیں ذلیل نہ جانیں افسوس ہے اس بات پر کہ کوئی کہے کہ فلاں عالم یا زاہد فلاں تاجر کے خرچ سے حج کو آیا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالم جب دنیا کا طالب ہو تو اسکا رعب جاتا رہتا ہے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالم کی سزا اس کا دل مردہ کر دیتا ہے دل کی موت آخرت کے عمل کے ذریعہ دنیا طلب کرنے سے ہوتی ہے پس اس کی وجہ سے اہل دنیا کا تقرب چاہتے ہیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ جب تم عالم کو امراء کے دروازہ پر دیکھو تو اسے چور سمجھ لو۔ اوزاعی فرماتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک امراء کے پاس جانے والے عالم سے بڑھکر کوئی برا نہیں۔ مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جس شخص نے قرآن مجید سیکھا اور اس میں تفقہ بھی حاصل کیا۔ پھر وہ کسی امیر کے پاس بغیر ضرورت کے جاوے تو وہ اپنی قدموں کی مقدار جہنم میں داخل ہوا۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ میں نے کسی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو عالم اپنے علم سے دنیا طلب کرے اس کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ میں اسے اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب کسی عالم کو دیکھو

کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اس کو دین میں متہم سمجھو۔ کیونکہ جو شخص جس چیز کا محب ہے۔ وہ اسی میں گھس جاتا ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں تعجب ہے ان زبانوں سے جو بناتی ہیں اور دل واقف ہیں۔ اور اعمال ان کے مخالف ہوتے ہیں حاتم اصم فرماتے ہیں قیامت میں سب سے بڑھکر بدبخت وہ عالم ہے جس کے علم پر تو لوگ عمل کریں۔ مگر خود عامل نہ ہو۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے اعمال و اقوال کا مقابلہ کیا تو عمل کو قول کی تکذیب کرتے دیکھا۔ ابراہیم بن ادہم فرمایا کرتے تھے ہمنے اپنے کلام کو تو ایسا صاف درست کیا ہے کہ اس میں کبھی غلطی نہیں کرتے۔ اور عمل میں ایسے غلط کار ہو گئے ہیں کہ اسے درست نہیں کرتے اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب الفاظ میں سجاوٹ اور بناوٹ آئی تو قاری وسامع سے خشوع جاتا رہا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو علم سیکھے اور اس پر عامل نہ ہو اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو پوشیدہ زنا کرے۔ پھر درد زہ شروع ہوا تو رسوا ہوئی یہی کیفیت عالم بے عمل کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کو اسے لوگوں کے سامنے ذلیل کریگا۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شیطان تمہارے پاس نماز کی حالت میں آنکر تمہیں کہے کہ تو ریاکار ہے تو تم اور لمبی پڑھو فضیل بن عیاض فرماتے ہیں لوگوں کے واسطے عمل کرنا ریا۔ اور لوگوں کی وجہ سے اس کا چھوڑنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان دونوں سے بچائے سو لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ عمل کرنے کی رغبت نہ ہو مگر ایسے محل میں جہاں کوئی تعریف کرنے والا ہو۔ وہاں عمل کرے اور جہاں کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو وہاں عمل چھوڑ دے۔ اور سستی کرے بشر حافی فرماتے ہیں ہم جیسوں

کو مناسب نہیں کہ ذرہ بھر اپنے نیک عمل کو ظاہر کریں۔ یہ تو عمدہ اعمال کا ذکر ہے
کیونکہ جن اعمال میں ریا داخل ہو گئی انکا اظہار مناسب نہیں۔ یعنی ہم جیسوں کو
بالکل پوشیدہ رکھنا ہی مناسب ہے ہمنے سنا ہے کہ عیسیٰ اپنے حواریوں سے فرمایا کرتے
تھے جب تم روزہ دار ہو تو اپنی ڈاڑھی سر اور ہونٹوں پر تیل ملو۔ تاکہ لوگ نہ
سمجھیں کہ روزہ دار ہے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اچھا عالم
اور عمل وہ ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہو۔ عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے
اُس شخص سے زیادہ بیوقوف اور کوئی نہیں دیکھا جو اپنی برائی جانتا ہو پھر خواہش
کرے کہ لوگ اِس کے علم اور صلاحیت کی تعریف کریں۔ ضرور ہے کہ مسلمان اس
کی اندرونی بدی پر مطلع ہوں گے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کانٹے
والا درخت بوئے اور خواہش کرے کہ اِس میں کھجوریں لگیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں جب عالم اپنے علم اور عمل میں ریا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ علیہم السّلام کو
فرماتا ہے دیکھو یہ شخص میرے ساتھ مسخری کرتا ہے اور مجھسے ڈرتا نہیں حالانکہ میں
بزرگ شان جبار ہوں۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب کسی
نمازی کو گردن جھکائے دیکھتے تو درّے لگاتے اور فرماتے تیرا بھلا ہو خشوع دل میں
ہوتا ہے۔ ابو امامہ ایک شخص کے پاس سے گذرے۔ جو سجدہ میں رو رہا تھا تو فرمانے
لگے یہ نہایت اچھا ہوتا اگر گھر میں ہوتا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھتا فضیل بن عیاض
فرمایا کرتے۔ اگر تم کسی ریاکار کو دیکھنا چاہو تو مجھے دیکھلو۔ ابراہیم بن ادہم فرماتے
ہیں۔ میں ایک پتھر کے پاس سے گذرا اس پر لکھا تھا تو اپنے علم کے مطابق عمل
تو کرتا نہیں تو زیادتی علم کا کیونکر خواستگار ہے۔ یوسف بن اسباط رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ قوم کو کہدو
اپنے عمل پوشیدہ رکھیں میں ان کو ظاہر کردوں گا۔ ابو عبد الرحمن زاہد اپنے

آپ کو بہت ملامت کیا کرتے تھے۔ اور مناجات میں کہا کرتے تھے۔ مجھ سے برا کون ہوگا۔ میں تیرے بندوں کے ساتھ ظاہر میں ایمان داری برتتا ہوں۔ اور تیرے ساتھ باطن میں خیانت کرتا ہوں فضیل بن عیاض فرماتے ہیں۔ جو مجھے ایسا شخص بتلائے جو رات کو روئے اور دن کو روزہ رکھے۔ میں اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔ میمون بن مہران فرماتے ہیں۔ بغیر باطنی خوبی کے ظاہر نیک بنانا پاخانہ کی طرح ہے۔ جس کی دیواریں خوب آراستہ ہوں فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اگر حصول علم نیک نیت سے ہو تو اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہیں۔ لیکن لوگ عمل کیلئے نہیں پڑھتے۔ بلکہ دنیا کے شکار کے لئے جال بناتے ہیں۔ ایک دن سفیان ثوری فضیل بن عیاض کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے اے ابو علی مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اے علمار کے گروہ میں تمہیں کیا نصیحت کروں تم علمار چراغ تھے۔ شہروں میں تمہاری روشنی تھی۔ مگر اب تم اندھیرا بنگئے۔ پہلے تم ستارے تھے کہ لوگ جہالت کی ظلمات میں تمہارے ذریعہ راستہ پاتے تھے۔ اب تم حیرانی بنگئے ہو۔ تم حاکموں کے دروازوں پر جاتے ہو اور ان کے فرشوں پر بیٹھتے ہو۔ اور ان کے کھانے کھاتے ہو۔ اور تحفہ لیتے ہو۔ پھر مسجدوں میں آ بیٹھتے ہو اور کہتے ہو کہ فلاں بن فلاں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فلاں فلاں روایت نقل کی ہے۔ بخدا ان باتوں کے لئے علم حاصل نہیں کرتے۔ مروی ہے کہ سفیان ثوری رونے لگے حتیٰ کہ روتے روتے گلا بند ہو گیا پھر اٹھکر چلے گئے۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اگر تم کسی عالم یا زاہد کو دیکھو کہ امیروں یا دنیاداروں کے پاس اپنی صلاحیت کا ذکر سنکر خوش ہو تو یقین کر لو کہ ریاکار ہے۔ سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ جب طالبعلم کو دیکھو کہ جوں جوں علم میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ توں توں دنیا اور خواہشات دنیا کی رغبت اس میں زیادہ

ہوتی جاتی ہے تو اسے مت پڑھاؤ۔ ورنہ تم بھی اس کے تعلیم دینے کے باعث
اس کی دوزخ میں جانے میں امداد کرتے ہو۔ کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا کہ جاہل علم سیکھیں گے اور پھر قرب امرا پر
فخر کرینگے جیسے عورتیں اپنے اپنے خاوندوں پر فخر کرتی ہیں۔ یہ انکا مبلغ علم ہے
صالح مری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اخلاص فی العلم کا مدعی ہو اسے مناسب
ہے کہ لوگ جب اسے جاہل اور ریاکار کہیں تو اس کی آزمائش کرے۔ اگر اسکا دل
خوش ہو تو وہ سچا ہے اور اگر وہ تنگ دل ہو تو ریاکار۔ اور فرماتے کہ دنیاوی عالم
کے پاس بیٹھنے سے بچو۔ ورنہ وہ تمہیں اپنی بناوٹ کلام سے اور بغیر عمل کے عالم
اور علماء کی تعریف کر کر کے فریب دیگا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ ریاکار عالم کی علامت یہ ہے کہ ان کا علم تو پہاڑوں کی طرح ہوگا اور عمل
برائے نام ذرہ کے برابر اور فرماتے اگر عالم علم پر عمل کرے تو اس کی کڑواہٹ
معلوم ہو۔ اور پھر کبھی خوش نہ ہو۔ کیونکہ یہ تمام کا تمام تکلیف ہے۔ جتنا وہ علم میں
ترقی کرے اتنا ہی تکلیف بڑھتی ہے۔ لہٰذا عالم کو مناسب نہیں کہ علم پر خوشی
کرے۔ مگر پلصراط سے گذر جانے کے بعد۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ علم کو عمل
کیلئے پڑھو اکثر لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بغیر عمل کے علم
ہی سے نجات ہو گی۔ اگر یہ خیال ٹھیک ہو تو وہ آیات اور احادیث کیا ہونگی جو عالم
بے عمل کے حق میں وعید آئی ہے۔ ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمنے
ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جوں جوں وہ علم میں ترقی کرتے اتنا ہی دنیا میں بے رغبت
ہوتے۔ اور دنیاوی متاع اور سامان گھٹاتے۔ لیکن آجکل ہم ایسے دیکھتے ہیں
کہ جیسا جیسا علم میں ترقی کرتے ہیں دنیا کی لالچ بھی بڑھتی ہے۔ اور عمدہ کھانا
پینا۔ اور نکاح مکان سواری گھوڑے میں بھی پوری رغبت کرتے ہیں۔ سفیان بن

عیلینہ فرماتے ہیں کہ قرآن خواہ اس پر عامل کیسے ہوسکتا ہے۔ جب رات کو سوتا ہے۔ اور دن میں افطار کرتا ہے۔ اور مشتبہ اور حرام مال کھاتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر قاری لوگ زندہ رہتے تو اپنے شکموں میں حرام کھانے سے آگ کی تکلیف معلوم کرتے لیکن وہ مردہ ہیں مردار اور آگ کو چرتے پھرتے ہیں۔ منصور بن معتمر اپنے ہمعصر علماء کو مخاطب کر کے کہتے تم عالم نہیں ہو بلکہ تم علم کا مزا چکھتے ہو۔ کہ کسی سے مسائل سنکر لوگوں کو سناتے ہو۔ اگر تم اپنے علم پر عمل کرو تو کڑواہٹ اور تکلیف کا مزا چکھو۔ اور تمہارا علم تمہیں تقوی پر برانگیختہ کرے۔ یہاں تک کہ تمہیں کھانے کو ایک چپاتی بھی مشکل سے دستیاب ہو۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ عالم کو ریا کرنا کیونکر ٹھیک ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ غیر اللہ کے لیے سیکھتا ہے اور یہ اصل سے عمل کا خبط کرنیوالا ہے پس جو اصل سے عمل کا ساقط کرنیوالا ہے اس کو لیکر لوگوں پر کیونکر فخر کرسکتا ہے۔ امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جب ان کی لاعلمی میں کوئی حاکم آتا اور مدرسہ اشرفیہ یا جامع بنی امیہ میں پڑہاتے ہوتے تو اس سے مکدر ہوتے۔ اور اگر انہیں معلوم ہوجاتا کہ آج کوئی رئیس ان کی ملاقات کو آویگا تو اس دن سبق نہ پڑھاتے۔ اس خیال سے کہ آپ کو کوئی بڑے حلقہ میں بیٹھا نہ دیکھ لے۔ اور فرماتے مخلص کی علامت یہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی خوبی معلوم ہو تو رنجیدہ ہو جیسے برائی معلوم ہونے پر رنجیدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس کا اس پر خوش ہونا گناہ ہے بسا اوقات ریا اکثر گناہوں سے بدتر ہوتی ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس زمانہ میں عالم کو حلال سے پیٹ بھر کر کھانا بھی بُرا ہے۔ تو جو حرام سے سیر ہو کر کھاتا ہے اسکا کیا حال ہوگا خدا کی قسم اگر میں لقمہ کھاؤں اور وہ میرے پیٹ میں اینٹ بنجائے تو مجھے مرنے تک کافی ہے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ اینٹ پانی میں تین سو سال سے زیادہ تک

باقی رہتی ہے۔ اور فرماتے علماء کا تقوی شہوات کو چھوڑنا ہے۔ کیونکہ ظاہری گناہ تو عالم اس خیال سے چھوڑتے ہیں کہ ان کی تعظیم لوگوں کے دلوں میں سے جاتی نہ رہے۔ اور فرماتے ہیں نے سنا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہونگے جو غیر اللہ کیلئے علم پڑھیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس میں حکمت یہ ہوگی کہ علم معدوم نہ ہو جائے۔ اور قیامت میں اس کے لئے وبال ہوگا میں کہتا ہوں اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد فاجر شخص سے کرتا ہے واللہ اعلم بکر بن عبد اللہ مزنی فرماتے ہیں علم میں ریاکار کی علامت یہ ہے کہ لوگوں کو علم میں ترغیب دے۔ اور اس کے فضائل تبلائے۔ پھر اگر کوئی اس کے معاصرین میں سے کسی کے پاس پڑھنے کے متعلق اس سے مشورہ پوچھے تو اُسے پوری پوری ترغیب نہیں دیتا۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں آجکل کے عالموں پر حرام اور مشتبہات کا کھانا غالب آگیا ہے۔ یہانتک کہ وہ پیٹ اور فرج کی خواہشات میں مستغرق ہیں۔ اور علم کو جال بنا رکھا ہے۔ اس کیساتھ دنیا کا شکار کرتے ہیں فضیل بن عیاض فرماتے ہیں اگر قرآن اور حدیث کے عالموں میں نقص نہ ہوتا تو یہ تمام اہل دنیا سے اچھے ہوتے۔ لیکن انہوں نے علم کو حرفہ اور معاش مقرر کیا ہے اسلئے وہ زمین اور آسمان میں ذلیل ہو چکے ہیں۔ بشر حافی فرماتے ہیں عاقل کی دانائی یہ ہے کہ علم کی ترقی کا اس وقت خواہشمند ہو جب اس علم پر جو جانتا ہے پورا عمل کرچکے اس وقت اور علم عمل کیلئے سیکھے۔ شعبی فرماتے ہیں علم حاصل کرو۔ حالانکہ تم رو رہے ہو۔ کیونکہ علم اللہ کی طرف سے تم پر حجت ہے۔ مروی ہے کہ جب بشر حافی نے املاء حدیث کو ترک کر دیا تو لوگوں نے کہا تم خدا کو کیا جواب دوگے۔ انہوں نے جوابدیا میں عرض کرونگا۔ اے اللہ تو نے اخلاص کا حکم دیا تھا لیکن مجھے اپنے آپ

میں اخلاص معلوم نہیں ہوتا تھا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تم متعلم کو دیکھو کہ علم میں بغیر عمل کیلئے ترقی چاہتا ہے تو اُسے تعلیم نہ دو۔ کیونکہ جو علم پر عامل نہیں ہوتا اس کی مثال اندرائن کے پھل کی طرح ہے۔ کہ جوں جوں پانی سے تروتازہ ہوتا ہے وہ تلخی میں ترقی کرتا ہے۔ اور فرماتے تھے اگر تم اسے دیکھو کہ اپنے پینے پہننے وغیرہ میں حرام حلال ملائے جاتا ہے حرام سے پرہیز نہیں کرتا تو اسے مت پڑھاؤ۔ تاکہ قیامت میں اسیر حجت کی تخفیف ہو۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر آدمی تمام علم پڑھ لے اور عبادت میں مشغول ہو حتیٰ کہ اس ستون یا خشک مشکیزہ کی طرح ہو جائے۔ لیکن وہ اس بات کی تلاش نہ کرے کہ وہ کیا کھاتا ہے حرام یا حلال تو اس کی عبادت قبول نہ ہو گی۔ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو کسی کو نہ پڑھاتے جبتک اس سے کئی سال تک ریاضت نہ کرا لیتے۔ اور ان کی نیک نیتی ان کو معلوم ہو جاتی۔ عبد الرحمن بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے امام مالک کی بیس سال تک خدمت کی انیں سے اٹھارہ سال آداب کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور دو سال علم کی تعلیم میں۔ کاش میں اپنی طالبعلمی کی تمام عمر آداب کی تعلیم میں ہی خرچ کرتا۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں علم بکثرت حکایت کرنیکا نام نہیں بلکہ علم وہ ہے جو عالم کو مفید ہو۔ اور وہ اس پر عامل ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد تو عمل کو آٹا بنا۔ اور علم کو نمک[۱]۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ جس نے قرآن مقدس پڑھا۔ پھر اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہوا اس نے اللہ کی آیتوں کو کھیل بنالیا ہے۔ جب قرآن خواندہ اپنے رب کی نافرمانی کرے تو قرآن مقدس اسکے اندر سے اسے پکارتا ہے۔ بخدا تو نے مجھے اسلئے یاد نہیں کیا

---

[۱] یعنی عمل کے مقابلہ میں علم اتنا ہو جیسے آٹے میں نمک ڈالا جاتا ہے۔

تھا میری نصیحت اور توبیخ کیا ہوئی ۔ میرا حرف تجھے پکار کر کہتا ہے ۔ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر ۔ احمد بن حنبل جب کسی طالبعلم کو شب بیداری کرتا نہ پاتے تو اس کے پڑھانے سے رُک جاتے ۔ ایک رات آپکے پاس ابوعصمہ سویا تو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس کے پاس رات کو وضو کرنے کی نیت سے پانی رکھدیا پھر قبل از فجر اِس کے پاس آئے ۔ اور اُسے سویا ہوا دیکھا ۔ اور دیکھا کہ پانی وغیرہ اسی طرح پڑا ہے ۔ تو آپنے اسے جگایا اور اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں آیا ہے انہوں نے جواب دیا علم حدیث حاصل کرنے کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تو علم حدیث کیونکر حاصل کریگا ۔ تو رات کو تہجد پڑھ نہیں سکتا ۔ جدھر سے آیا ہے ادھر کا راستہ لے ۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالم کو مناسب ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان مخفی نیک عمل ہوں ۔ جو علم یا عمل لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے وہ آخرت میں بہت کم فائدہ دیتا ہے ۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا ۔ تو آپ سے پوچھا کہ کیا حال ہے ۔ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالےٰ نے مجھے معاف کر دیا ہے ۔ اس نے پوچھا علم کی وجہ سے آپ نے فرمایا علم کے تو بہت سے شرائط اور آفات ہیں ۔ بہت کم لوگ اِس کی وجہ سے نجات پاتے ہیں ۔ مروی ہے کہ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالےٰ کو مرے پیچھے کسی نے خواب میں دیکھا ۔ اور آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمام اشارات فنا ہو گئے وہ عبادات فنا ہو گئیں ہمیں کوئی چیز کام نہ آئی ۔ مگر وہ مختصر رکعتیں جن کو ہم پچھلی رات میں پڑھا کرتے تھے ۔ مروی ہے کہ کسی نے ابا سہل صعلوکی رحمہ اللہ تعالےٰ کو مرے پیچھے خواب میں دیکھا ۔ اور کہا اپنے علم کی سناؤ کیسا رہا ۔ انہوں نے جواب دیا تمام دقائق علمی تو ذروں کی طرح ہوا میں اُڑ گئے ۔ صرف وہ مسائل کام آئے جو عام لوگوں

نے ہمسے پوچھے تھے۔
اے دوست اپنے علم اور عمل میں غور کر جو انہیں دکھانے اور سنانیکا خیال دیکھے جس سے یہ نیک لوگ عالمان باعمل و با اخلاص منع کرتے ہیں۔ تو اپنے آپ پر اور کسی عارف کامل کی جوتیاں اپنے سر پر اٹھا کہ عمل میں خلاص پیدا ہو۔
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک دن اپنے پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو لوگ آپ کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا بخدا اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے جو میں گھر میں دروازہ بند کر کے اپنے اہل و عیال کے جھگڑے میں مشغول ہو کر ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہوں تو کوئی میرے پیچھے نہ لگے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعبؓ کو دیکھا کہ لوگ ان کے ارد گرد ہیں تو وہ درہ لیکر ان پر لپکے اور فرمایا یہ متبوع کیلئے فتنہ اور تابع کیلئے ذلت ہے۔ اور سلمان فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ جب دیکھتے کہ لوگ ان کے پیچھے لگے ہیں۔ تو فرماتے بھائیو یہ تمہارے لئے تو اچھا ہے مگر میرے واسطے برا ہے۔ اگر تم چاہو تو لوٹ جاؤ۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ جب لوگوں کو اپنے ساتھ آتے دیکھتے فرماتے۔ بخدا اگر میں تمہارے برا کہنے سے نہ ڈروں تو تم کو کبھی حدیث نہ سناؤں۔ لوگوں نے عرض کی اے ابو محمد ممکن ہے کہ اللہ تجھسے اور تیرے علم سے لوگوں کو نفع دے۔ تو آپؐ نے فرمایا یہ محال ہے جب میں خود اپنے علم سے مستفیض نہیں ہوں تو دوسرے کیونکر فیض یاب ہو سکتے ہیں اور فرماتے جو لوگوں کے پاس بیٹھنے کو اچھا جانتا ہے اس کے پاس کبھی نہ بیٹھو اور ایسا ہی جو چاہے کہ تم اس کے لئے کھڑے ہو تو کھڑا ہونا نہیں چاہیئے۔ یحیٰی بن سعید اپنے دوستوں کو فرمایا کرتے کہ جب کسی شخص کو باتیں کرنے میں مزا آدے تو باتیں نہ کرے چپ رہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ اگر انکو کوئی دانائی کی بات معلوم ہو جاتی تو شہرت کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے۔ اور اگر

اسکو بیان کرتے تو ان کو یا ان کے کسی دوست کو مفید ہوتی۔ اور جب لوگوں کا اجتماع ہوتا تو عمدہ بات کو ظاہر کرتے کو برا جانتے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعضے بندے ایسے ہیں جنکو خوف الہی نے خاموش کر رکھا ہے۔ حالانکہ وہ فصیح ہیں۔ حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جامع مسجد میں وہی بیٹھتا ہے جو دنیا کا جمع کرنیوالا ہوتا ہے۔ اسمٰعیل ابن خلف نے ایک دن سفیان ثوری سے کہا میں تجھے خوش دیکھتا ہوں۔ جب لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ اور بلند آواز سے بولتا ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو مردہ کی طرح ہوتا ہے پس انہوں نے کہا اے دوست تجھے معلوم نہیں کہ گفتگو میں بھی آزمائش ہوتی ہے۔ بخدا میرے پاس کبھی آدمی سانس سے زیادہ نہیں بیٹھے۔ مگر میرا نفس بگڑ جاتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بیوقوفوں کی کوشش روایت پر تمام ہے اور عالم کی کوشش سمجھنے اور غور کرنے میں ہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ وعظ کو برا جانتے اور فرماتے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ حضرت علیؓ کوفہ کی ایک مسجد میں گئے۔ وہاں ایک قصہ خوان قصہ کہہ رہا تھا آپنے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا ایک شخص کچھ سناتا ہے تو آپنے فرمایا یہ ایسا آدمی ہے جو لوگوں کو کہتا ہے کہ مجھے جان لو میں فلاں ہوں ابراہیم بن ادہم اوزاعی کے حلقہ کے پاس سے گذرے آپنے بڑا اجتماع دیکھا۔ تو فرمانے لگے اگر یہ اجتماع ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا تو اس کی برداشت نہ کرتے پھر اس کی اطلاع اوزاعی کو بھی ہوئی۔ آپنے اس دن سے حلقہ چھوڑ دیا عیسیٰ بن یونس مکہ میں آئے تو لوگوں نے انہیں مسجد حرام میں گھیر لیا۔ اور ازدحام ہوگیا۔ تو ان کے پاس سے فضیل بن عیاض گذرے۔ پس آپکے قریب آئے اور کہنے لگے اے بھائی اپنے دل کو دیکھ شاید اس ازدحام کی وجہ سے اس میں کچھ تغیر آگیا ہو تو عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ

نے ایک ساعت تک اپنے نفس میں غور کی۔ پھر فوراً اٹھ کھڑے ہوے اور اس دن سے مسجد کو چھوڑ دیا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تو ایسا عالم ہو سکے کہ لوگ تجھے نہ جانیں تو ایسا ہی کر کیونکہ اگر لوگوں کو تیرے دل کی کیفیت معلوم ہو جائے تو تیرا گوشت بھی کھالیں۔ لوگوں نے سفیان بن عتبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے وعظ کی درخواست کی۔ آپنے انکار کر دیا۔ اور فرمایا میں حدیث بیان کرنیکے قابل نہیں۔ اور تم اس کے سننے کے قابل نہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا لوگوں کی مثل ہے اِفْتَضِحُوا فَاصْطَلِحُوا ترجمہ:۔ بے عزت ہو کر آپس میں صلح کرلی علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا آپ بیٹھکر لوگوں کو حدیث کیوں نہیں سناتے کہ اجر کے مستحق ہوں۔ آپنے فرمایا کیا تم کم صاف بچنا نہیں چاہتا کہ نہ اسکے لئے مفید ہو نہ اس کے حق میں ضرر ہو۔ بشر حافی نے جب حدیث کہنا چھوڑ دی تو لوگوں نے کہا آپ قیامت کو کیا جواب دیں گے جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تمنے حدیث کہنا کیوں چھوڑ دیا۔ آپنے فرمایا میں کہونگا اے اللہ تو نے اخلاص کا حکم دیا تھا لیکن مجھے اپنے میں اخلاص نظر نہیں آتا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو حدیث سناتے۔ پھر جب اپنے نفس میں اپنے حسن بیان سے اور لوگوں کی کثرت سے لذت دیکھتے تو گھبرا کر ڈرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے اور بیان کرنا چھوڑ دیتے اور فرماتے ہم اپنی لاعلمی میں ہی بگڑ گئے تھے۔ نعوذ باللہ میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ واعظ تین باتوں میں سے ایک کا ضرور مرتکب ہوتا ہے یا تو ایسی بات کہیگا کہ جس سے اس کے دین میں کمزوری ہوگی یا اپنی بات پر خوش ہوگا یا ایسی بات کہیگا کہ خود اس کا کاربند نہیں۔ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ لوگ ان کے علم سے زندہ رہتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو عجب اور ریا سے برباد کرتے ہیں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے

نہ بنو جو علم کو حاصل کرتے ہیں۔ اور کام جاہلوں کے کرتے ہیں۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم ثابت بنانی اور یزید رقاشی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث سننے جایا کرتے تھے تو وہ ہمیں فرمایا کرتے تم صحابہ کے بہت مشابہ ہو۔ پھر فرماتے تمہاری ڈاڑھیاں اور سر مشابہ ہیں عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اس عالم کی مثال جو عمل نہیں کرتا ایسی ہے جیسے اندھا چراغ اٹھائے ہوئے کہ لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں وہیب بن ورد فرماتے ہیں علماء جب عمل نہیں کرتے اگر وہ لوگوں کو یہ کہیں کہ ہم سے علم سیکھو اور ترک عمل میں ہماری پیروی نہ کرو تو نجات پاؤ گے تو اچھا ہو لیکن یہ لوگ دھوکہ دیتے ہیں اور عمل کے مدعی ہیں اور لوگوں کو اپنی بدعملی کی طرف کھینچتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تم دانا عالم ہو تو اپنے کانوں کو چھلنیاں نہ بنا لو کہ بھوسی رکھ لیتی ہے۔ اور آٹا گرا دیتی ہے ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تم کسی عالم سے مناظرہ کرو اور وہ خفا ہو جاوے تو اس سے مت ڈرو کیونکہ اس کی متاع دین کچھ باقی نہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے زمانہ کے علماء کو فرمایا کرتے تم نے علم کو ذلیل کر دیا ہے اسکی قدر کھو دی ہے۔ بخدا اگر امیر المومنین عمرؓ یعنی میرے والد مجھے تمہارے جیسوں سے باتیں کرتے دیکھتے تو مجھے اور تمہیں سخت سزا دیتے۔ اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے بیس سال کے عرصہ سے مخلص علم کوئی نہیں دیکھا۔ اب تو علم مفلسوں کیلئے حرفہ (پیشہ) بن گیا شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے خلوص سے حدیث بیان کرتے ہوئے ہشام دستوائی کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارے زمانہ کے علماء باتوں پر ہی راضی ہو گئے ہیں اور عمل چھوڑ دیئے ہیں سلف ایسے تھے کہ عمل کرتے مگر لوگوں سے نہ کہتے پھر بعد کے لوگ ایسے ہوئے جو کرتے تھے اور کہتے تھے۔ پھر انکے بعد ایسے ہوئے کہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ اور عنقریب ایسا زمانہ آئے

والا ہے نہ کہیں گے اور نہ کرینگے۔ ایک دفعہ کسی نے شعبی سے کہا اے عالم مجھے فتویٰ دے تو آپنے فرمایا میرے جیسے کو عالم نہ کہو۔ وہ عالم ہے جسکے اعضا خوف سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عالم جبتک دنیا حاصل نہ کرے دین کے لئے طبیب ہے اور جب علم سے دنیا کو حاصل کرے تو گویا اس نے بیماری کو اپنے پر لے لیا۔ پس جو اپنے پر بیماری لے وہ دوسروں کو کیونکر تندرست کر سکتا ہے۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں امت محمدیہ برے علماء کے سبب ہلاک ہو گی۔ جو اللہ کے راستہ پر بیٹھے ہیں اور اپنے بد اعمال کے ذریعہ لوگوں پر ڈاکہ مارتے ہیں۔ مالک بن مغول رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت ہوا اَیُّ النَّاسِ اَشَرُّ قَالَ اَلْعُلَمَاءُ اِذَا فَسَدُوْا یعنی سب سے زیادہ شریر کون ہے۔ آپنے فرمایا بگڑے ہوئے عالم۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اللہ کیواسطے علم کے طالب کی علامت یہ ہے کہ زہد اور تقویٰ اور خوف الٰہی سے موصوف ہو۔ اور لوگوں کی تکالیف کو برداشت کرے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں۔ عالم گذر گئے۔ اب ان کے علم کا بقیہ چند ردی تھیلیوں میں باقی ہے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر عالم زاہد نہ ہو تو اپنے ہمعصروں کیلئے فتنہ اور عذاب ہوتا ہے۔ اور فرماتے اے علماء تمہارے گھر تو کسریٰ کے گھر ہیں اور تمہار اخلاق شیطانی۔ وہ محمدیت کہاں گئی۔ ابو درداء فرماتے ہیں میں ڈرتا ہوں۔ کہ مجھسے سوال ہو کہ اے عویمر تو نے علم کے مطابق کیا عمل کیا۔ امام مالک رحمہ اللہ سے راسخ فی العلم کی نسبت سوال ہوا۔ آپنے فرمایا وہ باعمل عالم ہیں جو سابقوں کی پیروی کرتے ہیں۔ شعبیؒ سے کسی نے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپنے فرمایا میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے کہا لاعلمی ظاہر کرنیسے شرم نہیں آتی حالانکہ آپ عراق کے عالم ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ فرشتے ہمسے علم اور عقل میں بڑھکر ہیں مگر انہوں نے

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ترجمہ:۔ تو پاک ہے ہمکو جو تونے علم سکھایا ہے اتنا
ہی ہم جانتے ہیں) کے کہنے سے شرم نہیں کھائی۔ کعب احبار فرماتے ہیں آخر زمانہ
میں علماء قرب امرا پر لڑینگے۔ جیساکہ مرد عورتوں پر لڑتے ہیں۔ یہ لوگ تمام مخلوق
سے بدتر ہوں گے۔ معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم یہ کہنے سے بچو
کہ صحابہ شطرنج کھیلتے تھے۔ یا سُرخ کپڑے پہنتے تھے۔ یا نبیذ پیتے تھے ورنہ فاسق
ہوجاؤگے۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے یہ کیا ہے تو منا ہی سے پہلے کیا ہے سو
تم کہاں اور وہ کہاں۔ تم ایسے کام کرتے ہو جو کتاب اور سنت کے مخالف ہیں حاتم
اصم فرماتے ہیں۔ جو علم سے کلام کرنے کو کافی سمجھے اور زہد حاصل نہ کرے وہ زندیق
بن جاتا ہے۔ اور جو زہد پر ہی کفایت کرے اور فقہ اور کلام حاصل نکرے وہ بدعتی
ٹھیرتا ہے۔ اور جو فقہ پر اکتفا کرے اور زہد اور کلام حاصل نہ کرے وہ فاسق ہوجاتا
ہے اور جو ان تمام کو جمع کرے وہ خلوص والا ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ
بغیر اعراب کے گفتگو کرتے۔ اور فرماتے جب اعراب آتا ہے تو خشوع جاتا رہتا ہے
ہم کلام کو فصاحت سے کرتے ہیں۔ لیکن عمل میں غلطی کرتے ہیں۔ ابو حفص حداد
فرماتے ہیں تم کب تک رسالے اور دیوان لکھتے رہو گے۔ علم تو ایک اوزار ہے
لیکن جب دشمن آئے اور تم اوزار جمع کرنے لگو۔ تو لڑو گے کب امام مالک
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب عالم علم کی بدولت تعریف چاہے تو وہ ابلیس سے
بھی بُرا ہے۔ مراد وہ شخص ہے جو خلاف شریعت شہرت حاصل کرنا چاہے۔
ابن سماک اپنے زمانہ کے علماء کو فرماتے ہیں۔ تم میں سے بہت اللہ کو یاد کراتے
ہیں۔ حالانکہ خود خدا سے غافل ہیں۔ اور بہت سے اللہ سے ڈراتے ہیں۔ حالانکہ
خود گناہ پر دلیر ہیں۔ اور بہت سے اللہ کی طرف قریب کرنے والے ہیں۔ مگر خود
اللہ سے بہت دور ہیں۔ اور اکثر راہ راست دکھلاتے ہیں۔ اور خود اس سے بھاگتے

ہیں۔ ایک دن ایک عورت ابراہیم بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے لگی تو آپ نے فرمایا کیا تجھے کچھ کام ہے۔ اس نے کہا نہیں مگر تم علماء کا خیال ہے کہ عالم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ تو میں بھی اس خیال سے تجھے دیکھتی ہوں۔ اس پر ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ روئے حتیٰ کہ آنسو بھر آئے پھر فرمایا اس عورت کی غلطی ہے کیونکہ جن لوگوں کیطرف دیکھنا عبادت ہے وہ قبروں میں چالیس سال کب سے پڑے ہیں مثلاً احمد بن حنبل۔ خلف بن ایوب۔ شقیق بلخی وغیرہ پس انکی قبروں پر جا۔ اور انہیں غور کر بشیر بن حارث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے اس زمانہ میں کوئی عالم نہیں دیکھا۔ مگر وہ اپنے دین کے ذریعہ روزی کماتا ہے مگر چار شخص ابراہیم بن ادہم وہیب بن ورد۔ سلیمان خواص۔ یوسف بن اسباط۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جسکو اس کا علم رلائے وہ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْہِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ترجمہ:۔ وہ لوگ جنکو پہلے علم دیا گیا ہے جب ان کو آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اپنے منہ کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور فرمایا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا ترجمہ:۔ جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو سنائی جاتی ہے تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور علم پر عمل کرنیکے منجملہ یہ بھی ہے کہ امراء سے دور رہیں۔ اور علم کو دنیا اور مناصب دنیاوی کیلئے جال نہ بنائیں۔ اور نہ اپنے حلقے کے بڑا ہونے پر خوش ہوں۔ اور لوگوں کے اس کہنے سے کہ فلاں عالم باعمل ہے۔ یا فلاں اس شہر کے لوگوں سے بڑا عالم ہے مسرور نہ ہوں چنانچہ منجملہ علم پر عمل نہ کرنے کے یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا اوصاف کی ضد سے تنگ دل ہونا۔ علی خواص فرماتے ہیں کہ علم پر عمل نہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ نیک مشہور ہونے کا خواہشمند ہو۔ اور لوگوں کے اس کہنے سے خفا ہو کہ فلاں محب دنیا ہے۔ یا اپنے علم اور عمل میں ریاکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس سے

معلوم ہوا کہ جو مذکورہ اوصاف پر خوش ہو یا اس کی ضد پر تنگ دل ہو وہ عالم با عمل نہیں اسے اپنے پر رونا چاہیئے۔ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَكْثَرُ مُنَافِقِيْ اُمَّتِيْ قُرَّاءُهَا یعنی میری امت کے اکثر منافق عالم ہوں گے۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں عالم فاسق تھے۔ سو اس امت میں بھی ان جیسے ضرور ہوں گے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ اوصاف جو دوسو سال کے بعد علماء میں پیدا ہوں گے اُن سے پناہ مانگو یقین کرلو کہ گناہ کے باعث دوزخ میں جانیوالا بہ عشق اور تقرب اور علم وعمل کی ریاکاری کے باعث دوزخ میں جانے والے سے آسائی میں ہوگا۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو دوزخ میں علانیہ جرموں کے باعث جائیگا وہ ریاکار سے آرام میں ہوگا۔ حبیب العجمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال نہ تھا کہ ہم ایسے زمانہ تک زندہ رہیں گے جس میں شیطان علماء سے کھیل کریگا جیسے لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں عبد العزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے بدمعاش آجکل کے علماء سے باحیا اور شرمگین ہوتے تھے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں بخدا مجھے ڈر ہے کہ جب قیامت کے دن آواز دی جائے گی کہ علماء فاسق کہاں ہیں تو میری نسبت بھی کہا جائیگا کہ یہ بھی ان میں سے ہے اس کو بھی پکڑ لو۔ ایک آدمی نے حماد بن زید سے کہا مجھے کچھ نصیحت کرو۔ آپنے فرمایا اس بات سے ڈرتے رہو کہ تمہارا نام علماء کی فہرست میں لکھا جائے سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ علماء سے تم ڈرو۔ اور مجھسے بھی ڈرو۔ کیونکہ اگر علماء میں سے میں اپنے دوست کی ایک انار کی نسبت مخالفت کروں یعنی میں کہوں کھٹّا ہے اور وہ اسے میٹھا تبلائے تو میں اس سے مامون نہ ہوں گا کہ وہ کسی ظالم بادشاہ کے پاس میرے قتل کی

کوشش کریں فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں کوشش کرتا ہوں کہ میرا
گھر عالموں کے گھر سے دور ہو۔ میرا اس سے کیا تعلق کہ جب مجھے آرام میں
دیکھیں تو حسد کریں اور اگر مجھسے کوئی غلطی ہوجائے تو پردہ دری کریں۔ ذوالنون
المصری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ علمار کے تقرب سے پرہیز کرو کیونکہ بسا اوقات وہ
تجھپر حسد کرکے جھوٹی تہمت دیا بہتان باندھینگے اور اسکو حلال بھی لینگے فضیل بن
عیاض فرماتے ہیں عالم قلیل لتقویٰ بہت ہی برا ہے اور لوگوں کو یہ کہنا بھی برا
ہے کہ فلاں عالم فلاں امیر کے روپے سے حج کو گیا ہے یا فلاں عورت کے مال سے
حج کو گیا۔ حدیث میں آیا ہے عنقریب میری امت پر ایک زمانہ آئیگا کہ لوگوں کا
نام سننا ان کے دیکھنے سے اچھا ہوگا۔ اور ان کی ملاقات ان کے آزمانے سے
بہتر ہوگی۔ کیونکہ اگر تم اُسے آزماؤگے تو اس کے عمل کو اور اسکو برا جانوگے فضیل
بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اپنے عالموں کی تعریف کس طرح کرتے ہو
حالانکہ انکی گردنیں موٹی اور ان کے لباس باریک اور انکی خوراک میدہ ہے بخدا
اللہ سے خائف کے واسطے خاکستر کا پھانکنا کافی ہے یوسف بن اسباط رحمہ اللہ تعالےٰ
فرماتے ہیں جب سفیان ثوری کا انتقال ہوا تو لوگ عالموں کو کہنے لگے اے قاریو
اب دین کو دنیا کے ذریعہ خوب کھاؤ۔ کیونکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ تو مرگئے
ہیں آپ تمام لوگوں سے بڑھکر علمار پر سختی کرتے تھے۔ اور بکثرت بحث مباحثہ کرتے
تھے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ علمار پر اُسوقت تک اللہ کی رحمت رہی
جتبک انھوں نے امرار کی طرف میلان نہیں کیا۔ اور جب وہ امرا کیطرف مائل ہوئے
تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور انپر ظالم لوگ مسلط کردیئے جنھوں نے انکو
سخت تکلیفیں دیں۔ اور ان کے دلوں میں رعب بھر دیا۔ فرقد سنجی رحمہ اللہ تعالےٰ
ہمیشہ ایک چادر پہنتے رہتے۔ تو ان کو حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تم چادر پہنکر

لوگوں پر فضیلت چاہتے ہو۔ کیونکہ مروی ہے کہ اکثر جہنمی چادروں والے ہیں
ایکدفعہ مالک بن دینار کو کسی نے کہا آپ جوان عالم عابد سے کیوں پرہیز کرتے
ہیں۔ آپنے فرمایا میں نے اکثر عالموں کو آزمایا ہوا ہے۔ حذیفہ بن یمان فرماتے
ہیں میں اس عالم کو بُرا جانتا ہوں جو امراء کے دروازوں پر جائے کیونکہ دنیا
میں وہ فتنوں کا مقام ہیں فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمکو
بادشاہوں سے اجتناب اس طرح سکھلایا جاتا جس طرح کوئی سورت قرآنی۔
سعید بن مسیب فرماتے ہیں جب تم کسی عالم کو بادشاہ کے ہاں جاتا دیکھو تو
جان لو کہ وہ چور ہے۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بادشاہوں کی
صحبت نہایت خطرناک ہے کیونکہ اگر تو ان کی طاعت کریگا تو دین کو خطرہ میں ڈالیگا
اور اگر ان کی نافرمانی کریگا تو نفس کو تکلیف میں مبتلا کریگا۔ پس ٹھیک یہی ہے
کہ تو اس سے ناواقف ہو اور وہ تجھسے۔ راوی کہتا ہے جب زہری نے بادشاہ سے
تعلق پیدا کیا تو زاہد ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں کہنے لگے تو نے ان کی وحشت سے
انس کیا۔ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جو فقط فرائض ادا کرے بادشاہ کے
پاس نہ جائے۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جو تمام دن روزہ رکھے اور رات بھر
قیام اور حج بھی کرے۔ مگر بادشاہ کے پاس جاتا ہو۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں جب تم کسی عالم کو بلا ضرورت قاضی کے پاس جاتے دیکھو تو اسے بھلا
خیال نہ کرو۔ اور نہ اسے سلام کہو۔ اور اسکے مذہب کو مشتبہ سمجھو۔ ضحاک بن مزاحم
فرماتے ہیں۔ میں ایک رات کامل ایسا لفظ تلاش کرتا رہا جس سے بادشاہ راضی ہو
اور اللہ تعالیٰ خفا نہ ہو لیکن نہ ملا۔ اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کو سا سے بُرے وہ ہیں
جو عالموں سے دور ہوں اور عالموں میں سے برے وہ ہیں جو امرا کے قریب ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

سلفِ صالحین کے بعض اخلاق جنکی پابندی کا ہمسے عہد لیا گیا ان میں سے ایک یہ ہے

کہ نفاق کو بالکل ترک کر کے عمل کرتے یہانتک کہ نیکی میں انکا ظاہر باطن یکساں ہوتا۔ ان لوگوں میں سے کسی کا ایسا کوئی عمل نہ ہوتا جس سے وہ آخرت میں ذلیل ہوں۔ ابو العباس خضر علیہ السّلام جب عمر بن عبد العزیز کو مدینہ شریف میں ملے اور عمرؒ نے ان سے نصیحت کا سوال کیا۔ آپنے فرمایا اے عمر اس بات سے بچنا رہ کہ ظاہر میں تو ولی اللہ معلوم ہو اور باطن میں اللہ جل جلالہ کا دشمن ہو کیونکہ جسکا ظاہر باطن یکساں نہیں وہ منافق ہے اور منافق لوگ آگ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ سخت روئے کہ ان کی ڈاڑھی بھی تر ہو گئی۔ حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو حیلہ گر ہوں گے یعنی آخرت کے عمل سے دنیا کمائیں گے۔ لباس تو ان کا بھیڑوں کی کھال سے ہوگا۔ اور انکی زبان شہد سے میٹھی ہوگی۔ اور دل بھیڑیوں کے سے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا وہ مجھپر دھوکا کھا رہے ہیں کیا مجھپر جرأت کرتے ہیں۔ مجھے اپنی قسم ہے میں بھی انپر ایسا فتنہ ڈالونگا کہ عقلمند کو حیران کر کے چھوڑیگا۔ مہلب بن ابی صفرہ فرماتے ہیں جس شخص کی باتیں اس کے فعل پر فضیلت رکھیں میں اُسکو ناپسند کرتا ہوں عبد الواحد بن زید فرماتے ہیں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کو جو مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ اسلئے ملا ہے کہ جو لوگوں کو کہتے ہیں سب سے پہلے خود کرتے تھے اور جس بات سے انکو روکتے ہیں سب سے بڑھ کر اس سے دور بھاگتے تھے کہتے ہیں ہمنے حسن بصری سے بڑھکر کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔ معاویہ بن قرہ فرماتے ہیں دل کا رونا آنکھوں

کے رونے سے زیادہ بہتر ہے۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ دل ہنڈیا کی طرح ہے
اور زبانیں چمچے کی شکل بس تم اپنے افعال سے بھی اسی طرح۔ خدا تعالیٰ کے بندے
بنو۔ جیسا تم اپنے اقوال سے بندگان خدا دکھائی دیتے ہو۔ مروان بن محمد رحمہ
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے سامنے کسی آدمی کی تعریف نہیں ہوتی۔ مگر میں اسے
تعریف سے کمتر پاتا ہوں۔ مگر وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ کو میں نے تعریف سے بڑھکر دیکھا
ہے۔ عتبہ بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جب انسان کا ظاہر باطن یکساں
ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ سچ مچ میرا بندہ ہے۔ ابو عبداللہ
انطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تمام عملوں سے افضل عمل پوشیدہ گناہ کی
ترک ہے کسی نے آپ سے پوچھا یہ کیوں کر آپ نے فرمایا اگر وہ پوشیدہ
گناہوں کو چھوڑیگا تو ظاہر کو بطریق اولیٰ ترک کریگا۔ نیز جس شخص کا باطن
ظاہر سے افضل ہے یہ اس کی بزرگی ہے۔ اور جس شخص کا ظاہر باطن یکساں
ہے یہ برابر ہے۔ اور جس کا ظاہر اچھا ہے وہ ظالم ہے۔ یوسف بن اسباط رحمہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی طرف وحی فرمائی۔ اپنی قوم کو سنادو
کہ اپنے عمل میرے پاس پوشیدہ بھیجیں۔ میں انہیں ظاہر کروں گا۔ ابو عبدالرحمٰن
رحمہ اللہ تعالےٰ اپنی مناجات میں فرمایا کرتے۔ افسوس میں نے لوگوں سے
امانت کا برتاؤ کیا۔ اور پروردگار تعالیٰ سے خیانت کا۔ کاش میرا طریق عمل
برعکس ہوتا۔ پھر خوب روتے۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو
دوسرے لوگوں کو ایسے کام کیلئے کہے کہ خود اس کی حالت وہاں تک نہیں
پہونچی تو وہ منافق ہے۔ مگر جب کوئی اس سے دریافت کرے اور فرماتے اس
بات سے بچو کہ دن کو نیک اور رات کو شیطان ہو۔ ابراہیم تیمی کا قول ہے کہ
میں نے اپنا کوئی عمل علم کے پیش نہیں کیا۔ مگر یہی نظر آیا کہ میں اپنے علم پر کاربند

نہیں ہوں۔ زبیر بن عوام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنی نیکیوں کیلئے پوشیدہ جگہ بناؤ۔ جیسے برائیوں کیلئے بناتے ہو۔ معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ مجھے کوئی ایسا شخص دکھا سکتا ہے جو رات کو روتا ہو۔ اور دن کو ہنستا ہو۔ یعنی اس قسم کے لوگ بہت کم ہیں۔ ابو امامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معیوب خیال کرتے جو لوگوں کی موجودگی میں مسجد میں روئے۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ ظاہر بغیر باطن کے اچھا ہونا پاخانہ کی طرح ہے جس کی بیرونی طرف خوب آراستہ ہو۔ اور اس کی اندرونی طرف بدبو اور پلیدی ہے۔ جو شخص اس مال پر فخر کرے جو اس نے پیدا نہیں کیا۔ تو اس کی کمائی اس کو جھٹلاتی ہے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو چاہے کہ صرف زبانی باتوں ہی سے لوگ اسے نیک شمار کریں بغیر اس کے کہ عمل میں نیکوں کی موافقت کرے۔ وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بادشاہ کی خاص دعوت میں بن بلائے جائے۔ جو بغیر عمل کے صرف باتوں ہی پر اکتفا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو سوائے عطا کے صرف وعدہ عوض دیگا۔ اس کی سزا کے لئے بلال بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کوئی پیر جھوٹ موٹ زہد کا مدعی ہو تو شیطان اس کے چاروں طرف ناچتا پھرتا ہے اور اس پر ہنستا ہے اور اس سے مسخری کرتا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کوئی آدمی خالص ایمان والا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب اُسے یقین نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھتا ہے اور پھر ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے قیامت میں شرمندہ ہو۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں اگر تم کو میرے وہ کرتوت معلوم ہوں جو تم سے علیحدہ دروازہ بند کرکے کرتا ہوں تو تم میں سے کوئی میرے پاس بیٹھنا بھی پسند نہ کرے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اس زمانہ کے قاریوں پر ریا غالب ہے لوگوں پر اپنی عبادت ظاہر کرتے ہیں

اور ان کے باطن کینہ، حسد، بغض سے بھرپور ہیں۔ اگر تم کو کسی مولوی سے
کام ہو تو اس کے پاس کسی مولوی کی سفارش نہ لیجاؤ۔ ورنہ سخت دل ہو جائیگا
ہاں اس کے پاس کسی امیر کی سفارش لیجاؤ۔ تمہاری ضرورت بہت جلد پوری
کردیگا۔ اے دوست تو اپنے ظاہر و باطن کی چھان بین کر کہ یکساں ہے یا نہیں
اور استغفار کر۔ کیونکہ جو باطن کے خلاف لوگوں پر ظاہر کرتا ہے وہ منافق ہے قیامت
میں منافقوں کے گروہ ہی میں اُٹھے گا۔ اس میں غور کر اور سب تعریف اللہ کیلئے ہے
جو پروردگار ہے تمام جہان والوں کا۔

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ حکام کے ظلم پر صبر کرتے۔ اور یقین کرتے کہ جس سزا کے ہم اپنے گناہوں کے
سبب مستحق ہیں۔ یہ اس سے کم ہے۔ صالح المری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
جب لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو تو جس طرح کی مصیبت میں وہ گرفتار
ہوں اس سے تعجب نہ کریں۔ عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں حجاج ثقفی اللہ
کی طرف سے گناہ کے مطابق مصیبت میں تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں جب تم کسی ظالم بادشاہ کے ساتھ مبتلا ہو جاؤ جس کے سبب تمہارے
دین میں رخنہ پڑ جائے تو تو اسے اپنے اور بادشاہ کیلئے کثرت سے استغفار کرکے پیوند
لگا۔ محمد بن یوسف کے بھائی نے آپکی طرف عمال کے ظلم کی شکایت لکھی تو آپنے اُسے لکھا
آپ ہی اس کے لائق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں جو حکومت کو اس کے حصول سے پہلے طلب کرے۔ اس سے حکومت بھاگ
جاتی ہے اور اس کا بہت سا علم ضائع ہو جاتا ہے۔ اور فرماتے کہ اپنے نفس سے
ستر سال مجاہدہ کئے بغیر کوئی حکومت کا طالب نہ ہو عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں جب

لوگ تم کو سردار بنائیں۔ تو تم حقیر ہو جاؤ۔ حجاج بن ارطاۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے حکومت کی محبت اور اس کی طلب نے قتل کر ڈالا النطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے حکومت ریا کی جڑ ہے۔ اور نفس کی معشوق اور شیطان کی آنکھ کی ٹھنڈک۔ ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حقیر ہو سردار نہ ہو کیونکہ ذلیل بچ سکتا ہے اور سردار چھوٹ نہیں سکتا۔ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حکومت کو وہی پسند کرتا ہے جو لوگوں کے عیوب کا ذکر پسند کرے۔ تاکہ وہ لوگوں میں ممتاز ہو جائے۔ اور وہ اس بات کو برا جانتا ہے کہ لوگ اس کے روبرو کسی کی تعریف کریں۔ پھر جس نے حکومت طلب کی اس نے اپنی صلاحیت سے منہ پھیرا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حکومت اور عورت کی محبّت کا چھوڑنا صبر سے بھی کڑوا ہے۔ میمون بن مہران فرماتے ہیں۔ تم کسی کو اپنے ساتھ چلنے یا اپنے ہمرکاب ہونے کیلئے مت کہو۔ کیونکہ اس میں ساتھ چلنے والے کے لئے ذلت اور لیجانے والے کیواسطے فتنہ ہے۔ اور فرماتے۔ سب سے پہلے جس کے ساتھ مسجد سے گھر تک لوگ جاتے تھے اور اگر وہ سوار ہوتا تو غلام اس کے آگے ہوتے اشعث بن قیس ہے تو لوگوں نے دیکھکر کہا اللہ تعالیٰ ظالم کو ہلاک کرے۔ اے دوست حکومت کی محبت سے بچتے رہو۔ اس کی بحث دیگر مقامات میں بھی آئیگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور سب تعریف اللہ کے لیئے ہے۔ جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے

کہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے۔ اور بڑے چھوٹے کی نصیحت اور سمجھانے پر ناراض نہ ہوتے۔ یہ عادات آجکل کے متکبر لوگوں کے مخالف ہیں۔ ایکدفعہ میں نے اس

زمانہ کے ایک ممبر کو نصیحت کی تو وہ مجھ سے مرتے دم تک نہ بولا۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کو جوان کا بوڑھے اور بوڑھے کا جوان کو نصیحت کرنا نہایت مرغوب ہے۔ اس کے ذریعہ تائب جوان اللہ تعالیٰ کا حبیب بن سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم کو جوانوں کی نسبت نیکی کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ نہایت نرم دل ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔ پس جوان میرے جلیس بنے۔ اور بوڑھوں نے میری مخالفت کی۔ لوگوں نے اس کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں۔ شعر

إِنَّ الْغُصُونَ إِذَا لَایَنْتَهَا اعْتَدَلَتْ ۔۔۔ وَلَنْ تَلِینَ إِذَا لَا یَنْتَهُ الْخَشَبُ

ترجمہ:۔ اگر شاخوں کو تم نرم کرو تو سیدھی ہو سکتی ہیں پس اگر خشک لکڑی کو نرم کرنا چاہو تو ہرگز نرم نہ ہوگی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جوان کم عبادت کرتے تھے لیکن جب آپ کا انتقال ہو گیا تو عبادت میں بڑھ گئے۔ اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہمیں نزول عذاب سے امن تھا۔ مگر اب آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے یہ امن دور ہو گیا۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں انسان اگرچہ دنیا میں دیر تک رہے۔ مگر جنت کی زندگی کے مقابل ایک سانس کے برابر ہے۔ اور جو شخص ایک سانس جس کے ذریعہ وہ دائمی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ ضائع کرے۔ تو وہ واللہ بہت نقصان میں ہے کعب الاحبار فرماتے ہیں۔ عابد جوان اللہ کو بوڑھے عابد سے محبوب ہے۔ ایک آدمی حذیفہ بن الیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے گذرا اس وقت حذیفہ کے گرد نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا یہ نوعمر تیرے گرد کیوں بیٹھے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ جوانی ہی میں بھلائی ہے

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا مقولہ نہیں سنا۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ ترجمہ:۔ کفار کہنے لگے ہم نے ان بتوں کا تذکرہ کرتے ایک نوجوان کو سنا ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔ نیز فرمایا اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ ترجمہ:۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور فرمایا۔ قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ترجمہ:۔ موسیٰ نے اپنے نوجوان ہمراہی سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لا۔ علاوہ ازیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انبیا جوان ہی مبعوث کئے ہیں۔ زبور میں ہے کہ ستر سال کی عمر کو کوئی نہیں پہونچتا مگر بغیر بیماری کے ہی شکایت کرتا ہے۔ محمد بن حسان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم اپنے آپ سے موجودہ سال میں گذشتہ سال کے مطابق عمل کی درخواست نہ کرو۔ کیونکہ انسان ہر روز کمی میں ہوتا ہے۔ ایک عمر رسیدہ سے کسی نے کہا تیرا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا میرے ساتھ والا مجھسے سبقت لیجاتا ہے اور جو میرے پیچھے ہوتا ہے وہ مجھسے آن ملتا ہے۔ جو نیک بات سنتا ہوں اُسے بھول جاتا ہوں۔ جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو زمین مجھسے قریب رہتی ہے۔ اور جب بیٹھتا ہوں تو دور ہو جاتی ہے۔ ایک چیز دو نظر آتی ہیں۔ اور جو مجھے سفید اچھی معلوم ہوتی تھی وہ سیاہ رنگ ہو گئی ہے۔ اور جسے میں سیاہ چاہتا تھا وہ سفید ہوا جاتا ہے۔ اور جس چیز کو نرم پسند کرتا تھا وہ سخت اور جسے سخت چاہتا تھا وہ نرم ہو گئی ہے اے دوست اس بیان کو یاد رکھ اور جوانی کو غنیمت شمار کر۔ بڑھاپے کو کثرت استغفار سے پیوند لگا۔ شاید اس طرح تو اپنی میٹھی مراد کو پہنچے۔ اور سبحان اللہ اسی طرح پہلے کے نیک لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ چھوٹوں کیساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے۔ چہ جائیکہ بزرگ ہوں وہ عزیز و اقارب تو بجائے خود غیروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے۔ اور عالم کے

تو کیا کہنے جاہل سے مہربانی برتاؤ کرتے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ و
ہارون کو فرمایا ہے قُولَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی فرعون سے نرم کلامی سے پیش
آؤ۔ حالانکہ فرعون اعلیٰ درجہ کا بدکار کافر تھا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ علوم تربت
زیادتی ادب پر موقوف ہے۔ اور ادب فی الاصل اپنے میں نقص اور دوسرے
کو باکمال سمجھنے کا نام ہے بے ادب کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دوست کا دوست کو تیز نظر سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے میمون بن مہران
جب کسی دعوت میں بلائے جاتے تو لڑکوں اور مساکینوں میں بیٹھتے۔ اور
دولتمندوں سے علیحدہ رہتے۔ سعید بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جب
کوئی کسی غیر موجود صفت پر تعریف کرتا ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں
ایک ناواقف نے آپ کو او گنجے کرکے پکارا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا اے دوست
فرشتوں کی لعنت کی تجھے ضرورت نہ تھی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں۔ سب سے بڑھکر عارف الٰہی وہ ہے جو اہل کلمہ کی زیادہ تعظیم کرے بکر بن
عبد اللہ مزنی فرماتے ہیں جب تم کسی اپنے دوست سے بڑے کو دیکھو تو اسکی
تعظیم کرو۔ اور یقین کرو کہ وہ تمسے پہلے اسلام لایا۔ اور نیک عمل کئے۔ اور اگر اپنے
سے چھوٹے کو دیکھو۔ تو بھی اس کی تعظیم کرو۔ اور یقین کرو کہ تم اس سے پہلے
گناہ کرنے لگے ہو۔ اور اگر لوگ تیری تعظیم کریں تو اسے اللہ تعالیٰ کا احسان
سمجھو۔ اور یقین کرو کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ اور اگر تیری ذلت کریں
تو جان لے کہ تیرے کسی گناہ کے باعث ہے۔ اور اگر تو اپنے پڑوسی کے کتے
کو پتھر مارے تو تو نے گویا اپنے ہمسایہ کو تکلیف دی۔ وہب بن منبہ فرماتے
ہیں۔ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بکثرت سوال کرنے شروع
کئے اور سوالوں کو پیچیدہ بنایا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ہی دن میں

موسیٰ کی تعظیم کے لئے ہزار نبی پر وحی نازل فرمائی تاکہ موسیٰ کے مددگار ہوں۔ پس تمام لوگ ان نبیوں کی طرف مائل ہوگئے اس سے موسیٰ علیہ السّلام نے غیرت کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام کو ایک ہی دن میں مار ڈالا۔ چونکہ انبیاء کی غیرت بھی نیکی ہے۔ کیونکہ انبیاء اپنی عصمت کی تحصیل حظ نفسانی کرنے سے بری ہیں۔ اور ان انبیاء کا مارنا عقوبۃً نہ تھا۔ بلکہ محض مقدر کے مطابق تھا کہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کی امداد کے بعد ان کی اجل پوری ہو جائے گی۔ محمد بن واسع فرماتے ہیں۔ انسان مقام احسان تک اس وقت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک وہ ہر ایک اپنے دوست سے احسان نہ کرے۔ خواہ ان کی صحبت ایک گھنٹہ ہی ہو۔ آپ بکری کو جب فروخت کرتے تو خریدار کو اس کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید کرتے۔ اور کہتے یہ ہمارے پاس کچھ عرصہ رہی ہے حاتم اصم رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ لوگوں نے اخلاق میں تین باتیں چھوڑ دیں۔ اول۔ دوستوں سے حسن اخلاق کی قدر کرنا۔ دوم۔ ان کے عیوب کو پوشیدہ رکھنا۔ سوم۔ ان کی تکلیف کا برداشت کرنا۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وہ قوم نہایت بری ہے۔ جس میں اگر مسلمان مالدار ہوں تو ان کی تعریف کریں۔ اور اگر تنگ دست ہوں تو ذلیل جانیں۔ کوئی کم عمر عمر رسیدہ کے آگے ہو کر نہیں چلتا۔ مگر اس کو نیکی سے محروم ہونے کی سزا ملتی ہے۔ لوگوں نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ایک آدمی کی تعریف کی۔ اور بیان کیا کہ وہ مالیدہ کھجور روغنی کا نہیں کھاتا۔ انہوں نے کہا اس کے چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی صلہ رحمی کی طرف غور کرو۔ اور اس کے غصہ پینے اور ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کو دیکھو۔ اور یتیم اور رانڈ عورتوں کے معاملہ اور دوستوں کے تعلقات میں تامل کرو۔ احمد بن حرب رحمہ اللہ تعالےٰ

فرماتے ہیں جو لوگوں کو نیکی سکھلائے اور ان کو راہ راست پر لائے۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے چند آدمی مزدوری کیلئے مقرر کئے ہوں جو اس کے کام کو اس کی زندگی اور بعد از مرگ دن رات سرانجام دیتے رہیں یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالےٰ نے ایک آدمی کی نسبت سنا کہ وہ مال کا آرزومند ہے۔ آپنے اس سے دریافت کیا تو مال کو کیا کریگا۔ اس نے کہا مساکین کو دونگا آپنے فرمایا مفلسوں کا بوجھ تو خدا پر ہی رہنے دے تاکہ تو ان کو اچھا سمجھتا رہے ورنہ جب ان کا بوجھ تجھ پر ہوا تو تو انہیں بُرا جاننے لگیگا۔ اور وہ تجھے بھاری معلوم ہوں گے۔ نیز فرمایا۔ تیرا مسلمان بھائی کی تعظیم کرنا یہ ہے کہ جب دوسرے شہر میں اس کا کوئی ماتم ہو جاوے تو تو اس کی تعزیت کو سفر کرے۔ ابو معاویہ اسود شام سے مکہ معظمہ میں فضیل کے لڑکے علی کی تعزیت کو آئے اس سفر سے ان کو نہ حج کرنا مقصود تھا نہ عمرہ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں جسے یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت میں نار جہنم سے محفوظ رکھے اسے مسلمانوں پر رحم کرنا ضروری ہے۔ محمد بن منکدر رات کو قیام فرمایا کرتے لیکن جب انکی والدہ صبح تک پاؤں دبانے کو کہتیں تو یہ ان کو نماز سے افضل معلوم ہوتا چنانچہ علماء نے مرشد کے حق میں بھی یہی فرمایا ہے کہمش بن حسن رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میں اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور اسکا پاخانہ اُٹھاتا تھا تو سلیمان بن علی نے میرے پاس ایک تھیلی بھیجی اور کہلایا کہ اس روپے سے ماں کی خدمت کے لئے ایک خادم خرید ے میں نے انکار کر دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ میری والدہ نے میرے بچپن میں کسی اور سے میری خدمت کروانا پسند نہیں کی۔ ایسا ہی میں بھی بڑا ہو کر اس کی خدمت دوسرے پر سپرد کرنے پر راضی نہیں ہوں مورق عجلی اپنی والدہ کا سر دیکھا کرتے اور دوسرے کو نہ دیکھنے دیتے حسن

بصری رحمہ اللہ تعالے آیت وَلَا تَقُل لَّھُمَا اُفٍّ ترجمہ: یعنی والدین کو اُف بھی نہ کہو۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب والدین عمر رسیدہ ہو جائیں تو تم ان کے پاخانہ وغیرہ کے اٹھانے کا متکفل ہو۔ جیساکہ وہ اس کے بچپنے میں کفیل رہے تو انکو اُف نہ کہے اور نہ انکو جھڑکے اور نہ اس کی بدبو سے ناک پکڑے جیساکہ وہ پکڑا نہیں کرتے تھے۔ عنقریب اس خلق کا بیان دیگر مقامات میں بھی آئیگا جو اپنے والدین کو نام لیکر آواز دے اس نے نافرمانی کی۔ ہاں اے میرے باپ اور اے میری ماں کہہ کر پکارے اگر اپنے والدین کے آگے چلیگا تو بھی نافرمانی ہوگی۔ مگر جب انکے سامنے سے تکلیف دہ اشیاء کو ہٹایا جائے۔ اور اسی طرح صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ دوستوں کے اکثر حالات دریافت کرتے رہتے۔ یوں ہی بیکار نہیں۔ بلکہ تاکہ ان کو کھانے کپڑے نقد ادائے قرض وغیرہ امور میں امداد کرتے رہیں۔ لیکن اب یہ خصلت کالعدم ہوگئی ہے۔ بلکہ لوگ اس کے برخلاف چل رہے ہیں۔ اکثر دفعہ لوگ اپنے دوست سے پوچھتے ہیں کہ تم کیسے ہو۔ تو وہ جواباً کہتا ہے اچھا ہوں الحمد للہ اور اصل حقیقت مخفی رکھتا ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ میرے دوست کو میرا غم نہیں۔ نیز دوست کا حال دریافت کرنا بھی ایک کلمہ ہے جسکی عادت ہوگئی ہے۔ اس کا کچھ نتیجہ نہیں۔ چنانچہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ لوگ چلتے چلتے دوست کی حالت دریافت کرتے ہیں۔ اور جواب کے منتظر نہیں ہوتے۔ نہ سائل جواب کے لئے ٹھیرتا ہے۔ اور نہ مسئول جواب دینے کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اسی واسطے حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے دوست کی امداد یا اس کے غم کی برداشت یا دعا کرنا نہیں چاہتے تو دوست سے اس کی حالت ہرگز دریافت نہ کرو کیونکہ یہ منافقت ہے حاتم

اصم فرماتے ہیں۔جب تم کسی دوست کا حال دریافت کرو اور وہ کہے میں فلاں چیز کا محتاج ہوں۔اور تم اس سے تغافل کرو۔اور اس کی ضرورت پوری نکرو تو اس کا حال دریافت کرنا اسکے ساتھ مسخری ہوگی۔یہ عادت آجکل دوستوں میں اکثر پائی جاتی ہے۔چنانچہ اسلاف ایک دوسرے کے حالات اسلئے دریافت کرتے تھے تاکہ غافل کو اللہ کے شکر کی ترغیب دیں۔تاکہ وہ اللہ کا شکر گذار ہو اور اسکو اور انہیں ثواب ملے۔حدیث میں آیا ہے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیریت دریافت کی۔آپنے فرمایا ان لوگوں کی نسبت اچھا ہوں جو بیمار پرسی نہیں کرتے اور نہ جنازے کیساتھ جاتے ہیں۔ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے خیریت دریافت کی گئی۔انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا ذلیل بندہ ہوں اور اسکے حکم کا محکوم ہوں ایسا ہی حسن بصری سے سوال ہوا کہ کیسے ہو تو آپنے فرمایا میں پکر خستہ مسلمان ہوں اللہ تعالےٰ کیساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ایسا ہی مالک بن دینار سے پوچھا گیا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے۔تو آپنے فرمایا مجھے معلوم نہیں جنت میں جاؤنگا یا دوزخ میں ایسا ہی امام شافعیؒ سے سوال ہوا کہ آپکا مزاج کیسا ہے۔تو آپنے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رزق کھاتا ہوں و اسکا شکر ادا نہیں کرتا یہی سوال عیسےٰ علیہ السلام سے ہو آپنے فرمایا میں جس چیز کی امید رکھتا ہوں اسکا مالک نہیں ورجس چیز سے ڈرتا ہوں اس کو ہٹا نہیں سکتا۔نیز میں اپنے کام کے بدلے گرو ہوں میرے تمام معاملات دوسرے کے ہاتھ میں ہیں۔سب سے زیادہ مفلس میں ہوں ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دریافت ہوا۔آپنے فرمایا میں ضعیف گنہگار ہوں اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتا ہوں اور اسکی نافرمانی کرتا ہوں۔ابی درداءؓ سے بھی یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اگر میں آگ سے بچ گیا تو اچھا ہوں ایکدفعہ مالک بن دینار سے سوال ہوا تو انہوں

نے کہا میری عمر کم ہوتی جاتی ہے اور گناہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ حامد لفاف سے پوچھا گیا تو آپنے فرمایا خیر و عافیت ہے تو حاتم نے کہا اے حامد خیر و عافیت اسوقت ہوگی جب پلصراط سے عبور ہوگا جنت میں داخل ہو جائینگے۔ تو حامد نے کہا آپنے ٹھیک فرمایا۔ اے دوست ان باتوں کو نگاہ رکھ کہ بامراد ہو۔ سُبحان اللّٰہِ وَالحمدُ للّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ

حق تبارک و تعالےٰ کے قرب اور ظہور کے بیان میں

تمام مخلوقات تاریکی ہے اور اسمیں حق کے ظہور نے اسکو منور کر رکھا ہے تو جس نے مخلوقات کو دیکھا اور اسمیں یا اسکے قریب یا اس سے پہلے یا اس سے پیچھے حق سبحانہ کا مشاہدہ نہ کیا تو اسکی نظر بصیرت سے انوار کا وجود فوت ہو گیا اور معارف کے آفتاب آثار کے بادلوں میں اس سے چھپ گئے۔ ف جاننا چاہیے کہ وجود یعنی ہستی نور عدم یعنی نیستی ظلمت اور تاریکی ہے تو تمام مخلوقات اپنی ذات کے اعتبار سے عدم محض ہیں یعنی مخلوقات کو صرف انکی ذات کے اعتبار سے اگر دیکھا جاوے تو کوئی شی نہیں حق تعالیٰ کے صفات کے ظہور نے انکو وجود بخشا ہے اور منور فرمایا ہے اسی وجہ سے یہ چیزیں وجود کے نور سے روشن و موجود نظر آتی ہیں پس فی الواقع موجود حقیقی ذات واحد ہے۔ اور دیگر مخلوقات کا وجود اسی کا فیض ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مخلوقات کے اندر وجود کی صفت انکی خانہ زاد اور ذاتی نہیں ہے اسکے بعد سمجھنا چاہیے کہ جن حضرات کی نظر بصیرت حقیقت بیں ہوگئی ہے انکے مشاہدہ کی صورتیں مختلف ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ انکی نظر جب مخلوقات پر پڑتی ہے تو اس سے پہلے خالق کا مشاہدہ کرتے ہیں یعنی تجلی حق کے غلبہ سے مخلوق انکی نظر سے غائب ہے۔ اول انکی نظر خالق پر ہوتی ہے اور اس سے استدلال کر کے خالق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور بعض کیلئے مخلوق اسکے جمال اور جلال کا آئینہ بنا دیا گیا ہے وہ مخلوق کے اندر یا مخلوق کیساتھ خالق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور جسکو مخلوق کے دیکھنے

سے خالق کے مشاہدہ کی کوئی قسم میسر نہو اور نظر صرف مخلوق ہی تک بہ اور آگے نہ بڑھے اس کو نور معرفت کا کوئی حصہ نہیں ملا اور معرفت کے اسرار جنکی روشنی مثل آفتاب کے ہے مخلوقات ظاہری کے بادلوں سے اس کیلئے چھپ گئے۔ باقی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مشاہدہ کی قسمیں اور انکی پوری حقیقت و تفصیل ذوقی و وجدانی امر ہے۔

حق سبحانہ کا تجھکو اپنے مشاہدہ سے ایسی چیز کیساتھ محجوب کرنا جو اس کیساتھ موجود نہیں ہے

اُسکے قہر و غلبہ کی بڑی دلیل ہے ف پہلے گذر چکا ہے کہ وجود حقیقی صرف ذات وحدہ لا شریک لہ کا ہے اور ماسوا اسکے سب حقیقتاً معدوم ہیں۔ اسلئے کہ اگر وجود میں کوئی اور شریک ہو تو یہ توحید خلاف ہے اسکے بعد سمجھنا چاہئے کہ کوئی شے دوسری شے سے پردہ اور حجاب میں اسوقت ہوا کرتی ہے جبکہ ان دونوں چیزوں میں کوئی تیسری شے حائل ہو مثلاً آفتاب ہماری نظر وں سے اسوقت غائب ہوگا کہ ابر یا اُفق اسکے اور ہمارے درمیان میں حائل ہو اور اگر کوئی شی درمیان میں نہو تو آفتاب ہمکو ضرور نظر آویگا پس شیخ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہوکہ دیکھو خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت اور اُسکے قہر و غلبہ کی یہ بڑی دلیل ہے کہ مخلوق کو اپنے دیکھنے سے ایسی چیز کیساتھ محجوب کردیا اور روکدیا کہ جسکا حقیقتاً کوئی وجود نہیں ہے بلکہ معدوم محض ہے اور وہ شے بھی مخلوقات ظاہرہ ہیں کہ لوگوں کی نظر بس انپر ہی ٹھہر جاتی ہے حالانکہ یہ معدوم محض ہیں اور جو موجود حقیقی ہے اس تک نظر نہیں جاتی حالانکہ جب کوئی شی درمیان میں حائل نہیں ہے تو عقلاً مشاہدہ موجود حقیقی کا ہونا چاہئے لیکن حق تعالیٰ کی قدرت اور قہر و غلبہ کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ کوئی چیز درمیان میں نہیں ہے اور پھر اپنے مشاہدہ سے لوگوں کو حجاب میں کردیا آگے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون پر دلائل متعددہ ذکر فرماتے ہیں کہ مخلوقات حق تعالیٰ کی ذات پاک کا پردہ اور حجاب عقلاً کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شے اسکے مشاہدہ کی آڑ بنجائے حالانکہ ہر ایک چیز کو عدم کی تاریکی

سے اسی نے ظاہر فرمایا ہے ف یہ بات کیسے ہو سکتی ہے اور کیسے خیال میں آسکتی ہے کہ کوئی شی مخلوقات میں سے حق تعالیٰ کے مشاہدہ کو روکدے اور اسکی آڑ بنجائے حالانکہ اسی نے تو ہر شے کو عدم کی

تاریکی سے نکالکر وجود کا نور بخشتا ہے پھر وہی شے اسکی چھپانیوالی کیسے بن سکتی ہو دیکھو آفتاب سے دنیا کی ہر شی روشن اور منور ہی پھر وہی منور سے بحیثیت نورانی ہونیکے آفتاب کا حجاب اور اسکا ساتر کیسے بنسکتی ہی۔ یہ کیونکر خیال میں آسکتا ہے کوئی شے اسکے مشاہدہ کا پردہ ہو جائے حالانکہ وہ ہر ایک چیز کیساتھ ظاہر ہے۔ ف. کوئی شے اسکے مشاہدہ کو کیسے روک سکتی ہے حالانکہ وہی ہر شے سے ظاہر ہے یعنی ہر شے اسکے وجود پر دال ہے پھر جو شے کسی چیز کی دلیل ہوتی ہے وہ اسکی ساتر اور حاجب کیسے بن سکتی ہے۔ وہ تو اس پر دلالت کرنیوالی ہے۔ نہ کہ مخفی کر دینے والی۔

کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شے اس کے مشاہدہ کو روکدے حالانکہ ہر ایک چیز میں اسکا جلوہ ظاہر ہے۔ ف جاننا چاہیئے کہ تمام مخلوقات حقتعالی کے اسماء و صفات کے آثار ہیں اور ہر شے کے اندر اسکی صفات چمک رہی ہیں۔ ذی حیات شی اس کے اسم محی کا جلوہ ہی۔ اور میت اسکے اسم ممیت کا مظہر ہے اور عالم کے اندر اسکی صفت علم ہویدا ہے اہل عزت کے اندر اس کے نام معز کا اثر ہے غرض جس شے پر نظر پڑے اور جس شی کی طرف جاویگا وہ اسی کی صفات کا مظہر نظر آوے گی۔ پس وہ کونسی شے ہوئی جو اس کی آڑ بنجاوے اور اسکے مشاہدہ کو روکدے۔

کیونکر خیال میں آسکتا ہے کوئی شے اسکے مشاہدہ کو حاجب ہو جاوے حالانکہ ہر ایک چیز کیلئے اسکی تجلی ظاہر ہے ف جاننا چاہیئے کہ تجلی حق ہر شے پر ہے اور ہر شی کو بقدر اسکی تجلی کے اس کی معرفت ہے اسی وجہ سے ہر شے اسکی پاکی بیان کرنیوالی ہے اور اسکے حکم کے سامنے سر جھکانیوالی ہے. گو اس کی تسبیح اور طاعت کو ہم نہ سمجھیں پس جب وہ ہر شے کیلئے متجلی ہے تو کوئی شے اس کے مشاہدہ کو کیسے روک سکتی ہے۔

کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شے اسکی آڑ بنجائے۔ حالانکہ تمام موجودات کے وجود سے پہلے وہ ظاہر باہر ہے ف کوئی شے اس کی آڑ اور حجاب کیونکر بن سکتی ہے۔ حالانکہ تمام موجودات کے وجود سے پہلے وہ ظاہر ہے یعنی ظہور اسکی صفت ازلی ابدی ہے مخلوق کے وجود سے پہلے بھی ظہور کی صفت تھی۔ اور بعد میں بھی ہے۔ اور مخلوق کا ظہور خود اس کے اسم ظاہر کا پرتو

ف پھر کوئی شے کیسے اس کی حاجب ہو سکتی ہے۔

کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شے اسکے مشاہدہ کو مانع ہو حالانکہ وہ سب سے زیادہ ظاہر ہے

ف پہلے آچکا ہے کہ مخلوقات درحقیقت معدوم ہیں اور وجود حقیقی باری تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وجود عدم سے زیادہ ظاہر ہے پس حق تعالیٰ کا ظہور مخلوقات سے زیادہ ہے اور ظہور اسکے لئے حقیقتاً ثابت ہے۔ اور مخلوق کیلئے مجازاً و تبعاً و ظہور ذاتی ظہور عرضی سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور شدت ظہور ہی کے سبب سے عقول اُسکا ادراک نہیں کر سکتیں۔ جیسے موش کور اپنی ضعف بصارت کی وجہ سے آفتاب کی روشنی کا ادراک نہیں کر سکتی تو اس سے دن کی روشنی کا ظہور کم نہ کہا جاوے گا

کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ کوئی چیز اس کیلئے حجاب ہو سکے حالانکہ وہی اکیلا ہے اس کے ساتھ کوئی موجود نہیں۔ ف کوئی شے اس کا حجاب کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ وجود اسی ایک پاک ذات کا ہے۔ اور ماسوا اس کے حقیقتاً سب معدوم ہیں پس جب کوئی شے سوائے اس کی ذات کے موجود نہیں ہے تو کوئی شے کیسے اُسکا حجاب بن سکتی ہے۔

کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ کوئی چیز اسکے لئے حجاب ہو سکے حالانکہ ہر چیز کی نسبت تجھسے زیادہ قریب ہے ف حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی ہم انسان کی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں پس جب وہ ہمسے ہماری جان جو سب سے زیادہ ہمارے قریب ہے اس سے بھی قریب ہے تو کوئی دوسری شی اسکی آڑ کیسے بن سکتی ہے اگر آڑ ہے تو ہمارا وجود ہی ہے۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست   تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شے اسکے لئے حجاب ہو سکے۔ حالانکہ اگر وہ نہوتا تو کسی چیز کا وجود نہ ہوتا ف جبکہ ہر شی کا وجود اسی کی ذاتِ پاک سے ہے اور اگر وہ نہ ہوتا تو کسی چیز کا وجود نہ ہوتا تو کوئی شے کیسے اس کا حجاب بن سکتی ہے۔

اے لوگو تعجب ہے عدم میں وجود کیونکر ظاہر ہوا۔ اور قدیم کیساتھ حادث کسطرح ثابت رہسکے ف تعجب کی بات ہے کہ سوائے اس کی ذات پاک کے جب سب باطل اور عدم محض ہیں اور وجود

اسی کا ہے تو عدم میں وجود کا ظہور کیونکر ہوا اسلئے کہ وجود اور عدم تو آپسمیں ایک دوسرے کی ضد ہیں پھر انکا اجتماع کیسے ہو سکتا ہے اور تعجب ہے کہ قدیم کیساتھ حادث کیسے ٹھہر سکتا ہے اسلئے کہ قدیم حق ہے اور حادث باطل ہے اور حق کے وجود کیساتھ باطل کہاں رہسکتا ہے چنانچہ ارشاد ہے قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا - اور ارشاد ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اور لبید شاعر کا قول ہے جسکی تصدیق حضرت نبویہ سے ہو چکی ہے ع اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ حکم کے شارح لکھتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں کوئی مضمون سوائے اس مضمون کے نہ ہوتا تو یہی کافی شافی تھا

حق جل علا حجاب میں نہیں ہے صرف تو اپنی نفسانی صفات کی وجہ سے اسکے مشاہدہ سے روکا گیا ہے کیونکہ اگر کوئی شے اسکے حجاب کیلئے ہوتی تو اسکو ڈھانپتی اور اگر اسکے لیے کوئی ڈھانپنے والی چیز ہوتی تو اسکے وجود کو احاطہ کرتی اور ہر ایک احاطہ کرنیوالی شے غالب ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالی سب پر غالب ہے

ف حق تعالے شانہ اپنی ذات وصفات سے ظاہر ہے اور اسکا جلال و جمال ہر شی اور ہر جگہ روشن ہے کسی نوع سے وہ پردہ میں نہیں ہے بس روک اور پردہ ادھر سے نہیں یہ غفلت اور حجاب مخلوق کی جانب سے ہے کہ بصیرت باطنیہ کے سامنے نفسانی صفات حائل ہو رہی ہیں تو اگر اسکا جلال وجمال مشاہدہ کرنا چاہو تو مجاہدہ اور ریاضت و اعمال صالحہ ذکر و شغل و اتباع شیخ کامل سے ان صفات نفسانی کے پردہ کو اٹھادو دیکھو پھر تمکو سوائے حق کے کچھ بھی نظر نہ آئے اور ادھر سے حجاب کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ اگر کوئی شے اس کے لئے پردہ اور حجاب ہو تو وہ شے اس کو ڈھانپے گی - اور جو چیز ڈھانپنے والی ہے وہ جس چیز کو ڈھانپتی ہے اسکے لئے محیط ہوتی ہے جیسے چادر زید کو اپنے احاطہ میں لیتی ہے اور احاطہ کرنیوالی شی غائب ہوتی ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو شی خدا تعالے کی حاجب اور پردہ ہو اور وہ اس میں سما جائے - حالانکہ اللہ تعالی سب پر غالب اور ہر شے کے لئے محیط ہے -

نور عقل اور علم الیقین تجھکو اسکے قرب کا مشاہدہ کراتا ہے اور علم اور عین الیقین اس کے وجود کے سامنے تجھکو تیرا عدم مشاہدہ کراتا ہے اور نور حق اور حق الیقین صرف اسکے وجود کا مشاہدہ کراتا ہے

نہ تیرے وجود کا نہ تیرے عدم کا ف سالک جب طلب مولیٰ میں مشغول ہوتا ہے اور تمام طاعات بجالاتا
ہے اور ذکر لسانی و قلبی حسب ہدایت شیخ کامل کے کرتا ہی تو اسکے کشود کار اور قلب کی کشادگی کی
صورت یہ ہوتی ہی کہ اس کو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ایک نور قلب میں القا فرماتا ہے کہ جسکو
نور عقل اور علم الیقین کہتے ہیں کہ اس نور سے سالک اپنے رب کا قرب مشاہدہ کرتا ہی یعنی اسکے قلب کو ذوقی
و وجدانی طریقہ سے یہ امر ہر وقت پیش نظر ہوتا ہی کہ میں اپنے مولیٰ حقیقی کے سامنے حاضر ہوں اور اسکا
اثر یہ ہوگا کہ نفس کی طاعت سے سرکشی جاتی رہیگی اور اس کی کدورات و اخلاق ذمیمہ کا غلبہ
مٹ جائیگا اور حیا کا غلبہ ہوگا اور منہیات سے پرہیز اور اوامر کی بجا آوری میں مستعد ہو جائیگا جب
اس حالت کا رسوخ ہو جاتا ہی تو اسکے بعد دوسرا نور قلب میں حق تعالیٰ عطا فرماتا ہے کہ اس کو نور علم
اور عین الیقین بھی کہتے ہیں اس نور سے سالک اپنے آپکو سوائے حق تعالیٰ کے سب کو اور اپنے نفس
کو معدوم اور لاشی دیکھتا ہی یعنی پہلے نور کے بعد تو حالت یہ تھی کہ سالک اپنے آپکو حق تعالیٰ کے سامنے
حاضر دیکھتا تھا جس سے یہ نکلا کہ اپنا وجود سالک کی نظر کے سامنے تھا اور اسکے نور کے بعد یہ کیفیت
ہوتی ہی کہ اپنا اور ہر شی کا عدم اور ذات واحد کا وجود نظر کے سامنے ہوگا اس مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہی کہ
مخلوق میں سے کسی شی پر اعتماد اور سہارا اسکو نہیں ہوتا اور نہ مخلوق کی طرف التفات ہوتا ہے اس مقام
پر پہنچکر تفویض اور توکل اور رضا بہ قضا و تسلیم کا درجہ بندہ کو نصیب ہوتا ہے اسکے بعد تیسرا نور قلب میں آتا ہے
اسکو نور حق اور حق الیقین کہتے ہیں اس نور سے سالک صرف ذات مقدسہ کا مشاہدہ کرتا ہے
اپنا اور کائنات عالم کا نہ موجود نظر میں ہوتا ہے اور نہ عدم یعنی اس نور سے پہلے اپنا اور ہر شے کا معدوم
ہونا پیش نظر تھا جس سے یہ نکلتا ہی کہ اپنا علم ابھی تک نفس کو ہے گو اس اعتبار سے ہی کہ میں
معدوم ہوں اور ابھی تک فنا میسر نہیں تھا فنا ناقص تھا اسلئے کہ اپنے فانی اور معدوم ہونیکا
علم بھی پردہ ہی فنا کامل یہ ہی کہ فنا ہو اور اس فنا ہونیکا علم بھی نہو۔ یہ اس تیسرے نور کے بعد
میسر ہوگا کہ اس وقت سالک نہ اپنے نفس کو موجود دیکھتا ہے نہ معدوم محض حق کے مشاہدہ میں
محو ہوتا ہے اور نہ کائنات عالم کا نہ اثباتاً نظر میں رہتی ہی نہ نفیاً یہ فنا کامل ہی اسکے بعد پھر بقا کا مرتبہ ہی

یعنی اس مقام سے اسکو التفات الی الخلق کی طرف واپس کیا جاتا ہے جسکا کچھ بیان پہلے گذر چکا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیشہ سے تھا۔ اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا

ف اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اس لئے کہ قدیم ہے مخلوقات کے ظہور سے پہلے جیسا واحد یکتا تھا اور کوئی شئی وجود میں اسکی شریک نہ تھی وہ اس وقت بعد ظہور مخلوقات کے بھی اسی صفت پر ہے یعنی وحدہٗ لاشریک لہ ہے کوئی وجود میں اسکا شریک نہ پہلے تھا نہ اب ہے مقصود یہ ہے کہ فنا کامل جس صاحب دولت کو میسر ہو اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ سوائے مولیٰ کے کسی شئے کو اسکے ساتھ نہیں دیکھتا نہ اپنے نفس کو اور نہ کسی اور کو تو اس فنائے کامل کے بعد جو اسکی یہ حالت ہوئی ہے کہ سوائے مولیٰ کے کسی کو نہیں دیکھتا تو یہ بات نہیں کہ اللہ تعالےٰ کیلئے اب یہ صفت ثابت ہوئی ہے وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے لیکن یہ سالک حجاب میں تھا۔ اسلئے اس کے ساتھ دوسری شئی دیکھتا تھا اب وہ حجاب دور ہو گیا۔ اس لئے ادراک اسکا صحیح ہو گیا۔

بڑا سخت تعجب ہے کہ جس سے کسی طرح جدا نہیں ہو سکتا اس سے بھاگتا ہے اور جس کیساتھ کسیطرح نہیں رہ سکتا اسکو طلب کرتا ہے فی الحقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں ف بڑے تعجب کی بات ہے کہ انسان اپنے مولیٰ حقیقی سے کسی وقت اور کسی طرح جدا نہیں ہو سکتا۔ جدائی محال ہے تو ایسی ذات سے بھاگتا ہے یعنی اپنے نفس کا اتباع کرتا ہے۔ اور جو اعمال مولیٰ سے اسکو قریب کریں انکو چھوڑتا ہے اور جس شئی کیساتھ کسی طرح باقی نہیں رہ سکتا یعنی دنیا اور نفس اسکو طلب کرتا ہے اور یہ سخت حماقت ہے حقیقت میں ان لوگوں کی آنکھیں تو اندھی نہیں۔ خوب دیکھتے ہیں۔ ہاں دل کی آنکھ پھوٹ گئی۔ دل اندھے ہو گئے۔ ورنہ یہ برعکس معاملہ نہ کرتے

عباد اور زہاد باین وجہ کہ ہر ایک چیز میں اللہ تعالےٰ سے محجوب ہیں ہر ایک چیز سے متنفر اور متوحش ہیں گر وہ ہر ایک چیز میں اسی کا جلوہ دیکھ لیتے تو کسی چیز سے متنفر نہ ہوتے ف عباد وہ لوگ ہیں جو اعمال صالحہ اور عبادت میں مشغول ہیں اور اسی کو ذریعہ قرب جانتے ہیں اور طریق محبت و معرفت سے آشنا

نہیں ہیں۔ اور زہاد وہ لوگ ہیں کہ جو دنیا اور دنیا کی تمام لذتوں کے تارک ہیں اور اسی کو حق تعالےٰ کے قرب کا واسطہ سمجھتے ہیں اور اہل محبت و معرفت کا ان اعمال پر بھروسہ ہے اور نہ کسی مباح لذت کے ترک کو ذریعہ حصول مقصد کا سمجھتے ہیں۔ عابدین زاہدین مخلوق کے ملنے جلنے اور دنیا کی مباح لذتوں سے نفرت کرتے ہیں اسلئے کہ وہ انکو اپنے مقصد کے اندر مخل جانتے ہیں۔ اور عارف کی نظر میں سوائے ہستی حق کے کوئی شی نہیں ہتی ماسوا حق کے سب فانی ہوجاتے ہیں۔ نہ ان کی نظر میں کوئی شی موجود ہے نہ معدوم ذات واحد کے کسی شی کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ جو شی انکے سامنے ہوگی اسمیں وہ حق اور صفاتِ حق کا جلوہ دیکھیں گے اسلئے انکو اس اعتبار سے نہ کسی شی سے نفرت اور وحشت ہوتی ہے اور نہ کسی چیز سے انس اور تعلق ہوتا ہے۔ مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان کے نفس میں انس و محبت اور نفرت و کراہت کی صفت ہی نہیں رہتی یہ تو محال ہے اسلئے کہ یہ تو خلقی امر ہیں بلکہ انکا انس و محبت اور نفرت و کراہت اور جملہ صفات للہ اور فی اللہ اور من اللہ ہوجاتی ہیں۔ اپنے نفس کا کوئی حصہ ان کے اندر نہیں رہتا بخلاف عباد اور زہاد کے کہ انکو محبت و انس کسی نیک بندہ یا نیک عمل سے اسلئے ہوگا کہ وہ اسکو اپنے نفس کیلئے نافع اور سبب قرب الٰہی جانتے ہیں۔ اور تنفر و وحشت اسلئے ہوگا کہ وہ اسکو اپنے لئے ضرر رساں اور سبب بعد کا گمان کرتے ہیں اور عارف کے اندر اپنے نفس کی کوئی مصلحت نہیں ہوتی نفس کے تمام اغراض اور حظوظ اور تعلقات ملیامیٹ ہوجاتے ہیں اور نہ کسی شی کا وجود اس کی نظر میں ہے اسلئے اس کے نفس میں اپنے واسطے نہ کسی چیز سے تعلق ہے اور نہ کسی شے سے وحشت پس ان حضرات کی تو وہ حالت ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ یعنی جو محبت کرے اللہ کیواسطے اور بغض رکھے اللہ کیواسطے اور دے اللہ کیواسطے اور روکے اللہ کیواسطے اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔ پس عابد زاہد بلا معرفت و محبت کے اپنے نفس میں گرفتار رہتا ہے اور ہر شے اس کیلئے حجاب ہوتی ہے۔ اسلئے اس سے تنفر و متوحش ہوتا ہے۔ اور عارف کے سامنے کوئی چیز ہی نہیں جو کچھ ہے حق ہی حق ہے۔ اس لئے وہ متنفر نہیں ہوتا۔

کسی ایسے موجود کے وجود نے جو قطعی اللہ تعالیٰ کے ساتھ موجود ہو اس سے محجوب نہیں
کیا لیکن ہاں وہمی وخیالی موجود کے وجود نے تجھکو اس سے محجوب کردیا۔ ف ذات مقدسہ باری
تعالیٰ سے جو لوگ محجوب اور پردۂ غفلت میں ہیں اور مخلوقات ومصنوعات سے ان کی نظر آگے
نہیں بڑھتی اور مشاہدۂ حق سے محروم ہیں تو یہ پردہ اور حجاب کسی موجود واقعی کا نہیں اسلئے کہ
موجود حقیقی تو سوائے اسکے کوئی بھی نہیں ہے ہاں وہمی وخیالی موجود کے وجود نے انکو غفلت میں ڈال
رکھا ہے کہ لاشی وعدم محض کو موجود جانکر موجود حقیقی کے مشاہدہ سے غافل ہوگئے اور عارف کی نظر
میں سوائے ہستی حق اور صفات کے آثار کے کوئی شی نہیں تمام عالم کو وہ صفاتِ حق کا سایہ اور
اثر جانتا ہے اسلئے یہ عالم اسکی نظر بصیرت کیلئے پردہ نہیں ہے جیسے درختوں کا سایہ دریا میں پڑتا
ہو تو کشتی کے چلنے کے وہ مانع نہیں ہوگا۔ ہاں جو کشتی بان ہی وہمی ہو اور درخت کے سایہ کو بھی
درخت جانے وہ رک جائیگا آگے نہ بڑھیگا۔ اور سمجھیگا کہ درمیان میں درخت حائل ہے کیسے آگے
چلوں یا جیسے کسی نے ہوا کا سناٹا سنا اور اسکو سمجھا کہ شیر دھاڑ رہا ہے اور اس خوف کیوجہ سے گھر سے
باہر نہ نکلا تو اس کو روکنے والی کوئی موجود شی نہیں ہے۔ بلکہ موجود شے کے خیال نے روکا۔

مخلوقات میں اگر اسکے جلوہ کی روشنی نہ ہوتی تو دکھائی نہ دیتی۔ اگر اسکی صفات کمال کا ظہور
ہوتا تو تمام مخلوقات نیست ونابود ہو جاتی ف کئی مرتبہ یہ مضمون گذر چکا ہے کہ تمام کائنات عالم
فی حد ذاتہ معدوم ہیں اور موجود حقیقی ذات واحد ہے یہاں بھی اس مضمون کو دوسری طرز سے
بیان فرماتے ہیں کہ مخلوقات جو تمکو دکھائی دے رہے ہیں تو یہ وجود حقیقی کا پرتو ہے ورنہ اگر اسطرف
ان پر وجود کی تجلی اور انعکاس نہوتا تو دکھائی نہ دیتے یعنی موجود ہی نہوتے اور اگر صفات کمال
کا عالم میں بلا حجاب ان مخلوقات کے جو فی حد ذاتہ عدم ہیں ظہور تام ہوتا تو مخلوقات تجلی با حجاب
کی تاب نہ لا سکتے۔ اور بالکل نیست ونابود ہو جاتے۔ چنانچہ کوہ طور پر تجلی ہوئی تھی تو وہ ریزہ ریزہ
ہو گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک تجلی تو ہے اضافہ وعطاء وجود
کی وہ اگر نہ ہوتی تو مخلوقات کا وجود نہ ہوتا اور نہ ان پر نگاہ پڑ سکتی۔ اسلئے کہ عدم محض نظر نہیں آیا کرتا

تو یہ اسی کی تجلی ہی جو عدم محض نظر آتا ہے اور انکو موجود کہا جاتا ہے۔ اور اگر بلا حجاب ان عدمیات کی تجلی ہوتی تو پھر ان مخلوقات یعنی عدمیات کا پتہ بھی نہ چلتا۔ اس لیئے حق کے آنے سے باطل اور ہالک کو تاب ٹھہرنے کی نہیں ہے۔

اس وجہ سے کہ وہ باطن ہی ہر چیز کو ظاہر کر دیا اور اسوجہ سے کہ وہ ظاہر ہی ہر چیز کے وجود کو لپیٹ دیا۔ ف حق تعالیٰ کے اسمار میں ظاہر اور باطن بھی ہی اور جیسے حق تعالیٰ کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہی اسیطرح صفات میں بھی کوئی شریک نہیں پس اسم باطن اس بات کو چاہتا ہی کہ بطون یعنی پوشیدہ ہونے اور چھپنے کی صفت میں کوئی اسکا شریک ہو پس وہ باطن ہی اسلئے ہر چیز کو ظاہر کر دیا تاکہ چھپنے اور پوشیدہ ہونے میں کوئی اسکا ساجھی نہ ہو اور ظاہر بھی اسکی صفت ہے یہ صفت اس بات کو چاہتی ہی کہ ظہور کی صفت میں بھی کوئی اُسکا ساجھی نہو اسی واسطے اپنے سوا ہر چیز کو چھپا دیا اور ہر شئی کے وجود کو لپیٹ دیا۔ یعنی وجود حقیقی میں شریک نہیں۔ پس ظاہر حقیقی اور باطن حقیقی وہی ایک ذات ہے اور دیگر اشیار کا ظہور اور بطون مجازی اور ظلی ہے۔

اور اس دار دنیا میں تجھکو اپنی مخلوقات میں تامل کرنیکا حکم فرمایا اور عنقریب ذات کاملہ دار آخرت میں تجھپر عیاں ہو گی ف اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں نظر اور تامل کرنیکا بندوں کو حکم فرمایا ہے تاکہ اس سے استدلال کرکے اسکی ہستی کا اقرار کریں اور اسکی صفات علم و قدرت و حکمت کو جانیں اور اعتقاد کریں اور اس اعتقاد کے راسخ ہونیکے بعد نظر بصیرت سے ان مخلوقات میں انکی صفات کے ظہور کا مشاہدہ کریں اور صفات میں فکر اور نظر کے بعد بصیرت سے ذات کا مشاہدہ کریں تو اس دار دنیا میں فقط اسی قدر حصہ تجلی کا بندوں کو ملسکتا ہی کہ قلب کی آنکھ سے مشاہدہ ذات مقدسہ کا ہو اور آخرت میں عنقریب ذات کاملہ کھلم کھلا کا انشاء اللہ تعالیٰ معاینہ نصیب ہو گا لیکن یہ رویت عیانی بھی دنیا کی تجلی کے بقدر نصیب ہو گی یعنی دنیا میں جس قدر تجلی جس کے حصہ میں ہے اسی مقدار سے آخرت میں رویت عیانی ہو گی۔

حق جل وعلا نے جانا کہ تو بدون اسکے مشاہدہ کے صبر نہیں کرسکتا تو اپنی مخلوقات کا تجھکو مشاہدہ

کر دیا۔ ف مومنین کو حق تعالیٰ کیساتھ بیحد محبت ہے کما قال تعالیٰ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ اور محبوب حقیقی سب کا اللہ تعالیٰ ہے اور سب اسکے محب ہیں اور محب کو بدون محبوب کے دیکھے قرار نہیں آتا۔ اور اس دنیا میں بلا حجاب حق تعالیٰ کی رویت دشوار ہے اسلئے کہ ہمارا وجود خاکی وعنصری اس کا تحمل نہیں ہے اور حق تعالیٰ کو علم تھا کہ میرے محب بندے بغیر میرے مشاہدہ کے صبر نہ کر سکینگے اسلئے اپنی ذات وصفات کا جلوہ اپنی مخلوقات کے پردہ میں دکھایا کہ نظر بصیرت سے بقدر حصہ کے ہر مومن کو یہ مشاہدہ حاصل ہے چنانچہ اعتقاد ہستی خالق میں تو سب ہی شریک ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا مشاہدہ ہے اور بعض پر زیادہ فضل ہوا ہے کہ انکو حالی اور وجدانی طریقہ سے نظر بصیرت سے ایسا یقین عطا فرمایا کہ جو مثل مشاہدہ عیانی کے ہے کہ جسپر دلیل قائم کرنے کی اصلا ضرورت نہیں ہے اس سے محبین کو تسلی ہو گئی اور اگر یہ نہوتا تو فنا وہلاک ہو جاتے اور آخرت میں بلا حجاب مشاہدہ ہوگا

جبتک تو مخلوقات میں خالق کا مشاہدہ نکرے انکا تابع ہے اور جب تو اسکا مشاہدہ کرے

تو مخلوقات تیرے تابع ہیں۔ ف جبتک مخلوقات میں حق تعالیٰ کی صفات وذات کا مشاہدہ نکرے اور قلب کی نظر مخلوقات تک ہی رہے اسوقت تک بندہ مخلوق کا تابع ہے جو مال اولاد میں مشغول ہیں اور وہ انکے تابع ہیں اور انکے ہی بندہ بنے ہوئے ہیں اور جو جاہ میں مشغول ہیں وہ اسکے مطیع ہیں اور جو واردات وحالات باطنہ وکرامات وجنت ودوزخ کے اندر مشغول ہیں اور وہ انکے اندر منہمک ہیں اور انکے ہی خادم بنے ہوئے ہیں اور جب مخلوقات بندہ کیلئے جلوہ گاہ حق بنجاوے اور غیر اللہ کا وجود اسکے تخیل میں نرہے تو مخلوقات اس بندہ کے تابع ہوجاتے ہیں اور وہ اس سے مستغنی ہوجاتا ہے مخلوق کے تابع ہونیکا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے دلمیں اسکی محبت ہوجاتی ہے اور ہر شی اس بندہ سے محبت کرتی ہے اور وہ کسی شی کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتا اور سب سے علیحدہ ہو کر اللہ کا ہو رہتا ہے۔

مخلوقات میں مشاہدہ جمال حق کو تیرے لئے مباح فرمایا اور مخلوقات کے ذوات کے مشاہدہ

پر توقف کی اجازت نہیں دی چنانچہ ارشاد میں کہ کہہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھو جو آسمانوں

میں ہی تیرے فہم کا دروازہ کھولدیا اور یہ نہیں فرمایا کہ آسمانوں کو دیکھو کیونکہ اجسام کے وجود پر رہنمائی ہو جاتی ف اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ مخلوقات میں ہمارے جلال و جمال کی صفات کا مشاہدہ کرو کہ تمام کلیات اور کیا جزئیات حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ و جمالیہ کا پرتو ہے اور مخلوقات کی ذات ہی پر اپنی نظر کے موقوف کر دیئے اور آگے نہ بڑھانے کا حکم نہیں دیا۔ اسلئے کہ ان کی ذات کا نظارہ اس کے مشاہدہ کا حجاب ہے۔ چنانچہ لوگ ان چیزوں کے نظارہ سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور حق کے مشاہدہ سے محروم ہیں اور دلیل اس مضمون کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ دیکھو وہ جو آسمانوں میں ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو آسمانوں میں صفات حق ہیں دیکھو اور یہ نہیں فرمایا کہ خود آسمانوں کو دیکھو اس فرمانے سے تیرے لئے فہم کا ایک بڑا دروازہ کھولدیا۔ اور تجھکو متنبہ اور خبردار کر دیا کہ مقصود نظر کا حکم فرمانے سے خود ان چیزوں کا مشاہدہ نہیں ہے بلکہ خالق کا مشاہدہ ہے اسلئے کہ اگر ان چیزوں کا مشاہدہ کرانا مطلوب ہوتا تو یہ اجسام کے وجود کی طرف رہنمائی ہوتی اور خالق اجسام کی طرف رہبری نہ ہوتی اور یہ اجسام اپنی ذات سے معدوم ہیں اور ذاتِ حق کے حجاب ہیں انکی طرف نظر کرنے سے مقصود خالق تعالیٰ شانہ کیطرف رستہ دکھانا ہے۔ نہ کہ خود ان کے وجود کی جانب کہ وہ وجود نظر حقیقت میں کوئی شی نہیں ہے۔

مخلوقات اس کے قول کن کیساتھ ثابت اور اس کی احدیت ذات کے سامنے نیست و نابود ہیں ف مخلوقات اپنی ذات سے کوئی وجود نہیں رکھتے انکا وجود ظلی مجازی ہے۔ حق تعالیٰ کے کن (ہوجا) فرمانے سے اسکا ثبوت ہے اور اگر اس کی ذات کی احدیت و یکتائی کی طرف نظر کیجائے اور مخلوقات کے مظاہرہ میں اسکے ظہور کیطرف نہ دیکھا جائے تو مخلوقات بالکل نیست و نابود ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مخلوق عین خدا ہوں یا خدا مخلوق میں حلول کرے نعوذ باللہ مخلوق مخلوق ہے اور خالق خالق ہے حقیقت یہ ہے کہ جب حال اور ذوق نصیب نہ ہو نرے عقل سے حق الامر کا واضح ہونا محال ہے اور جب ذوق کا کوئی حصہ اللہ تعالیٰ بندہ

کو عطا فرمائے اس وقت سب صاف ہے۔

جس نے حق جل وعلا کی معرفت حاصل کی اس نے ہر چیز میں اسکا مشاہدہ کیا اور جس نے

فنا کا مرتبہ حاصل کیا وہ ہر چیز سے غائب ہوگیا اور جس نے اسکو محبوب بنایا اس نے کسی کو

اسپر اختیار نہیں کیا ف اس کلام میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ معرفت فنا محبت کو بیان فرماتے ہیں

کہ جسکو یہ تین مقام حاصل ہوں اسکی علامت کیا ہے اور یہ تینوں مقام علی سبیل الترتیب ہیں یعنی

اعلیٰ مقام معرفت کا ہے اور اس سے کم فنا کا اور اس سے کم محبت کا ہے فرماتے ہیں کہ جس نے حق جل وعلا

شانہ کی معرفت حاصل کی یعنی حقتعالیٰ نے اپنے فضل سے اسکو عارف کامل بنایا تو اسکی شان

یہ ہوتی ہے کہ کوئی شے مخلوق میں سے اسکو مشاہدۂ حق سے نہیں روکتی جیسے کہ عوام کو روکتی ہیں

اور نہ یہ ہوتا کہ وہ ہر شی کو معدوم دیکھے کہ یہ شان اس شخص کی ہے جو مقام فنا میں ہو اور بقا کا مقام

اسکو نہ ملا ہو۔ اور عارف چونکہ ہر شی سے فانی اور حق وصفات کے ساتھ باقی ہوتا ہے اور مخلوقات سب

صفات کے آثار ہیں اسلئے سب کو دیکھتا ہے لیکن اسکی نظر عوام کی طرح ان اشیاء پر ٹھیری ہوئی نہیں

ہوتی بلکہ وہ عالم کے ہر ذرہ میں اسکی صفات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جو فنا کے مقام میں ہے اسکی

نظروں میں کوئی شی نہیں ہوتی۔ سب سے غائب ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے وجود سے بھی غائب ہوجاتا

ہے۔ دیکھو دنیا میں اگر کسی شی کیساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کی نظروں میں ہر وقت وہی سمائی رہتی

ہے۔ دوسری چیز باوجود سامنے ہونے کے نظر نہیں آتی۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو محبوب بنایا

اور ابھی تک فنا تک نہیں پہونچا تو اسکی نظر میں وجود دوسری اشیاء کا تو ہوگا لیکن حق تعالیٰ پر

کسی شی کو اختیار نہ کریگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کو سب چیزوں پر مقدم رکھیگا اور اپنے ارادہ

وشہوت کو پس پشت ڈالدیگا پس یہ علامتیں اور حقیقت ان تینوں مقام کی ہے۔

حق جل وعلا شانہ کو تجھسے عرف نہایت قرب نے محجوب کر دیا۔ حق جل وعلا صرف اپنے

نہایت ظہور کے سبب محجوب ہوگیا اور اپنے نور کی عظمت کے سبب آنکھوں سے مخفی ہوگیا ف اس مقام پر

شیخ علیہ الرحمۃ نے تین وجہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کے مدرک نہونیکی بیان فرمائی ہیں اول تو قرب کی

شدت چنانچہ پہلے یہ مضمون گذر چکا ہے کہ قرب حقیقی مخلوق کیساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور وہ قرب اسدرجہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کیساتھ اس کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور ادراک کسی شئی کا اُسوقت ہوتا ہے کہ جب وہ شئی من وجہ قریب اور من وجہ بعید ہو دیکھو اگر کوئی شئی تمسے کئی میل کے فاصلہ پر ہو نہ تو اسکو دیکھ سکو گے۔ اور جو آنکھوں کے بالکل قریب کر لوگے اس وقت بھی نہ دیکھ سکو گے۔ اسی طرح ادراک باطنی کا حال ہو پس جب حق تعالیٰ کو بندہ کیساتھ اسکی ذات سے بھی زیادہ قرب ہے تو قوۂ مدرکہ خواہ چشم ظاہری لی جاوے یا ادراک باطنی ذات کے اندر آ گئی ہیں اور اک کی کیا صورت ہی اسلئے حق تعالےٰ کی ذات پاک کو کوئی شخص بھی ادراک نہیں کر سکتا اور جو ادراک بندگان خاص کو حاصل ہوتا ہی تو جو کچھ انکے ادراک کے ماتحت میں آوے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس سے بھی زیادہ قریب ہے انکا ادراک ابھی بہت دور ہی پس شدت قرب سبب حجاب بن گئی ایک وجہ تو حق تعالےٰ کے مدرک نہ ہونیکی یہ ہوئی۔ دوسری اور تیسری وجہ یہ ہی کہ حق تعالےٰ کی ذات پاک کا ظہور ہر شئی سے زائد ہی اور اُسکا نور ہر شئی کے نور سے بڑھکر ہی شدت ظہور کے سبب سے ابصار اور بصائر دونوں اسکی ذات پاک کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ دیکھو آفتاب پر نظر بسبب کثرت نور کے نہیں ٹھہر سکتی حالانکہ اُسکی ایک بہت ادنے امخلوق ہی تو خالق کے نور اور ظہور کی تو کیا انتہا ہی اور صوفیہ جسکو مشاہدہ اور قرب وادراک و وصول کہتے ہیں اسکی حقیقت پہلے آ چکی ہو کہ اسکا حاصل صرف یقین اسکی ہستی کا اور مشاہدہ حالی اسکے قرب کا ہے۔ نہ کہ ادراک تام ذات کا کہ وہ محال ہے۔

حق جل وعلا کسی چیز سے کیونکر محجوب ہو سکتا ہو جو چیز حجاب ہو گئی اسمیں بھی اسکا جلوہ ظاہر اور

موجود اور حاضر ہوگا۔ **ف** کسی شئی کے مدرک نہ ہونے کی دو وجہ ہوتی ہیں یا تو شدت قرب و ظہور وہ تو حق تعالےٰ کی ذات پاک کے لئے ثابت ہے جیسے پہلے ارشاد میں بیان ہو چکا۔ دوسری وجہ بعد اور دوری وہ حق تعالےٰ کیلئے ثابت نہیں ہی اس کو یہاں بیان فرماتے ہیں ارشاد ہو کہ تعالیٰ شانہ کسی چیز سے پردہ میں اور دور کیسے ہو سکتا ہی حالانکہ جس شئی کو تم اسکا حجاب سمجھتے ہو اسمیں بھی اسی کا جلوہ ظاہر اور موجود اور حاضر ہی پھر وہ شئی حجاب کیسے ہوئی وہ تو بلکہ آئینہ اسکے جمال وجلال کا بن

گئی - اس سے معلوم ہوا کہ سالک جو خطرات و وساوس کو حجاب جانتا ہے یہ بوجہ قلت بصیرت کے ہے ورنہ اگر بصیرت صحیح ہو تو خطرات پر پریشان نہ کریں - اور حجاب معلوم ہوں - کہ یہ خطرات بھی اس کی قدرت کا کرشمہ نظر آویں -

غیر کے بقا کی طرف تیرا نظر اٹھانا اور ماسوا کے فقدان سے تیرا وحشت ناک ہونا تیرے اس تک نہ پہونچنے کی دلیل ہے ف اللہ کے سوا کوئی چیز ہو خواہ دنیا کا مال متاع وجاہ ہو یا باطنی حالات وواردات وکرامات وکشف ہو - انمیں کسی شی کی نسبت یہ چاہنا کہ یہ شی میرے پاس باقی رہے ضائع نہو - اور دل کا اسطرف متوجہ ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کو دولت وصول الی اللہ نہیں ملی - اگر واصل ہوجاتا تو کسی شی کی تمنا اور کسی شے کیساتھ انس اسدرجہ نہوتا نہ دنیا کی چیز کو چاہتا اور نہ واردات وحالات کے وجود پر انکے باقی رہنے کی تمنا کرتا - اسی طرح ان چیزوں کے گم ہونے وحشت ناک اور مغموم ومضطر ہونا بھی واصل ہونے کی دلیل ہے اسلئے کہ اگر حقیقی دولت اسکو ملجاتی تو ان چیزوں کے جانے کی اسکو کچھ پرواہ نہوتی جیسے کسی کے پاس اشرفی بھی ہو - اور کوڑی بھی اور کوڑی ضائع ہوجاوے اور اشرفی باقی ہو تو اسکو کچھ بھی غم نہوگا اور اگر کوڑی جانیکا غم ہو تو عقلی طریقہ سے یہ اسکی دلیل ہوگی کہ اسکو اشرفی نہیں ملی پس جو سالک وصول کا دعوی کرے وہ اس کسوٹی پر اپنے کو پرکھے اگر اسکے قلب کی یہ شان ہو کہ اسکو کسی شے کے باقی رہنے کی طلب اور کسی شی کے گم ہوجانیسے وحشت نہو تو وہ درحقیقت واصل ہے ورنہ نہیں -

راحت وسرور کے اگرچہ مظاہر مختلف ہیں پر حقیقی نعیم اسکے مشاہدہ اور قرب کا ہے اور مظاہر عذاب کے اگرچہ مختلف ہیں لیکن حقیقی عذاب اس کے حجاب ہونیکا ہے تو حقیقی عذاب اس سے حجاب ہونا ہے اور حقیقی نعیم اس کریم ذات کی طرف نظر کرنا ہے ف جن چیزوں سے دل کو راحت وچین وخوشی ہو وہ چیزوں سرور وراحت کے مظاہر ہیں اسلئے کہ وہ راحت وسرور کے ظہور کی جگہ ہیں اور جن چیزوں سے تکلیف والم ہو وہ عذاب کے مظاہر ہیں مطلب شیخ رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ چین اور راحت

اور سرور کی چیزیں دنیا اور آخرت کی بہت سی ہیں مثلاً دنیا میں بیوی اولاد مال و دولت جاہ وغیرہ اور آخرت میں جنت کی نعمتیں حور غلمان وغیرہ ہالیکن ان چیزوں کے برتنے اور انمیں مشغول ہونے کیوقت حقیقی سرور اور چین اسوقت ہی کہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ بھی اُسکے ساتھ ہو اور اگر مشاہدہ نہو اور ان ہی چیزوں سے لذت و مزہ اُٹھایا تو بظاہر یہ چین ہی لیکن درحقیقت عذاب ہے گو اس شخص کو اسکا عذاب ہونا اسوقت معلوم نہو لیکن عنقریب معلوم ہو جائیگا بعض مرتبہ تو دنیا ہی میں جب یہ چیزیں پاس سے جاتی رہتی ہیں یا خود ان چیزوں کے کام کا نہیں رہتا معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ چیزیں عذاب جان تھیں کہ یاد آ آکر قلب کو اُسوقت ایذا رساں ہیں اور کوئی تدبیر اب انکے حصول کی نہیں ہے اور اگر فرضاً دنیا میں سکے ساتھ بھی رہیں لیکن دنیا سے چلنے کیوقت تو ضروری ہی چھوٹ جائینگی اور اسوقت پوری حسرت اور عذاب بنجاونگی بخلاف اس صورت کے کہ جب ان چیزوں کیساتھ مشاہدہ اور وصول الی اللہ کی دولت بھی ہو کہ یہ چیزیں چھوٹ جاویں لیکن اصلی اور سچی دولت و سرمایہ راحت ہر وقت ساتھ ہی اور تکلیف و الم کی چیزیں دنیا و آخرت کی بہت سی ہیں مثلاً دنیا میں مرض فقر افلاس تنگدستی وغیرہ اور آخرت میں دوزخ سانپ بچھو آگ پیپ وغیرہ تو ان مصائب و تکالیف میں مبتلا ہونے کے وقت حقیقی تکلیف اور پوری مصیبت اسوقت ہے کہ ان مصائب و تکالیف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی بُعد و دوری اور حجاب میں ہو اور اگر ان تکالیف میں مبتلا ہو اور اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ و وصول کی دولت حاصل ہو تو یہ مصائب حقیقت میں مصائب نہیں گو بظاہر مصیبت ہے اسلئے کہ مدار تکلیف اور راحت کا قلب پر ہی قلب میں اسکے وہ دولت ہے کہ اگر اس شخص کو یہ کہا جاوے کہ دنیا بھر کی راحت تجھکو دیتے ہیں اور تیری مصائب کو دور کیا جاتا ہے لیکن یہ دولت باطنی ہمکو دیدو اس مبادلہ پر وہ ہرگز راضی نہ ہوگا بس اصل عذاب اور تکلیف حق تعالیٰ سے بعد ہی اور اصل چین و سرور اس کی ذات کریم کے مشاہدہ کی دولت ہے۔ ؎

با تو جنت دوزخ است اے دلربا　　　بے تو جنت دوزخ است اے دلفزا

قلوب جو کچھ رنج والم پاتے ہیں یہ اسوجہ سے ہے کہ مشاہدہ سے محروم ہیں ف دنیا میں جو رنج والم وفکر قلب کو ہوتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ قلب اپنے رب کے مشاہدہ سے محروم ہے۔ اور اگر مشاہدہ کی دولت اس کو حاصل ہو تو کبھی غم نہ ہو۔ اسلئے کہ غم و الم نفس کے مقصود اور مزہ فوت ہونے کے سبب سے ہوتا ہے تو جو شخص اپنے مولی کے معائنہ میں ایسا محو ہو کہ اپنے نفس اور اسکے مقاصد و مزوں کو بھولجائے تو وہ ہر وقت خوش رہے۔ پس عارف کا دل نور معرفت سے روشن ہوتا ہے اور کسی حال میں دنیا اور دنیا کے مزوں کی وقعت اس کے قلب میں نہیں ہوتی اسلئے وہ ہر وقت مسرور ہے خواہ دنیا ہے یا نہ ہے اور مسرور و خوش کا مطلب یہ ہے کہ دل اس کا پریشان نہ ہوگا باقی یہ ظاہر ہے کہ اولاد کے مرنے سے یا خود بیمار ہونیسے الم طبعی ہوگا۔ یہ دوسری بات دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس عارف کی مسرت دائمی اور غیر عارف کی مسرت فانی ہے اور حقیقتاً وہ مسرت غم و الم ہے اگرچہ اسکو اس کا ادراک نہ ہو۔ ~~

سَوْفَ تَرَىٰ إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ ... أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارُ

اگر ان لوگوں کی بے توجہی یا بدگوئی کیساتھ تیری طرف متوجہ ہونا تجھکو تکلیف دے تو اپنے معاملہ

میں اللہ تعالیٰ کے علم پر اکتفا کر اور اگر تجھکو اسکے علم پر قناعت نہ ہو تو ان اذیت پانیکی مصیبت سے اسکے علم پر قناعت نہ کرنے کی مصیبت تجھپر سخت تر ہے ف مخلوق کی بدگوئی یا بے توجہی یا مدح اور توجہ کسی کیطرف مضر اور نافع نہیں ہے تو اگر کسی طالب مولی کی لوگ مذمت کریں اور اسکی طرف متوجہ نہوں اور یہ امر اس طالب کو تکلیف اور رنج پہونچاوے تو اسکو چاہیئے کہ اپنے معاملہ میں حق تعالیٰ کے علم پر اکتفا کرے۔ یعنی یہ سمجھے کہ اگر اللہ کے علم میں میں اپنے عمل کے اندر مخلص اور مقبول ہوں تو مجھے ان کی مذمت اور برائی کا کچھ بھی حق نہیں اور اگر میں اللہ کے نزدیک حقیر اور مردود ہوں تو انکی مدح اور توجہ میرے کس کام کی ہے اس علم کو اپنے قلب کے اندر خوب جاگزیں کرے پھر کچھ بھی تکلیف نہیں اور اگر حق تعالیٰ کے علم پر تجھکو قناعت

نہ ہو اور مخلوق ہی کی توجہ کو بڑا مقصود جانتا ہو اور انکی بے توجہی کو بڑی ناکامی سمجھتا ہو
اور اس سے ہر وقت تکلیف میں ہو تو اس تکلیف اور الم کی مصیبت کوئی مصیبت نہیں
بڑی مصیبت تو قلب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر اسکو اطمینان اور قناعت نہیں
یعنی اس صورت میں بھی انکی بے توجہی اور مذمت کی تکلیف کی طرف توجہ نہ کرے اور اس کو
مصیبت نہ جانے بلکہ بڑی مصیبت اسکو جانے کہ میرے قلب کی ایسی حالت کیوں ہے اسکو
لوگوں کی مدح و مذمت کی پرواہ ہوتی ہے پس سالک کو چاہیے کہ مخلوق کی مدح و مذمت کی کچھ
پروانہ کرے اسلئے کہ وہ اللہ کے یہاں کوئی کام آنیوالی یا ضرر کرنیوالی شئی نہیں ہے۔

جو دنیا میں موجود ہوا اور اس کیلئے علوم و معارف غیبیہ کے دروازے مفتوح نہیں ہوئے

اور اپنی شہوات و لذات کے احاطوں میں مقید اور اپنی ذات کے چکر میں گھرا ہوا ہے۔ف جو شخص
دنیا میں موجود اور پیدا ہوا اور اس نے اپنے مولیٰ کی طرف توجہ نہ کی اور غفلت میں پھنسا رہا
اور علوم و معارف کے دروازے اس کے دل پر کشادہ نہوئے تو ایسا شخص اپنی شہوات و لذات
کے احاطوں میں مقید ہے اور اپنی ذات کے چکر میں گھرا ہوا ہے توحید کے وسیع میدان کی
اسکو خبر نہیں اسکی گردش اور سعی اور توجہ اپنے وجود کے اندر ہے تیلی کے بیل کی طرح ہے کہ
صبح سے شام تک چلتا ہے اور جس نقطہ سے چلا تھا وہاں ہی رہتا ہے ایسے ہی اسکی تمام تر سعی
اپنے نفس کیلئے ہے بخلاف اس شخص کے جو اس چکر و گھیرے سے نجات پا چکا ہے کہ فضائے
توحید میں وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور خیالات و اوہام اور اپنے نفسانی مرض اور اپنے وجود
کے تنگ اور تکلیف دہ کوچہ سے رہائی اسکو ہو گئی ہے۔ اور پاکیزہ اور مزے دار زندگی اور سچی
آزادی و حریت اسکو ملگئی ہے اسکے کوئی دنیاوی مصیبت و حادثہ پریشان کن نہیں
ہے۔ وہ احوال و حوادث سے مغلوب نہیں بلکہ خود ان پر غالب رہتا ہے وہ ایک مضبوط قلعہ کے مانند
ہے کہ جسپر تند ہوائیں اور بارش وغیرہ کا کچھ اثر نہیں اسلئے کہ وہ صفات حق کیساتھ باقی ہے
اسکا بقا دنیا کی چیز پر منحصر نہیں رہا اور صفات حق باقی رہنے والی ہیں گو اسکا وجود ظاہری صرصر حوادث سے

پریشان ہوگا مگر اسکا قلب (کہ آدمی قلب ہی سے ہے) کوہ استقامت ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ولایت اور کرامت کے بیان میں

حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ؕ یعنی باخبر ہوجاؤ
کہ جو اللہ کے ولی ہیں انپر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے"۔ جاننا چاہیئے کہ بندہ حق تعالیٰ کے کمال
قرب میں پہونچتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی شی کا اس کے قلب میں گذر نہو
اور اسکی محبت میں مستغرق ہو جائے تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ نہ وہ کسی سے خوف کرتا ہے اور
نہ غمگین ہوتا ہے دنیا میں تو اسلئے کہ کسی شی سے ڈرنا اور غمگین ہونا اس شی کے شعور و احساس کے
بعد ہی ہوسکتا ہے۔ اور جو شخص نور جلال خداوندی میں مستغرق ہوتا ہے وہ اس لذات میں منہمک
ہونیکی وجہ سے ما سوی اللہ سے بیخبر ہوتا ہے لہذا خوف و غم اسکو ہو ہی نہیں سکتا ہاں اسکے
بعد یہ حالت اس سے علیحدہ ہوجاتی ہے تب اسکو دوسروں کی طرح احوال جسمانیہ کے سبب
خوف و غم اور امید اور رغبت و غم سب کچھ حاصل ہوتا ہے مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم خواصؒ
جنگل میں تھے اور ایک خادم ان کیساتھ تھا پس ایک شب انپر حالت قویہ اور کشف تام
پیش آنیکا اتفاق ہوا پس وہ اپنی جگہ بیٹھ گئے اور درندے آئے اور انکے پاس کھڑے ہوگئے
مرید تو ڈر کے مارے درخت کی پھلنگ پر چڑھ گیا اور شیخ ان درندوں سے گھبرائے بھی
نہیں جب یہ حالت زائل ہوگئی اور جب دوسری شب آئی تو ایک مچھر ان کے ہاتھ پر
آکر پڑا پس اس مچھر سے گھبرا گئے مرید نے کہا کہ یہ حالت پہلی حالت سے کس طرح مناسبت
رکھ سکتی ہے تو آپنے فرمایا گذشتہ شب میں جو کچھ ہمنے تحمل کیا وہ وارد غیبی کی قوت کے سبب
تھا۔ اور جب وہ وارد جاتا رہا تب میں مخلوق میں سب سے زیادہ کمزور ہوں۔ اور آخرت میں
خوف و غم نہ ہونا ابوداؤد کی حدیث سے ثابت ہے جسکو حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں میں ایسے آدمی بھی ہیں کہ وہ نہ انبیا ہیں نہ
شہدا مگر قیامت کے دن انکا مرتبہ عند اللہ دیکھکر انبیا و شہدا ان پر رشک کرینگے صحابہ نے
کہا کہ یا رسول اللہ ہمکو بتا دیجئے کہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا وہ لوگ ہیں جو محض اللہ
واسطے باہم محبت رکھتے ہیں کہ نہ باہم رشتہ قرابت ہے اور نہ مال کا لین دین پس اللہ کی قسم انکے
چہرے سرتاپا نور ہوں گے اور وہ نور پر بیٹھے ہوں گے کہ جب مخلوق خائف ہوگی۔ ان پر
خوف نہ ہوگا۔ اور جب مخلوق مغموم ہوگی اُن پر غم نہ ہوگا۔ اور یہ آیت پڑھی اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ
اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالےٰ اس سے محبت
کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے اور اسکی بابت بہت کچھ آثار وارد
ہوئے ہیں چنانچہ مالک نے حضرت معاذ بن جبل رض سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے مجھے محبت کرنا لازمی ہے ان دو شخصوں سے
جو میری راہ میں محبت رکھیں اور میری راہ میں مل جلکر بیٹھیں اور میری راہ میں ایک دوسرے کی
زیارت کریں اور میری راہ میں ایک دوسرے کو دیں لیں" اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت
کی ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دینی بھائی
کی زیارت کیلئے دوسری بستی میں روانہ ہوا پس حق تعالےٰ نے اس بستی کے کنارہ ایک فرشتہ تعینات
کر دیا۔ اسنے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ کیا اس نے جواب دیا کہ بستی میں اپنے بھائی کے پاس جاتا
مقصود ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ تمہارا اسپر کچھ احسان ہے جسکی وجہ سے جاتے ہو؟ اس نے کہا کچھ
بھی نہیں بجز اسکے کہ میں اللہ کیواسطے اس سے محبت رکھتا ہوں فرشتہ نے کہا کہ میں تمہاری
طرف اللہ کا قاصد بنکر آیا ہوں کہ اللہ نے تمکو محبوب بنایا جیسا کہ تمنے اللہ واسطے اس شخص سے
محبت کی ہے اور صحیحین میں حضرت انس رض سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت
کب آئیگی؟ آپنے فرمایا وائے تجھپر تو نے اس کیلئے طیاری کیا کی ہے؟ اس نے جواب دیا طیاری تو کچھ
بھی نہیں کی مگر میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہوں آپنے فرمایا تو اس کیساتھ ہوگا

جسکو تونے محبوب بنایا۔

اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
آدمی اپنے دوست کے مذہب پر جاتا ہے لہذا دیکھ لیا کرے کہ کس طرح سے دوستانہ کرتا ہے۔ اور صحیحین
میں حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نیکوکار اور بدکار ہمنشین
کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مشک لئے ہوئے ہو اور ایک بھٹی دھونک رہا ہو کہ مشک والا
یا تو مشک تجکو ہدیۃً دے گا یا تو اُس سے خرید لیگا۔ ورنہ خوشبو تو پا وے ہی گا اور بھٹی دھونکنے والا
یا تیرے کپڑے جلائیگا ورنہ بدبو تو پائے بغیر نہ رہیگا" پھر جس سے محبت کرے مناسب ہے کہ اس کو
خبر کردے کہ میں تجھسے محبت رکھتا ہوں اور ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک
شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گذر ہوا اور آپکے پاس آدمی بیٹھے تھے اُنمیں ایک شخص نے
کہا کہ میں اس شخص سے اللہ واسطے محبت رکھتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمنے اسکو اطلاع بھی
کردی ہے؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں آپنے فرمایا اسکے پاس جاؤ۔ اور اسکو مطلع کرو چنانچہ وہ
گئے اور انکو اطلاع کردی۔ انہوں نے جوابدیا جس اللہ کیواسطے تمنے مجھسے محبت کی ہے وہ تم سے
محبت فرمائے اسکے بعد یہ واپس آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے دریافت کیا انہوں نے جو کچھ اس شخص نے
جواب دیا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کردیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسکے ساتھ ہو جسکو
محبوب بنایا۔ اور تمہارے لئے اجر ہی جو طلب اجر کیلئے کام کیا" اور تمکو معلوم ہو بندہ ولی نہیں بن
سکتا جبتک کہ جملہ فرائض خداوندی کا پابند ہو کر اللہ کا تقرب حاصل نکرے اور اللہ کیساتھ مشغول
ہو کہ قلب جلالِ خداوندی کے نور کی معرفت میں مستغرق ہو اور اپنے آپکو لوگوں سی مخفی رکھے اور جب
اسپر نظر جاوے تو اللہ یاد آوے پھر جب بندہ اس طریق سے اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہی تو اللہ اور
اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں اور زمین میں اس کی مقبولیت پھیلادی جاتی ہی۔ اور اللہ اسکا
ہوجاتا ہی حتی کہ وہی اُسکا حامی و ناصر بنتا ہی پس خلافِ عادت امور کا اس سے ظہور ہوتا ہی جسکو کرامت
کہا جاتا ہے" ابن ماجہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ ایکدن وہ مسجد نبوی کی طرف

آئے تو معاذ بن جبلؓ کو قبر نبوی کے پاس بیٹھے ہوئے روتے پایا آپؐ نے پوچھا کیا بات تمکو رلا رہی ہے؟ حضرت معاذؓ نے کہا وہ بات رلا رہی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ذراسی نمود بھی شرک ہے اور جس نے اللہ کے ولی سے دشمنی رکھی اُس نے اللہ کو اعلانِ جنگ دیا۔ اور اللہ ان نیکوکار پرہیزگار چھپے ہوؤں کو دوست بناتا ہے جن کی یہ حالت ہے کہ غیر حاضر ہوں تو ان کی تلاش نہیں ہوتی۔ اور اگر حاضر ہوں تو کوئی بلاکر پاس نہیں بٹھاتا۔ دل ان کے چراغہائے ہدایت ہیں وہ ہر تاریک زمین سے ظہور کرینگے؛ اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت کی ہے کہ تم کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا جو تم میں بہترین ہیں کیا اُن سے تمکو مطلع نہ کروں؟ صحابہؓ نے کہا ضرور کیجئے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں کہ جب اُن پر نگاہ پڑے تو اللہ یاد آوے؛ اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جب کسی بندہ سے مُحبّت کرتا ہے تو جبریلؑ کو بلاکر فرماتا ہے کہ فلاں بندہ سے میں محبت رکھتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر آسمان میں پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم سب بھی اُس سے محبت رکھو پس اہل سماء اُس سے محبت کرتے ہیں اسکے بعد اس کیلئے مقبولیت زمین میں لار کھی جاتی ہے اور جب اللہ کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے تو جبریل کو بلاکر فرمادیتا ہے کہ فلاں بندہ سے میں بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو پس جبریلؑ اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں۔ اور پھر آسمان میں پکار دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ فلاں بندہ سے بغض رکھتا ہے۔ لہٰذا تم سب بھی اس سے بغض رکھو۔ چنانچہ اہل آسمان اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں اسکے بعد اسکی مبغوضیت زمین میں پھیلادی جاتی ہے؛ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی اسکو میں نے جنگ کا اعلان دیدیا۔ اور بندہ نے میرے تقرب کیلئے جو کام کیا انمیں سب سے زیادہ

محبوب مجکو ان فرائض کی تعمیل ہے جو میں نے اسپر فرض کئے ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا مقرب بنتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اسکو محبوب بنالیتا ہوں اور جب محبوب بنا لیتا ہوں تو میں ہی اُسکے کان بنجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اسکی بصر بنجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بنجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بنجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھسے کچھ مانگتا ہو تو اسکو عطا کرتا ہوں اور مجھسے پناہ چاہتا ہو تو پناہ دیتا ہوں اور کسی بات میں جسکے کرنیکا ارادہ کروں مجکو اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا بندۂ مومن کی جان لینے کے متعلق مجکو تردد ہوتا ہے کہ وہ مرنے کو پسند نہیں کرتا اور میں اسکو رنجیدہ کرنا پسند نہیں کرتا اور موت دینی ضرور" اس کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اولیاء سے کرامتوں کا ظاہر ہونا عقلاً اور نقلاً دونوں طرح ثابت ہے عقلی ثبوت تو یہ ہے کہ کرامتوں کا ظہور قدرت خداوندی کے نزدیک محال نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسے انبیاءؑ سے معجزات پھر اہل سنت کے نزدیک محقق و راجح قول یہ ہے کہ جن افعال کا صدور انبیاءؑ سے بصورت معجزہ صحیح ہے انہیں افعال کا صدور اولیا سے بصورت کرامت صحیح ہے بشرطیکہ دعویٰ اور مقابلہ کی صورت نہو۔ اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ جو شخص اس پر شبہ کرتا ہے کہ اس سے معجزہ اور کرامت میں اشتباہ لازم آتا ہے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ معجزہ میں نبی پر لازم آتا ہے کہ اسکا دعویٰ کرے اور اظہار کرے اور کرامت میں ولی پر لازم ہے کہ اسکو چھپائے اور اخفا کرے بجز اس صورت کے کہ ضرورت ہو اظہار کی یا اذن ہو حق تعالیٰ کیطرف سے یا غلبہ حال ہو کہ اختیار باقی نرہے یا کسی مرید کا یقین قوی کرنے کیلئے ہو جیسا کہ ایک ولی نے ایسا کیا کہ ہوا میں سے شہد کا چلو بھرا اور اپنے مرید کے منہ میں دیدیا۔ اور نقلی ثبوت یہ ہے کہ کرامتوں کا وقوع قرآن میں اور احادیث صحیحہ میں اور آثار اور حکایت مشہورہ میں بکثرت منقول ہے چنانچہ قرآن میں حضرت مریمؑ دختر عمران کے متعلق حق تعالیٰ نے خبر دی ہے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ الخ کہ جس وقت بھی ذکریا محراب میں انکے پاس جاتے تو ان کے پاس کھانیکی چیزیں موجود پاتے کہنے لگے کہ اے مریمؑ یہ تمہارے

یہ کہاں سے آجاتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے پاس سے آتی ہیں بیشک اللہ جسکو چاہتا ہے بیشمار رزق دیتا ہے۔" پس حضرت مریمؑ کے پاس حضرت زکریاؑ گرمی میں جاڑے کے پھل اور جاڑے میں گرمی کے پھل موجود پایا کرتے تھے اور وہ خدا کا سے آیا کرتے تھے پس یہ حضرت مریم کی کرامت تھی نیز حق تعالیٰ نے حضرت آصف بن برخیا وزیر سلیمانؑ) کی بابت خبر دی ہے کہ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط کہا اس شخص نے جسکو کتابی علم حاصل تھا کہ میں لے آؤنگا اسکو آپکے پاس اس سے قبل کہ آپ کی آنکھ جھپکے چنانچہ حضرت آصفؒ نے (جنہوں نے یہ کہا تھا) بلقیسؔ کے تخت کو ملک سبا سے ملک شام میں حضرت سلیمانؑ کے سامنے پلک جھپکنے سے قبل لا رکھا پس یہ ان کی کرامت ہوئی" نیز خضر علیہ السلام کے معیت موسیٰ علیہ السلام چند خارق عادت امور کا حق تعالیٰ نے اظہار فرمایا جسکا قصہ سورۂ کہف میں مذکور ہے۔ اب رہی حدیثیں سو مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوارہ میں بزمانہ طفولیت صرف تین نے کلام کیا ہے یعنی عیسیٰ بن مریمؑ نے اور جریج والے بچہ نے جسکا قصہ یہ ہے کہ جریج ایک دیندار عبادت گذار شخص تھا جس نے اپنا خلوتخانہ بنالیا تھا ایکدن وہ اپنے عبادتخانہ میں تھا کہ اس کی ماں آئی اور جریج اسوقت نماز پڑھ رہا تھا پس ماں نے آواز دی کہ اے جریج اس نے (دلمیں) کہا کہ یا اللہ میری ماں (پکار رہی ہے) اور میری نماز (مجکو جواب دینے سے منع کر رہی ہے دونوں میں کسکو ترجیح دوں) آخر اپنی نماز ہی میں مشغول رہا اور ماں چلی گئی جب اگلا دن ہوا تو پھر آئی۔ اور پکارا کہ اے جریج اس نے کہا کہ یا اللہ میری ماں اور میری نماز (کا تزاحم ہے کسکا کہنا مانوں۔) آخر پھر اپنی نماز میں لگا رہا۔ ماں نے کہا یا اللہ اسکو موت نہ دیجو جبتک یہ فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے"۔ الغرض بنی اسرائیل میں جریج کی عبادتگذاری کا چرچا پھیل گیا۔ ایک عورت تھی فاحشہ جسکے حسن کا شہرہ تھا وہ کہنے لگی کہ تم کہو تو جریج کو فتنہ میں ڈالدوں۔ الحاصل وہ جریج کے سامنے آئی مگر جریج نے

اس کی طرف التفات بھی نہ کیا تب وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو اس خلوتخانہ کے پاس رہتا تھا اور اسکو اپنے نفس پر اختیار دیا چنانچہ اُسنے اُس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی جب بچہ پیدا ہوا تو اُسنے کہا کہ یہ جریج کا ہے۔ بس لوگوں نے آکر جریج کو نیچے اتار لیا اور خلوتخانہ کو مسمار کردیا اور جریج کو زدوکوب کرنے لگے جریج نے کہا قصہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا تونے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اسکے تجھسے بچہ پیدا ہوا۔ جریج نے کہا کہ وہ بچہ کہاں ہے؟ پس وہ بچہ کو لائے جریج نے کہا ذرا ٹھیرو۔ مجکو نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی۔ اور جب سلام پھیرا تو بچہ کے پاس آکر اس کے پیٹ میں انگلی ماری۔ اور کہا کہ اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا فلاں چرواہا۔ تب لوگ جریج کو بوسہ دینے اور (تبرکاً) چھونے لگے اور کہا کہ ہم آپکا خلوتخانہ سونے کا تعمیر کردیں۔ جریج نے کہا کہ نہیں جیسا تھا ویسا مٹی ہی کا بنادو۔ چنانچہ لوگوں نے دوبارہ اسکو تعمیر کرادیا (تیسرے بچہ کا قصہ یہ ہے) کہ ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک شخص نہایت بیش قیمت خوبصورت گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرا۔ ماں نے کہا اے اللہ میرے بچہ کو اس جیسا بنائیو۔ بس بچے نے پستان کو چھوڑ کر ادھر منہ پھیرا اور سوار کیطرف نظر کرکے کہا کہ اے اللہ مجکو اس جیسا مت بنائیو اسکے بعد پھر پستان پر توجہ کی اور دودھ پینے لگا۔ راوی کہتا ہے گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ اپنی انگشت شہادت کو منہ میں لیکر اور اسکو چوس کر اُسکے دودھ پینے کی حکایت فرماتے تھے راوی کہتا ہے کہ پھر ایک کنیز پر گذر ہوا جسکو آدمی مار رہے اور کہہ رہے تھے تو بدچلن ہے تو چوٹی ہے اور وہ کہتی تھی حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پس ماں نے کہا اے اللہ میرے بچہ کو اس جیسا مت بنائیو۔ بچہ نے دودھ پینا چھوڑ کر کنیز کیطرف دیکھا اور کہا اے اللہ مجکو اس جیسا بنائیو۔ پس اسوقت ماں بیٹوں میں بحث ہوئی اور ماں نے کہا کہ اچھی حالت والا شخص گذرا اور میں نے کہا کہ اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنائیو تب تو نے کہا کہ اے اللہ مجکو اس جیسا نہ بنائیو۔ اور جب اس کنیز پر گذر ہوا جسکو لوگ مارتے اور کہتے جاتے ہیں کہ تو بدچلن ہے

تو چوٹی ہو۔ میں نے کہا اے اللہ میرے بچہ کو اس جیسا نہ بنائیو۔ تب تو نے کہا اے اللہ مجکو اس جیسا بنائیو۔ بچے نے جوابدیا وہ سوار تو ظلم پیشہ تھا۔ لہٰذا میں نے کہا کہ اے اللہ مجکو اس جیسا مت بنائیو۔ اور اس کنیز کا یہ حال ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ تو بدکار ہے حالانکہ اس نے بدکاری کبھی نہیں کی اور کہتے ہیں کہ تو چوٹی ہے حالانکہ اُس نے چوری کبھی نہیں کی لہٰذا میں نے کہا کہ اے اللہ مجکو اس جیسا بنائیو۔" نیز یہ شیخین نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت کی ہے کہ اہلِ صفہ فقیر آدمی تھے ایکبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو کے قابل کھانا ہو وہ (اہل صفہ میں سے) تیسرا شخص اپنے ساتھ لیجائے اور جسکے پاس چار کے قابل کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے کو ساتھ لیجائے چنانچہ حضرت ابوبکر تین کو لائے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دس کو اپنے ساتھ لیگئے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے شب کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا اور ٹھیرے رہے یہانتک کہ نمازِ عشا پڑھی اور پھر مسجد سے واپس آکر حضرت کے پاس ٹھیر گئے یہانتک کہ حضرت بھی کھانے سے فارغ ہو چکے پس جب رات کا معقول حصّہ گذر چکا تو ابوبکرؓ اپنے گھر آئے انکی بی بی نے کہا کہاں رہگئے تھے مہمانو کا بھی خیال نہ کیا آپنے فرمایا کیا تمنے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلادیا؟ بی بی نے کہا انہوں نے منظور ہی نہ کیا جبتک کہ تم نہ آجاؤ پس حضرت ابوبکرؓ کو غصّہ آگیا اور فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز نہ کھاؤنگا اس پر بی بی نے بھی قسم کھالی۔ کہ میں بھی نہ کھاؤں گی اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی۔ کہ ہم بھی نہ کھائینگے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا یہ تو شیطانی حرکت ہے۔ لہٰذا کھانا منگایا اور خود بھی کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ پس جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے اسکے نیچے سے اُس سے زیادہ پیدا ہوجاتا تھا تب آپنے بی بی سے کہا اے بنی فراس کی لڑکی یہ کیا قصّہ ہے؟ بی بی نے کہا اپنی آنکھوں کی قسم پہلے کی بہ نسبت تو یہ کھانا اب سہ چند معلوم ہوتاہے الحاصل سب لوگ کھا چکے اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجدیا منقول ہے کہ آپنے بھی اس میں سے کھایا۔" نیز بخاری نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسید بن

حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ ایک شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے کسی ضرورت کے
متعلق باتیں کرتے رہے رات تھی نہایت اندھیاری جب ایک گھڑی رات گذر چکی تو یہ دونوں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھکر چلنے لگے انمیں ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹی سی
لٹھیا تھی. پس ایک کی لاٹھی (مشعل کیطرح) روشن ہوگئی کہ دونوں اسکی روشنی میں چلے. یہانتک
کہ جب دونوں کا راستہ پھٹا تو دوسرے کی بھی لاٹھی روشن ہوگئی اور انمیں سے ہر ایک اپنی
لاٹھی کی روشنی میں چلا یہانتک کہ اپنے بال بچوں میں پہنچگیا" اور دارمی نے حضرت ابوالجوزا سے
روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے اور حضرت عائشہؓ سے اظہار
حال کیا آپنے فرمایا کہ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور آسمان کے درمیان
ایک آنشار وشندان کھولدو کہ قبر مطہر کے اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا
اور اتنا مینہ برسا کہ گھاس بھی بہت پیدا ہوئی اور اونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ چربی کے مارے
پھٹنے لگے پس اس سال کا نام ہی عام الفتق (پھٹنے کا سال) ہوگیا" اور شرح السنہ میں حضرت
ابن المنکدرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ ملک
روم میں اپنے لشکر سے بھٹک گئے یا قید ہوگئے تھے اور لشکر کی تلاش میں نکل بھاگے دفعۃً انکو ایک
شیر نظر آیا آپنے فرمایا کہ اے ابوالحارث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا قصہ
اسطرح ہے بس شیر محبت وتملق کیساتھ انکی طرف چلا اور انکے پہلو میں آکر کھڑا ہوا کہ جب کوئی آواز
آتی تو اسکی طرف لپکتا اور پھر انکے پہلو سے لگا ہوا ساتھ ساتھ چلتا یہانتک کہ حضرت سفینہؓ لشکر
تک پہونچگئے اور شیر واپس ہوگیا. اور صحیحین میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعید
بن عمرو بن نفیلؓ پر اروی بنت اوس نے بعدالت مروان بن حکم دعوی کیا کہ انہوں نے
میری کچھ زمین دبالی ہے حضرت سعید نے فرمایا بھلا میں اس کی زمین میں سے کچھ دبا لیتا اسکے
بعد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں مروان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے تمنے کیا سنا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سنا کہ جس شخص نے ایک

بالشت زمین بھی ظلم سے حاصل کی تو ساتوں زمین کا طوق بنا کر اسکے گلے میں ڈالدیا جائیگا پس
مروان نے انسے کہا یہ معلوم ہوجانیکے بعد اب تم سے گواہ طلب نہیں کرونگا حضرت سعید نے
(جھوٹی مدعیہ کو بد دعا دی اور) کہا کہ یا اللہ اگر یہ جھوٹی تھی تو اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے
اور اسی کی زمین میں اسکو قتل کر چنانچہ وہ نہ مری جبتک کہ اندھی نہ ہوگئی اور ایکدن اپنی زمین
میں چل رہی تھی کہ گڑھے میں گر گئی اور دم نکلگیا " اب سے کرامات اولیاء کے متعلق قصص و
حکایات سو وہ بہت ہی زیادہ ہیں۔ چنانچہ مروی ہے قطب العالم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ
کے پاس ایک عورت اپنے بچہ کو لائی اور اللہ والا بنانے کو شیخ کی خدمتمیں اسکو چھوڑ کر چلی گئی
پس حضرت شیخ نے اسکو قبول فرمایا اور مجاہدہ کا مامور کر دیا پس ایکدن اسکی ماں اسکے پاس
آئی۔ تو اسکو بہت ہی لاغر پایا کہ جب بھوکا مرنے کے قریب پہونچ جاتا ہے تب جو کی ٹکیا کھاتا ہے پس
حضرت شیخ کے پاس آئی تو دیکھا کہ انکے ساتھ برتن رکھا ہے جسمیں مرغ کی ہڈیاں ہیں اور شیخ
مرغ کھا چکے ہیں پس کہنے لگی کہ یا حضرت آپ تو مرغ کا گوشت کھائیں اور میرا بچہ جو کی روٹی کھاوے
پس آپنے ان ہڈیوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کھڑی ہوجا اس ذات کے حکم سے جو ہڈیوں کا
جلانے والا ہے پس مرغی زندہ ہو کر کامل و تمام اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی شیخ نے فرمایا جب تیرا بیٹا
اس مرتبہ کو پہونچ جائے تب مرغ کھائے یا جو اسکا جی چاہے وہ کھائے اور اپنے زمانہ کے امام
الشافعیہ حضرت ابوسعید عبداللہ بن ابی عصرون نے حکایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں علم
کی طلب میں بغداد گیا تو ابن السقا سے موافقت ہوگئی اور مدرسۂ نظامیہ میں بزمانہ طالبعلمی انسے
دوستی ہوگئی ہم دونوں صلحا کی زیارت کرنیکو بھی جایا کرتے تھے اور بغداد میں ایک بزرگ تھے جنکو
غوث کہا جاتا تھا کہ جب چاہتے وہ ظاہر ہوجاتے اور جب چاہتے چھپ جاتے تھے۔ پس میں نے اور
ابن السقا نے اور شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے جو اسوقت نوجوان تھے انکی زیارت کا قصد کیا پس
ابن السقا نے تو یوں کہا کہ ہم اس غرض سے جارہے ہیں کہ ایسا سوال کرونگا جسکا انسے جواب نہ
بن پڑیگا اور میں نے کہا کہ ایک سوال میں بھی کرونگا دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں اور شیخ عبدالقادرؒ

نے کہا کہ اللہ کی پناہ جو میں اُنسے کوئی سوال کروں میں تو انکے حضور میں انکی زیارت کا منتظر کھڑا رہونگا۔ الغرض ہم انکے پاس گئے تو ایک گھڑی بعد انکی زیارت ہوئی پس شیخ نے ابن السقا کو تو غصہ کی نگاہ سے دیکھا۔ اور فرمایا وائے تجھپر اے ابن السقا تو مجھسے ایسا سوال کریگا جسکا مجکو جواب نہ بن پڑے۔ سن تیرا یہ سوال ہے اور اسکا یہ جواب ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ آتش کفر تیرے اندر بھڑک رہی ہے اسکے بعد میری طرف نظر کی اور فرمایا اے بندۂ خدا تو بھی مجھسے ایک سوال کرنا چاہتا ہے تاکہ دیکھے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں لے تیرا سوال یہ ہے۔ اور اسکا جواب یہ ہے اور دنیا تجھپر اتنی حاوی ہوگی کہ تیرے کان کی لو تک پہونچ جائیگی تیری بے ادبی کے سبب اسکے بعد شیخ عبدالقادرؒ کیطرف نظر کی اور انکو اپنے قریب لیا اور انکا اکرام کیا اور فرمایا کہ اے عبدالقادرؒ تو نے اپنے حسن ادب کیوجہ سے اللہ اور اسکے رسول کو راضی کیا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں تو ممبر پر چڑھا ہوا بھرپور مجمع میں وعظ کہہ رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ میرا قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانہ میں تمام اولیاء نے تیرے اجلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے اسکے بعد وہ غائب ہوگئے اور پھر ہمکو نظر نہ آئے۔ سو شیخ عبدالقادر پر تو ان کے کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور خاص و عام نے آپ کی ولایت پر اتفاق کیا اور آپنے فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور اولیاء وقت نے آپ کے لئے اسکا اعتراف کیا اور ابن السقا کا یہ قصہ ہوا کہ وہ علوم شرعیہ میں مشغول رہے یہانتک کہ کمال حاصل کیا اور بہترے اہل زمانہ پر فوقیت لیگئے اور جملہ علوم میں فن مناظرہ کے اندر مشہور ہوئے اور زبان کے فصیح اور شکل شباہت کے حسین تھے لہذا خلیفۂ وقت نے اپنا مقرب بنایا اور قاصد بنا کر شاہ روم کی طرف روانہ کیا شاہ روم نے انکو صاحب فنون و فصیح پایا تو بہت متعجب ہوا۔ اور مذہب نصرانیت کے علماء و فقہا کو مناظرہ کیلئے بلایا پس ابن السقا نے ان کو مناظرہ میں لاجواب کردیا۔ اور وہ ہار گئے پس بادشاہ کے نزدیک ابن السقا کی عظمت بڑھ گئی۔ اور یہی زیادہ فتنہ کا سبب ہوا پس شاہزادی پر اتفاق سے

ابن السقا کی نظر پڑ گئی۔ اور اسپر عاشق ہو گیا۔ اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اس سے میرا نکاح کردو شاہِ روم نے کہا بشرطیکہ نصرانی بنجاؤ چنانچہ ابن السقا نصرانی ہو گیا اور شاہ روم نے اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیا۔ اسکے بعد یہ بیمار ہوا اور لوگوں نے اسکو بازار میں لا ڈالا کہ گذر اوقات کیلئے بھیک مانگا کرتا اور کوئی جواب بھی نہ دیتا تھا اور غایت پریشانی اور روسیاہی اسکو پیش آئی یہانتک کہ اسکے واقفین میں سے ایک شخص کا اسپر گذر ہوا اور اس نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ ابن السقا نے کہا کہ ایک فتنہ ہے جو مجھپر نازل ہوا اور اسکی وجہ وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ مذہب حق سے مرتد ہوا اس نے پوچھا کہ کچھ قرآن بھی یاد ہے؟ کہا کچھ نہیں بجز اس آیت کے رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ کہ جو کافر بن گئے وہ بہتری تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہوتے۔" وہ شخص کہتا ہے کہ پھر ایکدن میں اسطرف گیا تو ابن السقا کو دیکھا اتنا سیاہ پڑ گیا کہ گویا جل گیا ہے اور نزع میں مبتلا تھا پس میں نے اسکو قبلہ کیطرف کروٹ دی مگر وہ مشرق کیطرف پھر گیا۔ پھر میں نے قبلہ کیطرف اسکا منہ کیا مگر وہ پھر مشرق کی طرف ہو گیا یہانتک کہ مشرق ہی کی طرف منہ کئے ہوئے اس کی روح نکل گئی اور وہ غوث کا قول یاد کیا کرتا اور جانتا تھا کہ اس سبب سے مبتلائے مصیبت ہوا ابن عصرون کہتے ہیں اور میرا قصہ یہ ہوا کہ طالبعلمی سے فارغ ہو کر میں دمشق آیا تو سلطان صالح نور الدین شہید نے مجکو بلا کر ولایت اوقاف پر مجکو مجبور کیا چنانچہ میں متولی اوقاف بنا اور دنیا مجھپر بہت ہی برسی پس غوث کا قول ہم سب متعلق سچا ہوا۔" حکایت ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے پاس اہل بغداد میں سے ایک شخص آیا اور ذکر کیا کہ اسکی بیٹی جو کواری تھی مکان کی چھت سے جنات اڑا کر لیگئے۔ پس شیخ نے اس سے فرمایا کہ آج ہی رات کرخ کے ویرانہ میں جاؤ۔ اور پانچویں ٹیلہ کے پاس بیٹھکر اپنے گرد زمین میں ایک خط کھینچ لو۔ اور خط کھینچنے کے وقت یہ کہو بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نِیَّۃِ عَبْدِ الْقَادِرِ پس جب رات ہو جائیگی تو جنات کے گروہ مختلف صورتوں میں تمپر گذر ینگے انکو دیکھکر تم گھبرانا مت پس جب سحر کا وقت ہوگا تو شاہِ جنات اپنے جلوس میں تمکو نظر آئیگا۔ اور تمسے تمہاری

حاجت پوچھیگا۔ لہذا تم اس سے کہنا کہ مجکو عبدالقادرؒ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور اپنی
لڑکی کا قصہ بیان کرنا وہ شخص کہتا ہے پس میں گیا اور جسطرح شیخ نے مجکو حکم دیا تھا اسی طرح
کیا۔ پس طرح طرح کی ڈراونی صورتیں مجکو گذرتی ہوئی نظر آئیں مگر جس دائرہ کے اندر میں
تھا اسکے پاس آنیکی قدرت انیں کسی کو بھی نہوئی اور گروہ گروہ نیکروہ گذرتے رہے
یہانتک کہ انکا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا کہ اسکے آگے آگے جنات کا جم غفیر تھا پس وہ
دائرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور کہا اے انسان تیری کیا حاجت ہے؟ مینے کہا مجکو آپکے پاس
شیخ عبدالقادرؒ نے بھیجا ہے یہ سنتے ہی شاہِ جنات اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور زمین کو
بوسہ دیکر دائرہ سے باہر بیٹھ گیا اور اسکے ساتھی بھی بیٹھ گئے اسکے بعد اس نے مجھسے کہا
کہ کہو کیا قصہ ہے؟ پس میں نے اپنی بیٹی کا قصہ ذکر کیا۔ پس جو جنات پاس موجود تھے
ان سے اس نے کہا کہ جس نے یہ حرکت کی ہو اسکو حاضر کرو۔ چنانچہ ایک شریر جن لایا
گیا۔ اور اسکے ساتھ میری بیٹی تھی اور بیان کیا گیا کہ یہ بدمعاش چین کے بدمعاشوں میں
کا ہے پس بادشاہ نے اس سے سوال کیا قطب کے ماتحت ملک سے کسی کو اٹھالیجانے کا تیرے
لئے باعث کیا ہوا؟ اس نے کہا یہ میرے دلمیں سما گئی۔ اور میں اسپر فریفتہ ہو گیا تھا پس اسکے
متعلق تو حکم دیا گیا کہ اسکی گردن اڑا دی گئی اور میری بیٹی مجکو دیدی میں نے کہا کہ شیخ عبدالقادرؒ
کے حکم کی تعمیل کا جو تمہارا قصہ آج کی شب میں نے دیکھا ایسا تو کبھی دیکھا ہی نہیں شاہِ
جنات نے کہا کہ ہاں وہ اپنے گھر بیٹھے ہوئے کنارۂ زمین کے شریر جنات کو دیکھ لیتے ہیں۔ لہذا
وہ انکے خوف سے بھاگتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ جب قطب قائم کرتا ہے تو اسکو جنات و انسان
سب پر قدرت بخشتا ہے" اور مذکور ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ شیبان راعیؒ کی معیت
میں حج کو گئے۔ راستہ میں ایک درندہ ملا تو سفیان نے شیبان سے کہا دیکھو یہ درندہ ہے شیبان
نے فرمایا ڈرو مت اسکے بعد شیبان نے اسکا کان پکڑ کر اسکو ملا پس درندہ کھلاڑیاں کرنے اور
اپنی دم ہلانے لگا پس سفیان نے کہا یہی شہرت کی وجہ ہے شیبان نے فرمایا اگر شہرت کا

اندیشہ ہوتا تو اپنا سامانِ سفر اسکی کمر پر لادتا اور اسی طرح مکہ پہونچتا" اور حافظ ابونعیم نے علیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت شیبان راعی کو جب جنابت میں غسل کی ضرورت ہوتی۔ اور وہ پانی موجود نہوتا تو اپنے رب سے دعا مانگا کرتے پس ایک بدلی آکر ان پر چھا جاتی (اور پانی برستا) کہ اس سے غسل کر لیتے۔ اس کے بعد بدلی چلی جاتی تھی اور جب نماز کیلئے جاتے تو اپنی بکریوں کے ارد گرد ایک خط کھینچتے پھر جب واپس آتے تو ان کو اسی حالت پر پایا کرتے کہ کوئی حرکت بھی نہ کرتی تھی" اور شیخ ابو الغیث یمنی کا قصہ مذکور ہے کہ وہ ایکدن جنگل سے لکڑیاں سمیٹنے کو گئے۔ یہ لکڑیوں کو اکٹھا کر رہے تھے کہ ایک درندہ آیا اور انکے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ آپنے اس سے فرمایا قسم ہے معبود کی عزت وجلال کی کہ اپنی لکڑیاں تیری ہی کمر پر لادونگا۔ پس درندہ آپکے سامنے جھک گیا۔ اور آپ اس کی کمر پر لکڑیاں لادے ہوئے اس کو شہر میں لائے۔ اس کے بعد گٹھہ اتار کر اسکو آزاد کر دیا" اور احیا العلوم میں حضرت ابراہیم رقی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو الخیر دیلمی کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوا پس انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ پوری طرح سیدھے کھڑے ہو کر نہ پڑھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرا سفر ہی بیکار گیا جب صبح ہوئی تو میں استنجے کے لئے نکلا۔ اور درندہ میری طرف آیا پس میں واپس ہو گیا اور شیخ سے کہا کہ درندہ نے مجھپر حملہ کرنا چاہا پس شیخ نکلے۔ اور شیر کو ڈانٹا اور فرمایا میں نے تجھسے کہہ نہیں دیا تھا کہ میرے مہمانوں سے تعرض مت کیجو پس شیر ایکطرف ہو گیا۔ اور میں حاجت ضروری سے فارغ ہوا جب واپس ہوا تو شیخ نے فرمایا تم لوگ ظاہر کے سیدھا کرنے میں مشغول ہوئے لہذا تمکو شیر سے ڈر لگا۔ اور ہم باطن کے سیدھا کرنے میں مشغول ہوئے لہذا ہمسے شیر کو ڈر لگتا" اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رح سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں وضو کر کے جامع مسجد کو روانہ ہوا۔ اور یہ ابتدائی حالت کا قصہ ہے پس میں نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور خطیب ممبر پر چڑھا چاہتا ہے پس میں نے ادب کو ملحوظ

نہ رکھا۔ اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا پہلی صف میں جا پہنچا اور بیٹھ گیا دیکھتا ہوں
کہ میری داہنی طرف ایک خوبصورت خوشبو والا جوان بیٹھا ہے جسپر صوف کے کمل ہیں
جب اس نے میری طرف نگاہ کی تو کہا اے سہل آپکا کیسا مزاج ہے؟ میں نے جوابدیا
حق تعالے تمکو صلاح بخشے۔ اچھا ہوں مگر متفکر رہگیا کہ یہ مجکو جانتا ہے اور میں نے اسکو
نہیں پہچانا۔ میں اسی حالتمیں تھا کہ دفعتہً مجکو پیشاب کی سخت ضرورت محسوس ہوئی جس
نے مجکو بے چین بنادیا۔ پس مجکو نہایت پریشانی ہوئی۔ کہ باہر جاؤں تو لوگوں کی گردنیں
پھلانگوں اور بیٹھا رہوں تو میری نماز ہی کیا ہوگی پس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا
اے سہل! تمکو پیشاب کی سخت ضرورت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پس اس نے اپنے مونڈھوں
سے کملی اتار دی۔ اور مجکو اس میں ڈھانپ لیا۔ اور اسکے بعد کہا کہ اپنی ضرورت پوری کرلو
مگر جلدی کرو تاکہ نماز میں شامل ہو سکو حضرت سہل فرماتے ہیں پس مجھپر غشی طاری ہوگئی۔ اور جب
میں نے آنکھ کو کھولا تو دیکھتا کیا ہوں کہ میں ایک کھلے ہوئے دروازہ پر کھڑا ہوں پس مجکو
آواز سنائی دی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے دروازے کے اندر جاؤ اللہ تمپر رحم کرے پس
میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مضبوط محل ہے اونچی عمارت اور مستحکم ستونوں والا اور
ایک کھجور کا درخت کھڑا ہوا ہے اور اس کی ایک جانب شہد سے زیادہ شیریں پانی سے
بھرا ہوا وضو کا برتن رکھا ہے اور ایک جگہ ہے پیشاب کرنیکی۔ اور تولیہ لٹکا ہوا ہے اور مسواک
رکھی ہے پس میں نے کپڑے اتارے اور پیشاب کیا اور وضو کرکے تولیہ سے منہ پوچھا پس ایک آواز
سنائی دی کہ کوئی آواز دیتا ہے اے سہل اگر قضاء حاجت کر چکے ہو تو ہاں کردو پس میں نے کہا ہاں
پس جوان نے میرے اوپر سے کملی اتار لی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہوں اور میرے
حال کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوئی پس میں اپنے دلمیں بہت ہی حیران رہا کہ جو قصہ پیش آیا
اسمیں اپنے نفس کو جھٹلاتا رہا۔ دفعتہً نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے نماز پڑھی مگر نماز میں میرا یہی
دھیان رہا کہ اس جوان کو معلوم کروں کہ کون بزرگ ہیں؟ پس جب فارغ ہوا تو انکے پیچھے ہولیا

پس وہ ایک کوچہ میں داخل ہوئے اور میری طرف منہ کرکے فرمایا کہ اے سہل جو کچھ تمکو نظر آیا شاید اسکا تمکو یقین نہیں آیا میں نے کہا واقعی یقین نہیں آیا انہوں نے فرمایا اچھا دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ تیرے رحم کرے پس میں نے جو دیکھا تو وہی دروازہ تھا اور اندر محل میں گیا تو وضو کا برتن اور کھجور کا درخت اور سب حالتیں وہی دیکھیں پس میں نے اپنی آنکھ کو ملکر جو کھولا تو نہ جوان کا پتہ تھا نہ محل کا اور میں نے اس حکایت کو اسلئے ذکر کیا کہ گروہ صوفیہ کے غیر لوگوں کے نزدیک عجائبات سے ہے۔ اور عجب نہیں کہ بہتیرے آدمی اسکا یقین بھی نہ کریں۔ حالانکہ اسکی صورت وقوع میں کئی وجوہات نکل سکتی ہیں مثلاً یہی کہ جب ان پر غشی طاری ہوئی تو انکو انکی جگہ سے جہاں اللہ نے چاہا منتقل کر دیا گیا اور خود انکو ہی خبر نہ ہوئی۔ اسکے بعد اپنی مہربانی اور اپنے اولیا کی کرامت دکھانے کو پھر اسی جگہ پہنچا دیا گیا اور انہیں حضرت سہل کی حکایت ہے کہ امیر خراسان یعقوب بن لیث کو ایک مرض لاحق ہوا۔ جس نے اطبا کو عاجز بنا دیا۔ تب کسی نے کہا کہ تمہارے ملک میں ایک بزرگ شخص ہیں جنکا نام سہل بن عبداللہ ہے۔ اگر انکو بلاؤ کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں تو امید ہے کہ صحت نصیب ہو جائیگی۔ امیر نے آپکو بلوایا۔ اور دعا کی درخواست کی آپنے فرمایا کہ میری دعا تمہارے لئے قبول کیسے ہو سکتی ہے درآں حالیکہ تم ظلم پر قائم ہو۔ پس یعقوب نے توبہ کی۔ اور مظالم سے رجوع کرنے کی اور رعایا سے نیک برتاؤ کرنے کی نیت کی۔ اور جتنے بیگناہ قید خانہ میں تھے سب کو چھوڑ دیا۔ پس حضرت سہل نے دعا مانگی کہ بارالہا معصیت کی ذلت آپ اسکو دکھا چکے پس اب طاعت کی عزت بھی اسکو دکھا دیجئے اور مرض دور کر دیجئے چنانچہ امیر فوراً ایسا اٹھ کھڑا ہوا جیسے اونٹ کے پاؤں کی بندش کھلجائے اور وہ کھڑا ہو جائے۔ اور اسی وقت تندرست ہو گیا پس حضرت سہل پر بہت کچھ مال پیش کیا مگر آپنے قبول نہ فرمایا اور اپنے وطن شہر تستر واپس ہوئے راستہ میں کسی رفیق نے کہا کہ جو مال آپ کی نذر کیا گیا تھا بہتر تھا کہ آپ اسکو قبول فرما لیتے۔ اور فقیروں کو بانٹ دیتے پس آپنے کنکریوں پر نگاہ ڈالی اور سب جواہرات

بن گئیں۔ آپنے فرمایا لے لو جتنا چاہو۔ اس کے بعد فرمایا جسکو ایسی حالت عطا کیگئی ہو وہ
یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج نہیں ہے (فائدہ) خوب سمجھ لو کہ بندہ جب تک صاحب
ایمان اور تقوی کیساتھ متصف نہ ہوگا ہرگز ولی نہ ہوسکیگا۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے۔
اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ الخ "سن لو جو اللہ کے ولی ہیں نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یعنی
وہ ایمان لائے اور تقوی کرتے ہیں"۔ اور اسی وجہ سے جسکو ایمان ہی نصیب نہ ہو یا مومن
ہو۔ مگر باوجود ثبات عقل و سلامتی حواس کے متقی نہو (بلکہ خلاف شرع ہو) اور پھر اس سے
کوئی بات خرق عادت ظاہر ہو تو نہ اس شخص کو ولی کہا جائیگا اور نہ اسکو جو اس سے ظاہر
ہوا ہے کرامت کہا جائیگا۔ بلکہ وہ کافر ہے یا فاسق ہے اور جو خرق عادات امر ظاہر ہوا ہے
وہ استدراج ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابویزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص
پانی پر چلے یا ہوا میں اڑے اور چار زانو بیٹھ جائے تو اس سے دھوکہ مت کھائیو۔ جب تک
یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی خداوندی اور شریعت کا لحاظ رکھنے میں اسکی کیا حالت ہے اور کسی شخص
نے حضرت بسطامیؒ سے کہا کہ فلاں شخص رات بھر میں مکہ پہونچ جاتا ہے۔ آپنے فرمایا
کہ شیطان تو ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک پہونچ جاتا ہے حالانکہ اللہ کی پھٹکار
میں مبتلا ہے"۔ اور حق یہ ہے کہ حق تعالی نے اسباب مقرر فرمائے۔ اور مسببات کو ان کے
ساتھ مربوط و وابستہ کر دیا۔ اور اپنی عادت اس طرح جاری فرمائی کہ کوئی مسبب اپنے سبب
سے تخلف نہ کرے۔ مثلاً جلنا آگ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ (کہ آگ سبب ہے اور جلنا اسکا مسبب)
اسی طرح ریاضت و محنت بھی ایک شی ہے کہ اسکو حق تعالی نے بہتیرے خارق عادات
امور کا سبب بنا دیا ہے۔ حتی کہ بہتیرے کفار جب ریاضت کرتے ہیں تو ان سے خارق عادات
امور ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ایک صوفی کا ایک جوگی سے مباحثہ ہوا
پس جوگی ہوا میں اڑا۔ اور پیچھے پیچھے حضرت شیخ کا جوتہ بلند ہو کر اس تک پہنچا اور آدمی
دیکھ رہے تھے"۔ ایسا ہی قصہ ہمارے شیخ عارف ابن ابی حمائل کا وقوع میں آیا کہ جب وہ

وسیاطا کے قریب شہر فارس کو ریں مقیم تھے تو صوفیوں کا سا روپ بنانیوالا ایک شخص
بھی اس شہر میں آیا۔ اور اس نے انکو وہ خارق عادات امور دکھائے کہ اکثر باشندگان
شہر کو اسکا تابع ہونا پڑا۔ اور اس سے طریق استقامت میں بہت کچھ خلل پڑا حتی کہ اس
نے بہتیروں کو گمراہ کردیا۔ اور اسی طرح جامع مسجد میں جہاں شیخ رہا کرتے تھے اسکا حلقہ
ذکر ہوا کرتا اور شیخ کی مجلس ذکر بھی وہیں ہوتی تھی پس یک رات حضرت شیخ تو اپنی
مجلس سے فارغ ہوگئے اور وہ لوگ فارغ نہیں ہوئے پس تھوڑی دیر تو حضرت خاموش
رہے اسکے بعد اپنی جوتی سے جسکو جامع مسجد میں پہنا کرتے تھے فرمایا کہ اے جوتی اس شیخ
کی طرف جا پس اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کو اتنا مار کہ وہ جامع مسجد سے باہر نکلجائے پس
حضرت شیخ کی جماعت جنہوں نے حضرت کا یہ کلمہ سنا تھا کچھ بھی دیر نہ لگی کہ اس شیخ کی
گردن پر جوتیاں پٹنے کی آواز سنائی دینے لگی پس وہ بھاگا۔ اور اسکی جماعت کے لوگ بھی
بھاگے۔ یہانتک کہ جامع مسجد سے باہر نکل گئے۔ اور پھر شہر سے بھی چلدئے کہ معلوم
نہیں کہاں گئے۔ اور جنات وشیطان کی تسخیر سے بھی کبھی خرق عادت امر ظاہر ہوتا ہے
کہ ضعیف الیقین اسکو کرامت اعتقاد کرکے اسکا تبع ہوجاتا اور دین سے ایسا خارج
ہوجاتا ہے کہ جیسے تیر اپنی کمان سے نکلتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ابن صیاد جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوا تھا بعض صحابہ نے اسکو دجال سمجھا اور آنحضرت نے
بھی اسکے معاملہ میں اسوقت تک تامل فرمایا جبتک کہ آپکو محقق نہ ہوگیا کہ یہ دجال نہیں
ہے۔ بلکہ ان کاہنوں میں سے ہے جو جنات وشیاطین کی تسخیر کیا کرتے ہیں۔ اور مذکور ہے
کہ اسود عنسی نے بنوت کا دعوی کیا اور اسکے قبضہ میں بھی ایک جن ہی تھا جو اسکو بعض اوقات
پوشیدہ امور کی خبر دیدیا کرتا تھا اور یہ اسکو کشف ووحی بنایا کرتا تھا پس جب مسلمانوں نے
اسکا مقابلہ کیا تو انکو اسکے شیطان کی طرف سے اندیشہ ہوا کہ جو کلمات اسکے متعلق کہتے ہیں کہیں
وہ شیطان اسکو اطلاع نہ دیدے پس اس کی بی بی نے جب اسکو محقق ہوگیا کہ یہ کافر ہی اسکے

قتل پر مسلمانوں کی اعانت کی۔ تب مسلمانوں نے اسکو قتل کیا۔ اور منقول ہے۔ کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں حارث دمشقی نے خروج کیا اور مدعی نبوت ہوا اور اسکا شیطان بیڑی میں سے اسکا پاؤں نکالدیا کرتا اور ہتیاروں کو اسکے بدن میں اثر کرنیسے روکدیتا تھا۔ اور جب مسلمانوں کو وہ جنات و شیاطین ہوا میں سوار نظر آئے تو کہنے لگے کہ یہ فرشتے ہیں۔ الغرض جب مسلمان اسکے قتل سے رکے۔ تو ایک شخص نے اسکے بھالا مارا۔ مگر اُس نے اُس کے بدن پر اثر نہ کیا پس عبد الملک نے اُس سے کہا کہ تو نے بسم اللہ کہہ کر نہیں مارا۔ چنانچہ پھر اس نے بسم اللہ پڑھی اور بھالا مارا اور اس کو قتل کردیا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

عارفین کے بابرکت حالات میں

عارف وہ نہیں ہی کہ جب اسرار کی طرف اشارہ کرے تو حق تعالیٰ جل وعلا کو اپنی طرف اپنے اشارہ کی نسبت قریب تر پاوے بلکہ عارفِ حقیقی وہ ہی کہ جو حق تعالےٰ کے وجود میں فنا اور اسکے مشاہدہ میں محو ہو کر اپنے اشارہ سے بیخبر ہو جائے ف اِس مقام کی شرح سے پہلے چند امور سمجھنا چاہیئے اول یہ کہ جس بندہ کو فنا کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اسکے نفس کی یہ حالت ہوتی ہی جیسے مردہ بدست زندہ جیسے مردہ میں کوئی حرکت وسکون اور کوئی صفت نہیں ہوتی۔ اور اگر دوسرا کوئی حرکت دیدے تو متحرک ہوتا ہی ایسے ہی اسکا نفس بدست حق ہوجاتا ہی کہ کسی صفت کو اپنے اندر نہیں دیکھتا حتیٰ کہ اپنا وجود بھی نظر نہیں آتا تمام افعال اور تمام صفات کا فاعل و موصوف ذات واحد کو دیکھتا ہی اور اسکی شان یہ ہوتی ہے جیسا حدیث میں آیا ہی بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بندہ میرے ساتھ سنتا ہی اور میرے ساتھ دیکھتا ہے دوسرا یہ سمجھو کہ جب کوئی شخص کسی بات کا ذکر کرتا ہی تو قوت مدرکہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں اور یہ

ادراک کا تعلق تینوں سے ہوتا ہی اول وہ ذکر کرنیوالا دوسرے خود ذکر تیسرے جس شی کا ذکر
کیا ہی ان تینوں چیزوں کی طرف لحاظ ہوتا ہے تیسرے یہ بات سمجھنا چاہیئے کہ اول گذر
چکا ہی کہ حق تعالی کو بندہ کیساتھ اس کی ذات سے بھی زیادہ قرب ہے اور کسی شی کا ذکر کرنا اس بات
کو چاہتا ہی کہ ذاکر اور مذکور میں من وجہ مغائرت اور بعد ہو۔ ورنہ ذکر ہی محال ہوگا مثلاً زید
اپنے کسی حال کا ذکر کرے تو اس حال کو زید سے کچھ تو مغائرت اور بعد ہی کہ اسکے ذکر کی نوبت
آئی پس اس اعتبار سے سر توحید ذکر کرنا اس بات کو چاہتا ہی کہ اس شخص کا نفس فنا نہیں ہوا
چوتھے یہ کہ صوفیا رحمہم اللہ کی اصطلاح میں اشارہ سے مراد اسرار توحید کو ذکر کرنا ہی حاصل مقام کا یہ
ہی کہ اگر عارف کی حالت یہ ہو کہ جب وہ اسرار توحید کی طرف اشارہ کرے یعنی توحید کے اسرار جو
اس کے قلب پر وارد ہوتے ہیں انکو بیان کرے تو حق تعالی کو اپنے اشارہ اور بیان سے قریب
تر پائے یعنی جیسے کسی چیز کا بیان اور ذکر کرنیوالے کی قوت مدرکہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں اول
ذکر کرنیوالا اور دوسرے وہ شی جسکا ذکر کیا تیسرے ذکر اور تینوں چیزوں کے اندر ادراک میں
بعد اور فرق ہوتا ہی کہ ذکر کرنیوالا اور ہی اور وہ شی ذکر کی ہوئی دوسری شی توحید کے اسرار
بیان کرنیمیں اسکی یہ حالت نہو۔ اسلئے کہ یہاں ذکر کی ہوئی شی حق تعالی شانہ کی ذات
پاک ہے اور اسکو بندہ کیساتھ اسکی ذات سے بھی زیادہ قرب ہے۔ اور یہ ذکر کرنا من وجہ مغائرت اور
بعد کو مقتضی ہے اگر اور چیزوں کے ذکر کیطرح اسکا ذکر بھی ہو تو معلوم ہوا کہ اس شخص کو
فنا کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہی۔ بلکہ حالت اسکی ہو کہ حق جل وعلا شانہ کو اپنے اشارہ اور
ذکر سے زیادہ قریب مشاہدہ کرے اور ذکر کرنیکو بعید دیکھے تو یہ شخص ابھی فانی کامل اور عارف
کامل نہیں کہ اسلئے کہ گو حق تعالی کو اشارہ اور بیان سے زیادہ قریب دیکھتا ہی لیکن پھر بھی اسکے
ادراک میں مدرک اور مدرک کا فرق موجود ہی اور ابھی تک دوئی کے اندر مبتلا ہے۔ بلکہ عارف حقیقی
اور فانی مطلق جب ہوگا کہ حق تعالی کی ہستی کے سامنے ایسا فنا اور اسکے مشاہدہ میں ایسا محو ہو
کہ اشارہ اور بیان تو کرے لیکن اس اشارہ سے بیخبر ہو یعنی اپنی طرف اس کلام کی نسبت کیے

اعتبار سے بھی مدرک میں نہ ہو اور مردہ کی سی حالت ہو کہ وہ متحرک بحرکۃ الغیر ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ متکلم اور مشیر ہے لیکن دوسری قوت سے بول رہا اور اشارہ کر رہا ہے۔

عارفین کا عمدہ اور اعلیٰ مطلب اللہ تعالیٰ سے عبودیت میں سچائی اور ربوبیت کے حقوق کی پوری بجا آوری ہے ف عارفین اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کے سوا کچھ نہیں مانگتے نہ انکو دنیا کی نعمتیں مطلوب ہیں اور نہ جنت کا بالذات سوال کرتے ہیں اول مطلب تو انکا اپنے مولیٰ سے یہ ہے کہ بندگی میں ہمکو سچائی نصیب ہو جائے اور عبودیت کے اوصاف میں ہم سچے ہوں اور عبودیت و بندگی کے اوصاف یہ ہیں کہ نعمت میں شکر اور مصیبت میں صبر اور حب فی اللہ و بغض فی اللہ کی صفت ہو اور اپنی تدبیر و اختیار کو اسکے اختیار کے سامنے نیست و نابود کر دینا۔ اور ہر وقت قلب کو اسی کیطرف نگرانی و نگہداشت رہے اور تواضع و ذلت اسکے دربار میں حاصل ہو اور اسی کیطرف احتیاج اور اسی سے خوف و خشیت ہو اور دوسرے یہ کہ ربوبیت کے حقوق کی بجا آوری پوری ہو جاوے کہ ظاہر ہمارا اطاعت کیساتھ ہو اور باطن میں اسکی طرف لو لگی ہوئی ہو اور حضوری دائمی میسر ہو عارفین کو صرف یہی دو باتیں مقصود ہیں بخلاف اور لوگوں کے کہ وہ اپنے مزوں کے طالب ہیں چنانچہ کوئی دنیا کی چیزوں کا طالب ہے کوئی حور و قصور کا چاہنے والا ہے کوئی حالات و واردات کشف و کرامت کو مانگتا ہے۔ کوئی مقاماتِ عالیہ کا خواہاں ہے کوئی فقط رسمی علوم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور علوم حقہ سے اعراض ہے۔

عارف وہ ہے جسکی بیقراری کبھی زائل نہو۔ اور ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اسکو کبھی قرار نہ آوے ف عارف کو اپنے نفس اور صفات نفس سے آگاہی ہوتی ہے اور نفس کی حقیقت کو پہچانتا ہے اور جس قدر یہ معرفت اسکی بڑھتی ہے اسی قدر حق تعالیٰ کی معرفت اسکو حاصل ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ پس وہ اپنے نفس کو دیکھتا ہے کہ وہ بالکل مجموعہ شرور و نقائص ہے اور اسکی غایت ہمہ دنیا اور لذائذ دنیا ہے اسلئے عارف اپنے نفس کی یہ کیفیت دیکھ کر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف بیقرار اور ملتجی اور اسکے شرور سے حفاظت الٰہی کے ساتھ امن

ڈھونڈھنے والا رہتا ہے اور یہ صفت اس کی لازم غیر منفک ہو جاتی ہے اور نیز پہلے ارشاد میں آچکا ہے کہ عارفین کو بندگی مطلوب ہے اور کوئی شی مقصود نہیں اسلئے عارف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شی کیساتھ قرار نہیں آتا یعنی اسکے دل کو سہارا اور میلان کسی شی کیساتھ نہیں ہوتا

زاہدوں کی جب مدح ہوتی ہے تو اسوجہ سے دل تنگ ہوتے ہیں کہ مدح کو خلق سے مشاہدہ

کرتے ہیں اور جب کوئی عارفین کی مدح کرتا ہے تو خوش ہوتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکو بادشاہ عالم

حق جل و علا شانہ سے مشاہدہ کرتے ہیں ف زاہد کی نظر بصیرت کے سامنے غیر اللہ کا حجاب ہے اسیواسطے وہ دنیا کی ہر شی سے بھاگتا ہے اور ہر شی کو حجاب جانتا ہے پس اگر کوئی ایسے شخص کی مدح کرتا ہے تو چونکہ وہ مدح کو اس شخص مادح کیطرف سے جانتا ہے اسلئے تنگدل ہوتا ہے کہ کہیں اسکی مدح کی وجہ سے میں فتنہ میں نہ پڑجاؤں۔ اور یہ گمان ان زاہدین کا حق بھی ہے واقعی مدح فتنہ کا سبب ہے۔ اور عارفین کی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پر نہیں ہوتی دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب کو نظر حقیقت سے حق تعالیٰ کے افعال اور اسکی قدرت کے عجائبات دیکھتے ہیں اسلئے اگر کوئی انکی مدح کرتا ہے تو اس مدح کو وہ اپنے مالکِ حقیقی کی طرف سے دیکھکر مسرور اور منبسط ہوتے ہیں۔ اور اس میں انکی اور ترقی ہوتی ہے اور چونکہ نفس اور اسکے مزوں سے فانی ہوجاتے ہیں اسلئے انکو خودپسندی اور عجب کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ انکا یہ خوش ہونا بھی اللہ ہی کیواسطے ہوتا ہے اسلئے ان کو ضرر بھی نہیں ہوتا لیکن چونکہ ایسے عارفین کہ جنکے اندر سے شوائب نفس اسدرجہ زائل ہوگئے ہوں کہ کوئی اثر ادنیٰ بھی نہ رہا ہو دنیا میں نادر الوجود ہیں۔ لاکھوں اور کروروں میں ایک ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی ہو بھی اسکا بھی نفس سے بالکلیہ ہمہ وقت و ہر آن مامون رہنا مشکل ہے اسلئے حدیث شریف میں مدح مطلقاً سبب فتنہ و عجب کا ٹھیرائی گئی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی کے منہ پر اسکی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ اَوْ صَاحِبِکَ یعنی تجھکو ہلاکت ہو تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

فراست کے بیان میں

جسکو تو ہر سوال کا جواب دینے والا اور ہر مشاہدہ کا ظاہر کرنیوالا اور ہر علم کا بیان کرنیوالا دیکھے تو اس سے اُسکا جہل سمجھ لیجئے **ف** جس صوفی اور سالک کیحالت یہ ہو کہ جو سوال اس سے کیا جائے اسکا جواب دے کسی سوال کے جواب میں اپنی ناواقفیت وناوانی ظاہر نہ کرے اور جن علوم واسرار کو وہ اپنی بصیرت باطنیہ سے مشاہدہ کرتا ہو ان سب کو لوگوں سے بیان کردے اور ہر علم باطنی کو ظاہر کرتا ہو تو ان علامات سے سمجھ لو کہ یہ شخص جاہل اور احمق ہی اسلئے کہ ہر سوال کا جواب دینا اسکا کام ہے جسکا علم تمام معلومات کیساتھ محیط ہو۔ اور یہ شان اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ کی ہی آدمی کا علم ہی کیا ہی۔ اور نیز عالم پر یہ ضروری ہی کہ سائل کے حال کی رعایت سے جواب دے۔ اگر اہلیت اسمیں اس سوال کے جواب سمجھنے کی ہو تو جواب دے ورنہ انکار کردے اسکو اسکی تمیز نہیں ہی اور علوم و اسرار کو جو اپنے یہ بیان کرتا ہی یہ بھی جہل کی دلیل ہی اسلئے کہ یہ اسرار و علوم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے انکو ظاہر کرنا خیانت ہے اور نیز بیان کرنے اور عبارت میں لانیسے وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ بلکہ ان میں اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہی اسلئے کہ وہ ذوقی و وجدانی علوم ہیں عبارت سے انکا ادا کرنا محال ہے اور نیز بعض علوم ایسے ہوتے ہیں کہ انکے ظاہر کرنیسے ضرر اور فساد کا اندیشہ ہے اسلئے کہ جو اصلی مراد ہی اس تک سامعین پہونچ نہیں سکتے اور جو سمجھیں گے وہ غلط پس سالک کے لئے لازم ہی کہ وہ سکوت اختیار کرے اور ہر بات کو ظاہر نکرے۔

ابتدا رسلوک میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا انتہا رسلوک میں کامیابی کی علامت ہے۔

ف جیسے ہر علم وفن میں ایک ابتدا ہوتی ہے اور ایک انتہا اسی طرح سلوک میں بھی سالک کی ایک ابتدا ہی اور ایک انتہا ابتدا تو سلوک اور سیر کی حالت ہے اور انتہا وہ ہی جسکو یہ حضرات وصول ومشاہدہ سے تعبیر فرماتے ہیں مطلب ارشاد شیخ رح کا یہ ہی کہ جسکے ابتدا رسلوک میں یہ حالت ہو کہ ہر امر میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنی حول و طاقت۔ وعمل و ذکر و شغل و مراقبہ وغیرہ

کسی بات پر اسکا اعتماد نہ ہو تو اس علامت سے سمجھ لو کہ یہ شخص انتہا رسلوک میں کامیاب ہوگا اور اس کا وصول واقعی وصول الی اللہ ہوگا۔ اور یہ شخص مقبول ہوگا اور اگر ابتدا میں یہ علامت موجود نہو بلکہ اپنے اعمال و اشغال پر معتمد ہو اور مغرور ہو اور سمجھتا ہو کہ یہی ذریعہ وصول کا ذریعہ سلوک سے مراتب عالیہ کا خواہشمند ہو تو گو کوئی شیخ اسکو منتہی بتادے اور سلوک کی انتہا بیان کرے۔ مگر وہ رستہ ہی سے واپس کر دیا جائیگا اور مراد کو نہ پہونچیگا پس سالک پر لازم ہے کہ ہر امر میں حق تعالیٰ سے مدد لے اور اپنے مجاہدہ و ریاضت پر مطلق نظر نہ رکھے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز کا طالب نہ بنے اور کسی اونے عمل میں بھی اپنی قوت کو دخیل نہ جانے۔ اور یہ قاعدہ سلوک کی بنیاد ہے۔ کہ اسی پر اسکا دار و مدار ہے کہ اپنی قوت و حول سے بالکل خارج ہوجانا

جسکی ابتدا ر سلوک اوراد کے التزام کیساتھ منور ہوگی اسکی نہایت سلوک بھی انوار و معارف کیساتھ روشن ہوگی۔ ف سالک کا معاملہ ابتدا ر تو اعمال و اوراد و ذکر کیساتھ ہوتا ہے۔ جسکا تعلق جوارح اور ظاہر بدن کیساتھ ہے اور انتہا میں معاملہ ظاہر سے باطن کیطرف چلا جاتا ہے یعنی معارف و انوار سے قلب کا نور بڑھتا ہے اور شغل اسکا قلب سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ سالک اپنی ابتدائی حالت کو منور کریگا کہ ابتدا میں اوراد کا پابند ہوگا اور طاعت کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کریگا۔ اور اپنے وقت کو فضول نہ جانے دیگا تو اسکی انتہائی حالت نہایت آب و تاب کیساتھ نکلے گی یعنی انوار و معارف کے آفتاب اسپر طلوع ہونگے۔ اور ابتدا میں سست و کاہل ہو اور پابندی ظاہری طاعات کی نہ کرتا ہو اس کی انتہا بھی کمزور ہوگی غرض انتہا کا کامل ہونا ابتدا کے کامل ہونے پر ہے جیسے دیوار کی اگر بنیاد درست ہے تو اوپر سے تمام دیوار مضبوط ہوگی۔ ورنہ جسقدر اس میں خامی ہوگی اسی قدر اسمیں خامی ہوگی۔

جس نے اپنے عمل کا ثمرہ لذت و حلاوت دنیا میں پالیا تو یہ اسکے آخرت میں قبول ہونے کی دلیل ہے ف عبادت کا بدلہ اور ثمرہ اصل تو آخرت میں ملیگا۔ اور بہت سے بندوں کو دنیا میں بھی ثمرہ عطا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عمل میں حلاوت و لذت قلب کو حاصل ہوتی ہے تو جو شخص اپنے عمل میں

لذت وحلاوت پائے تو وہ خوش ہو کہ یہ بات اس عمل کے آخرت میں قبول ہونے اور ثواب کے ملنے کی دلیل ہے لیکن عمل کے اندر حلاوت ولذت کو مقصود نہ جانے کہ یہ اخلاص کے منافی ہے عمل تو بندگی کے لئے ہے خواہ مزہ آوے یا کراہت وگرانی نفس کو ہو۔

طاعت پر دنیا میں ثمروں کا پانا آخرت میں طاعت کرنیوالوں کیلئے اپنے بدلہ ملنے کی مبارک بادیاں ہیں ف جو بندے طاعات میں حلاوت وثمرات وانوار پائیں وہ خوش ہوں اسلئے کہ یہ ان کے لئے اللہ جل وعلا شانہ کی طرف سے مبارکبادی اور خوشخبری اس بات کی ہے کہ تمہارے یہ اعمال مقبول ہیں اور آخرت میں اپنے بدلہ ملنے والا ہے لیکن یاد رہے کہ اس حلاوت ولذت ہی کو مقصود نہ بنائیں۔ لذت آوے یا نہ آوے عمل نہ چھوڑیں۔ اور نہ یہ سمجھیں کہ جس عمل میں لذت نہ آوے اسپر آخرت میں کوئی ثمرہ مرتب نہ ہوگا۔ اسلئے کہ ثمرہ دنیوی صرف علامت مقبولیت کی ہے مقبولیت کی شرط وعلت نہیں ہے بسا اوقات عمل میں لذت نہیں آتی اور نفس کو کچھ مزہ نہیں آتا اور وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں لذت وحلاوت والے عمل سے زیادہ مقبول ہو جاتا ہے

جب تو اپنی قدر اسکے نزدیک معلوم کرنا چاہے تو یہ دیکھ کہ اُسنے تجھکو کس کام میں لگا رکھا ہے ف جو بندہ یہ معلوم کرنا چاہے کہ میری قدر اور رتبہ میرے رب کریم کے نزدیک کیسا ہے کہ میں اسکے نزدیک مقبول ہوں یا مردود، سعید ہوں یا شقی تو اسکو چاہئے کہ اپنی حالت میں غور کرلے اور دیکھ لے کہ مجھکو اس نے کس کام میں لگا رکھا ہے اگر نیک عمل اور اپنی عبادت و رضاجوئی میں لگا رکھا ہے تو سمجھ لے کہ یہ بندہ اللہ کے نزدیک مقبول اور سعید ہے۔ اور اگر نافرمانی اور معاصی اور ناراضی میں مبتلا ہے تو سمجھ لے کہ مردود بارگاہ اور شقی ہے۔

طاعت کے فقدان پر غم کا ہونا اور اسکے ساتھ طاعت کی طرف نہ اُٹھنا دھوکہ میں پڑنے کی علامت ہے ف بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس پر بہت مغموم ہوتے ہیں کہ ہمسے خدا کی طاعت نہیں ہوتی۔ اور بہت آنسو بہاتے ہیں لیکن اسکے ساتھ یہ بات نہیں کہ اسی وقت سے طاعت شروع کردیں اور معاصی چھوڑ دیں ایسا غم کاذب ہے اور نفس کا دھوکہ ہے غم صادق اگر

تاسف وندامت صادقہ وہ ہے جو طاعت پر برانگیختہ کرے اور ناکردنی امور کو چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ کا تجھکو کسی حالت میں مستقیم رکھنا اور اسکے ساتھ نتائج کا بھی حاصل ہونا تجھکو

اس حالت میں خدا تعالیٰ کے قائم کرنیکی علامت ہے۔ ف اللہ تعالیٰ نے جس بندہ کو جس حالت میں قائم فرمادیا وہ حالت خواہ دنیا کی ہو جیسے تجارت یا زراعت یا نوکری میں لگا رکھا ہو یا آخرت کی ہو جیسے تعلیم تدریس یا ترک اسباب کرکے گوشہ میں بیٹھا ہو اور اس حالت کے ثمرات ونتائج بھی اسکو حاصل ہیں۔ یعنی دین کے کاموں میں اس کام سے کوئی حرج نہیں ہوتا بلکہ تمام کام بخوبی ہوتے جاتے ہیں تو یہ علامت اسکی ہے کہ حق تعالیٰ کو تیرا اس حالت میں رہنا پسندیدہ ہے اور پسندیدگی سے اور تیرے لئے خیر جانکر اسمیں مشغول فرمایا ہے تو اب اس بندہ کو چاہیئے کہ خود اس حالت سے علیحدہ اور نکلنے کی خواہش نکرے۔ بلکہ شکر کیساتھ اسمیں رہکر اپنے مولیٰ کی بندگی میں لگا رہے

نوافل عبادات کیطرف مسارعت کرنا اور واجبات کی بجا آوری سے سستی کرنا ہوا نفسانی

کے اتباع کی علامت ہے ف بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ نفل عبادت کی بہت حرص کرتے ہیں اور اسمیں مشغول رہتے ہیں مثلاً وظائف بہت پڑھتے ہیں اور روزے نفل بہت رکھتے ہیں و رنوافل بہت ادا کرتے ہیں لیکن واجبات کے ادا کرنیمیں سست ہیں مثلاً انکے ذمہ قرض ہے اور لوگوں کے حقوق ہیں وہ ادا نہیں کرتے۔ یا حج فرض ہے اسکے لئے ہمت نہیں کرتے یا زکوٰۃ مفروضہ گذشتہ سالوں کی ادا نہیں کرتے یا لوگوں کو ستایا تھا انسے معافی نہیں کراتے یہ نفس کا دھوکہ ہے اور یہ نفل کی حرص وہوا نفسانی کا اتباع ہے اسلئے کہ نفس شہرت پسند ہے نفل میں زیادہ شہرت ہوتی ہے۔ اور جب واجبات وفرائض ذمہ پر ہیں نفل عبادات کیا کام دیسکتی ہے اسلئے کہ نفل عبادت مثل تجارت کے نفع کے ہے اور واجبات وفرائض اصل سرمایہ ہیں جب اصل سرمایہ میں ہی کمی ہے تو نفع نفع ہی نہیں ہے اس لئے واجبات فرائض کی بجا آوری نوافل سے مقدم ہونی چاہیئے

جو کچھ انوار ومعارف دلوں میں پوشیدہ و ودیعت ہیں انکے آثار وبرکات ظاہری اعضا کے

مشاہدہ میں ظاہر معلوم ہوتے ہیں ف کامل وصاحب باطن کی علامت یہ ہے کہ اسکے دل میں جو

انوار و معارف اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیطرح پوشیدہ رکھے ہیں۔ انکے برکات و آثار چہرہ اور ہاتھ پاؤں پر بھی عیاں ہونگے۔ اور خود اسکے چہرہ کی حلاوت و برکت کہے گی کہ میرے اندر کچھ ہے بس جسکے اندر یہ علامت ہو اور متبع شریعت ہو اسکا اتباع کرنا چاہیئے اور اسکی صحبت کو غنیمت جاننا چاہیئے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

وعظ اور نصیحت کے بیان میں

جسکو حقائق اور معارف کے اظہار کی اجازت دیجاتی ہی اسکی تصریح خلق کے کانوں میں

پہونچتے ہی سمجھ میں آجاتی ہی اور اسکا اشارہ ان کے نزدیک جلی اور ظاہر ہوتا ہی۔ ف جو اسرار و معارف و حقائق اللہ کے بندوں کے دلوں میں اسکی طرف سے وارد ہوتے ہیں وہ راز دنیا زد امانت ہوتے ہیں اور امانت کو بغیر مالک کی اجازت کے کسی کو دینا جائز نہیں اسلئے وہ حضرات ان اسرار کیساتھ لب کشا نہیں ہوتے۔ اور کسی پر ظاہر نہیں فرماتے ہیں ہاں جب اجازت اور حکم الٰہی ہو جاتا ہے اسوقت جو بات ظاہر کرنے کی ہوتی ہی اسکو ظاہر فرماتے ہیں تو جن حضرات کو حقائق و معارف کے ظاہر کر دینے اور بیان کرنے کی اجازت ہوتی ہی وہ ایسے حضرات ہوتے ہیں جنکا بولنا اللہ کے واسطے ہوتا ہے یعنی اپنے نفس کی بڑائی اسمیں مطلق نہیں ہوتی۔ اور اللہ کیساتھ ہوتا ہے یعنی اپنے حول و قوت سے نہیں بولتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بمنزلہ آلہ کے ہوتے ہیں کہ بولنے والا کوئی اور ہی ہوتا ہی وہ بے حس و قوت رہجاتے ہیں تو ایسے حضرات کا کلام دو قسم کا ہی ایک تصریح یعنی مقصود کو رمز اور اشارہ سے بیان نہ کیا جائے بلکہ صاف عبارت ہو دوسرے اشارہ جو صاف عبارت نہو۔ بلکہ مقصود کیطرف رمز اور اشارہ ہو تو تصریح کی شان یہ ہوتی ہی کہ خلق کے کانوں میں آتے ہی سمجھ میں آجاتی ہے زیادہ تقریر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اشارہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ سامعین کے نزدیک ظاہر اور واضح ہوتا ہی اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ان حضرات کا بولنا چونکہ باذن اللہ ہوتا ہی اور نیز جو کچھ وہ بول رہے ہیں اسمیں وہ آلہ

محض ہیں۔ اصل میں وہ مضامین غیب سے بواسطہ انکے آرہے ہیں جیسے بارش کا پانی پرنالے سے ہوکر گذرے اور آرہے ہیں۔ سامعین کے فیض اٹھانے کیلئے اسکے دلمیں اترتے چلے جاتے ہیں بخلاف اس شخص کے کہ اسکو بولنے کی اجازت نہ ہو۔ اور حقائق و معارف بیان کرے کہ اسکی باتیں کچھ قلوب میں نہ اتریں گی اور نہ اس شخص کو بیان کرنے میں سہولت ہوگی بتکلف سے کھینچ کھینچکر مضامین لائیگا اور الفاظ و عبارت میں لاکر ادا کریگا۔ اور لوگوں کے فہم اسکو قبول نہ کرینگے۔ نہ متاثر ہوں گے۔ پس سالک کو لازم ہے کہ جبتک اسکو اجازت بولنے کی نہ ملے ساکت رہے اور اجازت کی علامت یہی ہے کہ خود بخود غیب سے مضامین قلب میں آآکر زبان انکے ساتھ چلنے لگے اور یہ شخص آلہ و واسطہ محض رہجائے۔ ایسا ہی کلام مفید و موثر ہوگا۔

بسا اوقات حقائق و معارف، تجھسے بے نور ظاہر ہوتے ہیں جب تجھکو انکے اظہار کا اذن نہیں ہوتا۔ ف جبکہ سالک کی یہ حالت ہو کہ اسکو اظہار حقائق و معارف کی اجازت نہو۔ یعنی بولنے میں اسکے ارادہ و اختیار کو بھی دخل ہو آلہ و واسطہ محض نہ بنا ہو اور وہ شان نہوئی ہو جو پرنالے کو بارش کے پانی کیساتھ ہے اور باوجود اس عدم اذن کے پھر وہ حقائق کا اظہار کرے تو وہ حقائق بے نور ہونگے اسلئے کہ انمیں غیر اللہ کی ظلمت و تاریکی شامل ہوگی۔ پس دلوں میں ان حقائق کی کوئی روشنی و نور نہ آئیگا۔ اور نہ کسی قسم کی تاثیر ہوگی۔ اور اگر کچھ ہوگی وہ پائدار نہ ہوگی اسلئے کہ وہ حقائق غیب سے نہیں آئے بخلاف اس شخص کے جو مسلوب الارادہ ہوگیا اور پھر اسکے قلب پر فیوض کی بارش ہو۔ اور وہ بارش اسکی زبان کے پرنالے سے بہے کہ وہ جس آب و تاب و رونق کیساتھ آئے تھے اسی نور و چمک کے ساتھ قلوب میں آوینگے اور اندر اترتے چلے جائینگے۔

عارفین اور حکماء امت کے نور انکے اقوال سے پہلے پہنچتے ہیں تو جس جگہ انوار کی روشنی پہنچتی ہے وہیں اقوال بھی پہنچتے ہیں۔ ف عارفین جب اللہ کے بندوں کو کوئی وعظ و نصیحت کی بات کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں تو بولنے سے پہلے انکے دل حق تعالیٰ کی جناب میں متوجہ اور ملتجی ہوجاتے ہیں کہ اے اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں استعداد عطا فرما۔ تو اسوقت انکے دلوں کے نور باطنی سے

ایک نور پیدا ہوتا ہی اور ان بندوں کے قلوب کو منور کر کے مستعد بنا دیتا ہی اسلئے اقوال سے پہلے لوگوں کے دلوں میں انکے نور جا پہونچتے ہیں اسکے بعد وہ کلام فرماتے ہیں تو جن قلوب میں ان انوار کی روشنی پہونچی تھی وہاں ہی انکے اقوال بھی اُترتے چلے جاتے ہیں اور ان باتوں کا اثر ہوتا ہی

جو کلام کسی متکلم سے ظاہر ہوتا ہی ضرور اسپر اس قلب کا نورانی یا تاریک لباس ہوتا ہی جس سے وہ پیدا ہوا۔ ف زبان دل کی ترجمان ہی اور دل کے حال کو عیاں کرنیوالی ہی تو جو کلام کسی متکلم کی زبان سے ظاہر ہوتا ہی تو اگر اسکا دِل نورانی ہی تو زبان سے جو کلام نکلیگا وہ بھی لباس سی آراستہ ہو کر ظاہر ہوگا اور دلوں پر اسکا اسی قسم کا اثر ہوگا اور اگر دل کے اندر کدورات و اغراض کی ظلمت بھری ہوئی ہے تو کلام کے اندر بھی ظلمت کا لباس ہوگا۔ اور اس کا اثر بھی ویسا ہی ہوگا۔ اور دلوں کے اندر نہ اتریگا۔

حقائق اور معارف کا بیان یا تو علوم وجدانیہ کے کثرت فیضان کے سبب سے ہوتا ہی یا کسی مرید کی ہدایت کی غرض سی پہلا تو مبتدی سالکوں کا حال ہی اور دوسرا اہل تمکین اور محققین کا ف سالک مبتدی پر جب علوم و واردات کی بارش ہوتی ہی اور دِل اسکا انکو سما نہیں سکتا اسلئے کہ تنگ ہوتا ہی تو وہ ابل پڑتا ہی اور وہ علوم زبان سے اسکی نکلنے لگتے ہیں اور عارف کامل کا قلب بہت فراخ ہوتا ہی اسکے قلب پر جسقدر بھی علوم آویں سب کو سما لیتا ہے۔ اور ان علوم پر خود غالب رہتا ہے اس لئے کہ وہ بیان نہیں کرتا۔ ہاں اگر کسی مرید کو ہدایت کرنا ہوا اور اسکو تعلیم منظور ہو تو حسب ضرورت بیان فرماتا ہی۔ اول کی مثال تو اس ہنڈیا کی ہی جو آگ پر رکھی ہی اور اُبل رہی ہی۔ اور دوسری قلب کی مثال پختہ شدہ ہنڈیا کی ہے کہ حسب ضرورت اپنے اختیار سے جسقدر چاہیں گے نکالینگے۔ خود اس میں سے ہرگز نہ نکلے گا۔ اسلئے کہ پختہ ہے۔

علوم و معارف کے مختلف بیان محتاج سننے والوں کی غذائیں ہیں اور سوائے اسکے جو تو کھا سکتا ہے تیرے لئے اور کچھ نہیں ہی ف جیسے آدمی کے بدن کی غذا کھانا پانی ہی اسی طرح قلب اور روح کی غذا علوم اور معارف ہیں۔ اسی لئے شیخ کا ارشاد ہی کہ علوم و معارف کے مختلف بیانات حاجتمند

سننے والوں کی غذائیں ہیں اور جیسے غذا ہر شخص کی وہی ہو جو اس کے حال کے مناسب ہے ہر غذا ہر شخص نہیں کھا سکتا۔ مثلاً قوی المعدہ شخص جو چاہے کھا سکتا ہو اور ضعیف المعدہ کم کھا سکتا ہو زیادہ کھائیگا تو نقصان ہوگا۔ اور نیز مزاج جیسا ہوگا اس کے مناسب غذا کھا سکتا ہو۔ یہی حال غذائے باطنی کا بھی ہو کہ ہر علم و معرفت کی بات ہر شخص کے مناسب نہیں ہو جسکے قلب کی جسطرح گنجایش ہو اس کے موافق حصہ لیتا ہو اسلئے فرماتے ہیں۔ کہ تیرے لئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے جو تو کھا سکتا ہے۔

یہ ایک خط ہو جو سیر و سلوک کی ابتدا سے انتہا تک کے حالات کو شامل ہو اور اپنے بعضے دینی بھائیوں کے

نام لکھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ابتداء سالک اسکی انتہا کا آئینہ اور تجلی گاہ ہو اور جسکی ہدایت اللہ تعالیٰ کیساتھ ہوگی اسکی نہایت بھی اسی تک ہوگی ف سالک کی ابتدائی حالت اسکی انتہائی حالت کے لئے بمنزلہ آئینہ اور تجلی گاہ کے ہو مطلب یہ ہو کہ سالک کی ابتدا میں جو حالت ہوتی ہو اسی کی مناسب انتہائی حالت ہوتی ہو اور اس ابتدائی حالت سے انتہا کا حال معلوم ہوتا ہو اگر ابتدا میں عبادت اور ریاضت کیطرف اسکی توجہ تام اور سعی بلیغ ہو۔ تو یہ اسکی دلیل ہو کہ انتہا میں اسپر حق تعالیٰ کیطرف سے فیض کا کوئی بڑا باب مفتوح ہونیوالا ہو اور نیز یہ شخص بہت جلدی اپنے مقصود کو پہونچے گا۔ اور اگر ابتدا میں عبادت اور ریاضت کے اندر ضعف ہے تو انتہا میں اسکا کشود کار اور وصول بھی ضعیف ہوگا۔ اور جسکی ابتدا اللہ تعالیٰ کیساتھ ہوگی کہ اپنے ہر کام دنیوی و دینی میں ریاضت و مجاہدہ میں اسکا شیوہ یہ ہو کہ اللہ ہی سے مدد چاہتا ہو تو نہایت بھی اللہ تعالیٰ تک ہوگی یعنی اسکو وصول الی اللہ میسر ہوگا اور سب مخلوق و اسباب سے انقطاع تام میسر ہوگا۔ اور اگر ابتدا میں اس صفت کے اندر ضعف ہے اور اعتماد و اسباب ظاہرہ پر ہو۔ اور اپنی تدابیر و عقل پر نازہو تو انتہائی حالت میں بھی اسکا اثر رہیگا اور توکل و اعتماد علی اللہ میں ضعف ہوگا

اور مشغولی کے لائق وہی اعمال صالحہ ہیں جنکو تو نے محبوب جانا اور انکی طرف مسارعت کی اور اعراض کے قابل وہ خواہشات باطلہ ہیں جنکو چھوڑ کر تو نے اپنے مولیٰ کریم کی طرف توجہ کو اختیار کیا ف سالک طالب جب دنیا کے مشاغل ترک کر کے حقتعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہو تو بعض مرتبہ نفس بسبب جہل اور

حب دنیا کے اِن مشاغل متروکہ کو ترک کرتا ہی اور بن وجہ سکو ایک قسم کا حزن ہوتا ہی اسلئے ہمت بڑہانے کیلئے فرماتے ہیں کہ مشغولی کے لائق ہی اعمالِ صالحہ ہیں جنکو تو نے محبوب جانکر اختیار کیا ہی اور انکی طرف دوڑا ہی۔ اور جن خواہشات باطلہ میں تو پہلے مشغول تھا۔ اور انکو چھوڑ کر مولیٰ کریم کیطرف توجہ اختیار کی۔ وہ چھوڑنے اور رو گردانی ہی کے قابل ہے۔

اور بیشک جو یقین کریگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے عبودیت کا طالب ہے سچی طلب سے اسکی طرف متوجہ ہوگا

اور جس نے جانا کہ سب کام اللہ تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہیں اسپر توکل کرکے اپنے پریشان افکار کو مجتمع کریگا۔ ف جس شخص کو اس بات کا یقین کامل حاصل ہوجائیگا کہ اللہ تعالیٰ مجھسے بندگی اور بندگی کے حقوق کا طالب ہے تو اس یقین کا مقتضی یہ ہی کہ یہ سچی طلب سے اسکی طرف متوجہ ہوگا اور اپنی نفسانی مزوں اور مرادوں کو پس پشت ڈالدیگا۔ اسلئے کہ اِس یقین کا مقتضی ہی یہ ہی اور جسقدر اس یقین میں کمی ہوگی اسی قدر اِس طلب میں کمی ہوگی اور نیز طلب کے اندر سچائی بھی نہوگی اور طلب کی سچائی یہ ہی کہ بجز رضائے مولیٰ کے کسی شی کا طالب نہ ہو عبادت سے مقصود یہی ہو اور جس نے یہ جان لیا اور یقین کر لیا کہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہ اسی پر توکل کرکے اپنے پریشان افکار کو جمع کریگا اسلئے کہ جب قلب کو یقین کامل اسکا ہوگیا کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی کام بنانیوالا ہی تو اس یقین کا مقتضی یہ ہی کہ اسی پر بھروسہ ہو اور کوئی فکر لاحق نہو اسلئے کہ فکر ہمیشہ اپنی عقل اور تدبیر پر بھروسہ کرنیسے ہوتا ہی مقصود ان ہر دو ارشادسی یہ ہی کہ سالک کو چاہئے کہ طلب میں سچا ہو اور اپنے مقصود کے حل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اپنی تدبیر اور اپنے قیاس کو دخل نہ دے اور نہ ان افکار میں پڑے۔ اطمینان سی اپنا کام کرے جو اپنی عقل و تدبیر سی کام لیتا ہی اللہ تعالیٰ اسکو اسی نفس پر حوالہ فرما دیتا ہی بجز تفویض و تسلیم و توکل کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

اور ضرور ہی کہ اسکو تسک وجود کے ستون منہدم ہوں۔ اور اسکی پسندیدہ چیزیں چھینیں تو عاقل وہ

ہی جو دارِ فانی کی بہ نسبت دارِ باقی کیساتھ زیادہ خوش ہو ف بہت لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد اور سلوک میں اسلئے مشغول نہیں ہوتے کہ اگر اس رستہ میں پڑے تو دنیا کے سب مزے جاتے رہینگے اور

بعض سالک بھی جو ضعیف ہیں انکو بھی یہ خوف بعض مرتبہ ستاتا ہی ان کی تسلی کیلئے فرماتے ہیں کہ یہ ضروری بات ہے کہ کبھی نہ کبھی اس تمہارے وجود کے ستون منہدم ہونگے یعنی اس دنیا کو یا تو چھوڑنا پڑیگا اور یا دنیا ہی تمکو چھوڑ دیگی - اور اُس وقت اُسکی پسندیدہ چیزیں کھانا پہننا وغیرہ سب چھین جاوینگی خواہ ابھی یا بعد چندے - تو تم بھی اسکو چھوڑ دو اور باقی رہنے والی دولت اختیار کرلو اسلیئے کہ عاقل وہ ہی جو باقی رہنے والے گھر کیساتھ بہ نسبت فنا ہونیوالے گھر کے زیادہ خوش ہو - اور اسی کو اختیار کرے اور زیادہ خوش ہونیکا مطلب یہ ہی کہ مقصود دار آخرت کو جانے اور اسکے ساتھ اسکی مسرت زیادہ اور دنیا کیساتھ کم ہو - یہ نہیں کہ دنیا کی خوشی سے بالکل خوش نہ ہو کہ انسانی طاقت سے باہر ہے -

اِس دار فانی کی بے رغبتی کا نور اسکے باطن میں چمکا اور اسکی سفیدی اسکے ظاہر میں عیاں ہوئی تو اسنے آنکھیں بند کرکے اِس دار سے روگردانی کی اور پشت پھیر کر اس سے اعراض کیا نہ اسکو وطن بنایا اور نہ مسکن ٹھہرایا بلکہ اسمیں رہکر اپنی ہمت کو اللہ تعالی کیطرف بڑھایا اور اللہ کیطرف پیش قدمی کرنے میں اسی سے استعانت کرتا ہوا اسکی طرف چلا ف جب سالک عاقل نے ہمت کرکے دار فانی کو اور اسکی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دیا تو اول اول اسکو ایک مشقت اور کلفت اسکی معلوم ہوئی لیکن چند روز بعد نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ اسکے قلب میں اسکی بے رغبتی اور زہد کا نور چمکا اور اس نور کی روشنی اور سفیدی اسکے چہرہ اور ظاہر بدن پر بھی ظاہر ہوئی - اسلیئے کہ جب قلب میں نور ہوتا ہی تو اسکا اثر بدن پر بھی ظاہر ہوتا ہی اور یہ علامت ہے اس کی کہ اسکی سعی قبول ہوئی پس اس سالک عاقل نے اس دار سے آنکھیں بند کرلیں اور اِس سے روگردانی کی اور اس سے پشت پھیر لی اور اس دار کو اُسنے وطن بنایا یعنی جیسے وطن کو آدمی اپنا ٹھکانا سمجھتا ہی اسنے اس دنیا کو اپنا وطن نہ جانا اور نہ اسکو مسکن بنایا یعنی جیسے مسکن میں آدمی کو آرام ملتا ہی تو اس کے دل نے آرام نہ پایا گو بظاہر مثل دوسروں کے وطن اور مسکن میں رہتا ہوا نظر آیا - بلکہ اپنی ہمت کو اللہ تعالی کیطرف بڑھایا اور اللہ تعالی کیطرف پیش قدمی کرنے میں اسی سے مدد چاہتا ہوا اسی کیطرف چلا مطلب یہ ہی کہ اسکے رستہ چلنے میں اپنے عمل و حال پر مطلقاً بھروسہ چھوڑ دیا - بلکہ اسی کی مدد پر بھروسہ کرکے اسکی طرف چلا اسلیئے کہ عمل کسی کا کسی کو نجات نہیں دیگا جس نے

کچھ پایا نہ فضل سے پایا ہی ہیں جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلیا اور اپنے مجاہدہ و ریاضت و ذکر و شغل و مراقبہ کیطرف نظر نہیں کی۔ اور اسمیں کمی بھی نہیں کی بلکہ ہمت کو بڑہائے رکھا اور نظر رحمت اور فضل پر رکھی۔ تو امید ہی کہ منزل مقصود کو پہونچیگا۔ اور یہ سالک کی ابتدائی حالت ہوئی۔

اسکے عزم کی ناقہ قرار و سکون نہیں پکڑتی ہی ہمیشہ چلتی رہی یہانتک کہ بارگاہ پاک اور دل لگی کے فرش پر پہونچی اور وہ مفاتحہ و مواجہہ اور مجالست اور محادثت اور مشاہدہ او مطالبہ کا محل ہی ف عزم کے ناقہ سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ اسکے عزم کے ناقہ کو کہیں قرار و سکون نہیں ہوتا یعنی اس کے بعد سالک کو قسم قسم کے حالات اپنی طرف کھینچنے والے پیش آتے ہیں لذت فرح سرور۔ انوار کرامات مکاشفات حقائق اشیاء کا علم۔ علوم وہبلیہ۔ اسرار تو اگر ان احوال میں سے کسی طرف اسکو میلان ہو گیا تو اسکے عزم کی ناقہ کو ایک جگہ قرار ہو گیا۔ اور ترقی اسکی رک جاتی ہی اور اگر حق تعالیٰ کا فضل ہوا اور اسکی تکمیل منظور ہوئی تو اسکے عزم کی ناقہ ان سبکو چھوڑتی چلی جاتی ہی اور کسی جگہ کو مقام نہیں بناتی۔ یہانتک بارگاہ پاک میں اور مقام انس اور دل لگی میں پہونچی کہ جہاں دلوں کو سچا انس اور حقیقی دل بستگی اور واقعی لذت ہے۔ اور یہ مقام مفاتحہ ہی یعنی بارگاہ عالی سے قلوب پر فیوض و برکات کے نزول کا افتتاح و ابتدا ہوتا ہی اور یہ مقام مواجہہ ہی یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے بندے کی طرف رحمت کیساتھ توجہ کیجاتی ہی۔ اور مقام مجالست ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندہ کیساتھ حضوری ہوتی ہی۔ اور مقام محادثہ ہی کہ اللہ تعالیٰ بندہ کیساتھ سرگوشی فرماتا ہی یعنی معارف و اسرار مناجات کے راز و نیاز اسکے قلب پر مینہ کی طرح برستے ہیں۔ اور مقام مشاہدہ ہی کہ بندہ اپنے باطن سے اپنے مولیٰ کا مشاہدہ کرتا ہی اور حواس ظاہرہ سے غائب ہو جاتا ہے اور مقام مطالعہ ہی کہ مقام مشاہدہ اسکے لئے راسخ ہو جاتا ہی اور ہر آن و ہمہ وقت مطالعہ جمال و جلال میں مشغول رہتا ہے۔ اور اسی کا نام وصول ہی۔

پھر وہ حضرت مقدس انکے قلوب کے طیور کا گھونسلا ہو گئے اسی کا ٹھکانا بناتے ہیں اور اسی میں آرام پاتے ہیں ف یعنی بارگاہ پاک میں پہنچنے کے بعد وہ پاک بارگاہ انکے قلوب کے لئے ایسی ہو جاتی ہی جیسے پرندوں کیلئے آشیانہ ہوتا ہی کہ پرندے اسی کو اپنا ٹھکانا بناتے ہیں اور اسی میں آرام پاتے ہیں دن

بھر جاتا ہے ادھر اُدھر رہیں مگر چین انکو اپنے آشیانہ میں ملتا ہے اسیطرح سالک کا حال ہوتا ہے ظاہر مخلوق سے ملتا جلتا ہے لیکن چین و اطمینان اسکو اپنی اسی حالتِ مشاہدہ سے ہوتی ہے اور اسکو مقام فنا اور مقام جمع اور عروج کہتے ہیں اور یہ سالک کا انتہائی سفر ہے کہ یہاں پہنچکر سلوک تمام ہو جاتا ہے

پھر جب حقوق کے آسمان یا خواہشات کی زمین کیطرف نزول فرماتے ہیں تو اذن اور تمکین اور پختہ یقین کیساتھ حقوق کی طرف بے ادبی اور غفلت کیساتھ نزول فرماتے ہیں اور نہ خواہشات کی طرف اپنی نفسانی خواہش اور فائدہ اٹھانے کی غرض سے بلکہ اس میں صرف اللہ تعالےٰ کی مدد سے اللہ کے واسطے اللہ کیطرف سے اللہ تعالیٰ کیطرف توسل پکڑے داخل ہوتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے اور کہہ اے پروردگار داخل کر مجھکو سچا داخل کرنا اور نکال مجھکو سچا نکالنا۔ تاکہ جب تو داخل کرے تو میری نظر تیری طاقت اور قوت کی طرف ہو اور جب مجھکو نکالے تو میری طاعت و انقیاد تیری طرف ہو۔ اور میرے لئے اپنی طرف سے صاحب شوکت مددگار مقرر فرما۔ کہ میرے نفس پر اور میرے ساتھ دوسروں کی مدد کرے۔ اور میرے نفس کی مجھپر مدد نکرے۔ نفس کے مشاہدہ پر میری اعانت کرے۔ اور مجھکو میری ظاہری حس کی معلومات سے بالکل فنا کر دے۔ ف

سالک کیلئے جب مقام فنا میں رسوخ کامل ہو جاتا ہے یعنی اس کی لوح قلب سے غیر اللہ کا نقش من کل الوجوہ محو ہو جاتا ہے تو اسکے قلب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر وقت مشاہدۂ جلال و جمال حق میں مستغرق رہتا ہے۔ اور کسی شی کی طرف اسکا التفات نہیں ہوتا۔ اس کے بعد اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ اُسکو صاحبِ ارشاد بناوے تو اس کو مقام بقاء و فرق سے مشرف فرماتا ہے حاصل یہ ہے کہ فنا کی حالت میں تو سالک کی تمام تر توجہ ذاتِ حق کیطرف ہوتی ہے اور مخلوقات اس کی نظرِ التفات سے بالکل غائب ہو جاتی ہے اور اپنی اور ہر شی کی عدمیت اس کے پیش نظر ہوتی ہے جب یہ حالت راسخ ہو جاتی ہے تو پھر اسکو التفات الی الخلق عطا ہوتا ہے لیکن اس التفات اور قبل از سلوک جو اسکو التفات تھا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پہلے جو التفات و توجہ تھی وہ استقلالاً مخلوق پر تھی اور مولیٰ حقیقی سے غفلت تھی اور اسوقت توجہ اصلی

اللہ تعالیٰ کیطرف ہے۔ اور مخلوق کی طرف اسطور سے ہے کہ تمام مخلوقات اسکے لیے جمال و جلال الٰہی
کے دیکھنے کا آئینہ بنجاتا ہے۔ اسوقت یہ حضرات مخلوق کیلئے واسطہ فیض رسانی کے بنتے ہیں
اور مخلوق سے ملتے جلتے ہیں۔ اِسی مقام کو شیخ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ حضرات حقوق کے آسمان
یا خواہشات کی زمین الخ یعنی مخلوق سے ملنے کے وقت جو حقوق اُنپر واجب ہوتے وہ مشابہ آسمان کے
ہیں کہ جیسے آسمان پر چڑہنا دشوار ہے اسی طرح اِن حقوق کا ادا کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ اور
خواہشات کی زمین سے مراد ان کی نفسانی خواہشیں ہیں جو فنا کی حالتیں نظر التفات سے بالکل
محو ہوگئیں تھیں تو جسوقت اِن حقوق اور خواہشوں کی طرف انکا نزول ہوتا ہے تو یہ نزول انکا اذن
الٰہی سے ہوتا ہے یعنی اگر اذن نہو یا انکو اختیار دیا جائے تو کبھی مقام فنا سے آنا پسند نہ کریں اور نیز
یہ نزول بعد تمکین کے ہوتا ہے یعنی جب مقام فنا میں پختگی ہو جاتی ہے اسوقت ہوتا ہے۔ اور نیز یقین
اور معرفت کے اندر پختگی کے بعد ہوتا ہے۔ اسلئے حقوق کی طرف بے ادبی اور غفلت کے ساتھ نزول نہیں فرماتے
یعنی قبل از فنا جیسے کہ حقوق الناس ادا کرنے میں ادب ملحوظ نہیں تھا اور نیز مولیٰ تعالےٰ
شانہ سے غفلت تھی۔ اب وہ بات نہیں رہتی بلکہ ہروقت ہوشیاری اور ادب کو لئے رہتے ہیں
اگر کوئی ان کو ستاتا ہے اُس سے انتقام نہیں لیتے۔ اسلئے کہ مولیٰ حقیقی پر ہر وقت نظر قلب کی
رہتی ہے جانتے ہیں کہ اسی نے ہم پر اسکو مسلط کیا ہے اور اگر کوئی شخص انکے ساتھ ادب تعظیم
سے پیش آتا ہے تو یہ ان کے نفس کو بھلاتا نہیں ہے۔ غرض تمام حقوق کے ادا کرنے میں انکو کسی وقت
اللہ تعالیٰ سے غفلت نہیں ہوتی۔ اور اپنی خواہشات کی طرف اپنی نفسانی خواہشیں اور فائدہ
اٹھانے کی غرض سے نزول نہیں فرماتے یعنی فنا سے پہلے تو یہ حالت تھی کہ کھانا پینا پہننا بیوی
سے مخالطت کرنا۔ نفسانی مزوں کیلئے تھا۔ اور اسوقت یہ نہیں۔ بلکہ ان سب خواہشوں میں
اللہ کی مدد سے اور اللہ ہی کیواسطے داخل ہوتے ہیں یعنی ان خواہشات کے افعال کرنے
کے وقت اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اللہ ہی کیواسطے کرتے ہیں نفس کا مطلق حصّہ
نہیں ہوتا اور اللہ ہی کیطرف سے کرتے ہیں اپنے نفس کیطرف سے نہیں۔ اور ہر امر میں اللہ ہی سے توسل

کرتے ہیں پس اس مقام میں آکر سالک اور مکمل ہو جاتا ہے اور یہ سالک کا دوسرا سفر ہوتا ہے اول سفر کو ترقی اور عروج کہتے ہیں اور اسکو نزول کہا جاتا ہے ان دونوں سفروں کو حضرت شیخ آیۃ کریمۂ قُل رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ سے اقتباس فرماتے ترجمہ یہ ہے کہ کہدے میرے پروردگار داخل کر مجھکو سچا داخل کرنا اور نکال مجھکو سچا نکالنا۔ سچے داخل کرنیسے مراد ترقی کا سفر ہے اسلئے کہ اس سفر سے سالک اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ پاک میں داخل ہوتا ہے اور فنا ہوکر اغیار سے فارغ ہو جاتا ہے اور سچے نکالنے سے مراد سفر نزول ہے اسلئے کہ سالک اس سفر سے مخلوق کیطرف نکلتا ہے اور انکو اپنے فیوض پہنچاتا ہے اور سچا داخل کرنا یہ ہے کہ عروج کیحالت میں کہ سالک اللہ ہی کی قوت وحول کا مشاہدہ کرے اور کسی عمل کو اپنی طرف نسبت نکرے اور سچا نکالنا یہ ہے کہ نزول کیحالت میں اپنے رب کے سامنے تسلیم و انقیاد اختیار کرے کہ جس مقام کیطرف اسکو بھیجا ہے اسپر راضی ہو۔ اور نفس پہلے مقام یعنی عروج کے اندر رہنے کی حرص نہ کرے بلکہ جو مولیٰ کام سپرد کرے اسکو بدل وجان کرے چنانچہ شیخ اس مضمون کو فرماتے ہیں یہ دعا و استعانت اسلئے کی ہے کہ میری نظر داخل ہونیکے وقت تیری ہی قوت اور طاقت کی طرف ہو اور جب مجھکو نکالے تو میری طاعت اور انقیاد تیری طرف ہو اپنے نفس کا دخل نہو۔ اور میرے لئے اپنی طرف صاحب شوکت مددگار مقرر فرما۔ اس سے مراد مددِ الٰہی کا سوال ہے جو ہر دم کامل کے حال پر مبذول رہتی ہے اور وہ مددگار میرے نفس کے مقابلہ میں میری مدد کرے کہ میں نفس کے کہنے پر نہ چلوں اور میرے ذریعہ سے دوسروں کی مدد کرے اور نفس کے مشاہدہ پر میری اعانت کرے کہ میں اپنے نفس کیطرف کوئی فعل اور کوئی حرکت وسکون کی نسبت کروں و رسب کو اللہ کی طرف سے جانوں اور مجھکو میری ظاہری حس کی معلومات سے بالکل فنا کرے ظاہری حس کی معلومات مخلوقات ظاہرہ ہیں ان کے ساتھ میرا تعلق نہ رہے۔ اور نہ ان کو نفع پہونچانے والا جانوں اور نہ ضرر رساں سمجھوں۔ آمین رزقنا ہا اللہ تعالیٰ آمین۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝

معلوم ہو کہ جو صیغے افضل اور اشرف درود شریف کے کہ جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے اور بزرگان دین اور واصلان الی اللہ کی زبان مبارک سے منقول ہیں وہ اس جگہ جمع کئے جاتے ہیں۔ اگر ہمیں دین اور دنیا کی خوبی اور بہتری منظور ہو تو صبح اور شام اسکو ایک ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اگر دونوں وقت نہ ہو سکے تو ایک وقت تو ضرور پڑھ لیا کریں۔ اور یقین کامل ہے کہ اسکے پڑھنے میں دس دس ہزار درود شریف کا ثواب پاوینگے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسکے پڑھنے والے کو حج مقبول کا ثواب عنایت فرماویگا۔ اور ہر درود شریف کے عوض میں ایک محل جنت میں ملیگا اور قیامت میں لواء حمد کے نیچے رہیگا۔ اور اسکے منہ کا نور چودھویں رات کے چاند کے مانند رہیگا۔ اور اس کا ہاتھ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ میں رہیگا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۞

ہر روز کے وظیفے کیلئے افضل اور اشرف صیغے درود شریف کے کہ جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اور بزرگان دین سے منقول ہیں وہ یہ ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ وَّاَزْوَاجِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰتِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ مِنَ الْجَنَّةِ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ صَلَوَاتِكَ شَيْءٌ وَّبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ وَّسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ السَّلَامِ شَيْءٌ جَزَى اللّٰهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِى الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

فِي الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ ٭

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْأَ الدُّنْيَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَةِ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْأَ الدُّنْيَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَةِ وَارْحَمْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا مِّلْأَ الدُّنْيَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَةِ ٭

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا جَارَ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ يَا اَمَانَ الْخَائِفِيْنَ يَا عِمَادَ مَنْ لَّا عِمَادَ لَهٗ يَا سَنَدَ مَنْ لَّا سَنَدَ لَهٗ يَا ذُخْرَ مَنْ لَّا ذُخْرَ لَهٗ يَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَآءِ يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ يَا مُنْقِذَ الْهَلْكٰى يَا مُنْجِيَ الْغَرْقٰى يَا مُحْسِنُ يَا مُجْمِلُ يَا مُنْعِمُ يَا مُفْضِلُ يَا جَبَّارُ يَا مُنِيْرُ اَنْتَ الَّذِيْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَنُوْرُ الْقَمَرِ وَخَفِيْقُ الشَّجَرِ وَدَوِيُّ الْمَاءِ يَا اَللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ ٭

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَفِي الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ٭

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ ٭

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٭

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رِضَآءَ نَفْسِكَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ زِنَةَ عَرْشِكَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ الَّتِيْ لَا تَنْفَدُ ٭

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ وَالرَّحْمَةِ لِلْعَالَمِيْنَ ظُهُوْرُهٗ

عَدَدَ مَنْ مَضٰى مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِيَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِيَ صَلٰوةً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِيْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوةً لَّا غَايَةَ لَهَا وَلَا اِنْتِهَاءَ وَلَا اَمَدَ لَهَا وَلَا انْقِضَاءَ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كَذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَلٰٓئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰٓى اَنْبِيَائِكَ الْمُطَهَّرِيْنَ وَعَلٰى رُسُلِكَ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى حَمَلَةِ عَرْشِكَ اَجْمَعِيْنَ وَعَلٰى جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ وَمَلَكِ الْمَوْتِ وَرِضْوَانَ وَمَالِكٍ وَصَلِّ عَلَى الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلَ مَا اَثَبْتَ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بُيُوْتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَجْزِ اَصْحَابَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ الْمُرْسَلِيْنَ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ وَّمَلَكٍ وَّوَلِيٍّ عَدَدَ كَلِمَاتِ رَبِّنَا التَّامَّاتِ الْمُبَارَكَاتِ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا وَزِدْهُ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؂

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِىْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِى الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ كَمَآ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّىَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ كَمَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ كَمَا تُحِبُّ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِهَا وَعَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآئِهَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِيَآئِهَا وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الطَّاهِرِ الزَّكِىِّ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَيُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَآءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِيَةً بِبَقَآئِكَ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَآءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً صَلٰوةً مَّقْبُوْلَةً لَّدَيْكَ مَعْرُوْضَةً عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْخَلَآئِقِ وَاَفْضَلِ الْبَشَرِ وَشَفِيْعِ الْاُمَّةِ فِىْ يَوْمِ الْحَشْرِ وَالنَّشْرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ شَىْءٍ مَّعْلُوْمٍ لَّكَ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً اَنْتَ لَهَا اَهْلٌ وَّهُوَ لَهَا اَهْلٌ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ صَلٰوةً كَامِلَةً وَّسَلِّمْ سَلَامًا تَامًّا عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ تَنْحَلُّ بِهِ الْعُقَدُ وَتَنْفَرِجُ بِهِ الْكُرُوْبُ وَتُقْضٰى بِهِ الْحَوَائِجُ وَتُنَالُ بِهِ الرَّغَائِبُ وَحُسْنُ الْخَوَاتِمِ وَيُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ فِيْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَّنَفَسٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ ۞

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ مَلَاَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ الَّذِيْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ لَهُ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْ تُعْطِيَنِيْ حَاجَتِيْ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ مَعَ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَى الْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ اِلٰى يَوْمٍ يَنْظُرُوْنَ لِوَجْهِ اللّٰهِ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ وَاَحْصَاهُ كِتَابُكَ وَشَهِدَتْ بِهٖ مَلٰئِكَتُكَ وَارْضَ عَنْ اَصْحَابِهٖ وَارْحَمْ اُمَّتَهٗ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ كَثِيْرًا تَسْلِيْمًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا كَافِيَةً جَزِيْلًا دَائِمًا بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يُّسَبِّحُكَ وَيُهَلِّلُكَ وَيُكَبِّرُكَ وَيُعَظِّمُكَ مِنْ يَّوْمٍ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ زِنَةَ عَرْشِكَ وَمَبْلَغَ رِضَاكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَمُنْتَهٰى رَحْمَتِكَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَآئِمَةً مَّقْبُوْلَةً
تُؤَدِّيْ بِهَا عَنَّا حَقَّهُ الْعَظِيْمَ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّهَبْ لَنَا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا
مِنْ رِزْقِكَ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ مَا تَصُوْنُ بِهٖ وُجُوْهَنَا عَنِ التَّعَرُّضِ اِلٰى
اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّنَا اِلَيْكَ طَرِيْقًا سَهْلًا مِّنْ غَيْرِ تَعَبٍ وَّلَا نَصَبٍ
وَّلَا مِنَّةٍ وَّلَا تَبِعَةٍ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ اٰمَنَ بِكَ
وَبِكِتَابِكَ وَاٰتِهٖ اَفْضَلَ رَحْمَتِكَ وَاٰتِهِ الشَّرَفَ عَلٰى خَلْقِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاجْزِهٖ
خَيْرَ الْجَزَآءِ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ حَمِدَكَ وَلَكَ الْحَمْدُ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يَحْمَدْكَ وَلَكَ
الْحَمْدُ كَمَا تُحِبُّ اَنْ تُحْمَدَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ
وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا
تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ
وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَتَكَرَّرَ الْجَدِيْدَانِ وَاسْتَقْبَلَ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ
رُوْحَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجَ اَهْلِ بَيْتِهٖ مِنَّا التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ مَرَّةٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَا فِي الْقُرْاٰنِ حَرْفًا حَرْفًا وَّ
بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ

حُجَّتِكَ وَعَرُوسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَخَاتِمِ اَنْبِيَائِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ ۞

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا هَبَّتْ عَلَيْهِ الرِّيَاحُ وَحَرَّكَتْهُ مِنَ الْاَغْصَانِ وَالْاَشْجَارِ وَالْاَوْرَاقِ وَالثِّمَارِ ۞

اَللّٰهُمَّ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ وَاسْتَعْمِلْنَا بِسُنَّتِهٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَتَحْتَ لِوَآئِهٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ رُفَقَآئِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاَسْقِنَا بِكَاْسِهٖ وَانْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهٖ اٰمِيْنَ ۞

اَللّٰهُمَّ وَاَسْئَلُكَ بِاَسْمَآئِكَ الَّتِيْ دَعَوْتُكَ بِهَا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلٰى دَمَا وَصَفْتَ مِمَّا لَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ وَاَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَتُوْبَ عَلَيَّ وَتُعَافِيَنِيْ مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَاءِ وَالْبَلْوَآءِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَتَرْحَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِعَبْدِكَ الضَّعِيْفِ مُحَمَّدْ عَابِدْ مِيَانْ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِاَسَاتِذَتِهٖ وَلِاَحْبَابِهٖ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيْهِ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِجَلَالِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَنْ تُرِيَنِيْ فِيْ مَنَامِيْ وَجْهَ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رُؤْيَةً تَقَرُّ بِهَا عَيْنِيْ وَتَشْرَحُ بِهَا صَدْرِيْ وَتَجْمَعُ بِهَا شَمْلِيْ وَتُفَرِّجُ بِهَا كُرْبَتِيْ وَتَجْمَعُ بِهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى ثُمَّ لَا تُفَرِّقْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ اَبَدًا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی مجھکو میرے نفس کی ذلت حرص و طمع سے نکال اور قبر میں میرے اترنے سے
پہلے مجھکو میرے شک اور شرک سے پاک فرما۔ تجھی سے اپنی ہوائے نفسانی اور وساوس
شیطانی پر مدد مانگتا ہوں تو میری مدد کر اور تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں کسی دوسرے کے
سپرد نہ فرما اور تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں مجھکو ناامید نہ کر اور تیرے فضل و کرم کی رغبت
کرتا ہوں مجھکو محروم نہ فرما اور تیری ہی بارگاہ عالی کی طرف منسوب ہوں مجھکو دور
نہ کر اور تیرے ہی دروازہ پر کھڑا ہوں مجھکو نہ ڈھکیل۔ ف۔ نفس کی ذلت و طمع سے مراد
یہاں یہ ہے کہ نفس کو غیر اللہ کیطرف طمع ہو اس سے نکالنے کو طلب فرماتے ہیں شک
سے مراد دل کی تنگی ہے جو کسی ناگوار امر کے پیش آنے سے ہو جب اس قسم کی تنگدلی
پیش آئے گی تو دل تاریک ہو جائیگا اور پاکی اس کی یہ ہے کہ یقین کی قوۃ کا ورود ہو
کہ اس سے قلب کھلتا چلا جائے اور سینہ فراخ ہو جائے اور اپنے مولیٰ حقیقی سے
فرحت و خوشی کو پاوے اور شرک یہ ہے کہ دل کو مسبب سے غفلت ہو اور اسباب کے
ساتھ اس کا تعلق ہو اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ شک کی تاریکی کا جب غلبہ ہوتا
ہے اور یقین کا نور کم ہوتا ہے تو اسوقت قلب اس بات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔
اسلئے کہ اسوقت نور یقین تو ہوتا نہیں کہ جس سے توحید کو دیکھے لامحالہ اسباب
ہی کی طرف ملتجی ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ اے اللہ قبر میں جانے سے پہلے مجھکو
شک اور شرک سے پاک فرما دیجئے۔ آگے دعا کا مضمون صاف ہے۔

الٰہی قضا و قدر مجھپر غالب آئی اور ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط رسیوں میں
مجھکو جکڑ لیا تو میرا مددگار ہو کہ میری بھی مدد کرے اور میرے واسطہ سے میرے متعلقین
کی بھی مدد فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اسقدر غنی کر کہ تیرے مشاہدہ جلال

وجلال کا ایسا نصیب ہو کہ اپنی طلب سے بھی مستغنی ہو جاؤں۔ ف۔ اے اللہ قضا وقدر مجھ پر غالب آئی کہ جب کسی طاعت کا عزم کرتا ہوں یا کسی معصیت کے ترک کا ارادہ کرتا ہوں وہ ارادہ میرا توڑ دیا جاتا ہے اور اے اللہ ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط رسیوں میں مجھکو باندھ لیا کہ شہوات نفسانیہ سے نہیں نکل سکتا پس میرا کوئی چارہ کار نہیں ہے آپ ہی میری مدد فرمائیے اور میرے واسطے سے میرے احباب اور متعلقین کی جو مجھ سے اللہ کیوا سطے تعلق رکھتے ہیں مدد کیجئے اور اپنے فضل وکرم سے مجھکو ایسا مشاہدہ تیرے جمال وجلال کا نصیب ہو کہ اپنی طلب سے مستغنی ہو جاؤں اسلئے کہ جس شخص کو مشاہدہ دائمی نصیب ہوگا وہ کسی شی کے طلب کرنے سے شرمائے گا ہر وقت مشاہدہ میں محو رہیگا

تو وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں معارف کے انوار

یہاں تک روشن کئے کہ انہوں نے تجھے پہچانا اور تیری وحدانیت کا اعتراف کیا اور

تو وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے اغیار کے تعلق یہانتک

قطع کئے کہ انہوں نے تیرے سوا کسیکو محبوب نہ بنایا اور تیرے سوا کسی کو بیقرار ہو کر

سہارا نہ ٹھیرایا تو ہی انکا مونس ہوا جو عالم کے تعلقات وکدورات نے ان کو متوحش اور

پریشان کیا اور تو ہی نے ان کی رہنمائی کی۔ یہانتک کہ حق کے راستے ان کیلئے منکشف ہوگئے۔ ف۔ اے اللہ تو ایسی پاک ذات ہے کہ تو نے اپنے دوستوں کے دلونمیں اپنی معرفت کے نور اسقدر روشن کئے کہ انہوں نے تجھکو پہچانا اور تیری وحدانیت کا اقرار اور مشاہدہ کیا اور تو وہ پاک ذات ہے کہ جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے غیر اللہ کے نقش کو اسقدر زائل کیا کہ سب کی محبت ان کے دلوں سے نکل گئی کہ انہوں نے تجھکو ہی محبوب بنایا اور تیرے سوا کسیکو سہارا نہیں ٹھیرایا اور جب دنیا کی چیزوں مال واولاد وغیرہ کے تعلقات وکدورات نے ان کو متوحش وپریشان کیا تو ہی ان کا مونس بنا اور تو نے اپنے نور سے ان کی رہنمائی کی یہاں تک کہ حق کے راستے ان کو کھل گئے

اور حق ان کو صاف نظر آنے لگا۔

جس نے تجھکو نہ پایا اس نے کیا پایا اور جس نے تجھکو پایا اس نے کیا نہ پایا جو تیرے

بدلے کسی دوسرے سے راضی ہوا ناکامیاب ہوا اور جس نے تیری بارگاہ عالی سے دوسری

طرف منتقل ہونا چاہا نقصان میں پڑا۔ ف۔ جس نے آنکھ سے اور دل سے صرف مخلوقات ہی کو دیکھا اور دل سے خالق کا مشاہدہ نہ پایا تو اس نے کیا پایا کچھ نہیں پایا اسلئے کہ مخلوقات فی نفسہا عدم محض ہیں تو اسکے ہاتھ کچھ نہ آیا اور جس نے دنیا کی نعمتیں نہ پائیں لیکن تیرا مشاہدہ اسکو نصیب ہو گیا تو اس نے کیا کھویا یعنی سب کچھ پالیا اور جو تیرے بدلے کسی دوسرے شئے سے راضی ہوا مثلاً دنیاوی لذتوں میں لگ گیا وہ ناکامیاب ہوا اور جس نے تیری بارگاہ عالی سے دوسری طرف منتقل ہونا چاہا مثلاً دنیا کو چاہا وہ نقصان میں پڑا اور اس کی ایسی مثال ہوئی کہ بادشاہ کی ہمنشینی چھوڑ کر چوپایوں کی خدمت اختیار کرے۔

الٰہی تو نے اپنا احسان کم نہیں کیا تو پھر کسطرح تیرے سوا کسی دوسرے کی امید

کیجاوے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی عادت کو نہیں بدلا تو تیرے غیر سے کیونکر سوال کیا

جاوے۔ ف۔ اے اللہ تو نے اپنا احسان بندوں کے ساتھ کم نہیں کیا بلکہ تیرے احسان کا دریا ہمیشہ سے ایک حالت پر جاری ہے تو پھر کیوں تیرے سوا دوسرے سے امید کیجائے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی عادت کو نہیں بدلا اسلئے کہ تیری صفت میں تغیر و تبدل نہیں تو تجھکو چھوڑ کر پھر کیوں دوسرے سے سوال کیا جاوے۔

اے وہ ذات جس نے اپنے دوستوں کو اپنی انس جان بخش کی شیرینی کا ذائقہ چکھایا

تو وہ اس کے سامنے محبت کیساتھ عاجزانہ کھڑے ہوئے اور اے وہ ذات جس نے اپنے

دوستوں کو اپنی ہیبت کا لباس پہنایا تو وہ اس کی عزت کیساتھ عزت والے ہو کر قائم

ہوئے۔ ف۔ محبوب کے جمال کے مشاہدہ سے جو سرور قلب کو ہو وہ انس ہے اسکو شیرینی

سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ اے وہ ذات جس نے اپنے دوستوں کو اپنی انس جان بخش کی شیرینی کا ذائقہ چکھایا۔ یعنی ان کو سب سے بے تعلق کر کے اپنا انس بخشا اسکا اثر یہ ہوا کہ وہ اسکے سامنے محبت کیساتھ عاجزانہ کھڑے ہوئے اور اے وہ ذات جس نے اپنے دوستوں کو اپنی ہیبت کا لباس پہنایا یعنی اپنے اولیا کو عظمت شان وجلالت شان عطا فرمائی کہ جو کوئی ان کو دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور اسکا اثر یہ ہوا کہ وہ اسکی عزت کیساتھ عزت والے ہو کر قائم ہوئے یعنی انہوں نے دوسری شے سے عزت حاصل نہیں کی بلکہ اسکی صفت عزت سے معزز ہو کر اسکے سامنے کھڑے ہیں۔

تو ذکر کرنیوالوں کے وجود سے پیشتر اپنے احسان سے انکا یاد کرنیوالا ہے اور عبادت کرنیوالوں کی توجہ سے پہلے احسان کی ابتدا کرنیوالا ہے اور سوال کرنیوالوں کے سوال سے پہلے بخشش کیساتھ سخاوت کرنیوالا ہے اور نہایت بخشش کرنیوالا ہے پھر جو کچھ ہم کو ہبہ کیا ہم سے اسکا قرض مانگنے والا ہے۔ ف۔ اے اللہ تیرے ذکر کرنیوالوں کا وجود بھی نہ تھا ان کے وجود سے پہلے ہی اپنے احسان سے انکا یاد کرنیوالا ہے کہ ان کو وجود کی نعمت بخشی اور عبادت کرنیوالوں کی توجہ سے پہلے احسان کی ابتدا کرنیوالا ہے عبادت کرنیوالوں کا وجود بعد میں ہوا اور سوال کرنیوالوں کا وجود بعد میں ہوا تو جود وسخاوت کیساتھ پہلے ہی موصوف ہے اور تو نہایت دینے والا ہے اور پھر جو کچھ ہمکو ہبہ کیا ہم سے اسکا قرض مانگنے والا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یعنی کون ہے جو اللہ کو قرض اچھا دے اور اس قرض کا بدلہ پھر ہمکو ہی آخرت میں ملنے والا ہے اسکی ذات کو اسکا کوئی نفع پہونچنے والا نہیں ہے اور قرض کے عنوان سے بیان فرمانا اپنے بندوں کیساتھ حق تعالیٰ کی عجیب لطف ومہربانی کو بتلا رہا ہے جیسے بچہ کو خود ہی کوئی شے دیں اور اس سے کہیں کہ تم ہم کو قرض دو تو ہم تمکو اس سے عمدہ شے دینگے اگرچہ عاقل ہے تو فوراً دیدیگا۔

الٰہی مجکو اپنی رحمت کیساتھ طلب فرما کہ تجھ تک پہونچوں اور اپنی منت کیساتھ مجکو کھینچ کر
تیری طرف متوجہ ہوں الٰہی اگرچہ میں تیری نافرمانی کروں پھر بھی تجھ سے میری امید منقطع
نہیں ہوتی جیسے اگر طاعت بجالاؤں پھر بھی تیرا خوف مجھ سے جدا نہیں ہوتا الٰہی تمام
عالم نے مجھکو تیری طرف ڈھکیل دیا اور تیرے لطف وکرم کے علم نے تیرے دروازہ پر ٹھہرا
دیا۔ف اے اللہ مجھکو اپنی رحمت سے اپنی بارگاہ قرب میں طلب فرما اسلئے کہ میں اپنے
ناکارہ اعمال سے تجھ تک نہیں پہونچ سکتا اور نہ عمل کسی کا بغیر رحمت کے تجھ تک پہونچانے
والا ہے اور اپنے احسان سے مجھکو کھینچ کہ پہر میں خواہ مخواہ تیری طرف متوجہ ہوں اور تجھ سے
اعراض کرنے کی قدرت نہو اے اللہ اگرچہ میں تیری نافرمانی کروں لیکن پھر بھی میری
امید تجھ سے منقطع نہیں ہوتی اسلئے کہ جانتا ہوں کہ تیرا احسان کسی علت پر موقوف نہیں
اسیطرح اگرچہ طاعت بجالاؤں مگر پھر بھی تیرا خوف مجھ سے جدا نہیں ہوتا اسلئے کہ جانتا ہوں
کہ تو جو چاہے کرے طاعت کرنے پر بھی اگر سزا دے تو بجا ہے ظلم نہیں اسلئے کہ تو مالک ہے
اے اللہ جہان کی جس شئے کیطرف میں گیا سب نے مجھکو تیری ہی طرف ڈھکیل دیا یعنی
ہر شئے بزبان حال پکار کر کہتی ہے کہ میں فانی ہوں مجھ سے تعلق نہ کر اپنے مولیٰ سے تعلق
پیدا کر اور میںنے جب یہ جان لیا کہ تو لطف وکرم فرمانے والا ہے تو اس علم ومعرفت نے
مجھکو تیرے دروازہ پر ٹھہرا دیا۔

الٰہی تو میری امید ہے تو پہر کیونکر خائب ہوں اور میرا سہارا تجھپر ہے میں کیونکر ذلیل
ہوں الٰہی تو نے مجھے ذلت میں جما دیا تو میں کیونکر عزت پا سکتا ہوں اور تو نے مجھکو اپنی طرف
نسبت کیا تو میں کیونکر صاحب عزت نہوں الٰہی تو نے مجکو فقر واحتیاج میں ٹھہرایا تو میں
کیونکر محتاج نہوں اور تو نے مجکو اپنے وجود کیساتھ غنی کیا تو کیونکر محتاج ہوں۔ف اے
اللہ تجھ سے ہی میری امید ہے تو پہر میں کیونکر نامراد ہوں یعنی ضرور بامراد ہونگا اور تجھپر میرا
سہارا ہے تو میں کیونکر ذلیل ہو سکتا ہوں اے اللہ تو نے مجکو اصل سے ذلت میں جما دیا کہ

ممکن کی اصل عدم ہے تو میں اصلی اور مستقل عزت کیسے پاسکتا ہوں کہ وہ تو تیرا ہی خاصہ ہے اور تو نے مجھکو اپنی طرف نسبت کیا کہ اپنا بنایا۔ اور اپنے ساتھ تعلق عطا فرمایا تو اس اعتبار سے میں کیونکر تیری عزت سے صاحب عزت نہوں پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے ذلیل ہوں اور تیری عزت دینے سے اور تیری صفت عزت کے پرتو سے عزیز ہوں اے اللہ تو نے مجھکو اصل سے فقر و احتیاج میں ٹھہرادیا کہ فقیری و حاجتمندی میرا اصلی امر ہے تو میں اصل ذات سے کیسے محتاج نہوں اسلئے کہ ممکن ہوں اور ممکن ہر وقت اپنی ہر صفت میں اپنے پیدا کرنیوالے اور تھامنے والے کا محتاج ہے اور تو نے اپنے وجود کیساتھ مجھکو غنی کیا کہ مجھکو غیر کے تعلق سے بے نیاز کیا اور اپنے قرب کی نعمۃ بخشی تو میں کسی کا کیونکر محتاج ہوں۔

تو وہ ذات ہے کہ بجز تیرے دوسرا کوئی معبود نہیں ہر چیز کو اپنی معرفت عطا فرمائی تو

کوئی چیز تجھ سے ناواقف نہ ہوئی تو وہ ذات ہے کہ تو نے مجھکو ہر شے میں اپنی معرفت عطا

فرمائی تو میں نے ہر شے میں تیری تجلی ظاہر دیکھی پھر تو سب پر ظاہر و آشکارا ہے اے وہ ذات

جو اپنے رحمان ہونیکے ساتھ اپنے عرش پر مستوی ہوا کہ وہ عرش اسکی رحمانیت میں اسطرح

غائب ہوا جیسے تمام عالم اسکے عرش میں غائب ہے ف۔ تو وہ ذات ہے کہ بجز تیرے دوسرا عبادت و پرستش کے لائق نہیں تو نے ہر شے کو اپنی معرفت عطا فرمائی حتی کہ کوئی چیز تجھ سے ناواقف نہیں ہے ہر شی اپنے مرتبہ کے موافق جیسی معرفت اسکو عطا ہوئی تجھ کو پہچانتی ہے تو وہ ذات ہے کہ تو نے مجھکو ہر شے میں اپنی معرفت عطا فرمائی کہ ہر شے میرے لئے تیرے جمال کا آئینہ بنگئی پس میں نے ہر چیز میں تیری تجلی ظاہر دیکھی پس تو ہر شے کیلئے ظاہر و آشکارا ہے۔ اور اے وہ ذات جو اپنے رحمان ہونے کیساتھ اپنے عرش پر مستوی ہوا یعنی اپنی رحمت کے وسعت سے عرش پر غالب اور قاہر ہوا۔ کہ رحمت نے اسکو اپنے اندر سمالیا اور رحمت نے اسکو گھیر لیا اور وہ عرش اس رحمت میں ایسا غائب ہو گیا جیسے تمام عالم اس عرش میں غائب ہے کہ تمام عالم اس عرش کے سامنے کوئی شے نہیں ہے ؀

تقریظات و قطعات تاریخ

از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
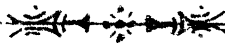
انوار العارفین رہنمائے مومنین:۔ جنوبی افریقہ جیسے دور دراز مقام میں ایک ہندوستانی بزرگ حضرت مولانا صوفی سید محمد عابد میاں صاحب ساکن صوبہ گجرات مقیم ہیں جو اسلام کی تعلیم وتلقین وتبلیغ اور اولیاء اللہ کے روحانی فیوض وبرکات کی اشاعت نہایت عمدگی کے ساتھہ سالہا سال سے کر رہے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے ہر طبقہ سے خلوص وایثار دور ہوتا جارہا ہے سیاسئین میں تو کبھی خلوص ہوتا ہی نہیں لیکن اب علماء ومشائخ سے بھی یہ نعمت عظمیٰ سلب ہوتی جارہی ہے اور یہی ایک بڑا سبب مسلمانوں کے زوال کا ہے۔

مگر خدا تعالےٰ جل شانہٗ کا لاکھہ لاکھہ شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہم گنہگاروں میں چند ایسے نفوس بھی پیدا کئے ہیں جو خلوص وصداقت اسلامیہ اور تہذیب واخلاق قدیمہ کے آثار ہیں۔ اور جن کی برکت سے یہ قوم ابھی تک اس کائنات کی حیات میں سانس لے رہی ہے۔ اور انہی انفاس قدسیہ میں حضرت مولانا صوفی سید محمد عابد میاں صاحب بھی ہیں۔ جو خدمت خلق اللہ میں رات دن مشغول رہتے ہیں۔ اور جنہوں نے افریقہ میں اسلام کی اور تصوف کی اور اخلاق حسنہ کی اردو زبان کے ذریعہ بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جنوبی افریقہ میں اردو زبان کو رائج کرنے والے اور قائم رکھنے والے درحقیقت صوفی صاحب ہی ہیں۔

کیونکہ وہ ہمیشہ نہایت اعلےٰ وبرگزیدہ مذہبی لٹریچر اردو زبان میں شائع کرتے رہتے ہیں چنانچہ **بستان العارفین** اور **صراط مستقیم** نام کی دو ضخیم کتابیں جو اخلاق حسنہ اسلامیہ کے

دو بڑے خزانے تھے صوفی صاحب نے ہزاروں کی تعداد میں طبع کرا کر مفت تقسیم کرائیں تھیں۔ اور میرے ذریعہ بھی ایک بڑی تعداد ان کتابوں کی تقسیم ہوئی تھی۔

اب صوفی صاحب ممدوح نے اسی قسم کی مگر نہایت ہی عمدہ کتاب **انوار العارفین** کے نام سے شائع کی ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار صفحات کی ضخامت رکھتی ہے۔ ان کی پہلی کتابیں بھی طباعت اور کتابت اور کاغذ کے اعتبار سے اردو زبان کی شان کے موافق بہت نفیس تھیں۔ اور یہ کتاب بھی ایسے ہی اعلےٰ معیار پر شائع کی گئی ہے فن طباعت کے ماہر خاص جناب منشی قربان علی صاحب بسمل ایڈیٹر اردوئے معلےٰ دہلی نے اعزازی طور پر اسکی کتابت اور طباعت کا اہتمام کیا اور دہلی میں یہ کتاب چھپی۔ برادر طریقت غلام نظام الدین قریشی پریمی نظامی ایڈیٹر گجراتی اخبار دین احمد آباد اس اہتمام کے صوفی صاحب کی طرف سے نگراں تھے۔

جب یہ کتاب تیار ہوکر میرے سامنے آئی تو ہندوستان کے باہر فلسطین اور اسپین کی لڑائیوں کی آہ وزاریاں تمام ہندوستان کو اپنی طرف متوجہ کئے ہوئے تھیں۔ اور ہندوستان میں گاندھی جی کی طرف سے ہندی کے فروغ اور اردو کی جلاوطنی کے نقارے بج رہے تھے۔ ایسے وقت میں انوار العارفین کی زبان اردو طوطی کی طرح چہکتی اور بولتی پنجرہ بند میرے سامنے آئی۔ اور کہا کہ الحاد وانکار خدا پرستی کے نقار خانہ میں مجھ طوطی کی آواز کون سُنے گا؟ میں نے کہا پیاری ہم تیری نواسنجیوں کو دل لگا کر سُنیں گے۔ مایوس کیوں ہوتی ہے عارفوں کے انوار حقانی میں مادیت ودہریت کے ظلمات کو دور کرنے کی صلاحیت قدرت ربانی نے عطا فرمائی ہے۔ افریقہ کے چراغ سے سیکڑوں نہیں ہزاروں ہزاروں نہیں لاکھوں۔ لاکھوں نہیں کروڑوں چراغ روشن ہونگے۔ اور ایک مرد باخدا نے جو شمع روشن کی ہے وہ مسلمانوں کی محفل تیرہ تار کو پھر بقعۂ نور بنادے گی۔

انوار العارفین ایک کتاب ہے۔ چپ چاپ مگر بولتی ہوئی۔ اس کے حروف خاموش ہیں مگر آنکھوں کے کان میں فصاحت و بلاغت سے باتیں کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے ہیں۔ اس کی زبان ایسی آسان اور عام فہم اور صاف ہے جیسی قرآن ناطق کے ماننے والوں کی زبان صاف ہوا کرتی ہے۔ اسکے مضامین مومن کے دل ودماغ اور روح کی قوت ہیں اور ان میں علمت و موعظت کے موتی جڑے ہوئے ہیں۔

آؤ ہم رسمی تقریظ لکھنے کی عادت سے آزاد ہو کر حقیقی خلوص کے ساتھ اس سراپا خلوص کتاب کے لئے اپنے مولے اور اپنے داتا رب العلوم سے دعا مانگیں کہ وہ اس کتاب کے لکھنے والے کو اور اسکی اشاعت میں مدد دینے والوں کو اور اس کے لکھوانے چھپوانے اور شائع کرنے والوں کو اپنے **فضل** (یعنے قدرت کے ریزرو بنک) سے اپنی نعمتوں کے خزانے مرحمت فرمائے۔ اور اس کتاب کے ہر مضمون اور ہر سطر اور ہر فقرہ اور ہر لفظ اور ہر حرف اور ہر نقطہ میں ایسا اثر دے کہ وہ شکوک واوہام کے مبتلا لوگوں کے دل ہر زنگ سے پاک صاف کر سکے۔ آمین یا مجیب الداعین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حسن نظامی دہلوی ساکن درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ محبوب الٰہی دہلی۔ ۱۹ رجب ۱۳۵۵ھ

از حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلمائے ہند

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اگرچہ اس کتاب کو پوری طرح نہیں پڑھ سکا۔ تاہم جستہ جستہ مقامات پڑھے مولف کتاب عزیز محترم مولوی محمد عابد صاحب عثمانی ڈابھیلی کی اور بھی کئی کتابیں شائع ہو کر مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب بھی مسلمانوں کے لئے مقبول اور مفید ہو گی۔ ایک محبت سے سرشار مسلمان کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہو سکتی۔

کہ محبوب رب العالمین کے حقیقی عشق و محبت کا ذوق اور اتباع شریعت مقدسہ اور اقتدائے سنت نبویہ کا جذبہ اس کیلئے راہ طریقت کا رہبر بن جائے۔ بزرگوں کے قصص و حکایات جن کا تعلق جذب و سکر کے ساتھ نہیں بلکہ سلوک سے متعلق ہیں ترغیب و تحریص کے لئے بہترین سبب ہیں۔ حق تعالےٰ کتاب کو مقبول اور مؤلف کی سعی کو مشکور فرمائے آمین۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی۔ رجب ۱۳۵۵ھ

از حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلمائے ہند

حامداً و مصلیاً و مسلماً

سید محمد عابد میاں کی ذات گرامی اور ان کی خدمات اسلامی سے مسلمانان ہندوستان و اسلامیان افریقہ بخوبی واقف ہیں۔ آپ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی تالیفات سے مسلمانوں کی خدمات مذہبی و اخلاقی انجام دے رہے ہیں۔

صوفی صاحب ابتک متعدد کتابیں تالیف کر چکے ہیں۔ بستان العارفین اور صراط مستقیم آپ کی مشہور کتابیں ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو چکی ہیں۔ آپنے حال ہی میں انوار العارفین نامی ایک کتاب تالیف فرمائی ہے۔ جو قرآن شریف کی بعض آیتوں کی تفسیر اور احادیث شریف کی تشریح اور حضرات صوفیائے کرام کے اقوال پر مشتمل ہے۔ کتاب اپنے مضامین کے اعتبار سے بہت دلچسپ اور مفید ہے۔

میری دعا ہے کہ خدا تعالےٰ صوفی صاحب کی اس کتاب کو سابقہ کتب کی طرح درجہ قبولیت عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کیلئے انوار العارفین مفید ثابت ہو۔ کتاب نہایت مدلل اور مطول ہے۔ اور اصلاح اخلاق و تزکیہ نفس کے لئے بہترین کتاب ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہ

۱۱ رجب المرجب ۵۵ھ

از جناب ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ و منیوپل کمشنر دہلی

جناب مولانا صوفی عابد میاں صاحب کی خوبیاں مجھے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب سے معلوم ہوئیں اور مسٹر غلام نظام الدین پریمی اور منشی قربان علی صاحب نے ان کی یہہ کتاب دکھائی جس کا نام انوار العارفین ہے۔ میں حقیقت یہہ ہے کہ تیس سال تک نظام المشائخ شایع کرتے رہنے کے باوجود اپنے اندر وہ قابلیت اور صلاحیت نہیں پاتا کہ اس قسم کی تصانیف کے متعلق لکھنے کیلئے قلم اٹھاؤں۔ ایک صوفی عابد میاں صاحب ہیں کہ ایسی ایسی ضخیم کتابیں تصوف کی طیار کردیتے ہیں ایک میں بدنصیب ہوں کہ ایک ہزار صفحے دیکھکر گھبراگیا اور کتاب کو از اول تا آخر پڑھنے کا وقت نہ نکال سکا۔ سنا ہے صوفی صاحب ممدوح کی اتنی ہی بڑی بڑی تصنیفات دو یا تین اور بھی ہیں۔ بہرحال جہانتک میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ مذہب کی کساد بازاری اور خوش عقیدگی کے فقدان کی اس دور میں بھی ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی کثیر جماعت ابھی ایسی ہے جو اسے سر پر رکھیگی اور سینے سے لگائیگی۔ اس کتاب کی لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے اور کاغذ اس میں وہ استعمال کیا گیا ہے جو نئی قسم کی اردو مطبوعات میں استعمال ہوتا ہے۔

اللہ تعالے مسلمانوں میں اچھی اور صحیح باتیں جاننے اور پہچاننے کا مادہ پیدا کرے اور صوفی صاحب قبلہ کو ان کی موجودہ تصانیف سے بھی بہتر تصنیفیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واحدی

جناب مولوی سید حمید صاحب امام مسجد جامع دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب انوار العارفین جناب منشی قربان علی صاحب کی معرفت میرے پاس آئی لیکن

میں اسکو عدیم الفرصتی کے باعث بالاستیعاب نہیں دیکھ سکا۔

تاہم بعض مضامین کے پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب تزکیہ نفس و اصلاح باطن کیلئے بیحد مفید ہے۔ اور خصوصیت کیساتھ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولف علام نے اس کے مضامین کو قرآن حکیم کی آیات سے بھی مطابق کیا ہے۔

خدا تعالے مولف کتاب جناب صوفی سید محمد عابد میاں صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور کتاب کو قبولیت عامہ بخشے۔ آمین۔

خاکسار۔ سید حمید امام مسجد جامع دہلی۔ ۷ر اکتوبر ۳۶ء

ازجناب حافظ سید عزیز حسن صاحب بقائی نقشبندی پیرزادہ

درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ بخاری و ایڈیٹر رسالہ پیشوا۔ دہلی

اس زمانہ میں جبکہ خداوند قدوس کا انکار کیا جارہا ہے۔ اور اللہ والوں کا مذاق اُڑایا جارہا ہے۔ انوار العارفین جیسی دینی اور روحانی کتاب کا شائع کرنا بہت ہی نیکی کا کام ہے۔ اور اس جذبہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

اس دور الحاد اور فتن میں بزرگوں کی تعلیم کی اشاعت اتنا بڑا اور ضروری کام ہے کہ اسکی اہمیت نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

میں نے حضرت مولانا سید محمد عابد میاں صاحب کی اس سے پہلے کوئی تصنیف نہیں دیکھی۔ مگر انوار العارفین کو کہیں کہیں پڑھنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ مولانا کی تحریر میں۔ پختگی۔ علمیت سلاست اور روانی ہے۔ ان کے دل میں بدنصیب مسلمانوں کے دینی انحطاط کا درد ہے۔ اور انوار العارفین اسی درد سے متاثر ہوکر شائع کی جارہی ہے جس کیلئے یقیناً مولانا محترم اور ان کے رفقا مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے مسلمان اسکو قصے اور کہانی کے طور پر

تفریحاً نہ پڑھیں۔ بلکہ اس پر عمل بھی کریں۔ تاکہ مسلمانوں کی دین اور دنیا دونوں

عزیز حسن بقائی

تاریخ تعمیہ از قربان علی بسمل۔ دفتر اردوئے معلی شاہجہاں

عابد میاں نے لکھی ایسی کتاب جس میں — اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْ
توحید کا مرقع۔ آئینۂ رسالت — گلزار صوفیہ کی بے مثل
نبیوں کی سچی باتیں اقوال اولیاء کے — دیکھو تو پڑھ کے اس میں س
خوفِ خدا کی رغبت۔ لقمان کی نصیحت — ایک ایک لفظ اس کا دلچسپ
اخلاق کی فضیلت۔ کج خُلق کو نصیحت — علماء حال کا بھی قصہ کہ
حضرات صوفیا کا برتاؤ اور طریقہ — ہے تابعِ شریعت حد
مسلم و غیر مسلم اس کے مطالعہ سے — سب مستفید ہونگے بسمل
ہے الغرض یہہ نسخہ گنجینۂ معارف — اس دورِ پُرفتن کا یہ مصلح

اللہ کے الف سے تاریخ لکھہ رہا تھا
ہاتف نے دی صدا یہہ انوار عارفین ہے

۱۳ — ہجری — ۵۵

۲۳ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

مطابق

۱۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء عیسوی یوم شنبہ